جہیز ایڈیشن
تحفۂ خواتین
خواتین اسلام سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں
مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ
مکتبۃ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ (آل عمران ۱۹۵)

ترجمہ: پھر قبول کی اُن کی دُعا اُن کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔

تحفۂ خواتین

خواتینِ اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

جس میں اسلامی عقائد، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے مفصل احکام مذکور ہیں، ذکر و تلاوت اور دُعا کے فضائل دُعا کے آداب اور مختلف مواقع کی دُعائیں درج ہیں، نکاح طلاق، خلع عدت وغیرہ کے مسائل تفصیل سے لکھے ہیں، اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کی اہمیت، اسلامی معاشرہ کی تفصیل اور اس کی ضرورت بتائی گئی ہے اسلامی آداب اسلامی اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے غیر اسلامی معاشرہ پر بھرپور تبصرہ کیا گیا ہے۔ آخر میں توبہ کا طریقہ اور زندگی گزارنے کا دستور العمل لکھ دیا گیا ہے خواتین کی دینی زندگی بنانے کے لئے بہت جامع کتاب ہے، جو سینکڑوں احادیثِ شریفہ کی روشنی میں لکھی گئی ہے

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)

باہتمام : خضر اشفاق قاسمی

طبع جدید : محرم ۱۴۳۰ھ - جنوری ۲۰۰۹ء

مطبع : زم زم پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر : مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)

فون : (92-21) 5031565, 5031566

ای میل : info@quranicpublishers.com

ویب سائٹ : www.quranicpublishers.com

فون: 5031565 - 5031566

فون: 5049733 - 5032020

حصّہ اوّل

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

تحفۂ خواتین
یعنی
خواتینِ اسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں
حصہ دوم
فہرست مضامین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

پیش لفظ

از مولانا محمد تقی عثمانی

مدیر "البلاغ" کراچی

کسی بھی قوم کی خواتین کا اُس قوم کی تعمیر و تربیت میں جو حصّہ ہوتا ہے وہ کسی تشریح و بیان کا محتاج نہیں، ماں کی گود بچّے کی سب سے پہلی درس گاہ بھی ہے اور تربیّت گاہ بھی، اور یہ ایسی مؤثر درسگاہ ہے کہ یہاں کا سیکھا ہوا سبق ذہن و قلب پر پتھر کے نقش سے بھی زیادہ دیرپا ہوتا ہے اور ساری عمر نہیں بھولتا۔

چنانچہ ملّتِ مسلمہ کے لئے بھی جتنی اہمیّت مردوں کی دینی اصلاح کو حاصل ہے خواتین کی دینی تعلیم و تربیت اس سے کسی طرح کم اہمیّت نہیں رکھتی، ایک تو اس لئے کہ اسلامی احکام کا خطاب جس طرح مردوں کو ہے اُسی طرح عورتوں کو بھی ہے بلکہ بعض احکام ایسے ہیں جو خواتین ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے اس لئے کہ خواتین کی تربیت بالآخر پوری قوم کی تربیت کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہ تھا کہ آپؐ کے عمومی خطابات میں تو مرد اور عورتیں دونوں ہی مخاطب ہوتی تھیں، لیکن کبھی کبھی آپؐ خاص طور سے خواتین کو خطاب کرنے کے لئے الگ مجلسیں منعقد فرماتے تھے تاکہ اُن کے ذریعہ خواتین کی تربیّت خصوصی اہمیّت کے ساتھ ہو سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سُنّت کی پیروی میں ہر دَور کے علماء اور بزرگانِ دین نے بھی اپنے وعظ و خطاب اور تصنیف و تالیف میں خواتین کی اس خصوصی اہمیّت کو ملحوظ رکھا ہے اور بہت سی کتابیں خاص طور پر عورتوں ہی کے لئے لکھی گئی ہیں۔ الحمد للہ اردو زبان

میں بھی مسلمان خواتین کے لئے ایسی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے جو اُن کی دینی ضروریات کو پُورا کر سکے، ایک "بہشتی زیور" ہی ایسی کتاب ہے کہ خواتین کے دین و دنیا کی شاید کوئی ضرورت ایسی نہ ہو جو اس میں چھوٹ گئی ہو۔

احقر کے محترم بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی مدظلہم العالی کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس خاص ضرورت کی تکمیل کے لئے موفق فرمایا ہے۔ اُن کی متعدد چھوٹی بڑی کتابیں بنیادی طور پر خواتین ہی کے لئے لکھی گئی ہیں اور خواتین کے حلقوں میں اُن کا عام اور تام نفع مشاہدہ میں آیا ہے۔

دارالعلوم کراچی سے جب ماہنامہ "اَلبلَاغ" احقر کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا تو احقر نے اُن سے درخواست کی کہ رسالہ میں خواتین کے لئے مضامین کا کوئی مستقل سلسلہ شروع فرمائیں، حضرت مولانا نے اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور اس غرض کے لئے ایک ایسا موضوع منتخب فرمایا جو اردو کے لحاظ سے اچھوتا بھی تھا اور بے حد ضرورت وافادیت کا حامل بھی، یہ موضوع تھا "خواتینِ اسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں"۔ اس عنوان کے تحت حضرت مولانا اُن احادیث کی تشریح پیش فرماتے تھے جن میں یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین سے براہِ راست خطاب فرمایا یا اُن کے لئے کوئی قولی یا عملی ہدایت دی، یا جو خواتین نے روایت کی ہیں۔

مضامین کا یہ سلسلہ اس قدر مقبول اور نافع ثابت ہوا کہ خواتین اس کا پہلے سے انتظار کرتیں، اور بعض جگہ جمع ہو کر بھی ایک دوسری کو سُناتی تھیں اس طرح خواتین کے لئے احادیث نبوی اور اُن کی تشریحات کا ایسا نادر مجموعہ تیار ہو گیا جس کی مثال اُردو میں تو یقیناً نہیں ہے، احقر کے علم کی حد تک عربی زبان میں بھی اس کی نظیر نہیں۔

یہ سلسلۂ مضامین سالہا سال چلا اور جب حضرت مولانا مدظلہم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرما گئے اُس وقت منقطع ہوا، قارئین کا اصرار تو پہلے سے تھا کہ ان مضامین کو کتابی صورت میں منظرِ عام پر لایا جائے، بحمد اللہ مولانا کے قلب میں بھی اس کا داعیہ پیدا ہو گیا، اور انہوں نے کتابی صورت کے لئے از سرِ نو اُن مضامین پر نظرِ ثانی فرمائی، اُن کو باقاعدہ مرتب اور مربوط شکل دی اور اُن میں نہایت گراں قدر اضافے فرمائے۔ اب بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب ایسی ہے کہ واقعۃً خواتینِ اسلام

کے لئے انتہائی قیمتی تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے، اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے مطالعہ ہی سے لگایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مدظلہم کو علم و فضل کے ساتھ صدق و اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے اور انہیں دل پُرسوز کی نعمت سے نوازا ہے، اس لئے اُن کے سادہ الفاظ میں دلوں پر اثر کرنے کی وہ غیر معمولی صلاحیت ہے جو فصاحت و بلاغت اور ادب و ادبیت سے زیادہ ایک خلوص بھرے جذبہ کی پیداوار ہوتی ہے۔

مولانا کی عبارت نہایت سادہ و سلیس، اندازِ بیان ہلکا پھلکا، الفاظ عام فہم اور اسلوب پُراثر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ اُن کی یہ کتاب انشاء اللہ بہت سی خواتین کی اصلاح کا ذریعہ ثابت ہوگی، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کتاب کو "بہشتی زیور" کے ساتھ خواتین کے نصاب کا جزء بنایا جائے، انہیں ابتداءِ عمر ہی میں اس کا مطالعہ کرایا جائے اور شادی میں بطور جہیز دیا جائے۔

دل سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان خواتین کو اس کتاب کی صحیح قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں، اسے ان کی تعلیم و تربیت کا مؤثر ذریعہ بنائیں اور اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر حضرت مؤلف مدظلہم کو اور کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والے تمام افراد کو جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

خادم طلبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۰ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ

مؤلفؒ کی گذارش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ
سید المرسلین محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ؕ

امابعد، اللہ جل شانہٗ کا انعام ہے کہ اس عاجز کے قلم سے کثیر تعداد میں دینی رسالے نکل چکے ہیں جو قرآن وحدیث کی تعلیمات پر مشتمل ہیں، ان رسالوں میں سینکڑوں احادیث کی تشریح اور ترجمہ آچکا ہے، یہ رسالے الحمد للہ عوام اور خواص میں بہت مقبول ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں بھی مقبول ہو چکے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس تھوڑی سی محنت پر جو اشاعتِ دین میں لگ گئی بہت زیادہ اجر وثواب سے نوازیں گے کما ھو اھلہ۔

محرم ۱۳۸۷ھ سے دار العلوم کراچی سے ماہنامہ "البلاغ" شائع ہونا شروع ہوا جو مفتی اعظم پاک وہند حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کی سرپرستی میں مسلسل آٹھ سال تک پابندی سے نکلتا رہا، اور اب حضرت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد بھی الحمد للہ برابر شائع ہو رہا ہے جب البلاغ کا اجراء ہوا تو مدیر البلاغ مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم خلف الصدق حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے احقر کے لئے اصلاحی مضامین لکھنا تجویز فرمایا۔ احقر نہ معیاری اُردو جانتا ہے نہ ادبی مضامین لکھنے پر قادر ہے لہٰذا یہ سمجھ کر احقر نے ان کا حکم مان لیا کہ عورتوں سے متعلق جو روایات کتب حدیث میں وارد ہوئی ہیں اُن کا ترجمہ لکھ کر ہر ماہ دے دیا کروں گا اور کچھ ضروری تشریح اپنی سیدھی سادھی اردو میں کر دیا کروں گا، چنانچہ احقر نے تقریباً ہر ماہ کچھ نہ کچھ لکھنا شروع کر دیا جو برابر البلاغ کے صفحات میں سالہا سال قسط وار شائع ہوتا رہا۔

البلاغ کے قارئین سے جب ملاقاتیں ہوتیں تو میرے اس مضمون کو بہت نافع بتاتے، اور جب کسی ماہ ناغہ ہو جاتا تو دفتر البلاغ میں شکایتیں آنی شروع ہو جاتیں، جس سے اندازہ ہوا کہ الحمد للہ عوام وخواص میں یہ مضمون بہت مقبول ہوا ہے اور سب اس کا نفع محسوس

کرتے ہیں، اللہ پاک نے اپنے محبوب سیدابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی مقبولیت قارئین البلاغ کے قلوب میں پیدا فرمادی اور مجھ سیاہ کار کے معاصی کے سبب اس مضمون کو نافعیت اور مقبولیت سے محروم نہ فرمایا۔

جب کثیر تعداد میں احادیث شریفہ مع ترجمہ وتشریح البلاغ کے صفحات میں آگئیں تو احقر کو خیال ہوا کہ ان کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے نیز دیگر حضرات کی طرف سے بھی اس کا تقاضا ہوا، احقر نے شائع شدہ مضامین پر نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ مسلسل قسط وار جس طرح شائع ہوئے تھے کتابی صورت میں اسی طرح شائع کر دینا مناسب نہ ہوگا کیونکہ کتابی صورت میں جس خاص ترتیب سے لانے کی ضرورت ہے وہ ترتیب البلاغ کی اقساط میں ملحوظ نہ رہی تھی، لہٰذا احقر نے البلاغ میں شائع شدہ اقساط کو یکجا اکٹھا کیا، پھر اُن کو جدید ترتیب دی، ان شائع شدہ اقساط کو ایک مرتّب کتاب بنایا تو اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہوگئی جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ اوّل کتاب الایمان، پھر کتاب الوضوء والغسل، اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ والصدقات، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب فضائل القرآن، کتاب الذکر والدعاء، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب تربیۃ الاولاد وغیرہ علی الترتیب آگئی ہیں۔

کتابی صورت میں لانے کے لئے ترتیب وتبویب کا کام شروع کیا تو خیال ہوا کہ بہت سی احادیث جو البلاغ میں شائع نہیں ہوئیں اُن کو بھی جزو کتاب بنا دیا جائے، لہٰذا ایسی بہت سی احادیث کا ترجمہ وشرح لکھ کر جزو کتاب بنا دیا جو البلاغ میں شائع نہیں ہوئی تھیں، کتاب الایمان تو تقریباً سب ہی بعد میں لکھی ہے، جامعیت کے اعتبار سے "بہشتی زیور" کے بعد یہ پہلی ضخیم کتاب ہے جس کا موضوع خواتین اور ان کے مسائل ہیں، (مفید تو سب ہی کے لئے ہے مگر خصوصی خطاب عورتوں سے ہے) کتاب کی ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ احادیث کی روایت کرنے والی صحابی خواتین ہوں اور مسائل بھی وہ ہوں جو عورتوں سے متعلق ہیں اور کہیں کہیں حسب ضرورت ومقام صحابۂ مردوں کی مرویات بھی آگئی ہیں، کہیں مضامین میں تکرار جس کو قند مکرر سمجھ کر گوارا کر لیا گیا ہے چونکہ نصیحت وموعظت مقصود ہے اس لئے تکرار مفید ہی ہے۔

احادیث کی ضروری تشریحات کے ساتھ دورِ حاضر کے معاشرہ پر جگہ جگہ تبصرہ کیا گیا ہے۔

اور موجودہ رواج اور سماج میں جو اسلام کے خلاف راہیں اختیار کرلی گئی ہیں خاص طور سے ان کی نشاندہی کی گئی ہے اور یہ سب اخلاص پر مبنی ہے طعن و تشنیع مقصود نہیں ہے۔

البلاغ میں احقر کے اس مضمون کا عنوان "خواتینِ اسلام سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں" تھا، کتابی صُورت میں لانے کے بعد پہلے نام کو باقی رکھتے ہوئے مختصر نام "تحفۂ خواتین" بھی اس کے ساتھ ملحق کرتا ہوں، اور اب اس کا پورا نام "تحفۂ خواتین عرف خواتینِ اسلام سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں" تجویز کر رہا ہوں، بچیوں کے جہیز میں دینے کے لئے بہترین کتاب تیار ہوگئی ہے، وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

حضرت اقدس مفتی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں اس کی ترتیب کا کام شروع ہو گیا تھا مگر میں اپنی سُستی اور کاہلی کی وجہ سے اُن کے سامنے پورا نہ کرسکا۔ حضرت موصوف قدس سرہٗ آج اس دنیا میں ہوتے تو اس مجموعہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے، اللہ جل شانہٗ حضرت موصوف پر لاکھ لاکھ رحمتوں کی بارش برسائے جنہوں نے "دارالعلوم کراچی" قائم کیا، پھر دارالعلوم کا ترجمان ماہنامہ "البلاغ" جاری فرمایا، جس میں اس کتاب کا اکثر حصّہ شائع ہوا، اور اب "مکتبہ دارالعلوم کراچی" ہی سے پہلی بار یہ کتاب شائع ہورہی ہے[1]۔ (ثم ان ما اوردنا فیہ من الاحادیث صحاح او حسان وقلیل ما ھو ضعیف وتساھلنا فی ذلک لما اجمع المحققون من علماء الحدیث ان الفضائل یتحمل فیھا مالا یتحمل فی غیرھا من ضعف الاسانید)

دنیا کی ساری چہل پہل اور گہما گہمی تنہا مردوں کے وجود سے نہیں ہے بلکہ اس کے آباد رکھنے اور اس کے چلانے کی صورتوں پر غور کرنے میں عورتوں کا بھی بڑا حصّہ ہے، اسبابِ زندگی کو باقی رکھنے اور دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرنے کو ہر عورت و مرد (بقدر اپنی فہم و فراست اور ہمّت کے) اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے، مکان، دوکان، جائیداد، آل واولاد کو سب اپنی چیزیں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں فانی اور جُدا ہونے والی ہیں، دین اور دین سے متعلقہ چیزیں بھی مسلمان کا ذاتی سرمایہ ہیں اور ایسا سرمایہ ہے جو کبھی بے وفائی نہ کرے، اور جس کی محنت و کوشش کبھی رائیگاں اور ضائع نہ ہو۔

---

[1] الحمد للہ حضرت مؤلف کی اجازت سے اب کتاب کو جدید انداز میں معیاری کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کرنے کا شرف "اِدَارۃُ الْمَعَارِف کراچی ۱۴"، کو حاصل ہورہا ہے۔ ناشر

جس طرح دنیا کے لئے محنت و کوشش تمام مرد و عورت کرتے ہیں اور دنیا کے کاروبار چلانے میں ایک دوسرے کی مدد اور معاونت کرتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دین اور دینیا کو زندگیوں میں جاری رکھنا اور دینی علم و عمل کو باقی رکھنا ہر مرد و عورت کی ذمّہ داری ہے. قرآن شریف اور احادیثِ شریفہ میں بہت سی جگہ عورتوں کو خصوصی خطاب بھی فرمایا ہے اور اکثر مواقع میں مردوں کے خطاب میں عورتوں کو شامل کر لیا گیا ہے، یہ بات سب جانتے ہیں کہ فقہِ اسلامی میں عورتوں کے لئے خصوصی احکام بھی بہت ہیں اور ایسے احکام تو بہت ہی زیادہ ہیں جن میں مرد و عورت سب شامل ہیں .

دین کا علم و عمل جب مردوں اور عورتوں دونوں ہی فریق کے لئے ہے، اور دین کا سیکھنا اور سکھانا سب کی ذمّہ داری ہے تو اپنے اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے ہر مرد و عورت کو کوشاں رہنا ازبس ضروری ہے۔ قرنِ اوّل کی عورتوں نے دین کو پھیلانے اور دین کا چرچا کرنے میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں، تاریخ کی گواہی ہے کہ سب سے پہلے دینِ اسلام قبول کرنے والی شخصیت عورت ہی کی تھی (یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا) اور سب سے پہلے جس نے اسلام کے قبول کرنے کی سزا میں جامِ شہادت نوش کیا وہ بھی عورت ہی تھی (یعنی حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ابوجہل بدبخت کے نیزہ مارنے سے حضرت سُمَیّہؓ شہید ہوئیں. ان سے پہلے کوئی بھی مرد و عورت شہید نہ ہوا تھا.

یہ بھی مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا باعث اُن کی بہن حضرت فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہا ہی تھیں اور یہ بھی سیرت و تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو جہاں اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے مردوں نے ہجرت کی تو عورتیں بھی ساتھ تھیں، پھر اُن پاکیزہ خواتین نے جہادوں میں بھی حصّے لئے، اور دین کو سربلند دیکھنے کے لئے اپنے شوہروں اور بچّوں کو جنگ کے میدانوں میں خوشی خوشی بھیجا کرتی تھیں، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ بعض عورتوں نے اپنے شوہر کو جہاد کے لئے اُکسا کر اور طعنے دے کر میدانِ کارزار کے لئے روانہ کیا.

کیا آج کل کی عورتیں اسلام کا دم نہیں بھرتی ہیں ؟ کیا اُن کو اسلام سے نسبت اور تعلق نہیں ہے ؟ کیا ان کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اُمّت ہونے کا دعویٰ نہیں

ہے؟ اگر دعویٰ ہے اور ضرور ہے تو پھر اسلام کے سیکھنے سکھانے اور اپنے فرائض کو پہچان کر عمل پیرا ہونے کے لئے کیوں حرکت نہیں کرتی ہیں؟ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لباس اور زیور میں کافر و مشرک لیڈیز کی پیروی کرتی ہیں، مجلس میں بیٹھیں تیری میری بُرائی شروع کر دی، آپے میں پھولے نہیں سماتیں، ایسی بڑائی کے تصوّر میں کہ کسی کو اپنے سامنے کچھ نہیں سمجھتیں، حالانکہ غیر اسلامی کاموں میں آگے ہیں۔ آخرت کا ذرا فکر نہیں، زمین کا پیوند بننا ضروری ہے مگر وہاں کیا بنے گا اور وہاں کے لئے کیا کر کے لے جا رہی ہیں، اس کا کچھ دھیان نہیں، نماز پر نماز غارت کرتی رہتی ہیں، روزہ پر روزہ چھوڑتی چلی جاتی ہیں، زیور کی حرص ہے، مگر زکوٰۃ کا دھیان نہیں، کیا یہی مسلمانی ہے؟

مسلمان عورتوں کی گود میں (دُور نہ جایئے صرف ہمارے ملک میں) سالانہ ہزاروں بچے پرورش پاتے ہیں، مگر ان بچوں کو نہ دین سکھایا جاتا ہے نہ دین کے لئے بہادری پر اُن کو ابھارا جاتا ہے، لڑکے اچھی خاصی لڑکیاں بنے ہوئے ہیں، افسوس کہ لڑکیوں کو بھی مانگ چوٹی کی اتنی فکر نہیں جس قدر فیشن اور بال اور ٹیپ ٹاپ کا خیال لڑکوں کو ہو گیا ہے۔ ماں باپ، بچے سب اس دُھن میں ہیں کہ کسی طرح انگریز ہی بن جاتے، کاش! مسلمان نہ ہوتے، مسلمان بن کر مُلا مولوی کے فتووں کا نشانہ بننا پڑا، اسلام کی ناگہانی مصیبت کو کیونکر روکا جائے، نہ مسلمان ہوتے نہ پردہ کی پابندی کے لئے کوئی کہتا، نہ کلب میں جانے سے کوئی روکتا، نہ ایکٹرس بننے کی ممانعت کی جاتی، نہ تصویریں چھاپنے سے کوئی باز رکھتا، یہ خیالات ہیں مسلمان کہلانے والوں کے۔ (معاذ اللہ)

اچھے اچھے دیندار کہلائے جانے والے جن کی دینداری کا شہرہ ہے اور قرآن و حدیث کے مدرس، اپنی اولاد کو قرآن و حدیث پڑھانے کے لئے راضی نہیں ہیں، زبان سے گو نہ کہیں مگر عمل شاہد ہے کہ اُن کے اندر کی آواز یہی ہے کہ ہم تو مُلا بن کر پچھتائے، دین پڑھا کر اپنی اولاد کا تو ناس نہ کرنا چاہیئے (العیاذ باللہ) اگر اندرونِ خانہ زندگیوں کا جائزہ لے کر دیکھا جائے تو دینداری کا شہرہ رکھنے والوں کا پورا معاشرہ انگریز نظر آئے گا، چھوٹے بڑے سب انگلش فیشن میں غرق ملیں گے لڑکیوں کے سروں پر دوپٹہ نہ ہوگا، فراک بلا آستین کے ہوں، آدھا سینہ آدھی کمر کپڑے سے باہر ہو گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا نام لینے والے اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے محمڈن بننے والے اپنی اولاد کو (جو آگے چل کر دوسری نسل کی ماں باپ بنے گی) بڑی بے دردی سے اللہ جل شانہٗ اور سرتاجِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت

سے دُور تر کرنے کی تدابیر اختیار کر رہے ہیں، پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، مدعیانِ اسلام کو دین کا علم پڑھانے اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر چلنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ بے سروپا محبتِ رسول ﷺ کے دعوے کیونکر صحیح ہوسکتے ہیں جبکہ ذہن، دماغ دوسروں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہوں اور طرزِ معاشرت اور اعمال و اخلاق میں یورپ کے ملحدوں اور خدا فراموش، نفس پرست، آدمی نما بھیڑیوں کی تقلید کو فخر سمجھتے ہوں۔

اسلام تو پاکیزہ دین ہے، خدا تعالیٰ کی عبادت سکھاتا ہے، آخرت کے لئے دوڑ دھوپ کرنے کی تلقین کرتا ہے، شرم و حیاء کی تعلیم دیتا ہے، حرام و حلال کی تفصیلات سے آگاہ کرتا ہے۔ شتر بے مہار کی طرح آزاد نہیں چھوڑتا کہ انسان جو چاہے کرتا پھرے، انسان انسان ہے، انسانیت کے بے شمار تقاضے ہیں، اسلام اُن تقاضوں سے باخبر کرتا ہے، اور حیوانیت، درندگی و بہیمیت کی زندگی سے انسان کو بچاتا ہے، نفس پرستوں کو اسلام کی یہ گرفت ناگوار ہوتی ہے اور نفس پرستی میں سب کو شریک کرنا چاہتے ہیں کہیں آزادیٔ نسواں کے لئے آرٹیکل لکھے جارہے ہیں کہیں پردہ کی مخالفت ہو رہی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اسلامیات کی ڈگریاں لینے والے اسلام کے خلاف بولتے اور لکھتے ہیں، اسلام پر لیکچر ہو رہا ہے اور لڑکے لڑکیاں سب بے پردہ بے محابا ہو کر کلاس میں بیٹھتے ہیں، اور عین اسلامی لیکچر کے وقت اسلام کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، گذشتہ صدیوں میں جہالت کی وجہ سے اسلام اور اس کے اعمال سے غفلت تھی اور آج کل علم، ریسرچ اور نام نہاد ترقی اور مغرب سے حاصل کی ہوئی نئی تاریکی (جسے نئی روشنی کہتے ہیں) اسلام کے سمجھنے سے اور اس کے علوم سے وابستہ ہونے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے سے روک رہی ہے۔

آج جبکہ ہمارا معاشرہ اسلام کا مدعی ہوتے ہوئے روز بروز اسلام سے دور ہوتا جارہا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں بے دینی جگہ پکڑتی جارہی ہے اور ریڈیو، ٹی وی، فحش لٹریچر، ناولوں افسانوں کی بہتات نے پوری طرح ذہنوں کو مسموم کر دیا ہے، منکرات اور فواحش اور ان کے اسباب و دواعی کے دفاع اور انسداد کے لئے انتھک محنت اور کوشش کی ضرورت ہے، ہر شخص اپنی بساط کی بقدر اور مقدور بھر اس کے لئے کوشش کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ پھر دینی ہوائیں چلنے لگیں گی، حکومت کے افراد ہر محکمہ میں دینی احکام پر خود عمل پیرا ہوں اور ماتحتوں کو بھی دین پر چلانے کی کوشش کریں، اصحابِ سیاست احکامِ شرعیہ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے رہیں، صحافی

حضرات اپنے ماہناموں اور ہفت روزہ جرائد میں اور روزانہ افقِ صحافت پر طلوع ہونے والے اخباروں میں دین اور دینیات کا چرچا کریں، غیر دینی مضامین اور اشتہارات سے اخباروں اور رسالوں کو پاک کریں، محکمہ ریڈیو گانے بجانے کو بند کرے اور اصلاحی تقاریر کا سلسلہ زیادہ زور شور سے جاری کرے، سب نے مل کر جس طرح معاشرہ کو بگاڑا ہے اسی طرح سب ہمت کرکے اس کی اصلاح کے لئے قدم اور قلم اٹھائیں اور ہر ممکن تدبیر کام میں لائیں۔

یوں تو پورے ہی معاشرہ کی اصلاح کی ضرورت ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ اصلاحِ نسواں پر زیادہ توجہ دینا ضروری ہے کیونکہ ہر بچہ کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، ماں صحیح مسلمان ہوگی تو بچہ کو بھی اسلام سکھائے گی اور اسلام کے احکام و آداب کی تعلیم دے گی۔

اس کتاب میں اسلام کے تقاضے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور جگہ جگہ حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو جھنجھوڑا ہے جو اخلاص اور ہمدردی پر مبنی ہے۔ اللہ جل شانہٗ سے امید ہے کہ یہ کتاب تاریکی میں روشن چراغ ثابت ہوگی اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کے لئے نافع و مفید ہوگی جو حضرات اس سے مستفید ہوں احقر راقم الحروف اور اس کے والدین اور اساتذہ اور بانی "البلاغ" حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ اور مدیر "البلاغ" اور "البلاغ" و مکتبہ دار العلوم کراچی[1] کے کارکنوں کو اپنی مخصوص دعاؤں میں ضرور یاد فرمائیں۔

وباللہ التوفیق وھو خیر معین وخیر رفیق، ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا، ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ، واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکفرین ؏

المدینۃ المنورۃ
یکم رجب ۱۳۹۹ھ

العبد المحتاج الی رحمۃ ربہ
محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

---

[1] ادارۃ المعارف کراچی کے مالکان اور کارکنان کے لئے بھی دعاؤں کی درخواست ہے۔

کتاب الایمان
والعقائد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایمان اور عقائد کا بیان

(۱) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ
سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُہٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ
وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْہَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیْمَ
الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا
قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَہٗ یَسْاَلُہٗ وَیُصَدِّقُہٗ، قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ
اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ
خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ قَالَ صَدَقْتَ، قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ، قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ
کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ، قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ
قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْہَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَاتِہَا قَالَ اَنْ
تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَہَا وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ
فِی الْبُنْیَانِ، قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ
مَنِ السَّآئِلُ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّہٗ جِبْرَئِیْلُ اَتَاکُمْ
یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ۔ رواہ مسلم۔

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک دن ہم حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی
جو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا آرہا تھا اس

کے کپڑے بہت زیادہ سفید اور بال بہت زیادہ کالے تھے، اس کے حال سے سفر کے آثار ظاہر نہیں ہو رہے تھے اور اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا بھی نہ تھا (اس کے اس حال سے تعجب اس لئے ہوا کہ مدینہ منورہ کا باشندہ ہوتا تو اسے ہم پہچانتے ہوتے، اور اگر مسافر تھا تو اس پر سفر کے آثار ظاہر ہوتے اور کپڑے میلے ہوتے، اس وقت تو یہ بھید ہم پر نہ کھلا بعد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے اس بھید کا پتہ چلا) وہ شخص چلتے چلتے (مجلس تک آ پہنچا) حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو کر بیٹھ گیا کہ اپنے گھٹنے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنی ہتھیلیاں آپ کی رانوں پر رکھ دیں[1] اور اس نے سوال کیا کہ:۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بتائیے اسلام کیا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے بشرطیکہ تجھے وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو۔

اس جواب کو سُن کر اس شخص نے کہا صَدَقْتَ (آپؐ نے ٹھیک فرمایا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کی اس بات پر تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتا ہے اور پھر ایسے انداز میں ٹھیک بتاتا ہے (جیسے پہلے سے جانتا ہو) پھر اس نے کہا کہ بتائیے ایمان کیا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تُو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسُولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلی ہو یا بُری۔

یہ جواب سُن کر اس نے پھر وہی کہا صَدَقْتَ (آپؐ نے ٹھیک فرمایا) پھر اس نے سوال کیا، اچھا بتائیے احسان کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت

---

[1] وقد جاء تصریح ذلک عند النسائی فی روایۃ ابی ھریرۃؓ ۱۲

کرے جیسے تُو اسے دیکھ رہا ہے، سو اگر تُو اسے نہیں دیکھ رہا ہے (یعنی اگر تجھے ایسی قوّتِ استحضار حاصل نہیں ہے کہ تُو یہ سمجھتے ہوئے عبادت کرے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں (تو کم از کم یہ سمجھ کہ) بلاشبہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

پھر اس نے سوال کیا کہ اچھا یہ بتائیے قیامت کب آئے گی؟

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال کرنے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے دونوں اس بارے میں برابر ہیں۔ (نہ مجھے معلوم ہے نہ تم واقف ہو)۔

پھر اس نے کہا، اچھا تو اس کی نشانیاں بتا دیجئے؟

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی (بعض نشانیاں یہ ہیں): عورتیں ایسی لڑکیاں جنیں جو اپنی ماں کی سردار ہوں، اور ایک نشانی یہ ہے کہ تو ننگے پیر ننگے بدن والے فقیروں اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھے کہ اونچے اونچے مکان بنا کر آپس میں فخر کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سوال و جواب کے بعد وہ شخص چلا گیا، اور میں بہت دیر تک (سوال سے) رُکا رہا، پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی سوال فرمایا کہ اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی خوب جانتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے، اس غرض سے آئے تھے کہ (تمہارے سامنے سوال کر کے) تمہیں تمہارا دین سکھائیں۔" (مسلم شریف)

تشریح یہ حدیث "حدیثِ جبرئیل" کے نام سے مشہور ہے، جو بڑے اہم امور پر مشتمل ہے، اس میں تمام اعمالِ ظاہرہ و باطنہ آ گئے، شریعت کے تمام علوم کو حاوی ہے جس طرح سورۂ فاتحہ کو "اُم القرآن" کہا جاتا ہے اسی طرح اس حدیث کو "اُم الحدیث" کہنا زیبا ہے، بسا اوقات حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دربارِ رسالتؐ کے رُعب کی وجہ سے کچھ دریافت نہیں کر سکتے تھے اور یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی دیہاتی آ جائے تو وہ کچھ دریافت کر لے تو ہم کو بھی واقفیت ہو جائے، اسی رُعب کو اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہؓ کے مزاجوں سے اس طرح دُور فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا تاکہ وہ اپنے حال سے بھی تعلیم دیں اور سوال سے بھی۔

حضرت جبرئیل مجلسِ نبوی میں طالب علم کی حیثیت سے

چنانچہ سب سے پہلی تعلیم انہوں نے اپنے عمل سے یہ

دی کہ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے آئے اور اس طرح بتادیا کہ علوم دین حاصل کرنے والے کو اپنے شیخ کی خدمت میں اچھے حال میں پہنچنا چاہیئے، نیز انہوں نے اپنے عمل سے یہ بھی بتایا کہ استاذ کے قریب بیٹھنا چاہیئے، جتنا قریب ہو جائے بہتر ہے، اس کے بعد انہوں نے سوالات شروع کیے:۔

ارکانِ اسلام

سائلِ مذکور یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سب سے پہلے اسلام کے بارے میں سوال کیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اسلام کے پانچوں ارکان ارشاد فرمادیئے:۔

(۱) کلمۂ طیبہ کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا (۵) بیت اللہ کا حج کرنا بشرطِ استطاعت۔

ایک روایت میں ہے (جو آئندہ آرہی ہے) کہ ان پانچوں چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے، اسلام گویا ایک مکان ہے جو ان ستونوں پر قائم ہے۔

اسلام کے بُنیادی عقائد

جب سائل نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمادیا (جس کو ہمارے عرف میں "ایمان مفصّل" کہا جاتا ہے):۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا، یعنی اس کی ذات وصفات کو اسی طرح ماننا جس طرح کتاب اللہ اور رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔

(۲) فرشتوں پر ایمان لانا، اُن کو خُدا کی مخلوق اور اس کا فرمانبردار بندہ سمجھنا، اور اُن کے وجود کا قائل ہونا۔

(۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا، اس کی تمام کتابوں کو حق سمجھنا، اور اس کا قائل ہونا کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مختلف پیغمبروں پر مختلف کتابیں نازل فرمائی ہیں اور اُن میں جو کچھ ہے سب حق ہے، اللہ نے جس کتاب پر جس جس وقت عمل کرانا چاہا اپنے بندوں کو حکم دیا، اور اب اس نے قیامت تک صرف اپنی آخری کتاب قرآنِ مجید کو عمل کے لئے تجویز فرمایا ہے جو آخری نبی حضرت فخرِ عالم محمّد رسُول اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔

(۴) اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لانا، کہ اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بڑی تعداد میں پیغمبر بھیجے ہیں ان سب پر ایمان رکھتا ہوں، یعنی سب کو اللہ کا پیغمبر مانتا ہوں، سب ہادی

تھے، وہ ساری مخلوق سے افضل ہیں، اُن کی ذراسی گستاخی کرنا بھی کفر ہے، سب سے آخر میں اللہ نے حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا، وہ قیامت تک سارے عالم کے واسطے اللہ کے رسُول ہیں، اُن کا ماننا اور اُن کے لائے ہوئے احکامات پر عمل کرنا فرض اور ضروری ہے، اور انہوں نے جو عقائد بتائے ہیں اُن کا ماننا فرض ہے، ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، جو شخص اُن کے بعد کسی کو نبی یا رسُول مانے وہ اللہ تعالیٰ کے صریح ارشاد وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے، خواہ اس کا نام مسلمانوں کے ناموں کی طرح ہو۔

(۵) آخرت کے دن پر ایمان لانا، یعنی قیامت آنے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے اور حساب وکتاب، پُلصراط، جنت اور جہنم اور وہ واقعات جن کا ذکر قرآن وحدیث میں خاص قیامت کے دن اور اس کے بعد کے حالات کے سلسلہ میں آیا ہے اُن سب کو حق جاننا اور ماننا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا، یعنی اس کو ماننا کہ اللہ جل شانہٗ نے کائناتِ عالم کے ہر بناؤ بگاڑ اور عدم ووجود کے متعلق اندازے مقرر فرمائے ہیں کہ ایسا ایسا ہوگا، جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے جو بھی خیر وشر مقرر فرمائی ہے وہ ہو کر رہے گی۔

ان چھ چیزوں پر ایمان لانا، ان کو بغیر کسی ریب اور شک کے سچے دل سے ماننا ایمان ہے، جتنے بھی عقائد اور اعمال ہیں، وہ اُن چھ میں آجاتے ہیں۔

احسان کیا ہے؟ جب سائل نے دریافت کیا کہ احسان کیا ہے؟ تو سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ مرتبہ تم کو حاصل نہیں تو کم از کم یہ سمجھ کر تو ضرور ہی عبادت کرو کہ خُدا مجھے دیکھ رہا ہے ایسا تصور کرنے سے عبادت صحیح صحیح ادا ہوگی، اور عبادت کو بُرے دل سے سستی کے ساتھ ادا نہ کیا جائے گا، جیسے کوئی شخص اپنا مکان مزدوروں سے بنوائے اور خود سامنے کھڑے ہو کر کام کرائے تو مزدور ومعمار خوب دل لگا کر اچھی طرح کام کریں گے۔

سارے تصوّف اور طریقت کا حاصل یہی ہے کہ احسان کی صفت پیدا ہوجائے جن حضرات کو یہ صفت حاصل ہے اُن کی خدمت میں رہ کر اور اُن کی ہدایات کے موافق نفس کی تربیت کر کے یہ صفت حاصل ہو سکتی ہے۔

قیامت کی چند نشانیاں

اس کے بعد اس سائل نے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں میں اور تم برابر ہیں، اس نے دوبارہ سوال کیا کہ اس کی نشانیاں بتا دیجئے؟ تو آپؐ نے قیامت سے پہلے پہلے ہو جانے والی (بے شمار نشانیوں میں سے) دو نشانیاں بتا دیں۔

اوّل یہ کہ عورتیں ایسی لڑکیاں جننے لگیں جو اپنی ماؤں پر سرداری کریں یعنی ایسی ناہنجار اولاد پیدا ہونے لگے جن کے اخلاق بہت گرے ہوں جو اپنے ماں باپ پر حکم چلائیں اور ان کو غلاموں کی طرح حکم دے کر کام کرائیں، (جیسا کہ آج کل ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں)۔ لڑکی کو بطورِ مثال ذکر فرمایا ہے، ورنہ اس سے لڑکا لڑکی دونوں مراد ہیں، اسی طرح ماں کا ذکر بھی بطورِ مثال ہے کیونکہ ماں حسنِ سلوک اور فرمانبرداری کی سب سے زیادہ مستحق ہے، جو اس کے ساتھ حاکمانہ برتاؤ کرے وہ دوسروں کے ساتھ کس طرح شرافت اور تہذیب سے پیش آسکتا ہے؟۔

اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا کے اور معنی بھی بیان کئے گئے ہیں، جو حدیث و فقہ کے مباحث جاننے پر سمجھ میں آسکتے ہیں، عوام کو ان کا سمجھانا مشکل ہے، اس لئے ترک کر دیا گیا اور جو معنی بیان کئے ہیں زیادہ واضح ہیں۔

عمارتوں پر فخر کرنے کا رواج

قیامت کی دوسری نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی کہ ننگے پیر پھرنے والے اور ننگے بدن رہنے والے اور تنگ دست لوگ جن کے پاس تن ڈھانکنے کو نہ کپڑا ہو اور نہ پیر میں ڈالنے کو جوتا ہو اور بکریاں چرانے والے اونچے اونچے مکانات بنا کر فخر کرنے لگیں گے، اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ انقلاب رونما ہوگا اور ایسے تنگ دست لوگ جن کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑا نہ ہو، اور پیر میں ڈالنے کو جوتا نہ ہو اور ان کا گذارہ دیہاتی زندگی پر ہو، بکریاں چرا چرا کر گذارہ کرتے ہوں، اُن کے پاس مال کی فراوانی ہو جائے گی، اور اپنی کم سمجھی کی وجہ سے اُن کے نزدیک اس مال کا مصرف بس اس سے زیادہ نہ ہوگا کہ اسے مٹی اور گارے میں لگا لگا کر مکانوں کی بلندیوں پر فخر کریں۔

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے تنگدست اور فقیر ہوتے ہوئے بھی کہ اُن کے پاس جوتا اور کپڑا تک نہ ہوگا بھیک مانگ مانگ کر اور بکریاں چرا چرا کر تھوڑا بہت جمع کر کے اور پیٹ

کاٹ کاٹ کر بلند مکان بنائیں گے اور آپس میں فخر کریں گے۔

گونگے، بہرے، ننگے بادشاہ

لیکن پہلا مطلب دوسری روایت کے زیادہ قریب ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور وہ یہ کہ:۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوْكَ الْأَرْضِ،
"جب تو ننگے پیر، ننگے بدن والے گونگے، بہرے لوگوں کو دیکھے کہ وہ زمین کے بادشاہ بن گئے"

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ تنگدست اور مفلس لوگ جو اخلاق میں اتنے گرے ہوئے ہوں کہ حق سننے سے بہرے اور حق کے بولنے سے گونگے ہوں گے ان کو اقتدار مل جائے گا اور دولت ملنے پر بلند مکانات بنا بنا کر اپنی بڑائی جتائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا: فِیْ خَمْسٍ لَّا یَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ، کہ قیامت کا علم ان ہی پانچ چیزوں میں ہے، جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جن کا ذکر سورۃ لقمٰن کی آخری آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ج میں ہے۔

حدیث جبرئیلؑ سے ایمان کے بنیادی عقائد اجمالی طور پر معلوم ہوئے، اب ہم اسلامی عقائد تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں، ان کو سمجھئے اور یاد کیجئے اور بچوں کو پڑھایئے اور سمجھا کر یاد کرایئے۔

دینِ اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہے

(۲) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ، رواہ مسلم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی

جان ہے اس اُمّت[1] میں سے جس کسی شخص کو میرے بارے میں یہ علم ہوگا کہ اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے اور وہ مجھ پر ایمان لائے بغیر مرجائے تو وہ ضرور دوزخی ہوگا خواہ وہ یہودی ہو خواہ نصرانی ہو" (مشکوٰۃ ص ۱۲ از مسلم)

تشریح: حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا جو (شخص) آپؐ کے بعد کسی کو نبی مانے وہ کافر ہے، خواہ کیسا ہی اسلام کا دعویٰ کرے۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے جب سے مبعوث فرمایا ہر مرد و عورت انسان اور جن پر آپؐ کی نبوت پر ایمان لانا اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کو ماننا فرض ہو گیا، قیامت تک جتنے بھی انسان اور جنات ہوں گے آپؐ سب کے نبی ہیں اور سب کی طرف مبعوث ہیں، آپؐ کی بعثت پر دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ کر دی گئیں، اب نجات کا راستہ صرف اور صرف یہی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپؐ کی شریعت پر چلیں، کوئی یہودی ہو یا نصرانی، بدھسٹ ہو یا پارسی، ہندو ہو یا اور کسی مذہب کا پیرو اس کی نجات صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں اور آپؐ کے دین پر عمل پیرا ہوتے میں ہے، کوئی کیسا ہی عبادت گذار اور تارکِ دنیا اور ریاضت و مجاہدہ والا ہو اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر مرگیا تو ہمیشہ کے لئے دوزخی ہوگا، اس کی نجات کبھی بھی نہ ہوگی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۂ سبا، ع ۳)

"اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔"

آج کل لوگ ایمان اور ایمانیات کے جاننے اور سمجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، اکثر تو ایسے ہیں جو علمِ دین اور علمِ دنیا دونوں سے بے بہرہ ہیں، اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو علومِ عصریہ (سائنس، آرٹس وغیرہ) کے پیچھے دوڑ لگاتے ہیں اور ان میں ماہر ہو کر بڑی بڑی

---

[1] اس اُمّت سے اُمتِ دعوت یعنی وہ سب انسان مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا میں تھے یا اس کے بعد قیامت تک پیدا ہوں گے، ۱۲

نوکریاں بھی حاصل کرلیتے ہیں لیکن ایمان اور اُس کے تقاضوں سے بالکل نابلد ہوتے ہیں، ناواقفوں سے اسلام کی باتیں سُنتے ہیں، پھراُن پر اعتراض کرتے ہیں، ایمانیات کے سمجھنے کے لئے ایک گھنٹہ بھی خرچ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو دشمنانِ دین طرح طرح کی ملحدانہ باتیں سمجھادیتے ہیں، کوئی تو وحدتِ ادیان کا قائل ہے، یعنی اپنی جہالت سے یہ سمجھتا ہے کہ تمام مذاہب کا مقصود ایک ہی ہے گو راستے الگ الگ ہیں اس لئے اُن کے خیال میں جو مذہب بھی اختیار کرے نجات پاجائے گا، والعیاذ باللہ. اور کچھ لوگ مذہب کے قائل نہیں، یہ لوگ مذہب کو مذہب والوں کا گورکھ دھندا بتاکر دُنیا کی عیش وعشرت میں لگے رہتے ہیں، کچھ لوگ زر اور زن کی خاطر اسلام کو چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرلیتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں بتادیا کہ میری بعثت کے بعد میرے دین کے علاوہ جو بھی کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائے گا، خوب سمجھ لو اور سمجھادو، جو لوگ کسی بھی مذہب کے قائل نہیں وہ بھی منکر اسلام ہیں اور ہمیشہ کے لئے دوزخی ہیں اس بات کے کہنے میں نہ جھجکو، خوب ڈنکے کی چوٹ بیان کرو۔

بہت سے ہندو، نصرانی اور بدھسٹ اسلام کو حق جانتے ہیں لیکن دنیاوی منافع اور قوم وبرادری کی ناراضگی اور بچوں کے بیاہ شادی کے مسائل کو سوچ کر اور بعض یہ معلوم کرکے کہ اسلام سراپا عمل ہے، اور ہر شعبۂ زندگی میں مذہب کی پابندی کیسے کریں گے اسلام کو قبول نہیں کرتے. ان لوگوں نے اسلام کو حق تو جانا مگر قبول نہیں کیا، اور یہ سمجھ کر رہ گئے کہ جیسے دوسرے رواجی دین ہیں ایسے ہی اسلام بھی ایک دین ہے، حالانکہ اسلام قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ نے جو خالق ومالک ہے آخرت کی نجات کا مدار رکھا ہے، جو اسلام قبول کرے گا اور اسی پر مرے گا جنتی ہوگا، اور اسلام کے علاوہ کسی دین پر مرے گا یا ملحد وزندیق یا بے دین ہوگا وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائے گا، مسئلہ صرف دنیا کا نہیں ہے، ہمیشہ کے عذاب سے بچنے کا ہے. قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (سورۂ آل عمران ع ۸)	"جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کو اختیار کرے گا تو وہ دین اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوگا."

اے ایمان والو! اسلام سیکھو، اس کے عقائد معلوم کرو، ایمان کی حفاظت کرو اور اسلام کی دعوت کافروں کو دیتے رہو، اسلام قبول کرنے میں ان کا بھلا ہے۔

ایمان کی حلاوت اور اس کے اہم تقاضے

(۳) وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔ رواه مسلم۔

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے ایمان کا مزہ پالیا جو سچے دل سے اس بات پر راضی اور خوش ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے اور اسلام کو اپنا دین مانتا ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کو اپنا رسول مانتا ہے۔" (مشکوٰۃ ص۱۲ عن مسلم)

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ ۔ رواه البخاری ومسلم۔

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی وہ اُن کی وجہ سے ایمان کی مٹھاس محسوس کرلے گا، اوّل یہ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ سب سے زیادہ محبوب ہوں، دوم جس کسی بندہ سے محبت ہو صرف اللہ کے لئے ہو، سوم: کفر میں واپس جانا اس کو ایسا ہی ناگوار ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا ناگوار ہے۔" مشکوٰۃ ص ۱۲ عن البخاری ومسلم)

تشریح ان دونوں حدیثوں میں مؤمن کی چند خاص بلند صفات بتائی ہیں اور ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان آدمی کو دل کی گہرائی سے یقین کی سچائی کے ساتھ ایمان لانا چاہیئے، ایسا ایمان ہو جو دل میں رچ جائے، رگ وپے میں سما جائے، مسلمان کے گھر پیدا

ہونے کی وجہ سے یا مسلم معاشرہ میں رہنے کی وجہ سے اپنے کو صرف سرسری طور پر مسلمان نہ سمجھے بلکہ اسلام کو نعمتِ عظیم سمجھے، دل کی گہرائی سے قبول کرے، اللہ کو اپنا رب ماننے اور اسلام کو اپنا دین حق ماننے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا رسول ماننے پر ظاہر و باطن سے اور دل وجان سے راضی اور خوش ہو، اور اس دولت کو سب سے بڑی دولت سمجھے، جس شخص میں یہ بات ہوگی وہ ایمان کا مزہ اپنے اندر محسوس کرلے گا اور اس مزہ کے سامنے دنیا کے کسی مزہ کو نظر میں نہ لائے گا، ایمان کے تقاضوں میں سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے اتنی زیادہ محبت ہو جو کسی سے بھی نہ ہو، نہ اولاد سے، نہ ماں باپ سے، نہ کسی عہدہ دار سے، نہ جاہ و مرتبہ سے، نہ مال و دولت سے نہ حکومت و مملکت سے اور تعلقات کا رُخ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق کی طرف موڑ دے، یعنی جس بندہ سے محبت ہو اللہ کے لئے ہو کہ یہ بندہ اللہ سے تعلق رکھتا ہے، نمازوں کا پابند ہے، ذکر و تلاوت میں مشغول رہتا ہے، اللہ کے دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے، اس کو اللہ سے تعلق ہے اللہ کو اس سے تعلق ہے، اسی تعلق کی بنیاد پر میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں، اسی طرح بغض اور نفرت کا رُخ بھی اسی اصول پر ہو کہ فلاں شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باغی ہے، مجھے اس سے نفرت ہے اور دل سے اسے مبغوض رکھتا ہوں، مؤمن کے یقین کی پختگی کا یہ عالم ہو کہ کفر اختیار کرنے پر جو قرآن و حدیث میں دوزخ کی سزا بتائی ہے، اس پر ایسا یقین ہو کہ جیسے دنیا میں آگ سامنے ہو، اور اس میں کفر اختیار کرنے والے کو آنکھوں کے سامنے ڈالا جاتا ہو بلکہ جزا و سزا کے تصور سے بالاتر ہو کر سوچے تو اسے کفر اختیار کرنا آگ میں ڈالے جانے کے برابر بُرا اور مبغوض معلوم ہوتا ہو، کیونکہ جس نے وجود دیا اور جان بخشی، اس کا اور اس کے رسول، اس کی کتابوں اور اس کے دین کا انکار اتنی بڑی حماقت ہے جیسے کوئی دیکھتے بھالتے دہکتے انگاروں میں کود جائے، کفر کی سزا دوزخ تو ہے ہی، لیکن کفر اختیار کرنا بھی سمجھدار اور شریف انسان کے لئے جو اللہ کی خالقیت اور مالکیت کو جانتا ہے دوزخ سے کم نہیں، یہ بات ذرا غور کرنے سے سمجھ میں آئے گی۔

قیامت اور تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے

(۵) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ وَیُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَیُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ:۔ "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار باتوں پر ایمان نہ لائے۔ اوّل اس امر کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میرے بارے میں گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اس نے حق کے ساتھ بھیجا ہے، دوم اس بات پر ایمان لائے کہ مرنا ضروری ہے، سوم مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر، چہارم تقدیر پر ایمان لائے۔" (مشکوٰۃ ص ۲۲ عن الترمذی وابن ماجہ)

تشریح اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے تو مؤمن نہیں ہو سکتا۔ ان میں سب سے اوّل توحید و رسالت کی گواہی ہے، جو ایمانیات کی سب سے پہلی اور بنیادی چیز ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ کے معبود برحق اور وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی دینا اور اس کی ذات و صفات کو اس طرح ماننا جس طرح قرآن و حدیث میں بیان فرمایا ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی میں یہ سب آجاتا ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کے پیغمبر ماننے میں آپؐ کی ارشاد فرمودہ تمام چیزوں پر ایمان لانا آجاتا ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ:۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دیتا ہوں، لیکن قرآن شریف کی کسی بات کو ماننے اور کسی بات کو نہ مانے، یا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کو غلط کہے یا کسی بات کا مذاق بنائے، یا آپؐ نے جو غیب کی خبریں دی ہیں (جن میں قبر، حشر نشر، حساب کتاب، پل صراط، جنّت و دوزخ کے احوال بھی شامل ہیں) اُن میں سے کسی ایک میں ذرا سا بھی شک کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے، خواہ کیسا ہی کلمہ گو ہونے کا دعویٰ کرے، بہت سے لوگ عیسائیوں اور یہودیوں سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری لیتے ہیں اور ڈگری بھی اسلامیات نام کی ہوتی ہے، جب یہ لوگ یورپ اور امریکہ ان ڈگریوں کے لئے جاتے ہیں تو دشمنانِ دین اُن کو اسلام پر اعتراض سمجھا دیتے ہیں، اسلامی عقائد کو ان کے دلوں میں مشکوک کر دیتے ہیں اور ان لوگوں نے ڈگریوں کے یہ دھندے نکالے ہی اس لئے ہیں کہ مسلم نوجوانوں کو اسلام کے بارے میں

شک کرنے والا بنا دیں، اور ان کے ایمان کو اُن کے دلوں سے کھُرچ دیں، بعض جاہل کہتے ہیں کہ فلاں چیز اسلام کے بنیادی عقیدوں میں نہیں ہے اس لئے اس کا منکر ہو جائے تو کافر نہ ہو گا، یہ اُن کی جاہلانہ باتیں ہیں، بنیادی اور بے بنیادی کا فرق ملحدوں نے سمجھایا ہے، جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آیا تو اللہ رسول کی ہر بات کا ماننا ضروری ہو گیا اور اسلامی عقائد میں داخل ہو گیا بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ فلاں چیز قرآن میں نہیں ہے، اس لئے اس کا ماننا ضروری نہیں ہے، یہ بات بھی ملحدوں اور زندیقوں نے چلائی ہے، اگر صاف صاف تصریح کے ساتھ کوئی چیز قرآن میں نہ ہو، لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بتائی ہو تب بھی اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ حضورؐ کو اللہ کا نبی مانا اور آپؐ کی کسی بات ماننے سے انکاری ہو گئے اور یہ بہانہ کر دیا کہ قرآن میں نہیں ہے، یہ بھی تو بے دینی کی بات ہے، اور جب آپؐ کی کسی بات کے صحیح ہونے میں شک کر لیا تو پھر آپؐ کے رسُول ہونے پر کہاں یقین رہا۔ ایک زمانہ تھا جب ایمان کی ہوائیں اور فضائیں تھیں۔ اس وقت مشرک و کافر جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے تھے اور آج کل الحاد وارتداد کا دور ہے، مسلمانوں کی نسلیں اندر اندر کفری عقائد اختیار کر رہی ہیں، ان کو ایمانیات میں شک رہتا ہے اور بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، والدین پر فرض ہے کہ ایمان اور ایمانیات تفصیل سے بچوں کو سکھائیں اور ایسے ماحول سے بچائیں، جس میں جا کر اُن کے عقائدِ اسلامیہ میں شک پیدا ہو۔ حدیث بالا میں نمبر ۲ پر موت پر ایمان لانا اور نمبر ۳ پر موت کے بعد حساب کتاب کے لئے زندہ ہو جانے پر ایمان لانا مذکور ہے، ان دونوں چیزوں پر ایمان لانا بھی فرض ہے، سب لوگ مریں گے اس کو تو لوگ یوں بھی مان لیتے ہیں، لیکن مرنے کے بعد زندہ ہونا اور حساب کتاب ہونا اس کو ملحد اور بے دین نہیں مانتے اور ایسی بے دینی کی باتیں وہ لوگ مسلمان بچوں میں پھیلاتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مر گیا سو مر گیا، پھر زندہ ہونا اور حساب کتاب، جنت و دوزخ کا وجود اُن کی سمجھ میں نہیں آتا، اور ایسی ہی بے دینی کی باتیں لڑکیوں اور لڑکوں کے ذہن میں ڈال دیتے ہیں، اے مسلمانو! اپنی اولاد پر رحم کرو، اور ان کو ملحدوں اور بے دینوں سے بچاؤ۔

چوتھی چیز جو حدیث بالا میں مذکور ہے وہ ایمان بالقدر ہے، یعنی تقدیر پر ایمان لانا یہ بھی ایمانیات کا بہت بڑا جزو ہے، حدیثِ جبرئیل میں بھی اس کا ذکر گذر چکا ہے اور اس کا

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمانے سے پہلے ہر چیز کے بارے میں طے فرما دیا کہ ایسا ایسا ہوگا، یہ تقدیر ہے اور اس پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔

بہت سے لوگوں کو تقدیر میں شک رہتا ہے اور اس کے خلاف باتیں بناتے رہتے ہیں، اور اس کے صحیح ہونے میں نہ صرف یہ کہ شک کرتے ہیں بلکہ اس کا عقیدہ رکھنے پر اعتراض بھی کرتے ہیں حالانکہ تقدیر کا انکار بھی قرآن و حدیث کا انکار ہے جو کفر ہے، سمجھ میں آئے یا نہ آئے قرآن و حدیث کی ہر بات پر ایمان لانا فرض ہے۔

ابن الدیلمی نے بیان کیا کہ میرے دل میں تقدیر کی جانب سے کچھ وسوسہ آنے لگا تو میں حضرت اُبی بن کعبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے وسوسہ کی حالت بیان کر کے عرض کیا کہ مجھے کچھ باتیں بتائیے تاکہ اللہ تعالیٰ میرے دل سے وسوسہ کو نکال لے حضرت اُبی بن کعبؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ (سب کا خالق و مالک ہے، اسے اپنی مخلوق کے بارے میں ہر طرح کا پورا پورا اختیار ہے) اگر تمام آسمانوں کے رہنے والوں کو اور زمین کے تمام رہنے والوں کو عذاب دے تو وہ ذرّہ بھر بھی ظالم نہ ہوگا (کیونکہ اس نے اپنی ملکیت میں تصرّف فرمایا) اور اگر وہ اُن سب پر رحمت فرمائے تو اس کی رحمت اُن کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تُو احد پہاڑ کے برابر (بھی) فی سبیل اللہ سونا خرچ کر دے تب بھی اللہ تجھ سے اس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائے، اور اس بات کا یقین نہ کرے کہ جو کچھ دُکھ تکلیف، آرام راحت، نفع و ضرر تجھ کو پہنچا وہ خطا کرنے والا ہی نہ تھا (یعنی اس کا پہنچنا ضروری تھا) اور جو کچھ تجھ سے خطا کر گیا (یعنی جو دُکھ تکلیف، نفع و ضرر، آرام و راحت تجھ کو نہ پہنچا) وہ پہنچنے والا ہی نہ تھا، اگر تو اس عقیدہ کے خلاف دوسرے عقیدہ پر مرا تو دوزخ میں جائے گا۔

ابن الدیلمیؒ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا، انہوں نے بھی وہی جواب دیا، پھر میں حضرت حُذیفہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا، پھر میں حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس آیا، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۳ عن احمد و ابی داؤد و ابن ماجہ)۔

مُشرکوں کی بخشش نہ ہوگی

(۶) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰہِ دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ۔ رواہ مسلم ۔

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سی دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اللہ کے ساتھ شریک کرتا تھا، وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا تھا (بلکہ اللہ کو ایک مانتا تھا اور اس کے دین کو قبول کئے ہوئے تھا) وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (مشکوٰۃ ص ۱۵ عن المسلم)

تشریح اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی ذات وصفات میں کسی چیز کو شریک نہ کرے گا (بلکہ اس کو وحدہٗ لاشریک جانتے اور مانتے ہوئے اس کے دین کو قبول کرے گا اور اسی حال میں مرے گا وہ جنتی ہوگا، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائے گا اور اسی حال پر مرے گا وہ دوزخی ہوگا، شرک نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اپنی ذات وصفات میں تنہا ویگانہ ہے، اس کی طرح کوئی بھی چیز نہیں ہے، وہ تنہا عبادت کے لائق ہے، یہ عقیدہ بھی رکھے اور عمل بھی اسی کے مطابق کرے، اور اس کے سوا کسی کی پرستش اور پوجا نہ کرے، سب غیبوں کا جاننے والا اور ہر جگہ اپنے علم و قدرت سے حاضر ہونے والا اور ساری مخلوق کا خالق و مالک صرف اسی کو سمجھے اور یہ یقین کرے کہ اس کے ارادہ و تصرف میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا، نہ اس کا کوئی برابر ہے نہ ساجھی ہے، نہ شریک ہے نہ وزیر ہے، نہ مددگار ہے نہ معاون ہے، نہ اس کی اولاد ہے نہ بیوی ہے، نہ اس کا کوئی والد ہے نہ والدہ ہے نہ وہ کسی کا ماں باپ ہے۔

شرک یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی مخلوق کی پوجا اور پرستش کرے، یا اللہ کی بھی عبادت کرے اور کسی دوسرے کی بھی پوجا و پرستش کرے، جیسے ہندو لوگ خدا کو بھی مانتے ہیں اور مخلوق کی پوجا

بھی کرتے ہیں، بتوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور اُن کے سامنے جانوروں کو کاٹتے ہیں، اور جیسے نصرانی (جنہیں عیسائی کہا جاتا ہے) اللہ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کو معبود مانتے ہیں اور صلیب کی بھی پرستش کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بھی کہتے ہیں اور ان کی والدہ کی عبادت بھی کرتے ہیں یہ شرکِ اعظم ہے، دیکھنے میں نصرانی کیسے مہذب ہیں، بڑے بڑے ملکوں کو چلاتے ہیں اور دنیا کی سیاست پر چھائے ہوئے ہیں، لیکن اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اس کے آخری نبی ورسولؐ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر اور مشرک ہیں، چاند پر پہنچ گئے تو کیا ہوا، اصل تو آخرت کی ابدی زندگی کو دیکھنا ہے، وہاں دوزخ میں چلا گیا تو یہاں کا چاند پر پہنچنا کیا کام دے گا۔

بہت سے کچے ایمان والے مسلمان یہود ونصاریٰ کے طور طریق دیکھ کر ریجھتے ہیں، کافر ومشرک جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اُن کے حال پر رشک کرنا بہت بڑی حماقت ہے، اللہ نے جو ہمیں ایمان کی دولت دی ہے اس نعمت کے ملنے پر خوش اور سرشار رہنا چاہیئے، جب ایمان کی حلاوت نصیب ہو جائے اور اس کی بشاشت دل میں پیوست ہو کر رچ جائے تو پوری دنیا اور اہلِ دنیا مؤمن کی نظروں میں بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

شیطان بہت بڑا دشمن ہے، وہ جانتا ہے کہ کفر وشرک کی کبھی مغفرت نہ ہوگی اس لئے لوگوں کو کفر وشرک پر لگاتا ہے، اور مسلمانوں کے دلوں میں ایمان اور ایمانیات کے بارے میں شکوک وشبہات ڈالتا ہے، تاکہ کفر پر مر کر ہمیشہ کے لئے دوزخی ہو جائیں، جیسے نصرانیوں کو کفر وشرک پر ڈال رکھا ہے اور یہ سمجھا رکھا ہے کہ آخرت میں صرف تمہاری نجات ہوگی کیونکہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہو (العیاذ باللہ)

اسی طرح شیطان نے بہت سے نام کے مسلمانوں کو شرکیہ کاموں پر لگا رکھا ہے، بہت سے لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، قبر والوں کے نام کی نذریں مانتے ہیں، اُن کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں، اور قبر والوں کے بارے میں عالم الغیب ہونے کا یا حاجتیں پوری کرنے کی قدرت رکھنے کا، یا عالم میں تصرّف کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہ سب شرکیہ عقائد واعمال ہیں۔

عورتیں بہت کچے عقیدہ کی ہوتی ہیں، بہت سے شرکیہ کام کرتی ہیں، ٹوٹکے کرنا تو ان

کا خاص مشغلہ ہے جو شر کے افعال ہوتے ہیں، اللہ تعالٰی ہر مسلمان کو اپنا صحیح دین سمجھائے اور شیطان سے اور اس کے وسوسوں اور اس کے بتائے ہوئے کاموں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

ایمان کا بہت بڑا اور اہم تقاضا سب کی خیر خواہی کرنا ہے

(۷) وَعَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِکِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: " حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ کی، اور اس کی کتاب کی، اور اس کے رسول کی، اور مسلمانوں کے اماموں کی اور تمام مسلمانوں کی " (مسلم شریف)

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۳ عن المسلم)

تشریح "نصیحت" بہت جامع لفظ ہے، علماء نے لکھا ہے کہ کلام عرب میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ اس کے مفہوم کو تنہا ادا کر سکے، اور اس کے معنی میں بڑی تفصیل ہے، جو ایک لفظ میں نہیں آ سکتی۔ "نصیحت" کا ترجمہ "خیر خواہی" جو ہم نے کیا ہے اس کے قریبی معنی ہیں، کسی قدر تفصیل سے اس کے معنی بیان کئے جائیں تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر شخص کے متعلق یہ کوشش کرنا کہ اس کا پورا پورا حق ادا ہو جائے جو مجھ سے متعلق ہے اور میری ذات سے اُسے ہر ممکن فائدہ اور راحت پہنچ جائے۔ علامہ خطابی نے اس مفہوم کو اپنی اس عبارت میں اس طرح ادا کیا ہے کہ:۔

" اَلنَّصِیْحَةُ جَامِعَةٌ مَعْنَاهَا حِیَازَةُ الْحَظِّ لِلْمَنْصُوْحِ لَهٗ "

اللہ کی نصیحت درحقیقت اپنے ہی لئے نصیحت یعنی خیر خواہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات و صفات کو اس طرح مانیں جیسا کہ اسلام نے بتایا ہے کسی کو اس کا شریک نہ بنائے، اس کو تمام عیوب و نقائص سے پاک سمجھے، تمام صفاتِ کمال و جلال جن سے اُس کی ذات متصف ہے ان کو مانے، اس کے احکام کی پابندی کرے، نافرمانیوں سے بچے، اسی کے لئے محبت کرے اسی کے لئے بُغض اور دشمنی رکھے، اس کے مُنکر سے جہاد کرے،

اس کی نعمتوں کی شکر گذاری کرے، ہر موقع اور ہر حال میں اس کی رضا کے لئے عمل کرے اور تمام انسانوں کو اس کی وحدانیت اور اطاعت کی دعوت دے جو مذکورہ عمل کرے گا اپنا ہی بھلا کرے گا، ورنہ خدا کو کسی کے مؤمن ہونے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اور کسی کے کافر و منکر ہونے سے اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ قال الخطابی رحمہ اللہ تعالیٰ وحقیقۃ ھذہ الاوصاف راجعۃ الی العبد فی نصحہ لنفسہ واللہ تعالیٰ غنیّ عن نصح الناصح۔

(اللہ کی کتاب کی خیر خواہی (یعنی اس کے حقوق کی ادائیگی) یہ ہے کہ اسے اللہ کا کلام مانے اور یہ یقین کرے کہ بندے اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے، اس کی تعظیم کرے، اس کی تلاوت ٹھیک ٹھیک کرے، یعنی تجوید و قراءت کے اصول و فروع کا لحاظ رکھتے ہوئے حضور قلب کے ساتھ پڑھے، اس میں جو کچھ ہے اُسے تسلیم کرے، اس کے دوست، نما دشمن جو اُس کے معنی بدلتے ہوں ان کی ملحدانہ باتوں کی تردید کرے، اس کے احکام پر عمل کرے اور جن چیزوں سے اس نے روکا ہے اُن سے باز رہے، اس کے علوم کو پھیلائے، اور ساری مخلوق کو قرآن کے ماننے کی دعوت دے۔

اللہ کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خیر خواہی یعنی آپؐ کے حقوق کی ادائیگی یہ ہے کہ آپؐ کی تصدیق کرے، آپؐ کی رسالت پر ایمان لائے، یعنی آپؐ نے جو کچھ فرمایا اور جو عقائد رکھنے کی تعلیم دی من و عن بلا چون و چرا سب کو حق سمجھے اور دل سے مانے، آپؐ کے ارشادات کی تعمیل کرے، جن چیزوں سے آپؐ نے منع فرمایا ہے ان کو ہرگز نہ کرے، آپؐ کے دشمنوں سے دشمنی اور آپؐ کے دوستوں سے محبّت رکھے، آپؐ کے طریقہ کو زندہ کرنے کی کوشش میں لگا رہے، آپؐ کے علوم سیکھے اور سکھائے، علومِ سنّت رکھنے والوں سے محبّت کرے، آپؐ کے آل رضؓ و اصحابؓ کی تعظیم کرے، بتدعین سے دُور رہے، جو آپؐ کی شریعت میں اپنی طرف سے پخ لگاتے ہیں۔

مسلمانوں کے اماموں کی (یعنی اسلام کے طریقہ پر حکومت چلانے والے مسلمان حاکموں کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق پر ان کی معاونت کرے، اور حق میں ان کی اطاعت کرے، لوگوں کو ان کی اطاعت پر آمادہ کرتا رہے، اُن کو عوام کے حقوق سے مطلع کرتا رہے، اور جو اُن میں خرابی دیکھے اسے مخلصین کے طریقہ پر دور کرے، غرضیکہ اُن کی دنیا اور آخرت کے متعلق جو بھی بھلائی اُن تک پہنچا سکتا ہے پہنچا دے۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مریض ہو جائے تو اس کی عیادت

کرے، وفات پا جائے تو اس کے کفن دفن اور نمازِ جنازہ میں شریک ہو، جب کسی ضرورت یا ضیافت کے لئے بلائے تو اس کے پاس چلا جائے جب اس سے ملاقات ہو تو سلام کرے، وہ سلام کرے تو سلام کا جواب دے، اسے چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے، اس کے سامنے اور پیچھے اس کی خیر خواہی کرے، ہدیہ لیا دیا کرے، وہ مقروض ہو، اور ادا نہ کرسکتا ہو تو اس کا قرضہ ادا کردے، خود اس پر اپنا قرضہ ہو تو سختی سے تقاضہ نہ کرے، مہلت دے دے اور معاف بھی کردیا کرے، کسی گناہ پر اُسے عار نہ دلائے، اس کی مصیبت پر خوش نہ ہو، اس کا مذاق نہ اڑائے، اس کے دکھ درد میں کام آئے، اس کو حقیر نہ جانے، وقتِ ضرورت اس کی (جانی و مالی) مدد سے مُنہ نہ موڑے۔ اس سے اللہ کے لئے محبّت کرے، جو اپنے لئے پسند کرے وہی اس کے لئے پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند کرے وہی اس کے لئے ناپسند کرے، اس کی غیبت نہ کرے نہ اس کی غیبت سُنے، دوسرا اس کی غیبت کرتا ہو تو اس کا پارٹ لیوے، یعنی جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کی حمایت کرے اور اس کی طرف سے بولے اور غیبت کرنے والے کی بات کو کاٹ دے، اس کے بارے میں اچھا گمان رکھے، اس کی غلطی معاف کردے، چھوٹوں پر رحم کرے، بڑوں کا احترام کرے، بوڑھے مسلمان کے اعزاز اور خدمت کا خاص دھیان رکھے، اپنی ضرورت کا ایثار کرکے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کردے، کسی کے گھر جانا ہو تو اس کے مقامِ خاص مسند و کرسی کے اوپر نہ بیٹھے اور نہ اس کے گھر میں امام بنے۔ جب مسلمان کو اپنی مجلس میں آتا ہوا دیکھے تو جگہ ہوتے ہوئے بھی اس کے احترام کے لئے ذرا سا ہٹ جائے، ماں باپ، اولاد، استاد، شوہر، شاگرد غرضیکہ ہر چھوٹے بڑے کے حقوق معلوم کرکے ادا کرے۔

معاملہ میں فریب نہ دے، نہ خیانت کرے، جو معاملہ کرکے پچھتا دے اس کا پچھتاوا دور کردے، یعنی معاملہ توڑ دے، بیچتے وقت جُھکا کر تولے، ضرورت کے وقت غلّہ ہرگز نہ روکے۔ دوسرے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے نہ اس کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغام بھیجے، خریدنے کی نیّت نہ ہو تو دام لگا کر دوسرے کو دھوکہ میں نہ ڈالے، راستوں میں اور پانی کے گھاٹ پر اور جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں (سایہ میں یا سردی کے موسم میں دُھوپ میں) وہاں پاخانہ پیشاب نہ کرے، دو آدمیوں کے درمیان اُن کی اجازت کے بغیر یا کسی کو اٹھا کر

خود اس کی جگہ نہ بیٹھے، گردنوں سے پھاند کر مجلس میں نہ آئے، چھپ کر کسی کی بات نہ سُنے جسے وہ سنانا نہیں چاہتے، گالی نہ دے، تہمت نہ لگائے، چغلخوری سے بچے، کسی کی چیز مذاق میں لے کر نہ رکھ لے، بغیر اجازت کسی کے گھر میں نہ داخل ہو، نہ نظر ڈالے، مشورہ صحیح دے، ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے موافق پیش آئے سب سے نرمی اور خوش خلقی کا برتاؤ کرے، بدگمانی نہ کرے، ظلم سے بچے، ضرورت مند کے لئے سفارش کر دے، کسی کو تکلیف نہ پہنچائے، عیب جوئی نہ کرے، جو عیب کسی کا معلوم ہو جائے، اسے چھپائے۔ الی غیر ذلك مالا یکاد ینحصر فی العبارة۔

فائدہ: یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف ایک ارشاد کی تشریح ہے جو ابھی پوری ہرگز نہیں ہوئی۔ اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ جل شانہٗ نے جوامع الکلم عطا فرمائے تھے، ان کی جامعیت کس قدر ہے؟

کامل ایمان کی پہچان

(۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (رواه فی شرح السنة وقال النووی فی اربعینه هٰذا حدیث صحیح رُوِیْنَاهُ فی كتاب الحجّة[1] باسناد صحیح)۔

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے طریقہ کے تابع نہ ہو جائے۔" (مشکوٰۃ ص۳۰ عن شرح السنۃ والاربعین النوویۃ)

تشریح سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر لینے

---

[1] ہو تالیف الامام ابی القاسم اسمٰعیل بن فضل وتمام اسم الکتاب الحجۃ فی اتباع المحجۃ ۱۲

کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طرزِ زندگی اور طریقِ بندگی کا اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے، آپؐ نے جس چیز کا حکم دیا، اس پر عمل کرنا ضروری ہے دل چاہے یا نہ چاہے۔ آپؐ نے جس چیز سے روکا ہے اس کو ترک کر دے، اگرچہ اس کا چھوڑنا نفس کے تقاضے کے خلاف ہو، نفس کے تقاضے کو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے تابع کرنا ہر مومن کا فریضہ ہے۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ آپؐ کا ارشاد سنیں گے اور حکم مانیں گے، خواہ تنگی ہو اور خواہ فراخی ہو، اور خواہ ہمارا دل چاہے خواہ نہ چاہے۔" الحدیث (مشکوٰۃ شریف)

شریعت طبیعت بن جائے

فخرِ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مومنین کے لئے نمونۂ عمل ہے، زندگی کے تمام شعبوں میں آپؐ کا اتباع لازم ہے، اور جو خدا کے بندے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انتہائی محبت رکھتے ہیں شریعتِ مطہرہ ان کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے، اور اس درجہ میں پہنچ جاتے ہیں کہ ان کا نفس بھی وہی چاہتا ہے جو شریعت اُن سے کرانا چاہتی ہے، ایمان کا کامل درجہ اور انتہائی اونچا مقام جس کی طرف اس حدیثِ پاک میں رہبری فرمائی گئی ہے۔ اس کے لئے فکرمند ہوں، اور طبیعت کو سنّتِ نبویہ (صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم) کے تابع بنائیں، اگر کسی کا نفس شرارت کرتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے بچتا ہو تو مشق کر کے اور علماء و مشائخ سے اس سلسلہ میں رہبری حاصل کر کے نفس کو اور اس کی خواہشوں کو طریقِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پابند بنا دے، گو شروع شروع میں نفس کو اس میں دقّت ہو گی، لیکن بالآخر نفس انشاء اللہ مغلوب ہو جائے گا اور نفس کی غلط خواہشیں شدہ شدہ مٹ جائیں گی، اور نفس بھی وہی چاہنے لگے گا جو دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات ہیں، اس زمانہ کے مسلمان نفس کے پابند اور نفس کے غلام بنے ہوئے ہیں نفس کی خواہشوں کے سامنے احکامِ خداوندی کو پامال کرنے میں بہت نڈر ہیں، نفس چاہتا ہے کہ موجودہ ماحول میں اچھی نظروں سے دیکھے جانے کے لئے بے پردہ پھریں، انگریزی لباس پہنیں یورپ کے طریقہ پر کھائیں، ایسے تمام مواقع میں نفس کی پابندی کرتے ہیں، اور فخرِ کائنات

حضرت محمد رسول اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وضع قطع صورت وسیرت کے مطابق زندگی گذارنے اور دنیا کے سامنے آنے کو عیب سمجھتے ہیں حالانکہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طریقہ کو نفس کی ناگواری کے باوجود اختیار کرنا لازم ہے، جو چیزیں مومن کے لئے فخر تھیں آج وہ باعث عیب بنی ہوئی ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ بیاہ شادی میں ناک اونچی کرنے اور برادری میں نام پیدا کرنے نیز گھر کی عورتوں کو خوش کرنے کے لئے ایسی ایسی رسمیں برتتے ہیں جو حرام ہیں، اور دوسری قوموں سے لے کر اپنے رواج میں داخل کی ہیں، اور ان میں بہت سی تو ایسی ہیں جو شرک آلودہ ہیں، بڑے بڑے دینداری کے مدعی یہ سمجھتے ہیں کہ آج شادی کے دن ہم پر شریعت کی کوئی پابندی نہیں، اگر اس موقع پر کوئی اللہ کا سپاہی نصیحت کرے اور بیاہ شادی میں طریقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اختیار کرنے پر زور دے تو اُسے بُری نظروں سے گھورتے ہیں، اور دینِ خداوندی کے مطابق بیاہ شادی کرنے میں بے آبروئی سمجھتے ہیں اور ناک کٹ جانا خیال کرتے ہیں۔

مسلمانو! جب تم دین پر چلنے میں بے آبروئی سمجھتے ہو تو نفس کو دین کا پابند کیونکر بنا سکتے ہو؟ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جو ہمارے لئے خداوندکریم کی طرف سے نمونہ بن کر تشریف لائے اُن کا فرمانا تو یہی ہے کہ تم مومن نہ ہوگے جب تک کہ تمہاری خواہش میرے لائے ہوئے طریق کے تابع نہ ہوجائے، بار بار غور کرو اور اپنے حال کو اس کسوٹی پر جانچو، فخرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلنے میں عزّت تلاش کرنا حماقت وجہالت اور آخرت کی ذلّت کا باعث ہے۔

قبر کا عذاب اور آرام وراحت حق ہے

(۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ یَهُوْدِیَّةً دَخَلَتْ عَلَیْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوۃً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک دن ایک یہودی عورت آئی اور (اثنائِ گفت گو میں) اس نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قبر کے عذاب سے پناہ میں رکھے (چونکہ یہ بات ایک غیر مسلم عورت نے کہی تھی اس لئے) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (اس کا اعتبار نہ کیا اور) رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کے بارے میں دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا ہاں عذابِ قبر حق ہے، (کافروں کو اور نافرمانوں کو ہوتا ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے نہیں دیکھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی بھی نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا نہ کی ہو کہ عذابِ قبر سے پناہ میں رکھے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵، عن البخاری ومسلم)

تشریح: جب انسان مرجاتا ہے تو دنیا سے عالمِ برزخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، موت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کا جو زمانہ گذرتا ہے اس کو "برزخ" کہا جاتا ہے، برزخ میں بہت سے لوگ اچھے حال میں رہتے ہیں اور بہت سے لوگ وہاں تکلیف اور عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں، دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں اُن کے ماننے والے عموماً میّت کو دفن ہی کرتے ہیں، اس لئے برزخ کی تکلیف کو عذابِ قبر ہی کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ جلا دیئے جاتے ہیں یا دریا میں ڈال دیئے جاتے ہیں یا جن کو درندے کھا جاتے ہیں وہ اپنے کفر و شرک کے باوجود برزخ کے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں خدائے تعالیٰ کو قدرت ہے کہ درندوں کے پیٹوں سے اور سمندروں کی تہوں سے ذرّات کو جمع فرمائے، اور برزخی زندگی دے کر عذاب دے دے، مؤمنین صالحین کے لئے قبر انتظار گاہ ہے، یہ حضرات قیامت ہونے تک برزخ میں آرام سے رہتے ہیں اور کافرین ومنافقین کے لئے ایک طرح کی سخت حوالات ہے، جس میں عذاب ہی عذاب ہے اور جو لوگ فاسق ہیں کبیرہ گناہوں میں لگے رہتے ہیں، ان کو بھی قبر کا عذاب دیا جاتا ہے، لہٰذا

مومن بندے بھی عذابِ قبر سے پناہ میں رہنے کی دُعا کرتے رہتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کو تعلیم دینے کے لئے ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

حدیثوں میں خوب واضح طریقہ پر بتا دیا گیا ہے کہ اہلِ ایمان اعمالِ صالحہ والے بندے برزخ میں آرام سے رہتے ہیں جہاں تک نظر پہنچے وہاں تک اُن کی قبر کشادہ اور روشن کر دی جاتی ہے، اور ایسے بندوں کے لئے قبر میں جنّت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے اور جنت کے کپڑے پہنا دیئے جاتے ہیں اور قبر کی جانب جنّت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس دروازہ سے جنّت کی لطیف ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور کافروں اور بدکاروں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، اس عذاب کی بہت سی تفصیلات احادیثِ شریفہ میں آئی ہیں، مثلاً زمین کا بھینچنا، سانپوں کا مسلط ہونا، نیچے آگ کا بچھا دیا جانا، گُرزوں سے مارا جانا، دوزخ کا دروازہ قبر کی طرف کھول دیا جانا تاکہ وہاں کی سخت گرم ہوا آتی رہے۔

قبر کے آرام اور تکلیف کی خبر انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی دی ہے اُن کی اُمتیں بھی اس کا یقین رکھتی تھیں، اور عذابِ قبر سے پناہ مانگتی تھیں، یہودی حضرت موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں، اُن کے دین کو تو انہوں نے بدل دیا ہے، مگر کچھ باتیں جو اُن کی تعلیمات سے یہود کے پاس رہ گئیں ہیں اُن میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ نافرمانوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، جو ایک یہودی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی تھی اس نے اپنی مذہبی معلومات کی بنیاد پر قبر کے عذاب کا تذکرہ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی تصدیق چاہی تو آپؐ نے فرمایا کہ نافرمانوں کو قبر میں عذاب ہونے کا عقیدہ حق ہے۔

یہود و نصاریٰ اور وہ تمام لوگ جو خاتم النّبیین سیّدنا حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کے دین کے منکر ہیں، یہ سب برزخ میں عذاب میں رہیں گے، اور روزِ محشر میں بھی سخت سے سخت تکلیف اٹھائیں گے، پھر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل ہوں گے، جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں مگر دینِ محمّدی میں تحریف یعنی ادل بدل کرتے ہیں، یا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی اور نبی کو مانتے ہیں، یا روزہ نماز کی فرضیّت کے منکر ہیں، یا دین کا مذاق اڑاتے ہیں، یہ بھی سب کافر ہیں، جو کافروں والے عذاب میں مبتلا ہوں گے

جو لوگ انبیاءِ سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اپنا رشتہ بتلاتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ، یہ لوگ اوّل تو اس دین پر باقی نہیں رہے جس دین پر حضرات انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اُن کو چھوڑا تھا، اُن کے دین میں کفر اور شرک کو داخل کر لیا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے آخری نبی سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کے منکر ہیں، لہٰذا یہ لوگ بدترین کافر ہیں اور مستحق عذاب ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب (مومن) میّت کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سُورج چھُپ رہا ہو، جب اس کی رُوح (قبر میں) واپس لوٹائی جاتی ہے تو آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ کر بیٹھتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھتا ہوں (ابن ماجہ) گویا وہ اس وقت اپنے آپ کو دنیا میں تصوّر کرتے ہوئے فرشتوں سے کہتا ہے کہ سوال وجواب کو رہنے دو، مجھے فرض ادا کرنا ہے، وقت ختم ہوا جا رہا ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات وہی کہے گا جو دنیا میں نماز کا پابند تھا اور اس کو ہر وقت نماز کا خیال لگا رہتا تھا۔

اس سے بے نمازی سبق حاصل کریں، اور اپنے حال کا اندازہ لگائیں اور اس بات کو خوب سوچیں کہ جب اچانک سوال ہوگا تو کیسی پریشانی ہوگی؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میّت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں، جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ تو کیا کہتا ہے اُن صاحب کے بارے میں (جو تمہاری طرف بھیجے گئے) وہ اگر مومن ہے تو جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسُول ہیں، یہ سُن کر وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تُو ایسا ہی جواب دے گا، پھر اس کی قبر ستّر ہاتھ مربع کشادہ کر دی جاتی ہے، پھر اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اب تو سو جا، وہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں کو (اپنا حال) بتانے کے لئے جاتا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ (یہاں آکر جانے کا قانون نہیں ہے) تُو سو جا جیسا کہ دُلہن سوتی ہے، جسے اس کے شوہر کے سوا کوئی نہیں

اٹھا سکتا، (لہٰذا وہ آرام سے قبر میں رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ اسے قیامت کے روز اُس جگہ سے اٹھائے گا۔

اگر مرنے والا منافق ہوتا ہے تو وہ منکر نکیر کو جواب دیتا ہے کہ میں نے جو لوگوں کو کہتے سُنا وہی کہا، (اس سے زیادہ میں نہیں جانتا) وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو خوب جانتے تھے کہ تُو ایسا ہی جواب دے گا، پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اسے بھینچ دے، چنانچہ زمین اُسے بھینچ دیتی ہے جس کی وجہ سے اُس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر چلی جاتی ہیں، پھر وہ قبر کے اندر عذاب میں رہتا ہے یہاں تک کہ (قیامت کو) خدا اسے وہاں سے اٹھائے گا۔ (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان والے عالمِ برزخ میں مطمئن ہوں گے، اور اُن کے ہوش و حواس سالم رہیں گے، حتیٰ کہ ان کو نماز کا دھیان ہوگا، اور فرشتوں کے سوال کا جواب دینے میں بے خوف ہوں گے، اور جب اپنا اچھا حال دیکھ لیں گے تو گھر والوں کو خوشخبری دینے کے لئے فرشتوں سے کہیں گے کہ میں ابھی نہیں سوتا، گھر والوں کو خبر دینے جاتا ہوں اور انتہائی خوشی میں اپنا انجام بخیر دیکھ کر فوراً قیامت قائم ہونے کا سوال کریں گے تاکہ جلد سے جلد جنّت میں پہنچیں، جس پر خداوند عالم کا کرم ہو اس کے ہوش و حواس باقی رہتے ہیں، اور اس سے اللہ جلّ شانہٗ صحیح جواب دلاتے ہیں، جیسا کہ سورۂ ابراہیم میں فرمایا:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

"ایمان والوں کو اللہ اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ) کے ساتھ دنیا و آخرت میں مضبوط رکھتا ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم قبر میں رکھ دیئے جاؤ گے، پھر تمہارے پاس منکر نکیر آئیں گے، جن کا رنگ سیاہ ہوگا، اور بال اس قدر لمبے ہوں گے کہ زمین پر گھسٹ رہے ہوں گے، اُن کی آواز سخت گرج کی طرح اور آنکھیں اُچک لینے والی بجلی کی طرح ہوں گی، دانت اتنے لمبے ہوں گے کہ ان سے زمین کھود رہے ہوں گے، وہ تم کو گھبراہٹ کے عالم میں اٹھائیں گے (یعنی اُن کا ڈھنگ گھبراہٹ میں ڈال دینے والا ہوگا) وہ تم کو ہلا ڈالیں گے، خوف زدہ کریں گے۔

یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس وقت میرے ہوش وحواس اس طرح ہوں گے جیسے اس وقت ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں (تم اس طرح ہوش میں ہو گے جیسے اب ہو) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اُن سے نمٹ لوں گا۔

(شرح الصدور عن البیہقی فی کتاب القبور)

یہ ہوش وحواس کی درستگی پختہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے ہوگی، اگر عمل صحیح نہیں تو سوال وجواب کے ڈر سے ہوش کیونکر ٹھکانے رہیں گے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے، اور کسی بڑے مشکل کام کے سبب عذاب نہیں ہو رہا ہے (بلکہ ایسی معمولی باتوں پر عذاب ہو رہا ہے جن سے بچ سکتے تھے، پھر آپؐ نے اُن دونوں کے گناہوں کی تفصیل بتائی کہ) ان دونوں میں ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا (اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہ بچتا تھا) اور دوسرا چغلی کرتا تھا، پھر آپؐ نے ایک تر ٹہنی منگا کر بیچ میں سے چیر کر آدھی ایک قبر میں گاڑ دی اور آدھی دوسری قبر میں، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا کہ امید ہے ان دونوں کا عذاب اُن کے سوکھنے تک ہلکا کر دیا جائے۔

(مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چغلی کھانے اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کو عذاب قبر لانے میں زیادہ دخل ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جس کو عذاب ہو رہا تھا وہ پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا، جیسے یہ چیزیں عذابِ قبر لانے میں زیادہ دخل رکھتی ہیں، اس کے برعکس سورۂ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ اور سُورَۃُ الٓمّٓ سَجْدَة (پارہ ۲۱) ان دونوں کو عذابِ قبر سے بچانے میں زیادہ دخل ہے (ان کو رات کو پڑھ کر سونا چاہیے)۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے خچر پر سوار ہو کر بنو نجار کے ایک باغ میں تشریف لے جا رہے تھے، اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے، اچانک آپؐ کا خچر بدک گیا، اور ایسا بدکا کہ قریب تھا کہ آپؐ کو

گرادیئے، وہیں پانچ یا چھ قبریں تھیں اُن کے بارے میں رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے دریافت کیا کہ ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا، میں پہچانتا ہوں، آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ کب مَرے تھے؟ اس نے کہا زمانۂ شرک میں مرے تھے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے (جو مستحق عذاب ہوتا ہے) سو اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم آپس میں دفن کرنا چھوڑ دو گے تو خُدا سے ضرور دُعا کرتا کہ تم کو (بھی) اس قبر کے عذاب کا کچھ حصّہ سنا دے، جس کو میں سُن رہا ہوں۔ (مسلم)

بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ قبر میں عذاب دینے کے لئے جب گُرز وں سے مارا جاتا ہے تو مارے جانے کی وجہ سے مُردہ اس زور سے چیختا ہے کہ انسان اور جنّات کے سوا ہر چیز اس کی چیخ و پکار کو سُنتی ہے۔

انسان اور جنّات کو عذابِ قبر کے حالات اس لئے نہیں دکھائے جاتے اور وہاں کی آواز نہیں سُنائی جاتی کہ یہ دونوں فریق ایمان بالغیب کے مکلّف ہیں، اگر ان کو عذابِ قبر دکھا دیا جائے یا کانوں سے وہاں کے مصیبت زدوں کی چیخ و پکار سُنا دی جائے تو آنکھوں دیکھا حال سامنے آنے کی وجہ سے سب ایمان لے آئیں، اور نیک عمل کرنے لگیں، حالانکہ خُدا کے یہاں ایمان بالغیب معتبر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سُن کر مان لیں، سمجھ میں آئے یا نہ آئے بہرحال آپؐ کی بات صحیح مانیں، اسی کو ایمان فرمایا گیا ہے۔

سورۂ ملک میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ	"بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے
بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ	بن دیکھے ڈرتے ہیں اُن کے لئے مغفرت
وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ؕ	ہے اور بڑا اجر ہے۔"

اگر دوزخ و جنّت اور برزخ کے حالات آنکھوں سے دکھا دیئے جائیں تو پھر ایمان بالغیب نہ رہے، اور سب مان لیں اور مؤمن ہو جائیں، مگر خدا کے یہاں آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ایمان لانا معتبر نہیں ہے، اسی وجہ سے مرتے وقت ایمان لانے کا اعتبار نہیں، کیونکہ اس وقت عذاب کے فرشتے نظر آجاتے ہیں۔

فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ	"سو اُن کو اُن کا ایمان لانا نفع مند نہ ہوا

لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا " جبکہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا "

جب قیامت کو اُٹھ کھڑے ہوں گے اور جنّت و دوزخ آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو سب ہی ایمان لے آئیں گے، اور رسُولوں کی باتوں کی تصدیق کریں گے، مگر اس وقت کا ایمان اور تصدیق معتبر نہیں ہے۔

انسانوں کو عذابِ قبر نہ دکھانے اور اس کی آواز نہ سُنانے میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس کو دیکھ لیں گے یا وہاں کی چیخ و پکار سُن لیں گے تو ڈر کے مارے مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دیں گے، جیساکہ حدیث شریف میں مذکور ہے، اور یہ حکمت بھی ہے کہ انسان اس کا آنکھوں دیکھا حال برداشت نہیں کرسکتے، اگر عذابِ قبر کا حال آنکھوں سے دیکھ لیں یا کانوں سے سُن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔

احادیث شریفہ کی روشنی میں یہاں قبروں کے کچھ حالات ہم نے لکھ دیئے ہیں تفصیل کے لئے ہماری کتاب "مرنے کے بعد کیا ہوگا" کا مطالعہ فرمائیں، اس میں برزخ، حشر، جنّت دوزخ کے حالات تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے، یہاں کی زندگی تھوڑی سی ہے اور یہاں کا آرام بھی معمولی ہے، اور تکلیف بھی قابلِ برداشت ہے، اس زندگی کے بعد برزخ کی زندگی یعنی قبر میں سینکڑوں سال (جب تک قیامت قائم ہو) رہنا ہے، اگر اعمال اچھے نہ ہوئے نمازیں برباد کرکے، روزے کھاکر، زکوتیں روک کر، لوگوں کے حقوق دباکر قبر میں پہنچے اور بداعمال کی وجہ سے وہاں عذاب ہونے لگا تو کیا حال بنے گا؟

ہم سب کو موت کے بعد کی فکر کرنا لازم ہے، نیک کام کریں، گناہوں سے بچیں تاکہ قبر کی زندگی آرام سے گذرے اور روزِ محشر بھی سُرخ رُو ہوں، نماز پڑھنے میں ذرا سی میٹھی نیند کی وجہ سے سُستی کرجانا، چند روپیوں کے لالچ میں فرض زکوٰۃ نہ دینا، اور اپنے سر قبر اور آخرت کا عذاب لینا بڑی نادانی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر نصیب فرمائے اور قبر و حشر اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین ۞

اسلامی عقیدوں کا تفصیلی بیان

اب ہم اسلامی عقیدوں کو تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں ان کو سمجھ کر پڑھیں اور دل سے اُن کا اعتقاد رکھیں۔

عقیدہ: تمام عالم بالکل ناپید تھا، پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا فرمانے سے موجود ہوا۔

عقیدہ: اللہ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اُس نے کسی کو جَنا، نہ وہ کسی سے جَنا گیا، نہ اس کی کوئی بیوی ہے، اور کوئی اس کا ہمسر اور برابر نہیں۔

عقیدہ: وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

عقیدہ: کوئی چیز اس کے مثل نہیں وہ سب سے نرالا ہے۔

عقیدہ: وہ زندہ ہے، زندہ رہنے والا ہے، ہر چیز پر اس کو قدرت ہے۔

عقیدہ: کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔

عقیدہ: وہ کلام فرماتا ہے لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں ہے۔

عقیدہ: وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی اس کو روک ٹوک کرنے والا نہیں۔

عقیدہ: وہی پوجنے کے قابل ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں، وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے بادشاہ ہے، سب عیبوں سے پاک ہے، زبردست ہے، عزت والا ہے، بڑائی والا ہے، ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے، اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں، گناہوں کا بخشنے والا ہے، بہت دینے والا ہے، روزی پہنچانے والا ہے، جس کی روزی چاہے تنگ کردے، اور جس کی چاہے زیادہ کردے، جس کو چاہے پست کردے، جس کو چاہے بلند کردے، جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت دے، انصاف والا ہے، بڑے تحمل اور برداشت والا ہے، عبادت کی قدر کرنے والا ہے، دُعا کا قبول کرنے والا ہے، وہ سب پر حاکم ہے، اس پر کوئی حاکم نہیں، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، وہ سب کا کام بنانے والا ہے، وہی جِلاتا ہے وہی مارتا ہے، جو کچھ وجود میں ہے اسی کے ارادہ سے ہے، آرام و راحت،

دُکھ و تکلیف، حرج و مرض، شفا، تندرستی، نفع و ضرر سب کچھ اسی کے ارادہ سے ہوتا ہے۔

عقیدہ: اس کو نشانیوں اور صفتوں سے سب جانتے ہیں، اس کی ذات کو بالکل پوری طرح ہم نہیں جان سکتے، گنہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے، جو سزا کے قابل ہیں اُن کو سزا دیتا ہے، جہان میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے، بے اس کے حکم سے ایک ذرّہ بھی نہیں ہل سکتا، نہ وہ سوتا ہے نہ اُونگھتا ہے، وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں، وہی سب چیزوں کو تھامے ہوئے ہے، وہ تمام اچھی اور کمال کی صفتوں سے ہمیشہ متصف ہے، اس کی صفتیں ہمیشہ رہیں گی، اور اس کی کوئی صفت کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

عقیدہ: مخلوق کی صفتوں سے وہ پاک ہے، اور قرآن و حدیث میں بعضی جگہ جو ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے جو مخلوق کی صفتوں سے ملتی جلتی ہیں تو اُن کے معنی اللہ کے حوالہ کریں، کہ وہ ہی اس کی حقیقت جانتا ہے، اور ہم بے کھود کرید کئے اسی طرح ایمان لاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں، کہ جو کچھ اس کا مطلب ہے وہ ٹھیک ہے اور حق ہے۔

عقیدہ: عالم میں جو کچھ بُرا بھلا ہوتا ہے سب کو خدا تعالےٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے، اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے، ساری مخلوق کے بارے میں اس نے پہلے سے طے فرما دیا ہے، کہ ایسا ایسا ہوگا تقدیر اسی کا نام ہے، اور بُری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت بھید ہیں، جن کو وہی جانتا ہے۔

عقیدہ: بندوں کو اللہ تعالےٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، اور اپنے اختیار سے مؤمن اور کافر ہوتے ہیں، البتہ ایمان و کفر اور نیکی و بدی سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے۔

عقیدہ: اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اس پر کسی کا زور نہیں، اور بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالےٰ نے بندوں کو ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہو سکے۔

عقیدہ: کوئی چیز خدا کے ذمّہ ضروری نہیں، وہ جو کچھ اپنی مہربانی سے عطا فرمائے اُس کا فضل ہے۔

عقیدہ: کثیر تعداد میں اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر بندوں کو سیدھی راہ بتانے آئے اور وہ سب گناہوں سے پاک ہیں، گنتی اُن کی پوری طرح اللہ تعالےٰ ہی کو معلوم ہے، ان کی سچائی بتلانے کو اللہ تعالےٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی چیزیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کر سکتے، ایسی باتوں کو مُعجِزَہ کہتے ہیں، ان میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے اور سب کے بعد میں حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، باقی انبیاء کرام ان دونوں کے درمیان گذرے ان میں بعض بہت مشہور ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السّلام، حضرت ابراہیم علیہ السّلام، حضرت اسحاق علیہ السّلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام، حضرت یعقوب علیہ السّلام، حضرت یوسف علیہ السّلام، حضرت داؤد علیہ السّلام، حضرت سلیمان علیہ السّلام، حضرت ایوب علیہ السّلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام، حضرت ہارون علیہ السّلام، حضرت زکریا علیہ السّلام، حضرت یحییٰ علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام، حضرت الیاس علیہ السّلام، حضرت الیسع علیہ السّلام، حضرت یونس علیہ السّلام، حضرت لُوط علیہ السّلام، حضرت ادریس علیہ السّلام، حضرت صالح علیہ السّلام، حضرت ہود علیہ السّلام، حضرت شعیب علیہ السّلام۔

عقیدہ: سب پیغمبروں کی گنتی اللہ تعالےٰ نے کسی کو نہیں بتائی، اس لئے یوں عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم کو معلوم ہیں اُن پر بھی اور جو معلوم نہیں اُن پر بھی۔

عقیدہ: پیغمبروں میں بعضوں کا مرتبہ بعضوں سے بڑا ہے، سب سے بڑا مرتبہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اور آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا، قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہوں گے آپؐ سب کے پیغمبر ہیں۔

عقیدہ: ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات اللہ تعالےٰ نے جاگتے میں جسم کے ساتھ مکّہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور وہاں سے جہاں

تک اللہ تعالٰی کو منظور ہوا پہنچایا، اور پھر اسی رات میں مکہ پہنچا دیا، اس کو مِعْرَاج کہتے ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالٰی نے کچھ مخلوقات کو نور سے پیدا فرما کر ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے، اُن کو فرشتہ کہتے ہیں، بہت سے کام اُن کے حوالے کئے ہیں، وہ کبھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے، جس کام میں لگا دیا ہے اس میں لگے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام بہت مشہور ہیں، حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام پر اللہ کی طرف سے وحی لاتے تھے، قرآن مجید بھی اللہ تعالٰی نے انہی کے ذریعہ نازل فرمایا، ان کو قرآن مجید میں "الروح الامین" کے لقب سے بھی ملقب فرمایا ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالٰی نے کچھ مخلوق آگ سے بنائی ہے، وہ بھی ہم کو دکھائی نہیں دیتی، اُن کو جِنّ کہتے ہیں، ان میں مؤمن وکافر، نیک وبد سب طرح کے ہوتے ہیں، ان کے اولاد بھی ہوتی ہے، ان سب میں زیادہ مشہور شریر ابلیس شیطان ہے۔

عقیدہ: مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے، اور دنیا سے محبّت نہیں رکھتا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خوب اتباع کرتا ہے تو وہ اللہ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے، ایسے شخص کو وَلِیْ کہتے ہیں، اس شخص سے کبھی ایسی باتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جو اور لوگوں سے ظاہر نہیں ہوتیں، ان باتوں کو کَرَامَتْ کہتے ہیں۔

عقیدہ: ولی کتنے ہی بڑے درجہ کو پہنچ جائے مگر نبی کے برابر نہیں ہو سکتا، اور کوئی شخص خدا کا کیسا ہی پیارا ہو جائے جب تک ہوش وحواس باقی ہوں شرع کا پابند رہنا فرض ہے، نماز روزہ یا کوئی عبادت اس سے معاف نہیں ہوتی، اور کوئی گناہ اس کے لئے جائز نہیں ہو جاتا۔

عقیدہ: جو شخص شریعت کے خلاف ہو وہ خدا کا دوست نہیں ہو سکتا اگر اس کے ہاتھ سے اچنبھے کی بات دکھائی دے تو وہ جادو ہے یا نفسانی اور شیطانی دھندا ہے، ایسا شخص گمراہ ہے، اس سے عقیدہ رکھنا اور مُرید ہونا گمراہی ہے۔

عقیدہ: اللہ اور رسولؐ نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتا دیں، اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں، ایسی نئی بات کو بِدعت کہتے ہیں، بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کو پڑھائیں اور دینی باتیں سُنائیں ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں ① توریت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ملی ② زبور حضرت داؤد علیہ السّلام کو ③ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو ④ قرآن مجید ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور قرآن مجید آخری کتاب ہے، اب کوئی کتاب آسمان سے نازل نہ ہوگی، قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہے گا، دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا، مگر قرآن مجید کی نگہبانی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

عقیدہ: ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن لوگوں نے بحالت ایمان دیکھا، پھر ایمان پر اُن کو موت آگئی، ان کو صَحابی کہتے ہیں، اُن کے بڑے مرتبے ہیں، ان سب سے محبت اور اچھا گمان رکھنا لازم ہے، ان میں چار صحابی زیادہ مشہور ہیں ہیں اور مرتبہ میں دوسرے صحابیوںؓ سے بڑے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اوّل ہوئے جو تمام امّت میں سب سے افضل ہیں، اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری امّت سے افضل ہیں، یہ دوسرے خلیفہ ہیں جو حضرت ابوبکرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری امّت سے افضل ہیں جو حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے، یہ تیسرے خلیفہ ہیں، اُن کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری اُمّت سے افضل ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوئے، یہ چوتھے خلیفہ ہیں۔

عقیدہ: صحابی کا اتنا بڑا مُرتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

عقیدہ: ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب اولاد اور ازواج یعنی بیویاں سب تعظیم کے لائق ہیں، اور اولاد میں سب سے بڑا مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا ہے، اور بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا ہے۔

عقیدہ: ایمان جب درست ہوتا ہے کہ اللہ و رسولؐ کو سب باتوں میں سچّا سمجھے، اور اُن سب کو مان لے، اللہ و رسولؐ کی کسی بات میں شک کرنا یا اس کو جھٹلانا یا اس میں عیب نکالنا یا اس کا مذاق اڑانا کفر ہے ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

عقیدہ: قرآن و حدیث کے کھلے کھلے مطلب کو نہ ماننا اور اینچ پینچ کر کے اپنا مطلب بنانے کو معنی گھڑنا بد دینی ہے۔

عقیدہ: گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

عقیدہ: گناہ چاہے کتنا بڑا ہو جب تک اس کو بُرا سمجھتا رہے ایمان نہیں جاتا، البتہ گناہ سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ سے نڈر ہو جانا یا نا اُمید ہو جانا کفر ہے۔

عقیدہ: نجومی وغیرہ سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس کا یقین کر لینا کفر کی بات ہے۔

عقیدہ: غیب کا حال سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا، البتہ نبیوں کو اللہ تعالےٰ نے بہت سی غیب کی باتیں بتائی تھیں، ہمارے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ علم دیا اور بہت زیادہ غیب کی باتوں کی خبر دی مگر عالم الغیب اللہ کے سوا کسی کو کہنا درست نہیں ہے اور غیب کی سب باتوں کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

عقیدہ: کسی کا نام لے کر کافر کہنا یا لعنت کرنا درست نہیں، ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت یا جھوٹوں پر اللہ کی لعنت، مگر جن کا نام لے کر اللہ اور رسُولؐ نے لعنت کی ہے یا اُن کے کفر پر مرنے کی خبر دی ہے، اُن کو کافر و ملعون کہنا جائز ہے اور اُن کے کفر پر مرنے کا یقین کرنا اور قطعی طور پر کافر اور دوزخی کہنا درست ہے۔

عقیدہ: جب آدمی مر جاتا ہے اگر دفن کر دیا جائے تو دفن کے بعد، اور دفن نہ کیا جائے تو

جس حال میں بھی ہو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، وہ آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر وہ ایمان دار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے، پھر اس کے لئے وہاں سب طرح کا چین ہے، جنت کی طرف کھڑکی کھول دیتے ہیں، جس سے جنت کی عمدہ ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور وہ قیامت آنے تک وہاں خوب مزے میں رہتا ہے اور اگر وہ مُردہ ایمان دار نہ ہوا تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ "مجھے کچھ خبر نہیں" پھر اسے بڑی سختی کا عذاب قیامت تک ہوتا رہتا ہے، مگر یہ سب باتیں مُردہ کو معلوم ہوتی ہیں، زندہ لوگ نہیں دیکھتے، اور نہ سُنتے ہیں، جیسے سوتا آدمی خواب میں بہت کچھ دیکھتا ہے، اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔

عقیدہ: مرنے کے بعد ہر دن صبح شام مردہ کا جو ٹھکانہ ہے وہ دکھایا جاتا ہے، جنتی کو جنت دکھا کر خوشخبری دیتے ہیں، اور دوزخی کو دوزخ دکھا کر حسرت اور رنج و غم بڑھاتے ہیں۔

عقیدہ: مسلمان مُردہ کے لئے دُعا کرنے سے، کچھ خیر خیرات دے کر بخشنے سے، اس کی طرف سے حج کرنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے، اور اس سے اس کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

عقیدہ: اللہ اور اس کے رسُول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جتنی نشانیاں قیامت کی بتائی ہیں سب ضرور ہونے والی ہیں، امام مہدی علیہ السّلام ظاہر ہوں گے، اور خوب انصاف سے بادشاہی کریں گے، کانا دجّال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچائے گا، اس کو مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر سے اتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے، یاجوج ماجوج زمین پر پھیل پڑیں گے، اور بڑا فساد کریں گے، پھر خدا کے قہر سے ہلاک ہو جائیں گے، ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا، اور آدمیوں سے باتیں کرے گا، مغرب کی طرف سے آفتاب نکلے گا، مسلمان بالکل ختم ہو جائیں گے، اور تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی اور اس کے سوائے

اور بہت سی باتیں ہوں گی۔

عقیدہ: جب ساری نشانیاں پوری ہو جائیں گی اور ایک مسلمان بھی زندہ نہ رہے گا، اور کافر بہت عیش کی زندگی گذار رہے ہوں گے، اللہ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صُور پھونکیں گے، اس صُور کے پھونکنے سے آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے بے نور ہو جائیں گے، چاند، سُورج کی روشنی جاتی رہے گی، زمین میں بھونچال آجائے گا، آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑ جائیں گے، اور ساری مخلوق مر جائے گی، اور سب مرے ہوئے بے ہوش ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے گا بے ہوشی سے بچالے گا اور ایک مدّت اسی کیفیت پر گذر جائے گی۔

عقیدہ: پھر جب اللہ تعالےٰ کو منظور ہو گا، دوسری بار پھر صور پھونکا جائے گا، اس سے پھر سارا عالم پیدا ہو جائے گا، مردے زندہ ہو جائیں گے، اور ایک میدان میں حساب کتاب کے لئے سب اکٹھے ہوں گے اسی کو روزِ قیامت کہتے ہیں، اس کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام کے پاس سفارش کرانے جائیں گے، سب انکار کر دیں گے، بالآخر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے، حساب کتاب شروع ہو گا، ترازو کھڑی کی جائے گی، بھلے بُرے عمل تولے جائیں گے، اعمال پر فیصلے ہوں گے، بعض بے حساب جنّت میں چلے جائیں گے نیکوں کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بُروں کا بائیں ہاتھ میں پُشت کے پیچھے سے دیا جائے گا، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو حوضِ کوثر کا پانی پلائیں گے، جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا، پھر پُلصراط پر چلنا ہو گا، جو نیک لوگ ہیں وہ اس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جائیں گے جو کافر اور بدکار ہیں وہ کٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔

عقیدہ: دوزخ پیدا ہو چکی ہے، اس میں سانپ اور بچھّو اور طرح طرح کا عذاب ہے، دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہو گا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور نیک بندوں کی سفارش سے نکل کر بہشت میں داخل ہو جائیں

گے، خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں اور جو کافر و مشرک ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اُس میں سے نکلیں گے نہ کبھی اُن کی بخشش ہوگی، اور نہ اُن کو کبھی موت آئے گی ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

عقیدہ: بہشت بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس میں طرح طرح کے چین اور نعمتیں ہیں، بہشتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا اور کسی طرح کی کوئی تکلیف دکھن یا تھکن نہ ہوگی، اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اُس سے نکلیں گے، نہ نکالے جائیں گے، نہ نکلنا چاہیں گے، ان کو کبھی موت نہ آئے گی، ہمیشہ عیش و آرام میں رہیں گے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر سزا دے دے یا بڑے گناہ کو اپنی مہربانی سے معاف کر دے، اور اس پر بالکل سزا نہ دے۔

عقیدہ: شرک اور کفر کا گناہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا، اور ان کے علاوہ جو اور گناہ ہیں ان میں سے جس کو چاہے گا اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا۔

عقیدہ: جن لوگوں کا نام لے کر اللہ اور رسولؐ نے اُن کا بہشتی ہونا بتا دیا ہے اُن کے سوا کسی کے بہشتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے، البتہ کسی کے بارے میں اس کے اچھے اعمال دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اچھی امید رکھنا درست ہے۔

عقیدہ: بہشت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، جو بہشتیوں کو نصیب ہوگا، اس کی لذت کے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہوں گی۔

عقیدہ: دنیا میں جاگتے ہوئے اللہ کو ان آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

عقیدہ: عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا یا بُرا آدمی ہو اس کا فیصلہ اس حالت کے موافق ہوگا جس پر خاتمہ ہوگا، ایمان پر مرا تو ایمان والوں میں اور کفر پر مرا تو کفر والوں میں شمار ہوگا۔

عقیدہ: آدمی عمر بھر میں جب کبھی توبہ کرے، یا مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے البتہ مرتے وقت جب دم ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں اُس وقت کافر کا ایمان اور مؤمن گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوتی، کافر

کی بخشش تو نہ ہوگی، البتہ مؤمن گنہگار کو اللہ چاہے گا تو بغیر عذاب کے بخش دے گا، یا سزا دے کر جنت میں بھیج دے گا۔

بہت ضروری تنبیہ

کوئی شخص مسلمان کا بیٹا ہونے سے یا اسلام کا دعوے دار ہونے سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے عقائد قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہوں، بہت سے لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو رسول مانتے ہیں، اور کچھ لوگ فرائض کے منکر ہیں اور بہت سے لوگ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں اگرچہ اسلام کا دعویٰ کریں۔

اسلام کے ۵ پانچ ارکان

(۱۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ، (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اوّلؔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ دوؔم نماز قائم کرنا، سوؔم زکوٰۃ دینا، چہاؔرم حج کرنا، پنجؔم رمضان کے روزے رکھنا" (مشکوٰۃ ص۱۲ عن البخاری ومسلم)

تشریح اس حدیث میں پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد بتائی گئی ہے:۔

پہلا رکن:۔ ان میں پہلی چیز توحید ورسالت کی گواہی ہے جو اصل ایمان ہے، اور یہ دونوں گواہیاں دینے سے ان سب عقائد واحکام کا ماننا فرض ہوجاتا ہے جو اللہ تعالٰے نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں اور ان تمام خبروں کی تصدیق کرنا بھی فرض ہوجاتا ہے جو گذشتہ اور آئندہ واقعات کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں، انہی خبروں میں قبر اور حشر اور جنّت ودوزخ اور جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات کی سب تفصیلات آجاتی ہیں۔ گذشتہ اوراق میں جو اسلامی عقائد ہم نے بیان کئے ہیں وہ سب توحید ورسالت کے ماننے کے ذیل میں آجاتے ہیں، کیونکہ قرآن وحدیث میں یہ تفصیلات مذکور ہیں، نئے دور کے تعلیم یافتہ نوجوان کالجوں میں پڑھتے ہیں اور یہود ونصارٰی سے اسلامیات کی ڈگری لیتے ہیں، قرآن وحدیث میں وارد شدہ بہت سی چیزوں میں شک کرتے ہیں، یا ان کا انکار کرتے ہیں، اور خود کو مسلمان بھی سمجھتے ہیں، جاہل رہتے ہوئے مسلمان رہتے تو کیا ہی اچھا

ہوتا، ایمان تو برقرار رہتا، ایسے علم کا ناس ہو جو خدا اور رسولؐ کی باتوں میں شک پیدا کرے، ایمان سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے اس کو ضائع نہ ہونے دو۔

توحید و رسالت کی گواہی کے بعد عملی طور پر پورے اسلام کو اپنے اوپر نافذ کرنا ضروری ہے، اسلام کے احکام تو بہت ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں لیکن ان میں نماز زکوٰۃ، حج، روزۂ رمضان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اہمیت اس طرح ظاہر فرمائی کہ اسلام کو ایک خیمہ سے تشبیہ دی اور اس کے پانچ ستون بتائے، سب سے پہلا اور سب سے بڑا ستون توحید و رسالت کی گواہی ہے، یہ مرکزی ستون ہے، جیسے خیمہ کے درمیان اونچا ستون ہوتا ہے، کہ اگر وہ نہ ہو تو خیمہ کسی طرح قائم ہی نہیں رہ سکتا، پھر اس ستون کے بعد چار کونوں پر ایک ایک ستون چاہیئے، وہ ستون نماز، زکوٰۃ، حج اور روزۂ رمضان ہیں۔

دُوسرا رکن:۔ ان میں اوّلیت اور سب سے زیادہ اہمیت نماز کو حاصل ہے توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن نماز ہے، جس پر باقی دین کا انحصار ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کو سرکاری سرکلر کے طور پر لکھ بھیجا تھا کہ:۔

مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ (مشکوٰۃ شریف)	"جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس کے پڑھنے کی پابندی کی وہ اپنے (باقی) دین کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ اپنے (باقی) دین کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا۔"

اسی وجہ سے کہ نماز اسلام کا سب سے بڑا ستون ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ "جس نے نماز کی پابندی نہ کی وہ قیامت کے روز فرعون، ہامان، قارون اور اُبیّ بن خلف کے ساتھ ہوگا (جبکہ اس نے کافروں کا عمل کیا تو عقل کا تقاضا ہے کہ کافروں کے ساتھ حشر ہو)۔

تیسرا رکن:۔ نماز کے بعد زکوٰۃ کو ذکر فرمایا جو اسلام کا تیسرا رکن ہے، قرآن

شریف میں ارشاد ہے:

وَوَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ کٰفِرُوۡنَ (حٰم السجدۃ)	"اور مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں"

آیت شریفہ کا سیاق اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینا مشرکوں کا کام ہے اللہ تعالیٰ بچائیں زکوٰۃ روکنے سے اور نفس کی کنجوسی سے جو اسلام کے ایک رکن کو گرا دے۔

چوتھا رکن:۔ حج بیت اللہ کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

مَنۡ مَّلَکَ زَادًا وَّرَاحِلَۃً تُبَلِّغُہٗ اِلٰی بَیۡتِ اللّٰہِ وَلَمۡ یُحَجَّ فَلَا عَلَیۡہِ اَنۡ یَّمُوۡتَ یَھُوۡدِیًّا اَوۡ نَصۡرَانِیًّا وَذٰلِکَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَقُوۡلُ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا (مشکوٰۃ شریف)	"جس کے پاس زاد راہ اور سواری کا انتظام ہو جو اُسے بیت اللہ تک پہنچا دے اور ایسا شخص حج نہ کرے سو کچھ عجب نہیں کہ یہودیت یا عیسائیت کی حالت میں مرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اور اللہ کے لئے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج کرنا ہے جو وہاں پہنچنے کی وسعت رکھتا ہو۔"

کیسے ظالم لوگ ہیں جو حقیر اور فانی روپیہ کو بچانے کے لئے حج کو ترک کرتے ہیں ؎

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد
کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

جس پر حج فرض ہو جائے جلد سے جلد کرلے کل پر نہ ٹالے، ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

مَنۡ اَرَادَ الۡحَجَّ فَلۡیُعَجِّلۡ۔ (مشکوٰۃ شریف)	"یعنی جو حج کو جانا چاہے اُسے جلد کرنا ضروری ہے"

حج اتنا بڑا رکن ہے کہ اس کے تارک کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودیت یا عیسائیت کی موت پر مرنے والا فرمایا ہے۔ (العیاذ باللہ)

پانچواں رکن:۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا بھی اسلام کے پانچ ارکان میں سے ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔

یَآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	"اے ایمان والو! فرض کئے گئے
کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ	تم پر روزے جس طرح فرض کئے گئے
کَمَاکُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ	تھے اُن لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ
مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔	تم پرہیزگار بن جاؤ، یہ (روزے)
اَیَّامًا مَّعْدُوْدَات (البقرہ:۱۸۳-۱۸۴)	گنتی کے چند ہیں"

افسوس! کہ سال بھر میں ایک مہینہ اللہ کے لئے روزانہ چند گھنٹے کھانا پینا اور خواہشِ نفس کے چھوڑنے کو بہت سے لوگ تیار نہیں ہوتے، اور اسلام کے اس ستون کو ڈھانے میں لگے ہوئے ہیں، پھر بھی خود کو مسلمان کہتے ہیں۔

اس حدیث کی تشریح میں ہم یہاں اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں، نماز، زکوٰۃ حج، روزۂ رمضان کے احکام کی تفصیلات آگے اپنے اپنے باب میں آرہی ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ:۔

اسلام کامل و مکمّل دین ہے
اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں

(۱۱) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہمارے اس دین میں وہ کام جاری کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔"

تشریح دینِ اسلام ایک صاف سچّا کامل و مکمّل دین ہے، رہتی دنیا تک اس کا ہر ہر حکم محفوظ ہے، کیسے ہی احوال بدل جائیں اور کیسے ہی انقلابات آجائیں لیکن اسلام اپنی جگہ اٹل ہے، اُس کی کسی چیز میں بدلنے کی گنجائش نہیں، انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے قوانین اسلام نے ایسے وضع کئے ہیں کہ ان سے بہتر کوئی پیش نہیں کرسکتا، اور نہ آج تک کوئی پیش کرسکا، اسلام کامل اس قدر ہے کہ اسلام کے نہ نظامِ حکومت میں تبدیلی کی گنجائش ہے نہ اس کے نظامِ اقتصادیات میں کسی اضافہ یا کمی ضرورت ہے، نہ اس کے نظامِ معاشرت میں کسی تبدیلی کا موقع ہے، نہ اُس کے وضع کردہ طرقِ معاملات کے متعلق کسی ترمیم کی حاجت ہے۔ غرضکہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام جاری وساری ہے، اور اس میں کہیں بھی کسی جگہ تبدیل و ترمیم کی ضرورت نہیں، اور کیونکر تبدیلی کی ضرورت ہوسکتی ہے؟ جبکہ اللہ جل شانہٗ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ کا اعلان فرما چکے ہیں۔

پھر اسلام کے احکامات میں کوئی الجھاؤ اور پیچیدگی نہیں ہے جس کی وجہ سے

سمجھنے یا عمل کرنے میں دقت پیش آئے بلکہ اس کا ہر فیصلہ دو ٹوک اور ہر حکم صاف اور صریح اور ہر قانون ظاہر اور بیّن ہے۔

الترغیب والترہیب میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيْغُ عَنْهَا اِلَّا هَالِكٌ۔

"البتہ میں نے تم کو ایسے صاف راستہ پر چھوڑا ہے جس کا رات اور دن برابر ہے اس سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہوگا۔ (یعنی اپنی جان کو دوزخ میں ڈالنے کو تیار ہوگا)"

جبکہ دینِ اسلام کامل و مکمل اور صاف و صریح دین ہے جس میں ذرا سی بھی ترمیم اور اضافہ کی گنجائش نہیں ہے تو اب اس میں کسی بدعت کا نکالنا اور اپنی طرف سے کسی ایسے کام کو دین میں داخل کرنا جو دین میں نہیں ہے سراسر گمراہی ہوگی اور دین میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: مَنْ اَتٰى بِدْعَةً ظَنَّ اَنَّ مُحَمَّدًا اَخْطَأَ الرِّسَالَةَ "یعنی جس نے بدعت کا کام کیا گویا اس نے یہ سمجھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کا حکم پہنچانے میں غلطی کی ہے، اور پورا دین نہیں پہنچایا اور احکام ٹھیک ٹھیک نہیں بتلائے ہیں، لہٰذا میں اس میں اپنی طرف سے کوئی عمل جاری کرکے ناقص دین کی تکمیل کرتا ہوں (اللہ کی پناہ) بدعت والے یوں تو ہرگز نہیں کہتے کہ ہم بدعت کر رہے ہیں، بلکہ اپنے اعمال کو عین دین سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے اُن کو قرآن و حدیث دیکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی اور حق و باطل کی تمیز نہیں رہتی، چونکہ معصیت اور سراسر نافرمانی کو اہلِ بدعت نیکی سمجھتے ہیں، اس لئے بدعت سے توبہ بھی نہیں کرتے نہ اس کی انہیں توفیق ہوتی ہے۔

بدعت کے علاوہ کوئی کتنا ہی بڑا گناہ ہو، چونکہ انسان اسے گناہ سمجھتا ہے اس لئے اس کے کرنے سے ڈرتا بھی ہے، اور توبہ بھی کرتا ہے، قیامت کے دن کی پکڑ کا بھی خیال اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے، لیکن بدعت کو چونکہ نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے اس لئے اس سے

توبہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ شیطان کی سب سے بڑی چال یہی ہے کہ انسان کو ایسے عمل پر ڈال دے جو حقیقت میں گناہ ہو اور کرنے والا اُسے نیکی سمجھتا ہو۔ الترغیب والترہیب میں ہے۔

اِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالذُّنُوْبِ فَاَھْلَکُوْنِیْ بِالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذٰلِکَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالْاَھْوَاءِ فَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُھْتَدُوْنَ فَلَا یَسْتَغْفِرُوْنَ۔

"یعنی ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہ کرا کے ہلاک کیا (یعنی دوزخ کا مستحق بنایا) تو انہوں نے مجھے اس طرح ہلاک کر دیا کہ گناہ کر کے توبہ کر لی (اور میری محنت پر توبہ کر کے پانی پھیر دیا) جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو میں نے ایسے عمل جاری کر دیئے جو نفسوں کی خواہشوں کے موافق ہیں (اور حقیقت میں گناہ ہیں) اب وہ ان کاموں کو چونکہ نیکی سمجھتے ہیں) اس لئے اپنے کو ہدایت پر جانتے ہیں لہٰذا استغفار نہیں کرتے۔"

چونکہ خلافِ سنّت کام بدعت ہے، اس لئے بدعت کے اعمال مقرر نہیں ہیں، بلکہ بے شمار ہیں، اور ہر ملک اور ہر صوبہ میں علیٰحدہ علیٰحدہ بدعتیں ہیں عوام سے مرعوب ہو کر بہت سے علاقوں میں علماء بھی بدعتوں میں شریک نظر آتے ہیں، علماء کی ذمّہ داری ہے کہ عوام میں جو بھی کوئی عمل ہوتا دیکھیں اُسے قرآن و حدیث اور سنّت خلفاء راشدینؓ و عملِ صحابہؓ میں تلاش کریں اگر نہ ملے تو پوری کوشش صرف کریں کہ وہ عمل چھوٹ جائے اور اس کی جگہ سنّتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) پر عمل ہونے لگے، بیاہ شادی، مرنے جینے میں ہر جگہ بے شمار بدعتیں ہوتی ہیں، قبروں پر بے شمار و بے انتہا گناہ ہوتے ہیں، جن کو کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں بدعت ہوتے ہیں، تیجہ، دسواں بیسواں، چالیسواں، برسی، ثواب پہنچانے کے گھڑے ہوئے خود ساختہ طریقے، قبروں کے عرس، قبروں پر چادریں یا پھول چڑھانا، قبروں کو غسل دینا، پختہ بنانا، قبروں پر روٹیاں یا غلّہ تقسیم کرنا، شبِ براءت کا حلوہ، حضرت جعفرؒ کے کونڈے، حضرت پیرانِ پیر کی گیارھویں، مولود میں قیام، بی بی جی کی صحنک وغیرہ بے شمار بدعتیں رائج ہیں، اور ان کے مٹانے کے لئے اللہ کے سچے بندے جان توڑ کوشش کر چکے ہیں، لیکن چونکہ ان چیزوں

کو نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے اس لئے چھوڑنے کے بجائے علمار کرام ہی کو بُرا کہہ دیا جاتا ہے اور عورتیں تو رسموں اور بدعتوں کی ایسی پابند ہیں کہ ہرج مرض، تنگی ترشی، امیری، غریبی ہر حال میں اُن کے انجام دینے کو فرض سمجھتی ہیں، فرض نمازوں کو چھوڑ دیں گی، مگر بدعتیں اور رسمیں نہ چھوڑیں گی، اللہ تعالیٰ سمجھ دے اور ہر مسلمان کو ہر بدعت سے بچائے، تفصیل کے لئے بہشتی زیور حصہ ششم اور اصلاح الرسوم مطالعہ کریں۔

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْھَا ۔ (رواہ الدارقطنی)

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خُشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نے (بہت سے) فرائض مقرر فرمائے ہیں، سو اُن کو تم ضائع نہ کرو اور اس نے بہت سی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، سو اُن کا ارتکاب نہ کرو اور اس نے حدود مقرر فرمائی ہیں، سو ان سے آگے مت بڑھو، اور اس نے بہت سی چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے، یہ خاموشی بھول کی وجہ سے نہیں ہے، سو ان کو مت کریدو۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۲ عن الدارقطنی)

تشریح اس حدیثِ پاک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں کا حکم فرمایا ہے جو بہت ہی اہم ہیں۔

اوّل، فرائض کی پابندی، دوم، محرمات سے بچنا، سوم، حدودِ خداوندی سے آگے نہ بڑھنا، چہارم، جن چیزوں کی حلّت وحرمت کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا اُن کے کریدنے سے بچنا۔

فرائض کی پابندی اور حرام چیزوں سے بچنا سب سے زیادہ اہم ہے لوگ اس سے بہت غافل ہیں، تعجب ہے کہ بہت سے لوگ مخلوق کے حکموں کی پابندی اور ڈیوٹی کی

بجا آوری پوری طرح کرتے ہیں اور اللہ جل مجدہ جو سب کا حاکم اور رازق و خالق ہے اس کے فرائض کی ڈیوٹی انجام دینے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور بہت سے لوگ نوافل اور تطوعات میں پیش پیش نظر آتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں زبردست کوتاہی کرتے ہیں اور کھلے طور پر حرام چیزوں میں پڑے ہوئے ہیں، راقم الحروف نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تہجد اور ذکر و تسبیح کے بہت پابند ہیں لیکن فرض نمازیں اُن کے ذمہ قضا ہیں، بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ نفل صدقہ خیرات کرنے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے اور روزہ داروں کے روزے کھلوانے میں اپنے مال میں سے بڑا حصہ خرچ کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ صحیح حساب سے نہیں دیتے اور باقاعدہ ادا نہیں کرتے، اور حج بھی چھوڑے ہوئے ہوتے ہیں، بہت سے لوگ حرام کمانے سے دریغ نہیں کرتے، اور اسی سے حج کرتے ہیں، اور اپنے دیندار ہونے کے گمان میں ہی مبتلا ہیں۔

بہت سے پیروں اور فقیروں نے لوگوں کو بہکار کھا ہے کہ سالانہ نذرانہ دیئے جاؤ تم جنتی ہو، نماز روزہ کی ضرورت نہیں، بس ہم کو نذرانہ دینے سے اللہ کے پیارے ہو جاؤ گے، ایسے پیروں نے لوگوں کے ایمان کا ناس کر رکھا ہے خود ڈوبے ہیں مگر اُن کو بھی لے ڈوبے ہیں، الحاصل فرائضِ خداوندیہ کی پابندی اور حرام کاموں سے بچنا بہت ہی زیادہ اہم اور ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ فرائض و محرمات قرآن مجید میں بھی ہیں اور حدیث شریف میں بھی، فرقۂ منکرینِ حدیث جو یہ کہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا کافی ہے یہ اس کی جہالت ہے اور بے دینی کی بات ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۂ حشر)	"اور رسول جو کچھ تم کو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رُک جاؤ۔"

اور فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران)	"آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع

کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے۔"

اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَیَحْسَبُ اَحَدُکُمْ مُتَّکِئًا	" کیا تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اپنی
عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَظُنُّ اَنَّ	مسند پر تکیہ لگائے اٹکل سے یوں کہے
اللّٰہَ لَمْ یُحَرِّمْ شَیْئًا	کہ اللہ نے اس کے سوا کچھ حرام نہیں
اِلَّا مَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ	کیا جو اس قرآن میں ہے، خبردار الیقین
وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ قَدْ اَمَرْتُ	جانو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے
وَوَعَظْتُ وَنَھَیْتُ عَنْ	بہت سی چیزوں کا حکم دیا ہے اور بہت
اَشْیَاءَ اِنَّھَا کَمِثْلِ الْقُرْاٰنِ	سی نصیحتیں کی ہیں، اور بہت سی چیزوں
اَوْ اَکْثَرُ . (رواہ ابوداؤد)	سے میں نے روکا ہے اور یہ سب تعداد

میں قرآن کے احکام کے برابر ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔"

اور یہ جو فرمایا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا (اللہ نے بہت سی حدود مقرر فرمائی ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو) اس جملہ سے بے شمار احکام و مسائل نکلتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

حدود سے آگے بڑھنے کی چند مثالیں

① اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے اس کو اپنے اوپر حرام کر لینا جیسے کچھ لوگ بعض پھلوں کے متعلق طے کر لیتے ہیں کہ ہم یہ نہیں کھائیں گے، یا اور کسی طرح سے حرام کر لیتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے :۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	" اے ایمان والو! اللہ نے جو چیزیں
تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا	تمہارے واسطے حلال کی ہیں اُن کو
اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا	حرام مت کرو، اور حدود سے آگے
تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا	مت نکلو، بلاشبہ اللہ حد سے آگے
یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۔	نکلنے والوں سے محبت نہیں فرماتے۔"

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ شہد پینے کے متعلق فرما دیا تھا

کہ اب ہرگز نہیں پیوں گا، اللہ جل شانہٗ نے آیت نازل فرمائی:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ

"اے نبی تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے"

ایسی بہت سی رسمیں آج لوگوں میں موجود ہیں جن میں عملاً بلکہ اعتقاداً بھی بہت سی حلال چیزوں کو حرام سمجھ رکھا ہے، مثلاً ذی قعدہ کے مہینہ میں (جسے عورتیں خالی کا مہینہ کہتی ہیں) اور محرّم وصفر میں شریعت میں شادی کرنا خوب حلال اور درست ہے لیکن اللہ کی اس حد سے لوگ آگے نکلتے ہیں اور اُن میں ـــــ شادی کرنے سے بچتے ہیں ماہ محرّم میں میاں بیوی والے تعلقات سے پرہیز کرتے ہیں اور بہت سی قوموں میں بیوہ عورت کے نکاحِ ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں اور عملاً اس کو حرام بنا رکھا ہے، یہ سب حدود سے آگے بڑھ جانا ہے۔

جس طرح حلال کو حرام کر لینا منع ہے اسی طرح حرام کو حلال کر لینا بھی منع ہے، حرام و حلال مقرر فرمانے کا اختیار اللہ ہی کو ہے، خواہ اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہو یا اپنے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زبانی بتایا ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ (سورۂ نحل)

"اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا زبانی جھوٹا دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاؤ گے"

(۲) دوسرا طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ جو چیز اللہ کے یہاں تقرب اور نزدیکی نہ ہو اسے تقرب کا باعث سمجھ لیں، مثلاً قبروں کا طواف جو شرک ہے یا نہ بولنے کا روزہ رکھ لینا یا دھوپ میں کھڑا رہنا وغیرہ۔

(۳) ایک طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ جو چیز شریعت میں ضروری نہیں ہے اگرچہ مباح ہو عملاً یا اعتقاداً فرض کا درجہ دے دیں اور جو اُسے نہ کرے اُس پر

لعن طعن کریں، مثلاً شب برأت کا حلوہ اور عید الفطر کی سوّیاں کہ شرعاً ان دونوں کی کوئی اصلیت نہیں ہے، مگر لوگ اُسے ضروری سمجھتے ہیں اور جو نہ پکائے اس کو نکّو بننا پڑتا ہے، بیاہ شادی اور مرنے جینے میں بے شمار ایسی رسمیں کی جاتی ہیں جن کو فرض کا درجہ دیا جاتا ہے اور شرعاً ان کی کوئی اصل نہیں، بلکہ بعض ان میں شرکیہ رسمیں ہیں۔

(۴) ایک طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ عمومی چیز کو جو ہر وقت مستحب ہے کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص کرلیں، مثلاً نماز فجر اور نماز عصر کے بعد امام سے مصافحہ کرنا اور عید و بقر عید کے دن نمازِ دوگانہ پڑھ کر گلے ملنا، اور مصافحہ کرنا مصافحہ بڑے ثواب کی چیز ہے اور ملاقات کی سنّت ہے نہ کہ عید کی، اس کو کسی خاص وقت کے لئے مقرر کرنا اور عمل سے فرض و واجب کا درجہ دینا صحیح نہیں۔

(۵) حد سے آگے بڑھ جانے کی ایک شکل یہ ہے کہ کسی عمل کے بارے میں وہ فضیلت تجویز کرلی جائے جو قرآن و حدیث سے ثابت نہیں جیسے دُعائے گنج العرش اور درود لکھی کی فضیلتیں گھڑ رکھی ہیں۔

(۶) ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ کسی عمل کی کوئی خاص ترکیب و ترتیب تجویز کرلی جاوے، مثلاً مختلف رکعات میں مختلف سورتیں پڑھنا تجویز کرلینا (جو حدیث سے ثابت نہ ہو) اس کی پابندی کرنا یا سُورتوں کی تعداد مقرر کرلینا جیسے تہجّد کی نماز کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ پہلی رکعت میں ۱۲ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھی جائے، اور پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ گھٹاتا جائے، یہ لوگوں نے خود تجویز کیا ہے، اسی طرح ہفتہ بھر کے دنوں کی نمازیں اور ان کی خاص خاص فضیلتیں اور ان کی مخصوص ترکیبیں لوگوں نے بنالی ہیں، یہ بھی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔

(۷) کسی ثواب کے کام کو کسی خاص جگہ کے ساتھ مخصوص کرلینا (جس کی تخصیص شریعت سے ثابت نہ ہو) یہ بھی حد سے آگے بڑھ جانا ہے، جیسے بعض جگہ دستور ہے کہ قبر پر غلّہ یا روٹی تقسیم کرتے ہیں، ثواب ہر جگہ سے پہنچ سکتا ہے، پھر اس میں اپنی طرف سے قبر پر ہونے کو طے کرلینا اور یہ سمجھنا کہ یہاں تقسیم کرنے

سے زیادہ ثواب ملے گا، حدود اللہ سے آگے بڑھ جانا ہے۔

(۸) ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ بعض کھانے کی چیزوں کے متعلق اپنی طرف سے یہ تجویز کرلیا جائے کہ اُسے فلاں شخص کھاسکتا ہے اور فلاں نہیں کھاسکتا ہے، جیسے مشرکینِ مکہ کیا کرتے تھے، قرآنِ مجید میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے:۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۔ وَقَالُوْا مَا فِىْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۔

"اور وہ اپنے خیال (باطل) سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مویشی اور (مخصوص) کھیت ہیں، ان کو کوئی نہیں کھاسکتا سوائے ان کے جن کو ہم چاہیں اور (یہ بھی اپنے خیال باطل سے کہتے ہیں کہ) یہ (مخصوص) مواشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کردی گئی ہے اور (مخصوص) مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افترار کرنے کے طور پر، اللہ ان کو عنقریب افترار کی سزا دے گا اور وہ (یہ بھی) کہتے ہیں جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے، اور اگر وہ مُردہ ہے تو اس میں وہ سب (مرد عورت) ساجھی ہیں، اللہ اُن کو عنقریب غلط بیانی کی سزا دے گا، بلاشبہ وہ حکمت والا ہے اور علم والا ہے۔"

اسی قسم کی شکلیں آج کل فاتحہ و نیاز والے لوگوں نے بنا رکھی ہیں، مثلاً حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایصالِ ثواب کے لئے بی بی جی کی صحنک کے نام سے کچھ رسم کی جاتی ہے، اس رسم میں جو کھانا پکتا ہے اس میں یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ اس کھانے کو مرد اور لڑکے نہیں کھاسکتے، صرف لڑکیاں کھائیں گی، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی

فرض کر رکھا ہے کہ اس کھانے کے لئے کورے برتن ہوں، جگہ لیپی ہوئی ہو، یہ سب خرافات اپنی ایجادات ہیں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے :۔

قُلْ اَرَئَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ۔ (سُورۂ یونس)

"آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے (اپنی من گھڑت سے) اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حصہ حلال قرار دے لیا آپ اُن سے پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے، یا محض اللہ ہی پر افترار کرتے ہو۔"

⑨ ایک صورت حد سے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی گناہ کا مخصوص عذاب تجویز کر لیا جائے جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ؐ میں مذکور نہ ہو، جیسا کہ بہت سے واعظ بیان کرتے پھرتے ہیں۔

⑩ یہ صورت بھی حد سے بڑھ جانے کی ہے کہ کسی چیز کے متعلق یہ طے کر لیا جائے کہ اس کا حساب نہ ہوگا، جبکہ حدیث میں اس کا ثبوت نہ ہو، جیسے مشہور ہے کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو نیا کپڑا یا نیا جوتہ پہن لیا جائے تو وہ بے حساب ہو جاتا ہے، اسی لئے بعض لوگ بہت سے جوڑے اس روز پہن لیتے ہیں، یہ سب غلط اور لغو ہے۔

(تلك عشرة كاملة)

یہ چند صورتیں حد سے آگے بڑھ جانے کی احقر نے لکھ دی ہیں، غور کرنے سے اور نکل سکتی ہیں، اللہ کی حدود سے آگے بڑھنا زبردست جرم ہے، قرآنِ مجید میں جگہ جگہ اس سے منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے :۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا۔ (بقرہ)

"یہ اللہ کی حدود ہیں اُن سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا۔"

اور فرمایا :۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا

"یہ اللہ کی حدود ہیں سو ان سے

تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
آگے مت نکلنا، اور جو اللہ کی حدود سے باہر نکل جائے سو ایسے ہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔"

اور فرمایا :۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝
"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری نہ کرے اور اس کی حدود سے آگے بڑھ جائے، اللہ اس کو آگ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لئے ذلیل کرنے والی سزا ہے۔"

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یہ جو فرمایا کہ وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا (اللہ تعالےٰ شانہ نے بہت سی چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے جو بھولنے کی وجہ سے نہیں ہے سو ان کو مت کرید و) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال بتائی ہیں اُن کو حلال سمجھو اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان کو عقیدہ اور عمل سے حرام سمجھو، حرام و حلال کے قواعد بھی بتا دیئے گئے ہیں، بوقتِ ضرورت اُن قواعد سے کام لو، اور جن چیزوں کے متعلق کوئی حکم صادر نہیں فرمایا تم خواہ مخواہ ان کی کرید میں مت پڑو، زمانۂ نبوّت میں بعض مرتبہ سوال کرنے پر احکام نازل ہو جاتے تھے، لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں کے بیان سے خاموشی ہے اُن کو مت کریدو، اللہ نے جس چیز کی ممانعت نہیں فرمائی اس کے متعلق یہ نہ سمجھو کہ العیاذ باللہ اللہ تعالےٰ کو سہو ہو گیا ہے جو اس کا حکم نازل نہیں فرمایا بلکہ اس نے تم پر رحم فرمایا کہ اس چیز سے نہیں روکا، اس کے کرنے پر تمہاری پکڑ نہ ہو گی، جب اللہ منع فرمانا چاہیں گے ممانعت نازل ہو جائے گی تم خود سوال کر کے ممانعت نازل ہونے کا باعث کیوں بنتے ہو؟ ممکن ہے کہ سوال کرنے پر ایسا حکم نازل ہو جائے جس کے کرنے سے جان چراؤ، اس وقت مجرم بنو گے، قرآن مجید میں ارشاد ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝ (مائدہ)

"اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جائیں، سوالات گذشتہ اللہ نے معاف کر دیئے اور اللہ بڑی مغفرت والے بڑے حلم والے ہیں، ایسی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر وہ ان باتوں کا حق بجا نہ لائے۔"

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی نیا حکم نازل ہونے کا احتمال ختم ہو گیا جس دین پر آپؐ نے چھوڑا ہے اس سب پر اتباع لازم ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا حج کرو، ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہؐ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا، حتیٰ کہ سائل نے تین مرتبہ جب یہی سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی واجب ہو جاتا اور تم اس پر عمل نہ کر سکتے، اس کے بعد فرمایا:۔

ذرونی ما ترکتم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلاف على انبيائهم فاذا امرتكم بشئ فأتوا منه ما استطعتم واذا

"میں جب تک (بغیر بتائے تم کو چھوڑے رکھوں) تم مجھے چھوڑے رکھو، (یعنی سوال مت کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ سوال بہت کرتے تھے اور اپنے پیغمبروں کے خلاف چلتے تھے، لہٰذا میں تم کو جب کسی چیز

نھیتکم عن شیٔ فدعوہ | کا حکم دوں جہاں تک ہو سکے اسے کرو
(رواہ مسلم) | اور جس سے روکوں اُس سے رُک جاؤ"۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پورا دین کامل و مکمل ہم کو دے کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں، حلال اور حرام اور جائز و ناجائز خوب واضح کر کے بتا دیا ہے اور جن چیزوں کے متعلق صریح حکم موجود نہیں ہے قواعد سے اُن کی حلّت و حرمت اور جواز و عدم جواز کا پتہ چل جاتا ہے، جو قرآن و حدیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا جن چیزوں کا حکم صریح قرآن و حدیث میں نہ ملے اور قرآن و حدیث کے قواعد کے ماتحت اُن کی حرمت اور عدم جواز کا فتویٰ نہ ملے ان کو جائز سمجھا جائے گا مثلاً ہم بہت سی ترکاریاں کھاتے ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے اور قواعدِ شرعیہ سے اُن کی حرمت بھی ثابت نہیں اس لئے اُن کا کھانا جائز ہے، اسی طرح ریل، ہوائی جہاز، بس کی سواری اور اُن دواؤں کا حکم جن کی ممانعت خصوصی یا قواعد کی رُو سے نہیں نکلتی ان کا استعمال درست ہے۔

كتابُ الوُضُوْءِ وَالغُسْلُ

وضو، غسل اور تیمم کا بیان

طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی

⑫ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃٌ مِّنْ غُلُوْلٍ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی نماز بغیر طہارت قبول نہیں کی جاتی اور کوئی صدقہ اس مال سے قبول نہیں ہوتا جو مالِ غنیمت سے چرایا گیا ہو۔" (مشکوٰۃ ص۳۸ از مسلم)

تشریح: اس حدیث میں دو باتیں بتائی ہیں، اوّل یہ کہ کوئی نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوگی اور مالِ حرام سے کوئی صدقہ قبول نہ ہوگا۔

حدیث میں غلول کا لفظ ہے، جو کافروں کا مال جہاد میں لوٹ لیا جائے اس کو مالِ غنیمت کہتے ہیں، اور اس میں سے بطور خیانت اور چوری کر لینے کو غلول کہتے ہیں، یہاں پر مالِ حرام مراد ہے، جو بھی مالِ حرام کسی کے پاس ہو اس کا صدقہ کرنے سے صدقہ قبول نہ ہوگا، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مالِ حرام سے صدقہ کرنے سے کفر کا خوف ہے۔

اور طہارت یعنی پاکی کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ۔ "یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں کو اور اچھی طرح پاکی حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

نماز صحیح ہونے کے لئے بدن، کپڑے اور جائے نماز کا پاک ہونا اور باوضو ہونا شرط ہے، اور جس پر غسل فرض ہے اس کی بھی نماز نہ ہوگی، جب تک غسل نہ کرے غسل فرض ہوتے ہوئے وضو کرنے سے بھی مطلوبہ طہارت حاصل نہ ہوگی جس سے نماز پڑھنا

درست ہو جائے۔

ذیل میں وضو اور غسل کا طریقہ اور فرائض وغیرہ لکھے جاتے ہیں، وضو اور غسل اور طہارت و نجاست کے تفصیلی احکام جاننے کے لئے "بہشتی زیور حصہ اول" کا مطالعہ کیجئے۔

وضو کے چار فرائض ① پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی لَو تک ایک بار منہ دھونا، ② دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت ایک بار دھونا ③ ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا ④ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت ایک ایک بار دھونا۔

وضو کی سُنّتیں ① اوّل نیّت کرنا ② شروع میں بسم اللہ پڑھنا ③ شروع میں دونوں ہاتھ کلائی تک دھونا ④ کلّی کرنا ⑤ مسواک کرنا ⑥ ناک میں تین بار پانی ڈالنا، یعنی سانس کے ساتھ نرم جگہ تک پانی لے جانا ⑦ پھر تین بار ناک جھاڑنا ⑧ تین تین بار دھونا ⑨ سارے سر اور کانوں کا مسح کرنا ⑩ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا ⑪ لگاتار اس طرح دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے اور دوسرا عُضو دُھل جائے ⑫ ترتیب وار دھونا کہ پہلے منہ دھوئے، پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے پھر پاؤں دھوئے، سنّت چھوڑنے سے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ثواب کم ملتا ہے۔

وُضو کے مستحبّات ① ہاتھ اور پاؤں دھونے میں داہنے سے شروع کرنا ② گردن کا مسح کرنا ③ قبلہ رُو ہو کر بیٹھنا ④ پہلے ہاتھ پاؤں تر ہاتھ سے مَل لینا (تاکہ دھوتے وقت خوب پانی پہنچ جائے ⑤ انگوٹھی کو خوب ہلا لینا اگر بغیر ہلائے پانی پہنچ جاتا ہو (اور اگر انگوٹھی تنگ ہو، بغیر ہلائے پانی نہ پہنچتا ہو تو اس کو اتار کر یا ہلا کر پانی پہنچانا فرض ہے)۔ ⑥ وضو کرتے وقت دوسرے سے مدد نہ لینا (یعنی اعضاءِ وضو پر دوسرے کا کا ہاتھ استعمال نہ کرنا ⑦ اونچی جگہ پر بیٹھنا ⑧ آنکھوں کے گوشوں کا اور ہر اس جگہ کا خاص خیال رکھنا جہاں پانی نہ پہنچنے کا کچھ احتمال رہ جائے ⑨ پاؤں بائیں

ہاتھ سے دھونا ⑩ وضو کے ختم پر دُعا پڑھنا۔

مکرُوہات وضو یہ ہیں جن سے بچنا چاہیئے

① ناپاک جگہ وضو کرنا ② سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنا ③ وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا ④ خلاف سُنّت وضو کرنا ⑤ پانی زیادہ بہانا یا اتنا کم خرچ کرنا کہ مسنون طریقہ پر وضو نہ ہو سکے ⑥ زور سے چھپکے مارنا۔

نواقضِ وضو ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ① پاخانہ کرنا ② پیشاب کرنا ③ ہوا خارج ہونا ④ خون یا پیپ نکل کر بہہ جانا۔ ⑤ مُنہ بھر کر قے ہونا ⑥ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سو جانا ⑦ مست یا بے ہوش ہو جانا ⑧ رکوع سجدہ والی نماز میں بالغ مرد یا عورت کا قہقہہ مار کر، یعنی اس طرح ہنسنا کہ قریب والا سُن سکے۔

وضو کا طریقہ وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پاک برتن میں پاک پانی لے کر پاک جگہ پر بیٹھو، اگر اونچی جگہ قبلہ رُو بیٹھنے کا موقع ہو تو یہ بہتر ہے اور آستین کہنیوں سے اوپر چڑھالو، پھر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو، اور تین بار گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوؤ، پھر تین مرتبہ کلّی کرو، اور مسواک کرو مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت مَل لو، پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر یعنی سانس کے ساتھ پانی اوپر کو نرم جگہ تک لے جا کر بائیں ہاتھ سے تین بار ناک صاف کرو، پھر تین مرتبہ مُنہ دھوؤ، مُنہ پر پانی زور سے نہ مارو، پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور اِدھر اُدھر دونوں کانوں کی لَو تک منہ دھولو، پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوؤ، پہلے داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھونا چاہیئے، پھر دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے یعنی بھگو کر سر کا مسح کرو، پھر کانوں کا مسح کرو، پھر گردن کا مسح کرو، پھر تین تین مرتبہ دونوں ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ، پہلے داہنا پاؤں، پھر بایاں پاؤں دھونا چاہیئے، پھر وضو کے بعد والی دُعا پڑھو، (دُعاؤں کے بیان میں وضو کی دُعائیں بھی آرہی ہیں)۔

سر کا مسح یہ اس طرح کرو کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں برابر ملا کر پیشانی کے بالوں پر رکھ کر پورے سر پر دونوں ہاتھ گذارتے ہوئے واپس پیشانی تک لے آؤ، اس کے بعد کانوں کے ظاہری حصّہ کا انگوٹھوں سے اور اندرونی حصّہ کا شہادت کی انگلی سے اس طرح مسح کرو کہ کانوں میں ہر جگہ انگلی پہنچ جائے اور سلوٹوں سے گذر جائے، اور دونوں انگلیاں کانوں کے سوراخوں میں داخل کر دو، اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرو، البتہ گلے کا مسح نہ کرو، کیونکہ یہ منع ہے۔

غسل کا مسنون طریقہ

جب غسل کا ارادہ کرے تو پہلے استنجار کرے، اور اگر کسی جگہ ظاہری نجاست لگی ہو تو اس کو دھولے، پھر وضو کرے جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں، اگر پختہ جگہ یا تخت یا پتھر پر غسل کر رہی ہو تو پاؤں بھی ابھی دھولے، اور اگر غسل کی جگہ کچی ہو تو ابھی پاؤں دھونا چھوڑ دے، پورا غسل کر کے آخر میں پاؤں دھو دے، وضو میں خوب مُنہ بھر کر کُلّی کرے، اگر روزہ نہ ہو تو غرارہ بھی کرے، اور ناک میں خوب صفائی کر کے سانس کے ساتھ جہاں تک نرم جگہ ہے وہاں تک تین بار پانی پہنچا دے، وضو کے بعد تھوڑا سا پانی لے کر سارے بدن کو مل لے، اس کے بعد تین بار سر پر پانی ڈالے، پھر داہنے کاندھے پر تین بار پھر بائیں کاندھے پر تین بار پانی ڈالے اور ہر جگہ خیال کر کے پانی پہنچا دے، بال برابر جگہ سوکھی رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر غسل کے بعد معلوم ہو کہ فلاں جگہ سوکھی رہ گئی ہے تو خاص اُسی جگہ کو دھولے، پھر سے پورا غسل دہرانے کی ضرورت نہیں۔

فرائض غسل فرائض غسل تین ہیں۔

① خوب حلق تک پانی سے مُنہ بھر ایک بار کُلّی کرنا۔

② ناک میں سانس کے ساتھ ایک بار پانی چڑھانا جہاں تک نرم جگہ ہے۔

③ تمام بدن پر ایک بار پانی بہانا۔

سننِ غسل

غسل کی سنّتیں یہ ہیں۔

① غسل کی نیت کرنا۔

② اوّلاً ظاہری ناپاکی دُور کرنا، اور استنجا کرنا۔

③ پھر وضو کرنا۔

④ بدَن کو ملنا۔

⑤ سارے بدن پر تین بار پانی بہانا (جس میں تین تین بار کلّی کرنا اور ناک میں پانی پہنچانا بھی شامل ہے)۔

مکروہاتِ غسل

مکروہاتِ غسل یہ ہیں۔

① بلاضرورت پانی بہانا۔

② یا اتنا کم پانی لینا کہ جس سے اچھی طرح موافقِ سنّت غسل نہ ہو سکے۔

③ ننگے ہونے کی حالت میں کسی سے بات کرنا۔

④ ننگے ہونے کی حالت میں قبلہ رو ہونا یا قبلہ کو پشت کرنا۔

وضو کے ضروری مسائل

مسئلہ، کسی کے ہاتھ پاؤں پھٹ گئے، اور پھٹن میں موم، روغن، یا اور کوئی دوا بھر لی، اور اس کے نکالنے سے ضرر ہوگا، تو اگر اس کے نکالے بغیر اوپر ہی اوپر پانی بہا دیا تو وضو ہو جائے گا۔

مسئلہ: وضو کرتے وقت ایڑی یا کسی اور جگہ پانی نہیں پہنچا، اور جب پورا وضو ہو چکا تب معلوم ہوا کہ فلانی جگہ سوکھی ہے تو وہاں پر فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ پانی بہانا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر ہاتھ یا پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے جس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے، تو پانی نہ ڈالے، وضو کرتے وقت اُس پر بھیگا ہوا ہاتھ پھیر لے، اس کو مسح کہتے ہیں۔ اور اگر مسح کرنا بھی نقصان کرے تو ہاتھ بھی نہ پھیرے، اتنی جگہ چھوڑ دے (نقصان کرنے نہ کرنے کا فیصلہ طبیب ماہر دیندار کی رائے اور ذاتی تجربہ سے ہوگا)۔

مسئلہ: اگر زخم پر پٹی بندھی ہو، اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی دقت اور تکلیف ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں ہے، پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہئے۔

مسئلہ: اگر پوری پٹی کے نیچے زخم نہیں ہے تو اگر پٹی کھول کر زخم کو چھوڑ کر باقی سب جگہ دھو سکے تو ایسا ہی کرے، اگر پٹی خود نہ کھول سکے اور کوئی دوسرا کھولنے باندھنے والا بھی نہیں ہے تو ساری پٹی پر مسح کر لے، جہاں زخم ہے وہاں بھی اور جہاں زخم نہیں ہے وہاں بھی۔

مسئلہ: جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس ہوتی ہے اور جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں، تو اگر ذرا سا خون نکلا کہ زخم کے منہ سے بہا نہیں، یا ذرا سی قے ہوئی، منہ بھر نہیں ہوئی، اور اس میں کھانا یا پانی یا پت یا جما ہوا خون نکلا تو یہ خون اور قے نجس نہیں ہے اس کا دھونا واجب نہیں ہے اور اگر منہ بھر قے ہوئی تو وہ ناپاک ہے

کسی جگہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو دھونا واجب ہے، منہ بھر قے ہو تو گلاس وغیرہ کو منہ لگا کر کلی نہ کرے، تاکہ برتن ناپاک نہ ہو، چلو میں پانی لے کر کلیاں کرے، دودھ پیتا بچہ اگر منہ بھر دودھ ڈال دے تو وہ بھی ناپاک ہو گا۔

مسئلہ: وضو کے بعد کسی کا ستر دیکھ لیا، یا اپنا ستر کھل گیا، یا ننگی ہو کر نہائی اور ننگے ہی وضو کیا، تو وضو درست ہے، ان سب صورتوں میں وضو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ کسی کا ستر دیکھنا یا اپنا دکھلانا سخت گناہ ہے اور حرام ہے۔

مسئلہ: اگر وضو کرنے کے بعد ناخن کاٹے، یا کسی جگہ کی کھال نوچ ڈالی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹا اور اس جگہ کو دوبارہ دھونا بھی ضروری نہیں۔ اگر وضو کرنا تو یاد ہے اور اس کے بعد وضو ٹوٹنا اچھی طرح یاد نہیں کہ ٹوٹا ہے کہ نہیں تو اس کا وضو باقی سمجھا جائے گا، اسی سے نماز درست ہے، لیکن وضو دوبارہ کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ: نابالغ بچے جو قرآن مجید پڑھتے ہیں اُن کو عادت ڈلوائی جائے کہ باوضو قرآن چھوئیں، لیکن اس بارے میں اُن پر سختی نہ کی جائے، وہ بے وضو بھی قرآن چھو سکتے ہیں، کیونکہ مکلف نہیں ہیں۔

غسل کے ضروری مسائل

مسئلہ: غسلِ فرض کی ادائیگی کے لئے خوب منہ بھر کر حلق تک پانی لے جا کر کلی کرنا اور جہاں تک ناک کا نرم حصہ ہے وہاں پانی پہنچانا اور کان میں پانی پہنچانا فرض ہے۔

مسئلہ: غسل کرتے وقت شروع میں جب بڑا استنجا کریں تو کھل کر بیٹھیں تاکہ جہاں تک پانی جا سکتا ہے چلا جائے، ایسے ہی عورت اپنے مقام خاص کی کھال میں پانی پہنچائے ورنہ غسل نہ ہو گا۔

مسئلہ: نتھ اور بالیوں کے سوراخوں میں بھی خوب خیال کر کے پانی پہنچاؤ، اگر پانی نہ پہنچا تو غسل نہ ہو گا، اگر انگوٹھی چھلے پہنے ہوئے ہوں اور وہ تنگ ہوں تو اُن کو بھی پانی ڈالتے وقت ہلا لو تاکہ پانی پہنچ جائے، بغلوں اور جانگوں میں بھی خیال کر کے پانی پہنچائیں۔

مسئلہ: اگر غسل میں کسی جگہ پانی پہنچانا بھول جائے تو یاد آنے کے بعد پورا غسل دُہرانا ضروری نہیں ہے، صرف اُسی جگہ پر پانی بہالے جو خشک رہ گئی تھی۔

مسئلہ: اگر ناخن میں آٹا بھر کر سوکھ گیا، پھر وضو یا غسل کیا اور پانی اندر پہنچ گیا تو وضو و غسل ہوگیا، ورنہ اُسے نکال کر ہاتھ دھو ڈالے۔

مسئلہ: اگر دانتوں پر مِسّی کی دھڑی جمی ہوئی ہے یا دانتوں کے اندر چھالیہ اٹکی ہوئی ہے تو اس کو نکال کر دانت صاف کر کے غسل کرے ورنہ غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ: نیل پالش جو آج کل ناخنوں پر لگائی جاتی ہے اس کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ رنگ نہیں ہے، بلکہ گاڑھی چیز ہے، جس کے اندر پانی نہیں پہنچتا۔

موزوں پر مسح کرنا

(۱۴) وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ اَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَسَاَلْتُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ اِيْتِ عَلِيًّا فَاِنَّهٗ اَعْلَمُهُمْ بِوُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَافِرُ مَعَهٗ فَاَتَيْتُهٗ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ يَوْمٌ وَّ لَيْلَةٌ لِلْمُقِيْمِ وَ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ وَّ لَيَالِيْهِنَّ لِلْمُسَافِرِ۔

(رواہ الطحاوی ورواہ مسلم عن شریح عن علی وفیہ تصریح بکونہ مرفوعًا)

ترجمہ: "حضرت شریحؒ (تابعی) نے بیان فرمایا کہ میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اُن سے معلوم کیا کہ موزوں پر مسح کی کیا مدت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم علیؓ کے پاس جاؤ کیونکہ علیؓ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وضو کو صحابہؓ میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان سے سوال کیا، انہوں نے بتایا کہ (موزوں کے مسح کی مدت) مقیم کے لئے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن تین رات ہے۔" (شرح معانی الآثار للامام الطحاوی، ص ۴۳)

تشریح اللہ پاک کے دین میں بڑی آسانیاں ہیں، انہی میں سے ایک یہ آسانی ہے کہ اگر چمڑے کے موزے وضو کرکے پہن لے پھر وضو ٹوٹ جائے تو اب وضو کرتے وقت موزے اتار کر پاؤں دھونا ضروری نہیں ہے بلکہ سر کے مسح سے فارغ ہو کر پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کر لینا کافی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ ایسے موزے ہوں جن سے دونوں پاؤں کے ٹخنے چھپے ہوئے ہوں۔

مسئلہ: جو مسافر شرعی ہو وہ تین دن تین رات اور جو گھر پر ہے وہ ایک دن ایک رات کے اندر اندر جتنی مرتبہ وضو کرے موزوں پر مسح کرلے، جب یہ مدّت گذر گئی تو اب موزے اتار کر پاؤں دھوئے بغیر وضو نہ ہوگا، اور یہ ایک دن ایک رات (مقیم کے لئے) اور تین دن تین رات (مسافر کے لئے) اس وقت سے شمار ہوں گے جس وقت موزے پہننے کے بعد وضو ٹوٹ جائے۔

مسافر شرعی سے مراد وہ شخص ہے جو ۴۸ میل کے سفر کے لئے اپنی بستی یا شہر سے نکل جائے، اگرچہ ہوائی جہاز کا سفر ہو، اگر گھر پر رہتے ہوئے موزوں پر مسح شروع کیا پھر ایک دن ایک رات پورا ہونے سے پہلے سفر شروع کر دیا تو تین دن تین رات کی مدّت پوری کر لے، اور اگر سفر میں موزے پہن کر مسح شروع کیا تھا اور ایک دن ایک رات پورا ہونے سے پہلے گھر پر پہنچ گئی تو ایک دن ایک رات پورا ہونے تک مسح کرے، اور اگر ایک دن ایک رات پورا ہو چکا ہے تو موزے اتار کر پاؤں دھولے اور ہر صورت میں مدت کی ابتداً اسی وقت سے ہوگی جب سے پاؤں دھو کر موزے پہننے کے بعد وضو ٹوٹا ہو۔

مسئلہ: موزے پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں تر کرکے پوری انگلیوں کو پاؤں کی انگلیوں پر رکھ کر پنڈلی تک ایک بار کھینچ کر لے جائے کم سے کم ہاتھ کی تین انگلیوں سے مسح کرے، اگر دو انگلیوں سے مسح کیا تو درست نہیں ہوا، مسح پوری انگلیوں سے کرے، صرف پوروں سے مسح نہ کرے۔

مسئلہ: وضو ٹوٹنے سے موزہ کا مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے، اور موزوں کے اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر ایک موزہ اتار دیا تو دونوں پیروں کا مسح ٹوٹ گیا، اسی طرح دونوں

موزوں یا ایک موزے کے اندر پانی بھر گیا تو بھی دونوں پاؤں کا مسح ٹوٹ گیا، اور اگر مسح کی مدّت ختم ہوگئی تب بھی مسح ٹوٹ گیا، ان تینوں صورتوں میں اگر وضو نہیں ٹوٹا ہے بلکہ صرف مسح ٹوٹا ہے تو صرف پاؤں دھو کر اوپر سے موزے پہن کر اسی وضو سے نماز پڑھی جا سکتی ہے، پورا وضو دُہرانا لازم نہیں۔

مسئلہ: جس پر غسل فرض ہو جائے، اس کے لئے موزوں کا مسح درست نہیں ہے اس پر فرض ہے کہ موزے اتار کر پاؤں دھوئے، اگرچہ مدّتِ مسح ابھی پوری نہ ہوئی ہو۔

مسئلہ: عام طور سے اُونی، سوتی یا نائیلون کے موزے پہنے جاتے ہیں، ان پر مسح درست نہیں ہے، البتہ اگر خوب موٹے ہوں تو اُن پر مسح جائز ہونے میں بڑی تفصیل ہے ضرورت کے وقت علماء سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کریں، کوئی معتبر عالم قریب میں نہ ہو تو پاؤں دھونے کا اہتمام کریں، تاکہ یقین کے ساتھ وضو ہو جائے۔

وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کرنا

(۱۵) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلٰثٍ جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا اِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَآءَ،

(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو (دوسری امتوں کے) لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ اوّل یہ کہ ہماری (نماز کی) صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنادی گئی ہیں۔ دوم یہ کہ ساری زمین ہمارے لئے مسجد بنادی گئی ہے (ایسی کوئی پابندی نہیں کہ مسجد ہی میں نماز ہوگی، بلکہ گھر، بازار، جنگل کسی بھی پاک جگہ نماز پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی) سوم یہ کہ زمین کی

مٹی ہمارے لئے پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے جبکہ ہم کو پانی نہ ملے "

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵، از مسلم)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی موجود نہ ہو تو وضو اور غسل کی جگہ تیمم کر لیا جائے قرآنِ مجید میں وضو اور غسل کا (اجمالی) طریقہ بتا کر ارشاد فرمایا ہے:۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى	" اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا
سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ	استعمال مضر ہو) یا حالتِ سفر میں
مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ	ہو (اور پانی نہ ہو) یا تم میں سے کوئی
النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً	استنجے سے آیا، یا تم نے بیویوں سے قربت
فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا	کی ہو، پھر پانی نہ پاؤ، تو پاک زمین
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ	کے استعمال کا قصد کرو، پس اپنے چہروں
وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ	اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس زمین
(سورۂ مائدہ)	پر سے (یعنی زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد)"

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ پاک زمین مسلمان کا وضو ہے، اگرچہ دس سال پانی نہ پائے، پس جب پانی مل جائے تو اپنے بدن پر (وضو یا غسل کی ضرورت کے اعتبار سے) استعمال کرے۔ (مشکوٰۃ)

جس طرح حدثِ اصغر (یعنی بعض چیزوں سے وضو ٹوٹ جانا) اور حدثِ اکبر (یعنی بعض چیزوں سے غسل فرض ہو جانا) نجاستِ حکمی ہے جو عقل سے سمجھ میں نہیں آتی۔ اسی طرح اس ناپاکی کو وضو یا غسل کے ذریعہ دور کرنا طہارتِ حکمی ہے جس کا سمجھ میں آنا ضروری نہیں، اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جس طرح وضو اور غسل سے پاکی ہو جاتی ہے اسی طرح بغیر شک کے تیمم سے بھی پوری پاکی حاصل ہو جاتی ہے، فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے تیمم کے مسائل لکھے ہیں، پس جس کو وضو یا غسل کرنے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے یا پانی تو ہو لیکن اس کے استعمال سے بیمار ہو جانے کا غالب خطرہ ہو، یا رسی یا ڈول یعنی کنوئیں سے پانی نکالنے کا سامان موجود نہ ہو، یا دشمن کا خوف

ہو، یا سفر میں پانی ایک میل کے فاصلہ پر ہو تو ان سب صورتوں میں وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کرلے۔

تیمّم کا طریقہ تیمّم میں نیّت فرض ہے، یعنی نیّت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے کے لئے یا نماز پڑھنے کے لئے تیمّم کرتی ہوں، نیّت کے بعد دونوں ہاتھوں کو پاک مٹّی پر مارے، پھر ہاتھ جھاڑ کر تمام مُنہ پر ملے اور جتنا حصّہ منہ کا وضو میں دھویا جاتا ہے اتنے حصّہ پر ہر جگہ ہاتھ پہنچائے، پھر دوبارہ مٹّی پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو کہنیوں تک ملے، داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے، اور بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے ملے، جتنی جگہ وضو میں دھوتے ہیں اس سب جگہ میں ہاتھ پہنچائے، انگلیوں کا خلال بھی کرے، اور انگوٹھی وغیرہ اتار کر تیمّم کرے تاکہ ہر جگہ ہاتھ پہنچ جائے، نتھنوں کے درمیان جو جگہ ہے اس پر بھی ہاتھ پھیرے۔

وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں ہے، اور جتنی پاکی وضو اور غسل سے ہوتی ہے اتنی ہی تیمّم سے بھی ہو جاتی ہے، تیمّم میں سر یا پاؤں پر مسح نہیں ہوتا، اور نہ کلّی اور ناک میں پانی پہنچانے کی جگہ کچھ کیا جاتا ہے۔

نواقضِ تیمّم جو چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے، نیز پانی کا ملنا اور اس کے استعمال پر قادر ہونا بھی تیمّم کو توڑ دیتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی پر غسل فرض ہے تو ایک تیمّم ہی کافی ہے، وضو اور غسل کی نیّت کرکے الگ الگ دو مرتبہ تیمّم کرنا لازم نہیں، ایک ہی تیمّم کرکے نماز پڑھ لے، اس کے بعد کوئی وضو توڑنے والی چیز پیش آجائے تو وضو کی جگہ تیمّم کرلے، اور اگر غسل کے لائق پانی ملے تو غسل کرلے، کیونکہ بقدرِ غسل پانی ملنے سے غسل کرنا فرض ہو جائے گا۔

یہاں ہم نے وضو، غسل اور تیمّم کی ضروری معلومات لکھ دی ہیں، تفصیل کے لئے اسی کتاب میں ختم کے قریب "کتاب الطہارۃ" دیکھو۔

چند صفحات کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ نماز کا مفصل بیان شروع ہوگا، لیکن اس سے پہلے پاکی، ناپاکی کی تفصیل اور اس سلسلہ کے ضروری مسائل لکھ دیتے ہیں، کیونکہ نمازیوں کو ان مسئلوں کا جاننا ضروری ہے۔

نجاستِ حکمی نجاستِ حکمی اُسے کہتے ہیں جو بظاہر دیکھنے میں نہ آئے لیکن شریعت کا حکم ہونے کی وجہ سے ناپاکی مان کر پاکی حاصل کرنا فرض ہوتا ہے۔

اس کی دو[۲] قسمیں ہیں۔

حَدَثِ اَکۡبَرۡ: یعنی غسل فرض ہونا۔

حَدَثِ اَصۡغَرۡ: یعنی وضو فرض ہونا، نماز درست ہونے کے لئے حَدثِ اکبر اور حدثِ اصغر دونوں سے پاک ہونا فرض ہے، وضو توڑنے والی چیزیں پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

نجاستِ حقیقی نجاستِ حقیقی وہ ہے جو دیکھنے میں آتی ہے اور شریعت نے اُسے ناپاک قرار دیا ہے، اور ایسی چیزوں کو عموماً آدمی بھی ناپاک اور گندہ سمجھتے ہیں، جیسے پیشاب، پاخانہ، شراب وغیرہ۔

نجاستِ حقیقی کی بھی دو قسمیں ہیں، نجاستِ[۱] غلیظہ، نجاستِ[۲] خفیفہ۔

نجاستِ غلیظہ: خون، آدمی کا پاخانہ اور پیشاب اور سُوَر کے جسم کا ہر حصہ حتیٰ کہ اس کے بال بھی، اور گھوڑے، گدھے، خچر کی لید، گائے، بیل، بھینس کا گوبر، بکری، بھیڑ کی مینگنی، مُرغی، بطخ، مرغابی کی بیٹ، کتے اور بلی کا پاخانہ اور پیشاب، گدھے اور خچر اور تمام حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں، اور چھوٹے دودھ پیتے بچّہ کا پاخانہ پیشاب بھی نجاستِ غلیظہ ہے۔

نجاستِ خفیفہ:۔ حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال چوپایوں مثلاً بکری، گائے، بھینس بَیل، اونٹ اور گھوڑے کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔

مسئلہ: مُرغی، بطخ اور مرغابی کے علاوہ حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، جیسے کبوتر، چڑیا، مینا وغیرہ۔

مسئلہ: مچھلی کا خون نجس نہیں، اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے، چاہے جتنا ہو، بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی، مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی ناپاک نہیں۔

مسئلہ: حلال جانور کو شریعت کے مطابق ذبح کرنے کے بعد جب اس کا خون نکل کر بہہ جاتا ہے تو بوٹیوں پر جو تھوڑا بہت خون لگا رہ جاتا ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ: نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اگر پھیلاؤ میں روپیہ کے برابر ہے یا اس سے کم ہو تو معاف ہے یعنی اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ ہے اور اگر روپیہ سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں ہے اس کے بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی، اور اگر نجاستِ غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ، تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے نماز درست ہے، اور اگر اس سے زیادہ لگ جائے تو بے دھوئے نماز درست نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر نجاستِ خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصّہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی، اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ بھر گیا ہو تو معاف نہیں ہے، اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب نماز درست ہے، اگر چوتھائی یا اس سے زائد میں لگی ہوگی تو نماز نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر نجاستِ خفیفہ ہاتھ میں لگی ہو تو اگر چوتھائی ہاتھ سے کم میں لگی ہو تو معاف ہے، یعنی اس کو دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی، اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اگر چوتھائی سے کم میں لگی ہو تو اس کے دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: کپڑے میں اگر نجس تیل لگ گیا جو ہتھیلی کے گہراؤ سے کم ہے تو اس کو

دھوئے بغیر نماز ہوجائے گی، لیکن اگر ایک دو دن میں پھیل کر زیادہ ہوجائے تو اب اس کے دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔

جھوٹے کا بیان

ہر آدمی کا جھوٹا پاک ہے چاہے مرد ہو چاہے عورت، چاہے مسلمان ہو چاہے کافر ہو، چاہے حیض و نفاس والی عورت ہو چاہے وہ مرد و عورت ہو جس پر غسل فرض ہے، اسی طرح ان سب کا پسینہ بھی پاک ہے، ہاں اگر منہ میں کوئی ظاہری نجاست مثلاً خون، شراب قے لگی ہو تو جب تک یہ چیزیں کلی کرکے پاک کرنے یا لعاب سے صاف کرنے سے ختم نہ ہو جائیں اس وقت تک مُنہ پاک نہ ہوگا، اور مُنہ پاک ہونے سے پہلے جھوٹا بھی پاک نہ ہوگا

مسئلہ: کتا، سُور، شیر، بھیڑیا، بندر، گیدڑ، اور جتنے حیوان چیر پھاڑ کر کھانے والے ہیں ان سب کا جھوٹا ناپاک ہے۔

مسئلہ: بلی اور چوہے کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے، ہاں اگر بلی نے چوہا کھایا اور فوراً آکر برتن میں منہ ڈال دیا تو ناپاک ہوجائے گا، اور اگر تھوڑی دیر ٹھہر کر زبان سے مُنہ چاٹ کر برتن میں مُنہ ڈالا تو ناپاک نہیں ہوگا بلکہ مکروہ ہی رہے گا، بلی کے جھوٹے سے وضو کرنا درست ہے لیکن اگر اس کے علاوہ دوسرا پانی موجود ہو تو بہتر یہ ہے کہ بلی کے جھوٹے پانی سے وضو نہ کرے اُسی دوسرے پانی سے وضو کرے۔

مسئلہ: بلی اگر دودھ یا سالن میں مُنہ ڈال دے تو اگر صاحبِ حیثیت ہے تو وہ کھانے سے پرہیز کرے یہ بہتر ہے، اور اگر غریب آدمی ہے تو کھا پی لے، اگر چوہے نے کسی جگہ سے روٹی کو کتر دیا تو وہاں سے تھوڑی سی روٹی توڑ ڈالے پھر کھائے۔

مسئلہ: کھلی ہوئی مُرغی جو اِدھر اُدھر پھرتی ہے، اور ہر طرح کی پاک و ناپاک چیزیں کھاتی ہے اُس کا جھوٹا مکروہ ہے، بشرطیکہ اس کی چونچ پر ناپاکی کا یقین نہ ہو، اور اگر اس کی چونچ ناپاک ہونے کا یقین ہو تو چونچ ڈالنے سے پانی سالن وغیرہ ناپاک ہوجائے گا، اور جو مرغی بند رہتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ بھی نہیں بلکہ بلا کراہت پاک ہے۔

مسئلہ: شکار کرنے والے پرندے جیسے شکرہ، باز وغیرہ اُن کا جھوٹا بھی مکروہ ہے،

لیکن ان میں سے جو پالتو ہو اور بند رہتا ہو، مُردار نہ کھاتا ہو اور اس کی چونچ میں ناپاکی نہ ہونے کا یقین ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

مسئلہ: حلال جانور جیسے مینڈھا، بکری، گائے، بیل، بھینس، ہرنی وغیرہ اور حلال پرندے جیسے فاختہ، طوطا، مینا، چڑیا ان سب کا جھوٹا پاک ہے، اور گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

مسئلہ: جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے اُن کا پسینہ بھی پاک ہے، اور جن کا جھوٹا نجس ہے ان کا پسینہ بھی نجس ہے، اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر بلّی نے کسی کا ہاتھ چاٹ لیا تو اس کو دھو کر نماز پڑھنا چاہئے، لیکن اگر بغیر دھوئے نماز پڑھ لی تب بھی نماز ہو جائے گی، البتہ پانی ہوتے ہوئے ہاتھ دھوئے بغیر نماز پڑھ لینا اچھا نہیں۔

مسئلہ: اپنے شوہر اور محرم مردوں کے علاوہ دوسرے مَردوں کا جھوٹا کھانا مکروہ ہے اگر لاعلمی میں ایسا ہو جائے تو خیر کوئی ڈر نہیں۔

مسئلہ: کُتّے کا جھوٹا ناپاک ہے، اگر پانی یا سالن میں مُنہ ڈال دے تو برتن سے سالن اور پانی کو پھینک دے، اور برتن کو کم از کم تین بار دھوئے، ایسا کرنے سے پاک ہو جائے گا لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے برتن کو سات بار دھوئے اور ایک بار مٹی بھی مَلے، اگر کتّے کا لعاب کپڑے میں لگ جائے تو وہ بھی تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر کتّا یوں ہی بدن یا کپڑے سے چھُو جائے، لعاب نہ لگے تو بدن اور کپڑا پاک رہے گا۔

استنجا کے مسائل

مسئلہ: پیشاب پاخانہ کے بعد خوب اچھی طرح دھوئے جس سے ناپاکی دُور ہو جانے کا یقین ہو جائے، کم از کم تین مرتبہ تو ضرور دھوئے، اور اگر ناپاکی دُور نہ ہو تو اس سے زیادہ دھوئے اور داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کرے، پیشاب پاخانہ اور استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف مُنہ یا پشت کر کے نہ بیٹھے۔

مسئلہ: پیشاب پاخانہ کرتے وقت بات کرنا منع ہے، راستہ میں اور لوگوں کے

اُٹھنے بیٹھنے کی جگہوں میں اور تالاب کے گھاٹ پر پیشاب پاخانہ نہ کرے۔

مسئلہ: سوراخ میں بھی پیشاب و پاخانہ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ: ہڈی سے اور لید سے اور ان چیزوں سے استنجا نہ کرے جن کو آدمی اور جانور کھاتے ہیں۔

کنویں کے مسائل

مسئلہ: کنویں میں اگر نجاستِ غلیظہ یا خفیفہ گر جائے، یا کوئی بہتے خون والا جانور گر کر مر جائے یا ایسا جاندار گر جائے جس کا جھوٹا ناپاک ہے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا، اور کنویں کا تمام پانی نکال دینے سے پاک ہو جائے گا۔ اگر آدمی یا بکری یا ان کے برابر یا اُن سے بڑا کوئی جاندار کنویں میں گر کر مر جائے یا بہتے خون والا کوئی جان دار کنویں میں مر جائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے اگرچہ چھوٹا جانور ہو، مثلاً چوہا ہی ہو یا کُتّا، بلّی، آدمی، گائے بکری کنویں میں پیشاب کر دے تو ان سب صورتوں میں تمام پانی نکالا جائے، تمام پانی نکال لنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا نکالیں کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے۔

مسئلہ: کبوتر، بلّی، مُرغی یا اتنا ہی بڑا کوئی جاندار کنویں میں گر کر مر گیا لیکن پھُولا یا پھٹا نہیں، تو چالیس[۴۰] ڈول پانی نکالا جائے اور ساٹھ[۶۰] ڈول نکال دیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ: اور اگر چوہا، چڑیا یا اتنا ہی بڑا کوئی جاندار کنویں میں گر کر مر جائے تو بیس[۲۰] ڈول پانی نکالا جائے، اور اگر تیس[۳۰] ڈول نکال دیں تو بہتر ہے۔

تنبیہ: جتنا پانی نکالنا ہو پہلے نجاست کو نکال لیں، اگر نجاست نکال لنے سے پہلے پانی نکال دیا تو کنواں پاک نہیں ہوا۔

فائدہ: جس کنویں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے اسی کے حساب سے گنتی کی جائے اور جتنا پانی نکالنا ہے اس کے نکال لنے سے کنواں، ڈول، رسّی سب پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ: اگر کنویں میں درختوں کے پتے گر جائیں اور پانی کا رنگ، بو، مزہ بدل جائے تب بھی اس سے وضو اور غسل درست ہے، بشرطیکہ پانی کا اپنا پتلا پن باقی رہے۔

پانی کے ضروری مسائل

مسئلہ: اگر جنگل میں کہیں تھوڑا پانی ملا تو خواہ مخواہ محض وہم اور وسوسہ کی بنیاد پر اُسے ناپاک نہ کہیں جب تک ناپاکی کا یقین نہ ہوجائے اُسے پاک سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: گھڑے یا لوٹے یا مٹکے میں اگر نجاستِ غلیظہ یا خفیفہ گر جائے تو وہ برتن اور پانی ناپاک ہوجائے گا اور جو پانی بہہ رہا ہو جس کی رفتار کم از کم اتنی ہو کہ گھاس اور تنکے لے جا سکتا ہے اس میں اگر ناپاکی گر جائے تو اُسے اس وقت تک ناپاک نہ کہیں گے جب تک اس کا رنگ، بو، مزہ نہ بدل جائے اور ایسا بڑا تالاب یا حوض جو دس ہاتھ لمبا دس ہاتھ چوڑا ہو اور کم از کم اتنا گہرا ہو کہ چلو بھر کر پانی لیں تو زمین نہ کھلے، اور پاک پانی سے بھرا ہوا ہو تو یہ بھی بہتے ہوئے پانی کے حکم میں ہے، ایسے حوض اور تالاب کو "دہ دردہ" کہتے ہیں، اگر اس میں ایسی نجاست گر جائے جو گرنے کے بعد دکھائی نہ دے، جیسے پیشاب، شراب، تو اس میں چاروں طرف وضو کرنا درست ہے، لیکن خاص اسی جگہ سے پانی نہ لے جہاں ناپاکی ہونے کا یقین ہو، اور اگر اس میں ایسی نجاست گر جائے جو گرنے کے بعد نظر آتی ہے، جیسے مُردہ کُتّا، تو وہ جس طرف پڑا ہو اس طرف وضو نہ کرے اس میں دوسری کسی طرف وضو کیا جا سکتا ہے، اگر اتنے بڑے حوض یا تالاب میں ناپاکی گر جائے اور اس کی وجہ سے پانی کا رنگ یا مزہ بدل جائے یا بُو آنے لگے تو یہ بھی ناپاک ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی حوض یا تالاب ایسا ہے جو بیس ۲۰ ہاتھ لمبا اور پانچ ہاتھ چوڑا ہے، ایسا حوض بھی دہ دردہ کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی پانی دہ دردہ سے کم ہو جیسے گھروں کے برتنوں میں رکھا رہتا ہے یا عام طور سے ٹینکیوں میں بھرا رہتا ہے، اگر اس میں ناپاکی گر جائے تو وہ ناپاک ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگر پانی دہ دردہ سے کم ہے اور اس میں ایسی کوئی چیز مر جائے جس میں بہتا ہوا خون نہیں تو اس سے پانی نجس نہیں ہوتا، جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، شہد کی مکھی وغیرہ اور جو چیز پانی ہی میں پیدا ہو، اور پانی ہی میں اس کی بود و باش ہو جیسے مچھلی، مینڈک، کچھوا، کیکڑا وغیرہ تو پانی میں اس کے مر جانے سے پانی ناپاک نہ ہوگا لیکن اگر خشکی میں رہنے والا مینڈک پانی میں مر جائے اور اس میں خون ہو تو پانی ناپاک ہوجائے گا، اور بطخ اور مرغابی اگر پانی میں مر جائے تو بھی پانی ناپاک ہوجائے گا۔

متفرق مسائل

مسئلہ: بچھونے کا ایک کونہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک کونہ پر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ: نجس بچھونے پر سوئے اور پسینہ سے وہ کپڑا نم ہوجائے تو کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا، ہاں اگر اتنا بھیگ جائے کہ بچھونے میں سے کچھ نجاست چھوٹ کر کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ: نجس مہندی ہاتھوں پیروں میں لگائی تو تین دفعہ خوب دھوڈالنے سے ہاتھ پاؤں پاک ہو جائیں گے، رنگ کا چھڑانا واجب نہیں۔

مسئلہ: نجس سُرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں ہاں اگر پھیل کر آنکھ کے باہر آگیا ہو تو اس کا دھونا واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر لکڑی کا تختہ ایک طرف سے نجس ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے تو اگر اتنا موٹا ہے کہ بیچ سے چِر سکتا ہے تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے' اور اگر اتنا موٹا نہ ہو تو جب تک پاک نہ کر لیا جائے اس پر نماز درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: دو تہہ کا کپڑا ہے' اور ایک تہہ نجس ہے' دوسری پاک ہے تو اگر دونوں تہیں سلی ہوئی نہ ہوں تو پاک تہہ کی طرف نماز پڑھنا درست ہے' اور اگر دونوں سلی ہوئی ہوں تو پاک تہہ پر بھی نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: چھوٹا بچہ یا کوئی دیوانہ یا فاسق یا کافر پانی میں ہاتھ ڈال دے تو اس پانی کو پاک ہی سمجھیں گے' ہاں اگر یہ یقین ہو کہ ناپاک ہاتھ پانی میں ڈال دیا تو ناپاک ہو جائے گا، اسی طرح کافروں کی بنائی ہوئی مٹھائی اور ان کا پکایا ہوا کھانا اور بنایا ہوا کپڑا ان سب کو اس وقت تک پاک سمجھیں گے جب تک کہ ناپاکی کا یقین نہ ہو' لیکن اگر پرہیز کرے تو بہتر ہے' البتہ ان لوگوں کا پکایا ہوا گوشت نہ کھائے اور نہ وہ چیز کھائے جس میں گوشت پڑا ہوا ہو۔

مَسئلہ: نجاستوں سے جو بخارات اُٹھیں اور بدن اور کپڑوں کے اوپر سے گذریں تو ان کی وجہ سے ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

مَسئلہ: پھلوں میں جو کیڑے پڑ جاتے ہیں وہ پاک ہیں، لیکن اگر اُن میں جان پڑ گئی ہو تو اُن کا کھانا درست نہیں ہے، بہت سے لوگ کیڑوں سمیت گولر کھا جاتے ہیں یہ جائز نہیں، اگر سرکہ میں کیڑے پڑ جائیں تو چھان کر سرکہ کھالیں، کیڑوں کو نہ کھائیں، اگر کھانا، گوشت شوربا، حلوہ وغیرہ سڑ جائے تو سڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا، البتہ جو نقصان دے اس کا کھانا درست نہیں ہے۔

مَسئلہ: حلال جانور کا انڈا بھی پاک اور حلال ہے، لیکن گندا انڈا کھانا حلال نہیں۔ اگر حلال جانور کا انڈا گندا ہو گیا اور اسی طرح صحیح سالم جیب میں رکھے ہوئے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، لیکن اگر وہ ٹوٹ گیا تو ناپاک مانا جائے گا اور اس سے کپڑا اور بدن بھی ناپاک ہو جائے گا۔

مَسئلہ: دودھ دُوہتے وقت اگر ایک دو مینگنی یا ذرا سا گوبر جو ایک دو مینگنی کے بقدر ہو، دودھ کے برتن میں گر جائے تو اس سے دودھ کو ناپاک نہ کہا جائے گا اور اس کا پینا جائز ہے، بشرطیکہ فوراً نکال دیا ہو۔

مَسئلہ: جس پانی سے وضو اور غسل کر لیا وہ پاک ہے (بشرطیکہ اس سے حقیقی نجاست دور نہ کی گئی ہو) لیکن باوجود پاک ہونے کے اس سے دوبارہ وضو اور غسل نہیں ہو سکتا۔

مَسئلہ: اگر تنور ناپاک ہو جائے تو اُس میں آگ جلا دینے سے پاک ہو جائے گا، بشرطیکہ آگ کی وجہ سے نجاست کا اثر ختم ہو جائے۔

مَسئلہ: ناپاک تیل یا ناپاک چربی سے اگر صابون بنا لیا جائے تو وہ صابون پاک ہے۔

مَسئلہ: اگر کسی نے فصد کھلوائی یا کسی جگہ آپریشن کرایا اور اس جگہ خون یا پیپ لگ گئی، اور پانی سے دھونا نقصان کرتا ہے تو تین بار پانی میں تر کئے ہوئے کپڑے سے پونچھ دینے سے پاک ہو جائے گا، لیکن ہر بار دوسرا کپڑا لے۔

مَسئلہ: اگر بیمار کا بستر نجس ہے، لیکن اس کے بدلنے میں بہت تکلیف ہو گی

تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے ۔

مسئلہ : سانپ کی کینچلی پاک ہے ۔

مسئلہ : مردہ جانور حلال ہو یا حرام شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو یا اپنی موت مرا ہو اس کے سینگ اور بال اور ہڈی یہ چیزیں پاک ہیں، اگر پانی میں گر جائیں تو پانی ناپاک نہ ہو گا، اگر ان میں سے کوئی چیز جیب وغیرہ میں ہوتے ہوئے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، لیکن ان چیزوں کو اس وقت پاک سمجھا جائے گا جبکہ ان پر چکنائی یا خون نہ لگا ہو اور مُردہ جانور کے بالوں کی جڑیں ناپاک ہیں، جو اندر سے نکلتی ہیں، کیونکہ اُن پر چربی ہوتی ہے۔

مسئلہ : ہاتھی کا دانت بھی پاک ہے، اس کے چاقو وغیرہ کے دستے بنا کر استعمال کرنا درست ہے ۔

مختلف چیزوں کے پاک کرنے کے طریقے

نجاست اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے خواہ گاڑھی ہو جیسے پاخانہ، خواہ پتلی بہنے والی نجاست ہو جیسے پیشاب اور ناپاک پانی، بہر حال دھونے سے پاک ہو جاتی ہے ۔

مسئلہ : اگر جسم والی نجاست لگ جائے جو پانی پڑ کر بھی علیحدہ نظر آتی ہے اور سُوکھ کر جم جاتی ہے، جیسے پاخانہ، خون تو اتنا دھوئے کہ نجاست چھُوٹ جائے، اور دھبہّ جاتا رہے، چاہے جتنی دفعہ میں چھوٹے، جب نجاست چھُوٹ جائے گی تب کپڑا پاک ہو جائے گا، اور اگر بدن میں ایسی نجاست لگ گئی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر پہلی ہی دفعہ میں نجاست چھوٹ گئی تو دو مرتبہ اور دھو لینا بہتر ہے، اور اگر دو مرتبہ میں چھوٹی تو ایک مرتبہ اور دھوئے، غرضیکہ تین مرتبہ پورا کر لینا بہتر ہے ۔

مسئلہ : اگر کئی مرتبہ دھونے اور نجاست کے چھوٹ جانے پر بھی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہّ رہ گیا تب بھی کپڑا پاک ہو گیا، صابن وغیرہ لگا کر دھبہّ چھڑانا اور بدبو دور کرنا ضروری نہیں ۔

مسئلہ : اگر ایسی نجاست لگ گئی جو جسم والی نہیں ہے، یعنی سُوکھ کر نظر نہیں

آتی اور پانی پڑکر علیحدہ نہیں دکھی جاسکتی، جیسے پیشاب اور ناپاک پانی) تو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑے، اور تیسری مرتبہ اپنی طاقت بھر خوب زور سے نچوڑے، ایسا کرنے سے کپڑا پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگر نجاست ایسی چیز میں لگی ہے جس کو نچوڑا نہیں جاسکتا جیسے لحاف، قالین، چٹائی وغیرہ تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھوکر ٹھہر جائے جب پانی ٹپکنا بند ہوجائے پھر دھوئے، پھر جب پانی ٹپکنا بند ہوجائے تب پھر دھوئے اسی طرح تین دفعہ دھوئے، تو وہ چیز پاک ہوجائے گی۔

مسئلہ: اگر جوتے اور چمڑے کے موزے میں جسم والی نجاست لگ کر سوکھ جائے جیسے گوبر، پاخانہ، خون وغیرہ تو زمین پر خوب گھس کر نجاست چھڑا ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے، ایسے ہی کھرچ ڈالنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے۔

اور اگر مذکورہ نجاست سوکھی نہ ہو تب بھی اتنا رگڑ ڈالے اور گھس دے کہ نجاست کا نام ونشان باقی نہ رہے، ایسا کرنے سے بھی جوتا اور موزہ پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ: اور اگر پیشاب کی طرح نجاست جوتے میں یا چمڑے کے موزے میں لگ گئی جو جسم والی نہیں ہے تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ: آئینہ کا شیشہ اور چھری چاقو، چاندی سونے کے زیور، تانبے، لوہے گلٹ، شیشہ کی چیزیں اگر نجس ہوجائیں تو خوب پونچھ ڈالنے اور رگڑ دینے سے یا مٹی سے مانجھ دینے سے پاک ہوجاتی ہیں، لیکن اگر نقشین چیزیں ہوں تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوں گی، (کیونکہ نجاست نقش ونگار کے اندر گھس جائے گی جو رگڑنے سے نہیں نکلے گی۔

مسئلہ: زمین پر نجاست پڑگئی، پھر ایسی سوکھ گئی کہ نجاست کا نشان بالکل جاتا رہا نہ تو نجاست کا دھبہ ہے نہ بدبو آتی ہے، تو اس طرح سوکھ جانے سے زمین پاک ہوجاتی ہے، لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں، البتہ نماز پڑھنا درست ہے جو اینٹیں یا پتھر چونے یا گارے سے زمین میں خوب جما دیئے گئے ہوں اُن کا بھی یہی حکم ہے، کہ سوکھ جانے اور نجاست کا نشان نہ رہنے سے پاک ہوجائیں گے۔

مسئلہ: جو اینٹیں زمین پر فقط بچھا دی گئی ہیں، چونہ یا گارے سے اُن کی جڑائی

نہیں کی گئی ہے وہ سُوکھنے سے پاک نہ ہوں گی، پاک کرنے کے لئے اُن کا دھونا لازم ہے۔

مسئلہ: اور اگر زمین کو دھو دیا جائے یعنی اتنا پانی بہا دیا جائے جس سے نجاست کے چلے جانے کا یقین ہو جائے تب بھی پاک ہو جاتی ہے، اگر زمین کو اس طرح پاک کیا جائے تو اس پر نماز اور تیمم دونوں درست ہیں۔

مسئلہ: نجس چاقو، چھُری اگر دہکتی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ: نجس مٹی سے جو برتن کمہار بناتا ہے تو جب تک وہ کچے ہیں ناپاک ہیں، جب پکالئے گئے تو پاک ہو گئے۔

مسئلہ: مٹی سے بنا ہوا کورا برتن اگر ناپاک ہو جائے تو چونکہ وہ ناپاکی کو جذب کر لیتا ہے اس لئے اس کو یوں ہی دھو دینا کافی نہیں، بلکہ اس کو اس طرح پاک کریں کہ اس میں پانی بھر کر رکھ دیں، جب نجاست کا اثر پانی میں آجائے تو پانی گرا کر پھر بھر کر رکھ دیں، اور اسی طرح برابر کرتے رہیں، یہاں تک کہ جب نجاست کا اثر، رنگ، بُو مزہ ختم ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: نجس رنگ میں کپڑا رنگا تو اتنا دھو دے کہ پانی صاف آنے لگے، ایسا کرنے سے وہ پاک ہو جائے گا، چاہے کپڑے سے رنگ چھُوٹے یا نہ چھُوٹے۔

مسئلہ: جو تیل یا گھی یا چربی کسی وجہ سے ناپاک ہو جائے اور کسی کپڑے یا جسم میں لگ جائے تو اس کو اس قدر دھویا جائے کہ صاف پانی آنے لگے، اس طرح سے بدن اور کپڑا پاک ہو جائے گا، اگرچہ چکناہٹ باقی رہ جائے۔

مسئلہ: گوبر کے کنڈے اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے، اور اُن کا دُھواں بھی پاک ہے، روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے بھیگا ہوا پاجامہ پہن لیا، اور ہوا خارج ہو کر گیلے کپڑے کو لگ گئی تو اس سے کپڑا ناپاک نہ ہو گا۔

باب

کتابُ الصَّلوٰۃ

نماز کی فرضیت اور اہمیت

(۱۶) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: فرمایا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور نماز (نہ پڑھنے) پر اُن کی پٹائی کرو۔ جبکہ وہ دس سال کے ہو جائیں اور اُن کے بستر الگ الگ کر دو (یعنی لڑکوں اور لڑکیوں کو ساتھ نہ سُلاؤ[1])
(مشکوٰۃ شریف ص ۵۸ بحوالہ ابوداؤد)

تشریح: ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو اُن کو نماز سکھاؤ۔ اور اس حدیث میں ارشاد ہے کہ جب سات سال کے ہو جائیں تو اُن کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔ دونوں حدیثوں کو ملا کر معلوم ہوا کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو اُن کو نماز سکھائیں اور پڑھنے کی بھی تاکید کریں۔ البتہ سختی اس وقت کریں جب دس سال کے ہو جائیں اس وقت نماز نہ پڑھیں تو اُن کی پٹائی کریں۔

اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے۔ قرآن و حدیث میں نماز کی سخت تاکید وارد ہوئی ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور اس کا نہ پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ سورۂ روم میں ارشاد ہے۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ یعنی نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ بنو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

---

[1] یہ نصیحت بہت اہم ہے اس پر سختی سے عمل کریں۔ تجربہ کار لوگ اس کی اہمیت سمجھتے ہیں۔

اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ۔ یعنی ہمارے اور کافروں کے درمیان جو اصلی اور واقعی فرق ہے وہ نماز پڑھنے نہ پڑھنے کا فرق ہے پس جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کا کام کیا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا:

اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ مَكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔

(رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: میرے دوست سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھے خاص طور پر نصیحت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بنانا اگرچہ تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تو جلا دیا جائے اور فرض نماز قصداً نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے (نماز کا وقت ہوتے ہوئے) اپنے ارادے سے نماز فرض چھوڑ دی تو اس سے (اللہ کا) ذمہ بری ہو گیا۔ (یعنی دنیا و آخرت میں اُسے عذاب اور تکلیف اور ذلت سے بچانے کی کوئی ذمہ داری اللہ پر نہیں رہی) اور شراب نہ پی کیونکہ وہ ہر گناہ کی کنجی ہے۔[1]

فرائض اسلام میں نماز کا مقام

اسلام کے فرائض اور اعمال تو بہت ہیں مگر نماز کو جو مقام دیا گیا ہے اس کی وجہ سے نماز کی اہمیت بہت زیادہ ہے، نماز کا بلند مرتبہ اس سے سمجھ لو کہ دوسرے فرائض کا یہیں زمین پر رہتے ہوئے حکم دے دیا گیا اور نماز کے لئے خدائے پاک وحدہٗ لاشریک نے یہ اہتمام فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرا کر عالم بالا میں عطا فرمائی اور اسلام کے فرائض میں دنیا میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی اور آخرت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہو گا بلکہ آخرت کی کامیابی اور بامرادی کا مدار ہی نماز کے ٹھیک نکلنے

---

[1] مشکوٰۃ عن ابن ماجہ۔

پر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: قیامت کے دن بندہ کے اعمال کا جو حساب ہوگا اُن میں سب سے اوّل نمبر پر نماز ہے۔ سو اگر نماز ٹھیک نکلی تو (بندہ) کامیاب اور بامراد ہوگا اگر نماز خراب نکلی تو ناکام ہوگا اور خسارہ میں پڑے گا یعنی نقصان اٹھائے گا۔

خلاصہ یہ کہ نماز سب سے پہلے فرض ہوئی اور سب سے پہلے اس کا حساب ہوگا اور میدانِ قیامت میں کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ نماز کے ٹھیک اور بے ٹھیک ہونے پر ہوگا۔

بہت سے لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر اپنے کو نمازیوں سے بہتر اور پکا جنتی سمجھتے ہیں اُن کو شیطان نے یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ نماز نہیں پڑھتے تو کیا ہے دوا تو مفت دیتے ہیں، گشتی شفاخانے میں فری کام کرتے ہیں اور فلاں طریقہ پر مخلوق کی خدمت انجام دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ حالانکہ نماز نہیں تو کچھ بھی نہیں نماز کے بغیر دوسرے عمل مقبول ہی نہ ہوں گے۔

آخرت کی کامیابی سب سے بڑی کامیابی ہے

جو لوگ دین اسلام کے پیرو ہیں۔ قرآن و سنّت کو حق مانتے ہیں اُن کے نزدیک آخرت کی کامیابی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ آخرت کی کامیابی نماز میں ہے تو نماز کو پابندی سے پڑھنا سارے کاموں سے بڑھ کر ہوا۔ نماز کی وجہ سے ذرا سے آرام میں فرق آتا ہو، کسی دنیاوی کام میں تھوڑا بہت نقصان ہو جاتا ہو تو عقلمند آدمی کے لئے آخرت کی بے انتہا کامیابی کے سامنے اس کی کچھ حقیقت نہیں، ذرا جنّت کی نعمتوں اور وہاں کے محلوں، باغوں اور نہروں اور سونے کے درختوں کا خیال کرو۔ پھر دوزخ کی آگ کا تصوّر کرو جو دنیا کی آگ سے ۶۹ درجہ زیادہ گرم ہے۔ یہ غور

کر کے حساب لگاؤ کہ ایسی آگ سے بچنے اور ایسی ایسی نعمتیں ملنے کے لئے اگر نماز کی پابندی کرنے میں کچھ نیند قربان ہو جائے اور کھیل میں فرق آجائے یا بالفرض حقیر دنیا کا کم یا زیادہ کچھ نقصان ہو جائے تو اس کو برداشت کر کے نماز پڑھ لینا عقلمندی ہے یا نہیں ہے؟

یہ جو فرمایا کہ "نماز ٹھیک نکلی تو آخرت میں کامیاب اور بامراد ہوگا ورنہ ناکام ہوگا اور خسارہ میں رہے گا" اس کا مطلب بہت وسیع ہے۔ حساب کے وقت نماز کا ٹھیک نکلنا یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے موت آنے تک پابندی سے سب نمازیں ادا کی ہوں وقت سے بے وقت کر کے نہ پڑھی ہوں۔ فرائض اور سنن اور مستحبات کا خیال رکھا ہو۔ نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہو (ثنا، تشہد، سورۂ فاتحہ اور دوسری سورتیں) صحیح یاد کی ہوں تاکہ نماز صحیح ہو سکے۔ ان باتوں کا خیال رکھ کر نماز پڑھنا کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اور ان باتوں میں جس قدر کمی ہوگی اسی قدر ناکامی کا سامنا ہوگا۔ فرائض کے چھوٹ جانے سے تو نماز بالکل ہی نہیں ہوتی اور واجبات کے ترک ہو جانے پر بھی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور سنن و مستحبات اور آداب کے کم ہونے یا چھوٹ جانے سے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

ایک نماز کی قیمت کس قدر ہے

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلَّذِیْ تَفُوْتُہٗ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ۔ (بخاری وغیرہ)

ترجمہ: جس کی عصر کی (ایک) نماز جاتی رہی (اُس کا اس قدر نقصان ہوا کہ) جیسے اُس کے اہل و اولاد اور سارا مال ختم ہو گیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے ان نمازوں کا وضو اچھی طرح کیا اور اُن کو بروقت پڑھا اور ان کا رکوع و سجدہ پوری طرح ادا کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذمّہ اور اس کا عہد ہے کہ اللہ اُس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اُس کے لئے اللہ کے ذمّے کوئی عہد (بخشش کا) نہیں چاہے بخشے چاہے عذاب دے۔ (مشکوٰۃ شریف)

نمازی کا سارا جسم عبادت میں لگ جاتا ہے

نماز میں بڑی خوبی یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت نمازی کا سارا جسم عبادت میں ہی لگ جاتا ہے۔ ہاتھ، پاؤں، سر

کمر، ناک، آنکھ، زبان سب اُسی طرح موقعہ بموقعہ رکھنے اور استعمال کرنے پڑتے ہیں جس طرح حکم ہے۔ یوں سمجھو کہ نمازی کے بدن کا ہر حصّہ خدا کے حکم پر چلنے کی مشق کرنے میں لگ جاتا ہے اور کوئی مرد یا عورت ٹھیک ٹھیک نماز پڑھے تو نماز کے باہر بھی گناہوں سے بچے گا۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی نماز بے حیائی سے اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

بے وقت کرکے نماز پڑھنا منافق کی نماز ہے حضرت رسُولِ مقبول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کو بے وقت کرکے پڑھنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھے بیٹھے سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے اور جب سُورج پیلا پڑ جائے تو کھڑے ہوکر (جلدی جلدی مُرغ کی طرح چار ٹھونگیں مار لیتا ہے (اور) خدا کو ان (سجدوں) میں (جو مُرغ کی ٹھونگوں کی طرح جھٹ جھٹ کئے گئے) بس ذرا سا یاد کرتا ہے (مشکوٰۃ شریف)

عورتوں کو نماز کی خصوصی تاکید

(۱۷) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءَۃُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَھَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَھَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَھَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَتْ۔ (رواہ ابونعیم فی الحلیۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت جب پنجوقتہ نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور پاک دامن رہے اور شوہر کی فرمانبرداری کرے تو جنّت کے جس دروازے سے چاہے جنّت میں داخل ہو جائے۔ (مشکوٰۃ شریف ص: ۲۸۱ بحوالہ ابونعیم)

تشریح: اس حدیث مبارک میں عورت کو چند کام انجام دینے پر جنّت کی بشارت دی گئی ہے۔ ہر مسلمان عورت کو ان پر عمل کرنا لازم ہے۔ **اوّل:** پنجوقتہ نماز پڑھنے کو فرمایا۔ نماز ہر بالغ مرد و عورت پر رات دن میں پانچ وقت فرض ہے۔ ان پانچ وقتوں کو سب مسلمان جانتے ہیں، حرج ہو مرض ہو، سفر ہو حضر ہو، دُکھ ہو تکلیف ہو، رنج ہو

خوشی ہو، جس حال میں ہو جہاں ہو پانچوں وقت نماز پڑھنا فرض ہے۔ ہاں مہینہ کے خاص دنوں میں عورت پر نماز پڑھنا فرض نہیں رہتا اور ان دنوں میں نماز پڑھنا جائز بھی نہیں ہے۔ آج کل نافرمانی کا دور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے غافل رہنے اور گناہوں میں لت پت رہنے کی فضا ہے۔ بہت کم مرد و عورت ایسے ہیں جن کو خداوند قدوس کے احکام پر عمل کرنے کی فکر ہے جب ماں باپ غافل ہیں تو اولاد بھی بے دین ہو جاتی ہے۔ بہت سے گھرانے ایسے ہیں کہ اُن میں ۲۴ گھنٹہ میں کبھی کسی وقت بھی نہ کوئی نماز پڑھتا ہے اور نہ دُعا اور کلمہ زبان پر آتا ہے۔ کیسے رنج کی بات ہے مسلمانوں کا ملک اور پورے پورے گھر اللہ کی یاد سے خالی، حالت دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ محلے کے محلے خدا کے منکروں سے آباد ہیں جب کسی گلی میں گذرو تو گانوں کی آوازیں تو آتی ہیں مگر بچہ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہیں آتی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

بے نمازی کا حشر

نماز کی پابندی ہر بالغ مرد و عورت پر لازم ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے نماز کی پابندی کی (قیامت کے دن) نماز اُس کے لئے نور ہوگی اور (اس کے ایمان کی) دلیل اور (اس کے لئے) نجات کا سامان ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی وہ شخص قیامت کے دن قارون، ہامان، فرعون اور اُبَیّ بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ احمد، دارمی، بیہقی)

دیکھو جو نماز کی پابندی نہ کرے اُس کا حشر کیسے بڑے کافروں کے ساتھ بتایا، جو کفر کے سرغنے تھے اور خدا کے باغیوں کے ذکر میں جن کا ذکر سب سے پہلے آتا ہے۔ ان کے ساتھ حشر ہونے کے کام کرنا بڑی ناسمجھی ہے۔ بزرگوں نے بتایا ہے کہ ان چار شخصوں کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ نماز چھوڑنے والے عموماً چار قسم کے ہوتے ہیں:۔

(۱) جو حاکم ہونے کی وجہ سے نماز ترک کرتے ہیں، یہ لوگ فرعون کے ساتھی ہوئے کیونکہ وہ حکومت کی وجہ سے اللہ کا باغی بنا تھا۔

(۲) جو مالداری کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے، یہ لوگ قارون کے ساتھی ہوں گے کیونکہ وہ مال کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کا نافرمان بنا تھا۔

(۳) جو لوگ ملازمت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے۔ یہ لوگ ہامان کے ساتھ ہوں گے کیونکہ

اس نے فرعون کا وزیر ہونے کی وجہ سے خدائے پاک کی بغاوت اور سرکشی اختیار کی تھی۔

(۴) جو لوگ تجارت اور دوکانداری کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے۔ یہ لوگ اُبَی بن خلف کے ساتھ ہوں گے۔ یہ شخص ایک بڑا مشرک تھا تجارت کرتا تھا اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے قتل فرمایا تھا۔

ان اسباب کے علاوہ اور اسباب بھی ہیں جن کی وجہ سے نمازیں ترک کی جاتی ہیں۔ مثلاً بچوں کے رونے کی وجہ سے یا اُن کو نہلانے دُھلانے کی وجہ سے اور کھلانے پلانے کی مشغولیت کی وجہ سے یا دیر میں سونے کے باعث دیر سے آنکھ کھلنے کی وجہ سے یا جلدی سونے کے تقاضے کی وجہ سے۔ سفر کی وجہ سے اور دُکھ، تکلیف کی وجہ سے ان میں سے بہت سی چیزیں وہ ہیں جو عورتوں کی نمازیں قضا ہونے کا سبب بنتی ہیں حالانکہ جب تک جان میں جان رہے اور ہوش باقی ہو نماز ترک کرنے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

دُکھ سُکھ اور سفر حضر حرج مرض میں نماز کا اہتمام فرض ہے

اگر دُکھ تکلیف اور مرض ہو اور کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ بیٹھ کر پڑھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھے۔ اگر سفر لمبا ہو جو کم از کم اڑتالیس میل ہو اس میں چار رکعت والی فرض نماز کی دو رکعتیں کر دی گئی ہیں۔ اگرچہ یہ سفر ہوائی جہاز میں ہو یا ریل میں یا بس میں یا موٹر کار میں ہو، اگر سفر میں جلدی ہو، ریل، بس نکل جانے کا اندیشہ ہو تو مؤکدہ سنتیں چھوڑنے کی گنجائش ہے ہاں وتر کی تین رکعتیں پڑھنا ضرور واجب اور لازم ہے۔ بعض اچھی خاصی نمازی عورتیں سفر میں نماز چھوڑ دیتی ہیں۔ بعض تو سُستی کر جاتی ہیں جیسے بہت سے پکے نمازی مرد بھی سفر میں نماز قضا کر دیتے ہیں، اور بعض عورتیں یہ عذر پیش کرتی ہیں کہ پردہ نہ ہونے کی وجہ سے سفر میں نماز نہیں پڑھی جاتی کیونکہ مردوں کے درمیان بے پردگی ہو جاتی ہے حالانکہ یہ عذر بے حقیقت ہے کیونکہ جو برقعہ پہن کر بیٹھی ہیں وہی پردہ کافی ہے، برقعہ اوڑھے مردوں کے سامنے چل پھر سکتی ہیں پائخانہ جا سکتی ہیں بھلا نماز کیوں نہیں پڑھ سکتیں؟ یہ شیطانی عذر ہے۔ بعض عورتیں بچوں کے رونے کی وجہ سے نماز قضا کر دیتی ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں ہے۔ یوں بھی تو بچے روتے رہتے ہیں اور دنیاوی کام جاری رکھتی ہیں۔ ایک نماز ہی ایسی چیز ہے جس کے لئے معمولی بات بھی بہانہ بن جاتی

ہے اور ذرا نزلہ وزکام اور معمولی بخار بھی پہاڑ کے برابر عذر بن کر سامنے آجاتا ہے۔ درحقیقت یقین کی کمی ہے۔ قبر اور حشر کے حالات اور جنت کے آرام اور دوزخ کے عذاب کا یقین مضبوط ہو تو ہر کام سے زیادہ ضروری نماز ہی کو سمجھا جائے۔

شادی کے موقعہ پر نماز سے عورتوں کی غفلت

بیاہ شادی کے موقعہ پر عورتیں اکثر نمازیں قضا کر دیتی ہیں اپنی نکالی ہوئی رسمیں تو ایسی پابندی سے پوری کرتی ہیں کہ گویا بالکل فرض ہیں اور خداوند کریم کے فرضوں سے بالکل غفلت برتتی ہیں اور دلہن جب تک دلہن رہتی ہے نماز پڑھتی ہی نہیں۔ نماز پڑھنے کو بے شرمی سمجھا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ کھانے پینے میں شرم نہیں اور نماز پڑھنے میں شرم آڑے آجاتی ہے۔ کیسی بے حجابات ہے؟

دوسری نصیحت رمضان کے روزوں کے بارے میں فرمائی اور عورت کو توجہ دلائی کہ پابندی سے رمضان کے روزے رکھے۔ جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے اُن میں رمضان کے روزے بھی رکھنا ہے۔ پرانی عورتوں کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ نماز میں تو کوتاہی کرتی ہیں مگر روزوں میں مردوں سے آگے رہتی ہیں مگر آج کل کی اُبھرتی ہوئی نسل اسکول و کالج کی پروردہ پود روزہ نماز دونوں سے غافل ہے۔ غافل ہی نہیں نماز روزہ کا مذاق اڑاتی ہے اور اسلام کے کاموں پر فقرے کسے جاتے ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ تو نہیں رہنا آخر مرنا ہے، قبر کی گود میں بھی جانا ہے، یہ ٹیڈی فیشن اور موڈرن اسٹائل وہاں کیا کام دے گا افسوس آخرت کی فکر نہیں کرتے گویا ہمیشہ اسی دنیا میں رہیں گے۔ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗ اَخْلَدَہٗ۔

تیسری نصیحت عورت کو یہ فرمائی کہ پاک دامن رہے، عزت و عصمت محفوظ رہے۔ نسوانیت کا تعلق صرف شوہر سے رہے اور بس! نامحرموں سے دور رہنا اور پردہ کا اہتمام کرنا نظریں نیچی رکھنا بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا اور کسی مجبوری سے نکلنا پڑے تو کسی محرم کو ساتھ لے کر خوب پردے کا خیال کرتے ہوئے نکلنا ان چیزوں سے عورت کی عفت و عصمت محفوظ رہ سکتی ہے، آج کے دور میں یہی چیزیں ناپید ہو رہی ہیں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی بہت سی لڑکیاں تو پردہ کا مذاق بناتی ہیں اور شرم و حیا کو عیب سمجھتی ہیں۔ کالج کے طلبہ اور طالبات آپس میں فرینڈ (دوست) بن جاتے ہیں۔ جو چیزیں خلافِ عفت ہیں وہ دوستی میں نبھ جاتی ہیں۔ پھر بن بیاہی ماؤں کی اولاد کوڑے کے ڈھیروں اور نالوں کی گہرائیوں میں

پڑی ملتی ہے۔ سب نظروں کے سامنے ہے مگر آنکھوں پر ایسے پردے پڑے ہیں کہ شریعت کی پابندیوں کے مطابق بہو بیٹیوں کو چلانے پر مرد بھی راضی نہیں ہیں۔ آخر ان کے ذہن بھی تو دشمنانِ اسلام یہود و نصاریٰ نے مسموم کر دیئے ہیں اور آزادی کا زہر پلا کر سب کے دماغوں کو فالج زدہ کر دیا ہے حق بات کوئی اثر نہیں کرتی۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔

چوتھی نصیحت عورت کو یہ فرمائی کہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے۔ شریعت میں شوہر کے بڑے حقوق ہیں۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے:۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ (سورۂ نساء)

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے۔ ان آیتوں میں واضح طور پر مردوں کو عورتوں کا سرپرست اور سردار بتایا ہے۔ اولاد کی پرورش خانگی امور مرد و عورت دونوں ہی کے باہمی میل محبت اور مشورہ سے انجام پذیر ہوتے ہیں لیکن شوہر کا مرتبہ بڑا ہے۔ مردوں کو جہاں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت و طاقت زیادہ دی ہے وہاں اُسے سمجھ بھی زیادہ دی ہے۔ حوصلہ، ہمت، بہادری، دلاوری مردوں میں زیادہ ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ تعالیٰ ان اوصاف کی وجہ سے مرد کو برتری دی گئی ہے اور اسے عورت کا سردار بتایا گیا ہے جو سردار ہے اس کی فرمانبرداری ضروری ہوتی ہے ورنہ کاموں میں خلل پیدا ہو جاتا ہے دورِ حاضر کی فیشن ایبل عورتیں مرد کی سرداری تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں بلکہ بہت سی عورتیں اپنے کو بیوی اور شوہر کو شوہر کہنے کو بھی آبرو کے خلاف سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ مجھے بیوی نہیں فرینڈ کہو بیوی کہنے میں انسلٹ ہے۔

شریعت نے عورت کے لئے کسی ایک مرد سے نکاح کر کے خاص اسی مرد کے ماتحت رہنے کا جو قانون بنایا ہے اسی دوستی والی بات ہی کو تو ختم کیا ہے۔ دوستی میں ایجاب و قبول، نکاح، گواہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جس سے دل ملا، آنکھ لگی ساتھ ہو لئے یہ طریقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے راستہ کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ آج انسان اپنی انسانیت کی قیمت بھی نہیں پہچانتا زندگی کے رُخ کو محض حیوانیت پر ڈالنے کو کمال ترقی سمجھنے لگا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو عورت پنج وقتہ نماز کی پابند ہو اور رمضان کے روزے پورے رکھتی ہو اور عفت وعصمت کی حفاظت کرتی ہو (یعنی غیر شوہر سے نسوانیت کا تعلق نہ رکھتی ہو) اور شوہر کی فرمانبرداری کرتی ہو ایسی عورت کو سرور دو عالم خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے کہ جنّت کے جس دروازہ سے چاہے جنّت میں چلی جائے۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمان عورتوں کو جنّت کی طلب نصیب فرمائے اور جنّت میں لے جانے والے کاموں پر لگائے۔ و باللہ التوفیق۔

نماز میں خشوع و خضوع کی اہمیّت

(۱۸) وَعَنْ اُمِّ سَلْمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَّنَا یُقَالُ لَہٗ اَفْلَحُ اِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ یَا اَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْھَکَ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ ہمارا ایک غلام تھا جسے افلح کہتے تھے، ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ سجدہ میں جاتا تو (غبار صاف کرنے کے لئے سجدہ کی جگہ) پھونک مار دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے افلح اپنے چہرہ کو مٹی میں ملاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف، بحوالہ ترمذی)

تشریح: نماز سب عبادتوں سے بڑی عبادت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں انسان اپنے ربّ کریم کے حضور میں اپنی ذات کو بالکل ذلیل کر کے پیش کر دیتا ہے اور جسم انسانی میں جو سب سے زیادہ شریف عضو ہے یعنی سر، اس کو سب سے زیادہ ذلیل عنصر یعنی زمین پر رکھ دیتا ہے۔ سجدہ میں سر رکھ دینا اظہار عجز وانکسار کی انتہا ہے۔ عاجزی اور فروتنی ظاہر کرنے کے لئے انسان کے پاس اس سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے جبکہ نماز اظہار عبودیت کے لئے ہے اور سراپا عجز و نیاز ہے اور بندگی ہی بندگی ہے تو اس میں یہ کوشش کرنا کہ سجدہ میں ماتھے پر مٹی نہ لگے، کیونکر مناسب ہو سکتا ہے؟ جب سر مٹی پر رکھنا ہی ٹھہرا تو خاک دھول اور گرد و غبار صاف کرنا بے معنی ہے، بلکہ ماتھے میں مٹی لگ جانا

عجز ونیاز کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اس لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت افلح رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے چہرہ کو مٹی میں ملاؤ۔ نماز خودی کو مٹانے کے لئے ہے تکبر کو توڑنے کے لئے اور نفس کے غرور وتمکنت ونخوت کو دبانے کے لئے ہے۔ جب نماز میں بھی یہ دھیان رہا کہ کپڑے میں سلوٹیں نہ پڑجائیں اور ماتھے میں مٹی نہ لگ جائے تو اللہ کی طرف دھیان کہاں رہا؟ نماز تو رب العالمین جل مجدہٗ کی عظمت دل میں بسانے کے لئے ہے جب رب اکبر کی بڑائی سامنے آتی ہے تو اپنی شان بالکل ہیچ معلوم ہوتی ہے۔

ہر وہ چیز مکروہ ہے جس سے نماز میں دل بٹے

اسی لئے ہر وہ چیز جس سے نمازی کا دل بٹتا ہو اور خدائے پاک کی طرف سے دھیان ہٹ کر کسی مخلوق میں دل الجھتا ہو مکروہ قرار دی گئی ہے۔ نمازی کے سامنے دیوار یا مصلے پر نقش ونگار ہونا، بدن یا کپڑے سے کھیلنا یہ سب مکروہ ہے۔ پوری طرح متوجہ ہو کر نماز پڑھنا کہ نماز سے باہر خیال نہ جائے یہ خشوع ہے۔

خشوع کا سب سے بڑا مرتبہ کیا ہے؟

خشوع کا سب سے بڑا مرتبہ تو یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھی جائے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں یہ کیفیت حاصل نہ ہو سکے تو یہ خیال کرتے ہوئے نماز پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ خوب دھیان کرنے اور بار بار اسی طرف توجہ لگانے سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے خشوع بہت بڑی چیز ہے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝

وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

نماز میں دامن ٹھیک کرنا، مصلّے کے دروازے اور منارے شمار کرنا زمین پر گری ہوئی کنکریاں ہاتھ میں لینا یہ سب مکروہ ہے کیونکہ اس سے خشوع میں فرق آتا ہے۔

نماز میں کنکریاں چھونے کی ممانعت

ایک حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصٰى فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ (ترمذی)

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو (زمین پر پڑی ہوئی) کنکریاں نہ چھوئے یعنی ہاتھ میں نہ اٹھائے کیونکہ اس کی طرف رحمتِ خداوندی متوجہ ہو رہی ہے۔ (رحمت کی طرف سے توجہ ہٹا کر کسی دوسرے کام میں لگنا بڑی نادانی ہے)۔

جس نماز کا آخرت میں ثواب لینا ہے اور جسے بارگاہ خداوندی میں پیش کر کے جنّت حاصل کرنا ہے اس کو بے دھیانی سے پڑھ لینا بڑی نالائقی کی بات ہے۔ خوب دل لگا کر نماز پڑھو اور نماز کو بہت بڑی نعمت اور دولت سمجھو۔ زندگی کا جو وقت نماز میں لگ گیا انمول ہو گیا اور زندگی کا یہ حصّہ زندگی کہنے کے قابل ہو گیا۔ یہ مومن کی شان ہے کہ خوب مستعدی کے ساتھ دنیا کے جھمیلوں سے دل فارغ کر کے نماز پڑھے۔

منافق کی نماز کیسی ہوتی ہے؟

قرآن مجید میں منافقوں کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۔ یعنی جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔

نماز پڑھتے وقت طبیعت پر بوجھ اور جسم پر سستی اور کاہلی سوار ہونا مومن کی شان نہیں ہے نماز خشوع و خضوع اور سکون و اطمینان کے ساتھ پڑھنی چاہیئے۔

نماز پڑھنے والوں کے ثواب میں کمی بیشی

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهٗ اِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِهٖ تُسْعُهَا ثُمْنُهَا سُبْعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا۔

یعنی انسان نماز سے فارغ ہوتا ہے حالانکہ نماز کا ثواب (مختلف لکھا جاتا ہے)۔ ثواب کا دسواں حصّہ یا نواں حصّہ یا آٹھواں حصّہ یا ساتواں حصّہ یا چھٹا حصّہ یا پانچواں حصّہ یا چوتھائی حصّہ یا تہائی حصّہ یا آدھا حصّہ لکھا جاتا ہے (ابوداؤد) یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص اور سنّتوں کی رعایت نماز میں ہوتی ہے اسی قدر اجر و ثواب ملتا ہے کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی کسی کو اور کم و بیش ثواب ملتا ہے۔

نماز میں جھکنے پر حضرت صدیق اکبر کی ڈانٹ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن نماز پڑھتے ہوئے

اِدھر اُدھر کو جھکنے لگی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ ڈر کی وجہ سے قریب تھا کہ میں نماز توڑ دوں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو سکون سے رکھے۔ یہودیوں کی طرح اِدھر اُدھر کو نہ جھکے کیونکہ نماز میں اعضاء کو سکون سے رکھنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔ (درمنثور)

رکوع سجدہ پورا نہ کرنا نماز کی چوری ہے

(۱۹) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا (رواہ احمد)

ترجمہ: ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بُرا چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ نماز سے کیسے چوری کرتا ہے؟ فرمایا نماز سے چوری کرنا یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنی نماز کا رکوع سجدہ پورا ادا نہ کرے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ بحوالہ مسند احمد)

تشریح: اس حدیث میں یہ بات بتائی ہے کہ نماز کا رکوع سجدہ اگر پوری طرح ادا نہ کیا جائے تو یہ نماز کی چوری ہے اور چوری بھی بدترین ہے کیونکہ چور دوسرے کا مال چراتے ہیں اور یہ نمازی اپنی ہی دولت ضائع کرتا ہے اور دولت بھی کون سی؟ جو آخرت میں کام آنے والی ہے اور جس کی بدولت جنّت جیسی انمول نعمت ملتی ہے۔ جب نماز پڑھنی ہی ہے تو وقت بے وقت کرکے کیوں پڑھے اور رکوع سجدہ کو جلدی جلدی "جھٹا پھٹ" "تو چل میں آیا" کے اصول پر کیوں خراب کرے۔ جب نماز پڑھو اطمینان سے پڑھو، رکوع میں جا کر اطمینان سے رکوع کرو۔ اور رکوع کی تسبیح کم از کم تین بار پڑھو، پانچ بار یا سات بار پڑھو تو اچھا ہے۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے ہوئے رکوع سے اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ

اور کھڑے کھڑے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو پھر سجدہ میں جا کر اطمینان سے سجدہ کرو اور سجدہ کی تسبیح ۳ بار پڑھو۔ پانچ یا سات بار پڑھو تو اور اچھا ہے پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد دوسرے سجدہ میں جاؤ اور دوسرا سجدہ بھی اطمینان سے ادا کرو جیسے اوپر ذکر ہوا ہے۔

بہت سے مرد اور عورتیں ایسی لپ جھپ نماز پڑھتے ہیں کہ جیسے بھگدڑ مچ رہی ہے یا طوفان سے بھاگ رہے ہیں ایسا کرنے سے کوئی رکن ٹھیک ادا نہیں ہوتا اسی کو نماز کی چوری فرمایا ہے۔

بعض نمازیوں کے لئے نماز کی بددُعا

بعض روایات میں ہے کہ جو شخص نماز کو بے وقت کر کے پڑھے اور وضو اچھی طرح نہ کرے نہ اس میں پوری طرح دل لگائے نہ رکوع سجدہ پورا ادا کرے تو نماز سیاہ صورت میں وہاں سے رُخصت ہوتی ہے اور یہ بددُعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جیسا کہ تُو نے مجھے ضائع کیا۔ پھر وہ نماز پرانے کپڑوں میں لپیٹ کر نماز پڑھنے والوں کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ۔ (طبرانی وغیرہ)

اللہ تعالٰی ہم سب کو عبادت کا ذوق عطا فرمائے اور نماز کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین۔

پانچ نمازوں کی فرضیت
اور اُن کے اوقات اور رکعات

(۲۰) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ (رواه احمد وابو داود)

ترجمہ: "عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں اللہ تعالےٰ نے فرض فرمائی ہیں جس نے ان نمازوں کا وضو اچھی طرح کیا اور ان کو بر وقت پڑھا، اور اُن کا رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کیا تو اس کے لئے اللہ تعالےٰ کے ذمّہ یہ عہد ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کو بخش دے گا، اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس کے لئے اللہ کے ذمّہ کوئی عہد (بخشش کا) نہیں، چاہے بخشے، چاہے عذاب دے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۸، از احمد وابوداؤد)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہٗ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں اور اس میں کسی مسلمان کا اختلاف بھی نہیں ہے جو پانچ نمازوں کی فرضیت کا منکر ہو وہ کافر ہے، ان پانچوں نمازوں کے اوقات اور رکعات کی تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہیں، نیز نماز کے فرائض و واجبات وغیرہ بھی لکھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد طریقۂ نماز لکھیں گے، انشاء اللہ تعالےٰ۔

اوقاتِ نمازِ پنجگانہ

فجر کا وقت صبح صادق ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے، اور طلوعِ آفتاب شروع ہونے تک باقی رہتا ہے، اور ظہر کا وقت سورج ڈھل جانے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے، اور جب تک ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا نہ ہو اس وقت تک باقی رہتا ہے، دو چند سایہ سے مراد اصلی سایہ کے علاوہ ہے، اصلی سایہ وہ ہے جو عین زوال کے وقت ہوتا ہے، ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور سورج چھپنے تک باقی رہتا ہے، لیکن جب سورج زرد ہو جائے تو عصر کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے، جب سورج چھپ جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے، جو سفید شفق غائب ہونے تک رہتا ہے۔ ہند و پاکستان کے علاقوں میں کم از کم سوا گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ مغرب کا وقت رہتا ہے، مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو صبح صادق تک رہتا ہے، لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: جو وقت عشاء کا ہے وہی نمازِ وتر کا بھی ہے، مگر وتر کی نماز عشاء کے فرضوں سے پہلے نہیں پڑھی جا سکتی۔

نماز کے فرائض و واجبات، سُنن و مکروہات

فرائضِ نماز نماز کے چودہ (۱۴) فرض ہیں، جن سے چند ایسے ہیں جن کا نماز سے پہلے ہونا ضروری ہے، اور اُن کو نماز کے خارجی فرائض بھی کہتے ہیں، اور شرائطِ نماز بھی کہا جاتا ہے، اور چند فرائض ایسے ہیں جو داخلِ نماز ہیں سب کی فہرست یہ ہے :-

(۱) بدن پاک ہونا (۲) کپڑوں کا پاک ہونا (۳) سترِ عورت یعنی مردوں کو ناف سے گھٹنوں تک اور عورتوں کو چہرے اور ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ تمام بدن کا ڈھکنا فرض ہے (۴) نماز کی جگہ کا پاک ہونا (۵) نماز کا وقت ہونا (۶) قبلہ کی طرف رُخ کرنا۔ (۷) نماز کی نیت کرنا (۸) تکبیرِ تحریمہ (۹) قیام یعنی کھڑا ہونا (۱۰) قرأت یعنی ایک

بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک چھوٹی سورۃ پڑھنا (۱۱) رکوع کرنا (۱۲) سجدہ کرنا۔ (۱۳) قعدۂ اخیرہ (۱۴) اپنے ارادہ سے نماز ختم کرنا، اگر ان میں سے کوئی چیز بھی جان کر یا بھول کر رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی۔

واجباتِ نماز

ذیل کی چیزیں نماز میں واجب ہیں:۔

(۱) الحمد پڑھنا (۲) اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ ملانا (۳) فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرارت کرنا (۴) الحمد کو سورۃ سے پہلے پڑھنا (۵) رکوع کر کے سیدھا کھڑا ہونا (۶) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (۷) پہلا قعدہ کرنا (۸) التحیات پڑھنا (۹) لفظ سلام سے نماز ختم کرنا (۱۰) امام کے لئے مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر و جمعہ و عیدین اور تراویح کی سب رکعتوں میں قرارت بلند آواز کے ساتھ پڑھنا (۱۱) وتر میں دعاءِ قنوت پڑھنا (۱۲) عیدین میں چھ۶ زائد تکبیریں کہنا۔

واجبات میں سے اگر واجب بھول کر چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا اگر قصداً کسی واجب کو چھوڑ دیا تو دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے، سجدۂ سہو سے بھی کام نہ چلے گا، (سجدۂ سہو کا بیان آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ)

مفسداتِ نماز

ان چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے:۔

(۱) بات کرنا، تھوڑی ہو یا بہت، قصداً ہو یا بھول کر (۲) سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا (۳) چھینکنے والے کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا (۴) رنج کی خبر سن کر اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پورا یا تھوڑا سا پڑھنا یا اچھی خبر سن کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا یا عجیب چیز سن کر سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا (۵) دکھ تکلیف کی وجہ سے آہ، اوہ یا اُف کرنا (۶) قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا (۷) الحمد شریف یا سورۃ وغیرہ میں ایسی غلطی کرنا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (جس کی تفصیل بڑی کتابوں میں لکھی ہے)۔ (۸) عملِ کثیر، مثلاً ایسا کام کرنا جسے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے یا مثلاً دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کرنا (۹) قصداً یا بھول کر کچھ کھانا پینا (۱۰) قبلہ سے سینہ پھر جانا (۱۱) درد یا مصیبت کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں حرف نکل جائے (۱۲) نماز میں ہنسنا۔

نماز کی سنّتیں

یہ چیزیں نماز میں سنّت ہیں:۔
(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا (۲) مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنا (۳) ثناء یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آخر تک پڑھنا (۴) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ (پوری) پڑھنا (۵) بِسْمِ اللّٰہِ (پوری) پڑھنا (۶) رکوع اور سجدہ کو جاتے وقت بلکہ ہر ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہوتے وقت اللہ اکبر کہنا۔
(۷) رکوع سے اُٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا۔
(۸) رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کم سے کم تین مرتبہ کہنا (۹) اور سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا (۱۰) دونوں سجدوں کے درمیان اور التحیات کے لئے مردوں کو بائیں پاؤں پر بیٹھنا اور داہنا پاؤں کھڑا کرنا اور عورتوں کو دونوں پاؤں سیدھی طرف نکال کر دھڑ کے بائیں حصہ پر بیٹھنا (۱۱) درود شریف پڑھنا (۱۲) درود کے بعد دُعا پڑھنا (۱۳) سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا (۱۴) سلام میں فرشتوں اور مقتدیوں اور جنات جو حاضر ہوں اُن کی نیّت کرنا۔

نماز کے مستحبّات

(۱) جہاں تک ممکن ہو کھانسی کو روکنا (۲) جمائی آئے تو منہ بند کرنا (۳) کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ اور رکوع میں قدموں پر اور سجدہ میں ناک پر اور بیٹھے ہوئے گود میں اور سلام کے وقت کاندھے پر نظر رکھنا۔

مکروہاتِ نماز

یہ چیزیں نماز میں مکروہ ہیں:۔
(۱) کوکھ پر ہاتھ رکھنا (۲) کپڑا سمیٹنا (۳) جسم یا کپڑے سے کھیلنا۔
(۴) انگلیاں چٹخانا (۵) دائیں بائیں گردن موڑنا (۶) انگڑائی لینا (۷) کُتّے کی طرح بیٹھنا
(۸) چادر وغیرہ کو لٹکا ہوا چھوڑ دینا یعنی لپیٹ نہ دینا اور بُکّل نہ مارنا (۹) بغیر عذر کے چار زانو یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا (۱۰) سامنے یا سر پر تصویر ہونا (۱۱) تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا (۱۲) پیشاب پاخانہ یا بھوک کا تقاضا ہوتے ہوئے نماز پڑھنا (۱۳) آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا۔

پنج وقتہ نمازوں کی رکعتیں اور نیّتیں

ظہر کی نماز

(ظہر کی نماز میں بارہ رکعتیں ہیں) چار سنّتیں موکدہ، چار فرض، پھر دو سنّتیں

مؤکدہ، پھر دو نفل ۔

چار سنتوں کی نیت یوں کرے؛ نیت کرتی ہوں چار رکعت نماز سنت کی وقت ظہر کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے، میرا رُخ کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (نیت کے ختم پر اللہ اکبر تکبیر تحریمہ ہے، اس کو نماز شروع کرنے کی نیت سے کہے)

چار فرضوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں چار رکعت نماز فرض ظہر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔

ظہر کی دو سنتوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں دو رکعت نماز سنت ظہر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔

دو نفلوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں دو رکعت نماز نفل ظہر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔

عصر کی نماز

(عصر کی آٹھ رکعتیں ہیں) چار سُنت غیر مؤکدہ، چار فرض، چار سنتوں کی نیت یوں کرے:

نیت کرتی ہوں چار رکعت نماز سُنت کی وقت عصر کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

عصر کے فرضوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں چار رکعت نماز فرض عصر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

مغرب کی نماز

(مغرب کی سات رکعتیں ہیں) تین فرض، دو سنت مؤکدہ، پھر دو نفل ۔

تین فرضوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں تین رکعت نماز فرض مغرب کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا

کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرْ۔

عشاء کی نماز (عشاء کی سترہ رکعتیں ہیں) چار سنتیں غیر مؤکدہ، پھر چار فرض، پھر دو سنتیں مؤکدہ، پھر دو نفل، پھر تین وتر، پھر دو نفل۔

چار سنتوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں چار رکعت نماز سنت عشاء کی، وقت عشاء کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرْ۔

چار فرضوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں چار رکعت فرض عشاء کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

دو سنتوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں دو رکعت نماز سنت کی، وقت عشاء کا، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرْ۔

مغرب اور عشاء میں نفلوں کی نیت اسی طرح کرے جس طرح ظہر کے بیان میں گذرا، نفلوں کی نیت میں وقت کا ذکر کرنے کی نیت نہیں۔

وتروں کی نیت:

نیت کرتی ہوں تین رکعت نماز وتر واجب اللیل کی، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف واسطے اللہ تعالیٰ کے، اَللّٰہُ اَکْبَرْ۔

وتر کی نماز واجب ہے، یعنی اس کا درجہ فرضوں کے قریب ہے۔ لہٰذا وتروں کو کبھی بھی چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے، تین مرتبہ یوں ہی فرمایا۔ (ابوداؤد)

فجر کی نماز (فجر کی چار رکعتیں ہیں) دو سنتیں مؤکدہ اور دو فرض۔

دو سنتوں کی نیت:

نیت کرتی ہوں دو رکعت نماز سنت کی، وقت فجر کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے،

رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرْ۔

دو فرضوں کی نیّت:

نیّت کرتی ہوں دو رکعت نماز فرض فجر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرْ۔

نفلوں اور غیر مؤکدہ سنّتوں کا چھوڑنا جائز ہے، مگر اس سے بہت بڑے ثواب سے محرومی ہوتی ہے، اور مؤکدہ سنّتوں کو چھوڑنا درست نہیں ہے، چونکہ ان کی تاکید آئی ہے، اسی لئے اُن کو مؤکدہ کہا جاتا ہے، مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ حدیث ۳۳ کی تشریح کے ذیل میں آئے گی۔

مؤکد سنّتوں میں سب سے زیادہ تاکید فجر کی سنّتوں کی ہے، اور ان کے بعد ان سنّتوں کا درجہ ہے جو ظہر سے پہلے ہیں، اُن کے بعد دوسری سنّتوں کا درجہ ہے۔ اہتمام تو سب ہی کا کرنا چاہیے، مگر فجر اور ظہر والی مذکورہ سنّتوں کا خاص اہتمام کریں۔

اذکارِ نماز مع ترجمہ

نماز میں جو چیزیں پڑھی جاتی ہیں، اب ہم ان کو مع ترجمہ لکھتے ہیں:

تکبیرِ تحریمہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ؕ

"اللہ سب سے بڑا ہے"

نماز شروع کرتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ ؕ کہا جاتا ہے اس کو تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں، اور نماز کے درمیان رکوع و سجدہ کرنے کے لئے جاتے جاتے بھی تکبیر کہی جاتی ہے۔

ثناء

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔

ترجمہ: "اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں، اور تیرا نام بہت برکت والا ہے، اور تیری بزرگی بہت برتر ہے، اور تیرے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں۔"

تعوّذ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ

"میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے"

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں (یا کرتی ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"

سُورۂ فاتحہ یا اَلحمد شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ (آمین)

ترجمہ: "ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، روزِ جزا کا مالک ہے، اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، ہم کو سیدھے راستہ پر چلا، ایسے لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام فرمایا ہے نہ اُن کے راستہ پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا، اور نہ گمراہوں کے راستہ پر چلا"

سُورۃُ الکوثر

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

ترجمہ: (اے نبیؐ!) ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے، پس تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو، اور قربانی کرو، بے شک تمہارا دشمن ہی بے نام و نشان ہونے والا ہے"

سُورۃُ الاخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

ترجمہ: "(اے نبیؐ) کہہ دو کہ وہ (یعنی) اللہ یگانہ ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا، اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور کوئی اس کے برابر نہیں"

سُورۃُ الفلق

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

ترجمہ: "(اے نبیؐ دُعا میں یوں) کہو کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوق کے شر سے اور اندھیرے کے شر سے جب اندھیرا پھیل جائے اور گرہوں پر دم کرنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے پر آجائے"

سورۃ النّاس

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ○ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○

ترجمہ: (اے نبیؐ دُعا میں یوں) کہو کہ میں آدمیوں کے رب، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں، اس وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جنات میں سے ہو یا آدمیوں میں سے"

رکوع میں پڑھنے کی تسبیح

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ؕ

پاکی بیان کرتا ہوں اپنے پروردگار بزرگ کی"

رکوع سے اُٹھتے وقت کی تسمیع

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ؕ

"اللہ نے (اس کی) سُن لی جس نے اس کی تعریف کی"

قومہ کی تحمید

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ؕ

"اے ہمارے رب تیرے ہی لئے سب تعریف ہے"

سجدہ میں پڑھنے کی تسبیح

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ۔

"پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے پروردگار برتر کی"

تشہد یا التحیات

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ؕ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

ترجمہ: "تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، سلام ہو تم پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے

نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔

اس کو نماز میں ہر دو رکعت کے بعد اور آخری رکعت پر بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے۔

درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

ترجمہ: "اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ پر اور اُن کی آل پر، جیسا کہ رحمت نازل فرمائی تونے ابراہیمؑ پر اور اُن کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق ہے، بڑی بزرگی والا ہے"۔

"اے اللہ! برکت نازل فرما محمدؐ پر اور اُن کی آل پر جیسے برکت نازل فرمائی تُونے ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق ہے بڑی بزرگی والا ہے"۔

درود شریف کو آخری رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے بعد پڑھتے ہیں۔

دُرود شریف کے بعد کی دُعاء اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

ترجمہ: "اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا، پس تُو اپنی طرف سے خاص بخشش سے مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما دے، بے شک تو ہی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے"۔

اس دُعاء کو درود شریف کے بعد پڑھتے ہیں، اس کی جگہ دوسری دُعائیں بھی پڑھ سکتے ہیں، جو قرآن و حدیث میں آئی ہوں۔

سلام اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ۝

ترجمہ: "سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمت"۔
سلام کے ذریعہ نماز سے خارج ہوتے ہیں۔

سلام کے بعد کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ؕ

ترجمہ: "اے اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے، اور تیری ہی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے، تو بہت برکت والا ہے، اے عظمت وبزرگی والے"۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

باوضو پاک جگہ قبلہ رُخ کھڑے ہو کر نماز کی نیّت کرے، (اس وقت جو بھی نماز پڑھنی ہو اس کی نیّت کرلے)، نیّت دل کے ارادہ کا نام ہے، اگر زبان سے بھی کہہ لے تو یہ بھی درست ہے، نیّت کر کے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ دوپٹہ سے باہر نکالے بغیر کاندھوں تک اٹھائے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو سینہ پر اس طرح باندھے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر آجائے، اس کے بعد ثناء یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آخر تک پڑھے، اس کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ اور اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ پڑھے، پھر سورۂ اَلْحَمْدُ پڑھے، جسے سورۂ فاتحہ کہتے ہیں، جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو اس کے فوراً بعد آمِيْنَ کہے، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر قرآن مجید کی کوئی سورۃ پڑھے، یا کہیں سے بھی قرآن مجید کی تین آیتیں پڑھ لے، اس کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے رکوع میں جائے، یعنی اس طرح جھک جائے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر دونوں گھٹنوں پر رکھ دے، اور دونوں بازو پہلو سے ملائے رہے، اور رکوع میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ کہے، اس کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، کہتے ہوئے کھڑی ہو جائے، پھر کھڑے ہی کھڑے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، جب خوب سیدھی کھڑی ہو جائے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتی ہوئی سجدے میں جائے، زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ رکھے، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح

چہرہ رکھے کہ پہلے ناک پھر ماتھا رکھا جائے، اور ہاتھ اس طرح رکھے کہ دونوں باہنیں زمین پر بچھ جائیں، اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ کردے، مگر پاؤں کھڑے نہ رکھے بلکہ داہنی طرف کو نکال دے، اور خوب سمٹ کر سجدہ کرے کہ پیٹ دونوں رانوں سے اور کہنیاں دونوں پہلوؤں سے مل جائیں، اور سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے اس کے بعد اس طرح بیٹھے کہ دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال دے اور پچھلے دھڑ کے بائیں حصہ پر بیٹھ جائے، اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں خوب ملی ہوئی ہوں، اور قبلہ رُخ ہوں، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں جائے، اس میں بھی کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے اور یہ سجدہ بھی اُسی طرح کرے جس طرح ابھی اوپر بیان ہوا (دوسرے سجدہ کے ختم پر ایک رکعت ہوگئی)۔

دوسرے سجدہ کے بعد دوسری رکعت کے لئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتی ہوئی سیدھی کھڑی ہوجائے، اور اُٹھتے وقت زمین پر ہاتھ نہ ٹیکے، سیدھی کھڑی ہوکر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے، اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے فوراً بعد آمین کہے، پھر قرآن مجید کی کوئی سورۃ یا کسی جگہ سے کم از کم تین آیات پڑھے، اس کے بعد اسی طرح ایک رکوع اور دو سجدے کرے جس طرح پہلی رکعت میں بیان ہوا، دوسرے سجدہ سے فارغ ہوکر اس طرح بیٹھ جائے جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا بتایا، یعنی دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال دے اور پچھلے دھڑ کے بائیں حصہ پر بیٹھ جائے، اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں خوب ملی ہوئی ہوں اور قبلہ رُخ ہوں، جب بیٹھ جائے تو تشہد یعنی التحیات آخر تک پڑھے، التحیات پڑھتے ہوئے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کو ملاکر گول حلقہ بنادے اور چھنگلیا اور اس کے آس پاس والی انگلی کو بند کرلے اور جب لَآ اِلٰهَ کہے تو شہادت کی انگلی اٹھادے اور اِلَّا اللّٰهُ کہے تو اس انگلی کو جُھکادے، مگر دوں انگلیاں بند کرنے اور انگوٹھے سے بیچ کی انگلی کو ملانے سے جو شکل بن گئی ہے، اس کو آخر نماز تک باقی رکھے، التحیات سے فارغ ہوکر درود شریف پڑھے، پھر کوئی دعا پڑھے جو قرآن و حدیث میں آئی ہو، اس کے بعد داہنی طرف کو مُنہ کرتے ہوئے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہے اور نماز سے نکلنے کی نیت کرے، اور عَلَيْكُمْ (تم پر) کہتے ہوئے ان فرشتوں پر سلام کی نیت کرے جو داہنی طرف ہوں، پھر اسی طرح بائیں طرف منہ پھیرتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہے، اور اس وقت عَلَيْكُمْ کے خطاب سے ان فرشتوں کی نیت کرے جو بائیں طرف ہوں، یہ دو رکعت نماز ختم ہوگئی۔[1]

دو رکعت فرض، سنت اور نفل سب نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں، اور تین رکعت نماز مغرب کے فرض اور عشار کے بعد وتر پڑھے جاتے ہیں، سنت اور نفل کی تین رکعتیں نہیں ہوتی ہیں، اور چار رکعت نماز فرض، سنت اور نفل تینوں میں ہوتی ہے اگر کسی کو چار رکعت نماز پڑھنی ہے تو دوسری رکعت پر بیٹھ کر عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھ کر کھڑی ہو جائے، اس کے بعد دو رکعتیں اور پڑھے، تیسری رکعت بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر شروع کر دے، اس کے بعد سورۂ فاتحہ پھر اور کوئی سورۃ پڑھے، پھر رکوع اور دونوں سجدے اسی طرح کرے جس طرح پہلے بیان ہوا، تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر چوتھی رکعت کے لئے کھڑی ہو جائے، اور کھڑے ہوتے ہوئے زمین پر ہاتھ سے ٹیک نہ لگائے، اس رکعت کو شروع کرتے ہوئے بھی بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے اور اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر دوسری کوئی سورۃ پڑھے، پھر اسی طرح رکوع اور دو سجدے کرے جس طرح پہلے بیان ہوا، چوتھی رکعت کے دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر اسی طرح بیٹھ جائے، جیسے دوسری رکعت پر بیٹھی تھی، اور التحیات پوری پڑھ کر درود شریف پھر دعار پڑھے، اور اس کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دے۔

دوسری اور تیسری اور چوتھی رکعت میں ثنار اور تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ نہیں پڑھا جاتا، بلکہ یہ رکعتیں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع کی جاتی ہیں، اور فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ

---

[1] یہ طریقہ عورتوں کے نماز پڑھنے کا ہے، مردوں کے لئے طریقۂ نماز میں تھوڑا سا فرق ہے تعلیم الاسلام میں دیکھ لیں، ۱۲

فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا آیت نہیں پڑھی جاتی، صرف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں، فرضوں کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا کم از کم تین آیات پڑھنا واجب ہے۔

یہ طریقہ دو یا چار رکعات پڑھنے کا معلوم ہوا، اگر کسی کو تین رکعات فرض نماز مغرب پڑھنا ہو تو وہ دوسری رکعت پر بیٹھ کر عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک التحیات پڑھے، پھر کھڑی ہو جائے، اور تیسری رکعت میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے، اس کے بعد رکوع اور دونوں سجدے کر کے بیٹھ جائے، اور پوری التحیات اور درود شریف اور دُعا ترتیب وار پڑھے، اور پھر سلام پھیر دے۔

فائدہ ۱: دوسری رکعت کے قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف اور دُعا اسی وقت پڑھی جاتی ہے جب کہ اسی قعدہ پر سلام پھیر کر نماز سے نکلنا مقصود ہو، اگر تیسری اور چوتھی رکعت بھی پڑھنا ہو تو دوسری رکعت پر بیٹھ کر صرف التحیات عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھ کر اُٹھ جاتے ہیں، اور درود شریف اور دُعا اس قعدہ میں پڑھتے ہیں جس میں سلام پھیرنا ہو۔

فائدہ ۲: نماز فرض ہو یا وتر، سنّت ہو یا نفل سب میں بحالتِ قیام ہر رکعت میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں، جس کا طریقہ پہلی رکعت کے بیان میں گذرا۔

فائدہ ۳: نماز میں کھڑے ہونے کو قیام اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ اور رکوع سے کھڑے ہو کر تھوڑا سا ٹھہر جانے کو قومہ اور التحیات کے لئے بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں، دو رکعت والی نماز میں صرف ایک قعدہ ہوتا ہے، اور تین یا چار رکعات والی نماز میں دو قعدے ہوتے ہیں، پہلے کو قَعْدَۂ اُوْلٰی اور دوسرے کو قَعْدَۂ اَخِیْرَہ کہتے ہیں۔

چند ضروری مسائل

مسئلہ: عورتوں پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے، وہ اپنے گھر میں اس روز بھی ظہر کی نماز پڑھیں، لیکن اگر کوئی عورت نمازِ جمعہ کے لئے چلی گئی، اور امام کے پیچھے نمازِ جمعہ دو رکعت پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی، اور پھر اُس وقت نمازِ ظہر نہ پڑھے۔

مسئلہ: اگر امام کے پیچھے نماز پڑھے تو یہ نیت کرنا بھی ضروری ہے کہ میں امام کی اقتدار میں نماز پڑھ رہی ہوں۔

مسئلہ: اگر امام کے پیچھے کوئی نماز پڑھے تو کسی بھی رکعت میں اَلْحَمْدُ یا سُورۃ نہ پڑھے۔

مسئلہ: کسی بھی نماز کے لئے کوئی سورۃ شریعت میں اس طرح مقرر نہیں ہے کہ اس سورۃ کے بغیر نماز ہی نہ ہو، لہٰذا کسی نماز کے لئے خود کوئی سورۃ اس طرح مقرر کرلینا کہ اس کے سوا کوئی سورۃ نہ پڑھے، یہ مکروہ ہے، البتہ سورۂ الحمد ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔

عورتوں کے لئے بہت ضروری مسئلہ

یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ نماز کے شرائط میں اعضار کا چھپانا بھی ہے۔اس میں مرد اور عورت کا حکم الگ الگ ہے، ناف سے لے کر گھٹنے کے ختم تک مردوں کو چھپانا فرض ہے، اور عورتوں کو سارا بدن چھپانا فرض ہے، پیٹ، پیٹھ، کمر، سر، سینہ بازو، باہیں، پنڈلیاں، مونڈھے، گردن وغیرہ سب ڈھکے رہیں، ہاں اگر چہرہ یا قدم یا گٹوں تک ہاتھ کھلے رہیں تو نماز ہو جائے گی، کیونکہ یہ تینوں چیزیں ستر سے مستثنیٰ ہیں اور اگر یہ بھی ڈھکی رہیں تب بھی نماز ہو جائے گی۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ باریک کپڑا پہننا نہ پہننا شرعاً برابر ہے، یعنی جس کپڑے سے بال اور کھال نظر آتے ہوں وہ کپڑا نہ پہننے کے حکم میں ہے، اور اس سے ستر نہیں ہوتا۔ آج کل عورتوں کو فیشن کا جوش ہے، اور لباس شرعی تقاضے کے مطابق نہیں پہنتی ہیں، بلکہ رواج کے مطابق چلتی ہیں، باریک ڈوپٹے عام حالات میں اوڑھے رہتی ہیں اور نماز بھی انہی سے پڑھ لیتی ہیں، سر اور گردن اور حلق اور حلق کے نیچے کا بہت سا حصہ اس میں نظر آتا رہتا ہے، اس طرح سے نماز بالکل نہیں ہوتی، بڑی بڑی حجنیں اور ملّانیاں اور پیروں، مرشدوں، مولویوں مفتیوں کے گھرانے کی عورتیں باریک دوپٹہ اوڑھتی ہیں، اور اسی سے نمازیں پڑھتی ہیں، اور عجیب مصیبت یہ ہے کہ کوئی سمجھائے تو اس کی جان کھانے

لگتی ہیں، اور دوپٹہ ہی پر کیا منحصر ہے بے آستین یا آدھی آستین کے کُرتے اور فراک پہنتی ہیں اور بعض علاقوں میں پنڈلیاں ڈھکنے کا بھی اہتمام نہیں کرتی، خصوصًا ساڑھی باندھنے والی عورتیں جو دیہاتوں میں رہتی ہیں، عمومًا پوری باہیں اور آدھی پنڈلیاں کھولے رہتی ہیں، اور چونکہ بلاوز ناف تک رہتا ہے خصوصًا جس کا پیٹ بڑا ہو تو اس کا ناف کے نیچے کا حصّہ بھی نظر آتا رہتا ہے، پھر نماز پڑھنے والیاں اسی طرح باہیں اور پنڈلیاں وغیرہ کھولے ہوئے نمازیں پڑھتی رہتی ہیں، حالانکہ اس طرح نماز بالکل نہیں ہوتی، خدانخواستہ باریک کپڑے کا فیشن چھوڑنا گوارا نہ کریں (اگرچہ وہ بھی خلافِ شرع ہے) اور ران کو گرمی کھائے جاتی ہو تو نماز کے وقت تو خوب چوڑی چکلی موٹی چادر اوڑھ لیا کریں، جس سے پورا سر اور پورے سر کے بال، گردن، گلا، سینہ اور پوری باہیں ڈھک جایا کریں، اسی طرح نیچے کی جانب ٹخنوں سمیت پورا حصّہ موٹے کپڑے سے ڈھانک لیا کریں، ناف کے نیچے والی جگہ کے ڈھانکنے کا اور ران اور پنڈلیاں موٹے کپڑے سے ڈھانکنے کا اہتمام کریں، یوں تو ہر وقت ہی پورے اعضاً کا موٹے کپڑے سے ڈھانکے رہنا لازم ہے، لیکن نماز کے وقت تو خاص اہتمام کر ہی لیا کریں، تاکہ نماز تو ضائع نہ ہو۔

مسئلہ: اگر نماز پڑھتے وقت چوتھائی پنڈلی یا چوتھائی ران یا چوتھائی بانہ کھل جائے اور اتنی دیر کھلی رہے جتنی دیر میں تین بار سُبحَانَ اللّٰہ کہہ سکے تو نماز جاتی رہے گی، پھر سے پڑھے، اور اگر اتنی دیر نہیں لگی بلکہ کھلتے ہی ڈھک لیا تو نماز ہو گئی، اسی طرح جتنے بدن کا ڈھانکنا واجب ہے اس میں سے جب کوئی چوتھائی عضو کھل جائے گا تو نماز نہ ہو گی، جیسے ایک کان کا چوتھائی یا چوتھائی سر یا چوتھائی بال یا چوتھائی پیٹ یا چوتھائی پیٹھ، چوتھائی گردن، چوتھائی سینہ، چوتھائی چھاتی، وغیرہ کھل جانے سے نماز نہ ہوگی، (بشرطیکہ تین بار سُبحَانَ اللّٰہ کہنے کے بقدر یا اس سے زیادہ دیر تک چوتھائی حصّہ کھلا رہے)۔

فرض نماز کے بعد ذکر اور دُعاء

(۲۱) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَّقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (فرض) نماز سے فارغ ہوتے تھے تو تین بار استغفار کرتے تھے، اور (یہ) دُعاء پڑھتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ	"اے اللہ تو سلامت رہنے والا ہے، اور تجھ ہی سے سلامتی مل سکتی ہے تو بابرکت ہے اے بزرگی اور عظمت والے"
(مشکوٰۃ ص ۸۸)	

تشریح فرض نمازوں کے بعد دُعاء قبول ہونے کا خصوصی وقت ہے اس موقع پر خوب اخلاص کے ساتھ دعاء کرے۔ ایک مختصر اور جامع دُعاء اس حدیث میں مذکور ہے، اس کے علاوہ بہت سی دُعائیں آئی ہیں، جو انشاء اللہ آئندہ صفحہ پر آرہی ہیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر استغفار کرتے تھے، یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے، شاید کسی کے ذہن میں یہ سوال گذرے کہ گناہ ہو جائے تو استغفار کرنا چاہئے، نماز تو نیک عمل ہے اس کے ختم پر کیوں استغفار کرتے تھے؟ بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی ذات پاک بہت بلند ہے اس کے شایانِ شان کوئی عمل کسی سے بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ بندہ کے لئے اسی میں بہتری ہے کہ خواہ جو بھی نیک عمل کرلے اوپر سے مغفرت بھی طلب کرلے اس سے اس کوتاہی کی بھی تلافی ہو گی جو عمل کی ادائیگی میں ہو جایا کرتی ہے، اور جو عمل کیا ہے وہ بھی لائق قبول ہو جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

گناہگار گناہ کرکے استغفار کرتے ہیں، اور عابد و زاہد مخلص بندے نیکی کرکے استغفار کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی کے لائق ہم سے عمل نہ ہوسکا۔ ہر نماز کے بعد سنّت کے مطابق تین بار استغفار کرے، یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہے اور وہ دُعا پڑھے جو اوپر گذری، اور اس کے علاوہ مندرجہ ذیل دُعاؤں میں سے جو دُعا چاہے پڑھے یا سب کو پڑھ لے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔[۱] "اے اللہ جو تو دے اس کو کوئی رُکنے والا نہیں اور جو تو روکے اس کا کوئی دینے والا نہیں، اور کسی مالدار کو تیرے عذاب سے مالداری نہیں بچا سکتی۔"

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔[۲] "اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور کنجوسی سے اور نکمّی عمر سے اور دنیا کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے۔"

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَفْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ "اے اللہ میرے اگلے پچھلے گناہ اور وہ گناہ جو میں نے پوشیدہ طور پر کئے اور ظاہراً کئے سب کو بخش دے، اور میرے حد سے بڑھ جانے کو معاف فرما دے، اور اُن گناہوں کو بھی بخش دے جن کو تُو مجھ

---

[۱] بخاری و مسلم ۱۲۔ [۲] بخاری ۱۲۔ [۳] ابوداؤد

لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ ۔ سے زیادہ جانتا ہے، تُو ہی آگے بڑھانے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ؕ "اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیری اچھی عبادت کروں۔"

فائدہ: ہر فرض نماز کے بعد جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرے اس کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ایسے شخص کے جنّت کے داخلے سے صرف موت ہی روکے ہوئے ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ہر فرض نماز کے بعد معوّذات، یعنی سورۃ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرو۔ (مشکوٰۃ)[1]

(۲۲) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَۃُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُہٗ خَادِمًا فَقَالَ اَلَا اَدُلُّکِ عَلٰی مَا ھُوَ خَیْرٌ مِّنْ خَادِمٍ تُسَبِّحِیْنَ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَتَحْمَدِیْنَ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَتُکَبِّرِیْنَ اللّٰہَ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِیْنَ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ وَعِنْدَ مَنَامِکِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خادم طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، آپؐ نے (خادم تو نہ دیا، البتہ یہ) ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو خادم سے بہتر ہے (اور وہ یہ ہے) ہر نماز (فرض سے فارغ ہونے کے) وقت ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھو، اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھو، اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھو، اور سونے کے وقت بھی یہی عمل کرو۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۰۹ عن مسلم)

---

[1] ابوداؤد ۱۲

تشریح اس حدیث میں نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کی بہت بڑی فضیلت ہے، یہ گنتی میں سَو ہوں گے، مگر ثواب میں ہزاروں کے برابر ہوں گے، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دَس گُنا کر دیا جاتا ہے، اس کو پڑھنے کے اور طریقے بھی حدیث شریف میں آئے ہیں، ایک طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں کو ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے، اور پورا سَو کرنے کے لئے ایک بار یہ پڑھ لے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں کو ۲۵، ۲۵ بار پڑھے اور ۲۵ بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے، یہ سب طریقے مشکوٰۃ شریف میں لکھے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خادم طلب کرنے کا واقعہ اس حدیث میں مختصر ذکر فرمایا ہے تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ ذکر اللہ کے بیان میں آرہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزیں ہیں جو مسلمان اُن کی پابندی کرے گا جنّت میں داخل ہو گا، خبردار! وہ دونوں چیزیں آسان ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے کم ہیں۔

(۱) ہر نماز (فرض) کے بعد دَس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے اور دس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور دَس بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہے، یہ زبان پر (پانچوں وقت کے سب ملا کر) ایک سو پچاس ہوئے اور (قیامت کے روز فی نیکی دس کے حساب سے) ترازو میں ڈیڑھ ہزار ہوں گے۔

(۲) اور دوسری چیز یہ ہے کہ جب سونے کے لئے بستر پر جائے تو سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ سَو مرتبہ کہے (سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۳۳ بار، اَللّٰہُ اکبر ۳۴ بار) یہ زبان پر سَو ہوئے اور ترازو میں (قیامت کے دن) ہزار ہوں گے، یہ سب ۲۵۰۰ نیکیاں ہوئیں، بتاؤ تم میں ایسا کون ہے جو رات دن میں ۲۵۰۰ گناہ کرتا ہو؟ (لہٰذا جو اس عمل کو کرے گا اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہوں گی) صحابہؓ نے عرض کیا (یہ تو کوئی مشکل چیز نہیں ہے)، کہ ہم اس کی پابندی کیسے نہ کر سکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا

نماز پڑھنے میں تمہارے پاس شیطان آکر کہے گا کہ فلاں چیز یاد کر فلاں چیز یاد کر، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ گے، اور اس کی اس حرکت کی وجہ سے (ان پر عمل نہ کر سکو گے) اور اسی طرح سونے کا وقت آجائے گا اور وہ سُلانے کی کوشش کرتا رہے گا، حتیٰ کہ سو جاؤ گے، اور اس کو نہ کرو گے۔ (ترمذی)

فائدہ: اس حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کو ہر فرض نماز کے بعد ۱۰، ۱۰ مرتبہ پڑھنا آیا ہے، یہ کم سے کم ہے، اس پر تو عمل کر ہی لیں، سُستی میں اتنا بڑا ثواب کھونا کیسی نادانی ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مہاجر صحابہؓ جو فقیر تھے رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ یا رسُول اللہؐ مال والے تو بڑے درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے اڑے (اور ہم محروم رہ گئے) آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ عرض کیا وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، اور وہ روزے رکھتے ہیں جیسا کہ ہم روزے رکھتے ہیں، اور وہ صدقہ کرتے ہیں ہم صدقہ نہیں کرتے، اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کرتے (لہٰذا مالی عبادت میں وہ ہم سے بڑھ گئے)۔

آپؐ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اس کے سبب تم ان لوگوں کو پکڑ لوگے (یعنی اُن کے برابر ہو جاؤ گے) جو تم سے پہلے گذر گئے، اور ان سے آگے بڑھ جاؤ گے جو تمہارے بعد ہوں گے، اور کوئی تم سے افضل نہ ہو گا، سوائے اس کے جو تمہارے جیسا عمل کر لے، ان حضرات نے عرض کیا جی ہاں ارشاد فرمائیے، فرمایا ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو، راوی کہتے ہیں کہ وہ حضرات (خوشی خوشی) چلے گئے، پھر آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی اس کو سُن لیا، اور اس پر عمل کر لیا، لہٰذا ہم پھر پیچھے رہ گئے، آپؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔ (مشکوٰۃ، ص ۸۹ عن البخاری ومسلم)

نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد پڑھنے کے لئے:۔

حضرت مسلم تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز مغرب سے فارغ ہو کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ یہ کہو:۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ؕ "اے اللہ مجھے دوزخ سے محفوظ رکھیو"

جب تم اس کو کہہ لوگے پھر رات کو تمہاری موت آجائے گی تو دوزخ سے محفوظ رہوگے، اور اگر اس دعا کو نمازِ فجر کے بعد کسی سے بات کئے بغیر کہہ لوگے اور اسی دن مرجاؤگے، تو دوزخ سے محفوظ رہوگے۔ (مشکوٰۃ عن ابی داؤد)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز فجر اور نمازِ مغرب سے فارغ ہونے کے بعد اسی طرح بحالتِ تشہد بیٹھے ہوئے جو شخص دس مرتبہ یہ پڑھ لے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریف ہے، اسی کے ہاتھ میں خیر ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"

تو اس کے لئے ہر مرتبہ کے بدلہ دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کے دس گناہ نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے اور ہر بُری چیز سے اور شیطان مردود سے محفوظ رہے گا اور شرک کے سوا کوئی گناہ اس کو ہلاک نہ کر سکے گا اور عمل کے اعتبار سے سب سے افضل رہے گا ہاں اگر کوئی شخص اس سے زیادہ پڑھ کر آگے بڑھ جائے تو اور بات ہے۔

(مشکوٰۃ عن احمد)

وتر کی نماز

وتر کی نماز تین رکعت ہے، اس کا وقت وہی ہے جو عشاء کا ہے، لیکن عشاء کے فرضوں سے پہلے نہیں پڑھی جاسکتی، وتر نماز کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین رکعت نماز وتر کی نیت کر کے نماز شروع کر دے، اور دو رکعتیں حسب معمول پڑھ کر قعدہ میں بیٹھے، اور عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک التحیات پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑی ہو جائے، اور تیسری رکعت میں الحمد اور سورۃ سے فارغ ہو کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے کاندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور پھر اسی طرح ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھے جیسے پہلے بتایا جاچکا ہے، اس کے بعد

رکوع میں جائے اور باقی نماز معمول کے مطابق پوری کرے۔

دُعائے قنوت یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ، وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ، اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ؕ

ترجمہ: اے اللہ! ہم مدد چاہتے ہیں تجھ سے، اور معافی مانگتے ہیں تجھ سے، اور ایمان لاتے ہیں تجھ پر، اور بھروسہ رکھتے ہیں تجھ پر، اور ہم تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے ہیں، اور اس سے الگ اور علیحدہ ہو جاتے ہیں جو تیری نافرمانی کرتا ہے۔

الٰہی! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں، اور سجدہ کرتے ہیں، اور تیری ہی طرف ہم دوڑتے ہیں، اور ہم تیری ہی طرف جھپٹتے ہیں، اور امیدوار ہیں تیری رحمت کے، اور ڈرتے ہیں تیرے عذاب سے، بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔"

مسئلہ: اگر کسی کو دُعائے قنوت یاد نہ ہو تو (بجائے اس کے) یہ دُعا پڑھ لے:۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ لیکن ہمیشہ اسی کو نہ پڑھتی رہے، بلکہ دُعائے قنوت جلد یاد کرلے۔

سُنَنِ مؤکدہ کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے

(۲۳) وَعَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی فِیْ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ . وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ۔ رَوَاہُ الترمذی وروا ہ مسلم ایضًا من غیر تفصیل الرکعات والامام احمد کذلک وزاد فقالت اُمّ حبیبۃ فما برحتُ اُصلّیھنّ بعدہٗ۔

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات دن میں ۱۲ رکعت نماز پڑھے گا جنّت میں اس کے لئے ایک گھر بنایا جائے گا (وہ بارہ رکعتیں یہ ہیں) چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر یعنی صبح کی نماز سے پہلے۔ (ترمذی صد۸۱ ج ۱)

تشریح: فرض نمازوں کے بعد جو مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سنّتیں پڑھی جاتی ہیں ان کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے خاص کر مؤکدہ سنّتوں کا تو بہت ہی اہتمام کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث میں مؤکدہ سنّتوں کا ذکر ہے چار رکعتیں ظہر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں ظہر کے فرضوں کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے فرضوں کے بعد اور دو رکعتیں عشار کے فرضوں کے بعد اور دو رکعتیں فجر کے فرضوں سے پہلے سنّت مؤکدہ ہیں۔

اس حدیث کی روایت کرنے والی حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، انہوں نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا فَمَا بَرِحْتُ اُصَلِّیْھِنَّ بَعْدُ۔ یعنی جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے اسی وقت سے ان رکعتوں کو اہتمام اور پابندی کے ساتھ ادا کرتی ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی عورتیں خوب دیندار تھیں۔ نیک کاموں کا بہت خیال کرتی تھیں جیسے مرد آخرت کا ثواب اور وہاں کے درجات لینے کی خوب کوشش کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی خوب بڑھ چڑھ کر نماز، روزہ، ذکر تلاوت

اور ثواب کے کاموں میں لگی رہتی تھیں ان مؤکدہ سنّتوں کی فضیلت حدیث شریف میں یہ فرمائی کہ جو شخص ان کی پابندی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنّت میں ایک گھر بنا دے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظہر سے پہلے (ایسی) چار رکعتیں جن کے درمیان سلام نہ پھیرا ہو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (یعنی ان کی مقبولیت اللہ کے یہاں بہت زیادہ ہے آسمانوں کے دروازے کھول کر ان کا استقبال کیا جاتا ہے)۔

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی نیک عمل اس وقت اوپر چڑھ جائے (یعنی عالم بالا میں پہنچ جائے یہ دونوں روایتیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کے جواب میں بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے جن میں زیادہ دیر تک کھڑے رہتے، اور رکوع سجدہ خوب اچھی طرح کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دن کی (نفل) نمازوں میں تہجد کی نماز کے برابر کوئی نماز نہیں ہے سوائے ان چار رکعتوں کے جو ظہر سے پہلے ہیں۔ ان چار رکعتوں کی فضیلت ان دوسری (غیر فرض) نمازوں پر جو دن میں پڑھی جاتی ہیں ایسی ہے جیسے نماز باجماعت کی فضیلت ہے، تنہا نماز پڑھنے پر (یہ دونوں روایات الترغیب والترہیب میں موجود ہیں)۔

فجر کے فرضوں سے پہلے جو سنّتیں ہیں سب مؤکدہ سنّتوں سے بڑھ کر ان کی تاکید وارد ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیر فرض نمازوں میں سب سے زیادہ پابندی فجر کی دو سنّتوں کی کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

ان دو سنّتوں کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رَکْعَتَا الْفَجْرِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔ یعنی فجر کی دو رکعتیں ساری دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہیں۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں کسی حال میں نہیں چھوڑتے تھے۔ (مسند امام احمد)

فائدہ: فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ یَاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھنا سنت ہے۔ (ترمذی شریف)

غیر موکّدہ سنّتیں اور دیگر نوافل

موکّدہ سنّتوں کے علاوہ غیر موکّدہ سنّتوں اور نفل نمازوں کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے بات یہ ہے کہ انسان دنیا میں جو کچھ کرلے گا آخرت میں اس کا پھل پالے گا آخرت کی تجارت میں نقصان کا کوئی خطرہ ہی نہیں، جہاں تک ممکن ہو نفل نمازوں میں بھی کوتاہی نہ کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندہ کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب نکلی تو ثواب سے محروم ہوگا اور نقصان اٹھائے گا اگر فرضوں میں کچھ کمی نکلی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (دیکھو) کیا میرے بندہ کی کچھ غیر فرض نمازیں بھی ہیں۔ اگر غیر فرض نمازیں بھی ہوں گی تو ان کے ذریعہ فرضوں کی کمی پوری کر دی جائے گی۔ پھر دیگر اعمال (روزہ زکوٰۃ وغیرہ) کا حساب بھی اسی طرح ہوگا (یعنی نوافل سے فرائض کی تکمیل کی جائے گی)۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت کا کہ فرائض کی کوتاہی کو غیر فرض سے پورا فرما دیں گے۔ اب بندوں کی سمجھداری ہے کہ سنّتوں اور نفلوں کو معمولی نہ سمجھیں، فرض کے آگے پیچھے جو موکّدہ وغیر موکّدہ سنّتیں ہیں ان کا اور نوافل کا خاص خیال رکھیں یعنی برابر پڑھتے رہیں تاکہ آخرت کے بلند درجات نصیب ہوں اور فرضوں کی کمی بھی پوری ہو سکے۔ نفل نماز اور غیر موکّدہ سنّتوں کے چھوڑنے پر عذاب کی وعید تو نہیں ہے لیکن ان کا نفع بہت زیادہ ہے اس سے محروم ہو جانا بڑی ناسمجھی ہے، ہر شخص اپنی آخرت کی خود فکر کرے۔ نفل نمازیں جس قدر بھی پڑھے بہتر ہے۔ لیکن چاشت، اشراق اور اوّابین اور تہجّد پڑھنا بہت ہی زیادہ نفع کی چیز ہے، ان نمازوں کے فضائل ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ حدیث کے ذیل میں لکھے جائیں گے۔

فرض نماز کے بعد دو رکعت کا ثواب

ایک حدیث فرض نمازوں کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں وارد ہوئی اس کو سُن لیجئے۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب خیبر فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنا اپنا مالِ غنیمت نکالا جس میں متفرق سامان تھا اور قیدی (بھی) تھے آپس میں خرید و فروخت شروع ہوگئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا اور دوسری زائد چیزوں کی فروخت شروع کر دی) ایک صحابی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے آج کی اس تجارت میں اتنا نفع ہوا کہ ساری جماعت میں کسی کو بھی اتنا نفع نہ مل سکا۔ آپؐ نے پوچھا کتنا نفع ہوا؟ عرض کیا میں سامان خریدتا اور بیچتا رہا یہاں تک کہ نفع میں تین سو اوقیہ چاندی بچی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں (اس سے بڑھ کر بہترین نفع کی چیز نہ بتا دوں؟ عرض کیا ضرور بتائیں! آپؐ نے فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد دو رکعت پڑھ لینا (اس سارے نفع سے بڑھ کر ہے) (ابوداؤد)

دیکھو دو رکعتوں کا کتنا نفع بتایا ہے ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور ایک درہم ۳ ماشہ ۵ رتی اور ۱/۵ رتی کا ہوتا ہے تین سو اوقیہ چاندی کی قیمت کا حساب لگا لو۔ پھر دیکھو آخرت کا سودا کتنا نفع کا ہے۔ فَمَنْ یُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا۔

عصر سے پہلے چار رکعتوں کی فضیلت

عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنے کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔ یعنی اس شخص پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھ لے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسئلہ: موکدہ سنّت کا درجہ واجب کے قریب ہے ان کے چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے۔ (ولهٰذا كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب في لحوق الاثم كما في البحر۔ (شامی)

مسئلہ: لمبے سفر میں اگر ریل چھوٹ جانے یا بس کے نکل جانے کا اندیشہ ہو یا ریل میں جگہ ملنے کی دشواری ہو تو موکدہ سنّتوں کو چھوڑنے کی گنجائش ہے مگر فجر کی سنّتیں جہاں تک ممکن ہو پڑھ ہی لے۔ اگر کوئی شخص سخت مریض ہو تو وہ بھی موکدہ سنّتیں چھوڑ سکتا ہے لیکن وتر کبھی نہ چھوڑے کیونکہ وتروں کا درجہ فرضوں کے قریب ہے۔ اگر عشاء کی نماز قضا ہو جائے

تو فرضوں کے ساتھ وتروں کی قضا بھی لازم ہے۔

مسئلہ: اگر فجر کی نماز قضا ہو جائے اور سورج نکلنے پر آنکھ کھلے تو سنّت اور فرض دونوں کی قضا پڑھے اگر ظہر کا وقت آگیا اور فجر کی قضا نہیں پڑھی تو اب صرف فجر کے فرضوں کی قضا پڑھے سنّتوں کی قضا پڑھنے کا وقت گذر گیا۔

مسئلہ: فرض نمازوں کے بعد جو سنّتیں ہیں ان کو فرضوں کے ساتھ ہی پڑھ لے یعنی مختصر سی دعا مانگ کر سنّتوں میں مشغول ہو جائے تسبیحات اور لمبی دعا سنّتوں کے بعد کرے۔

چاشت اشراق اور دیگر نفل نمازوں کا ثواب

چاشت کی نماز

(۲۴) وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ (رواہ مسلم) وَكَانَتْ عَائِشَةُ تُصَلِّيْ الضُّحٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ تَقُوْلُ لَوْ نُشِرَتْ لِيْ أَبَوَايَ مَاتَرَكْتُهَا۔ (رواہ مالك)

ترجمہ: حضرت معاذۃؒ کا بیان ہے (جو حضرت عائشہؓ کی خاص شاگرد تھیں) کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت کتنی رکعتیں پڑھتے تھے، اس پر انہوں نے جواب دیا چار رکعتیں ادا فرماتے تھے اور (اس تعداد پر) کبھی دو رکعت کبھی چار رکعت کا) اضافہ بھی اللہ کی مشیت کے مطابق ہو جاتا تھا (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵ بحوالہ مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگر میرے ماں باپ (بھی) قبر سے اُٹھ آئیں (اور ان کی خدمت میں لگنا پڑے) تب بھی ان کو نہ چھوڑوں گی (کسی نہ کسی طرح وقت نکال کر پڑھتی ہی رہوں گی)۔ (موطا امام مالک)

تشریح: نفل نمازیں دو طرح کی ہیں اوّل وہ نفل نماز جس کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے جب چاہو اور جتنی چاہو پڑھ لو۔ بعض حضرات اکابر سے روزانہ کئی کئی سو رکعتیں پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، اگر کسی کے پاس وقت فارغ ہو تو نماز اس کے لئے بہترین مشغلہ ہے۔ فرائض اور

سنن موکدہ کے علاوہ جس قدر ہو سکے نوافل کا شغل رکھے مگر شوہر یا اولاد یا ماں باپ کے حقوق میں رخنہ نہ ڈالے اور مرد ہو تو وہ بھی بیوی بچوں اور والدین کے حقوق نوافل کی مشغولیت میں تلف نہ کرے کیونکہ شریعت پر چلنا مقصود ہے نہ کہ اپنی طبیعت اور خواہش پر۔

دوسری قسم کے نوافل وہ ہیں جن کے خاص خاص اوقات مقرر ہیں اور ان کے خاص خاص فضائل بھی احادیث شریفہ میں وارد ہوئے ہیں ان ہی نوافل میں چاشت کی نماز بھی ہے جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے اس نماز کی بڑی فضیلت ہے اسی لئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ میرے ماں باپ بھی قبروں سے اُٹھ آئیں تب بھی اس نماز کو نہ چھوڑوں، درحقیقت جن کے دلوں میں نماز کی محبت ہے اور جن کو عبادت کا ذوق ہے وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں، چاشت کی نماز کا وقت ۹ بجے دن میں ہو جاتا ہے اور زوال سے پہلے پہلے یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس نماز کی رکعتوں کی تعداد بھی مختلف احادیث میں مختلف وارد ہوئی ہے۔ دو، چار، آٹھ جتنی رکعتیں پڑھ سکے پڑھ لے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چاشت کے وقت دو رکعت نماز نفل پڑھنے کی پابندی کر لی اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ (ترمذی وغیرہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کے جسم کے جوڑوں کی طرف سے (بطور شکریہ روزانہ) صدقہ (کرنا ضروری) ہے (کیونکہ یہ جوڑ اللہ پاک کی بہت بڑی نعمتیں ہیں، اگر یہ جوڑ نہ ہوں تو انسان اٹھ بیٹھ نہیں سکتا یوں ہی تختہ سا پڑا رہ جائے گا) پھر فرمایا کہ صدقہ کے لئے صدقہ مالی ہی ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ) سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا صدقہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا بھی صدقہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا بھی صدقہ ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا بھی صدقہ ہے اور کسی کو نیک کام کے لئے کہہ دینا بھی صدقہ ہے، بُرائی سے روک دینا بھی صدقہ ہے اور اگر کوئی شخص چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لے تو یہ دو رکعتیں جسم کے جوڑوں کی طرف سے بطور شکریہ کافی ہوں گی۔ (مسلم شریف)

انسان کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں اور روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا کتنا مشکل

ہے؟ اللہ پاک نے بندوں پر مہربانی فرما کر بلا محنت و مشقت کے کاموں کو صدقہ قرار دے دیا ہے۔ سُبْحَانَ اللہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اَللہُ اَکْبَرُ اگر کوئی شخص ۳۶۰ مرتبہ کہہ لے تو جس دن کہہ لے گا اس دن کا شکریہ جسم کے سب جوڑوں کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینے سے بھی ۳۶۰ جوڑوں کا شکریہ ادا ہو جاتا ہے۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے چاشت کے وقت ۱۲ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا ایک محل بنا دیں گے۔ (ترمذی)

مذکورہ بالا احادیث سے چاشت کے وقت دو۲، چار۴، آٹھ۸، بارہ۱۲ رکعات پڑھنا ثابت ہوا جس سے جس قدر ہو سکے پڑھ لیا کرے۔

اشراق کی نماز

یہ بھی ان نوافل میں سے ہے جن کی خاص فضیلت آئی ہے اس کا وقت سورج نکلنے سے ۱۵ منٹ بعد شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت دو یا چار رکعت جس قدر ممکن ہو پڑھے، بہتر یہ ہے کہ نماز فجر جس جگہ پڑھی ہے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے ذکر و تلاوت میں مشغول رہے پھر جب سورج نکل کر بقدر ایک نیزہ کے بلند ہو جائے تو نماز اشراق پڑھ لے۔

نماز اوّابین

عام طور سے ان نوافل کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے جو مغرب کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ مغرب کے بعد فرض اور سنتوں کے بعد چھ رکعت نفل پڑھنے کا ثواب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھ لے جن کے درمیان کوئی بُری بات نہ کرے تو یہ چھ رکعتیں اس کے لئے بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

اگر فرصت زیادہ نہ ہو تو سنتوں کو ملا کر ہی چھ رکعتیں پڑھ لے۔ مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھنے کا ذکر بھی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھ لیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیں گے۔ (ترمذی)

نمازِ تہجد کی اہمیت اور فضیلت

(۲۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَاَیْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَاءَ۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جو رات کو (تہجد کے لئے) اٹھا اور اس نے تہجد کی نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو (بھی) جگایا پھر اس نے بھی نماز پڑھ لی اگر شوہر کے جگانے پر اس نے انکار کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نیند ٹوٹ جائے اور بیدار ہو کر کچھ رکعتیں پڑھ لے) پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو تہجد کے لئے اٹھی اور اس نے نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو (بھی جگایا (تاکہ وہ تہجد پڑھ لے) اگر بیوی کے جگانے پر شوہر نے انکار کیا تو اس کے چہرہ پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نیند کا غلبہ دور ہو جائے اور بیدار ہو کر نماز پڑھ سکے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۹، بحوالہ ابوداؤد و نسائی)

تشریح: اس حدیث میں نمازِ تہجد پڑھنے والوں کو دُعا دی گئی ہے۔ یہ اللہ کے پیارے نبی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہے جو ضرور رنگ کر رہے گی۔ نمازِ تہجد بہت بڑی دولت ہے، بس ذرا اُٹھنے کی تکلیف ہے اور عادت ہو جانے سے وہ بھی جاتی رہتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَابُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمُکَفِّرَةٌ لِّلسَّیِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ (ترمذی)

ترجمہ: رات کی نماز (یعنی تہجد) پڑھا کرو کیونکہ تم سے پہلے گذشتہ امتوں کے نیک حضرات (بھی) اس کو پڑھتے آئے ہیں اور یہ نماز تمہارے لئے اللہ جل شانہٗ سے نزدیک

ہونے کا سبب ہے اور گناہوں کا کفارہ کرنے والی ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

ایک شخص نے سوال کیا یا رسُول اللہ کون سی دُعا قبولیت کے اعتبار سے سب دُعاؤں سے بڑھ کر ہے ؟ آپؐ نے فرمایا پچھلی رات کے درمیانی حصّے کی دُعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دُعا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات کو جب تہائی رات رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا کوئی ہے جو مجھ سے دُعا کرے میں اس کی دُعا قبول کروں ؟ کیا کوئی ہے جو مجھ سے معافی طلب کرے میں اسے معاف کر دوں ؟ کون ہے جو ایسے کو قرض دے جس کے پاس سب کچھ ہے اور وہ ظلم کرنے والا نہیں ہے (جو اس کی راہ میں دو گے اُسے قرض شمار فرمائے گا حالانکہ مال اسی کا دیا ہوا ہے پھر اس کا بدلہ دے گا تو خوب دے گا کم از کم ایک کے دس تو کہیں گئے ہی نہیں اس سے زیادہ بھی اللہ جس کو چاہے گا بہت زیادہ بڑھ کر اجر عطا فرمائے گا) یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ جنّت میں بالا خانے جن کے شفاف ہونے کا یہ عالم ہے کہ ظاہر والا حصّہ اندر سے اور اندر والا حصّہ باہر سے نظر آتا ہے یہ بالا خانے اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار فرمائے ہیں جو نرمی سے بات کرتے ہیں اور (ضرورتمندوں کو) کھانا کھلاتے ہیں اور جو رات کو ایسے وقت نماز پڑھتے ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوں یعنی تہجد کی نماز ادا کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مرد رات کو اپنی بیوی کو جگائے اور دونوں نماز تہجد ادا کر لیں تو ان دونوں میاں بیوی کا نام اللہ کی یاد سے خاص تعلق رکھنے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف)

ایک روز رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا۔ مَنْ یُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ لِکَیْ یُصَلِّیْنَ۔ یعنی کون ہے جو حجروں میں سونے والیوں کو جگائے تاکہ تہجد پڑھ لیں، یہ بات کہہ کر اپنی بیویوں کو جگانا مقصود تھا جو حجروں میں سو رہی تھیں، پھر فرمایا

رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ یعنی بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں کپڑے پہنے ہوئے ہیں لیکن وہ آخرت میں ننگی ہوں گی۔ (بخاری)

عورتوں کو لباس اور زیور سے بہت محبت ہوتی ہے طرح طرح کا لباس پہننے کا اہتمام کرتی ہیں مگر آخرت کی فکر نہیں کرتیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب قیامت کو کھڑے ہوں گے تو سب مرد عورت ننگے ہوں گے بعد میں جنّتیوں کو عمدہ بہترین ریشمی کپڑے ملیں گے جن کی عمدگی کا حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جنّتی عورت کے سر کا دوپٹہ ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے (بخاری شریف) اور دوزخیوں کے کپڑے آگ کے ہوں گے جیسا کہ سورۃ حج میں فرمایا ہے۔ فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَھُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ اللہ پناہ دے یہ کپڑے کیسے ہوں گے؟ غور کریں اور اللہ سے پناہ مانگیں۔

اب دیکھو تو دنیا کے لباس سے زیادہ آخرت کے عمدہ لباس کی فکر ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو آخرت کے اعمال انجام دینے چاہئیں، نفل نمازیں تو دور کی بات ہے عورتیں فرض پڑھنے سے بھی جان چراتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کی طرف توجہ دلائی اور وہاں لباس نصیب ہونے میں لگایا۔ نماز تہجد بہت بڑی چیز ہے۔ میاں بیوی بخوشی پڑھا کریں اور آپس میں طے کرلیں کہ جو پہلے اُٹھے دوسرے کو اٹھا دیا کرے اور یہ بھی طے کرلیں کہ جو اٹھانے سے نہ اُٹھے گا اس کے منہ پر پانی چھڑکا جائے گا تاکہ جگانے اور پانی چھڑکنے کے وقت ناگواری نہ ہو۔ اگر شوہر کی مرضی نہ ہو تو اُسے نہ جگاؤ خود ہی تہجد پڑھ لو مگر ساری رات نہ پڑھو، شوہر کا بھی حق پہچانو اور اپنی تندرستی کو بھی دیکھو۔ تہجّد کے وقت اٹھنا نصیب ہو جائے تو اس وقت نفلیں بھی پڑھو اور دعا بھی کرو جب تک طبیعت حاضر رہے تہجّد پڑھو اگر نیند کا غلبہ ہو جائے تو سو جاؤ مگر فجر کی نماز کے لئے اٹھنے کی فکر کر کے سو جاؤ۔ مثلاً گھڑی میں الارم لگا دو۔ دو رکعت سے لے کر جس قدر آسانی ہو تہجّد کے وقت پڑھ لو، عورتوں میں نماز تہجّد پڑھنے کے کچھ طریقے مشہور ہیں کہ اتنی اتنی بار قُلْ ھُوَ اللہ شریف ہر رکعت میں پڑھیں شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں ہے جیسے دو یا چار رکعتیں نفل کی پڑھا کرتے ہیں، تہجد بھی اسی طرح پڑھی جاتی ہے۔

مسئلہ: اگر تہجّد کو اٹھنے کا خوب پکا یقین ہو تو وتر کی نماز عشاء کے وقت نہ پڑھو تہجّد کے بعد سب سے آخر میں وتر پڑھو۔ اگر اس وقت اٹھنے کا یقین نہ ہو تو عشاء کے وقت ہی وتر پڑھ لو۔

تحیۃ الوضو کی فضیلت

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلاً اَرْجٰی عِنْدِیْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِیْ سَاعَةِ لَیْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) نماز فجر کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (حضرت) بلال رضؓ سے فرمایا کہ اے بلال اسلام قبول کرنے کے بعد ایسا کون سا عمل تم نے کیا ہے جس کے بارے میں تم بہ نسبت دوسرے اعمال کے (اللہ کی رضا کی) زیادہ امید رکھتے ہو، کیونکہ میں نے اپنے آگے جنّت میں تمہارے جوتوں کی آہٹ سُنی (حضرت) بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے تو کوئی عمل اس سے بڑھ کر زیادہ امید دلانے والا نہیں کیا کہ جب کبھی بھی کسی وقت رات میں یا دن میں وضو کیا تو اس وضو سے کچھ نہ کچھ اپنے مقدر کی نماز ضرور پڑھی۔" (صحیح بخاری ص ۱۵۴ ج ۱)

تشریح ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے کہ جو کوئی مسلمان وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے (سنتوں کا خیال رکھے اور پانی خوب دھیان سے سب جگہ پہنچائے) پھر کھڑے ہو کر اس طرح دو رکعت نماز پڑھ لے کہ ظاہر و باطن کے ساتھ ان دونوں رکعتوں کی طرف متوجہ رہے تو اس کے لئے جنّت واجب ہو گی۔ (صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ وضو کے بعد دو رکعتیں خوب خشوع و خضوع کے ساتھ دل لگا کر پڑھنے کا بہت ثواب ہے، اگرچہ بعض فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ وضو کے بعد جو سنّت یا فرض پڑھ لے اس سے بھی تحیۃ الوضوء کا ثواب مل جائے گا جیسے تحیۃ المسجد کا ثواب اس طرح مل جاتا ہے، لیکن دونوں حدیثیں جو ہم نے اوپر نقل کی ہیں اُن کے طرزِ بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تحیۃ الوضوء کی رکعتیں مستقل ہونی چاہئیں، تحیۃ الوضو پڑھے تو یہ دیکھ لے کہ مکروہ وقت

تو نہیں ہے، زوال کے وقت نماز پڑھنا درست نہیں، اور صبح صادق ہونے کے بعد سورج نکل کر بلند ہو جانے تک نفل پڑھنا درست نہیں ہے اسی طرح نماز عصر کے بعد سورج چھپ جانے تک نفل پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ان وقتوں میں تحیۃ الوضوء نہ پڑھے، خوب سمجھ لو، بعض فقہائے نے لکھا ہے کہ وضوء کا پانی اعضاء سے خشک ہونے سے پہلے تحیۃ الوضوء پڑھ لے، اس کا خیال رکھنا بھی بہتر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت بلالؓ کے جُوتوں کی آہٹ اپنے آگے جنّت میں سُنی، کیونکہ حضرت بلالؓ بطور خادمِ خاص بیداری میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور بعض ضروری امُور کی انجام دہی کے لئے آگے آگے چلا کرتے تھے، اس میں حضرت بلالؓ کے جنتی ہونے کی اور اس امر کی بشارت ہے کہ وہ جس طرح دنیا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب تر رہنے والے تھے آخرت میں بھی اُن کو قربِ خاص نصیب ہو گا، چونکہ نبیوں کا خواب وحی ہوتا ہے، اس لئے اس عظیم خوشخبری کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (من فتح الباری)

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ سب سے زیادہ امید والا عمل یہ ہے کہ جب وضو کرتا ہوں اپنے مقدور کی نماز پڑھتا ہوں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بِھٰذا یعنی اس عمل کی وجہ سے تم کو یہ فضیلت حاصل[1] ہوئی۔ چونکہ یہ فضیلت مخصوص عمل یعنی ہر وضو کے بعد نماز کا اہتمام کرنے سے ملی اس لئے سب حضرات کو یہ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔

---

[1] صفۃ الصلوٰۃ ۱۲

صلوٰۃ التسبیح

نفل نمازوں میں اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلبؓ سے فرمایا کہ اے عباسؓ! اے چچا جان! کیا میں آپ کو ایک عطیہ دوں؟ کیا میں آپ کو بخشش کروں؟ کیا میں آپ کو بہت مفید چیز سے باخبر کروں؟ کیا میں آپ کو ایسی چیز دوں کہ جب تم اس کو کرلو گے تو اللہ تعالےٰ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، خطاءً کئے ہوئے اور جان کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے، چھپ کر کئے ہوئے اور ظاہراً کئے ہوئے سب معاف فرمادے گا، وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نماز (نفل) صلوٰۃ التسبیح اس طرح سے پڑھو کہ جب الحمد شریف اور سورۃ پڑھ چکو تو کھڑے ہی کھڑے رکوع سے پہلے (کلمہ سوم) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔ پندرہ مرتبہ کہو، پھر رکوع کرو تو رکوع میں ان کلمات کو دس مرتبہ کہو، پھر رکوع سے کھڑے ہوکر (قومہ میں) دس مرتبہ کہو، پھر سجدہ میں جاکر دس مرتبہ کہو، پھر سجدہ سے اٹھ کر (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر) دس مرتبہ کہو، پھر دوسرا سجدہ کرو، اور اس (دوسرے سجدہ میں) دس مرتبہ کہو، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ، اور دس مرتبہ کہو، اسی طرح چار رکعتیں پڑھ لو، یہ ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ ہوئے (اور چاروں رکعتوں میں ملاکر ۳۰۰ ہوئے)

یہ ترکیب بتاکر رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہوسکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ کرو تو جمعہ میں (یعنی ہفتہ بھر میں) ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ کرو تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ کرو تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ کرو تو عمر بھر میں ایک مرتبہ (تو) پڑھ ہی لو۔

(ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ نماز ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے، اور ابوالجوزاءؒ تابعی

روزانہ ظہر کی اذان ہوتے ہی مسجد میں آجاتے تھے اور جماعت کھڑے ہونے تک پڑھ لیا کرتے تھے، حضرت عبدالعزیز بن ابی رداد فرماتے تھے کہ جسے جنّت درکار ہو اسے چاہیئے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے، ابو عثمان حیری فرمایا کرتے تھے کہ مصیبتوں اور غموں کے دُور کرنے کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی بہتر چیز میں نے نہیں دیکھی۔

نیّت :

نیّت کرتی ہوں چار رکعت نماز نفل صلوٰۃ التسبیح کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔

مسائل متعلقہ صلوٰۃ التسبیح

مسئلہ : اس نماز کے لئے کوئی سورۃ مقرر نہیں ہے، جو بھی سورۃ چاہے پڑھ لے، بعض روایتوں میں ہے کہ بیس آیتوں کے قریب قریب قرارت پڑھے۔

مسئلہ : ان تسبیحات کو زبان سے ہرگز نہ گنے، کیونکہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی، انگلیاں جس جگہ رکھی ہوں اُن کو وہیں رکھے رکھے اسی جگہ دباتی رہے۔

مسئلہ : اگر کسی جگہ پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرلے، البتہ بھولی ہوئی تسبیحات کی قضا رکوع سے کھڑے ہوکر اور دونوں سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد جب بیٹھے تو اس میں بھی بھولی ہوئی تسبیحات کی قضا نہ کرے، (بلکہ ان کی تسبیحات دس مرتبہ پڑھ لے) اور اُن کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی تسبیحات ادا کرے۔

فائدہ ۱ : یہ نماز ہر وقت ہوسکتی ہے سوائے اُن وقتوں کے جن میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

فائدہ ۲ : بہتر یہ ہے کہ اس نماز کو زوال کے بعد ظہر سے پہلے پڑھ لیا کرے جیسا کہ ایک حدیث میں بعد زوال کے الفاظ آئے ہیں، اور بعد زوال موقع نہ ملے تو جس وقت چاہے پڑھ لے۔

فائدہ ۳ : بعض روایات میں ان چار کلموں یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ کے ساتھ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بھی آیا ہے لہٰذا اس کو بھی ملا لیا جائے تو بہتر ہے۔

فائدہ ۴: دوسری اور چوتھی رکعت میں التحیات سے پہلے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھے، اور رکوع وسجدہ میں پہلے تسبیح (یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ، اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی) پڑھے، اور بعد میں ان کلمات کو پڑھے۔

فائدہ ۵: دوسرا طریقہ اس نماز کے پڑھنے کا یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک پڑھنے کے بعد الحمد شریف سے پہلے ان کلمات کو پندرہ مرتبہ پڑھے، اور پھر الحمد اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ اسی طرح ہے، جو پہلے طریقہ میں گذرا۔

اب اس صورت میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پہلی اور تیسری رکعت کے ختم پر ان کلمات کو پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی، اور نہ دوسری اور چوتھی رکعت میں التحیات سے پہلے ان کو پڑھا جائے گا، (کیونکہ ہر رکعت میں دوسرے سجدے تک پہنچ کر ہی ۷۵، کی تعداد پوری ہو جائے گی)، علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ دونوں طریقوں پر عمل کر لیا جائے حضرت عبداللہ بن المبارکؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں اس نماز کو اسی طریقہ سے پڑھا کرتے تھے، جو ابھی بعد میں ہم نے ذکر کیا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی وجہ سے سجدۂ سہو پیش آجائے تو اس میں یہ تسبیحات نہ پڑھے، البتہ کسی جگہ بھولے سے تسبیحات پڑھنا بھول آئی ہو جس سے ۷۵، کی تعداد میں کمی ہو رہی ہو اور اب تک قضا نہ کی ہو تو اس کو سجدۂ سہو میں پڑھ لے۔

نفلی عبادات میں میانہ روی کا حکم

(۲۷) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَحَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَیْنَ سَارِیَتَیْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ تُصَلِّیْ فَاِذَا اَعْیَتْ

تَعَلَّقَتْ بِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتُصَلِّ مَا اَطَاقَتْ فَاِذَا اَعْيَتْ فَلْتَجْلِسْ قَالَ زِيَادٌ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا الزَّيْنَبُ تُصَلِّيْ فَاِذَا كَسِلَتْ اَوْ فَتَرَتْ اَمْسَكَتْ بِهٖ فَقَالَ حُلُّوْهُ فَقَالَ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نِشَاطَهٗ فَاِذَا كَسِلَ اَوْ فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ (رواہ ابوداؤد عن شیخہ زیاد وھارون وزیادۃ ذکر زینب من زیاد[1])"

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (رات کو) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے (دیکھا کہ) ایک رسّی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے، فرمایا یہ کیسی رسّی ہے؟ جواب میں عرض کیا گیا کہ یہ حمنہ بنت جحش ہیں، (جو دیر تک رات کو نماز پڑھتی رہتی ہیں، انہوں نے یہ باندھی ہے) نماز پڑھتے پڑھتے جب تھک جاتی ہیں تو (سستی اتارنے کے لئے) اس سے لٹک جاتی ہیں، آپ نے فرمایا جب تک طاقت ہو نماز پڑھتی رہے، جب تھک جائے تو بیٹھ جائے، پھر (آپ نے ایک اور رسّی دیکھی) فرمایا یہ کیا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ زینبؓ (نے باندھی ہے وہ رات کو) نماز پڑھتی رہتی ہیں، جب سستی آجاتی ہے تو اس کو پکڑ لیتی ہیں، آپ نے فرمایا اس کو کھول دو، پھر (مستقل طریقہ پر قاعدہ بتاتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ جب تک طبیعت میں بشاشت رہے (نفل) نماز پڑھتے رہو، پھر جب سستی آجائے تو بیٹھ جانا چاہیے۔" (سنن ابوداؤد، ص ۱۸۶ ج ۱ باب النعاس فی الصلوٰۃ)

---

(۲۸) وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ الْحَوْلَاءَ بِنْتَ تُوَيْتِ بْنِ حَبِيْبِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى مَرَّتْ بِهَا وَعِنْدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ هٰذِهِ الْحَوْلَاءُ بِنْتُ تُوَيْتٍ

---

[1] واخرجہ البخاری ص ۱۵۴ ج ۱ ومسلم ص ۲۶۶ ج ۱ واقتصر علی ذکر زینبؓ ۱۲

وَزَعَمُوْا اَنَّهَا لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ؟ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَمُ اللّٰهُ حَتّٰى تَسْأَمُوْا. (رَوَاهُ مُسْلِم)[1]

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (اپنے بھانجے) حضرت عروۃ بن الزبیرؓ کو بتایا کہ (ایک مرتبہ) حَوْلاء بنت تُوَیت (صحابی خاتون) میرے پاس سے گذریں، اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف رکھتے تھے، میں نے عرض کیا کہ یہ حولاء بنت تویت ہیں، لوگوں کا بیان ہے کہ یہ رات کو نہیں سوتی ہیں (اور نماز ہی پڑھتی رہتی ہیں) آپؐ نے (ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا "رات بھر نہیں سوتی؟" (پھر فرمایا) کہ اس قدر عمل کرو جتنی طاقت ہو، پس اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ بددلی والا معاملہ نہیں فرماتے (اپنے فضل وثواب کو نہیں روکتے) جب تک تم بددل نہ ہو جاؤ۔" (صحیح مسلم ص۲۶۶ ج۱)

تشریح فرض عبادت کا اہتمام تو بہرحال لازم ہے، اور واجب وسنن مؤکدہ کی پابندی بھی ضروری ہے، اب رہیں نفل عبادتیں تو ان کی ادائیگی بھی بہت فائدہ مند ہے، ان سے فرائض کی کمی بھی پوری کی جائے گی، اور ثواب بھی ان کا بہت ہے، جیسا کہ روایاتِ حدیث میں مذکور ہے، لیکن نوافل کے بارے میں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اُن کی کثرت اسی حد تک ٹھیک ہے کہ اُن کی وجہ سے فرائض میں فرق نہ آئے، اور بندوں کی حق تلفی نہ ہوتی ہو، اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے بددلی کی حالت میں ادا نہ ہو۔

اوپر جو دو حدیثیں مذکور ہوئیں اُن میں جہاں صحابی خواتینؓ کے تہجّد پڑھنے کے ذوق کا پتہ چلا وہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ نصیحت بھی سامنے آگئی کہ تہجّد پڑھنے کے لئے نفس کے ساتھ سختی کرنا درست نہیں ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جب تک طبیعت میں نشاط، خوشی اور بشاشت رہے اس وقت تک تہجّد میں لگے رہو، نفس کے ساتھ زبردستی

---

[1] واخرجہ البخاری بلفظ فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مَن ہذہ فقلت فلانۃ لا تنام باللیل فذکر من صلوٰتہا فقال مہ الحدیث ۱۲۔

کرنا کر رسی سے لٹک جائیں یا آنکھوں میں کوئی چیز ڈال لیں جس سے نیند بھاگ جائے یہ ممنوع ہے، اگر طبیعت حاضر نہ ہو، دل میں بشاشت نہ ہو، نفس میں سستی ہو، آنکھوں میں نیند بھری ہو، جمائیاں آ رہی ہوں، کہتے کچھ ہوں اور زبان سے نکلتا کچھ ہو، اس حالت میں تہجد پڑھنے کے بجائے آرام کر لینا اور سو جانا بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے ہوئے نیند آنے لگے تو سو جائے، یہاں تک کہ نیند چلی جائے، کیونکہ نیند کی حالت میں نماز پڑھنے سے پتہ نہ چلے گا (کہ کیا کہہ رہا ہے) ہو سکتا ہے کہ وہ (اپنے ارادہ سے تو) مغفرت کی دعا کرنا چاہتا ہو اور (نیند کے غلبہ کی وجہ سے استغفار کے بجائے) اپنے حق میں برا کہہ رہا ہو۔ (مشکوٰۃ عن البخاری و مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص رات کو (نماز میں) کھڑا ہو اور قرآن پڑھنے سے زبان لڑکھڑا رہی ہو (یعنی نیند کی وجہ سے الفاظ ادا نہ ہو رہے ہوں) اور پتہ نہ چلے کہ کیا کہہ رہا ہے تو لیٹ جائے (اور آرام کرے) (سنن ابوداؤد)

حضرت حولاء بنت تویت رضی اللہ عنہا کے بارے میں جب آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یہ راتوں رات نماز پڑھتی ہیں اور سوتی نہیں ہیں، تو آپ نے ناگواری کا اظہار فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ بقدر طاقت کے عمل کرو۔[1]

ایک مرتبہ تین آدمی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آئے تاکہ آپ کی (اندرونِ خانہ والی) عبادت کے بارے میں معلوم کریں، جب ان کو آپ کی عبادت کے بارے میں بتا دیا گیا (جس میں رات کے سونے اور عبادت کرنے کا ذکر تھا) تو انہوں نے اس کو کم سمجھا، اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم کہاں اور اللہ کے رسول کہاں؟ (تھوڑی عبادت میں ہمارا کام کیسے چلے گا) ہے آپ، آپ کی تو بڑی شان ہے) اللہ

---

[1] فی مؤطا امام مالکؒ فی قصۃ الحولاء فکرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک حتی عرفت الکراھیۃ فی وجھہ ۱۲۔

نے آپؐ کے اگلے پچھلے خطا ر و قصور سب معاف فرما دیئے ہیں۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا کہ میں راتوں رات نماز پڑھوں گا، (بالکل رات کو نہ سوؤں گا) دوسرے نے کہا کہ ہمیشہ روزانہ (نفلی) روزہ رکھوں گا، بے روزہ نہ رہوں گا، (اور رمضان کے روزے رکھنا تو بہرحال فرض ہیں) تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، کبھی نکاح نہ کروں گا، یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خبردار! خدا کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ ڈرنے والا اور اللہ (کی رضا) کے لئے گناہوں سے بچنے والا ہوں، میں روزے بھی رکھتا ہوں اور بے روزہ بھی رہتا ہوں، (رات کو نفل) نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جو شخص میرے طریقہ سے ہٹے وہ مجھ سے (تعلق رکھنے والا) نہیں ہے (مشکوٰۃ ص ۲۷ عن البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ راتوں رات نماز پڑھتے تھے، اور روزانہ دن کو روزہ رکھتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو (آپؐ نے) فرمایا اے عبداللہ! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم روزانہ دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز میں کھڑے رہتے ہو، کیا یہ خبر درست ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ خبر صحیح ہے، آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو (بلکہ) روزہ بھی رکھو اور بے روزہ بھی رہو، اور رات کو نماز میں قیام بھی کرو اور سو بھی جاؤ، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے پاس آنے جانے والوں (یعنی مہمانوں) کا بھی تم پر حق ہے (اگر ساری عمر روزہ رکھنے کا ثواب لینا چاہتے ہو) تو تم کو یہ کافی ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، کیونکہ تم کو ہر نیکی کا بدلہ اس کا دس گنا ملے گا، (اور اس طرح تین ۳ روزوں کے تیس ۳۰ روزے ہو جایا کریں گے) پس یہ ثواب کے اعتبار سے ہمیشہ روزہ رکھنا ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اپنے اندر اس سے زیادہ کی طاقت پاتا ہوں، آپؐ نے فرمایا تو اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے روزوں کی طرح روزے رکھو اور اس پر اضافہ مت کرو، میں نے عرض کیا اللہ کے نبی

داؤد علیہ السلام کے روزوں کا کیا طریقہ تھا؟ فرمایا آدھی عمر کے روزے رکھنا (یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن بے روزہ رہنا)[1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس رخصت پر عمل نہ کیا جو آپؐ نے ان کو شروع میں بتائی تھی، بلکہ یہ کہتے رہے کہ مجھ میں زیادہ قوت ہے، پھر جب بوڑھاپے میں پہنچے تو فرمایا کرتے تھے! کاش! میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت پر عمل کر لیتا۔ (رواہ البخاری ص ۲۶۵ ج ۱)

چونکہ آدمی آدمی ہی ہے، یعنی اس کے ساتھ بشری لوازم لگے ہوئے ہیں، اس لئے اسے اپنے جسم اور اعضاء جسم کی رعایت رکھنا بھی ضروری ہے، اگر کوئی شخص نفس کے ساتھ سختی کرے گا تو نفس جواب دے دے گا، اور جو اعمالِ صالحہ شروع کر رکھے ہیں وہ بالکل ختم ہو جائیں گے، دو چار سال عبادت کی پھر تھک کر بیٹھ رہے گا، یہ نہ دینداری ہے نہ سمجھداری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ۔ (مسلم ص ۲۶۶)

"اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ پابندی کے ساتھ ہو اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔"

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ تھوڑا عمل جو ہمیشہ ہو زیادہ عمل سے جو بعد میں چھوڑ دیا جائے اس لئے بہتر ہے کہ تھوڑا سا عمل جو ہمیشہ ہوتا ہے اس سے طاعات اور ذکر اور مراقبہ اور نیّت اور اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہمیشہ ہوتی رہتی ہے، اور تھوڑا عمل ہمیشگی والا ثواب کے اعتبار سے چند در چند ہو کر اس عمل کثیر سے بڑھ جاتا ہے جو کچھ دن ہو کر ختم ہو جائے۔

نفس کو زیادہ رگڑا جائے تو صحت بھی خراب ہو جاتی ہے، اور روزانہ رات بھر بیدار

---

[1] وھو مصرح فی روایۃ اخری عند البخاری ص ۲۶۵ ج ۱ کان یصوم یوما ویفطر یوما ۱۲

رہے تو آنکھوں پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ جو اوپر مذکور ہوا اس کی بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ۔ (بخاری ص ۲۶۵ ج ۱)	"یعنی جب تم راتوں رات نماز میں کھڑے رہو گے اور روزانہ روزہ رکھو گے تو تمہاری آنکھیں اندر کو دھنس جائیں گی اور نفس تھک کر رہ جائے گا"

اور جب بڑھاپے کا دور آئے گا تو عبادات میں محنت کرنے سے وہ شخص عاجز رہ جائے گا، جس نے جوانی میں میانہ روی سے کام نہ لیا، اور نفس کو بہت زیادہ محنت میں مشغول رکھا اُسی لئے تو عبداللہ بن عمروؓ بڑھاپے میں افسوس کیا کرتے تھے کہ کاش میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ رخصت کو مان لیتا اگر میانہ روی سے چلتا رہے تو جوانی اور بڑھاپے میں برابر کام چلتا رہے گا، اور تھوڑا تھوڑا بہت ہو جائے گا۔

عبادت میں بہت زیادہ محنت کر کے بڑھاپے میں پڑ جانے اور عبادت کے چھوٹ جانے کے نقصان کے علاوہ جسم اور نفس اور آنکھ کے حقوق اور اہل وعیال اور مہمانوں کے حقوق کی ادائیگی کا بھی کوئی موقع ایسے غلو کرنے والے عابد کو نہیں ملتا، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمروؓ کو میانہ روی کا حکم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے نفس اور بیوی اور مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے۔

بہت سے مرد اور عورت اپنی بزرگی اور عبادت کے گھمنڈ میں گھر والوں اور مہمانوں کا حق نہیں پہچانتے، مہمان کا حق اتنا ہی نہیں ہے کہ بس اس کو روٹی کھلا دی جائے اور بستر دے کر سُلا دیا جائے، بلکہ اس کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھے اُٹھے، بات چیت کرے، اگر مہمان کو روٹی کھلا دی اور خود روزہ رکھ لیا اور رات کو اُسے بستر دے کر خود لمبی نماز میں لگ گئے، تو اس بیچارے کا کیا دل خوش ہوگا، کیا یاد کرے گا کہ ہم کس کے گھر گئے تھے، مہمان دو باتیں کرنے کے لئے ترستا رہا، اور صاحبِ خانہ بزرگ صاحب رات بھر نماز پڑھتے رہے، وہ ساتھ کھانا کھانے کا خواہشمند رہا، حضرت صاحب نے روزہ

رکھ لیا، اسی طرح سے بد دلی کے ساتھ ایک دو دن گذار کر مہمان چلا جائے گا، یہ کوئی بزرگی کا طرز عمل نہیں ہے، مہمان کے ساتھ وقت گذارنا، اس کے ساتھ ہنسنا بولنا، پاس بیٹھنا، بات کرنا اور اس کے ساتھ کھانا کھانا، خصوصاً جبکہ قریبی رشتہ دار ہو یہ سب دینداری اور بزرگی میں شامل ہے، البتہ عورتیں نامحرم مہمان سے خلا ملا نہ کریں، نہ بے پردہ ہو کر سامنے آئیں نہ تنہائی میں اُن کے پاس جائیں۔

اہل وعیال کا بھی حق ہے، ان سے بولے، بات کرے، دلداری کرے، بیوی شوہر کا، شوہر بیوی کا خیال رکھے، بہت سے مرد عبادت میں غلو کرتے ہیں، راتوں رات نماز پڑھتے ہیں، اور بیوی سے جھوٹے منہ بھی بات نہیں کرتے، حالانکہ اس کی دلداری کرنا، اس سے بات کرنا، دل لگی کرنا، ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، لیٹنا، یہ سب عبادت ہے، اور یہ بیوی کے حقوق میں شامل ہے، اسی طرح سے بہت سی عورتیں اپنی جہالت کے باعث ضرورت سے زیادہ دیندار بن جاتی ہیں، راتوں رات نماز پڑھنے کی عادت ڈال لیتی ہیں، شوہر بے چارہ مُنہ تکتا رہتا ہے، کہ محترمہ کی نماز ختم ہو تو دو باتیں کرلوں، اور بہت سی عورتیں نفلی روزے رکھتی چلی جاتی ہیں، جس سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں بہت فرق آجاتا ہے، حالانکہ شوہر گھر پہ ہو تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نفس، جسم، آنکھ، شوہر، بیوی، مہمان، بال بچے سب کا خیال رکھتے ہوئے نفل عبادت کرنا چاہئے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ ان چیزوں کو بہانہ بنا کر نفلی عبادت کو بالکل چھوڑ بھی نہ بیٹھے، میانہ روی کے ساتھ سب کام چلتے رہیں، جیسا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن تین آدمیوں سے فرمایا جو آپؐ کی ازواج مطہراتؓ سے آپؐ کی اندرونِ خانہ عبادت معلوم کرنے کے لئے آئے تھے، کہ میں روزہ رکھتا ہوں، بے روزہ بھی رہتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، الغرض میانہ روی دین میں پسندیدہ ہے۔

اعتکاف کا ایک واقعہ
اور
اخلاص کے بارے میں تنبیہ

(۲۹) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ اَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَاسْتَاْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَاَذِنَ لَهَا وَسَاَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَسْتَاْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا رَاَتْ ذٰلِكَ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ اَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى انْصَرَفَ اِلٰى بِنَائِهٖ فَبَصُرَ بِالْاَبْنِيَةِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبِرَّ اَرَدْنَ بِهٰذَا مَا اَنَا بِمُعْتَكِفٍ فَرَجَعَ فَلَمَّا اَفْطَرَ اِعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ ماہِ رمضان میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی، آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے لئے بھی اجازت لے لو، چنانچہ انہوں نے اُن کے لئے بھی اجازت لے لی، جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے ایک خیمہ لگانے کا حکم فرمایا، چنانچہ وہ لگا دیا گیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو اپنے معتکف (اعتکاف کی جگہ) تشریف لے جاتے تھے، آپ تشریف لائے

تو دیکھا خیمے لگے ہوئے ہیں، فرمایا یہ کیا ہے؟) حاضرین نے عرض کیا، یہ عائشہؓ اور حفصہؓ اور زینبؓ کے خیمے ہیں، فرمایا کیا انہوں نے اس کے ذریعہ نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ میں اعتکاف نہیں کرتا، چنانچہ آپؐ نے ارادہ بدل دیا، پھر جب عید کا مہینہ آیا (اس میں) دس دن کا اعتکاف فرمایا" (صحیح بخاری ص ۲۷۴ ج ۱)

تشریح حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ تینوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تھیں، مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ نبوت کی خواتین خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک بیویوں کو عبادت کا خاص ذوق تھا، مقابلہ کا اگر جذبہ تھا تو دین میں آگے بڑھنے کا تھا، دنیا کی چیزوں کی رغبت نہ تھی، اور اسباب دنیا جمع کرنے کا ان کے یہاں نہ اہتمام تھا نہ اس میں مقابلہ کرنے کا تصور تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ کی بیویاں بھی اس کے لئے تیار ہو گئیں، اور اپنے اپنے خیمے اعتکاف کرنے کے لئے لگوا دیئے، درحقیقت اگر کسی دینی کام میں نیت صاف ہو، یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور تصور صرف یہ ہو کہ مجھے دوسروں سے زیادہ ثواب مل جائے، کسی فرد کو گرانا یا اپنے نفس کو پھلانا مقصود نہ ہو تو مقابلہ میں آگے بڑھ جانے کا جذبہ نہ صرف درست ہے بلکہ محبوب و مستحسن ہے۔

اور اگر مقصود یہ کہ فلاں کو نیچا دکھا دوں یا اپنی تعریف کرالوں، یا نفس کو خوش کرنا مقصود ہو کہ نفس اپنی عبادت اور دینی محنت کرنے کے باعث پھولا نہ سماتا ہو اور دوسروں کی تحقیر اور اپنی بڑائی کے تصور میں مبتلا ہو تو شرعاً یہ بات بہت بری ہے، اور گناہ ہے، اور اس طرح کی نیت کرنے سے عبادت کا ثواب تو کیا ملتا بلکہ اس عبادت کے وبال بننے کا خطرہ ہو جاتا ہے، عبادت گذاروں کو ہر وقت اپنے جذبات کا احتساب کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ کی رضا مقصود ہے یا اور کوئی مقصد ہے؟ کہیں دوسروں کو دکھانا یا اپنے نفس کو بڑھانا اور غیروں کو حقیر بنانا تو مقصود نہیں؟ کہیں یہ جذبہ تو نہیں کہ اپنی تعریف ہو اور نفس عبادت کی کثرت پر مغرور ہو جائے، اگر اپنے اعمال کا اس طرح جائزہ نہ لیں تو نفس و شیطان عبادت گذار کا ناس کر کے رکھ دیتے ہیں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اعتکاف کے لئے خیمہ لگوادیا، دوسری بیویوں نے بھی یہی کیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو گویا ایسا[1] محسوس فرمایا کہ ان کے آپس میں مقابلہ کی جو شان ہے کہیں اس میں نفس کا حصہ تو نہیں ہے؟ لہٰذا آپؐ نے سوال کے انداز میں تنبیہ فرمائی اور فرمایا کیا انہوں نے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ (یا اس کے سوا کچھ اور مقصود ہے؟) پھر ان کو مزید تنبیہ فرمانے کے لئے خود اعتکاف کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا، اور اس کے بجائے عید کے مہینہ میں اعتکاف فرمایا آپؐ کے ارادہ بدل دینے سے بیویوں کے ارادے اور جذبات ٹھنڈے پڑ گئے، اور اعتکاف کرنے میں حصۂ نفس کا اگر شائبہ تھا وہ فنا ہو گیا۔ آپؐ نے عملی طور پر بھی اصلاح فرما دی، فصلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ بقدر کمالہٖ وجمالہٖ۔ ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اپنے اعمال کا اور نیتوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے، واللہ الموفق۔

سفر میں نماز پڑھنے کے احکام

(۳۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَّالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَآءً ثَلٰثُ رَكَعَاتٍ لَا يَنْقُصُ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ وَّهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

---

[1] قال الحافظ فی الفتح وکانہ صلی اللہ علیہ وسلم خشی ان یکون الحامل لھن علی ذلک المباہاۃ والتنافس الناشئ من الغیرۃ حرصًا علی القرب منہ خاصۃ فیخرج الاعتکاف عن موضعہ الخ وقال ایضًا وفیہ شؤم الغیرۃ لانہا ناشئۃ عن الحسد المفضی الی ترک الافضل لاجلہ، وفیہ ترک الافضل اذا کان فیہ مصلحۃ وان من خشی علی عملہ الریار جازلہ ترکہ وقطعہ وفیہ ان الاعتکاف لا یجب بالنیۃ اھ۔

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضر (یعنی گھر پر رہنے کی حالت میں) اور سفر میں نماز پڑھی ہے، حضر میں میں نے آپؐ کے ساتھ ظہر کی نماز چار رکعت (فرض) پڑھی اور اس کے بعد دو رکعتیں (سنّت) پڑھیں اور (سفر میں) آپ کے ساتھ میں نے نمازِ عصر (فرض) دو رکعت پڑھی اور اس کے بعد آپؐ نے کوئی نماز (سنّت یا نفل) نہیں پڑھی، اور نمازِ مغرب حضر اور سفر میں برابر تین ہی پڑھیں، آپ اُن میں حضر و سفر میں کوئی کمی نہیں فرماتے تھے، یہ دن کی وتر نماز ہے، اس کے بعد آپؐ دو رکعتیں پڑھتے تھے۔" (سنن ترمذی ص۱۰۵ ج۱، ابواب السفر)

تشریح اس حدیث میں نمازِ سفر کا ذکر ہے جس کو نمازِ قصر کہتے ہیں، اللہ جل شانہٗ نے محض اپنے فضل و کرم سے سفر میں نماز فرض کی رکعتوں میں کمی فرما دی ہے۔ یعنی چار رکعت والی فرض نماز سفر میں دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔ اس قانون میں ظہر، عصر، اور عشاء کی فرض نماز آتی ہے، مغرب اور فجر کی نماز میں کوئی قصر نہیں ہے۔ حدیث بالا میں ظہر، عصر کا ذکر ہے، عشاء کے فرضوں کا ذکر دوسری روایات میں ہے۔

کتنے سفر کے ارادہ سے روانہ ہونے سے سفر کے احکام جاری ہوتے ہیں؟ اس میں تفصیل ہے:۔

اگر کوئی شخص ایک منزل یا دو منزل کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کے احکام نہیں بدلتے، اور شریعت کے قاعدے سے اس کو مسافر نہیں کہتے، چار رکعت والی نماز کو چار ہی رکعت پڑھے، اور رمضان کے روزے بھی پابندی سے رکھے، اگر کوئی مرد یا عورت تین منزل چلنے کا ارادہ کر کے چلے اور اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے تو شریعت کی رُو سے اس کے لئے مسافرت کے احکام شروع ہو جائیں گے، اور جب تک آبادی کے اندر اندر چلے تب تک مسافرت کا کوئی حکم نہیں لگے گا اور ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹاپ اور ہوائی اڈہ اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی سے باہر ہے تو وہاں پہنچ کر سفر کے احکام شروع ہو جائیں گے۔ اگرچہ اپنی بستی اور شہر سے قریب ہو۔

مسئلہ: تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے وہاں تین روز میں پہنچا کرتے ہیں، تخمینہ اس کا ہمارے ملک میں اڑتالیس میل انگریزی ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی جگہ اتنی دُور ہے کہ اونٹ اور آدمی کی چال سے تو تین منزل ہے لیکن ریل، موٹر، بس اور ہوائی جہاز میں سفر کرے تو جلد پہنچ جائے تب بھی شریعت میں وہ مسافر ہے۔

مسئلہ: جو کوئی شریعت کی رُو سے مسافر ہو وہ ظہر اور عصر اور عشاء کی فرض نماز دو دو رکعت پڑھے اور سنّتوں کا یہ حکم ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنّتوں کے سوا اور سنّتیں چھوڑ دینا درست ہے، اُن کے چھوڑ دینے سے کچھ گناہ نہ ہوگا، اور اگر جلدی نہ ہو نہ اپنے ساتھیوں سے رہ جانے کا ڈر ہو تو سنّتیں نہ چھوڑے اور سنّتیں سفر میں پوری پوری پڑھے ان میں کمی نہیں ہے، ایسے مسافر کو یہ بھی اجازت ہے کہ رمضان ہوتے ہوئے فرض روزے نہ رکھے، اس وقت قضاء کر کے بعد میں رکھ لے، اس کی تفصیل روزہ کے بیان میں آئے گی انشاء اللہ تعالےٰ۔

مسئلہ: فجر اور مغرب اور وتر کی نماز میں بھی کوئی کمی نہیں ہے، جیسے ہمیشہ پڑھتی ہے ویسے ہی سفر میں پڑھتی رہے۔

مسئلہ: شرعی مسافر ظہر، عصر اور عشاء کی نماز فرض دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے اس کو پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے۔

مسئلہ: اگر بھُولے سے چار رکعتیں پڑھ لیں تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہے تب تو دو رکعتیں فرض کی ہوگئیں اور دو رکعتیں نفل کی ہو جائیں گی اور اگر دو رکعت پر نہ بیٹھی تو چاروں رکعتیں نفل ہوگئیں، فرض نماز پھر سے پڑھے۔

مسئلہ: اگر راستہ میں کہیں ٹھہر گئی، تو اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیّت کر لی ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہی، پھر اگر نیّت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے چلے جانے کا ارادہ ہو گیا تب بھی مسافر نہ بنے گی، نمازیں پوری پوری پڑھے، پھر جب یہاں سے چلے تو اگر وہ جگہ یہاں سے تین منزل ہو جہاں جانا ہے تو پھر مسافر ہو جائے گی، اور جو اس سے کم ہو تو مسافر نہیں بنے گی۔

مَسئلہ: تین منزل جانے کا ارادہ کرکے گھر سے نکلی، لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ فلاں گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گی، اور یہ گاؤں تین منزل سے کم ہے، تو شرعی مسافر نہیں ہوگی، پوری نمازیں پڑھے پھر، اگر اس گاؤں میں پہنچ کر نیت کرکے پندرہ دن ٹھہرنا ہوگیا یا نہ ہوا تب بھی مسافر نہ بنے گی۔

مَسئلہ: نماز پڑھتے پڑھتے نماز کے اندر پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ہوگئی تو مسافر نہیں رہی، یہ نماز بھی پوری پڑھے۔

مَسئلہ: تین منزل کے سفر کی نیت سے اپنی آبادی سے نکلنے کے بعد راستہ میں دو چار دن کے لئے کہیں ٹھہرنا پڑا لیکن کچھ ایسی باتیں ہوجاتی ہیں کہ جانا ہوتا ہی نہیں، روزانہ یہ نیت ہوتی ہے کہ کل پرسوں چلی جاؤں گی، لیکن روانگی کی نوبت نہیں آتی اسی طرح پندرہ بیس دن یا ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ رہنا ہوگیا لیکن پورے پندرہ دن رہنے کی کبھی نیت نہیں ہوئی، تب بھی مسافر رہے گی، خواہ جتنے دن بھی اسی طرح گذر جائیں۔

مَسئلہ: تین منزل جانے کا ارادہ کرکے چلی، پھر کچھ دور جاکر کسی وجہ سے ارادہ بدل گیا، اور گھر لوٹ آئی، تو جب سے لوٹنے کا ارادہ ہوا ہے اسی وقت سے مسافر نہیں رہی۔

مَسئلہ: کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ ہے اور اسی کے تابع ہے، راستہ میں جتنا وہ ٹھہرے گا اتنا ہی یہ ٹھہرے گی، تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر نہیں رہی، چاہے خود ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے، اور اگر شوہر کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہی رہے گی۔

مَسئلہ: تین منزل چل کے کہیں پہنچی تو اگر وہ اپنا گھر ہے تو مسافر نہیں رہی چاہے کم رہے یا زیادہ، اور اگر اپنا گھر نہیں ہے تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تب بھی مسافر نہیں رہی، اب نمازیں پوری پوری پڑھے، اور اگر نہ اپنا گھر ہے نہ پندرہ دن کے ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پہنچ کر بھی مسافر ہی رہے گی، چار رکعت فرض کی دو رکعتیں پڑھتی رہے۔

مَسئلہ: راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے، دس دن یہاں، پانچ دن وہاں لیکن

پورے پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں، تب بھی مسافر رہے گی۔

مسئلہ: کسی نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا، کسی دوسری جگہ گھر بنا لیا، اور وہیں رہنے سہنے لگی، اب پہلے شہر سے اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رہا تو اب وہ شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں، تو اگر سفر کرتے وقت راستہ میں وہ پہلا شہر پڑے اور دو چار دن وہیں رہنا ہو تو مسافر رہے گی، مسافر شرعی کی طرح نمازیں پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضاء ہوگئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر، عصر، عشاء کی دو ہی رکعتیں قضاء پڑھے، اور سفر سے پہلے گھر میں اگر ظہر کی نماز (مثلاً) قضاء ہوگئی تھی تو سفر کی حالت میں اس کی قضاء پڑھے تو چار رکعت پڑھے، قانون یہ ہے کہ جیسی ادا ہونی چاہیئے تھی ویسی اس کی قضاء ہوگی۔

مسئلہ: شادی کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنی سسرال میں رہنے لگی تو اب اس کا اصلی گھر سسرال ہے، پس اگر تین منزل چل کر میکے گئی، اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو وہاں مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدہ سے نماز پڑھے، اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لئے دل میں طے نہیں کیا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہ اب بھی وطن اصلی ہی رہے گا۔

مسئلہ: دریا میں کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آگیا تو اسی چلتی کشتی پر قبلہ رُخ ہو کر نماز پڑھ لے، اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر گھومے تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ قبلہ رُخ ہو کر چلتی ریل میں نماز پڑھ لے، اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے سے سر گھومے یا گرنے کا واقعی خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھے، خواہ مخواہ بلا وجہ ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنا یا بلا قبلہ کے پڑھ لینا جیسا کہ لوگ پڑھ لیتے ہیں درست نہیں، اس طرح سے نماز نہیں ہوتی۔

مسئلہ: نماز پڑھتے میں ریل یا کشتی پھر گئی، اور قبلہ دوسری طرف ہوگیا، تو نماز ہی میں گھوم جائے، اور قبلہ کی طرف مُنہ کر لے۔

تنبیہ: تین منزل یعنی ۴۸ میل انگریزی کا سفر عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر جائز نہیں ہے، اگرچہ ہوائی جہاز کا سفر ہو، عورتیں اس کا لحاظ نہیں کرتی ہیں، اگر تین

منزل سے کم سفر ہو تو اس میں بھی بغیر محرم یا شوہر کے سفر میں نہ جائیں، افضل یہی ہے کیونکہ بعض احادیث میں اس کی ممانعت بھی آئی ہے، اور تین منزل کا سفر بلا محرم و شوہر کے تو جائز ہی نہیں۔

محرم اس کو کہتے ہیں جس سے زندگی بھر کبھی نکاح درست نہ ہو، اور جس محرم پر اطمینان نہ ہو اس کے ساتھ بھی سفر کرنا جائز نہیں، خوب سمجھ لو، اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ حج کے بیان میں آئے گی۔

مریض کی نماز کا بیان

(۳۱) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ، (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ۔

(مشکوٰۃ، ص ۱۱۰، از بخاری)

تشریح نماز اسلام کا بہت بڑا فریضہ ہے، اور دینِ اسلام میں اس کا بہت بڑا مرتبہ ہے، سفر ہو، مرض ہو، رنج ہو، خوشی ہو، دُکھ تکلیف ہو یا آرام ہو بہر حال نماز پڑھنا فرض ہے۔

شریعت میں مریض کے لئے آسانیاں رکھ دی گئی ہیں، جن کی طرف حدیث بالا میں اجمالی اشارہ فرمایا ہے، ہم ان کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں، جب تک ہوش و حواس قائم ہوں نماز چھوڑنے کا کوئی موقع نہیں ہے، جو لوگ مرض اور تکلیف میں نماز چھوڑ دیتے ہیں، بہت بڑا گناہ کرتے ہیں، اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔

مسئلہ: کسی کی ایسی نکسیر پھوٹی کہ بند ہی نہیں ہوتی، یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے، کسی وقت بہنا بند نہیں ہوتا، یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرہ

آتا رہتا ہے، اور اتنا وقت نہیں ملتا کہ وضو سے نماز فرض پڑھ سکے تو ایسے شخص کو "معذور" کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے، جب تک وہ وقت رہے گا وضو باقی رہے گا، البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور پھر سے کرنا پڑے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کی ایسی نکسیر پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، اس نے ظہر کے وقت وضو کرلیا، تو جب تک ظہر کا وقت باقی رہے گا، نکسیر کے خون کی وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا، البتہ اگر پیشاب پاخانہ کیا یا سوئی چبھ گئی، اس کی وجہ سے خون نکل آیا تو وضو جاتا رہے گا، پھر دوبارہ وضو کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ: معذور نے جس نماز کے لئے وضو کیا ہے جب اس نماز کا وقت چلا گیا تو اب دوسرے وقت کے لئے دوسرا وضو کرے اور اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور وقت کے اندر اندر اس وضو سے فرض، سنّت، واجب قضا، ادا، اور نفل نماز جو چاہے پڑھے۔

مسئلہ: معذور ہونے کا حکم اس وقت لگاتے ہیں جب کہ پورا ایک نماز کا وقت اسی طرح گذر جائے کہ خون وغیرہ اسی طرح برابر بہتا رہا اور اتنا بھی وقت نہ ملا کہ اس وقت کی فرض نماز وضو سے پڑھ لی جاتی، اگر بغیر عذر کی حالت کے اتنا وقت مل گیا کہ اس میں طہارت سے فرض نماز پڑھی جاسکتی تھی تو اس کو معذور شرعی نہ کہیں گے، اس کو خوب سمجھ لو، کیونکہ اس کے بارے میں بہت سے لوگ بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

مسئلہ: نماز کسی حالت میں نہ چھوڑے، جب تک کھڑے ہوکر پڑھنے کی قوت رہے، کھڑے ہوکر پڑھے، اور جب کھڑا نہ ہوا جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھے، بیٹھے بیٹھے رکوع اور سجدے کرے۔

مسئلہ: اگر رکوع سجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو بیٹھے بیٹھے رکوع اور سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے، اور سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھکے۔

مسئلہ: اگر ایسی حالت ہو کہ کھڑے ہونے کی قوت ہو لیکن کھڑے ہونے سے بہت تکلیف ہوتی ہے یا بیماری کے بڑھ جانے کا ڈر ہے، تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کھڑے ہونے کی طاقت ہو لیکن رکوع سجدہ کرنے کی طاقت نہیں تو چاہیے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے، اور رکوع سجدہ اشارہ سے ادا کرے، اور چاہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے، دونوں طرح اختیار ہے، لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں تو پیچھے کوئی گاؤ تکیہ وغیرہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا رہے بلکہ قریب قریب بیٹھنے کے رہے، اور پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا لے، اور اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے، پھر سر کے اشارہ سے نماز پڑھے اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے زیادہ نیچا کرے، اور اگر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح نہ لیٹ سکے کہ سر اور سینہ اونچا رہے تو قبلہ کی طرف پیر کر کے بالکل چت لیٹ جائے، لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں، تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے، اور آسمان کی طرف نہ رہے پھر سر کے اشارہ سے نماز پڑھے، رکوع کا اشارہ کم کرے اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے زیادہ کرے، یعنی سر کو زیادہ آگے بڑھا دے تاکہ رکوع سجدہ میں فرق ہو جائے۔

مسئلہ: اس صورت میں اگر چت نہ لیٹے بلکہ داہنی یا بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹے اور سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کرے تو یہ بھی جائز ہے لیکن چت لیٹ کر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر بے ہوش ہو جائے تو ہوش آنے کے بعد دیکھیں کہ بے ہوشی ایک دن ایک رات سے زیادہ رہی ہے یا اس سے کم، پس اگر ایک دن ایک رات بے ہوشی رہی یا اس سے کم رہی تو اتنے اوقات کی قضا نمازیں پڑھنا واجب ہیں اور اگر ایک دن ایک رات سے زیادہ بے ہوشی ہو گئی تو واجب نہیں ہے۔

ایک دن ایک رات کا مطلب چوبیس گھنٹے گذر جانا نہیں ہے، بلکہ پانچ نمازوں کے اوقات گذر جائیں تو یہ ایک دن ایک رات میں شمار ہے، اور چھ فرض نمازوں کے اوقات پورے گذر جائیں تو یہ ایک دن ایک رات سے زیادہ میں شمار ہوگا۔

مسئلہ: جب نماز شروع کی اس وقت تندرستی تھی، پھر جب تھوڑی نماز پڑھ

لی تو نماز ہی میں کوئی ایسی رگ چڑھ گئی کہ اب کھڑی نہیں رہ سکتی تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھے، اگر رکوع سجدہ کر سکے تو کرے ورنہ رکوع سجدہ سر کے اشارہ سے کرے، اور اگر ایسا حال ہو گیا کہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہیں ہے تو لیٹ کر باقی نماز پوری کرے۔

مسئلہ: اگر بیماری کی وجہ سے تھوڑی نماز بیٹھ کر پڑھی جس میں رکوع کی جگہ رکوع اور سجدہ کی جگہ سجدہ کیا، پھر نماز ہی میں تندرست ہوگئی تو اسی نماز کو کھڑے ہو کر پوری کرے۔

مسئلہ: اگر بیماری کی وجہ سے رکوع سجدہ کی قوت نہ تھی، اس لئے سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کیا، پھر جب کچھ نماز پڑھ لی تو اچھی ہوگئی کہ اب رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آ گئی، تو اب یہ نماز جاتی رہی اس کو پھر سے پڑھے۔

مسئلہ: خدانخواستہ فالج گرا، اور ایسی بیماری ہوگئی کہ پانی سے استنجا نہیں کر سکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے، اور اگر کپڑے یا ڈھیلے سے بھی پونچھنے کی طاقت نہ ہو تب بھی نماز قضا نہ کرے اسی طرح نماز پڑھے۔

سجدۂ سہو کا بیان

(۳۲) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّيْ جَاءَهُ الشَّيْطٰنُ فَلَبَّسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آجاتا ہے، اور (اِدھر اُدھر کی باتیں سجھا کر) اس کو شک و شبہ میں ڈال دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں، پس جب تم میں سے کوئی شخص اس کو محسوس کرے تو دو سجدے بیٹھے ہی بیٹھے کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۲ ج ۱ از بخاری ومسلم)

تشریح نماز بہت بڑی چیز ہے، شیطان کو یہ گوارا نہیں کہ کوئی مسلمان نماز پڑھے، اور نفس بھی حیلے بہانے کرتا ہے، اور جب شیطان کو ذلیل کر کے کسی نے نماز شروع کر ہی دی تو شیطان کوشش کرتا ہے کہ اچھی طرح نہ پڑھ سکے، دھیان بٹاتا ہے، اِدھر اُدھر کے وسوسے ڈالتا ہے، جس سے نماز میں بھول چوک اور کمی بیشی ہو جاتی ہے، اس کی تلافی کے لئے آخری قعدہ میں عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک التحیات پڑھ کر دو سجدے کئے جاتے ہیں، اس کو سجدۂ سہو کہتے ہیں، یعنی بھول کا سجدہ، سہو کے معنی بھول کے ہیں، اسی مضمون کو حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

کسی واجب کے چھوٹ جانے سے یا واجب یا فرض میں تاخیر (یعنی دیر) ہو جانے سے یا کسی فرض کو دوبارہ ادا کرنے سے، مثلاً (ایک رکعت میں دو رکوع کر دیئے یا تین سجدے کر دیئے) ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے، بشرطیکہ بھولے سے ایسا ہوا ہو اور اگر قصداً ایسا کیا ہو تو سجدۂ سہو سے کام نہ چلے گا، بلکہ نماز دُہرانی پڑے گی۔

مسئلہ: فرض چھوٹ جانے کی سجدۂ سہو سے تلافی نہیں ہوتی، اس صورت میں نماز کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے، اگرچہ بھول کر چھوٹا ہو۔

مسئلہ: اگر کسی نماز میں بھول کر کئی باتیں ایسی پیش آگئیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے، تو سب کی تلافی کے لئے صرف ایک ہی بار سہو کے دو سجدے کر لینا کافی ہے سہو کے بہت سے سجدے نہ کئے جائیں گے۔

مسئلہ: جن چیزوں سے فرض نمازوں میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے ان سے نوافل، سنن اور وتروں میں بھی واجب ہوتا ہے (البتہ نفلوں اور غیر مؤکدہ سنتوں میں بعض صورتیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا، انشاء اللہ)

مسئلہ: نماز میں اَلْحَمْدُ پڑھنا بھول گئی فقط سورۃ پڑھی یا پہلے سورۃ پڑھی بعد میں الحمد پڑھی، اور بعد میں کسی رکعت میں یاد آیا تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ ملانا بھول گئی تو پچھلی دونوں رکعتوں میں سورۃ ملا دے، اور سجدۂ سہو کرے اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورۃ نہیں ملائی تو پچھلی ایک رکعت میں سورۃ ملائے، اور سجدۂ سہو کرے، اور اگر پچھلی رکعتوں

میں بھی سورۃ ملانا یاد نہ رہا (نہ پہلی رکعتوں میں سورۃ ملائی نہ پچھلی رکعتوں میں) اور اخیر رکعت میں رکوع کے بعد یاد آیا کہ دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورۃ نہیں ملائی، تب بھی سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: سنّت اور نفل کی سب رکعتوں میں سورۃ کا ملانا واجب ہے، اس لئے اگر ان کی کسی بھی رکعت میں سورۃ ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ: الحمد پڑھ کر سوچنے لگی کہ کون سی سورۃ پڑھے اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ سکتی ہے تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ: اگر بالکل اخیر رکعت میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ میں نے چار رکعت پڑھی ہیں یا تین، اور اسی سوچ میں خاموش بیٹھی رہی، اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ سکتی تھی پھر یاد آگیا میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: جب الحمد اور سورۃ پڑھ چکی تو بھولے سے کچھ سوچنے لگی، اور رکوع کرنے میں اتنی دیر لگ گئی جس کا اوپر ذکر ہوا، تب بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رُک گئی اور کچھ سوچنے لگی، اور سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی یا دوسری یا چوتھی رکعت میں التحیات کے لئے بیٹھی تو فوراً التحیات نہیں شروع کی، کچھ سوچنے میں اسی قدر دیر لگ گئی، یا جب رکوع سے اُٹھی تو دیر تک کچھ کھڑی سوچتی رہی، اور اسی قدر دیر لگا دی، تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے، غرضکہ جب بھولے سے کسی فرض یا واجب کی ادائیگی میں تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے کے بقدر دیر لگ جائے گی تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔

مسئلہ: تین رکعت یا چار رکعت والی فرض نماز میں یا وتروں میں جب دو رکعت پر التحیات کے لئے بیٹھی تو دو دفعہ التحیات پڑھ گئی تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے بعد اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تک درود شریف پڑھ گئی، یا اس سے بھی زیادہ پڑھ گئی، اور اس کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی، تب

بھی سجدۂ سہو واجب ہے، اور اگر اس سے کم پڑھا ہو تو سہو کا سجدہ واجب نہیں، ظہر کی چار سنتوں کا بھی یہی حکم ہے، کہ پہلے قعدہ میں اگر بقدر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔

مسئلہ: نفل نماز اور غیر مؤکدہ چار سنتوں میں دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے ساتھ درود شریف بھی پڑھنا جائز ہے، اس لئے ان کے پہلے قعدہ میں درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہو گا، البتہ اگر قعدۂ اُولیٰ میں دو دفعہ التحیات پڑھ جائے تو نفل اور غیر مؤکدہ سنتوں میں بھی سجدۂ سہو واجب ہو گا۔

مسئلہ: التحیات پڑھنے بیٹھی تو بھولے سے التحیات کی جگہ کچھ اور پڑھ گئی یا التحیات کی جگہ سورۂ الحمد پڑھ لی تو بھی سہو کا سجدہ واجب ہو گا۔

مسئلہ: نیّت باندھنے کے بعد سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ کی جگہ دُعاءِ قنوت پڑھنے لگی، تو سہو کا سجدہ واجب نہیں، اسی طرح فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں اگر اَلْحَمْد کی جگہ التحیات یا کچھ اور پڑھنے لگی تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، اور اگر فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد کوئی سورۃ ملا لی تب بھی سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: تین رکعت یا چار رکعت والی نماز میں بیچ میں بیٹھنا بھول گئی اور دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑی ہو گئی، تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ ابھی سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ لے تب کھڑی ہو، اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں، اور اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہو گیا ہو تو اب نہ بیٹھے بلکہ کھڑی ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لے، صرف اخیر میں بیٹھے، اور اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے، اگر سیدھی کھڑی ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آئے گی اور بیٹھ کر التحیات پڑھے گی تو گنہگار ہو گی، اور سجدۂ سہو اب بھی واجب ہو گا۔

مسئلہ: اگر چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گئی، تو اگر نیچے کا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے، اور التحیات، درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدۂ سہو نہ کرے، اور اگر سیدھی کھڑی ہو گئی ہو تب بھی بیٹھ جائے، بلکہ اگر الحمد اور سورۃ پڑھ لی ہو یا رکوع بھی کر لیا ہو تب بھی بیٹھ جائے، اور التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کر لے اور اگر رکوع کے بعد بھی

یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو ایک رکعت اور ملاکر پوری چھ رکعت کرلے اور سجدۂ سہو نہ کرے، اور اب یہ سب نماز نفل ہوگئی فرض نماز پھر سے پڑھے، اور اگر ایک رکعت اور نہ ملائی بلکہ پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار رکعتیں نفل ہوگئیں اور ایک رکعت ضائع ہوگئی، فرض نماز اس صورت میں بھی پھر سے پڑھے۔

مسئلہ: اگر چوتھی رکعت پر بیٹھی اور التحیات پڑھ کے کھڑی ہوگئی تو سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جب یاد آجائے بیٹھ جائے، اور التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر فوراً سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرلے، اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرچکی تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملاکر چھ رکعت نماز پوری کرلے اور سجدۂ سہو بھی کرلے اس صورت میں چار رکعت نماز فرض اور دو رکعت نفل ہوجائے گی۔

مسئلہ: اگر چار رکعت نفل نماز کی نیت کرکے نماز شروع کی اور بیچ میں بیٹھنا بھول گئی تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اس وقت تک یاد آجانے پر بیٹھ جانا چاہئے اگر سجدہ کرلیا تو نماز تب بھی ہوگئی، لیکن سجدۂ سہو ان دونوں صورتوں میں واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نماز میں شک ہوگیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں، تو اگر یہ شک اتفاقاً ہوگیا ہے ایسا شبہ پڑنے کی اس کی عادت نہیں ہے تو پھر سے نماز پڑھے، اور اگر شک میں پڑنے کی عادت ہے، یعنی ایسا شبہ پڑتا رہتا ہے تو دل میں سوچ کر دیکھے کہ دل زیادہ کدھر جاتا ہے، اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لی ہیں تو اور کوئی رکعت نہ پڑھے اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال رہے نہ تین رکعت کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے اور نہ چار کی طرف، تو تین ہی رکعت سمجھے اور ایک رکعت اور پڑھ لے، لیکن اس صورت میں یوں کرے کہ جس رکعت کے بارے میں یہ شک ہوا کہ تیسری ہے یا چوتھی ہے اس رکعت پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے اور اس رکعت پر بیٹھ کر التحیات اور درود شریف و دعا پڑھے، جس کے بارے میں یقین ہے کہ یہ چوتھی ہے، اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

مسئلہ: اگر یہ شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری رکعت تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر شک اتفاقاً واقع ہوگیا ہے تو پھر سے نماز پڑھے، اور اگر اکثر شک پڑتا ہو تو جدھر زیادہ گمان ہوجائے اس کو اختیار کرے، اور اگر دونوں طرف برابر گمان رہے، کسی طرف زیادہ نہ

ہو تو ایک ہی رکعت سمجھے، لیکن جس رکعت کے بارے میں شک ہوا ہے کہ پہلی ہے یا دوسری ہے اس پر بیٹھ کر التحیات پڑھے، پھر اس کے بعد جو رکعت پڑھے اس پر بھی بیٹھے، اور التحیات پڑھے، اور اس میں الحمد کے ساتھ سورۃ بھی ملائے، پھر اس کے بعد والی رکعت پر بھی بیٹھے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ چوتھی ہو، پھر ایک اور رکعت پڑھ کر بیٹھے اور سجدہ کر کے آخری سلام پھیرے۔

مسئلہ: اگر یہ شک ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر دونوں گمان برابر درجہ کے ہوں تو اس شک والی رکعت پر بیٹھ کر ایک اور رکعت پڑھے اور اس پر التحیات کے لئے بیٹھے کہ شاید یہی چوتھی ہو، اس کے بعد یقینی طور پر چار رکعت کرنے کے لئے ایک اور رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

مسئلہ: اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا کہ نہ معلوم تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں، نماز ہو گئی، البتہ اگر ٹھیک یاد آجائے کہ تین ہی ہوئیں تو پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے، اور سجدۂ سہو کرے، بشرطیکہ کسی سے بول نہ ہو، اور کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اور اگر سلام پھیر کر بول پڑی ہو یا کوئی ایسی بات پیش آئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو دوبارہ پوری نماز پڑھے، اسی طرح اگر التحیات پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا کہ تین رکعتیں ہوئیں یا چار تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹھیک یاد نہ آئے اس کا کچھ اعتبار نہیں، لیکن احتیاطًا پھر سے نماز پڑھ لے تو اچھا ہے تاکہ دل کی کھٹک نکل جائے اور شبہ باقی نہ رہے۔

مسئلہ: سجدۂ سہو کرنے کے بعد پھر کوئی ایسی بات ہو گئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، تو وہی پہلا سجدۂ سہو کافی ہے، اب پھر سجدۂ سہو نہ کرے۔

مسئلہ: نماز میں کچھ بھول گئی تھی، جس سے سجدۂ سہو واجب تھا لیکن سجدۂ سہو کرنا بھول گئی، اور دونوں طرف سلام پھیر دیا، لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھی ہے اور سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھیرا، نہ کسی سے کچھ بولی، نہ کوئی ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدۂ سہو کر لے، بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگی تب بھی کچھ حرج نہیں، اب سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے قصدًا دونوں طرف سلام پھیر دیا اور یہ

نیت کی کہ میں سجدۂ سہو نہ کروں گی تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے سجدۂ سہو کر سکتی ہے، سجدۂ سہو واجب ہوتے ہوئے اگر سجدہ نہ کیا تو نماز کا دہرانا واجب ہے۔

مسئلہ: چار رکعت والی یا تین رکعت والی نماز میں بھُولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا، تو اب اُٹھ کر اس نماز کو پورا کرے اور سجدۂ سہو کرے، البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہو گئی جس سے نماز جاتی رہتی ہے تو پھر سے نماز پڑھے۔

مسئلہ: بھُولے سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دُعاء قنوت پڑھ گئی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، تیسری رکعت میں پھر پڑھے، اور سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ: وتر کی نماز میں شبہ ہوا کہ نہ معلوم یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری رکعت، اور کسی بات کی طرف زیادہ گمان نہیں ہے، بلکہ دونوں طرف برابر درجہ کا گمان ہے تو اسی رکعت میں دُعاء قنوت پڑھے، اور بیٹھ کر التحیات بھی پڑھے، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھے، اور اس میں بھی دُعاء قنوت پڑھے، اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ: وتر میں دعاء قنوت کی جگہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ گئی، پھر جب یاد آیا تو دعاء قنوت پڑھی، تو سجدۂ سہو کا واجب نہیں۔

مسئلہ: وتر میں دُعاء قنوت پڑھنا بھُول گئی، سورۃ پڑھ کے رکوع میں چلی گئی تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ: الحمد پڑھ کے دو سورتیں یا تین سورتیں پڑھ لیں تو کچھ ڈر نہیں، اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: فرض نماز کی پچھلی دونوں رکعتوں یا ایک رکعت میں اگر سورۃ ملا لی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: نماز کے شروع میں اگر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ بھُول گئی، یا رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ نہیں پڑھا، یا سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى نہیں پڑھا یا رکوع سے اُٹھ کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنا یاد نہیں رہا، یا نیّت باندھتے وقت ہاتھ نہیں اٹھائے، یا اخیر قعدہ میں درود شریف یا دعاء نہیں پڑھی، یوں ہی سلام پھیر دیا

توان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: فرض کی دونوں پچھلی رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد پڑھنی بھول گئی اور بقدر فرض قیام[1] کے چپکی کھڑی رہ کے رکوع میں چلی گئی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: جن چیزوں کو بھول کر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر کوئی نمازی ان کو قصداً ترک کر دے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، بلکہ اس صورت میں دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہوتا ہے، اگر سجدۂ سہو کر بھی لیا تب بھی نماز دہرانا واجب ہوگا، اور جو چیزیں نماز میں نہ فرض ہیں نہ واجب ہیں، ان کے بھول کر چھوٹ جانے سے نماز ہو جاتی ہے، اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، جس کی کچھ مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔

سجدۂ سہو کا طریقہ سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں (جس میں سلام پھیرنا ہو) تشہد (التحیات) عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک پڑھ کر داہنی طرف کو سلام پھیرے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر سجدہ میں جائے اور سجدہ کی تسبیح پڑھے، پھر اس سجدہ سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ جائے۔ اس کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں جائے، اور سجدہ کی تسبیح پڑھ کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ جائے اور دوبارہ پوری التحیات اور درود شریف و دُعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

مسئلہ: قرآن مجید میں تلاوت کے سجدے چودہ ۱۴ ہیں، جہاں جہاں قرآن مجید کے کنارہ پر لفظ "السجدہ" لکھا رہتا ہے اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں، البتہ سورۂ حج کے ختم کے قریب جہاں لفظ "السجدہ" لکھا ہے وہاں حنفی مذہب میں سجدہ نہیں کرتے۔

مسئلہ: سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ایک بار سجدہ کرے، اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے، سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ

---

[1] یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر کھڑی رہی، اگر اس سے کم کھڑی رہی تو پھر سے نماز پڑھے ۱۲

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے سر اٹھالے، بس سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا۔

مسئلہ: بہتر یہی ہے کہ کھڑی ہوکر اوّل اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے، پھر سجدہ میں جائے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر کھڑی ہوجائے اور اگر بیٹھ کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر سجدہ میں جائے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر اُٹھ بیٹھے کھڑی نہ ہو، تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سُنے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے چاہے قرآن شریف سننے کے قصد سے بیٹھی ہو یا کسی اور کام میں لگی ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سُن لی ہو، اس لئے بہتر یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا مرد یا عورت سجدہ کی آیت کو آہستہ سے پڑھے تاکہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو، اگر سننے والی نے ادائیگی نہ کی تو گنہگار ہوگی۔

مسئلہ: جو چیزیں نماز کے لئے شرط ہیں وہ سجدۂ تلاوت کے لئے بھی شرط ہیں، یعنی وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ۔

مسئلہ: جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی کرنا چاہئے بعض عورتیں یونہی بیٹھے بیٹھے قرآن شریف ہی پر سر رکھ کر سجدہ کرلیتی ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور واجب ذمّہ میں رہ جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کا وضو اُس وقت نہ ہو تو پھر کسی وقت وضو کرکے سجدہ کرلے، فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اُسی وقت وضو کرکے سجدہ کرلے، کیونکہ بھول جانے کا خطرہ ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمّہ بہت سے سجدے تلاوت کے باقی ہوں اب تک ادا نہ کئے ہوں تو اب ادا کرلے، عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ضرور ادا کرلے، زندگی بھر ادا نہ کئے تو ذمّہ میں واجب رہ جائیں گے۔

مسئلہ: اگر حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سُن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا، اور اگر ایسی حالت میں سُنا جبکہ اس پر غسل واجب تھا تو نہانے

کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھے تو آیت پڑھنے کے بعد فوراً نماز ہی میں سجدہ کرے، پھر سجدے سے کھڑے ہو کر باقی سورۃ پڑھ کر رکوع میں جائے، اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر فوراً سجدہ نہ کیا، بلکہ دو یا تین آیتیں اور پڑھ لیں تب سجدہ کیا تو یہ بھی درست ہے، اور اگر اس سے زیادہ پڑھ گئی پھر سجدہ کیا تو سجدہ ادا ہو گیا لیکن گناہ ہوا۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا، اب سوائے توبہ واستغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں ہے۔

مسئلہ: نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع میں چلی جائے اور رکوع میں یہ نیت کرے کہ میں سجدۂ تلاوت کی طرف سے بھی یہی رکوع کرتی ہوں تب بھی وہ سجدہ ادا ہو جائے گا، اور اگر رکوع میں یہ نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد سجدہ جب کرے گی تو اسی سجدہ سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا، سجدۂ تلاوت کی نیت کرے یا نہ کرے، بشرطیکہ سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد تین آیات سے زیادہ قرآن نہ پڑھا ہو اور اس سے پہلے ہی رکوع وسجدہ کر لیا ہو۔

مسئلہ: نماز پڑھتے میں کسی دوسرے سے سجدہ کی آیت سُنے تو نماز میں سجدہ نہ کرے بلکہ نماز کے بعد کرے، اگر نماز ہی میں یہ سجدہ کرے گی تو سجدہ ادا نہ ہوگا، نماز کے بعد پھر کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی بار پڑھے، تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا چاہے اخیر میں سجدہ کرلے چاہے پہلی دفعہ پڑھ کے سجدہ کرے، پھر اسی کو بار بار دہراتی رہے، اور اگر جگہ بدل گئی، تب اسی آیت کو دہرایا پھر تیسری جگہ جا کر وہی آیت پڑھی، اسی طرح برابر جگہ بدلتی رہی، تو اس طرح جتنی دفعہ دُہراتی رہے گی اتنی ہی دفعہ سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو بھی جتنی آیتیں پڑھے اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ: بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کوئی آیت پڑھی، پھر اٹھ کھڑی ہوئی، لیکن چلی پھری نہیں، جہاں بیٹھی تھی وہیں کھڑے کھڑے وہی آیت پھر دہرائی تو ایک ہی سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ: ایک جگہ سجدہ کی آیت پڑھی اور اٹھ کر کسی کام کو چلی گئی، پھر اسی جگہ آکر وہی آیت پڑھی تو دو سجدے کرے۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی دفعہ پڑھے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے سب دفعہ پڑھ کے اخیر میں سجدہ کرے، یا ایک دفعہ پڑھ کے سجدہ کرلے پھر اسی رکعت یا دوسری رکعت میں وہی آیت پڑھے۔

مسئلہ: سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، پھر اُسی جگہ نیت باندھ لی اور وہی آیت پھر نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدۂ تلاوت کیا تو یہی سجدہ کافی ہے، دونوں سجدے اُسی سے ادا ہو جائیں گے، البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ بھی واجب ہوگا، اور اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرلیا پھر اسی جگہ نماز کی نیّت باندھ لی اور آیت وہی نماز میں دہرائی تو اب نماز میں دوبارہ سجدۂ تلاوت کرے۔

مسئلہ: پڑھنے والی کی جگہ نہیں بدلی، ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک آیت کو بار بار پڑھتی رہی لیکن سننے والی کی جگہ بدل گئی کہ پہلی مرتبہ اور جگہ سُنا تھا اور دوسری مرتبہ دوسری جگہ اور تیسری مرتبہ تیسری جگہ تو پڑھنے والی پر ایک ہی سجدہ واجب ہے اور سننے والی پر کئی سجدے واجب ہوں گے جتنے دفعہ سنے اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ: اگر سننے والی کی جگہ نہیں بدلی بلکہ پڑھنے والی کی جگہ بدل گئی تو پڑھنے والی پر کئی سجدے واجب ہوں گے، اور سننے والی پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: ساری سورۃ پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے، سجدہ سے بچنے کے لئے آیتِ سجدہ نہ چھوڑے، کیونکہ اس میں عملی طور پر گویا سجدہ سے انکار ہے، جو مومن کی شان کے خلاف ہے، اور اگر سجدہ کی آیت پڑھے اور اس کے آگے پیچھے کی آیت نہ پڑھے تو یہ مکروہ نہیں ہے، لیکن اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ آیتِ سجدہ کے ساتھ اس کے آگے یا پیچھے سے ایک دو آیت اور ملالے۔

نمازِ جنازہ

ہر مسلمان میت کی نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے، نماز جنازہ عموماً مرد ہی پڑھ لیتے ہیں، اس لئے اس کتاب میں اس کے لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن بہت سے دیہاتی علاقوں میں مُردوں کو بغیر نمازِ جنازہ اس وجہ سے دفن کر دیتے ہیں کہ نماز پڑھانے والا کوئی نہیں ہوتا، اس لئے ہم یہاں غلط فہمی دُور کرنے کے لئے ضروری باتیں لکھتے ہیں تاکہ نماز جنازہ کے بغیر کوئی میّت دفن نہ ہو، اور بوقت ضرورت عورت بھی نماز جنازہ پڑھ سکے، جس سے فرض کفایہ ادا ہو جائے۔

پس جاننا چاہئے کہ نمازِ جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں ہے، اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ جو نماز پڑھے وہ مرد ہی ہو، اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ نمازِ جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ ہی پڑھی جائیں، کیونکہ دُعائیں سنّت ہیں، شرط یا فرض و واجب نہیں ہیں، البتہ نماز جنازہ کے لئے باوضو ہونا شرط ہے، اور نمازِ جنازہ کی نیّت سے میّت کو قبلہ رُو سامنے رکھ کر چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ دینے سے نمازِ جنازہ ادا ہو جاتی ہے، یعنی فرض کفایہ ادا ہو جاتا ہے، اس نماز میں قیام (یعنی کھڑا ہونا) اور چار تکبیریں ہی فرض ہیں، جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا پڑھنا سنّت ہے، ان کے بغیر بھی فرض کی ادائگی ہو جاتی ہے۔

پس اگر کوئی ایک مرد یا ایک عورت بھی اس طرح نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض کفایہ ادا ہو جائے گا، البتہ جس قدر آدمی زیادہ ہوں اُس قدر میّت کے حق میں اچھا ہے اور جنازہ کی دُعائیں بھی یاد کر لینی چاہئیں، خود یاد کریں اور بچّوں کو یاد کرائیں۔ پہلی تکبیر کے بعد سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں اور تیسری تکبیر کے بعد میّت کے لئے دُعا کرتے ہیں اور چوتھی مرتبہ تکبیر کے بعد سلام پھیر دیتے ہیں، پہلی مرتبہ جب تکبیر کہیں تو اسی طرح اٹھائیں جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، اس کے بعد کی تکبیروں میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے۔

تیسری تکبیر کے بعد جو دعائیں پڑھتے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بالغ مرد یا عورت کا جنازہ ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دُعا پڑھیں:۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا	"اے اللہ تو ہمارے زندوں کو اور
وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا	ہمارے مُردوں کو اور ہمارے
وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا	حاضروں کو اور ہمارے غائبوں کو
اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا	اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے
فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ	بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور
وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ	ہماری عورتوں کو بخش دے، اے
عَلَی الْاِیْمَانِ ؕ	اللہ ہم میں سے تو جسے زندہ رکھے تو

اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے تُو جسے موت دے تو اسے ایمان پر موت دے۔"

اور اگر میّت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دُعا پڑھیں:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا	"اے اللہ! اس بچّہ کو ہمارے لئے
وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ	پہلے سے جاکر انتظام کرنے والا بنا،
ذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا	اور اس کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ
وَّمُشَفَّعًا ؕ	اور سفارش کرنے والا اور سفارش

منظور کیا ہوا بنادے۔"

اور اگر میّت نابالغ لڑکی ہو تو یہ دُعا پڑھیں:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا	"اَے اللہ! تو اس بچّی کو ہمارے
وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا	لئے پہلے سے جاکر انتظام کرنے والی
وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ	بنا، اور اس کو ہمارے لئے اجر اور
مُشَفَّعَۃً ؕ	ذخیرہ اور سفارش کرنے والی اور
	سفارش منظور کی ہوئی بنا۔"

دیکھو صرف پانچ چھ سطروں میں پوری نماز جنازہ آگئی، ثنا اور درود شریف تو سب کو یاد ہوتا ہی ہے، اگر ان کو بھی ملاؤ تو دس سطریں ہوگئیں، ایسی بھی کیا ڈوب پڑ گئی کہ دس سطریں بچّوں اور بچیوں کو یاد نہ کرائیں اور خود بھی یاد نہ کریں، اور مُردوں کو بے نماز پڑھائے دفن کرنا منظور کرلیں۔

عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کا حکم

(۲۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مِخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا ۔

(رواہ ابوداؤد وابن خزیمہ فی صحیحہ)

وَعِنْدَ الطبرانی فی الاوسط عَنْ اُمِّ سَلِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِاسْنَادٍ جَيِّدٍ وَصَلَاتُهَا فِيْ دَارِهَا خَيْرٌ مِّنْ صَلَاتِهَا فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِهَا وَعِنْدَہٗ ایضًا فی الاوسط المرأۃ عَوْرَةٌ وَاَنَّهَا اِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَاِنَّهَا لَا تَكُوْنُ اَقْرَبَ اِلَى اللّٰهِ مِنْهَا فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا وَرِجَالُہٗ رجال الصحیح ۔

(کذا فی الترغیب والترھیب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی نماز جو اس کے کمرے میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو اس کے دالان میں ہو اور اس کی نماز جو اندر والے خصوصی کمرے میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو کسی عام کمرے میں ہو اور ایک روایت میں ہے جو حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ عورت کی نماز جو اس کی حویلی میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو اس کے قبیلہ کی مسجد میں ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بے شک جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے اور عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب تر ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔

(الترغیب والترھیب للحافظ المنذری صفحہ ۱۳۵، جلد اوّل الطباعت المنیریہ)

تشریح: ان روایات میں عورتوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جانے

کی فکر میں نہ پڑیں کیونکہ گھر سے باہر طرح طرح کے آدمی ہیں، شیطان کے لشکر میں فاسق اور فاجر لوگ ہیں جن کا شیوہ بدنظری اور گناہگاری ہے۔ یہ لوگ باہر نکلنے والی عورت پر شیطان کے توجہ دلانے پر اپنی نظریں گاڑ دیتے ہیں، جیسے مردوں کے ذمہ مال کمانا اور ضرورت کی چیزیں فراہم کرکے لانا ہے کیونکہ وہ باہر نکلتے ہیں اسی طرح سے مساجد میں جاکر نماز باجماعت کی ادائیگی بھی ان کے ذمہ لازم کردی گئی ہے اور عورت کے لئے یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلے ہاں اگر کوئی بہت ہی مجبوری ہو تو خوب زیادہ پردہ کے اہتمام کے ساتھ نکلنے کی اجازت دی گئی ہے دیکھئے حدیث میں فرمایا ہے کہ عورت کو اللہ کی نزدیکی سب سے زیادہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو اور عورت کی وہ نماز سب سے بہتر ہے جو اندر در اندر بالکل آخری کمرہ میں ہو اور محلہ کی مسجد میں جاکر جماعت میں شریک ہوکر نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر میں سب سے زیادہ اندر والے کمرہ میں نماز پڑھے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے وَمَا عَبَدَتِ امْرَاَۃٌ رَبَّھَا مِثْلَ اَنْ تَعْبُدَہٗ فِیْ بَیْتِھَا۔ یعنی عورت اپنے رب کی عبادت گھر میں کرتی ہے اس سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی عبادت نہیں ہے۔ (الطبرانی باسناد حسن کما قال المنذری)

حضرت اُمِّ حُمَیْدؓ کو ہدایتِ نبویؐ

حضرت اُمِّ حُمَیْدؓ ایک صحابی عورت تھیں انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کو محبوب رکھتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہو حالانکہ تمہارا کمرہ میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور دالان میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنا تمہارے اپنے قبیلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارے اپنے قبیلے کی مسجد میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آکر نماز پڑھو۔ (راوی کا بیان ہے کہ) یہ بات سن کر حضرت اُمِّ حُمَیْد رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اپنے نماز پڑھنے کی جگہ اپنے گھر کے بالکل آخری اندرونی حصہ میں مقرر کرلی جہاں خوب تاریکی تھی، اور موت آنے تک برابر اسی میں نماز پڑھتی رہیں۔

(الترغیب والترہیب بروایت احمد وابن خزیمۃ وابن حبان)

اُس زمانے کی عورتوں میں دین کی باتوں پر عمل کرنے کا جذبہ تھا۔ انہوں نے

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر اپنے گھر میں بالکل اندر در اندر نماز کی جگہ بنالی اور وہیں نماز پڑھتی رہیں۔ آج کل کی عورتیں حدیثیں بھی سُنتی ہیں کتابیں بھی پڑھتی ہیں اور جو شریعت میں پردہ کی اہمیت ہے اُسے بھی جانتی ہیں لیکن پھر بھی عمل کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ اوّل تو عورتوں کو دینی زندگی گذارنے کی خاص رغبت ہی نہیں رہی اور جن کو دین کی طرف توجہ ہے وہ بھی دینی احکام کو طبیعت کے مطابق ادا کرنا چاہتی ہیں۔ شریعت کے مطابق انجام دینے کا ارادہ نہیں کرتیں۔ حالانکہ طبیعت پر چلنے میں ثواب نہیں۔ شریعت پر چلنے میں ثواب ملتا ہے۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت

بعض عورتوں کو نماز کا شوق اور ذوق ہوتا ہے جو بہت مبارک ہے لیکن مسجدوں میں جاکر نمازیں پڑھنے کی رغبت رکھتی ہیں اور بہت سے مواقع (مثلاً شب برات، ختمِ قرآن وغیرہ) میں مساجد میں پہنچ جاتی ہیں، اور اس میں ثواب سمجھتی ہیں حالانکہ بے پردگی ہوجاتی ہے اور بچے ساتھ ہونے کی وجہ سے مسجد کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے۔ وہاں بیٹھ کر باتیں بناتی ہیں جس سے مردوں کی جماعت میں خلل آتا ہے۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

حضرت اُمِّ حُمَیدؓ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی اس پر آپؐ نے گھر کے اندر والے کمرے میں نماز پڑھنے کی نصیحت فرمائی حالانکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی ایک نماز ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ عورتوں کو گھر ہی میں نماز پڑھنا لازم ہے۔ حضرت اُمِّ حُمَید رضی اللہ عنہا کے قصہ میں یہ جو فرمایا کہ تمہارا اپنے قبیلے کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عورتیں پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے خوشبو لگائے بغیر مسجد میں نماز کے لئے جایا کرتی تھیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِلْمَسْجِدِ حَتّٰى تَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ ۔

ترجمہ: اس عورت کی نماز قبول نہ ہوگی جو مسجد میں جانے کے لئے خوشبو لگائے جب تک کہ ایسا غسل نہ کرے جیسا ناپاکی دُور کرنے کے لئے پورا غسل کیا جاتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

اور اس پر قانون تھا کہ فرض نماز کا سلام پھیر کر پہلے عورتیں چلی جاتی تھیں (ان کی صف سب سے پیچھے ہوتی تھی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ دوسرے نمازی اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے تھے جب عورتیں چلی جاتیں تب اٹھتے تھے۔ (بخاری ص ۱۱۹ و ۱۲۰ ج ۱)

آج کل نہ تو پردہ کا اہتمام ہے نہ مردوں میں تقویٰ وطہارت ہے، نہ عورتوں میں سادہ لباس کا رواج ہے خوب بن ٹھن کر خوشبو لگا کر نکلتی ہیں، برقعہ پہنتی ہیں تو بھڑکدار اور پھولدار، اور بہت سی عورتیں منہ کھول کر چلتی ہیں، کچھ ایسی بھی ہیں جن کے نقاب میں چہرہ جھلملاتا رہتا ہے۔ ان حالات میں باہر نکلنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے؟ آستینیں آدھی بلکہ بلا آستین کے کرتے اور فراک پہنے ہوئے چھوٹے دوپٹہ کی چار انگل والی ایک کترن گلے میں ڈال کر چل دیتی ہیں مردوں کی نظریں ان کی طرف کھنچتی ہیں اور ایسے لباس میں نماز بھی نہیں ہوتی اس حالت میں باہر نکلنا کسی طرح جائز نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی عورتوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر عورتوں کا یہ ڈھنگ دیکھ لیتے جو انہوں نے آج بنالیا ہے تو اُن کو ضرور (سختی کے ساتھ) مسجد میں آنے سے منع فرماتے جیسا کہ (دوسری اُمتوں میں) بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ (بخاری شریف ص ۱۲۰ ج ۱)

جب عورتوں کو نماز با جماعت کے لئے جانے سے روک دیا گیا تو میلوں ٹھیلوں میں اور پارکوں میں اور بازاروں میں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آج کل عجیب رواج ہو گیا ہے کپڑا اور سبزی ترکاری وغیرہ خریدنا اور خانگی ضروریات کی اشیاء بازار سے لانا لوگوں نے عورتوں پر ڈال دیا ہے یا عورتوں نے زبردستی مردوں کے اس کام پر قبضہ کرلیا ہے جو مردوں کے لئے لائقِ شرم ہے۔

كِتَابُ
الزّكوٰة والصّدقاتُ
والانفاق فی وجوہ الخیر

زکوٰۃ وصدقات کے فضائل ومسائل

عزیزوں اور پڑوسیوں پر خرچ کرنے کا ثواب

عورتوں کو زکوٰۃ اور صدقہ کا خصوصی حکم

(۳۴) وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَءَةِ عَبْدِ اللهِ قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مستورات کو خطاب فرماتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ اے عورتو! صدقہ دو اگرچہ اپنے زیور ہی سے ہو کیونکہ قیامت کے روز اکثر اہلِ دوزخ تم ہی ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۶۰ بحوالہ ترمذی)

تشریح: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی کبھی خواتین کو بھی اجتماعی خطاب فرماتے تھے۔ ایک موقع پر یہ بات ارشاد فرمائی جو حدیث بالا میں مذکور ہے، یعنی عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی صدقہ کا فائدہ بھی بتایا اور وہ یہ کہ صدقہ کو دوزخ سے بچانے میں بڑا دخل ہے۔ چونکہ عورتوں سے بھی طرح طرح کے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں، اور بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا رہتی ہیں۔ اس لئے دوزخ سے بچنے کی تدبیر بتائی کہ صدقہ دیا کرو، اگر علیحدہ مال نہ ہو تو زیور ہی میں سے دے دو۔ قرآن وحدیث میں لفظ صدقہ فرض زکوٰۃ کے لئے بھی مستعمل ہوا ہے اور نفل صدقہ کے لئے بھی بولا گیا ہے۔ اس حدیث سے صدقہ، فرض یعنی زکوٰۃ اور صدقہ، نافلہ یعنی خیر خیرات دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

زکوٰۃ کس پر فرض ہے زکوٰۃ ہر اُس بالغ مرد وعورت پر فرض ہے جو بقدرِ نصابِ شرعی مال کا مالک ہو۔ خواہ مال اس کے پاس ہو خواہ بنک میں رکھا ہو خواہ نقدی ہو خواہ نوٹ ہو۔ خواہ سونا چاندی ہو۔ جتنے روپے یا

مال کے عوض ساڑھے باون تولہ چاندی آسکتی ہو اس کو نصاب کہتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑے رئیس کبیر اور امیر و دولت مند پر ہی زکوٰۃ فرض ہے۔ حالانکہ فرضیتِ زکوٰۃ کے لئے بہت بڑا مالدار ہونا ضروری نہیں ہے غور کر لو کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کتنے روپے میں آسکتی ہے اگر دس روپے تولہ بھی ہو تو ساڑھے پانچ سو روپے کے اندر اندر آجائے گی، بہت سی عورتوں کے پاس اتنا مال ہوتا ہے مگر زکوٰۃ ادا نہیں کرتی ہیں اور عمر بھر گناہ گار رہتی ہیں اور اسی گناہ میں مبتلا ہوتے ہوئے مر جاتی ہیں۔ اگر نقدی نہ ہو تو زیور تو ہوتا ہی ہے جو میکہ یا سسرال سے ملتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مگر ادا نہیں کی جاتی یہ زیور آخرت میں وبالِ جان بنے گا تو پچھتاوا ہو گا۔ أعاذ اللہ تعالیٰ منہ۔

مسئلہ: سامان تجارت پر بھی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے۔

مسئلہ: اگر کچھ نقدی موجود ہے نہ سامانِ تجارت ہے نہ چاندی ہے اور صرف سونا ہے تو جب تک ساڑھے سات تولہ سونا نہ ہو زکوٰۃ فرض نہ ہو گی لیکن اگر کچھ چاندی اور کچھ سونا ہے یا کچھ سونا ہے کچھ نوٹ رکھے ہیں یا کچھ سونا یا چاندی ہے اور کچھ سامانِ تجارت اور ان صورتوں میں ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت ہو جاتی ہے تو زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ اس کو خوب سمجھ لو۔ اس مسئلہ کی رُو سے اکثر عورتوں پر زکوٰۃ فرض ہے جن کے پاس تھوڑا بہت زیور ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہیئے کہ اپنی مالیت اور زیور اور دوکان کے سامان اور نقد مالیت کا حساب لگائے، یہ جو بہت سی عورتیں سمجھتی ہیں کہ زیور استعمالی چیز ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ابھی ایک حدیث بھی آرہی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

چاندی سونے کی ہر چیز پر زکوٰۃ ہے خواہ سونے چاندی کے برتن ہوں خواہ گوٹے کی شکل میں ہو خواہ زیور کی صورت میں خواہ استعمالی ہو خواہ یوں ہی رکھا ہو۔

مسئلہ: بقدرِ نصابِ شرعی مالیت کا مالک ہونے پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ ایک سال اس پر گذر جائے۔

مسئلہ: سال کے اندر اگر مال گھٹ جائے اور سال ختم ہونے سے پہلے اتنا مال پھر آ

جائے کہ اگر اس کو باقی مال میں جوڑ دیں تو بقدر نصاب شرعی کے ہو جائے تو اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو جائے گی اور نئے مال کے آنے سے سال شروع نہ ہوگا، بلکہ جب شروع میں مال آیا تھا اسی وقت سے سال کا حساب لگے گا۔ یہ مسئلہ اس سے متعلق ہے جس پر ایک بار زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو چکی ہو۔

صاحبِ نصاب کو زکوٰۃ لینا

مسئلہ: جتنی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے اس قدر مال کسی کے پاس ہو خواہ اتنی مالیت کا فاضل سامان بنک میں ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے، اور اس کو زکوٰۃ دی جائے گی تو ادا نہ ہوگی مستحق زکواۃ وہ ہے جس کے پاس بقدر نصابِ شرعی کے مال نہ ہو اور سید نہ ہو۔ بہت سی عورتیں بیوہ ہوتی ہیں صرف اُن کے بیوہ ہونے پر نظر کر کے زکوٰۃ دے دی جاتی ہے حالانکہ اُن کے پاس بقدر نصاب خود زیور ہوتا ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور اُن کو لینا بھی حلال نہیں ہوتا۔

زکوٰۃ کے بارے میں قمری سال معتبر ہے

چاند کے حساب سے مال پر ایک سال گذر جانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔ انگریزی سال کا حساب لگانا درست نہیں۔ انگریزی سال سے ادا کرنے میں ہر سال دس روز کے بعد زکوٰۃ ادا ہوگی اور ۳۶ سال بعد ایک سال کی زکوٰۃ کم ہو جائے گی جو اپنے ذمہ باقی رہے گی۔

کتنی زکوٰۃ ادا کرے

چاند کے اعتبار سے پورا سال گذر جانے پر ڈھائی روپے سیکڑہ یا ۲۵ روپے فی ہزار زکوٰۃ ادا کر دے۔ یہ چالیسواں حصہ بنتا ہے۔ دیکھو خدائے پاک نے کتنا کم فریضہ رکھا ہے اور وہ بھی تمہارے لئے ہی ہے خدا کے کام تھوڑا ہی آتا ہے۔ وہ تو بے نیاز ہے۔ اُسی نے تو سب کو سب کچھ دیا ہے، تم اپنے مال کا ثواب آخرت میں خود پالوگی۔ اور دنیا میں بھی زکوٰۃ دینے کے سبب مال کی حفاظت رہے گی اور مال میں ترقی ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ صدقہ سے مال کبھی کم نہیں ہوتا۔ (مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ۔ مشکوٰۃ ص۱۵۹)

بہت سی عورتیں یہ سوال اٹھاتی ہیں کہ زیور کے علاوہ ہمارے پاس مال کہاں ہے اگر اس میں سے دیں تو سب ختم ہو جائے گا۔ اوّل بات تو یہ ہے کہ شوہر سے لے کر ادا کر

سکتی ہے جب وہ بے جا چوچلوں کے لئے دیتا ہے اور فیشن کے فضول اخراجات اٹھاتا ہے تو تمہارے کہنے سے تم کو دوزخ کے عذاب سے بچانے کے لئے سال بھر میں ڈھائی روپے سیکڑہ کیوں نہ دے گا۔ اور اگر وہ نہیں دیتا تو زیور بیچو۔ ابھی ابھی حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ اگر تم زکوٰۃ دو گی تو اللہ تعالےٰ اور زیادہ مال دے گا اور زیور بڑھے گا مگر تم تو اللہ کی طرف بڑھو۔ فرض کرو زکوٰۃ دیتے دیتے زیور ختم ہو جائے تو کیا حرج ہوا دوزخ کے عذاب سے بچ جانا اور جنّت کی نعمتیں مل جانا کیا کم فائدہ ہے؟ اب ایک صحابی عورت کا قصّہ سُنو۔

زیور کی زکوٰۃ نہ دینے پر وعید

(۳۵) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا وَفِي يَدِ هَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهَا أَتُعْطِينَ زَكٰوةَ هٰذَا قَالَتْ لَا قَالَ أَفَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ قَالَ فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ هُمَا لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ۔ (ابوداؤد شریف ص ۲۱۸)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت رسُولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی بھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تم اس زیور کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کیا نہیں! فرمایا کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ ان کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ تم کو آگ کے دو کنگن پہنا دے۔ یہ سن کر اُس عورت نے وہ دونوں کنگن (بچی کے ہاتھ سے) نکالے اور بارگاہِ رسالتؐ میں پیش کر دیئے اور عرض کیا کہ یہ دونوں اللہ و رسُولؐ کے لئے ہیں۔ (میں اپنے پاس نہیں رکھتی آپؐ کو اختیار ہے جہاں چاہیں خرچ فرمائیں)

تشریح: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی مرد و عورت سب ہی آخرت کے بہت فکر مند تھے۔ اور وہاں کے عذاب سے بہت ڈرتے تھے۔ دیکھا ایک صحابیؓ عورت نے دوزخ

کی بات سن کر دونوں کنگن خیرات کر دیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیئے کہ جہاں چاہیں راہِ خدا میں خرچ فرمائیں۔ اگرچہ عذاب سے بچنے کی یہ صورت بھی تھی کہ وہ اب تک زکوٰۃ ادا کر دیتیں اور آئندہ زکوٰۃ دینے کا اہتمام کرتیں لیکن انہوں نے یہ پسند ہی نہ کیا کہ وہ کنگن پاس رہیں کیونکہ شاید پھر کوتاہی ہو جائے، اس لئے وہ چیز پاس نہ رکھی جس سے گرفت کا احتمال ہو سکے۔ سُبحان اللہ صحابی مرد و عورت کیسے دین دار اور آخرت کے فکرمند تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نفل صدقہ کی فضیلت

(۳۶) وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ اِرْضَخِيْ[1] مَا اسْتَطَعْتِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ (راہِ خدا میں) خرچ کرتی رہو اور گن گن کر مت رکھنا ورنہ اللہ تعالٰی بھی تجھے گن گن کر دیں گے (یعنی خوب زیادہ نہ ملے گا) اور مال کو بند کر کے نہ رکھنا ورنہ اللہ تعالٰی (بھی) اپنی بخشش روک دیں گے۔ جہاں تک ہو سکے تھوڑا بہت (حاجتمندوں پر) خرچ کرتی رہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۶۲ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: حضرت اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بڑی صاحبزادی تھیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دس سال بڑی تھیں۔ انہوں نے مکہ ہی میں قبولِ اسلام کر لیا تھا۔ تاریخ لکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ اٹھارھویں مسلمان تھیں۔ اس زمانہ میں ایک مسلمان کا بڑھ جانا بہت بڑی بات تھی اس لئے یوں شمار کیا کرتے تھے کہ فلاں ساتواں مسلمان ہے اور فلاں دسواں مسلمان ہے وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] قال فی القاموس ورضخ لہ اعطاہ عطاءً کثیراً ۱۲ ای اعطی شیئاً وان کان یسیراً ۱۲ لمعات

ان کی روایت کردہ بہت سی حدیثیں کتابوں میں ملتی ہیں ان کے شوہر حضرت زبیر بن العوام تھے جن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا حواری یعنی بہت خاص آدمی بتایا تھا، اُن کے صاحبزادوں میں عبداللہ بن زبیرؓ اور عروہ بن زبیرؒ زیادہ مشہور ہیں حدیث کی کتابوں میں اُن کا ذکر بہت آتا ہے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ میں حکومت قائم کرلی تھی جو بادشاہ وقت عبدالملک بن مروان کے خلاف تھی، عبدالملک کا مشہور ظالم گورنر حجاج بن یوسف گزرا ہے اس نے مکہ پر چڑھائی کرکے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کردیا تھا۔ اس وقت اُن کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ تھیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کرکے حجاج اُن کی والدہ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ تم نے دیکھا تمہارے لڑکے کا کیا حال بنا؟ یعنی شکست کھا کر قتل ہوا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بغیر کسی خوف وہراس کے برجستہ جواب دیا کہ رَأَیْتُكَ اَفْسَدْتَ عَلَیْهِ دُنْیَاهُ وَاَفْسَدَ عَلَیْكَ اٰخِرَتَكَ یعنی میرے بیٹے کی اور تیری جنگ کا خلاصہ میرے نزدیک یہ ہے کہ تُو نے میرے بیٹے کی دُنیا خراب کردی یعنی اس کی دنیاوی زندگی ختم ہو گئی اور اس نے تیری آخرت خراب کردی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۲) کیونکہ ایک بادشاہ کی حمایت میں پڑکر تُو نے ایک صحابی کو شہید کردیا جو صحیح خلافت قائم کئے ہوئے تھا، اس زمانے کی مسلمان عورتیں بھی بڑی بہادر اور دلاور ہوتی تھیں۔ بات یہ ہے کہ ایمان مضبوط ہو تو دل بھی مضبوط ہوتا ہے اور زبان بھی حق کہتے ہوئے لڑکھڑاتی نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا ایک بوڑھی عورت نے حجاز اور عراق کے گورنر کو کیسا منہ توڑ جواب دیا۔

مال کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین نصیحتیں

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا جانا رہتا تھا اور مسئلہ مسائل دریافت کرتی تھیں۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے اور غریبوں یتیموں مسکینوں اور بیواؤں کی خبر گیری کی طرف توجہ دلائی اور چار باتیں ارشاد فرمائیں۔

اوّل: اَنْفِقِیْ (خرچ کرتی رہا کرو)

دوم: وَلَاتُحْصِیْ (گن گن کر نہ رکھنا) یعنی جمع کرنے کے پھیر میں نہ پڑنا کہ جمع کر

رہے ہیں اور شمار کرتے جارہے ہیں۔ آج اتنا ہوا اور کل اتنا بڑھا، جمع کرنے کے خیال میں اپنی ضرورتیں بھی روکے ہوئے ہیں۔ اور دیگر ضرورت مندوں کو بھی نہیں دیتے یہ طریقہ اہلِ ایمان کا نہیں بلکہ دنیا سے محبت کرنے والے ایسا کرتے ہیں جن کی جان ہی پیسہ ہے، پیسے ہی کے لئے جیتے ہیں اور اسی کے لئے مرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ایسے لوگوں کو عبدالدینار والدرہم فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگ بہت ناپسند تھے۔ ایک بار آپؐ نے فرمایا:

تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكِسَ وَإِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ ۔

(مشکوٰۃ ص۴۳۹ عن البخاری)

ترجمہ: بے مراد ہو روپے پیسہ اور چادر کا غلام جس کا یہ حال ہے کہ اگر اسے مل جائے تو راضی اور نہ ملے تو خفا ہو جائے، ایسے شخص کا بُرا ہو اور اس کے لئے بربادی ہو اور اگر اس کے کانٹا لگ جائے تو خدا کرے کوئی نہ نکالے۔

دوسرا مطلب وَلَا تُحْصِيْ کا محدثین نے یہ بتایا ہے کہ ضرورت مند اور فقیر کو دیتے وقت اس لئے نہ گننا کہ کہیں زیادہ تو نہیں جارہا ہے اور دل کچھ رہا ہے۔ ایک پیسہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تھا، مگر دو پیسے کا سکہ ہاتھ میں آگیا اب سوچ رہے ہیں کہ یہ تو ایک پیسہ زیادہ ہے فقیر کی طرف ہاتھ بڑھنے کے بجائے واپس جیب میں جارہا ہے تاکہ ایک پیسہ کا سکہ نکالا جائے۔ یہ بھی حُبِّ مال کی دلیل ہے۔

پھر فرمایا فیحصی اللہ علیک یعنی اگر تم گن گن کر رکھو گی اور جمع کرنے کی فکر میں پڑو گی یا فقیر کو دیتے وقت گنتی کرو گی تاکہ پیسہ دو پیسہ زیادہ نہ چلا جائے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بھی گن کر ملنے لگے گا یا اگر بہت ہو گا تو اس کی برکت ختم کر دی جائے۔ بے برکتی کی وجہ سے بہت زیادہ مال ایسا پٹ ہو جائے گا جیسے دو چار پیسے ہوتے ہیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ فیحصی اللہ علیک کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم غریبوں پر خرچ کرتے وقت یہ خیال کرو گی کہ کہیں زیادہ تو نہیں چلا گیا تو ایسی صورت میں اللہ جل جلالہ وعم نوالہ بھی اپنے دیئے ہوئے مال کا حساب لیتے وقت سختی فرمائیں گے اور چھان بین

کے ساتھ حساب لیں گے پھر اس وقت کہاں ٹھکانا ہوگا۔ اللہ نے تمہیں دیا ہے تم اس کی مخلوق پر خرچ کرو۔

قرآن شریف میں ہے وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (یعنی مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ سلوک کرو جیسے خدا نے تمہارے ساتھ احسان کیا)

سوم۔ یہ نصیحت فرمائی کہ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ یعنی جمع کر کے نہ رکھنا، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے خزانۂ غیب سے تمہیں نہ نوازیں گے اور اپنی داد و دہش میں کمی فرمادیں گے۔ بات یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بہت ملتا ہے اور رزق میں کشائش ہوتی ہے اور اگر تھوڑا ہو تو اس میں برکت بہت ہوتی ہے جن لوگوں کو جمع کرنے کا ذوق ہوتا ہے اپنی ضروریات بھی دباتے رہتے ہیں بچوں پر خرچ کرنے میں کمی کرتے ہیں۔ پھر دوسرے محتاجوں کو دینے کا سوال ہی کیا ہے۔ ایسے لوگ وہ فرائض بھی ادا نہیں کرتے جو مال سے متعلق ہیں۔ زکوٰۃ، صدقہ، فطر، قربانی اور بندوں کے واجب حقوق، والدین کے اخراجات وغیرہ کی طرف بالکل دھیان نہیں دیتے جس کی سزا آخرت میں بہت بڑی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى وَجَمَعَ فَاَوْعٰى۔ (سورۃ معارج)

وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دے گی، وہ اس شخص کو بلا وے گی جس نے پیٹھ پھیری ہو گی اور بے رُخی کی ہو گی اور جمع کیا ہو گا پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہو گا۔ (ترجمہ بیان القرآن)

چہارم۔ فرمایا کہ (ارضخي ما استطعت) تھوڑا بہت جو ہو سکے راہِ حق میں خرچ کرتی رہو۔ لفظ "جو کچھ ہو سکے" بہت عام ہے اور ہر امیر غریب اس پر عمل کر سکتا ہے۔ درحقیقت فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا تعلق آخرت کی محبت سے ہے مالداری سے نہیں ہے۔ غریب بھی خرچ کر سکتا ہے مگر اپنی مقدرت کے مطابق خرچ کرے گا اور امیر بھی خرچ کر سکتا ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق پیسہ اٹھائے گا۔ دنیاوی ضرورتوں میں بھی تو سب ہی خرچ کرتے ہیں۔ آخرت کا فکر ہو تو اس میں بھی امیر غریب پیسہ لگائے۔ حدیث کی شرح

لکھنے والے عالموں نے بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے یہ لفظ کہ "تھوڑا بہت جو کچھ ہو سکے خرچ کرو" اس لئے فرمایا کہ اس زمانہ میں غربت کی حالت میں تھیں اور یہ بھی بات ہے کہ شوہر کے مال سے عام طور پر تھوڑا بہت ہی خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

عید کے موقعہ پر صحابی عورتوںؓ کا اپنے اپنے زیوروں سے صدقہ کرنے کا واقعہ

(۳۷) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهٗ اَشَهِدْتَّ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ بِاَيْدِيْهِنَّ يَقْذِفْنَهٗ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهٗ فَيُلْقِيْنَ الْفَتْخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ۔ (رواہ البخاری جلد اوّل، ص: ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عابس کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کیا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے موقعہ پر حاضر رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں آپؐ کے ساتھ عید میں موجود تھا۔ آپؐ نے عید کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو نصیحت فرمائی اور (آخرت کی باتیں) یاد دلائیں اور صدقہ کا حکم فرمایا اس موقعہ پر آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی آئے تھے، انہوں نے اپنا کپڑا پھیلا دیا اور عورتیں ان کے کپڑے میں اپنے اپنے زیور اُتار اُتار کر پھینکتی رہیں۔ ان زیوروں میں موٹی موٹی انگوٹھیاں (بھی) تھیں۔ اس کے بعد آپؐ حضرت بلالؓ کو ہمراہ لے کر اپنے دولتکدہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (بخاری شریف ص ۱۳۳)

تشریح: حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں فَرَاَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ اِلٰى اٰذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ يَدْفَعْنَ اِلٰى بِلَالٍ۔ یعنی میں نے دیکھا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر عورتوں نے صدقہ دینا شروع کیا اور اپنے کانوں اور حلقوں کے زیور اُتار اُتار کر دیتی رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑی بڑی انگوٹھیوں کے ساتھ کانوں کی بالیاں جھمکیاں اور گلوں کے ہار بھی ان آخرت سے محبّت رکھنے والی مستورات نے بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیئے۔ آپؐ کا یہ صدقہ وصول کرنا عام ضرورتمندوں پر خرچ کرنے کے لئے تھا، آپؐ کے لئے صدقے کا مال حلال نہیں تھا، وہاں سے اُٹھ کر اپنی صوابدید سے فقراء اور مساکین پر خرچ فرما دیا۔ اس قصّے سے صحابی عورتوں کی سخاوت کا پتہ چلا اور یہ معلوم ہوا کہ آخرت کی محبّت اور مرنے کے بعد ملنے والے ثواب کے مقابلے میں اُن کے نزدیک زیور کی کوئی حقیقت نہ تھی چونکہ یقین کامل تھا اس لئے جنّت کے زیور کی طلب اور رغبت میں انہوں نے بے جھجک اپنے زیور فی سبیل اللہ اتار کر دے دیئے اور اس فانی دنیا میں کانوں، گلوں اور ہاتھوں کو بغیر زیور کے رکھنا پسند کر لیا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو بھی ایسے ہی جذبات نصیب فرمائے۔ آمین۔

مسئلہ: یہ دیکھنا چاہیئے کہ زیور کا مالک شوہر ہے یا بیوی جو مالک ہو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے، بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو بیوی کو دے دیا۔ وہی زکوٰۃ کی ذمّہ دار ہے حالانکہ اگر لڑائی ہو جائے یا طلاق کا موقعہ آجائے تو زیور واپس لینے لگتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل مالک مرد ہے ورنہ واپس کیوں لیتا، ہاں اگر وہ زیور عورت نے اپنی مہر کی رقم سے بنوایا ہے یا کسی کے ترکہ میں ملا ہے یا شوہر نے خرید کر بالکل اُسے دے دیا ہے اس کی زکوٰۃ عورت ادا کرے۔

مسئلہ: جو زیور شوہر کی ملکیت ہے اُس کو شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: نابالغ بچّی کے لئے جو زیور بنایا گیا ہو اگر بچّی ہی کی ملکیت قرار دے دی ہے تو اُس پر زکوٰۃ نہیں۔ اور اگر وہ صرف پہنتی ہے اور مالک ماں یا باپ یا کوئی دوسرا ولی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

ماں باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم

(۳۸) وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ

مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میری والدہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ آئیں جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے معاہدہ کر رکھا تھا اس وقت تک وہ مسلمان نہ ہوئی تھیں بلکہ مشرک تھیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میری والدہ آئی ہیں جو مجھ سے کچھ ملنے کی امیدوار ہیں کیا میں اُن سے صلۂ رحمی کا برتاؤ کروں (اور ان کو حسب توفیق کچھ دے دوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ان کے ساتھ صلۂ رحمی کرو۔ (بخاری مسلم، مشکوٰۃ ص ۴۱۹)

تشریح: حضرت اسماء اور اُن کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بہت پہلے مسلمان ہو گئے تھے، بلکہ حضرت ابوبکرؓ تو بالغ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ لیکن حضرت اسماءؓ کی والدہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئی تھیں جس وقت کا یہ قصہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ کی ایذاؤں سے تنگ آکر اپنے اصلی وطن اور باپ داووں کے دیس یعنی مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، جس کو ہجرت کہتے ہیں۔ کافروں نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور لڑائیاں لڑتے رہے جس کے نتیجے میں جنگِ بدر اور جنگِ اُحد ہوئی۔ ان دونوں جنگوں کے قصے مشہور ہیں اور تاریخ اسلام میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ جب مسلمانوں نے کافروں کے مقابلے میں جوابی کارروائی کی تو کافروں کے دانت کھٹے کر دیئے اور ان کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اگرچہ مسلمان اس زمانہ میں بہت ہی کم تھے اور کافروں کی تعداد بہت زیادہ تھی، مگر مسلمانوں کی ہمت بہت زیادہ اور ایمان مضبوط اور پکا تھا، اللہ کے لئے مرنے سے محبت کرتے تھے، اس لئے کافر لوگ ان کو نیچا نہ دکھا سکے، اور خود مجبور ہو کر دس سال کے لئے خاص خاص شرطوں پر صلح کرنے پر

لہ بالباء والمیم روایتان والاولیٰ اکثر واشہر ومعنی کونہا راغبۃ مائلۃ الی مال ابنتہا او راغبۃ فی الاسلام او عن الاسلام قیل ہذا انسب بالمقام ومعنی کونہا راغمۃ (بالمیم) ذلیلۃ ومحتاجۃ وہو موافق لاحد المعانی المذکورۃ فی الروایۃ الاولیٰ ۱۲۔

آمادہ ہوگئے۔ یہ صلح ۶ھ ہجری میں ہوئی۔ ان شرطوں میں یہ بھی طے ہوا تھا کہ فریقین میں سے کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے گا۔ چونکہ یہ صلح مقام حُدَیْبِیَہ میں ہوئی اس لئے صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ صلح ہو جانے کے بعد فریقین کو امن مل جانے کے باعث آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کے پاس آنا جانا شروع ہوا۔ مذہب کے لحاظ سے گو دشمنی تھی مگر فریقین کے آپس میں خونی رشتے تھے جن کی وجہ سے طبعی طور پر ملاقاتوں کو جی چاہتا تھا، حال یہ تھا کہ بیٹا کافر ہے تو باپ مسلمان اور باپ کافر ہے تو بیٹا مسلمان۔ ماں کافر تو بیٹی مومن، ایک بھائی دینِ حق پر دوسرا دینِ شرک پر۔ ایک بُتوں کا پُجاری دوسرا مالکِ حقیقی کا پرستار جو مسلمان تھے سارا دھن دولت مکہ میں چھوڑ کر قرابت داری کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر مدینہ منورہ میں آکر بس گئے تھے کیونکہ ان کے دل میں اللہ بس گیا تھا۔

صلح حدیبیہ کے زمانے میں جب امن ہوا اور ملاقات کا موقعہ نکلا تو بعض لوگوں نے اپنے عزیزوں سے ملنے کا ارادہ کیا، اسی زمانے میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی والدہ مکہ سے مدینہ میں آئی۔ حدیث میں فِیْ عَھْدِ قُرَیْشٍ کا یہی مطلب ہے۔ یہ اب تک مسلمان نہ ہوئی تھیں اور چونکہ ضرورت مند تھیں اس لئے ان کی خواہش تھی کہ بیٹی سے کچھ ملے لیکن بیٹی اب صرف بیٹی نہ تھی بلکہ حق کی متوالی اور اسلام کی رکھوالی تھی۔ سوچا کہ ماں اگرچہ ماں ہے مگر ہے تو مشرک۔ اس پر خرچ کرنا اللہ کی رضا کے خلاف تو نہیں؟ دل میں کھٹک ہوئی۔ بارگاہِ رسالت میں حاضری دی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میری والدہ آئی ہیں، اُن کی تمنا ہے کہ اُن کی مالی امداد کروں۔ اس بارے میں جو کچھ ارشاد ہو عمل کروں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی مدد کرو اور صلہ رحمی کا برتاؤ کرو۔

درحقیقت اسلام عدل وانصاف کا مذہب ہے کفر کی وجہ سے جو مذہبی دشمنی ہو اس کے ہوتے ہوئے ماں باپ کی خدمت اور مالی امداد کا بھی سبق دیتا ہے۔ ماں باپ کے کہنے سے کفر و شرک اختیار کرنا یا کوئی دوسرا چھوٹا بڑا گناہ کرنے کا تو اختیار نہیں ہے مگر اُن کی خدمت کرنا اور ضرورت مند ہوں تو اُن پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ ماں باپ کافر ہوں۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ

"اگر وہ دونوں (ماں باپ) مجھے مجبور کریں اس بات پر کہ تو میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک کرے جن کا تجھے علم نہیں تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا اور ان کے ساتھ دنیا میں اچھے طریق سے گزارہ کرنا اور اس کی راہ پر چلنا جو میری طرف رُخ کرے۔"

(سورۂ لقمان)

ماں باپ کا بڑا حق ہے مگر آج کل کے لڑکے اور لڑکیاں ایسے ہو گئے ہیں کہ شادی ہوتے ہی ماں باپ سے اس طرح قطع تعلق کر لیتے ہیں کہ جیسے جان پہچان ہی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

اپنی اولاد پر خرچ کرنے کا ثواب

(۳۹) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلِيْ أَجْرٌ إِنْ أُنْفِقُ عَلٰى بَنِيْ أَبِيْ سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ أَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مجھے ثواب ملے گا اگر (اپنے پہلے شوہر) ابو سلمہؓ کے بچوں پر خرچ کروں کہ وہ تو میری ہی اولاد ہے (کیا اپنی اولاد پر خرچ کرنے میں بھی اجر و ثواب ملتا ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر خرچ کرتی رہو، تم کو ان پر خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷۱ بحوالہ بخاری)

تشریح: حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں اُن کی روایت کی ہوئی سینکڑوں حدیثیں کتابوں میں ملتی ہیں انہوں نے بھی علم دین خوب پھیلایا۔ اُن کا نام ہند تھا۔ اُن کے پہلے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تھے، دونوں میاں بیوی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اسلام کی راہ میں دونوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں پہلے دونوں نے اسلام کی خاطر حبشہ کو ہجرت کی، بعد میں مدینہ منورہ کو ہجرت کی لیکن اس

مرتبہ دونوں ایک ساتھ ہجرت نہ کر سکے۔ اس وقت مکہ معظمہ میں کافروں کا زور تھا۔ جب دونوں میاں بیوی ہجرت کے لئے نکلے تو حضرت اُمّ سلمہؓ کو میکہ والوں نے نہ جانے دیا، اس کے ایک سال بعد وہ ہجرت کر سکیں۔ اُن کا ایک بچہ سلمہ نامی تھا، اسی کی وجہ سے اُن کو اُم سلمہؓ (سلمہ کی ماں) اور بچّے کے باپ کو ابو سلمہ (سلمہ کا باپ) کہتے تھے۔ عرب میں اس کا بہت دستور تھا، اس کو کنیت کہتے ہیں۔ بعض مرتبہ اصل نام بھول بھلیّاں ہو جاتا تھا اور کنیّت ہی سے آدمی کو جانتے تھے۔ ۴ھ میں جب اُن کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عدّت گذر جانے کے بعد اُن سے نکاح فرما لیا، جب یہ آپؐ کے دولتکدے پر آئیں تو پہلے شوہر کے بچّے بھی ساتھ آ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی پرورش فرمائی۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے ذاتی مال میں سے ان بچّوں پر خرچ کرتی تھیں، ان کو خیال ہوا کہ میں جو ان پر خرچ کرتی ہوں تو گویا حقِ اولاد ادا کرتی ہوں اس میں ثواب شاید نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا تم خرچ کرتی رہو ضرور ثواب ملے گا، کیونکہ اولاد پر خرچ کرنا بھی ثواب ہے۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں۔ حلال مال مسلمان مرد و عورت خواہ اپنے نفس پر خرچ کرے، خواہ اولاد پر، خواہ ماں باپ پر، خواہ دوسرے عزیزوں پر، خواہ دیگر ہمسایوں اور محتاجوں پر اس کے خرچ کرنے میں بڑا ثواب ملتا ہے اللہ اکبر! اپنوں ہی پر خرچ کرو اور ثواب بھی پاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے۔ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا۔

حضرت عائشہؓ نے ایک کھجور صدقہ میں دے دی

(۴۰) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِيْ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِيْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک عورت میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، اس نے مجھ سے سوال کیا۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہ ایک کھجور ہی اس کو دے دی۔ اُس نے کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور خود ذرا بھی کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد جیسے ہی وہ نکلی رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دولت خانے میں تشریف لے آئے، میں نے آپؐ کو پُورا قصہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص (مرد و عورت) لڑکیوں (کی دیکھ بھال اور پرورش و پرداخت) کے ساتھ مبتلا کیا گیا (یعنی ان کی خدمت اور پرورش اُس کے ذمہ پڑ گئی)، اور پھر اُس نے اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ لڑکیاں آتش دوزخ سے بچانے کے لئے اس کے واسطے آڑ بن جائیں گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۱ بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس ایک عورت سوال کرنے آئی۔ ایک کھجور کے سوا کچھ موجود نہ تھا۔ انہوں نے ایک کھجور ہی دے دی کم و بیش کا خیال نہ کیا۔ درحقیقت اخلاص کے ساتھ دیا جائے تو ایک کھجور اور ایک پیسہ بھی بہت ہے۔ قرآن شریف میں فرمایا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ط (جو کچھ بھی اپنے لئے پہلے سے بھیج دو گے اُسے اللہ کے پاس پالو گے) ایک حدیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھجور کی برابر بھی حلال کمائی سے جو شخص صدقہ دے دے تو اللہ تعالےٰ اس کو بڑی قدر کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ پھر جس نے صدقہ دیا ہے اُس کے لئے اس صدقہ کو بڑھاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم) بندہ نے دیا کھجور کے برابر اور خدائے رحیم و کریم نے عنایت فرمایا پہاڑ کے برابر۔ ایسا داتا اللہ ہی ہے۔ صدقہ سے کبھی دریغ نہ کرو۔ اس سے ضرورت مندوں کی حاجت بھی پوری ہوتی ہے اور صدقہ والے کو ثواب بھی ملتا ہے۔ کتنا ثواب ملتا ہے کہ اس کا اندازہ ابھی معلوم نہیں۔

لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت

حضرت عائشہ رض کی اس حدیث میں جہاں صدقہ کا بیان ہے، وہاں لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت بھی مذکور ہے۔ لڑکی

ضعیف جنس ہے اور اس سے کما کر دینے کی امیدیں بھی وابستہ نہیں ہوتی ہیں اس لئے لڑکیاں بہت سے خاندانوں میں مظلوم و مقہور ہو کر زندگی گذارتی ہیں اُن کے واجب حقوق بھی پامال کر دیئے جاتے ہیں چہ جائیکہ ان کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کیا جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لڑکیوں کی پرورش کرنے اور خیر خبر رکھنے والے کو بشارت سنائی کہ ایسا شخص دوزخ سے محفوظ رہے گا اور لڑکیوں کی یہ خدمت اُس کے لئے دوزخ سے بچانے کے لئے آڑ بن جائے گی۔ اپنی لڑکی ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی یتیم بچّی ہو، ان سب کی پرورش کی یہی فضیلت ہے۔ بہت سی عورتیں سوتیلی لڑکیوں پر ظلم کرتی ہیں اور بہت سے مرد اپنی بیوہ لڑکی یا غیر شادی شدہ لڑکی سے گھبرا جاتے ہیں جس کا نکاح ہونے میں کسی وجہ سے دیر ہو، اور بعض مرد نئی بیوی کی وجہ سے پہلی بیوی کی اولاد پر ظلم کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو اس حدیث سے سبق حاصل کرنا لازم ہے۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں افضل ترین صدقہ نہ بتا دوں؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ تم اپنی لڑکی پر خرچ کرو جو طلاق کی وجہ سے یا بیوہ ہو کر تمہارے پاس (شوہر کے گھر سے) واپس آگئی تمہارے علاوہ کوئی اس کے لئے کمائی کرنے والا نہیں ہے۔

نیز سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے اخراجات برداشت کئے اور اُن کو ادب سکھایا اور رحم اور شفقت کا برتاؤ کیا یہاں تک کہ وہ اس کے خرچ سے بے نیاز ہو گئیں تو اللہ تعالٰے اس کے لئے جنّت واجب فرما دیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں جن کی پرورش کی ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا اس کے لئے بھی یہی فضیلت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اگر ایک لڑکی کے بارے میں سوال کیا جاتا تو آپ ایک کے لئے بھی یہی فضیلت بتلاتے۔ (مشکوٰۃ)

رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کی فضیلت

(۴۱) وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ ؓ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً فِيْ زَمَانِ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَیْتِہٖ اَخْوَالَکِ کَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِکِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک باندی سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں آزاد کردی، پھر اس کا ذکر آپؐ سے کیا، آپؐ نے فرمایا (آزاد کرنے کے بجائے) اگر اپنے ماموؤں کو دے دیتی تو یہ تیرے لئے زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہوتا۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷۱ بحوالہ بخاری)

تشریح: حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُمّ المومنین ہیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں۔ ان کا پہلا نام برّہ تھا۔ آپؐ نے بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض صحابی خواتین کا نام برّہ تھا، آپؐ نے بدل کر کسی کا نام زینبؓ اور کسی کا نام جویریہؓ رکھ دیا۔ لفظ برّہ کا ترجمہ ہے "نیک عورت"۔ یہ نام آپؐ کو اس لئے پسند نہ تھا کہ اس میں بڑائی اور اپنی تعریف نکلتی ہے۔ جب کسی نے دریافت کیا کہ کون ہو؟ اور اس نے جواب دیا کہ برّہ یعنی نیک ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ اپنے نیک ہونے کا دعویٰ کردیا، ایک مرتبہ ایک عورت کا یہی نام بدلتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ: لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَھْلِ الْبِرِّ مِنْکُمْ یعنی اپنی پاکبازی کے دعوے نہ کرو، اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ نیک کون ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الاسامی، ص۴۰۸)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کی ہوئی بہت سی حدیثیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ اوپر جو حدیث لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت میمونہؓ نے ایک باندی آزاد کردی تھی اور چونکہ غلام اور باندی آزاد کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے، اس لئے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ نیکی میں مشورے کی کیا حاجت ہے؟ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشورہ نہ کیا، آزاد کرنے کے بعد جب آپؐ سے تذکرہ کیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے ماموں حاجتمند ہیں، آزاد کرنے کے بجائے ہدیہ کے طور پر اُن لوگوں کو یہ باندی دے دینا بہتر تھا جس سے زیادہ ثواب ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ نیکی کرنے کے لئے بھی بڑی سمجھ کی ضرورت ہے، مگر دینی سمجھ ہونی چاہیئے جو خدا تعالیٰ کے نیک بندوں اور دین پر چلنے والوں اور دینی کتابوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر انسان میں دینی سمجھ ہو تو

زیادہ سے زیادہ ثواب کما سکتا ہے۔ شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کوئی مسلمان مرد و عورت نیکی نہ کرنے پائے۔ لیکن اگر اس نے کمر ہمت باندھ ہی لی اور نیک کام کرنا طے ہی کر لیا تو اب شیطان کی کوشش یوں ہوگی کہ اس کی نیکی کمزور اور گھٹیا قسم کی ہو۔ کہیں نیت خراب کر دیتا ہے، کہیں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے بعد احسان جتانے پر اُبھار دیتا ہے اور بھی شیطان کے بہت داؤ پیچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

عزیزوں پر خرچ کرنا دوہرا ثواب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے عزیزوں قریبوں کی ضرورتوں کا خیال رکھنا اور اُن کو دینا دلانا بہت ثواب کی بات ہے۔ بہت سے لوگ صدقہ اور خیرات کے نام سے غیروں کو تو بہت کچھ دیتے ہیں کیونکہ اس میں نام بھی ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ سوال کرنے آجاتے ہیں اور اپنے لوگ غیرت مندی اور آبرو کی وجہ سے سوال نہیں کرتے لہٰذا اُن کی حاجتیں اور ضرورتیں رُکی ہوئی ہیں۔ حالانکہ اپنے عزیزوں پر خرچ کرنے میں دو ثواب ہوتے ہیں۔ ایک صدقہ کرنے کا، دوسرا عزیزوں کی خبر لینے اور خدمت کرنے کا۔ چنانچہ ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلٰى ذِى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۱)

"مسکین کو صدقہ دینا صرف ایک صدقہ (ہی) ہے' اور قرابت دار پر صدقہ کرنے میں دوہرا ثواب ہے۔ کیونکہ یہ صدقہ بھی ہے اور قرابت داری کے حقوق کی دیکھ بھال بھی۔"

یہاں پہنچ کر یہ بات بتا دینا ضروری ہے کہ صدقہ کو صدقہ و خیرات بتا کر دینا ضروری نہیں ہے۔ اگر اپنے کسی عزیز کو صدقہ کے نام سے کچھ دیں گے تو وہ نہ لے گا۔ اور اس کا دل بھی بُرا ہوگا۔ اس لئے ہدیہ کے نام سے دیجئے، بلکہ ہدیہ کا لفظ بولنا بھی ضروری نہیں، صرف یہ کہہ دیجئے کہ یہ کچھ پیسے ہیں خرچ کر لینا، یا کپڑے بنا دیجئے یا اور کسی طرح سے ان کی جائز ضرورت میں خرچ کر دیجئے۔ زکوٰۃ کی رقم کا بھی یہ مسئلہ ہے کہ اپنے عزیزوں کو دینے سے دوہرا ثواب ہوتا ہے۔ البتہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو جہاں تک سلسلہ چلے اور ماں باپ

اور دادا پڑدادا، نانا پڑنانا، دادی پڑدادی، نانی پڑنانی کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اور شوہر و بیوی بھی ایک دوسرے کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ اور دوسرے عزیزوں مثلاً بہنوں بھائیوں، بھتیجوں بھتیجیوں، بھانجوں بھانجیوں اور پھوپی و خالہ و چچا و ساس سسر وغیرہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ جسے دی جائے اُسے بتادیا جائے، بلکہ ہدیہ اور قرض بتاکر بھی دے سکتے ہیں، ہاں اپنے دل میں زکوٰۃ کی نیت کرلیں اور دیکھ لیں کہ جس کو دے رہے ہیں کسی اعتبار سے صاحبِ نصاب نہیں اور سید بھی نہیں ہے، یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ زکوٰۃ جب ادا ہوگی جب مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کا مال دے کر قبضہ دے کر مالک بنادیا جائے۔ اگر اس کو نہ دیا اور بالا بالا اس کا قرض ادا کردیا یا فیس ادا کردی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ہاں مال خرچ کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ دستکاری سے پیسہ حاصل کرکے صدقہ کرتی تھیں

(۴۲) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا اَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا وَكَانَتْ سَوْدَةُ اَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا كَانَ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ زَيْنَبُ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کی وفات کے بعد ہم میں سے کون سی بیوی سب سے پہلے آپ سے جاکر ملے گی (یعنی سب سے پہلے کس کی وفات ہوگی)، آپؐ نے فرمایا تم میں جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں (وہ سب سے پہلے دارفانی سے رخصت ہوگی، دریافت کرنے والی بیویوں نے اس بات کا ظاہری مطلب سمجھا اور) ایک بانس لے کر سب کے ہاتھ ناپنے لگیں، نتیجۃً حضرت سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ہاتھ سب کے ہاتھوں سے زیادہ لمبے نکلے (اور یہی سمجھ

لیا گیا کہ سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگی لیکن ہوا یہ کہ سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے وفات پائی لہٰذا) اب پتہ چلا کہ (سب سے پہلے وفات پانے والی کے ہاتھوں کے لمبے ہونے کا مطلب یہ نہ تھا کہ ناپنے میں ہاتھ لمبے ہوں گے بلکہ لمبے ہاتھوں کا مقصد زیادہ صدقہ کرنا تھا۔ سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات ہوئی وہ صدقہ کرنے کو (بنسبت دوسری بیویوں کے زیادہ) پسند کرتی تھیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۶۵ بحوالہ بخاری)

تشریح: حضرت سودہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے تھیں، حضرت سودہؓ سے مکہ ہی میں حضرت خدیجہ رضی تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوگیا تھا۔ دوسری بیویوں کی نسبت اُن کے ہاتھ لمبے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ پہلے اُن کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوا تھا، آپس میں نباہ نہ ہوا تو انہوں نے طلاق دے دی اُن کی طلاق اور عدت کے بعد اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینبؓ کا نکاح کردیا تھا۔ سورہ احزاب میں فرمایا۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (پھر جب زید سے اس کا دل بھر گیا تو ہم نے آپؐ سے اس کا نکاح کردیا) اسی وجہ سے حضرت زینبؓ دوسری بیویوں کے مقابلے میں فخر کے طور پر فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے اولیا و اقربا نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، ان سے ۵ھ ہجری میں آپؐ کا نکاح ہوا اور آپؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلے ۲۰ھ یا ۲۱ھ ہجری میں اُن کی وفات ہوئی اُن کی روایت کی ہوئی حدیثیں بھی حدیث شریف کی کتابوں میں ملتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اُن سے بعض روایتیں بیان کی ہیں۔

(حضرت زینبؓ کے یہ سب حالات الاستیعاب اور الاصابہ سے لئے گئے)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

وَلَمْ تَكُنِ امْرَأَةٌ مِّنْهَا خَيْرًا فِي الدِّيْنِ وَاَتْقٰى لِلّٰهِ وَاَصْدَقَ حَدِيْثًا وَاَوْصَلَ لِلرَّحِمِ وَاَعْظَمَ صَدَقَةً وَّاَشَدَّ تَبَذُّلًا لِّنَفْسِهَا فِي الْعَمَلِ

اَلَّذِیْ تَتَصَدَّقُ بِہٖ وَتَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ۔

یعنی کوئی عورت دینداری اور پرہیزگاری اور خدا ترسی اور راست بازی اور صلہ رحمی اور صدقہ کرنے میں زینبؓ سے بڑھ کر نہ تھی، صدقہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے خوب محنت سے مال حاصل کرتی تھیں اور اس میں اُن سے بڑھ کر کوئی عورت نہ تھی۔ (الاستیعاب)

اس عبارت کے ترجمہ کو غور سے پڑھو اور دیکھو کہ یہ ایک سوتن کی گواہی ہے، اس سے جہاں حضرت زینبؓ کے دینی کمالات ظاہر ہوئے وہاں حضرت عائشہؓ کی سچائی اور بے نفسی بھی معلوم ہوئی، اپنی سوتن کے کمالات کا اقرار کرنا بہت بڑی بات ہے۔ آج کل کی عورتیں ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اُن میں حق گوئی اور بے نفسی کہاں تک ہے، خصوصاً اپنی سوتن کے حق میں، یا جس سے کینہ کپٹ ہو اس کے بارے میں کیا تعریف کا کوئی کلمہ کہہ سکتی ہیں۔ حضرت زینبؓ کو صدقہ کرنے کی حرص تھی اور اس حرص کو پورا کرنے کے لئے دستکاری[1] کے ذریعہ مال حاصل کرتی تھیں اور اس سے صدقہ دیا کرتی تھیں۔ آج کل کی عورتیں تو سینکڑوں ہزاروں کی مالیت میں سے بھی پھوٹی کوڑی دینے کو تیار نہیں، ایک وہ بھی عورت ہی تھی جس کے پاس پیسہ نہ ہوا تو دستکاری سے کما کر صدقہ کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوسری سوتن حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گواہی بھی سُن لو۔ وہ فرماتی ہیں کہ

كَانَتْ صَالِحَةً قَوَّامَةً صَوَّامَةً صَنَّاعًا تَصَدَّقُ بِذٰلِكَ كُلِّهٖ عَلَى الْمَسَاكِيْنِ[2] ۔

ازواجِ مطہرات کا آپس میں ہاتھ ناپنا کہ کس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے جب پوچھا کہ ہم میں آپ کے بعد سب

---

[1] اُن کو کھال رنگنے کا ہنر آتا تھا (الاصابہ) ۱۲

[2] زینبؓ نیک عورت تھیں راتوں رات نماز میں کھڑی رہتی تھیں اور خوب کثرت سے روزے رکھتی تھیں اور دستکار بھی تھیں اس سے مال حاصل کر کے سب صدقہ کر دیتی تھیں۔

سے پہلے کون آخرت کو سدھارے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ سب میں زیادہ لمبے ہیں دنیائے فانی سے روانہ ہونے میں پہلے اسی کا نمبر آئے گا۔ یہ بات بطور نشانی اور پیشین گوئی کے فرمائی تھی اس بات کا ظاہری مطلب سمجھ کر آپس میں مل کر ہاتھ ناپنے لگیں۔ ہاتھ ناپے تو حضرت سودہؓ کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے نکلے۔ پھر جب حضرت زینبؓ کی وفات پہلے ہوئی تو عقدہ کھلا اور ہاتھوں کی درازی کا مطلب سمجھ میں آیا۔ بات یہ ہے کہ جو سخی ہوتا ہے حقیقت میں اسی کے ہاتھ دراز ہوتے ہیں جو خیر خیرات کے وقت ضرورت مندوں کی طرف بڑھتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے دو شخص لوہے کے کرتے یعنی زرہیں پہنے ہوئے ہوں۔ (جن کو پہلے زمانے میں لڑائی میں پہن کر جاتے تھے اور لوہے کے کڑوں سے بنائی ہوئی تھی۔ اور یہ دونوں کرتے اتنے تنگ ہوں کہ دونوں کے ہاتھ اُن کی ہنسلیوں اور چھاتیوں سے چپکے ہوں، جب بھی صدقہ کرنے والا صدقہ کرنے لگتا ہے تو وہ لوہے کا کرتہ کھُلتا چلا جاتا ہے (اور اس کا ہاتھ بڑھتا جاتا ہے) اور جب بخیل صدقہ کرنے لگتا ہے تو اس کا ہاتھ سکڑ جاتا ہے اور لوہے کے کرتے کا ہر کڑا مضبوطی سے اپنی جگہ پر جام ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

بیبیو! تم سخی بنو، صدقہ کرنے کی عادت ڈالو جو کچھ بچے آخرت کے لئے بھیجتی رہو جب وہاں جاؤ گی تو اسے پالو گی جیسے کوئی شخص پردیس میں جاکر کمائی کرتا ہے اور اپنے گھر منی آرڈر سے رقم بھیجتا رہتا ہے، یہ دنیا پردیس ہے اور آخرت ہمارا دیس ہے، جب کبھی ضرورتمند کے ہاتھ پر ہم اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ کوئی روپیہ پیسہ رکھتے ہیں تو اپنے دیس کے لئے منی آرڈر کرتے ہیں خوب سمجھ لو۔

حضرت زینبؓ یتیموں اور بیواؤں کا خاص خیال رکھتی تھیں

حضرت عطار کا بیان ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سالانہ وظیفہ بیت المال سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ ہزار درہم مقرر کیا تھا جسے انہوں نے صرف ایک سال قبول کیا اور لیتے کے ساتھ ہی اپنے عزیزوں اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ واقعہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ایک ہزار کی رقم بھیجی اور فرمایا کہ اس کو اپنی ضرورتوں کے لئے رکھنا۔ حضرت زینبؓ نے اس کو بھی تقسیم فرما دیا، موت سے پہلے وصیّت فرمائی کہ میں نے اپنے لئے کفن تیار

کیا ہے اور ایک کفن حضرت عمرؓ اپنے پاس سے بھیجیں گے لہٰذا ایک کفن صدقہ کر دینا۔ چنانچہ اُن کی بہن نے وہ کفن صدقہ کر دیا جو انہوں نے خود تیار کیا تھا۔ جب وفات ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ذَهَبَتْ حَمِيْدَةٌ مُتَعَبِّدَةٌ مُفْزِعُ الْيَتَامٰى وَالْاَرَامِلِ یعنی زینبؓ دنیا سے اس طرح رخصت ہوئی کہ اچھے اخلاق کے باعث اس کی تعریف کی جاتی ہے اور عبادت گذاری میں رخصت ہوئی اور یتیموں اور بیواؤں کو گھبراہٹ میں ڈال گئی کیونکہ اُن پر خرچ کرتی تھی۔

شوہر کو کمانے کا اور بیوی کو خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے

(۴۳) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت اپنے (شوہر) کے کھانے میں سے خرچ کرے اور بگاڑ کا طریقہ اختیار کرنے والی نہ ہو تو اس کو خرچ کرنے کی وجہ سے ثواب ملے گا، اور اس کے شوہر کو کمانے کی وجہ سے ثواب ملے گا، اور جو خزانچی ہے (جس کے پاس رقم یا مال محفوظ رہتا ہے اگرچہ وہ مالک نہیں ہے مگر اس مال میں سے مالک کے حکم کے مطابق جب اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو) اس کو بھی اسی طرح سے ثواب ملتا ہے (جیسے مالک کو ملا۔ غرض ایک مال سے تین شخصوں کو ثواب مل گیا، کمانے والا اس کی بیوی جس نے صدقہ کیا، اُس کا خزانچی اور کیشیر جس نے مال نکال کر دیا۔) اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہو گی یعنی ثواب بٹ کر نہیں ملے گا بلکہ ہر ایک کو اپنے عمل کا پورا ثواب دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷۳ بحوالہ البخاری ومسلم)

تشریح: جو شخص کما کر لایا ہے اس کے مال سے صدقہ دیا جائے تو اس کو ثواب ہو گا لیکن اس کی بیوی جو اس کے مال میں سے صدقہ دے گی وہ بھی ثواب پائے گی۔ بہت سی عورتیں

طبیعت کی کنجوس ہوتی ہیں اگر شوہر کسی غریب کو دینا چاہتا ہے تو بُرا مانتی ہیں اور منہ بناتی ہیں۔ اگر اُن کے پاس کچھ رکھا ہوا ور شوہر کسی کو دینے کے لئے کہے تو بُرے دل سے نکال کر دیتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے روپیہ کے ساتھ کلیجہ نکلا آرہا ہے۔ بھلا ایسا کر کے اپنا ثواب کھونے سے کیا فائدہ؟ بعض نیک بخت لوگ کسی ضرورت مند کا کھانا مقرر کرنا چاہتے ہیں مگر بیوی آڑے آجاتی ہے اگر شوہر نے مقرر کر ہی دیا تو ہر روز کھانا نکالتے وقت جھک جھک کرتی ہیں جس سے شوہر بھی آزردہ ہو جاتا ہے اور کھانا لینے والے کا دل دُکھتا ہے اور ثواب بھی کھوتی ہیں۔

حدیث شریف میں شوہر کے مال سے عورت کے صدقہ خیرات کرنے کا ثواب بتاتے ہوئے غَیْرَ مُفْسِدَۃٍ کا لفظ بڑھایا ہے یعنی بگاڑ کی راہ پر چلنے والی نہ ہو۔ اس لفظ کا مطلب بہت عام ہے جو بہت سی باتوں کو شامل ہے۔ مثلاً یہ کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے خرچ کرتی ہو، اجازت کے لئے صاف زبانی اجازت ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر یہ معلوم ہے کہ شوہر خرچ کرنے پر دل سے راضی ہے تو یہ بھی اجازت کے درجہ میں ہے، اور یہ بھی بگاڑ کی راہ ہے کہ اپنے عزیزوں کو نوازتی ہو اور شوہر کے عزیز قریب ماں باپ اور اہل اولاد (خصوصاً پہلی بیوی کے بچوں کو) خرچ سے پریشان رکھتی ہو یا مثلاً ثواب سمجھ کر بدعتوں پر خرچ کرتی ہو۔ یا وہ چیز خرچ کرتی ہو جو مالیت کے اعتبار سے زیادہ ہے اس کا خرچ کرنا شوہر کو کھل جاتا ہو۔ زیادہ مال کے خرچ میں صاف اجازت کی ضرورت ہے۔ بہت سی عورتوں کو صدقہ کا جوش ہوتا ہے مگر مرد کی اجازت کا دھیان نہیں کرتی ہیں یہ غلطی ہے۔ ہاں اپنا ذاتی مال ہو تو شوہر کی اجازت کی پابندی نہیں مگر مشورہ کر لینا اس صورت میں بھی مفید ہے کیونکہ مردوں کو سمجھ زیادہ ہوتی ہے۔ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے باپوں اور بیٹوں اور شوہروں کے مالوں میں کیا کچھ خرچ کرنا (یعنی صدقہ کرنا اور ہدیہ لینا دینا) ہمارے لئے حلال ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اَلرَّطَبُ تَاکُلْنَہٗ وَتُہْدِیْنَہٗ۔ یعنی ہری گیلی چیز (ان کی صاف اجازت کے بغیر بھی) کھا لیا کرو اور ہدیہ دے دیا کرو۔ کیونکہ عموماً ایسی چیزوں سے خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ہاں اگر صاف منع کر دیں تو رُک جانا۔ ہری گیلی چیز سے وہ چیزیں مراد ہیں جن کے رکھے رہ جانے سے

کا سورج چھپنے سے پہلے پہلے پاک ہو جائے تو غسل کر کے طواف زیارت کرے، طوافِ زیارت فرض ہے اور جو بارھویں تاریخ کے اندر اندر ہو جانا واجب ہے یہ طواف دس گیارہ بارہ تینوں تاریخوں میں سے کسی دن کر لینا لازم ہے لیکن اگر کوئی عورت ان تینوں دنوں میں بھی حیض یا نفاس سے پاک نہ ہو تو مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور پاک ہونے کے بعد طوافِ زیارت کرے اس کے بعد طوافِ وداع کر کے وطن کے لئے روانہ ہو کیونکہ یہ تاخیر شرعی مجبوری کی وجہ سے ہوگی اس لئے طواف زیارت کو بارھویں تاریخ سے لیٹ کرنے کی وجہ سے کوئی دم وغیرہ واجب نہ ہوگا۔

اگر کسی عورت نے حج کا سفر شروع کر دیا اور احرام باندھنے سے پہلے ماہواری کے دن شروع ہو گئے تو میقات پر پہنچ کر احرام باندھ لے پھر مکہ معظمہ پہنچ کر پاک ہونے کا انتظار کرے جب پاک ہو جائے تو غسل کر کے طوافِ قدوم کرے اسی طرح اگر احرام باندھنے کے بعد ایام شروع ہو جائیں تو کوئی حرج کی بات نہیں بس مکہ معظمہ پہنچ کر پاک ہونے کا انتظار کرنا ہوگا پاک ہو کر طواف کر لے حج کی تاریخ چونکہ مقرر ہے اس لئے اگر پاک نہ ہو تب بھی طوافِ قدوم کو چھوڑ کر ۸ ذی الحجہ کو منیٰ کے لئے اور وہاں سے عرفات کے لئے روانہ ہو جانا درست ہے اور عمرہ کی چونکہ کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے جتنے بھی دن گذر جائیں وہ قضا یا فوت نہ ہوگا اس لئے ایام ماہواری شروع ہونے کی صورت میں پاک ہونے کا انتظار کرے جب بھی پاک ہو جائے غسل کر کے عمرہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرے۔

عورتوں کو اپنا حال معلوم ہوتا ہے اور اندازہ رہتا ہے کہ ماہواری کے ایام کب شروع ہو جائیں گے سیٹ پہلے سے سوچ سمجھ کر تجویز کریں بہت سی عورتیں واپسی کی طوافِ زیارت کے دنوں میں حیض میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور سیٹ پہلے سے او کے ہوئی ہوتی ہے لہٰذا طوافِ زیارت کو چھوڑ کر وطن کو واپس چلی جاتی ہیں طوافِ زیارت حج میں فرض ہے اس کا چھوڑنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ظہر کی چار رکعت کی بجائے تین رکعت پڑھ لے اور چونکہ زندگی کا پتہ نہیں ہے کہ پھر واپس آکر طوافِ زیارت کر سکیں گے یا نہیں اس کا کوئی یقین نہیں کیا جا سکتا لہٰذا عرفات اور منیٰ مزدلفہ اور منیٰ کے کاموں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ میں قیام کر کے پاک رہنے کا انتظار کرے اور پاک ہو کر طوافِ زیارت اور طوافِ

ناک کٹنے کا خیال کرتے ہوئے تھوڑی چیز کو نہ روکو، قطرہ قطرہ دریا ہوجاتا ہے۔ روزانہ ذرا ذرا سا صدقہ کرو تو آخرت میں بہت کچھ ملے گا، اور یہاں مسکین کی حاجت کسی درجہ میں پوری ہو جائے گی۔ بزرگوں نے بتایا ہے کہ جسمانی عبادتیں دخولِ جنّت کا ذریعہ ہیں اور مالی صدقہ وخیرات دوزخ سے بچانے کے لئے اکسیر ہے۔ جو کچھ ہو خرچ کر دینا چاہیئے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (مشکوٰۃ شریف)

دوزخ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور ہی کے ذریعہ ہو۔

فائدہ: پیشہ ور سائل جو مانگتے پھرتے ہیں عموماً مالدار ہوتے ہیں۔ اُن کے بجائے واقعی حاجتمند کو دو، اصل مسکینوں اور غریبوں کی تلاش رکھو، اور ان کی مالی خدمت کرو۔

صدقہ سے آنے والی مصیبت رُک جاتی ہے

آنے والی مصیبت بھی صدقہ کی وجہ سے رُک جاتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا۔

یعنی مصیبت آنے سے پہلے صدقہ دے دو کیونکہ (صدقہ دیوار کی طرح آڑے آ جاتا ہے اور) مصیبت اس کو پھاند کر نہیں آسکتی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۷)[1]

روپیہ پیسہ جو کچھ صدقہ کریں مصیبت دفع کرنے کے لئے مفید ترین چیز ہے۔

صَدقہ جاریہ کا ثواب

(۴۵) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہو جاتے ہیں، لیکن تین چیزوں کا نفع پہنچتا رہتا ہے، (۱) صدقہ جاریہ

---

[1] عزاہ فی المشکوٰۃ الی رزین، وذکرہ المناوی فی کنوز الحقائق بلفظ باکروا بالصدقۃ الحدیث، وعزاہ الی (ط) ای الطبرانی ۱۲

② ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں ③ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲ از مسلم)

تشریح جب تک آدمی زندہ رہتا ہے خود نیکیاں کماتا ہے، اور اپنے لئے آخرت میں ذخیرہ جمع کرتا رہتا ہے، لیکن جب موت آجاتی ہے تو اعمال ختم ہوجاتے ہیں اور ثواب جاری رہنے کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس کے عمل کا نتیجہ ہیں، اور ان کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

اوّل : صدقۂ جاریہ کا ثواب برابر جاری رہتا ہے، صدقہ جاریہ اس کو کہتے ہیں جس کا نفع وقتی طور پر ختم نہ ہو جائے، بلکہ اس سے لوگ منتفع ہوتے رہیں اور صدقہ کرنے والے کو ثواب ملتا رہے، مثلاً کوئی مسجد بنوادی، دینی مدرسہ کی تعمیر میں حصّہ لے لیا کسی دارالعلوم میں تفسیر وحدیث اور فقہ وفتاویٰ کی کتابیں وقف کر دیں، کہیں کنواں کھدوا دیا، مسافرخانہ بنوا دیا، یا کوئی ایسا کام کر دیا جس سے عوام وخواص کو نفع ہوتا ہے، ایک آدمی اس طرح کے کسی کام میں پیسہ خرچ کر کے جن کا اوپر ذکر ہوا قبر میں چلا گیا، لوگ اس کے صدقہ وخیرات سے منتفع ہو رہے ہیں، اور اس کے نامۂ اعمال میں برابر ثواب لکھا جا رہا ہے، اور درجات بلند ہو رہے ہیں، جہاں تک ہو زندگی میں ایسا کام ضرور کر دینا چاہئے۔

دوم : وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو، یہ بھی وہ چیز ہے جس کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے، کسی کو قرآن مجید حفظ یا ناظرہ پڑھا دیا، کسی کو نماز سکھا دی، کسی کو مولوی بنا دیا یا کوئی دینی کتاب لکھی، یا اپنے پیسے سے شائع کر دی، یہ علمی صدقۂ جاریہ ہے، قرآن پڑھنے والا جب تک قرآن مجید پڑھے گا یا پڑھائے گا پھر اس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پڑھائیں گے، مولوی صاحب تفسیر وحدیث پڑھائیں گے، مسئلہ بتائیں گے، لوگ اُن سے مستفید ہوں گے اور آگے ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد علم پھیلائیں گے جس کو نماز سکھا دی وہ نماز پڑھتا رہے گا، اور دوسروں کو سکھائے گا تو اس کا ثواب صدیوں تک اس شخص کو ملتا رہے گا جس نے دینی علم کو آگے بڑھایا یا آگے بڑھانے کا ذریعہ بن گیا اور جتنے لوگ اس کا ذریعہ اور واسطہ بنتے جائیں گے ان سب کو ثواب ملتا رہے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

سوم: نیک اولاد جو دُعا کرتی ہو اس کی دُعا کا فائدہ بھی والدین کو پہنچتا رہتا ہے، دُعا میں تو کچھ جان مال خرچ نہیں ہوتا، وقتاً فوقتاً اگر والدین کے لئے دُعاءِ مغفرت اور دعاءِ رفع درجات کر دی جائے تو والدین کو بہت بڑا نفع پہنچتا رہے گا، اور اولاد کا کچھ بھی خرچ نہ ہوگا، اولاد کی پیدائش کا ذریعہ بننا اور اس کو پالنا پوسنا چونکہ والدین کا عمل ہے اور والدین کی پرورش کے بعد اولاد دعا کے قابل ہوئی ہے اس لئے اولاد کی دعا کو والدین کا عمل شمار کر لیا گیا، بلکہ اگر اولاد کو علم دین سکھایا اور دینی اعمال پر ڈالا، اس کی زندگی اسلامی زندگی بنائی تو جو عمل صالح کرے گا ماں باپ کو بھی اس کا ثواب ملے گا، کیونکہ وہ اس کی نیکیوں کا ذریعہ بنے، پھر اولاد اپنی اولاد کو نیک بنائے گی تو اس میں بھی دادا دادی اور نانا نانی کی شرکت ہوگی۔

پڑوسیوں کو لینے دینے کی فضیلت

(۴۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاةٍ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے کسی بھی چیز (کے لینے دینے) کو حقیر نہ جانے۔ اگرچہ بکری کا کھر ہی ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: اسلام میں پڑوسی کے بڑے حقوق ہیں جن کی نگہداشت بہت ضروری ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسی کے ساتھ اچھی طرح مل جُل کر رہنے اور اس کے حقوق کی رعایت کے بارے میں مجھے جبرئیل (علیہ السلام) نے اس قدر بار بار توجہ دلائی جس سے مجھے یہ گمان ہو گیا کہ (شاید) پڑوسی کو (دوسرے پڑوسی کے مال سے) میراث دلا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

"ایک ساتھ رہنے سہنے والوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے لئے بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے لئے سب سے بہتر ہو" (ترمذی)

معلوم ہوا کہ انسان کے اچھا بُرا ہونے کا مدار ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے نہ کرنے پر ہے۔ انسان کی خوشس اخلاقی اسی وقت قابلِ تعریف ہے جبکہ ہر وقت کے ساتھ رہنے والوں سے اچھی طرح پیش آتا رہے کیونکہ کبھی کبھار جس سے ملاقات ہوتی ہو اس سے میٹھے منہ بات کر لینا اور زبانی القاب و آداب سے پیش آجانا کوئی بڑی بات نہیں ہے، جن سے اکثر واسطہ پڑتا ہو بلکہ تھوڑی بہت تکلیف بھی پہنچ جاتی ہو اُن کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا کٹھن کام ہے اور اسی وجہ سے اس کا درجہ بھی بہت بڑا ہے۔

آج کل رشتہ داروں اور بہن بھائیوں میں خوش اسلوبی کے ساتھ رہنے اور خوشگوار تعلقات رکھنے کا رواج نہیں رہا، چہ جائیکہ پڑوسی سے اچھی طرح پیش آئیں۔ یہ ایمانی زندگی کے اندر بہت بڑا خلا ہے۔ مومن بندے تو دشمن کو بھی خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خُدا	دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام	کہ با دوستانت خلاف ست وجنگ

مردوں سے زیادہ عورتوں میں اخلاق کی کمزوری ہوتی ہے، اور وہ پاس پڑوس کی دوسری عورتوں کے ساتھ نباہ کر کے رہ سکتی ہی نہیں۔ پڑوسنوں میں وہ کیڑے ڈالے جاتے ہیں اور ایسی ایسی برائیاں نکالی جاتی ہیں کہ جن کی قلمی تصویر کھینچنے سے بھی انگلیاں انکار کرتی ہیں، ایک عورت کا قد چھوٹا ہے تو اسی پر طعنہ دیا جا رہا ہے۔ دوسری کا رنگ کالا ہے تو اسی کا نام دھرا جاتا ہے۔ تیسری ذرا لنگڑا کر چلتی ہے تو اسی کی غیبت کی جا رہی ہے۔ حالانکہ یہ چیزیں انسان کے اپنے اختیار سے باہر ہیں جو پیدائشی چیزیں ہیں ان پر اعتراض کرنا خدائے پاک پر اعتراض کرنا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عورتوں کو تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ بگاڑنے کے ڈھنگ آتے ہیں، اُن کے اس مزاج کے پیشِ نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں ہدیہ کا

لین دین رکھنے کی ترغیب دی، لینا دینا بڑی اچھی خصلت ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

تَهَادَوْا فَاِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ الضَّغَائِنَ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۱)

"آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو، کیونکہ وہ کینوں کو دُور کرتا ہے۔"

کسی کا ہدیہ حقیر نہ جانو

اس عمدہ خصلت کو اختیار کرنے میں بھی شیطان بہت سے رخنے ڈال دیتا ہے اور ایسی نفسانیت کی باتیں سجھاتا ہے جو ہدیہ دینے سے باز رکھتی ہیں۔ چنانچہ بہت سی عورتوں پر یہ نفسانیت سوار ہو جاتی ہے اور کہتی ہیں کہ ذرا سی چیز کا کیا دینا؟ کسی کو کچھ دے تو ٹھکانے کی چیز تو دے۔ دو جلیبی کیا بھیجیں، کوئی کیا کہے گا؟ اس سے تو نہ بھیجنا ہی بہتر ہے۔

اسی طرح ہدیہ قبول کرنے میں بھی شیطان چھوٹائی بڑائی کا سوال سجھا دیتا ہے۔ اگر کسی پڑوسن نے معمولی چیز ہدیہ میں بھیج دی تو کہتی ہیں کہ نگوڑی نے کیا بھیجا ہے۔ نہ اپنی حیثیت کا خیال کیا نہ ہماری عزت کا، بھیجنے میں شرم بھی نہ آئی، گویا بھیجنے کا شکریہ تو درکنار طعن و تشنیع کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے اور کئی کئی دن غیبتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اگر کئی سال کے بعد کسی بات پر اَن بن ہو گئی تو یہ بات بھی دُہرا دی کہ تُو نے کیا بھیجا تھا، ذرا سی کڑھی میں ایک پھلکی ڈال کر۔

قربان جائیے اُس حکیم و معالج کے (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) جس کو خالقِ کائنات جل مجدہٗ نے دلوں کی بیماریوں سے آگاہ فرمایا، اور ساتھ ہی اُن کے علاج بھی بتائے۔ معالج نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا، اور اندر کا چور پکڑا اور فرمایا:

"کوئی پڑوسن کسی پڑوسن کے لئے کسی چیز کے ہدیہ کو حقیر نہ جانے۔"

اللہ اللہ کیسا جامع جملہ ہے حدیث کی شرح لکھنے والے عالموں نے بتایا ہے کہ حدیث بالا کے الفاظ سے دونوں طرح کا مطلب نکل سکتا ہے۔ دینے والی دیتے وقت کم نہ سمجھے، جو میسّر ہو دے دے اور جس کے پاس پہنچے وہ بھی حقیر نہ جانے، خواہ کیسا ہی کم اور معمولی ہدیہ ہو۔ بطورِ مثال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بکری کا کھُر ہی ایک عورت دوسری عورت کے پاس بھیج سکتی ہو تو بھیجنے والی کم سمجھ کر رُک نہ جائے اور دوسری عورت اس کے قبول کرنے کو اپنی کسرِ شان نہ سمجھے۔ ہر چھوٹا بڑا ہدیہ بشاشت سے قبول کرو اور

دل وزبان سے شکر ادا کرو۔ بھیجنے والی کو دُعا دو، اللہ سے اس کے لئے برکت کی دُعا مانگو اور یہ بھی خیال رکھو کہ ہم کو بھی بھیجنا چاہیئے، موقعہ لگے تو ضرور بھیجو، اور بہنوں میں بیٹھ کر تذکرہ کرو کہ فلانی نے مجھے یہ ہدیہ بھیجا ہے تاکہ اس کا دل خوش ہو۔ اور اس حدیث کا مطلب یہ نہ سمجھنا کہ ہدیہ کم ہی بھیجا کریں۔ بلکہ زیادہ میسّر ہو تو زیادہ بھیجو اور کم کی وجہ سے باز نہ رہو۔

ہدیہ دینے میں کون سے پڑوسی کو زیادہ ترجیح ہے

(۵۷) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّهِمَا اُهْدِیْ قَالَ اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا

(رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا دونوں میں جس کا دروازہ تم سے قریب تر ہو۔" (مشکوٰۃ المصابیح صؔ۱۶۹ بحوالہ بخاری)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہدیہ لینے دینے کی ترغیب دی اور اس کو الفت و محبت اور ثوابِ آخرت ملنے کا ذریعہ بتایا تو اس سلسلہ میں بعض باتیں دریافت طلب سامنے آگئیں جن میں سے ایک یہ سوال بھی ہے جو حدیثِ بالا میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میرے دو پڑوسی ہوں (یہ بطور مثال ہے) اور مجھے کچھ ہدیہ دینا ہو اور دونوں کے دینے کے لئے نہ ہو، تو کس کو دوں؟ مطلب یہ ہے کہ دونوں میں کون مقدم ہے؟ اور پہلے کس کا خیال کروں۔ آپؐ نے فرمایا جس کا دروازہ سب کے دروازوں سے زیادہ قریب ہو اُس کو دو، اس حدیث سے پڑوسیوں کو ہدیہ دینے کا ایک طریق بھی معلوم ہوا اور یہ بھی پتہ چلا کہ نیکی کرنے کے لئے سمجھ چاہیئے اور اس کے لئے علم کی بھی ضرورت ہے اور ہوش کی بھی۔

صدقۃ الفطر کے احکام

(۵۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی وَالصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کو ضروری قرار دیا (فی کس) ایک صاع کھجوریں یا اسی قدر جَو دیئے جائیں غلام اور آزاد مذکر اور مؤنث (یعنی مرد اور عورت) اور ہر چھوٹے بڑے مسلمان کی طرف سے، اور نماز عید کے لئے لوگوں کو جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۰ بحوالہ بخاری ومسلم)

صدقہ فطر کس پر واجب ہے

صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہو یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت اس کی ملکیت میں ہو یا اگر سونا چاندی اور نقد رقم نہ ہو اور ضرورت سے زائد سامان موجود ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی بن سکتی ہو تو اس پر بھی صدقۃ الفطر واجب ہے۔ زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مال نصاب پر چاند کے حساب سے ایک سال گذر جائے لیکن صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ اگر رمضان کی تیس۳۰ تاریخ کو کسی کے پاس مال آگیا جس پر صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے تو عید الفطر کی صبح صادق ہوتے ہی اُس پر صدقہ فطر واجب ہو جائے گا۔

صدقہ فطر کے فائدے

صدقہ فطر ادا کرنے سے ایک حکم شرعی کے انجام دینے کا ثواب تو ملتا ہی ہے۔ اُس کے ساتھ دو مزید فائدے اور ہیں۔ اوّل یہ کہ صدقہ فطر روزوں کو پاک صاف کرنے کا ذریعہ ہے۔ روزے کی حالت

ہیں جو فضول باتیں کیں اور جو خراب اور گندی باتیں زبان سے نکلیں صدقہ فطر کے ذریعے روزے ان چیزوں سے پاک ہوجاتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عید کے دن ناداروں اور مسکینوں کی خوراک کا انتظام ہوجاتا ہے اور اسی لئے عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھو کتنا سستا سودا ہے کہ محض دو سیر گیہوں دینے سے تیس روزوں کی تطہیر ہوجاتی ہے یعنی لایعنی اور گندی باتوں کی روزے میں جو ملاوٹ ہوگئی اس کے اثرات سے روزے پاک ہوجاتے ہیں۔

گویا صدقۃ الفطر ادا کردینے سے روزوں کی قبولیت کی راہ میں کوئی اٹکانے والی چیز باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر مسئلہ کی رُو سے کسی پر صدقۃ الفطر واجب نہ ہو تب بھی دے دینا چاہیئے خرچ بہت معمولی ہے اور نفع بہت بڑا ہے۔ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ طُھْرًا لِلصِّیَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَۃً لِلْمَسَاکِیْنَ (رواہ ابوداؤد)

کس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کیا جائے

صدقہ فطر بالغ عورت پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے۔ شوہر کے ذمہ اُس کا صدقہ فطر ادا کرنا ضروری نہیں اور جو نابالغ اولاد ہے اس کی طرف سے والد پر صدقہ فطر دینا واجب ہے بچوں کی والدہ کے ذمے بچوں کا صدقہ دینا لازم نہیں ہے۔ اگر بیوی کہے کہ میری طرف سے ادا کردو اور شوہر بیوی کی طرف سے ادا کردے تو ادا ہوجائے گا اگرچہ اس کے ذمہ بیوی کی طرف سے ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

جب مسلمان جہاد کیا کرتے تھے تو اُن کے پاس جو کافر قیدی ہوکر آتے تھے اُن کو غلام اور باندی بنالیا جاتا تھا جس کی ملکیت میں غلام یا باندی ہوتا اس کے اوپر غلام اور باندی کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب ہوتا تھا۔ آج کل کہیں اگر جنگ ہوتی ہے تو وطنی اور ملکی لڑائی ہوتی ہے شرعی جہاد ہوتا نہیں لہٰذا مسلمان غلام اور باندی سے محروم ہیں۔

صدقہ فطر میں کیا دیا جائے

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صدقہ فطر دینے کے سلسلے میں دینار و درہم یعنی سونے چاندی کا سکّہ ذکر نہیں فرمایا،

بلکہ جو چیزیں گھروں میں عام طور سے کھائی جاتی ہیں انہیں کے ذریعہ صدقہ فطر کی ادائیگی بتائی۔ حدیث بالا میں جس کا ترجمہ ابھی ہوا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فی کس صدقہ فطر کی ادائیگی کے لئے دینے کا ذکر ہے۔ دوسری حدیثوں میں ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب یعنی کشمش دینے کا بھی ذکر آیا ہے اور بعض روایات میں ایک صاع گیہوں دو آدمیوں کی طرف سے بطور صدقہ فطر دینا بھی وارد ہوا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ لہٰذا اگر صدقہ فطر میں جَو دے تو ایک صاع دے اور گیہوں دے تو آدھا صاع دے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جَو اور گیہوں وغیرہ ناپ کر فروخت کیا کرتے تھے اور ان چیزوں کو تولنے کے بجائے ناپنے کا رواج تھا۔ اُس زمانے میں ناپنے کا جو ایک پیمانہ تھا اُسی کے حساب سے حدیث شریف میں صدقہ فطر کی مقدار بتائی ہے ایک صاع کچھ اوپر ساڑھے تین سیر کا ہوتا تھا۔ ہندوستان کے بزرگوں نے جب اس کا حساب لگایا تو ایک شخص کا صدقہ فطر گیہوں کے اعتبار سے اسّی کے سیر سے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہوا۔ عام طور سے کتابوں میں عوام کی رعایت سے یہی تول والی بات لکھی جاتی ہے۔ اگر ایک گھر میں میاں بیوی اور چند نابالغ بچے ہوں تو مرد پر اپنی طرف سے اور ہر نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر میں فی کس ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک گندم یا اس کا دوگنا جَو یا چھوارے یا کشمش یا پنیر دینا واجب ہے۔ بیوی کی طرف سے مرد پر صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے اور ماں جتنی بھی مالدار ہے نابالغ اولاد کا صدقہ فطر اُس کو ادا کرنا واجب نہیں۔ یہ صدقہ باپ پر واجب ہوتا ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت

صدقہ فطر عید کے دن کی صبح کے طلوع ہونے پر واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے پہلے مر جائے تو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: صدقۃ الفطر عید سے پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اگر پہلے ادا نہ کیا تو عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ اگر کسی نے نمازِ عید سے پہلے یا بعد نہ دیا تو ساقط نہ ہوگا۔ اس کی ادائیگی برابر ذمہ رہے گی۔

مسئلہ: جو بچہ عید الفطر کی صبح صادق ہو جانے کے بعد پیدا ہوا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔

نابالغ کے مال سے صدقۂ فطر

اگر کسی نابالغ کی ملکیت میں خود اپنا مال ہو جس پر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے تو اس کا وارث اسی کے مال سے اس کا صدقۂ فطر ادا کرے۔ اس صورت میں اپنے مال سے دینا واجب نہیں۔

سوال: بچہ کی ملکیت میں مال کہاں سے آئے گا؟

جواب: اس طرح سے آسکتا ہے کہ کسی کی میراث سے اس کو مال پہنچ جائے یا کوئی شخص اس کو ہبہ کر دے۔

جس نے روزے نہ رکھے ہوں اُس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے

اگر کسی بالغ مرد و عورت نے کسی وجہ سے روزے نہ رکھے تب بھی صدقہ فطر کا نصاب ہونے پر صدقہ کی ادائیگی واجب ہے۔

صدقہ فطر میں نقد قیمت یا آٹا وغیرہ

صدقہ فطر میں گیہوں کا آٹا بھی دیا جا سکتا ہے۔ وزن وہی ہے جو اوپر گذرا اور جَو کا آٹا بھی دے سکتا ہے اس کا وزن بھی وہی ہے جو جَو کا وزن ہے۔

مسئلہ: صدقہ فطر میں جَو یا گیہوں کی نقد قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔ بلکہ اس کا دینا افضل ہے۔ اگر گیہوں اور جَو کے علاوہ کسی دوسرے غلّہ سے صدقۂ فطر ادا کرے مثلاً چنا، چاول، اڑد، جوار اور مکئی وغیرہ دینا چاہے تو اتنی مقدار میں دے کہ اس کی قیمت ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک گیہوں یا اس سے دوگنے جَو کی قیمت کے برابر ہو جائے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی میں کچھ تفصیل

مسئلہ: ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک محتاج کو دے دینا یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی محتاجوں کو دے دینا دونوں صورتیں جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چند آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی محتاج کو دے دیا جائے۔

صاحب نصاب کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں

جس پر زکوٰۃ خود واجب ہو یا زکوٰۃ واجب ہونے کے بقدر اُس کے پاس مال ہو۔ یا ضرورت سے

زائد سامان ہو جس کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں جس کی حیثیت اس سے کم ہو شریعت کے نزدیک اُسے فقیر کہا جاتا ہے اُسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔

رشتہ داروں کو صدقہ فطر دینے میں تفصیل اپنی اولاد کو یا ماں باپ اور نانا نانی، دادا دادی کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر نہیں دے سکتے البتہ دوسرے رشتہ داروں کو مثلاً بھائی بہن چچا ماموں خالہ وغیرہ کو دے سکتے ہیں۔ شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو صدقہ فطر دے تو ادائیگی نہ ہوگی اور سیدوں کو بھی صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔

فائدہ: بہت سے لوگ پیشہ ور مانگنے والوں کے ظاہری پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر یا کسی عورت کو بیوہ پاکر زکوٰۃ اور صدقہ دے دیتے ہیں حالانکہ بعض مرتبہ بیوہ عورت کے پاس بقدر نصاب زیور ہوتا ہے۔ اسی طرح روزانہ کے مانگنے والوں کے پاس اچھی خاصی مالیت ہوتی ہے۔ حالانکہ صاحبِ نصاب کو دینے سے ادائیگی نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ اور صدقہ فطر کی رقم خوب سمجھ کر دینا لازم ہے۔

رشتہ داروں کو دینے سے دوہرا ثواب ہوتا ہے جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا جائز ہے ان کو دینے سے دوہرا ثواب ہوتا ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہو جاتی ہے۔

نوکروں کو صدقہ فطر دینا اپنے غریب نوکروں کو بھی زکوٰۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔ مگر اُن کی تنخواہ میں لگانا درست نہیں۔

بالغ عورت اگر صاحبِ نصاب ہو اگر بالغ عورت اس قابل ہے کہ اس کو صدقہ فطر دیا جا سکے تو اُسے دے سکتے ہیں اگرچہ اس کے میکہ والے مالدار ہوں۔

عیدالاضحیٰ اور قربانی

فضائل و مسائل

قربانی کی فضیلت

(۵۹) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا فَاطِمَۃُ قُوْمِیْ اِلٰی اُضْحِیَتِکِ فَاشْھَدِیْھَا فَاِنَّ لَکِ بِاَوَّلِ قَطْرَۃٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِھَا اَنْ یُّغْفَرَ لَکِ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوْبِکِ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَنَا خَاصَّۃً اَھْلَ الْبَیْتِ اَوْ لَنَا وَ لِلْمُسْلِمِیْنَ قَالَ بَلْ لَنَا وَ لِلْمُسْلِمِیْنَ (رواہ البزار و ابو الشیخ بن حبان فی کتب الضحایا وغیرہ۔ (الترغیب والترھیب للمنذریؒ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اپنی صاحبزادی) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (قربانی کے وقت) فرمایا کہ اے فاطمہ کھڑی ہو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کی وجہ سے تمہارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا یہ فضیلت صرف ہمارے لئے اہل بیت کے واسطے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ فضیلت ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

(الترغیب والترھیب للحافظ المنذری ص ۱۰۲ ج ۲)

(۶۰) وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ

اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَالَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ (رواہ احمد وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہؐ ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ طریقہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اور یہ ان کا طریقہ چلا آرہا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہم کو ان میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی! عرض کیا اون والے جانور یعنی بھیڑ دُنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۹ بحوالہ ابن ماجہ واحمد)

(۶۱) وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَّوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی بھی نیک کام اللہ کے نزدیک (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانور کے بالوں اور سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں ثواب عظیم کا ذریعہ بنیں گی) نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالٰی کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۸ بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

قربانی کی ابتداء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ نبیوں کا خواب سچا ہوتا تھا اور اللہ کی جانب سے ہوتا تھا، ایسی بات اللہ تعالٰی کی جانب سے حکم دیئے جانے کے

مرادف مانی جاتی تھی اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ بیٹے نے جواب دیا یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ ۝ (سورۂ صٰفّٰت رکوع ۳) یعنی اے ابّا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کر لیجئے۔ آپ مجھے انشاء اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے)

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو مکّہ سے لے کر چلے اور منیٰ میں جا کر ذبح کرنے کی نیّت سے ایک چھری ساتھ لی (منیٰ مکہ معظّمہ سے تین میل دور دو پہاڑوں کے درمیان بہت لمبا میدان ہے) جب منیٰ میں داخل ہونے لگے تو اُن کے بیٹے کو شیطان بہکانے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو پتہ چلا تو اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر سات کنکریاں ماریں جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا۔ دونوں باپ بیٹے آگے بڑھے تو زمین نے شیطان کو چھوڑ دیا۔ کچھ دور جا کر پھر بہکانے لگا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اُسے اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر سات کنکریاں ماریں۔ وہ پھر زمین میں دھنس گیا۔ یہ دونوں آگے بڑھے تو پھر زمین نے اُس کو چھوڑ دیا۔ پھر آ کر ورغلانے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے پھر اُسے اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر سات کنکریاں ماریں پھر وہ زمین میں دھنس گیا اور اس کے بعد آگے بڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا ——— ابھی ذبح کرنے نہ پائے تھے کہ اللہ کی جانب سے ندا آئی یٰاِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔ یعنی اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ پھر اللہ پاک نے ایک مینڈھا بھیجا جسے اپنے بیٹے کی جانب سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ذبح کر دیا۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَفَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝

ذبح تو کیا مینڈھا اور ثواب مل گیا بیٹے کی قربانی کا۔ کیونکہ دونوں باپ بیٹے اپنے دل و جان سے اس کام کے انجام دینے کو طے کر چکے تھے جس کا اللہ کی جانب سے حکم ہوا تھا، باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور بیٹا ذبح ہونے کے لئے بخوشی لیٹ گیا۔ اپنی جانب سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اللہ جل شانہٗ کے یہاں نیّت دیکھی جاتی ہے اپنی نیّت میں یہ دونوں سچے تھے کما قال تعالیٰ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۝

یہ واقعہ قربانی کی ابتداء ہے اور حج کے موقع پر منیٰ میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں اُن کی ابتداء بھی اسی واقعہ سے ہوئی ہے۔ ان ہی تین جگہوں میں کنکریاں مارتے ہیں جہاں شیطان زمین میں دھنس گیا تھا۔ جگہ کی نشان دہی کے لئے پتھر کے مینار بنا دیئے گئے ہیں۔ اس کے بعد سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے لئے جانوروں کی قربانی کرنا عبادت میں شمار ہو گیا۔ چنانچہ اُمّتِ محمدیہ کے لئے بھی قربانی مشروع کی گئی۔ صاحبِ حیثیت پر قربانی واجب ہے اور اگر کسی کی اتنی حیثیت نہ ہو اور قربانی کر دے تب بھی ثوابِ عظیم کا مستحق ہو گا۔

قربانی کی اہمیت

چونکہ اصل مقصود خون بہانا ہے۔ یعنی جان، جاں آفریں کے سپرد کرنا ہے اس لئے قربانی کے ایام میں اگر کوئی شخص قربانی کی قیمت صدقہ کر دے یا اُس کی جگہ غلّہ یا کپڑا محتاجوں کو دے دے تو اس سے حکم کی تعمیل نہ ہو گی اور ترکِ قربانی کا گناہ ہو گا اور ہر بال کے بدلہ نیکی ملنے کی جو سعادت تھی اس سے محرومی ہو گی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ وَجَدَ سِعَةً لِأَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا ۔

(رواہ الحاکم، الترغیب والترہیب ص ۱۰۳ ج ۲)

یعنی جو شخص وسعت ہوتے ہوئے قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور ہر سال قربانی فرمائی (مشکوٰۃ) ان حدیثوں سے قربانی کی بہت زیادہ تاکید معلوم ہوئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پابندی سے قربانی کرنے اور اس کے لئے تاکید فرمانے کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ وسعت پر قربانی کو واجب کہا ہے اور فرمایا ہے کہ صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے (واجب کا درجہ فرض کے قریب ہے بلکہ عمل میں فرض کے برابر ہے)

قربانی کس پر واجب ہے

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو یا جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت ہو یا اتنی قیمت کا مالِ تجارت ہو یا فاضل سامان پڑا ہو اس پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ واجب نہیں اس پر قربانی بھی واجب

نہیں یہ بات صحیح نہیں ہے ۔ یوں کہنا تو درست ہے کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر قربانی بھی واجب نہیں کیونکہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں اس لئے کہ اُن کے پاس سونا چاندی یا مال تجارت یا نقدی نصاب کے بقدر نہیں ہوتی لیکن بہت سا فاضل سامان پڑا ہوتا ہے۔(جیسے استعمال کیا ہوا ضرورت سے زائد فرنیچر وغیرہ) اگر یہ فاضل سامان ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہو جاتی ہے لیکن زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ اور ایک فرق اور بھی ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا اُس وقت فرض ہوتا ہے جب نصاب پر چاند کے اعتبار سے بارہ مہینے گذر جائیں اور زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے قربانی کی تاریخ آنے سے پہلے چوبیس گھنٹے گذرنا بھی ضروری نہیں ہے ۔ اگر کسی کے پاس ایک آدھ دن پہلے ہی ایسا مال آیا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہوتی ہے تو اُس پر کل کو قربانی واجب ہو جائے گی ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو صاحبِ نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے ۔ فرضیتِ زکوٰۃ اور وجوب قربانی وصدقۂ فطر کے بارے میں ہر ایک کی ملکیت علیحدہ علیحدہ دیکھی جائے گی۔ اگر کسی گھر میں باپ بیٹے اور بیٹوں کی ماں ہر ایک کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہوگی ۔ البتہ نابالغ کی طرف سے کسی حال میں قربانی کرنا لازم نہیں۔ عورتوں کے پاس عموماً اتنا زیور ہوتا ہے جس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے اگرچہ وہ بیوہ ہی کیوں نہ ہوں ۔

مسئلہ: شرعی مسافر یعنی جو شخص اپنے شہر یا بستی سے ۴۸ میل کے سفر کے ارادے سے ایامِ قربانی سے قبل نکلا ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔ ہاں اگر قربانی کے دنوں میں سے کسی دن گھر پہنچ جائے یا کسی جگہ ۱۵ دن قیام کرنے کی نیت کر لے تو اُس پر قربانی واجب ہو جائے گی ۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ، بھیڑی، دُنبہ، دُنبی کی قربانی ہو سکتی ہے ۔ ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں اگرچہ کتنا ہی زیادہ قیمتی ہو اور کھانے میں جس قدر بھی مرغوب ہو، لہٰذا ہرن کی قربانی نہیں ہو سکتی ۔ اسی طرح دوسرے حلال جانور

قربانی میں ذبح نہیں کئے جاسکتے۔

مسئلہ: گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی میں سات حصّے ہوسکتے ہیں یعنی ان میں سے ایک جانور میں سات قربانیاں ہوسکتی ہیں خواہ ایک ہی آدمی ایک گائے لے کر اپنے گھر کے آدمیوں کے وکیل بنانے سے اُن کا وکیل بن کر سات حصّے تجویز کرکے ذبح کردے یا مختلف گھروں کے آدمی ایک ایک یا دو دو حصّے لے کر سات حصّے پورے کرلیں دونوں صورتوں میں قربانی درست ہوجائے گی۔

مسئلہ: چونکہ عقیقہ بھی ثواب کا کام ہے اس لئے قربانی کی گائے یا اونٹ میں اگر کچھ حصّے قربانی کے اور کچھ عقیقہ کے ہوں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر چھ آدمیوں نے قربانی کا حصّہ لیا اور ایک شخص نے ایک حصّہ گوشت کھانے یا تجارت کرنے کی نیّت سے لے لیا مقصد قربانی کا ثواب لینا نہ تھا تو کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی اگر قربانی کی گائے میں کسی مرتد، قادیانی، بددین کو شریک کرلیا تب بھی کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی کا حصّہ ساتویں حصّہ سے کم ہو تب بھی کسی کی قربانی درست نہ ہوگی نہ اُس کی جس کا ساتواں حصّہ یا اس سے زیادہ تھا نہ اس کی جس کا حصّہ ساتویں حصّہ سے کم تھا۔

مسئلہ: اور اگر گائے اونٹ بھینس میں سات حصّوں سے کم کرلئے مثلاً چھ حصّے کرکے چھ آدمیوں نے ایک ایک حصّہ لے لیا تو قربانی درست ہوجائے گی بشرطیکہ کسی کا حصّہ ساتویں حصّہ سے کم نہ ہو۔ اور اگر آٹھ حصّے بنالئے اور آٹھ قربانی والے شریک ہوگئے تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: چھوٹے جانور یعنی بکرا، بکری وغیرہ میں شرکت نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو سال اور اونٹ اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ یا دنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال بھر والے جانوروں میں چھوڑ

دیا تو فرق محسوس نہ ہو تو اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ چھ مہینے سے کم کا نہ ہو اگر اتنا موٹا تازہ ہو جس کا ابھی ذکر ہوا تو کسی مفتی کو دکھالیں۔ پھر اُن کے قول کے مطابق عمل کریں۔

کیسے جانور کی قربانی درست ہے

چونکہ قربانی کا جانور بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے اس لئے جانور خوب عمدہ موٹا تازہ صحیح سالم، عیبوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ قربانی کے جانور کے آنکھ کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔ (رواہ الترمذی) اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قربانی میں کن کن جانوروں سے پرہیز کیا جائے۔ آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ (خصوصیت کے ساتھ) چار طرح کے جانوروں سے پرہیز کرو۔

(۱) اَلْعَرْجَاءُ الْبَیِّنُ ظَلْعُهَا یعنی وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

(۲) وَالْعَوْرَاءُ الْبَیِّنُ عَوَرُهَا یعنی وہ کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو۔

(۳) وَالْمَرِیْضَةُ الْبَیِّنُ مَرَضُهَا یعنی ایسا بیمار جانور جس کا مرض ظاہر ہو۔

(۴) وَالْعَجْفَاءُ الَّتِیْ لَا تُنْقِیْ یعنی ایسا دُبلا جانور جس کی ہڈیوں میں مینگ یعنی گودا نہ ہو۔ (رواہ مالک والترمذی وابوداؤد وغیرہم)

حضرات فقہاءِ کرام نے ان احادیث کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جو جانور بالکل اندھا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو یا ایک کان کا تہائی حصہ یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دُم کٹ گئی ہو یا دُم کا ایک تہائی حصہ یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو یا اتنا دُبلا جانور ہو کہ اس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر جانور دبلا ہو مگر اتنا زیادہ دُبلا نہ ہو تو اس کی قربانی ہو جائے گی لیکن وہ ثواب کہاں ملے گا جو موٹے تازے جانور کی قربانی میں ملتا ہے مقدور ہوتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے گری پڑی حیثیت کا جانور اختیار کرنا ناسمجھی بھی ہے اور ناشکری بھی۔

مسئلہ : جو جانور تین پاؤں سے چلتا ہے اور چوتھا پاؤں رکھتا ہی نہیں یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا یعنی چلنے میں اُس سے سہارا نہیں لیتا تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر چاروں پاؤں سے چلتا ہے اور ایک پاؤں میں کچھ لنگ ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اُس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جو باقی ہیں وہ تعداد میں گر جانے والے دانتوں سے زیادہ ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ : اگر کسی جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں تو اُس کی قربانی درست نہیں اور اگر دونوں کان ہیں اور صحیح سالم ہیں لیکن ذرا چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں لیکن عمر اتنی ہو چکی ہے جتنی قربانی کے جانور کی ہونی لازم ہے تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر سینگ نکل آئے اور اُن میں سے ایک یا دونوں کچھ ٹوٹ گئے تو ایسے جانور کی قربانی ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے اور اندر کی مینگ بھی ختم ہو گئی تو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : خصّی جانور کی قربانی نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسے جانوروں کی قربانی کی ہے۔ رَوَی اَبُوْدَاوٗدَ وَغَیْرُہٗ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ذَبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الذَّبْحِ کَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مَوْجُوْئَیْنِ۔

مسئلہ : اگر مادہ جانور کی قربانی کی اور اس کے پیٹ میں بچہ نکل آیا تب بھی قربانی ہو گئی اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے۔

مسئلہ : اگر قربانی کا جانور خرید لیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو اس کے بدلہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہیں تھی اور اس نے ثواب کے شوق میں جانور خرید لیا تھا تو اسی کی قربانی کر دے۔

قربانی کا وقت

بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کرنے کا سب سے افضل دن بقرعید کا دن ہے۔ پھر گیارھویں تاریخ پھر بارھویں تاریخ۔

مسئلہ: بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ نماز عید پڑھ چکیں تب قربانی کریں۔ البتہ اگر کوئی دیہات میں یا گاؤں میں ہو جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی تو وہاں دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد قربانی کر دینا درست ہے۔

مسئلہ: بارھویں تاریخ کا سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کر لینا درست ہے، جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: دسویں سے بارھویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی نہ ہو۔ اگر خوب زیادہ روشنی ہو جیسی شہروں میں بجلی یا ڈے لائٹ کی روشنی ہوتی ہے تو رات کو قربانی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

قربانی کی منّت اور وصیّت

مسئلہ: جس نے قربانی کرنے کی منّت مانی پھر وہ کام پورا ہو گیا جس کے واسطے منّت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے چاہے مالدار ہو یا نہ ہو اور منّت کی قربانی کا سب گوشت فقیروں کو خیرات کرے۔ نہ آپ کھائے نہ امیروں کو دے۔ اس میں سے جتنا آپ کھایا ہو یا امیروں کو دیا ہو اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی وصیّت کر کے مر گیا کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جائے اور اس کی وصیّت کے مطابق اسی مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کا تمام گوشت وغیرہ خیرات کر دینا واجب ہے۔ (واضح رہے کہ وصیّت میّت کے ترکہ کے ⅓ کے اندر اندر نافذ ہو سکتی ہے)۔

غائب کی طرف سے قربانی

کوئی شخص یہاں موجود نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے بغیر اس کے کہنے یا خط لکھنے کے قربانی کر دی تو یہ قربانی درست نہیں ہوئی۔ اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصّہ اس کی

اجازت کے بغیر تجویز کر لیا گیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔ البتہ اگر غائب آدمی خط لکھ کر وکیل بنا دے تو اس کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں۔ جن کے لڑکے ایشیا کے کسی دور شہر میں ہیں یا یورپ و امریکہ میں ملازم ہیں اگر وہ لکھ دیں کہ ہماری طرف سے قربانی کر دی جائے تو ان کی طرف سے قربانی کرنے سے ادا ہو جائے گی۔

قربانی کے گوشت اور کھال کا مصرف

(۵۰) عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ دَفَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْأَضْحٰى فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادَّخِرُوا الثُّلُثَ وَتَصَدَّقُوْا بِمَا بَقِيَ قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَفِعُوْنَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَيَجْمِلُوْنَ مِنْهَا الْوَدَكَ وَيَتَّخِذُوْنَ مِنْهَا الْأَسْقِيَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِيْ دَفَّتْ عَلَيْكُمْ فَكُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَادَّخِرُوْا۔ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ بیان فرماتی ہیں جو حضرت عائشہؓ کی شاگرد ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا کہ ایک مرتبہ دیہات کے رہنے والے کچھ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بقرعید کے موقع پر مدینہ منورہ میں چلے آئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے والوں کو حکم دیا کہ (اپنی قربانیوں کا گوشت) صرف تین دن تک بطور ذخیرہ رکھ سکتے ہو اور جو بچے اس کو صدقہ کر دو پھر اس کے بعد (آئندہ سال) عیدالاضحیٰ کا موقعہ آیا تو عرض کیا یارسول اللہؐ اس سے پہلے لوگ اپنی قربانیوں سے (مختلف قسم کے) فوائد حاصل کرتے تھے اُن کی چربی پگھلا کر کام میں لانے کے لئے رکھ لیتے تھے اور اُن کی کھالوں کے مشکیزے بنا لیتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیا بات ہے (جواب پیدا ہو گئی) عرض کیا یارسول اللہؐ آپ نے اس بات سے منع فرمایا تھا کہ قربانیوں کا گوشت تین

دن سے زیادہ بطور ذخیرہ نہ رکھا جائے۔ آپؐ نے فرمایا گذشتہ سال میں نے صرف اس جماعت کی وجہ سے منع کیا تھا جو بقر عید کے موقعہ پر تمہارے پاس آگئی تھی بس اب کھاؤ اور صدقہ کرو اور آئندہ کام آنے کے لئے بھی بطور ذخیرہ رکھ لو۔

(ابوداؤد شریف ص ۳۸۰ ج ۲ مطبع نور محمد کراچی)

تشریح: اللہ جل شانہٗ کی رضا کے لئے قربانی کا جانور ذبح کر دینے سے قربانی ادا ہو جاتی ہے۔ اس کا گوشت اور پوست اللہ کے ہاں نہیں پہنچتا (کیونکہ اللہ کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے) اُس کے یہاں اخلاص اور نیک نیتی پر ثواب ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا	"اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور
وَلَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ	نہ اُن کا خون، ولیکن اُس کے پاس تمہارا تقویٰ
التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ	پہنچتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن جانوروں
سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ	کو تمہارا زیر حکم کر دیا کہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی
عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝	(بیان) کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح قربانی کی)
(سورہ حج)	توفیق دی اور اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔"

جو کوئی شخص قربانی کرتا ہے وہ قربانی کے گوشت اور کھال اور ہڈی ہر چیز کا مالک ہوتا ہے اگر وہ کسی فقیر مسکین کو کچھ بھی نہ دے تب بھی قربانی ادا ہو جاتی ہے کیونکہ اصل مقصد اللہ کی رضا کے لئے خون بہانا اور جان جاں آفریں کے حوالے کرنا ہے لیکن جب قربانی کرلی تو فقراء و مساکین کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اپنے بال بچوں کو کھلائے خود کھائے جب تک مناسب جانے بعد میں خرچ کرنے کے لئے ذخیرہ کرلے ریفریجریٹر میں رکھے، سکھا کر محفوظ رکھے سال دو سال اگر قربانی کا گوشت رکھا رہے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عارضی طور پر ایک سال تین دن سے زیادہ بطور ذخیرہ رکھنے کو منع فرمایا تھا اور اس کی وجہ وہ تھی جو اوپر حدیث میں مذکور ہوئی کہ کچھ لوگ دیہات سے آگئے اُن کی خوراک کا انتظام فرمانا مقصود تھا پھر بعد میں آئندہ کے لئے اس کے ذخیرہ کرنے کی اجازت دے دی سابق حکم کو منسوخ فرما دیا اور فرمایا فَكُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا

وَادَّخِرُوْا یعنی کھاؤ، صدقہ کرو اور ذخیرہ کرو۔

حضرت نُبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو اس بات سے منع کیا تھا کہ قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ کھاؤ جس کا مقصد یہ تھا کہ اس گوشت میں تم سب کے لئے گنجائش ہو جائے (یعنی قربانی کرنے والوں اور قربانی نہ کرنے والوں کو سب کو پہنچ جائے) اللہ جل شانہ نے رزق میں گنجائش دے دی لہٰذا تم کھاؤ اور ذخیرہ کر کے رکھو اور صدقہ کر کے ثواب حاصل کرو اور یہ بھی فرمایا کہ خبردار یہ دن کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں۔ (ابوداؤد شریف)

قربانی کے گوشت سے صدقہ کرنا حدیث بالا سے معلوم ہوا، اور جب گوشت پکائے تو پڑوسیوں اور عزیزوں کا خیال رکھنا بھی مناسب ہے، اُن لوگوں کی دعوت کر دے یا گھر بھیج دے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ گوشت اور کھال وغیرہ سب قربانی کرنے والوں کی ملکیت ہوتی ہے اس لئے اسے جس طرح تمام گوشت خود رکھ لینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر وہ قربانی کے جانور کی کھال خود ہی رکھ لے اور اپنے کام میں لے آئے تو یہ بھی جائز ہے قربانی کے جانور کی کھال کو دباغت کر لے (یعنی نمک وغیرہ لگا کر سڑنے سے محفوظ کر دے اور سکھا لے) اور پھر جانماز بنا لے یا کوئی ایسی چیز بنا لے جو گھر کی ضرورت میں آتی ہو تو یہ جائز ہے البتہ قربانی کی کھال کو فروخت نہ کریں اور اگر بالفرض فروخت کر دی تو اس کی قیمت کو کام میں لانا جائز نہیں اس کا صدقہ کر دینا واجب ہے زکوٰۃ ہو یا صدقہ فطر یا قربانی کی کھال کی رقم سیّد کو اور اس شخص کو نہیں دے سکتے جسے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

بہت سے لوگ قربانی کی کھال مسجدوں کی ضرورت کے لئے یا عیدگاہ بنانے کے لئے یا قبرستان کی چار دیواری کے لئے دے دیتے ہیں تاکہ کھالوں کو بیچ کر ان کاموں میں رقم خرچ کر دی جائے۔ واضح رہے کہ ان کاموں میں چرم قربانی کی رقم خرچ نہیں ہو سکتی یہ رقم صرف انہی لوگوں کو دی جا سکتی ہے جن کو زکوٰۃ لینا جائز ہو۔ بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ چرم قربانی بیواؤں کا حق ہے تو شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہاں اگر کوئی بیوہ زکوٰۃ لینے کی مستحق ہو تو وہ بھی دوسرے فقراء و مساکین کی طرح چرم قربانی کی رقم لے سکتی ہے مگر حق جتانے کی

کوئی حیثیت نہیں اور اس سے بھی زیادہ غلط بات یہ ہے کہ جو بہت سے علاقوں میں رواج پائے ہوئے ہے کہ اماموں کو قربانی کی کھالیں یا ان کی قیمت امامت کی اجرت میں دے دیتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اماموں کی تنخواہ معمولی ہوتی ہے وہ عید بقرعید کی آس لگائے بیٹھے رہتے ہیں محلہ کا صدقۃ الفطر اور قربانی کی کھالیں سب ان کے سپرد کر دی جاتی ہیں اور وہ ان کو اپنی امامت کا عوض سمجھ کر سالانہ خدمت کے بدلے میں سب وصول کر لیتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہے کیونکہ صدقۃ الفطر اور چرم قربانی کسی معاوضے میں دینا درست نہیں امامت کی اجرت بھی ایک معاوضہ ہے۔ آج کل سستا چندہ دیکھ کر بہت سی انجمنیں، ویلفیئر ایسوسی ایشن اور ہمدرد کلب اور امدادی کمیٹیاں بقرعید کے زمانہ میں نکل آتی ہیں یہ لوگ کھالوں کا چندہ کر لیتے ہیں ان میں وہ بے دین بھی ہوتے ہیں جو اسلام کا اور قربانی کا مذاق اڑاتے ہیں مگر کھال کھینچنے کو تیار رہتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو شریعت کے قوانین سے واقف نہیں ہوتے ہیں یہ لوگ احکام شرعیہ کی رعایت کے بغیر آزادانہ رائے سے کھالوں کی قیمتیں خرچ کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کھالوں کی رقموں کے ذریعہ الیکشن تک لڑ جاتے ہیں ان کو کھالیں دے کر ضائع نہ کریں اور اپنی شرعی ذمہ داری کو پہچانیں۔

ایام عید کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے لئے ہیں

اوپر جو ہم نے نبیشہ کی حدیث نقل کی ہے اس میں فرمایا ہے کہ بقرعید کے ایام کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایام اللہ پاک کی مہمانی کے ہیں ان دنوں میں کھائیں پئیں اللہ کا شکر ادا کریں روزہ نہ رکھیں، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کو روزہ رکھنا حرام ہے اور عید الفطر کے دن بھی روزہ رکھنا حرام ہے وہ دن بھی اللہ کی مہمانی کا دن ہے بندہ کو حکم ماننا چاہیئے کھانے پینے کا حکم ہو تو کھائیے پیئے اور جب کھانے پینے سے روک دیا جائے رمضان کے دنوں میں کھانا پینا حرام ہے یعنی روزہ رکھنا فرض ہے اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اسی طرح سے بقرعید کے شروع کے ۹ دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور خصوصاً نویں تاریخ کے روزہ کی تو بہت ہی زیادہ فضیلت آئی ہے لیکن نویں تاریخ کے بعد چار دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے بندہ کو حکم کے تابع رہنا لازم ہے۔

حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ یہ دن اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں آج کل کے لوگوں نے کھانے

پینے کو تو یاد رکھا ہے لیکن آخری بات یعنی اللہ کا ذکر جو عید کی روح ہے اس سے غافل رہتے ہیں ان دنوں میں خوب زیادہ اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے۔ تکبیر تشریق جو ہر فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے وہ بھی اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے اور نماز عید بھی سراپا ذکر ہے بلکہ اس میں دوسری نمازوں کی بہ نسبت زائد تکبیرات شامل کر دی گئی ہیں اور خطبہ بھی سراپا ذکر ہے اس میں بھی تکبیر کی کثرت کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے فقہا نے لکھا ہے کہ جب عیدالفطر کی نماز کے لئے جائیں تو تکبیر تشریق آہستہ کہتے ہوئے جائیں اور جب عیدالاضحیٰ کی نماز کے لئے جائیں تو ذرا آواز سے تکبیر تشریق پڑھتے ہوئے جائیں، یہ سب کثرت ذکر کے مظاہرے ہیں۔ اللہ کا ذکر ہی مومن کے لئے اصل خوشی کی چیز ہے اس کی روح ذکر اللہ ہی سے اطمینان حاصل کر سکتی ہے۔

عید کو گناہوں سے ملوث نہ کریں

افسوس ہے کہ اس زمانے کے مسلمان ذکر کی طرف تو کیا متوجہ ہوتے عید کے دن خوب اچھی طرح گناہ کرتے ہیں اس دن سینما دیکھنا تو بہت سے لوگوں نے اپنے ذمّہ فرض کر رکھا ہے عید کی خوشی کو سینما بینی کے ناپاک عمل سے مٹی میں ملا دیتے ہیں کیونکہ گناہ میں کوئی خوشی نہیں اللہ کو ناراض کرنے والی چیز کیسے باعث خوشی بن سکتی ہے۔ بہت سے لوگ عید کے کپڑے بناتے ہیں تو اس میں بھی حرام حلال کا خیال نہیں کرتے مرد ٹخنوں سے نیچے کپڑے پہنتے ہیں، عورتیں باریک کپڑے پہنتی ہیں اور بہت سے لوگ خوب اچھی طرح ڈاڑھی منڈا کر انگریزی بال تراش کر نماز عید کے لئے آتے ہیں، جو عید سراپا طاعت اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے تھی۔ اسے گناہوں سے ملوث کر دیا تو عید کہاں رہی عید تو اسلامی چیز ہے اس دن ہر کام خصوصیّت کے ساتھ اچھا اور نیک ہونا چاہیئے اس دن گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے اور طبیعت کو آمادہ کیا جائے کہ آئندہ بھی گناہ نہ کریں گے، مومن کی زندگی گناہوں والی زندگی نہیں ہوتی۔

عشرۂ ذی الحجہ میں اعمالِ صالحہ کی فضیلت

(۵۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْھِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشْرَۃِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِکَ بِشَیْءٍ (رواہ البخاری)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بقرعید کے دس دنوں میں جس قدر نیک عمل اللہ کو محبوب ہے اس سے بڑھ کر کسی زمانے میں بھی اس قدر محبوب نہیں (یعنی یہ دن فضیلت میں دیگر سب ایام سے بڑھے ہوئے ہیں) صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان دنوں کی عبادت سے افضل نہیں ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان ایام سے افضل نہیں۔ اِلّا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان و مال لے کر نکلے اور ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ لوٹے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۸ بحوالہ بخاری)

(۵۲) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَہٗ فِیْھَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْھَا بِصِیَامِ سَنَۃٍ وَقِیَامُ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِّنْھَا بِقِیَامِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بقرعید کے اوّل دس دنوں میں روزہ رکھنے سے ایک روزہ کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ملتا ہے اور ان دنوں کی راتوں میں قیام کرنے سے شب قدر میں قیام کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۸ بحوالہ ترمذی ابن ماجہ)

علمائے نے بتایا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں افضل ہیں اور عشرہ ذی الحجہ کے دن افضل ہیں کیونکہ ان میں یوم عرفہ بھی ہے۔ رمضان کا آخری عشرہ ہو یا ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ان میں رات دن عبادت میں لگنا چاہئے کیونکہ ان دونوں عشروں کی ہر گھڑی بہت مبارک ہے۔

نویں تاریخ کا روزہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کی نویں تاریخ کے روزہ کے بارے

میں فرمایا کہ میں اللہ پاک سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے اور فرمایا کہ محرم کی دسویں تاریخ کے روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے۔

(مسلم شریف)

متفرق مسائل

مسئلہ: قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اور دوسرے سے ذبح کرانا بھی جائز ہے اگر دوسرے سے ذبح کرائے اور خود وہاں موجود ہو تو بہتر ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ کو قربانی کے وقت جانور کے قریب حاضر ہونے کو فرمایا مگر عورت کو پردہ کا اہتمام کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: مالدار کو بھی قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں اور اپنے نوکر چاکر کو دینا بھی درست ہے لیکن کام کے بدلے اور محنت مزدوری کے معاوضے میں نہیں دے سکتے اگر کوئی نوکر غیر مسلم ہے اس کو بھی قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں بلکہ نوکر کے علاوہ بھی کوئی پاس پڑوس میں کافر گوشت طلب کرے تو اس کو بھی دینا درست ہے۔

مسئلہ: قربانی کے دنوں میں جانور کی قربانی ہی کرنا لازمی ہے اگر جانور کو زندہ صدقہ کر دیا تو قربانی ادا نہیں ہوئی ہاں اگر قربانی کے دنوں میں کوئی شخص ذبح نہ کر سکا مثلاً جانور نہ ملا یا کوئی اور بات پیش آ گئی تو تین گذر جانے کے بعد اگر جانور موجود ہے تو اس کو صدقہ کر دے ورنہ کسی محتاج کو قیمت دے دے۔

مسئلہ: قربانی صرف اپنی جانب سے واجب ہے اپنی اولاد یا اپنی بیوی کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں البتہ اگر مالیت کے اعتبار سے ان لوگوں پر الگ الگ قربانی واجب ہوتی ہو تو ہر ایک شخص اپنی اپنی طرف سے قربانی کر دے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمہ مسئلہ کی رُو سے قربانی واجب نہ تھی یعنی اس کے پاس اتنا مال نہ تھا جس پر قربانی واجب ہوتی لیکن اس نے جانور خرید لیا تو اب اس کی قربانی واجب ہو گئی۔

مَسئلہ: مرتد، زندیق، قادیانی، ملحد کا ذبیحہ حرام ہے۔ ان سے ذبح نہ کرائیں نہ قربانی کے موقعہ پر اور نہ کسی اور موقعہ پر۔ اگر ان سے ذبح کرالیا تو نہ قربانی ہوگی نہ گوشت حلال ہوگا۔

مَسئلہ: قربانی کے جانور کے تھنوں میں اگر دودھ اتر آئے اور ذبح کا وقت نہیں آیا تو تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیں تاکہ دودھ اترنا رُک جائے اور اگر دودھ نکال لیا تو اس کا صدقہ کردیں۔ اسی طرح ذبح سے پہلے اگر اون کاٹ لیا تو اس کا بھی صدقہ کردیں۔ ہاں اگر ذبح کے بعد دودھ نکالا اور اون کاٹا تو اس کو اپنے کام میں لاسکتے ہیں۔ اگر قربانی نذر کی ہو تو اگرچہ ذبح کے بعد دودھ نکالا یا اون کاٹا ہو تب بھی دونوں چیزوں کا صدقہ کردیں۔

مَسئلہ: جب قربانی کا جانور ذبح کردے تو اس کی جھول اور رسّی صدقہ کرے۔

تکبیر تشریق

مَسئلہ: بقرعید کے ایام میں تکبیر تشریق مشروع ہے یعنی ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھیں اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ مرد زور سے پڑھیں، عورتیں آہستہ سے پڑھیں۔ نویں تاریخ کی فجر کی نماز سے لے کر تیرھویں تاریخ کی نماز عصر تک یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد پڑھی جائے۔ سلام پھیر کر فوراً پڑھیں۔

شبِ عید کی عبادت

جس رات کے بعد صبح کو عید یا بقرعید ہونے والی ہو اس رات کو زندہ رکھنے یعنی نمازوں میں قیام کرنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے (یعنی قیامت کے دن خوف و گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ (الترغیب والترہیب للمنذری)

بال اور ناخن کا مسئلہ

(۵۳) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَاَرَادَ بَعْضُكُمْ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَبَشَرِهٖ شَيْئًا وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلَا يَاْخُذَنَّ

شَعْرًا وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفُرًا۔ وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهٖ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ: اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھ لے اور اس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو چاہیئے کہ اپنے بال اور ناخن سے کچھ بھی نہ کاٹے (جب قربانی کرلے تب کاٹے) (مشکوۃ المصابیح ص ۱۲۸ بحوالہ مسلم)

تشریح: یہ حکم بطور استحباب کے ہے، عمل کرے تو افضل ہے، اگر ان دنوں میں بال یا ناخن کٹوا دیئے تو گناہ نہ ہوگا، حدیث پر عمل کرنے کے لئے کاٹنے سے باز رہے تو ثواب ملے گا۔

۲۶۹
كِتَابُ الصِّيَامِ
و
فضائل رمضان

برکاتِ رمضان

اور

فضائل مسائل

رمضان المبارک کی آمد پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا

خطبۂ استقبالیہ

(۵۴) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَشَھْرٌ یُّزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ

اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّآئِمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّآءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَّا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ كَذَا فِي الْمُشْكٰوةِ عَنِ الْبَيْهَقِيْ فی شعب الایمان وزاد المنذری فی الترغیب فَاسْتَكْثِرُوْا فِيْهِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَيْنِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا، فَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعُوْذُوْنَ بِهٖ مِنَ النَّارِ

(اخرجہ فی المشکوٰۃ عن البیہقی فی شعب الایمان والمنذری فی الترغیب والترھیب)

ترجمہ: "حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم کو خطاب فرمایا کہ "اے لوگو! ایک باعظمت مہینہ آپہنچا ہے، جو ماہِ مبارک ہے، اس میں ایک رات ہے، جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں، اور اس کی راتوں میں قیام کرنا تطوّع (غیر فرض) قرار دیا ہے، اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کو ایسا اجر و ثواب ملے گا جیسے اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرتا اور فرض کا ثواب ملتا، اور جو شخص اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے تو اس کو ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، اور یہ آپس کی غمخواری کا مہینہ ہے، اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے تو یہ اس کی مغفرت کا اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سامان بن جائے گا، اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا، مگر

روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں ہر شخص کو اتنا مقدور نہیں جو روزہ افطار کرادے، آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ یہ ثواب اس کو (بھی) دے گا جو پانی ملے ہوئے تھوڑے سے دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرادے، (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ) جو شخص (افطار کے بعد) کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کے کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالےٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کریں گے کہ جنّت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا، (اور پھر جنّت میں تو بھوک پیاس کا نام ہی نہیں) اس ماہ کا اوّل حصّہ رحمت ہے، دوسرا حصّہ مغفرت ہے، تیسرا حصّہ دوزخ سے آزادی کا ہے، جس نے اس ماہ میں غلام کا کام ہلکا کردیا تو اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ اس ماہ میں چار کاموں کی کثرت کرو، اُن میں سے دو کام ایسے ہیں کہ اُن کے ذریعہ تم اپنے پروردگار کو راضی کروگے، اور دو کام ایسے ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو، وہ دو کام جن کے ذریعہ خدائے پاک کی خوشنودی حاصل ہوگی یہ ہیں:۔

(۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ورد رکھنا، اور

(۲) خدائے پاک سے مغفرت طلب کرتے رہنا۔

اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں رہ سکتے یہ ہیں:۔

(۱) جنّت کا سوال کرنا (۲) دوزخ سے پناہ مانگنا"۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۳، بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان والترغیب والترہیب للمنذری)

تشریح

انسان کی تخلیق عبادت اور محض عبادت کے لئے ہے، جیسا کہ سورۂ ذاریات میں فرمایا گیا:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ "اور میں نے انسان اور جن کو نہیں پیدا کیا مگر اس واسطے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

روزہ بدنی عبادت ہے جو پہلی امتوں پر بھی فرض تھا، جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۝ "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو، یہ روزے چند دن کے ہیں۔"

روزہ کی حکمت لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں روزہ کی حکمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، تقویٰ، صغیرہ وکبیرہ، ظاہرہ اور باطنہ گناہوں سے بچنے کا نام ہے، آیتِ کریمہ نے بتایا کہ روزہ کی فرضیت تقویٰ حاصل کرنے کے لئے ہے، بات یہ ہے کہ انسان کے اندر بہیمیّت کے جذبات ہیں، نفسانی خواہشات ساتھ لگی ہوئی ہیں جن سے نفس کا ابھار معاصی کی طرف ہوتا رہتا ہے، روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس سے بہیمیّت کے جذبات کمزور ہوتے ہیں، اور نفس کا ابھار کم ہو جاتا ہے اور شہوات و لذات کی اُمنگ گھٹ جاتی ہے۔

پورے ماہِ رمضان کے روزے رکھنا ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہے، ایک مہینہ کھانے پینے اور جنسی تعلقات کے مقتضیٰ پر عمل کرنے سے اگر باز رہے تو باطن کے اندر ایک نکھار اور نفس کے اندر سدھار پیدا ہو جاتا ہے، اگر کوئی شخص رمضان کے روزے اُن احکام و آداب کی روشنی میں رکھے جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں تو واقعۃً نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے، پھر نفس میں ابھار ہوتا ہے تو آئندہ رمضان

آموجود ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی مشروع کئے گئے ہیں ان روزوں کا مستقل ثواب ہے جو روایاتِ حدیث میں مذکور ہے، اور ثواب کے علاوہ نفل روزوں کا یہ فائدہ بھی ہے کہ رمضان المبارک کے روزے رکھتے وقت جو عملی کوتاہیاں ہوئیں اور آداب کی رعایت ملحوظ نہ رہی اس کوتاہی کی تلافی ہو جاتی ہے۔

جو گناہ انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں ان میں سب سے زیادہ دو چیزیں گناہ کا باعث بنتی ہیں، ایک منہ، دوسری شرمگاہ۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کون سی چیز دوزخ میں داخل کرانے کا ذریعہ بنے گی؟ آپؐ نے جواب دیا: اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ، "یعنی منہ اور شرمگاہ" ان دونوں کو دوزخ میں داخل کرانے میں زیادہ دخل ہے، روزہ میں منہ اور شرمگاہ دونوں پر پابندی ہوتی ہے، اور مذکورہ دونوں راہوں سے جو گناہ ہو سکتے ہیں روزہ اُن سے باز رکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اسی لئے تو ایک حدیث میں فرمایا: اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ "یعنی روزہ ڈھال ہے (گناہ سے اور آتشِ دوزخ سے بھی بچاتا ہے)۔ (بخاری و مسلم)

روزہ کی حفاظت

اگر روزہ کو پورے اہتمام اور احکام و آداب کی مکمل رعایت کے ساتھ پورا کیا جائے تو بلاشبہ گناہوں سے محفوظ رہنا آسان ہو جاتا ہے، خاص روزہ کے وقت بھی اور اس کے بعد بھی، ہاں اگر کسی نے روزہ کے لوازم کا خیال نہ کیا، اور گناہوں میں مشغول رہتے ہوئے روزہ کی نیّت کر لی اور کھانے پینے اور خواہش نفسانی سے باز رہا مگر حرام کمانے اور غیبت کرنے میں لگا رہا تو اس سے فرض تو ادا ہو جائے گا مگر روزہ کے برکات و ثمرات سے محرومی رہے گی جیسا کہ سنن نسائی میں ارشادِ نبویؐ نقل کیا ہے:-

اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ مَالَمْ یَخْرِقْھَا "یعنی روزہ ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ "جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹی بات اور

وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔	غلط کام نہ چھوڑے تو اللہ کو کچھ حاجت نہیں کہ وہ (گناہوں کو چھوڑے بغیر) محض کھانا پینا چھوڑ دے۔"
(بخاری عن ابی ہریرہؓ ۱۲)	

معلوم ہوا کہ کھانا پینا اور جنسی تعلقات چھوڑنے ہی سے روزہ کامل نہیں ہوتا بلکہ روزہ کو فواحش، منکرات اور ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رکھنا لازم ہے، روزہ منہ میں ہو اور آدمی بدکلامی کرے یہ اس کے لئے زیب نہیں دیتا، اسی لئے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ۔	"یعنی جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو گندی باتیں نہ کرے، شور نہ مچائے، اگر کوئی شخص گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرنے لگے (تو اس کو گالی گلوچ یا تھپڑ سے جواب نہ دے بلکہ یوں کہہ دے کہ میں روزہ دار آدمی ہوں (گالی گلوچ کرنا یا لڑائی لڑنا میرا کام نہیں)"۔
(بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)	

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لئے (حرام کھانے یا حرام کام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں، اور بہت سے تہجد گذار ایسے ہیں جن کے لئے (ریاکاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (دارمی)

روزہ اور صحت روزہ میں جہاں ظاہر و باطن کا تزکیہ ہوتا ہے وہاں صحت و تندرستی بھی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ منذریؒ نے "الترغیب والترہیب" میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

اُغْزُوْا تَغْنَمُوْا وَصُوْمُوْا تَصِحُّوْا وَسَافِرُوْا	"جہاد کرو غنیمت حاصل ہوگی، روزے رکھو تندرست رہوگے

تَسْتَغْنُوْا سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے۔"

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ورواتہ ثقات)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا بالکل حق ہے، آنکھوں کے سامنے ہے، ڈاکٹر و اطبّاء بھی یہ بتاتے ہیں کہ روزہ کا صحت جسمانی سے خاص تعلق ہے اور رمضان میں جو ماجرا سب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ بارہ چودہ گھنٹے خالی پیٹ رہ کر افطار کے وقت نرم گرم دال، پکوڑی، کچے پکے پتے اور طرح طرح کی چیزیں چند منٹ کے اندر معدہ میں پہنچ جاتی ہیں، اور کچھ بھی کسی کو تکلیف نہیں ہوتی، یہ صرف روزہ کی برکت ہے، اگر طبّی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس طرح خالی پیٹ اناپ شناپ بھرتی کر لینے کی وجہ سے معدہ سخت بیمار ہو جانا چاہیئے۔

روزہ کی فضیلت

ایک روزہ رکھ لینے پر خدائے پاک کی طرف سے کیا انعام ملتا ہے؟ اس کے بارے میں سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ خَرِيْفًا۔
(بخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری)

"جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے ایک دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کو آتش دوزخ سے اتنی دور کر دیں گے جتنی دور کوئی شخص ستّر سال تک چل کر پہنچے۔

اس حدیث میں نفل یا فرض روزہ کی تخصیص نہیں کی گئی ہے، اور خاص رمضان کے روزے کے بارے میں ارشادِ نبویؐ ہے کہ:۔

مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَإِنْ صَامَهٗ۔
(رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجہ والدارمی عن ابی ھریرۃؓ والبخاری فی ترجمۃ باب کما فی المشکوٰۃ)

"شرعاً جسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہو اور عاجز کرنے والا مرض بھی لاحق نہ ہو اس نے اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو عمر بھر روزے رکھنے سے بھی اس ایک روزہ کی تلافی نہ ہوگی اگرچہ (بطور قضاء) عمر بھر روزے بھی رکھ لے۔"

بات یہ ہے کہ ہر ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے، اور موسم کے اعتبار سے اشیاء و اجناس کی قیمت بڑھتی اور چڑھتی ہے، ماہِ رمضان المبارک فرض روزوں کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے، اگر کسی نے اپنی بدبختی سے رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا اس کے اعمالنامہ میں گناہِ کبیرہ تو لکھا ہی گیا اور روزہ رکھنے پر جو ثوابِ عظیم اور بہت بڑی خیر و برکت سے محرومی ہوئی وہ اس کے علاوہ ہے جو بہت بڑا نقصان ہے، اس ایک روزہ کے عوض اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی وہ بات حاصل نہ ہوگی، جو رمضان میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی، ہاں ایک روزہ قضاء کی نیت سے رکھ دینے سے مسئلہ کے اعتبار سے تو یہ کہہ دیں گے کہ قضاء رکھنے کی ذمہ داری سے سبکدوشی ہوگئی اور ضابطہ کی قضاء رکھنے سے قضاء رکھنے کا جو حکم ہے اس کی تعمیل سمجھ لی جائے، لیکن یہ خیال کرلینا کہ اس سے اس ثواب کی تلافی ہوجائے گی جو رمضان میں روزہ رکھنے سے ملتا اور وہ برکتیں بھی نصیب ہوجائیں گی جو ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے سے حصہ میں آجاتیں، یہ غلط خیال ہے۔

آج کل بہت سے ہٹے کٹے تندرست و توانا اور تنومند لوگ رمضان شریف کے روزے نہیں رکھتے، ذراسی بھوک و پیاس اور معمولی سی بیڑی سگریٹ اور پان تمباکو کی طلب پوری کرنے کی وجہ سے روزے کھا جاتے ہیں، اور سخت گنہگار ہوتے ہیں، یہ زبردست بزدلی اور بے ہمتی بلکہ بہت بڑی بے وفائی ہے کہ جس نے جان دی، اعضاء دیئے، انسانیت کا شرف بخشا، اس کے لئے ذراسی تکلیف گوارا نہیں، رمضان کے روزے رکھنا ان پانچ ارکان میں سے ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے، جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے اس نے اسلام کا ایک رکن گرادیا اور سخت مجرم ہوا۔

روزہ کا ایک خاص وصف

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:۔

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ	"انسان کے ہر عمل کا اجر (کم از کم)
الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا	دس گنا بڑھا دیا جاتا ہے (لیکن) روزہ
اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ	کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ	کہ روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے

لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ .	کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا بندہ میری وجہ سے اپنی خواہشوں کو اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔"
(بخاری و مسلم عَنْ اَبِیْ ھریرۃؓ)	

عبادتیں تو سب اللہ ہی کے لئے ہیں، پھر روزہ کو خاص اپنے لئے کیوں فرمایا ؟ اس کے بارے میں علماءِ امّت نے بتایا ہے کہ چونکہ دوسری عبادتیں ایسی ہیں جن میں عمل کیا جاتا ہے اور عمل نظروں کے سامنے آسکتا ہے، اس لئے ان میں احتمال ریا کا رہتا ہے مگر روزہ فعل نہیں ہے بلکہ ترکِ فعل ہے، اس میں کوئی کام نظر کے سامنے نہیں آتا اس سے ریا سے دور ہے، روزہ وہی رکھے گا جسے خدائے پاک کا ڈر ہو گا، اور روزہ رکھ کر روزہ کو وہی باقی رکھے گا جس کا صرف ثواب لینے کا ارادہ ہو، اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر تنہائی میں کچھ کھا پی لے اور لوگوں کے سامنے آجائے تو بندے تو اسے روزہ دار ہی سمجھیں گے، روزہ رکھ کر روزہ کو وہی پورا کرتا ہے جو خالص اللہ کی رضا کا طالب ہوتا ہے، اسی لئے اَلصَّوْمُ لِيْ (روزہ خاص میرے لئے ہے) فرمایا، پھر جس عمل میں ریار کا احتمال بھی نہ ہو اس کا ثواب بھی ممتاز ہونا چاہیئے، چنانچہ خداوند کریم جل مجدہ دوسری عبادتوں کا ثواب فرشتوں سے دلا دیتے ہیں اور روزہ کا ثواب خود مرحمت فرمائیں گے جو بے انتہا ہو گا. قال القاری فی المرقاۃ فان ثوابه لا یقادر قدره ولا یحصی حصره الا الله لاشتماله علی خصوصیات لا یوجد فی غیره ولذلك یتولی جزاءه بنفسه ولا یکله إلی ملٰئکة قدسه ۔

روزہ دار کے لئے جنّت کا ایک خاص دروازہ

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنّت میں آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام ریّان[1] ہے، اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں[2] گے ۔

[1] ریّان کے معنی ہیں سیرابی والا، چونکہ روزہ داروں نے بحالت روزہ دنیا میں پیاس کی تکلیف اٹھائی جس کی جزا ر جنّت کی سیرابی ہوگی، اس لئے اس دروازہ کا نام ریّان رکھا گیا جس سے روزہ دار داخلِ جنّت ہوں گے ۱۲ منہ ۔ [2] مشکوٰۃ عن البخاری و مسلم، ص ۱۷۳

روزہ دار کو ۲ خوشیاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ [۱] "یعنی روزہ دار کے لئے ۲ خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اور ایک خوشی اس وقت ہو گی جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا"

درحقیقت رب کی ملاقات ہی تو عبادت کا مقصود اصلی ہے، اس وقت کی خوشی کا کیا کہنا جب عاجز بندے اپنے معبود سے ملاقات کریں گے، اللہ تعالیٰ ہم کو یہ ملاقات نصیب فرمائے۔

رمضان اور قرآن کلامِ الٰہی کو رمضان المبارک سے خاص تعلق ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ،	"ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے"

قیامِ رمضان یعنی نماز تراویح، یہ بھی قرآن شریف پڑھنے اور سننے کے لئے ہے، دن کو روزہ میں مشغولیت اور رات کو تراویح میں کھڑے ہو کر ذوق وشوق سے قرآن پڑھنا یا سننا اس سے مؤمن کے قلب میں ایک عجیب کیف پیدا ہوتا ہے، اور یہ دونوں شغل قیامت کے دن مؤمن کے کام آئیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ أَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ یَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ	"روزہ اور قرآن بندہ کے لئے بارگاہِ خداوندی میں سفارش کریں گے، روزہ کہے گا کہ اے رب! میں نے اس بندہ کو دن میں کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے روک دیا تھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح عن البخاری ومسلم ۱۲

نَشْفِعُنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ، (مشکوٰۃ ص۱۷۳ عن البیہقی فی شعب الایمان)

لیجئے اور قرآن مجید عرض کرے گا کہ میں نے اسے رات کو سونے نہیں دیا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمائیے، چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔"

ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے، آپؐ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سناتے اور وہ افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سُناتے تھے، جس سال آپؐ کی وفات ہوئی دو بار دور کیا، اس سے پہلے ایک بار دَور کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک میں حفاظ کرام کا ایک دوسرے کو سنانے کا جو مروج طریقہ ہے یہ مسنون ہے، رمضان میں ہمت کرکے حفظ و ناظرہ خوب قرآن کی تلاوت کیا کریں، دس پانچ ختم تو کرہی لیں۔

رمضان میں صیام اور قیام

(۶۵) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے رمضان (کی راتوں میں) ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے قیام کیا (تراویح اور نفل میں مشغول رہا)، اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے قیام کیا اس کے پچھلے

گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۳، از بخاری و مسلم)

تشریح اس مبارک حدیث میں رمضان شریف کے روزے رکھنے پر پچھلے گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے، اور رمضان کی راتوں میں قیام یعنی تراویح و نوافل پڑھنے اور شب قدر میں قیام کرنے کی فضیلت بتائی ہے اور قیام رمضان و قیام شب قدر پر بھی گذشتہ گناہوں کی معافی کا اعلان فرمایا ہے۔

رمضان المبارک میں راتوں کو نمازیں پڑھتے رہنا قیام رمضان کہلاتا ہے، تراویح بھی اس میں داخل ہے، اور تراویح کے علاوہ جتنے نوافل پڑھ سکیں، پڑھتے رہیں، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ روزانہ تراویح با جماعت سے فارغ ہو کر صبح تک ایک قرآن مجید نماز میں کھڑے ہو کر ختم کر لیتے تھے، اور ایک قرآن مجید روزانہ دن میں ختم کرتے تھے، اس طرح سے رمضان میں ان کے اکسٹھ ختم ہو جاتے تھے۔

تراویح نمازِ تراویح مردوں، عورتوں سب کے لئے بیس[۲] رکعت سُنّتِ مؤکدہ ہے، اور مردوں کے لئے یہ بھی مسنون ہے کہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھیں حافظ ہوں تو خود قرآن سنائیں ورنہ دوسروں کا قرآن سنیں، رمضان میں قرآن پڑھنے اور سننے کا ذوق بڑھ جانا مؤمن کے ایمان کا تقاضا ہے، جو لوگ نمازِ تراویح میں سستی کرتے ہیں یا حافظ ریل کو تراویح پڑھانے کے لئے تجویز کرتے ہیں تاکہ جلدی فارغ ہو جائیں (اگرچہ ریل چلانے میں قرآن کے حروف کٹ جائیں اور معنی بدل جائیں) ایسے لوگ سخت غلطی پر ہیں، سال میں ایک ماہ کے لئے تو یہ موقعہ نصیب ہوتا ہے اس میں بھی مسجد اور نماز سے لگاؤ نہ ہو، اور جلدی بھاگنے کی کوشش کریں جیسے جیل سے بھاگ رہے ہوں، بہت بڑی محرومی ہے، ایسے لوگ تراویح کے علاوہ کیا نفل پڑھتے تراویح جو سنّتِ مؤکدہ ہے اسی کو بد دلی سے پڑھتے ہیں، بلکہ پڑھنے کا نام کر کے جلد سے جلد ہوٹل میں جا کر لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بہت سی عورتیں روزے تو خوب رکھتی ہیں اور شب قدر میں بھی خوب جاگ لیتی ہیں لیکن تراویح پڑھنے میں سستی کرتی ہیں۔

اے ماؤ بہنو! آخرت کے کاموں میں غفلت نہ برتو، تراویح پوری بیس رکعت پڑھا کرو، اگر بالفرض کسی وجہ سے مثلاً بچوں کے رونے جھینکنے یا اُن کے مریض ہونے کی وجہ سے شروع رات میں پوری تراویح نہ پڑھ سکو تو جب سحری کے لئے اٹھو اُس وقت پوری کرلو، بلکہ اگر شروع رات میں پوری ہی نماز تراویح رہ جائے تو پوری بیس رکعتیں سحر کے وقت پڑھ لو۔

رمضان آخرت کی کمائی کا مہینہ ہے اس میں خوب زیادہ عبادت کریں

(۶۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب (ماہ) رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور بعض روایات میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور بعض روایات میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین (زنجیروں میں) جکڑ دیئے جاتے ہیں، (اور ایک روایت میں ہے کہ) رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔" (مشکوٰۃ ص ۱۷۳، از بخاری ومسلم)

(۶۷) وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَّفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ

وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ (رواہ الترمذی)

ترجمہ " حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر (رمضان کے ختم ہونے تک) ان میں سے کوئی ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا، اور جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر (رمضان کے ختم ہونے تک) ان میں کا ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا، اور ایک ندا دینے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے آگے بڑھ، اور اے برائی کے تلاش کرنے والے رُک جا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۳ عن الترمذی)

تشریح ان دونوں حدیثوں سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

اوّل: یہ کہ شروع ماہِ رمضان سے ہی جنّت کے اور رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جو ختم ماہ تک بند نہیں کئے جاتے، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں جو مہینہ ختم ہونے تک نہیں کھولے جاتے۔

دوم: رمضان کا مہینہ آنے پر شیاطین اور سرکش جنّات جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

سوم: ایک منادی روزانہ رمضان کی راتوں میں پکار کر کہتا ہے کہ اے نیکی کے تلاش کرنے والے آگے بڑھ اور اے بُرائی کے تلاش کرنے والے رُک جا۔

چہارم: رمضان میں روزانہ رات کو اللہ جل شانہٗ بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتے ہیں۔

رمضان المبارک بہت ہی خیر و برکت کا مہینہ ہے اور آخرت کی کمائی کا بہت بڑا سیزن ہے، جیسے سردی کے زمانہ میں گرم کپڑوں والوں کی خوب کمائی ہوتی ہے، اور جیسے بارش میں ٹیکسی والوں کی بہت چاندی بن جاتی ہے، اسی طرح آخرت کی کمائی کے لئے بھی خاص خاص مواقع آتے رہتے ہیں۔

رمضان المبارک نیکیوں کا مہینہ ہے، اس میں اجر و ثواب خوب زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے، نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ستّر فرضوں کے برابر ثواب

ملتا ہے، جیسا کہ خطبۂ نبویؐ میں گذر چکا ہے' اس ماہ میں نیکیوں کی ایسی ہوا چلتی ہے کہ خود بخود طبیعتیں نیکی پر آجاتی ہیں' اور اللہ کا منادی بھی نیکی کرنے والوں کو تھپکی دے دے کر آگے بڑھاتا ہے، لامحالہ ایسی صورت میں مؤمن بندے خوب زور شور سے نیکیوں میں لگ جاتے ہیں، جو شخص دوسرے مہینوں میں دو رکعت نماز پڑھنے سے جان چراتا ہے وہ رمضان المبارک میں پنج وقتہ نماز اور تلاوت کا پابند ہو جاتا ہے' اور نہ صرف پنجوقتہ فرض پڑھتا ہے بلکہ عشاء کے فرضوں کے بعد تراویح کی خوب لمبی لمبی بیس رکعتیں خوشی خوشی کے ساتھ ادا کرلیتا ہے، بہت سے شرابیوں کو دیکھا گیا ہے کہ اس ماہ میں شراب چھوڑ دیتے ہیں' اور حرام خور حرام کھانے سے باز آجاتے ہیں۔

فرائض کا اہتمام تو بہرحال ضروری ہے، نفلی نماز، ذکر، تلاوت اور دیگر عبادات کی طرف بھی خصوصی توجہ کرنا چاہیئے، اس ماہ میں کوشش کریں کہ کوئی منٹ ضائع نہ ہو، لا الٰہ الا اللہ اور استغفار کی کثرت کریں' اور جنت کا سوال اور دوزخ سے محفوظ رہنے کی دُعا بھی کثرت سے کریں، جیسا کہ خطبۂ نبویؐ میں گذر چکا ہے، شاید کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ جب شیاطین بند ہو جاتے ہیں تو بہت سے لوگ رمضان میں بھی گناہوں میں مبتلا کیوں نظر آتے ہیں ؟ بات اصل یہ ہے کہ انسان کا نفس گناہ کرانے میں شیطان سے کم نہیں ہے، جن لوگوں کو گناہوں کی خوب عادت ہو جاتی ہے انہیں گناہوں کا چسکا پڑ جاتا ہے، شیطان کے ترغیب دیئے بغیر بھی اُن کی زندگی کی گاڑی گناہوں کی پٹڑی پر چلتی رہتی ہے، گناہ تو انسان سے ہو ہی جاتا ہے مگر گناہ کا عادی بننا اور اس پر اصرار کرنا اور رمضان جیسے مہینہ میں گناہ کرنا بہت ہی زیادہ خطرناک ہے، جہاں گناہ کرانے کے لئے شیطان کے بہکانے کی بھی ضرورت نہ پڑے' وہاں شرارتِ نفس کا کیا حال ہوگا ؟

رمضانُ اور تہجد

رمضان میں تہجد پڑھنا بہت آسان ہو جاتا ہے کیونکہ تہجد کے وقت سحری کھانے کے لئے تو اُٹھتے ہی ہیں، سحری کھانے سے پہلے یا بعد میں (جب تک صبح صادق نہ ہو) جس قدر میسّر ہو سکے نوافل پڑھ لیا کریں، اس طرح پورے رمضان میں تہجد نصیب ہو سکتا ہے پھر عادت پڑ جائے تو

بعد میں بھی جاری رکھ سکتے ہیں، ورنہ کم از کم رمضان میں تو تہجد کا اہتمام کر ہی لیں۔

رمضان اور سخاوت

رمضان المبارک سخاوت کا مہینہ بھی ہے، اس میں جس قدر فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے کم ہے کیونکہ یہ مہینہ آخرت کی کمائی کا مہینہ ہے، اس میں روزہ افطار کرانے اور روزہ کھولنے کے بعد روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلانے کی بھی خاص فضیلت وارد ہوئی ہے، اور اس ماہ کو "شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ" (غمخواری کا مہینہ) فرمایا ہے، جیسا کہ خطبۂ نبویہ میں گذرا، غریبوں کی امداد اعانت اس ماہ کے کاموں میں ایک اہم کام ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ أَطْلَقَ كُلَّ أَسِيْرٍ وَأَعْطَى كُلَّ سَائِلٍ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"جب رمضان کا مہینہ آجاتا تھا تو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد فرما دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرَئِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرَئِيْلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ (متفق علیہ)

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپؐ کی سخاوت رمضان المبارک میں تمام ایام سے زیادہ ہو جاتی تھی رمضان میں ہر رات کو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ سے ملاقات کرتے تھے (اور) آپؐ ان کو قرآن شریف سُناتے تھے، جب آپؐ سے جبرئیلؑ ملاقات کرتے تھے تو آپؐ اس ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے جو بارش لاتی ہے۔"

روزہ افطار کرانا

فرمایا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کھلوایا یا مجاہد کو سامان دے دیا، تو اس کو روزہ دار اور غازی جیسا اجر ملے گا (بیہقی فی الشعب عن زید بن خالدؓ) اور غازی اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی، جیساکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

روزہ میں بھول کر کھاپی لینا

فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو وہ روزہ پورا کر لے، کیونکہ (اس کا کچھ قصور نہیں) اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا (بخاری ومسلم عن ابی ہریرہؓ)

سحری کھانا

فرمایا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھایا کرو، کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری ومسلم عن انسؓ)

اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے (مسلم عن عمرو بن العاصؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھانے والوں پر خدا اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، (طبرانی عن ابن عمرؓ)

افطار میں جلدی کرنا

فرمایا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، یعنی غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کریں گے (بخاری ومسلم عن سہل)

اور فرمایا رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطار میں سب سے زیادہ جلدی کرنے والا ہے یعنی غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً افطار کرتا ہے اور اسے اس میں جلدی کا خوب اہتمام رہتا ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرۃؓ)

اور فرمایا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ادھر سے (یعنی مشرق سے) رات آگئی اور ادھر سے (یعنی مغرب سے) دن چلا گیا تو روزہ افطار کرنے کا وقت ہوگیا (آگے انتظار کرنا فضول ہے بلکہ مکروہ ہے)۔

(مسلم عن عمرو بن العاصؓ)

کھجور اور پانی سے افطار

فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم روزہ کھولنے لگو تو کھجوروں سے افطار کرو، کیونکہ کھجور سراپا برکت ہے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھول لو، کیونکہ وہ (ظاہر و باطن کو) پاک کرنے والا ہے۔ (ترمذی عن سلمان بن عامرؓ)

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)۔

سردی میں روزہ

حضرت عامر بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موسم سرما میں روزہ رکھنا مفت کا ثواب ہے (ترمذی)، مفت کا ثواب اس لئے فرمایا کہ اس میں پیاس نہیں لگتی اور دن بھی چھوٹا ہوتا ہے۔

جنابت روزہ کے منافی نہیں

فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے کہ رمضان المبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ جنابت صبح ہوجاتی تھی، اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی) پھر آپؐ غسل فرما کر روزہ رکھتے تھے (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت کرلی، پھر طلوعِ آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی، اس طرح سے روزہ کا کچھ حصہ حالتِ جنابت میں گذرا، اس لئے کہ روزہ بالکل ابتداءِ صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہوجائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے۔

روزہ میں مسواک

فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ روزہ اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جس کا میں شمار نہیں کرسکتا۔ (ترمذی)

مسواک تر ہو یا خشک روزہ میں ہر وقت کرسکتے ہیں، البتہ منجن، ٹوتھ پاوڈر،

ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ سے روزہ میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔

روزہ میں سُرمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں روزہ میں سُرمہ لگاؤں؟ فرمایا، لگالو۔ (ترمذی)

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کیا جائے

(۶۸) وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِيْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے، اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لئے) جگاتے تھے۔" (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۸۲، از بخاری ومسلم)

تشریح ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرے ایّام میں اتنی محنت نہ کرتے تھے۔ (مسلم عن عائشہؓ)

حضرت عائشہؓ نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپؐ تہبند کس لیتے تھے، علمائے اس کے دو مطلب بتائے ہیں، ایک یہ کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں رات جاگتے تھے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اردو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لئے بولا جاتا ہے کہ "خوب کمر کس لو" اور دوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیویوں کے پاس لیٹنے سے دُور رہتے تھے، کیونکہ ساری رات عبادت میں گذر جاتی تھی، اور اعتکاف بھی ہوتا تھا، اس لئے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلق کا موقع نہیں لگتا تھا۔

حدیث کے آخر میں جو اَيْقَظَ اَهْلَهٗ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت

کرتے تھے، اور گھر والوں کو بھی اس مقصد کے لئے جگاتے تھے، بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اجر و ثواب کے لینے کا لالچ ہو وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا، پھر جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے اہل و عیال کے لئے بھی پسند کرنا چاہیئے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عام راتوں میں نمازوں کے اندر اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے، پھر رمضان کے اندر خصوصاً اخیر عشرہ میں تو اور زیادہ عبادت بڑھا دیتے تھے، کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر اخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے، آپؐ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگے رہیں، لہٰذا اخیر عشرہ کی راتوں میں اُن کو بھی جگاتے تھے، بہت سے لوگ خود تو بہت زیادہ عبادت کرتے ہیں لیکن بال بچوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں، گھر کے لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے، اگر بال بچوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے، اور ان کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لئے اٹھانے اور شب قدر میں جگانے کی بھی ہمت ہو، جب بال بچوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو اُن کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی محبت عطا فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شبِ قدر اور اس کی دُعاء

(۶۹) وَعَنْهَا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیَّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْهَا قَالَ قُوْلِیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وصححہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ ارشاد فرمائیے کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ فلاں رات کو شب قدر ہے تو میں کیا دُعا کروں؟ آپؐ نے فرمایا یہ دُعا کرو، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۲، از احمد وابن ماجہ وترمذی)

شبِ قدر کی فضیلت

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے، پھر اس ماہ میں اخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے، اس عشرہ میں شب قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے، قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ؕ	"یعنی شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔"

ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور ۴ مہینے ہوتے ہیں، پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا، بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا ہے، ہزار مہینے سے شب قدر کس طرح بہتر ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے، مؤمن بندوں کے لئے شب قدر بہت ہی خیر وبرکت کی چیز ہے ایک رات جاگ کر عبادت کرلیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کا ثواب پالیں، اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے؟ اسی لئے تو حدیث شریف میں فرمایا:۔

مَنْ حُرِمَھَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَھَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ (ابن ماجہ)	"یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہوگیا، (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہو گیا، اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے، اور اس میں عبادت کرلینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کرلینا کوئی ایسی قابلِ ذکر تکلیف نہیں، جو برداشت سے باہر ہو، تکلیف ذراسی، اور ثواب بہت بڑا، اگر کوئی شخص ایک نیا پیسہ تجارت میں لگادے اور بیس کروڑ روپیہ نفع کا پائے اس کو کتنی خوشی ہوگی اور جس شخص کو اتنے بڑے نفع کا موقع ملا، پھر اس نے توجہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی اُمتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں، اس اُمت کی عمر بہت سے بہت ۷۰، ۸۰ سال ہوتی ہے، اللہ پاک نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا، محنت کم ہوئی وقت بھی

کم لگا، اور ثواب میں بڑی بڑی عمر والی اُمتوں سے بڑھ گئے، اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے کہ اس اُمت کو سب سے زیادہ نوازا، اب دیکھو، بندوں کی کیسی نالائقی ہوگی کہ اللہ کی بہت زیادہ نوازشش اور داد و دہش ہو اور وہ غفلت میں پڑے سویا کریں، رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو، خصوصاً آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو، اور اس میں بھی شب قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو، بچوں کو بھی ترغیب دو۔

دُعا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پوچھا کہ یا رسول اللہ شب قدر میں کیا دعا کروں؟ تو آپؐ نے یہ دعا تعلیم فرمادی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔

"اے اللہ اس میں شک نہیں آپ معاف کرنے والے ہیں معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں، لہٰذا مجھے معاف فرمادیجئے۔"

دیکھئے کیسی دُعا ارشاد فرمائی، نہ زر مانگنے کو بتایا نہ زمین، نہ دھن نہ دولت، کیا مانگا جائے؟ معافی! بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے، وہاں اللہ کے معاف فرمانے سے کام چلے گا، اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دنیا کی ہر نعمت اور لذت اور دولت و ثروت بیکار ہوگی، اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ۔ (بخاری و مسلم)

"جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا رہا اس کے پچھلے تمام گناہ کردیئے جائیں گے۔"

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں کھڑا رہے، اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو، اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے عبادت میں مشغول نہ ہو، بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے عبادت میں لگا رہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ اِحْتِسَابًا کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کرکے بشاشت

قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے کہ ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں، اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت زیادہ سرزد ہوتے ہیں۔ عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفعِ عظیم ہے۔

شبِ قدر کی تاریخیں

شبِ قدر کے بارے میں حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو لہٰذا رمضان کی ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کا خاص اہتمام کریں، خصوصاً ۲۷ ویں شب کو تو ضرور جاگیں، کیونکہ اس دن شبِ قدر ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس لئے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شبِ قدر کی اطلاع دوں، مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین میرے ذہن سے اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ (بخاری)

لڑائی جھگڑے کا اثر

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر بُرا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے شبِ قدر کی تعیین اٹھالی، یعنی کس رات کو شبِ قدر ہے مخصوص کرکے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اٹھالیا گیا اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی اُمّت کا فائدہ ہوگیا، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی ذکر

کریں گے، لیکن سبب آپس کا جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا پتہ چلا۔

شبِ قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح

علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کر کے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں:۔

(۱) اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے، اور صورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو معاصی یعنی گناہ کئے بغیر نہیں رہتے تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندیشہ ناک تھی۔

(۳) تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا، اور اب بشاشت کے ساتھ رمضان کی چند راتوں کی عبادت شب قدر کی تلاش میں نصیب ہو جاتی ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جلّ شانہٗ ملائکہ پر تفاخر کرتے فرماتے ہیں، اس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر رات رات بھر جاگتے ہیں، اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں، ممکن ہے جھگڑے کی وجہ سے اُس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلا دی گئی ہو، اور اس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعیین چھوڑ دی گئی ہو، واللہ تعالےٰ اعلم۔

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف

(۷۰) وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات ہونے تک آپؐ کا یہ معمول رہا، آپؐ کے بعد آپؐ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۱۸۳، از بخاری مسلم)

تشریح رمضان المبارک کی ہر گھڑی اور منٹ وسیکنڈ کو غنیمت جاننا چاہیئے، جتنا ممکن ہو اس ماہ میں نیک کام کرلو، اور ثواب لُوٹ لو، پھر رمضان میں بھی آخری دس دن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

رمضان کے آخری دس دن (جن کو عشرۂ اخیرہ کہا جاتا ہے) ان میں اعتکاف بھی کیا جاتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ان میں اعتکاف فرماتے تھے اور آپؐ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں، آپ کی وفات کے بعد بھی آپؐ کی بیویوں نے اعتکاف کا اہتمام کیا، جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہوا، یہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ زمانہ نبوت کی عورتیں نیکیاں کمانے کی دُھن میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔

اعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے، اس میں انسان یکسُو ہو کر اپنے اللہ سے لو لگائے رہتا ہے، اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر بھی ہوتی ہے، اس لئے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

مرد ایسی مسجد میں اعتکاف کریں جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو، اور عورتیں اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں، اپنے گھر میں جو جگہ نماز کے لئے مقرر کر رکھی ہو اُن کے لئے وہی مسجد ہے، عورتیں اسی میں اعتکاف کریں۔

رمضان کی بیسویں تاریخ کا سورج چھپنے سے پہلے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو

جائیں اور عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی نیت سے عورتیں گھر کی مسجد میں اور مرد پنجوقتہ نماز باجماعت والی مسجد میں جم کر رہیں، اسی کو اعتکاف کہتے ہیں، جم کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے تک مسجد ہی کی حد میں رہے، وہیں سوئے، وہیں کھائے قرآن پڑھے، نفلیں پڑھے، تسبیحوں میں مشغول رہے، جہاں تک ممکن ہو، راتوں کو جاگے، اور عبادت کرے، خاص کر جن راتوں میں شب قدر کی امید ہو، ان راتوں میں شب بیداری کا خاص اہتمام کرے۔

مسئلہ: اعتکاف میں میاں بیوی کے خاص تعلقات والے کام جائز نہیں ہیں نہ رات میں نہ دن میں، اور پیشاب پاخانہ کے لئے اعتکاف کی جگہ سے نکلنا درست ہے۔

مسئلہ: یہ جو مشہور ہے کہ جو اعتکاف میں ہو وہ کسی سے نہ بولے چالے یہ غلط ہے، بلکہ اعتکاف میں بولنا چالنا اچھی باتیں کرنا، کسی کو نیک بات بتا دینا اور برائی سے روک دینا، بال بچوں اور نوکروں و نوکرانیوں کو گھر کا کام کاج بتا دینا یہ سب درست ہے اور عورت کے لئے اس میں آسانی بھی ہے کہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھی رہے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے گھر کا کام کاج بھی بتاتی رہے۔

مسئلہ: اگر اعتکاف میں عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو اس کا اعتکاف وہیں ختم ہو گیا، رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں اگر ایسا ہو جائے تو کسی عالم سے مسائل معلوم کر کے قضا کر لیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعتکاف معتکف کو گناہوں سے روکتا ہے، اور اس کے لئے (ان سب نیکیوں کا ثواب (بھی) جاری رہتا ہے (جنہیں اعتکاف کے باعث انجام دینے سے قاصر رہتا ہے) (مشکوٰۃ المصابیح)

فائدہ: جس دن صبح کو عید یا بقر عید ہو اس رات کو بھی ذکر عبادت اور نفل نماز سے زندہ رکھنے کی فضیلت آئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ رکھا، اُس دن اس کا دل مُردہ نہ ہو گا جس دن دل مُردہ ہوں گے (یعنی قیامت کا دن۔ (الترغیب والترہیب للمنذری)

آخری رات میں بخششیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں اُمتِ محمدیہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے، عرض کیا گیا یارسول اللہ کیا اس سے شبِ قدر مراد ہے؟ فرمایا نہیں! (یہ فضیلت آخری رات کی ہے، شبِ قدر کی فضیلتیں اس کے علاوہ ہیں) بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اجر اس وقت پورا دے دیا جاتا ہے، جب کام پورا کر دیتا ہے، (اور آخری شب میں عمل پورا ہو جاتا ہے لہٰذا بخشش ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

عید کا دن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر اس بندہ کے لئے خدا تعالٰی سے رحمت کی دُعا کرتے ہیں جو کھڑے بیٹھے اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو، پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی فرشتوں کے سامنے فخر سے فرماتے ہیں (کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے، اور حکم مانا) اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! بتاؤ اس مزدور کی کیا جزاء ہے جس نے عمل پورا کر دیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے۔ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا، اور اب دُعا میں گڑگڑانے کے لئے نکلے ہیں قسم ہے میرے عزت و جلال اور کرم کی اور میرے علو و ارتفاع کی میں ضرور اُن کی دُعا قبول کروں گا، پھر (بندوں کو) ارشاد باری تعالٰی ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا، لہٰذا اس کے بعد (عید گاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب)

مسئلہ: عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، آج کے دن روزہ نہ رکھنا عبادت ہے۔

صدقۃ الفطر عید کے دن صدقۂ فطر بھی ادا کریں جو صاحبِ نصاب پر واجب ہے، حدیث شریف میں ہے کہ صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لئے ہے اور مسکینوں کی روزی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

صدقۃ الفطر کے مسائل زکوٰۃ کے بیان میں گذر چکے ہیں۔

کن لوگوں کو روزۂ رمضان چھوڑ کر بعد میں رکھنے کی اجازت ہے

(۱۷) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نِ الْكَعْبِیِّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰی ۔

(رواہ ابو داود والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت انس کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لئے نماز کا ایک حصہ معاف فرما دیا ہے اور رمضان کے روزے نہ رکھنے کی بھی مسافر کو اجازت دی ہے اور اسی طرح دودھ پلانے والی عورت اور حمل والی عورت کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے (اور بعد میں قضا کر لے) (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۷۷ باب صوم المسافر)

تشریح:۔ رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دینا بھی بہت بڑا گناہ ہے ۔ اور جو فرض روزہ چھوڑنے کا مرتکب ہو وہ فاسق ہے ۔

مریض البتہ جو شخص ایسا مریض ہو کہ روزہ رکھنے سے اُس کی جان پر بن آنے کا قوی اندیشہ ہو یا سخت مرض میں مبتلا ہو اور روزے کی وجہ سے مرض کے طول پکڑ جانے کا غالب گمان ہو اُس کے لئے جائز ہے کہ رمضان شریف کے روزے رمضان میں نہ رکھے اور اُس کے بعد جب اچھا ہو جائے قضا رکھ لے ۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جسے عام طور سے لوگ نہ جانتے ہوں ۔ لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں ۔ اوّل یہ کہ معمولی معمولی مرض میں روزہ چھوڑ دیتے ہیں گو اس مرض کے لئے روزہ مضر بھی نہ ہو ۔ دوم یہ کہ فاسق اور بے دین بلکہ بددین ڈاکٹروں کے قول کا اعتبار کر لیتے ہیں ، ڈاکٹر کہہ دیتے ہیں کہ روزہ نہ رکھئے گا ۔ ان ڈاکٹروں کو روزوں کی نہ قیمت معلوم ہے نہ شرعی مسئلہ کی صحیح صورت کا علم ہے ۔ نہ خود روزہ رکھنے کی عادت ہے نہ اُن کے دل میں کسی مؤمن کے روزے کا درد ہے ایسے لوگوں کے قول کا کوئی

اعتبار نہیں ہے۔ چونکہ عموماً ڈاکٹر آج کل فاسق ہی ہیں اس لئے مریض کو اپنی صوابدید سے اور کسی ایسے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے جو خوفِ خُدا رکھتا ہو۔ اور جو مسئلہ شرعیہ سے واقف ہو۔ سوم یہ کوتاہی عام ہے کہ بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ دیتے ہیں اور پھر رکھتے ہی نہیں اور بہت بڑی گناہگاری کا بوجھ لے کر قبریں چلے جاتے ہیں۔

مُسافر مسافر جو مسافتِ قصر کے ارادے سے اپنے شہر یا بستی سے نکلا جب تک سفر میں رہے گا مرد ہو یا عورت چار رکعتوں والی نمازوں کی جگہ دو رکعتیں فرض پڑھے گا ہاں اگر کسی ایسے امام کے پیچھے جماعت میں شریک ہو جائے جو مسافر نہ ہو تو پوری نماز پڑھنی ہوگی نیز اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو مُسافر کے حکم میں نہیں رہے گا اور پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ مسافرت قصر ۴۸ میل ہے۔ اتنی دور کا ارادہ کر کے روانہ ہو جانے پر شرعی مسافر ہے جبکہ اپنے وطن سے نکل جائے۔ اتنی دور کا مسافر خواہ پیدل سفر کرے خواہ بس سے خواہ ہوائی جہاز سے یا اور کسی تیز رفتار سواری سے شرعی مسافر مانا جائے گا۔ شریعت نے نمازِ قصر کی بنیاد مسافت قصر پر رکھی ہے اگرچہ تکلیف نہ ہو تب بھی ۴۸ میل کا مسافر چار رکعت والے فرض کی جگہ دو رکعتیں پڑھنی چاہئیے اگر پوری چار رکعتیں پڑھ لیں تو بُرا کیا۔ یہ مسئلہ نماز قصر کے بیان میں بھی گذر گیا ہے یہاں روزہ کے بارے میں مسافتِ قصر بتلانے کے ذیل میں دہرا دیا گیا ہے۔

مسئلہ: جس مسافر کے لئے چار رکعت والی نمازِ فرض کی جگہ دو رکعت پڑھنا ضروری ہے اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ رمضان شریف کے موقع پر سفر میں ہو تو روزہ نہ رکھے۔ اور بعد میں گھر میں آکر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کر لے۔ خواہ ہوائی جہاز یا موٹر کار سے سفر کیا ہو اور خواہ کوئی تکلیف محسوس نہ ہوتی ہو اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لے گا تو مسافر نہ ہوگا۔ جیساکہ اُوپر بیان ہوا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بہت سے لوگ جس طرح مرض کی حالت میں روزہ چھوٹ جانے پر بعد میں قضا نہیں رکھتے اسی طرح لوگ سفر میں روزہ چھوڑ کر بعد میں گھر آکر قضا نہیں رکھتے اور گناہگار مرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔	جو شخص اس ماہ میں موجود ہو وہ ضرور اس میں روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مریض اور مسافر سے روزہ معاف نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دے دی ہے۔ لیکن بعد میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا فرض ہے۔ اگر زیادہ تکلیف نہ ہو تو رمضان ہی میں روزہ رکھ لینا زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی گو مرض اور سفر میں بعد میں رکھنے کی نیت سے رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن رمضان ہی میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔ اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ اوّل تو رمضان المبارک کی برکت اور نورانیت سے محرومی نہ ہو گی۔ دوسرے سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر روزہ رکھنے میں آسانی بھی ہو گی اور بعد میں تنہا روزے رکھنا مشکل ہو گا۔

مَسئلہ:۔ ۴۸ میل سے کم سفر میں روزہ چھوڑنا درست نہیں۔

دودھ پلانے والی جس طرح مریض اور مسافر کو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے (جس کی شرطیں اوپر لکھی گئیں) اسی طرح دودھ پلانے والی عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں قضا کرلے۔ بشرطیکہ روزہ رکھنے سے بچّے کو دودھ نہ ملنے کی وجہ سے غذا سے محرومی ہوتی ہو۔ اگر بچّہ ماں کے دودھ کے علاوہ دوسری غذا کے ذریعہ گذارہ کر سکتا ہو۔ مثلاً اوپر کا دودھ پینے سے یا دلیہ چاول وغیرہ کھانے سے بچّہ کی غذا کا کام چل سکتا ہے تو دودھ پلانے والی عورت کو روزہ چھوڑنا حرام ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی بچّے کی عمر دو سال ہونے تک ہے۔ جب بچّے کی عمر دو سال ہو جائے تو اُس کو عورت کا دودھ پلانا ہی منع ہے۔

اس میں روزہ چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسئلہ : دودھ پلانے والی کو شرطِ مذکور کے ساتھ رمضان کا روزہ نہ رکھنا اس صورت میں جائز ہے جبکہ بچّہ کا باپ دوسری عورت کو معاوضہ دے کر دودھ پلانے سے عاجز ہو یا وہ بچّہ ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ لیتا ہی نہ ہو۔

حاملہ جو عورت حمل سے ہو اُس کو بھی رمضان شریف میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ فارغ ہونے کے بعد چھوڑے ہوئے روزے رکھ لے۔ مگر شرط وہی ہے کہ روزہ رکھنے سے بہت زیادہ تکلیف میں پڑنے یا اپنے بچّے کی جان کا اندیشہ ہو۔

فدیہ کا حکم وہ عورت یا مرد جو مستقل ایسا مریض ہو کہ روزہ رکھنے سے جان پر بن آنے کا شدید خطرہ ہو اور زندگی میں اچھّے ہونے کی اُمید ہی نہ ہو۔ یا وہ مرد و عورت جو بہت زیادہ بوڑھا ہے روزہ رکھ ہی نہیں سکتا۔ اور روزے پر قادر ہونے کی کوئی امید نہیں یہ لوگ روزے کے بجائے فدیہ دیں لیکن بعد میں کبھی روزہ رکھنے کے قابل ہو گئے تو گذشتہ روزوں کی قضا کرنی ہو گی۔ اور آئندہ روزے رکھنے ہوں گے اور جو فدیہ دیا ہے صدقہ میں شمار ہو گا۔

مسئلہ : ہر روزے کا فدیہ یہ ہے کہ ایک سیر ۱۲ ½ چھٹانک گیہوں یا اُس کی قیمت کسی مسکین کو دیوے یا فی روزہ ایک مسکین کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیوے۔

حیض والی عورت نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے لیکن بعد میں روزوں کی قضا کرے

(۴۲) وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ؟ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُوْرِيَّةٍ وَلٰكِنِّيْ اَسْأَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَدْ كَانَتْ اِحْدٰنَا

تَحِيضُ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ : حضرت معاذہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ (رمضان کے مہینے میں) کسی عورت کو حیض آجائے تو (ان دنوں کے) روزوں کی قضا رکھتی ہے اور (عموماً ہر مہینہ حیض آتا رہتا ہے۔ رمضان ہو یا غیر رمضان ان دنوں کی) نمازوں کی قضا نہیں پڑھتی (یہ نماز اور روزے میں فرق کیوں ہے) یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تو نیچری ہوگئی ہے؟ (جو احکام شریعت میں ٹانگ اڑاتی ہے) میں نے کہا میں نیچری نہیں ہوں صرف معلوم کر رہی ہوں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا نے جواب دیا کہ ہم تو اتنی بات جانتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں، ہم کو حیض آتا تھا تو نمازوں کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا تھا اور روزوں کی قضا کا حکم ہوتا تھا۔ (مسلم شریف ص ۱۵۳ ج ۱)

تشریح : حضرت معاذہؒ ایک تابعی عورت تھیں، بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکورہ بالا سوال کیا تو انہوں نے اُن سے پوچھا اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ۔ یعنی کیا تو حرورية ہوگئی ہے؟ حرورا، ایک گاؤں تھا وہاں خوارج کا جمگھٹا تھا۔ یہ لوگ دین اور شریعت کو اپنی عقل کے معیار سے جانچنے کی کوشش کرتے تھے اور اپنی سمجھ کی ترازو میں تولتے تھے اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا نے حضرت معاذہؒ سے فرمایا کہ تو دین میں اپنی عقل کا دخل دے رہی ہے۔ یہ تو اُن لوگوں کا طریقہ ہے جو حرورا بستی میں رہتے ہیں اسی لئے ہم نے اس لفظ کا ترجمہ لفظ "نیچری" سے کردیا ہے۔ بہت سے لوگ دین کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا تو منکر ہوتے ہیں یا اعتراض کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمارے اسلاف کی زبان میں نیچری کہلاتے ہیں کیونکہ اپنے نیچر کی بیچر" دین میں لگانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا روگ ہے جو دل میں حقیقی ایمان راسخ نہیں ہونے دیتا۔

احکام شرعیہ کو حکمت اور علت معلوم ہوئے بغیر ماننا لازم ہے

احکام کی حکمتیں معلوم کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے لیکن حکمت سمجھ میں نہ آئے تو حکم ہی کو نہ مانے اور اس کے خلاف رسالے لکھنے لگے اور مضامین شائع کرنے لگے۔ یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ کسی حکم شرعی کی حکمت معلوم ہو گئی تو بہت اچھی بات ہے اور معلوم نہ ہو سکے یا سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اسی طرح سچے دل سے ماننا ضروری ہے جیسا کہ حکمت سمجھ میں آنے پر مانتے اور یہ بات بھی واضح رہے کہ کسی مسئلہ کی اگر کوئی حکمت سمجھ میں آجائے تو اس کو یوں نہ سمجھے کہ اس کی واقعی یہی حکمت ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسری کوئی حکمت ہو۔

جب حضرت عائشہؓ نے اپنی شاگرد معاذہ کی سرزنش کی تو انہوں نے جواب دیا میں نیچری نہیں ہوں یعنی دین میں ٹانگ اڑانا میرا مقصد نہیں البتہ حکمت معلوم کرنے کو جی چاہتا ہے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکمت نہ بتائی بلکہ ایک مؤمنانہ مضبوط جواب دے دیا کہ عمل کرنے کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں کو حیض آتا تھا تو نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا اور رمضان میں حیض آجاتا تھا تو اُن دنوں کے روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا۔ درحقیقت ایک مؤمن بندہ کے لئے یہ جواب بالکل کافی ہے کیونکہ مقصدِ زندگی حکمِ ربیّ کی تعمیل ہے نہ کہ علت و حکمت کی تلاش۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر اکتفا کیا۔ البتہ حکماء اسلام نے اس میں ایک حکمت یہ بتائی ہے کہ نمازیں روزانہ کی پانچ کی تعداد میں جمع ہو کر بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔ عورت کو گھریلو کام کاج اور بچوں کی پرورش کے مشاغل کی وجہ سے ان سب کی قضا پڑھنا سخت مشکل ہے اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ حیض کے زمانے کی نمازوں کو بالکل ہی معاف فرما دیا اور روزے چونکہ بارہ ماہ میں صرف ایک مرتبہ آتے ہیں اور حیض کی وجہ سے جو روزے چھوٹتے ہیں وہ زیادہ ہوتے بھی نہیں اُن کی قضاء رکھ لینا آسان ہے اس لئے اُن کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ عورتیں عموماً روزے رکھنے میں ماہر ہوتی ہیں اور نمازوں سے جان چراتی ہیں اگر ماہواری کے دنوں کی نمازوں کی قضا لازم کر دی جاتی تو قضا نہ پڑھتیں اور گنہ گار رہتیں اور ادا کرنا مشکل بھی تھا

فَسُبْحَانَ مَنْ لَّا یُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

نفلی روزوں کا ثواب اور عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھنے کا حکم

(۷۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلْمَرْءَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنَ فِیْ بَیْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ (نفل) روزہ رکھے جبکہ اُس کا شوہر گھر پر ہو۔ ہاں اُس کی اجازت سے رکھ سکتی ہے اور عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دے۔ ہاں اگر شوہر کسی کے بارے میں اجازت دے تو عورت بھی اجازت دے سکتی ہے (کیونکہ مسلمان شوہر جس کے آنے کی اجازت دے گا وہ عورت کا محرم ہوگا۔ (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۱۷۱)

تشریح: دینِ اسلام کامل اور مکمل دین ہے' اس میں دونوں طرح کے حقوق یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت رکھی گئی ہے جس طرح حقوق اللہ کی ادائیگی عبادت ہے اسی طرح حقوق العباد کا ادا کرنا بھی عبادت ہے۔ اس حدیث پاک میں حقوق العباد کی نگہداشت کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں اور آپس میں ایک ایسا تعلق ہے جو روزے میں نہیں ہوتا۔ اگر کوئی عورت روزہ پر روزہ رکھتی چلی جائے اور شوہر کے خاص تعلق کا خیال نہ رکھے تو گناہ گار ہوگی۔ شوہر کو خوش رکھنا اور اُس کے حقوق کا دھیان رکھنا بھی عبادت ہے۔ بعض عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ روزہ پر روزہ رکھتی چلی جاتی ہیں اور روزانہ روزہ رکھنے کی عادت ڈال لیتی ہیں۔ دن میں روزہ، رات کو تھک کر پڑ گئیں۔ شوہر بے چارے کا کوئی دھیان نہیں۔ یہ طریقہ شرعاً درست نہیں ہے۔ عورتوں کے لئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ شوہر گھر پر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے۔ شوہر اگر اجازت دے تو نفلی روزہ رکھے البتہ روزانہ روزہ

رکھنا بھی منع ہے۔

روزانہ روزہ رکھنے کی ممانعت

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے روزانہ روزہ رکھا اُس نے نہ روزہ رکھا نہ بے روزہ رہا (مسلم شریف) مطلب یہ ہے کہ روزانہ روزہ رکھنے سے نفس کو عادت ہو جاتی ہے۔ عادت ہو جانے سے مشقت نہیں ہوتی۔ جب مشقت نہ ہوئی تو روزہ کا مقصد ختم ہو گیا۔ اب یوں کہا جائے گا کہ کھانے پینے کے اوقات بدل دیئے۔ اس صورت میں عبادت کی شان باقی نہ رہے گی۔ اگر کسی سے ہو سکے تو ایک دن روزہ رکھے ایک دن بے روزہ رہے۔ یہ بہت فضیلت کی بات ہے لیکن شرط وہی ہے کہ شوہر کی اجازت ہو اور اس قدر بے طاقت نہ ہو جائے کہ دوسری عبادات اور ادائیگی حقوق میں فرق آجائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑے درجے کے صحابی تھے۔ یہ روزانہ روزہ رکھتے تھے اور راتوں رات نفل پڑھتے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھو اور بے روزہ بھی رہا کرو۔ راتوں میں نفل نماز میں بھی کھڑے رہا کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور جو لوگ تمہارے پاس آئیں اُن کا بھی تم پر حق ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کا کمال یہ ہے کہ اپنے بدن اور اعضاءِ جسم اور بیوی بچوں اور مہمانوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے ہوئے نفل عبادت کی جائے۔ مہمان آیا اُسے نوکر چاکر کے ذریعے کھانا کھلوا دیا سونے لگے تو وہ اکیلا سو گیا اور صاحبِ خانہ نمازیں لگ گئے۔ وہ بے چارہ منتظر ہی رہا کہ دو باتیں کب کروں؟ یہ کوئی صحیح عبادت نہیں۔ البتہ نفس کی شرارت کو بھی موقع نہیں دینا چاہیئے یعنی موقع ہوتے ہوئے نفس بہانے نہ نکال لے کہ آج مہمان ہیں کیسے نماز پڑھوں؟ اور دو رکعت پڑھ لوں گی تو بوڑھی ہو جاؤں گی اور اگر ایک نفل روزہ رکھ لیا تو کمزوری کے پہاڑ ہی ٹوٹ پڑیں گے۔ خلاصہ یہ کہ شریعت کی حدود میں نفس و شیطان کے فریب سے بچتے ہوئے نفل نمازیں پڑھو

اور نفل روزے رکھو، تلاوت بھی کرو اور ذکر بھی کرو اور کسی مخلوق کا حق واجب بھی ضائع نہ ہونے دو۔

فرض روزوں کی ادا اور قضا میں شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں

تنبیہ۔ فرض نماز اور فرض روزے کی ادائیگی میں شوہر کی اجازت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے وہ اجازت نہ دے تب بھی اُن کی ادائیگی فرض ہے اگر وہ اس سے روکے گا تو سخت گنہ گار ہوگا۔ اسی طرح رمضان کے جو روزے ماہواری کی مجبوری کی وجہ سے رہ جائیں تو اُن کی قضا رکھنا بھی فرض ہے۔ اگر شوہر روکے تب بھی قضا رکھ لیوے۔ اگر وہ روکے گا تو سخت گنہ گار ہوگا۔

پیر اور جمعرات اور چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کے روزے

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی روزے رکھنا چاہیئے۔ روزہ بہت بڑی عبادت ہے اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔ عید کے مہینہ کے چھ روزوں کا ذکر آئندہ حدیث کی تشریح میں آرہا ہے۔ پیر اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھنے کی بھی فضیلت آئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو بارگاہِ خداوندی میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش کیا جائے کہ میں روزے سے ہوں۔ (ترمذی شریف)

چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کی بھی فضیلت وارد ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں کے روزے رکھنے کی ترغیب دی ہے۔

بقرعید کی نویں تاریخ کا روزہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ سے پختہ اُمید رکھتا ہوں کہ بقرعید کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے۔

عاشوراء کا روزہ

اور یوم عاشوراء (یعنی محرم کی دس تاریخ) کے بارے میں اللہ سے پختہ اُمید رکھتا ہوں کہ اس کے رکھنے کی وجہ سے ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے۔ (مشکوٰۃ)

بقر عید کی نویں تاریخ سے پہلے جو آٹھ دن ہیں اُن کا روزہ رکھنے کی بھی فضیلت آئی ہے۔ ان روزوں کے علاوہ اور جس قدر نفل روزے کوئی شخص مرد ہو یا عورت رکھے گا اس کے حق میں اچھا ہوگا۔ قیامت کے دن نوافل کے ذریعہ فرائض کی کمی پوری کی جائے گی اس لئے اس عبادت سے غافل نہ ہوں لیکن دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں اوّل یہ کہ اس عبادت کی وجہ سے کسی کی حق تلفی نہ ہو مثلاً مرد زیادہ نفلی روزے رکھ کر اس قدر کمزور نہ ہو جائے کہ بیوی بچوں کو کما کر نہ دے سکے یا دوسرے حقوق میں کوتاہی ہونے لگے یا مثلاً کوئی عورت روزے رکھنے کی وجہ سے شوہر اور بچوں کے حقوق ضائع نہ کر دے۔

عید کے مہینے میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت

(۴۷) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینے میں رکھ لئے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۹)

تشریح: اس مبارک حدیث میں رمضان مبارک گذرنے کے بعد ماہ شوال میں چھ نفلی روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کا عظیم ثواب بتایا گیا ہے۔ ثواب دینے کے بارے میں اللہ پاک نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا مقرر فرمایا ہے جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے اور رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہو گئے۔ چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہو جاتے ہیں۔ قمری کے حساب سے ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے لہٰذا چھتیس روزے

رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین سو ساٹھ روزے شمار ہوں گے اور اس طرح پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر ہر سال کوئی شخص ایسا ہی کر لیا کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزے رکھنے والا مان لیا جائے گا۔ اللہ اکبر! بے انتہا رحمت اور آخرت کی کمائی کے اللہ پاک نے کیسے بیش بہا مواقع دیئے ہیں۔

فائدہ۔ اگر رمضان کے روزے چاند کی وجہ سے انتیس ہی رہ جائیں تب بھی یہ تیس ہی شمار ہوں گے کیونکہ ہر مسلمان کی نیّت ہوتی ہے کہ چاند نظر نہ آئے تو تیسواں روزہ بھی رکھے گا۔ اس اعتبار سے انتیس روزے رمضان کے اور چھ عید کے کل پینتیس روزے رکھنے سے بھی پورے سال روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھنے پر اس ثواب کی خوشخبری سنائی۔ لہٰذا ہمیں یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایک روزہ چاند کی وجہ سے رہ گیا تو ثواب پورے سال کا ہوگا یا نہیں۔

فائدہ۔ بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ یہ ثواب اُسی وقت ملے گا جبکہ عید کے بعد دوسرے دن کم از کم ایک روزہ ضرور رکھ لے یہ غلط ہے۔ اگر دوسری تاریخ سے روزے شروع نہ کئے اور پورے ماہ شوال میں چھ روزے رکھ لئے تب بھی یہ ثواب مل جائے گا۔

نفلی روزہ رکھ کر توڑ دینے سے اُس کی قضا لازم ہوتی ہے

(۷۵) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ زَوْجَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْبَحَتَا صَائِمَتَيْنِ مُتَطَوِّعَتَيْنِ فَاُهْدِيَ لَهُمَا طَعَامٌ فَاَفْطَرَتَا عَلَيْهِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَبَدَرَتْنِيْ بِالْكَلَامِ وَكَانَتْ بِنْتَ اَبِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ اَنَا وَعَائِشَةُ صَائِمَتَيْنِ مُتَطَوِّعَتَيْنِ فَاُهْدِيَ لَنَا طَعَامٌ فَاَفْطَرْنَا عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْضِيَا مَكَانَهٗ يَوْمًا اٰخَرَ ۔ (رواہ مالك فی الموطا)

ترجمہ:۔ حضرت ابن شہاب زہری (تابعی) نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو بیویوں یعنی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نفلی روزہ رکھ لیا اور صبح ہوگئی۔ اس کے بعد اُن کی خدمت میں بطور ہدیہ کھانا پیش کردیا گیا جسے انہوں نے کھالیا اور روزہ توڑ دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسئلہ معلوم کرنے کا ارادہ کیا۔ اور حفصہ بات کرنے میں مجھ سے آگے بڑھ گئی اور وہ اپنے باپ کی بیٹی تھی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اور عائشہ نے نفلی روزہ رکھ لیا تھا اس حال میں صبح ہوئی کہ ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے لئے کھانے کا ہدیہ پیش کیا گیا ہم نے وہ کھانا کھالیا اور روزہ توڑ لیا (تو اب ہم کیا کریں) اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس روزہ کی جگہ ایک روزہ رکھ لینا (موطا امام مالکؒ ص۹۵ طبع دارالاشاعت کراچی)

تشریح: نفل نماز ہو یا روزہ ہو اس کی ادائیگی بندہ کے ذمہ لازم نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کرکے توڑ دے یا نفلی روزہ رکھ کر آفتاب غروب ہونے سے پہلے قصداً کچھ کھا پی لے یا ایسا کوئی عمل کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو پھر اس نماز اور اس روزہ کی قضا لازم ہو جاتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب تک نفل نماز یا نفل روزہ شروع نہ کیا تھا اس وقت تک وہ نفل تھا اور جب شروع کردیا تو اس کا پورا کرنا واجب ہوگیا کیونکہ شروع کرلینے سے نیک کام کی ابتدا ہو جاتی ہے اور درمیان میں چھوڑ دینے سے وہ عمل ختم ہو جاتا ہے شروع کرنے کے بعد پورا کرنے سے پہلے چھوڑ دینا پسندیدہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ	"اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا	اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور
تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ.	اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

---

[۱] اس کا مطلب یہ ہے کہ حفصہؓ کے والد حضرت عمرؓ بات کرنے اور سوال جواب کرنے میں جرأت رکھتے تھے۔ یہی حال اُن کی بیٹی کا تھا اسی لئے انہوں نے سوال کرنے میں پہل کرلی۔ ۱۲

اوپر جو حدیث مذکور ہوئی اُس سے یہ قانون معلوم ہوگیا کہ نفل کی ابتدا کرنے سے لازم ہو جاتا ہے۔ نماز روزے کے علاوہ اگر کوئی مرد یا عورت عمرہ کا یا نفل حج کا احرام باندھ لے تو اس کو بھی بیچ میں ختم کر دینا جائز نہیں ہے اگر کسی نے کوئی ایسی حرکت کر لی جس سے عمرہ اور حج فاسد ہو جاتا ہے تو حج اور عمرہ کی قضا لازم ہوگی اور حج آئندہ سال ہی ہو سکے گا البتہ عمرہ پورے سال میں ہو سکتا ہے۔ صرف حج کے پانچ دنوں میں عمرہ کرنا ممنوع ہے۔

مسئلہ: نفل نماز کی ہر دو رکعت علیحدہ نماز شمار ہوتی ہے۔ اگر چار رکعت کی نیّت باندھ کر نماز شروع کی تو جب تک تیسری رکعت شروع نہ کر دے دو ہی رکعت کا پورا کرنا واجب ہوگا۔ لہٰذا اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت کی پھر دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تو کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیّت باندھی اور ابھی دو رکعتیں پوری نہ ہوئی تھیں کہ نماز توڑ دی تو فقط دو رکعت کی قضا پڑھے۔

مسئلہ: اگر چار رکعت کی نیت باندھی اور دو رکعتیں پڑھ لیں۔ پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں نماز توڑ دی تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر اس نے التحیّات وغیرہ پڑھی ہے تو فقط دو رکعت کی قضا پڑھے۔ اور اگر دوسری رکعت پر نہیں بیٹھی بے التحیّات پڑھے بھُولے سے کھڑی ہوگئی یا قصداً کھڑی ہوگئی تو پوری چار رکعتوں کی قضا پڑھے۔

مسئلہ: ظہر کی چار رکعت سنّت کی نیّت اگر ٹوٹ جائے تو پوری چار رکعتیں پھر سے پڑھے چاہے دو رکعت پر بیٹھ کر التحیّات پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔

مسئلہ: اگر کسی عورت نے نفل نماز شروع کی پھر اُس کو نماز کے اندر وہ معذوری شروع ہوگئی جو عورت کو ہر مہینے پیش آتی ہے تو نماز چھوڑ دے اور بعد میں اس نماز کی قضا پڑھے۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے نفل روزہ رکھ لیا اور کچھ وقت گذرنے کے بعد ہر مہینے والی معذوری پیش آگئی تو روزہ ختم ہوگیا۔ پاک ہونے کے بعد اس کی قضا کرے۔

مسئلہ: نفل نماز، روزہ شروع کر کے خود سے توڑ دینا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ اس نیّت سے ہو کہ بعد میں قضا کر لیں گے۔ ہاں اگر کسی کے یہاں کوئی مہمان آگیا اور وہ اَڑ گیا کہ جب تک صاحبِ خانہ ساتھ نہ کھائے میں نہ کھاؤں گا تو اس کی دلداری کے لئے

روزہ توڑ دینا جائز ہے لیکن بعد میں اُس کی قضا رکھنا لازمی ہے۔

اگر روزہ دار کے پاس کوئی کھانے لگے تو روزہ دار کے لئے فرشتے دُعا کرتے ہیں

(۷۶) وَعَنْ اُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهُ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَهَا كُلِي فَقَالَتْ اِنِّيْ صَائِمَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهٗ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا۔ (رواہ احمد والترمذی وغیرہما)

ترجمہ: حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے بیان فرمایا کہ آنحضرت فخر عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپؐ کے لئے کھانا منگایا آپؐ نے فرمایا کہ تم (بھی) کھاؤ! میں نے عرض کیا میں روزہ سے ہوں! یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ جب روزہ دار کے پاس کھایا جائے تو اس کے لئے فرشتے مغفرت کی دُعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ کھانے والے فارغ ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۸۱ بحوالہ احمد و ترمذی)

تشریح: روزہ خود صبر کا نام ہے۔ انسان جب روزہ کی نیّت کر لیتا ہے تو یہ طے کر لیتا ہے کہ سورج چھپنے تک کوئی چیز نہیں کھاؤں گا پیوں گا۔ پھر جب روزہ دار کے سامنے کوئی شخص کھانے لگے تو روزہ دار کے صبر کی مزید فضیلت بڑھ جاتی ہے کیونکہ دوسرے کو کھاتا دیکھ کر جو نفس میں خصوصی تقاضا پیدا ہوتا ہے اس کو دباتا ہے اور روزہ پورا کئے بغیر کچھ نہیں کھاتا پیتا۔ اس کے اس خصوصی صبر کی وجہ سے یہ خصوصی فضیلت دی گئی کہ کھانے والا جب تک اس کے پاس کھائے اُس کے لئے فرشتے بخشش کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔

فائدہ: حضرت ام عمارہ (عمارہ کی والدہ) رضی اللہ عنہا بڑی فضیلتوں والی صحابیہ ہیں جن سے حدیثِ بالا کی روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے جہادوں میں بھی شرکت کی، اپنے شوہر زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں۔ پھر بیعت الرضوان میں شریک ہوئیں۔ پھر جنگِ یمامہ میں شرکت کی اور دشمنوں سے ایسی لڑائی لڑی کہ خود

اُن کے اپنے جسم میں بارہ جگہ زخم آگئے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

ماہِ شعبان کے روزے اور دیگر اعمال

شعبان میں روزوں کی کثرت

(۷۷) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ۔ وَمَا رَأَيْتُهٗ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل (نفلی) روزے رکھتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں خیال ہونے لگتا تھا کہ اب آپؐ بے روزہ نہیں رہیں گے اور جب روزے رکھنا چھوڑتے تو اتنے دن چھوڑتے چلے جاتے تھے کہ ہمیں خیال گذرنے لگتا تھا کہ اب آپؐ نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں سوائے رمضان کے مہینے کے۔ اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی دوسرے مہینے میں (نفلی) روزے رکھے ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ چند ایام کے علاوہ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۸ بحوالہ بخاری ومسلم)

شب برات میں رحمت و مغفرت کی بارش اور خاص خاص گناہگاروں کی بخشش نہ ہونا

(۷۸) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَطَّلِعُ اللّٰہُ اِلٰی جَمِیْعِ خَلْقِہٖ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِہٖ اِلَّا لِمُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ (رواہ الطبرانی وابن حبان وروی البیھقی مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ مَرْفُوْعًا ھٰذِہٖ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلّٰہِ فِیْھَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُوْرِ غَنَمِ کَلْبٍ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ فِیْھَا اِلٰی مُشْرِکٍ وَلَا اِلٰی مُشَاحِنٍ وَلَا اِلٰی قَاطِعِ رَحِمٍ وَلَا اِلٰی مُسْبِلٍ وَلَا اِلٰی عَاقٍّ لِوَالِدَیْہِ وَلَا اِلٰی مُدْمِنِ خَمْرٍ وعند احمد من روایۃ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو فَیَغْفِرُ لِعِبَادِہٖ اِلَّا اثْنَیْنِ مُشَاحِنٍ وَ قَاتِلِ نَفْسٍ ۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ شعبان کی پندرھویں رات کو اپنی تمام مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پوری مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں لیکن مشرک اور کینہ رکھنے والا نہیں بخشا جاتا (طبرانی وابن حبان) بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ قطع رحمی کرنے والے اور تہمد یا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے اور شراب کی عادت رکھنے والے اور کسی کو ناحق قتل کرنے والے کی (بھی) اس رات میں مغفرت نہیں ہوتی۔ (الترغیب والترہیب ص ۸۰ ج ۲)

(۷۹) وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ فَقَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فَاِذَا ھُوَ بِالْبَقِیْعِ فَقَالَ اَکُنْتِ تَخَافِیْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْکِ وَرَسُوْلُہٗ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنَّکَ اَتَیْتَ بَعْضَ نِسَائِکَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْزِلُ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ (رواہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی سمعت محمدًا یعنی البخاری یضعّف ھذا الحدیث)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کو (سوتے سوتے میری آنکھ کھلی) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گھر میں نہ پایا (آپؐ کو تلاش کرنے کے نکلی تو) آپؐ بقیع یعنی مدینہ منورہ کے قبرستان میں ملے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تجھے اس بات کا خطرہ گذرا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ تجھ پر ظلم کریں گے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری باری کی رات ہوتے ہوئے کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں مجھے تو یہی خیال گذرا کہ آپؐ اپنی کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا (میں کسی کے پاس نہیں گیا یہاں بقیع آیا ہوں، یہ دُعا کرنے کی رات ہے۔ کیونکہ) بے شک اللہ جلّ شانہ ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کی رات کو قریب والے آسمان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۵، بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

شبِ براءت میں آئندہ سال کے فیصلے

(۸۰) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِيْ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ فِيْهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِيْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثَلَاثًا قُلْتُ وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى هَامَتِهٖ فَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ يَقُوْلُهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (رواه البیهقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم جانتی ہو اس رات میں یعنی ماہ شعبان کی پندرھویں

شب میں کیا ہوتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے کیا ہوتا ہے۔ فرمایا اس رات میں ہر ایسے بچہ کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں پیدا ہونے والا ہے اور ہر اُس شخص کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو کرنے والا ہے (اللہ کو توسب پتہ ہے البتہ انتظام میں لگنے والے فرشتوں کو اس رات میں ان لوگوں کی فہرست دے دی جاتی ہے) اور اس رات میں نیک اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں (یعنی درجہ مقبولیت میں لے لئے جاتے ہیں) اور اس رات میں لوگوں کے ارزاق نازل ہوتے ہیں (ارزاق رزق کی جمع ہے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہی بات ہے ناکہ جنّت میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا مگر اللہ تعالےٰ کی رحمت سے آپؐ نے تین بار فرمایا ہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالےٰ کی رحمت کے بغیر جنّت میں داخل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ اور آپؐ (بھی) اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں نہ جائیں گے؟ یہ سن کر آپؐ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا کہ میں بھی جنّت میں نہ جاؤں گا مگر اس طرح سے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ تین بار یہی فرمایا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۵۔ بحوالہ الدعوات الکبیر للبیہقی)

رات کو دُعا اور عبادت اور دن کو روزہ

(۸۱) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا يَوْمَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ أَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهٗ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهٗ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهٗ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ۔ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں شب ہو تو اس رات کو نماز میں کھڑے ہو اور رات گذارنے کے بعد صبح کو نفلی روزہ رکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ

اس رات میں آفتاب غروب ہو جانے کے وقت ہی سے قریب والے آسمان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے جس کی میں مغفرت کردوں کیا کوئی رزق طلب کرنے والا ہے جس کو میں رزق دوں۔ کیا کوئی مصیبت زدہ ہے جسے میں عافیت دوں۔ اور اسی طرح فرماتے رہتے ہیں کہ کیا کوئی فلاں چیز مانگتا ہے، کیا کوئی فلاں چیز مانگتا ہے، صبح صادق طلوع ہونے تک ایسے ہی فرماتے رہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۵ بحوالہ ابن ماجہ)

خلاصۂ روایات و اعمالِ شبِ برأت

ان روایتوں سے یہ باتیں معلوم ہوئیں کہ:

① شعبان کے مہینے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت دوسرے مہینوں کے نفلی روزے زیادہ رکھا کرتے تھے بلکہ دو چار دن چھوڑ کر یہ ماہ نفلی روزوں میں گذارتے تھے۔

② شعبان کی پندرھویں رات نفلی نمازوں میں گذارنی چاہیئے۔

③ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا چاہیئے۔

④ اس رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے مگر وہاں نہ میلا لگا، نہ چراغ جلایا، نہ بہت سے لوگ گئے۔

⑤ شعبان کی پندرھویں شب میں قریب والے آسمان کی جانب خداوند قدوس کی خاص توجہ ہوتی ہے اور بھاری تعداد میں گنہگاروں کی بخشش کردی جاتی ہے لیکن ان لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی:۔

کینہ رکھنے والا ● قطع رحمی کرنے والا ● تہبند یا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا ● والدین کی نافرمانی کرنے والا ● شراب کی عادت رکھنے والا ● کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔

نیز روایاتِ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہٗ شعبان کی پندرھویں شب میں آئندہ سال کے پیدا ہونے والوں اور مرنے والوں کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں۔ اللہ کو تو ہمیشہ سے ہی معلوم ہے کہ کب کس کی موت و حیات ہوگی لیکن اس رات میں فرشتوں کو مرنے جینے والوں کی فہرست دے دی جاتی ہے اور اس رات میں اعمالِ صالحہ درجۂ قبولیت میں اٹھالئے جاتے ہیں اور اس رات میں ارزاق بھی نازل ہوتے ہیں (یعنی

کتنا رزق سال بھر میں کس کو ملے گا اس کا علم فرشتوں کو دے دیا جاتا ہے)۔

نیز حدیث کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شب میں اللہ جلّ شانہٗ فرماتے رہتے ہیں کہ ہے کوئی جو مجھ سے رزق طلب کرے میں اُسے رزق دُوں۔ ہے کوئی مصیبت میں مبتلا جسے عافیت دوں، ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا جسے میں بخش دوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

روایاتِ حدیث سے ماہ شعبان اور اس ماہ کی پندرھویں شب اور پندرھویں دن کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا اس کا خلاصہ ابھی آپ کے سامنے لکھ دیا گیا۔ مؤمن بندوں کو چاہیئے کہ پورے ماہ شعبان میں خوب زیادہ نفلی روزے رکھیں اور پندرھویں رات ذکر، دُعاء اور نماز میں گذاریں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھیں۔ کوئی مرد قبرستان میں چلا جائے تو وہ بھی ٹھیک ہے مگر وہاں اجتماعی طور پر نہ جائیں نہ چراغ جلائیں۔

شعبان کی پندرھویں شب میں جو بدعات اور خرافات انجام دی جاتی ہیں اُن کا بیان

اس مبارک رات کے فضائل و برکات لکھنے کے بعد افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے غلط اعمال نے اس کے ثواب کو عذاب سے اور برکات کو دینی و دنیوی نقصان سے بدل دیا ہے اور ہم نے باعثِ برکت رات کو سراپا گناہ اور معصیت بنا لیا ہے۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُسوۂ حسنہ چھوڑ کر قسم قسم کی بدعات اور طرح طرح کی رسمیں ایجاد کر لی گئی ہیں۔ جن کو فرائض کی طرح التزام سے ادا کیا جاتا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:۔

آتش بازی اور روشنی

یہ رسم نہ صرف ایک بے لذّت گناہ ہے بلکہ اس کی دنیوی تباہیاں بھی ہمیشہ آنکھوں کے سامنے آتی ہیں۔ اس میں ایک تو اپنے مال کا ضائع کرنا ہے اور بیجا اسراف ہے جو بربادی کا ذریعہ ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ۔ بے شک فضول خرچی

کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور ارشاد ہے: وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ (اور اسراف نہ کرو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

جس قوم کی اقتصادی حالت نازک اور خطرناک ہو اور جس کو افلاس نے دوسری قوموں کا غلام بنا رکھا ہو اُس کا اتنا روپیہ پیسہ اس طرح فضول اور بیہودہ رسوم میں ضائع ہو تو اس کی قومی زندگی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ ہر سال اس رات میں یہ افلاس زدہ قوم لاکھوں روپیہ آتش بازی انار اور پٹاخے وغیرہ چھوڑنے پر خرچ کردیتی ہے اور گاڑھی کمائی کو نذر آتش کرکے مبارک رات کی برکتوں کو بھسم کر ڈالتی ہے۔ یہ عمل خلافِ شرع ہونے کے ساتھ ساتھ خلاف عقل بھی ہے۔

بچوں کو آتش بازی پھلجھڑی انار اور پٹاخے چھوڑنے کے لئے پیسے دیئے جاتے ہیں اور اُن کو بچپن ہی سے خدائے تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی مشق کرائی جاتی ہے۔ بہت سے بڑے اور بچے جل جاتے ہیں۔ بلکہ بعض مرتبہ دکانوں اور مکانوں تک میں آگ لگ جاتی ہے پھر بھی یہ رسم بد نہیں چھوڑتے۔ اللہ سمجھ دے۔

بہت سی مسجدوں اور گھروں میں ضرورت سے زیادہ چراغ جلائے جاتے ہیں، قمقمے روشن کیے جاتے ہیں، لائٹ کا اضافہ کیا جاتا ہے بہت زیادہ روشنی کی جاتی ہے گھروں سے باہر دروازوں پر کئی کئی چراغ روشن کیے جاتے ہیں اور بعض جگہ مکانوں کی منڈیروں پر اور دیواروں پر قطار کے ساتھ چراغ رکھ دیئے جاتے ہیں۔ یہ سب اسراف اور فضول خرچی ہے جس کے بارے میں حکم قرآنی ابھی اوپر معلوم ہوچکا ہے۔ یہ چراغاں ہندوستان کے مشرکوں اور ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے اور سخت حرام ہے۔ آگ سے کھیلنا اور آگ کا شوق رکھنا آتش پرستوں کے یہاں سے چلا ہے۔ بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ یہ شبِ برات میں زیادہ روشنی کرنے کا سلسلہ برامکہ[1] سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ پہلے آتش پرست تھے

---

[1] قال الشیخ المحدث عبدالحق الدهلوی رحمة اللہ تعالیٰ فی کتابہ ماثبت بالسنة بعد ما ذکر ان ایقاد السراج واحراق الکبریت اعتاده مسلموا الهند اخذین من رسوم الهنود قال علی بن ابراهیم اول حدوث الوقید من البرامکة وکانوا عبدة النار فلما اسلموا ادخلوا فی الاسلام مایموهون انه من سنن الهدی ومقصودهم عبادة النیران حیث سجدوا مع المسلمین الی تلك السراج - ۱۲

جب اسلام کے نام لیوا بنے تو انہوں نے اس وقت بھی یہ رسم جاری رکھی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ سامنے رہے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے آتش پرستوں کی چیز اپنالی۔

عجیب بات ہے کہ آسمان سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور نیچے رحمتوں کا مقابلہ آتش بازی اور فضول خرچی اور طرح طرح کے گناہوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے مانگے اور یہاں مانگنے کے بجائے فسق وفجور اور کھیل کود میں گنواتے ہیں۔

مساجد میں جمع ہونا رات کو جاگنے کے لئے اگر اتفاقاً دو چار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور اپنی نماز وتلاوت میں مشغول رہے تو اس میں مضائقہ نہیں لیکن بعض شہروں میں اس کو بھی اس حد تک پہنچا دیا گیا ہے کہ اس کو روکنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً بلا بلا کر اہتمام سے لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔ شبینہ کرتے ہیں جس میں نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں جو ناجائز ہے۔ مرد وعورت اور بچے آتے ہیں اور شور وشغب ہوتا ہے بے پردگی ہوتی ہے حالانکہ عورتوں کو فرض نماز کے لئے مسجد جانے سے روکا گیا ہے۔ پھر نفلیں پڑھنے کے لئے جانے کی گنجائش کیسے ہوسکتی ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن سے زیادہ عبادت کا کوئی شوقین نہیں ہوسکتا کبھی اس طرح جمع نہیں ہوتے تھے۔ غفلت اور جہالت کی وجہ سے بہت سی باتیں آداب مساجد کے خلاف سرزد ہوتی ہیں اور ملائکۃ اللہ کی ایذا کا باعث ہوکر بجائے نفع کے نقصان وخسران کا سبب بن جاتی ہیں۔ ان سب بدعات ومحرمات میں مشغول ہونے سے بہتر ہے کہ آدمی پیر پھیلا کر سو جائے۔

رسم حلوہ اس کو ایسا لازم کرلیا گیا ہے کہ اس کے بغیر شب برات ہی نہیں ہوتی۔ فرائض وواجبات کے ترک پر اتنا افسوس نہیں ہوتا جتنا حلوہ نہ پکانے پر ہوتا ہے۔ اور جو شخص نہیں پکاتا اس کو کنجوس وہابی بخیل وغیرہ کے القاب دیئے جاتے ہیں۔ ایک غیر ضروری چیز کو فرض وواجب کا درجہ دینا گناہ ہے اور بدعت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جب دندانِ مبارک شہید ہوئے تو آپؐ نے حلوہ نوش فرمایا تھا اُس کی یادگار ہے اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس تاریخ میں شہید ہوئے تھے اُن کے لئے ایصال ثواب ہے۔ اوّل تو سرے سے یہی غلط ہے کہ آپؐ

کے دندان مبارک ان دنوں میں شہید ہوئے تھے یا حضرت حمزہؓ اس تاریخ میں شہید ہوئے۔ کیونکہ دونوں حادثے ماہ شوال میں واقع ہوئے ہیں پھر اگر بالفرض شعبان میں ہونے کا ثبوت خواہ مخواہ مان بھی لیا جائے تب بھی اس قسم کی یادگاریں بغیر کسی شرعی امر کے قائم کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔ نیز یہ عجیب طرح کا ایصال ثواب ہے کہ خود ہی پکایا اور خود ہی کھا گئے یا دو چار اپنے احباب کو کھلا دیا۔ فقراء اور مساکین جو خیرات کے اصلی مستحق ہیں وہ یہاں بھی دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ کسی فقیر کو ایک چپاتی اور ذرا سا حلوہ دے کر پورے حلوے کے ثواب پہنچنے کا یقین کر لیتے ہیں اور یہ بات بھی عجیب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو (بالفرض) دندانِ مبارک شہید ہونے کی وجہ سے حلوہ کھایا مگر نالائق اُمتی بغیر کسی دکھ درد کے حلوہ اُڑا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہی سمجھ دے۔ صاحب المدخل اس رات کی فضیلت بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

ثم جاء بعض هؤلاء فعكسوا الحال كما جرى منهم في غيرها فما ثم موضع مبارك او زمن فاضل حض الشرع على اغتنام بركته والتعرض لنفحات المولى سبحانه وتعالى فيه الا وتجد الشيطان قد ضرب بخيله ورجله وجميع مكائده لمن يصغى اليه او يسمع منه حتى يحرمهم جزيل ما فيه من الثواب ويفوتهم ما وعدوا فيه من الخير العميم اسأل الله السلامة بمنه وكرمه۔ ثم انه لم يكتف منهم بسبب تمرده وشيطنته واغوائه بما نال منهم في كونهم سمعوا منه

"پھر کچھ لوگ (بدعتی مزاج کے) آ گئے جنہوں نے اصل صورت کو الٹ دیا، جیسا کہ شب براءت کے علاوہ دوسرے امور میں بھی انہوں نے ایسا کیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو بھی مبارک زمانہ ایسا ہے جس کی برکات حاصل کرنے کی اور اللہ جل شانہٗ کی رحمتیں لینے کی شریعت نے ترغیب دی ہے شیطان نے اپنی تمام کوششیں اور مکاریاں اس میں خرچ کر دیں کہ جو لوگ اس کی بات پر کان دھرتے ہیں ان کو بڑے بڑے ثواب سے اور عام خیر سے محروم کر دیتا ہے۔ اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں شیطانی طریقوں سے محفوظ فرمائے۔ پھر شیطان نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا کہ اپنی شیطنت کے باعث اُن کو اپنی طرف لگا لیا اور ان کو خیرِ عظیم سے محروم کر دیا

ونال منهم بأن حرمهم مافيها من الخير العظيم حتى ابدل لهم موضع العبادة والخير ضد ذلك من احداث البدع وشهوات النفوس من المأكولات والحلاوات المحتوية على الصور المحرمة (المدخل ج ۱ ص ۲۹۳)

بلکہ ان کو عبادت اور خیر کی جگہ ایسے کاموں میں لگا دیا جو عبادت کی ضد ہیں ان کے لئے بدعتیں جاری کر دیں اور خواہشات نفس میں مبتلا کر دیا اور کھانے پینے کی چیزیں اور مٹھائیاں ایسی نکال دیں جو مورتیوں کی شکل میں ہوتی ہیں۔ شرعاً جن کا بنانا اور گھر میں رکھنا حرام ہے۔"

مسور کی دال بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اس کی ایجاد کی وجہ اب تک معلوم نہیں ہوئی۔ اس میں بھی وہی خرابیاں موجود ہیں جو رسم حلوہ میں ذکر کی گئی ہیں۔ مثلاً فرض کی طرح لازم کرلینا اور جو نہ پکائے اس کو نکو بنانا۔

برتنوں کا بدلنا اور گھر کا لیپنا بعض لوگوں نے اس رات میں گھر لیپنے اور برتن بدلنے کی عادت ڈال رکھی ہے یہ بھی محض لغو اور بے اصل ہے اور ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے جس کی حدیث وقرآن میں سخت ممانعت ہے۔

الحاصل شعبان کی پندرھویں شب مبارک شب ہے اس میں نمازیں پڑھنا اور ذکر وتلاوت میں لگنا چاہیئے اور صبح کو روزہ رکھنا مزید ثواب کی بات ہے اور حلوے کی پابندی کرنا اور بتیاں زیادہ جلانا قبرستان میں میلے لگانا چراغاں کرنا آتشبازی، پھلجھڑی پٹاخے چھوڑنا یہ امور خلاف شرع ہیں اور بدعت ہیں اللہ نے مبارک رات نصیب فرمائی۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ ہم شکر گذار بندے بنتے اور عبادت وطاعت میں لگتے لیکن شیطان نے عبادات سے ہٹا کر بدعات میں لگا دیا۔ شیطان ہمیشہ اپنی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اللهم احفظنا منه قال ابن امير الحاج فى المدخل: ص ۳۰۲ ج ۱۔

ومقتضى زيادة الفضيلة زيادة الشكر اللائق بها من فعل الطاعات وانواعها فبدل بعضهم مكان الشكر زيادة البدع فيها، عكس مقابلة ذلك لزيادة الفضيلة ضد شكر النعم سواء بسواء۔ فالى الله المشتكى۔

كِتَابُ
الحَجّ وَالعُمْرَةِ

حج و عمرہ کے فضائل اور احکام و مسائل

حج کی فرضیت اور اہمیت

(۸۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْجِہَادِ فَقَالَ جِہَادُ کُنَّ الْحَجُّ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا تمہارا یعنی عورتوں کا جہاد حج ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: حج اسلام کا پانچواں رکن ہے اور ہر اس عاقل بالغ مرد و عورت پر فرض ہے جس کے پاس مکہ معظمہ تک آنے جانے کا سواری کا خرچ ہو اور زادِ راہ یعنی سفر کا توشہ موجود ہو۔ اور حج عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اس سے زائد جو حج کیا جائے گا وہ نفل ہوگا لیکن حج نفل کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ جس پر حج فرض ہوا اور اُس نے حج نہ کیا اُس کے لئے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ۔

"یعنی لوگوں کے ذمہ بیت اللہ شریف کا حج کرنا ہے جس کو بیت اللہ شریف تک پہنچنے کی طاقت ہو اور جو شخص انکار کرے تو بلاشبہ اللہ پاک سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔

حج نہ کرنے پر وعید

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی بہت مجبوری (مثلاً تنگ دستی) یا سفر سے روکنے والا مرض یا صاحب حکومت ظالم حج کو جانے سے نہ روکے اور وہ پھر بھی حج نہ کرے تو اسے چاہیئے کہ چاہے تو یہودی ہوکر مرجائے اور چاہے تو نصرانی ہوکر مرجائے۔ (ترغیب وترہیب عن البیہقی)

کیسی بڑی وعید ہے، حج کا انتظام ہوتے ہوئے حج نہ کرنے پر یہودی یا عیسائی ہونے کی حالت میں مرجانے کی وعید سنائی ہے۔ بہت سے مردوں اور عورتوں پر حج فرض ہوتا ہے لیکن دنیا کے دھندوں اور اولاد کی شادی کے جھمیلوں کو بہانہ بنائے رہتے ہیں اور حج کا ارادہ ہی نہیں کرتے، پھر بعض مرتبہ رقم ختم ہو جاتی ہے یا موت آجاتی ہے اور زندگی بھر حج نصیب نہیں ہوتا اور سخت گنہگار ہوکر مرتے ہیں۔

حج اور عمرہ کی فضیلت

حج کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے حج کیا اور اس میں گندی باتیں نہ کیں اور گناہوں کا ارتکاب نہ کیا تو وہ اپنے گناہوں سے (پاک ہوکر) ایسا لوٹتا ہے جیسا اس دن تھا جبکہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ (بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں فرمایا کہ اِنَّ الْحَجَّ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ یعنی حج اُن سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو حج سے پہلے ہوئے۔ (ترغیب وترہیب)

حج کی طرح عمرہ بھی ایک مستقل عبادت ہے وہ بھی مکہ میں ہوتا ہے اس میں کعبہ شریف کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی جاتی ہے عمرہ سنّت موکدہ ہے اور عمرہ کرنے والوں کا بھی بڑا مرتبہ ہے۔ جب حج کو جاتے ہیں تو بہت سے عمرے کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

حج اور عمرہ کرنے والوں کی فضیلت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللہِ اِنْ دَعَوْہُ اَجَابَھُمْ وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْہُ غَفَرَ لَھُمْ یعنی حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے لوگ ہیں ان کا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ اگر اللہ سے دعا کریں تو قبول فرمائے اور اگر اس سے مغفرت طلب کریں تو وہ ان کو بخش دے۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَہُ الْحَاجُّ ۔ یعنی اے اللہ حج کرنے والے کی مغفرت فرما اور جس کے لئے وہ مغفرت کی دُعا کر دے اس کی بھی مغفرت فرما۔

(الترغیب والترہیب)

حج مبرور

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کیا کرو یعنی حج کے بعد عمرہ بھی کرو کیونکہ یہ دونوں تنگدستی کو اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے مَیل کو دور کر دیتی ہے اور فرمایا کہ حج مبرور کا ثواب بس جنّت ہی ہے۔ (ترمذی)

حج مبرور وہ ہے جو حلال مال سے کیا جائے اور جس میں گناہوں سے پرہیز کیا جائے اور حج میں جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہے۔

عورتوں کا جہاد حج ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شریک ہونے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس کے بارے میں اجازت طلب کی تو آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ عورتوں کا جہاد حج ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد میں بہت سی تکلیفیں ہوتی ہیں اس کا برداشت کرنا عورتوں کے بس کا نہیں یہ کام مردوں کا ہے عورتیں اگر اُن کاموں سے بڑھ کر زیادہ ثواب کا کام کرنا چاہیں جو اپنے گھر میں رہ کر کرتی ہیں تو ان کو حج کرنا چاہیئے ہاں اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو مرد و عورت سب پر لازم ہو گا۔ صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عورتوں پر بھی کسی طرح کا جہاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا عورتوں پر ایک ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں یعنی عمرہ اور حج۔

(الترغیب والترہیب)

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی عمر والے اور ضعیف اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (رواہ النسائی باسناد حسن)۔

حج کے شرعی اخراجات میں سفر مدینہ اور تبرکات کا خرچ شامل نہیں حساب لگائیں

کہ ہمارے پاس جائداد اور زیور اور نقدی کی کس قدر مالیت ہے اگر حج فرض ہوتا ہو تو اس کی ادائیگی میں بالکل کوتاہی نہ کریں۔ حج کی فرضیت کے لئے مکہ شریف تک سواری سے آنے جانے کا خرچہ اور راستہ کے اخراجات کا ہونا شرط ہے یہ رقم بہت زیادہ نہیں ہوتی۔ تبرکات جو خرید کرلاتے ہیں اور جو مال و اسباب یا رشتہ داروں کو تحفہ دینے کے لئے خرید کرلاتے ہیں ان سب کو حج ہی کے خرچ میں شمار کرتے ہیں، یہ غلط ہے بلکہ اگر مدینہ منورہ آنے جانے کا خرچ نہ ہو اور مکہ تک آنے جانے کی قدرت ہو تو اس صورت میں بھی حج فرض ہو جاتا ہے البتہ فیس معلم اور وہ اخراجات جو حکومتوں نے قانوناً لازم کر رکھے ہیں، ان کا خرچ حج کے خرچہ میں شمار ہوگا۔ اگرچہ بعض ٹیکس ایسے ہیں جو حکومتوں کو ان کا لینا درست نہیں لیکن ان کے بغیر چونکہ حکومتیں جانے نہیں دیتیں اس سلئے مجبوراً ان کا خرچ بھی ضرورت حج میں شامل ہوگا۔

سفرِ حج میں نظر کی حفاظت اور پردہ کا اہتمام

(۸۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ اِمْرَءَةٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَقَالَتْ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر (مزدلفہ سے منیٰ کو واپس ہوتے ہوئے) فضل بن عباسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اس اثنا میں قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت (مسئلہ معلوم کرنے کے لئے) بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئی فضل بن عباسؓ اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت ان کو دیکھنے لگی (چونکہ بدنظری مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سخت منع ہے اور حج جیسی عبادت کے موقع پر گناہ

کا ارتکاب اور زیادہ سنگین ہے اس لئے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضل بن عباسؓ کا چہرہ پکڑ کر دوسری طرف پھیر دیا (جس سے دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے محفوظ ہو گئے) اس کے بعد اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ بلاشبہ اللہ کے فریضہ یعنی حج نے میرے بوڑھے باپ کو پالیا ہے (اور وہ اس قدر بوڑھے اور ضعیف ہیں کہ) سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں (باپ کی طرف سے حج کر لو) (بخاری شریف ص ۲۰۵)

تشریح:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر حج میں مردوں اور عورتوں کو بدنظری سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا لازم ہے۔ مسند احمد میں یہ حدیث اس طرح نقل کی گئی ہے کہ (حج کے موقع پر) عرفہ کے دن (ایک نوجوان) شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی سواری پر آپؐ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا وہ نوجوان عورتوں پر نظریں ڈالنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے برادر زادے بلاشبہ یہ وہ دن ہے کہ جو شخص (آج) اپنے کانوں اور آنکھوں کو اور اپنی زبان کو قابو میں رکھے گا (یعنی ان اعضاء کو گناہوں سے بچائے گا) اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ (الترغیب والترہیب)

آج کل حج اور عمرہ کے سفر میں بدنظری اور بے پردگی حد سے زیادہ ہوتی ہے اچھی خاصی پردہ والی عورتیں برقعہ اتار کر رکھ دیتی ہیں اور گویا یہ سمجھتی ہیں کہ حج میں پردہ شرعاً نہیں ہے یہ بڑی جہالت کی بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ (سفر حج میں) ہمارے قریب سے حاجی لوگ گذرتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھیں (چونکہ احرام میں عورت کو منہ پر کپڑا لگانا منع ہے اس لئے ہمارے چہرے کھلے ہوئے تھے اور چونکہ پردہ کرنا حج میں بھی لازم ہے) اس لئے جب حاجی لوگ ہمارے برابر سے گذرتے تو ہم بڑی سی چادر کو سر سے گرا کر چہرے کے سامنے لٹکا لیتے اور جب حاجی لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم لوگ چہرہ کھول لیتے تھے۔ (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ سفر حج میں بھی پردہ کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ عورت جب حج کا احرام

باندھ لے تو احرام کھولنے تک چہرے پر کپڑا لگانا منع ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چہرہ کھولے ہوئے حاجیوں کے سامنے پھرتی رہیں ایسی صورت اختیار کرنا ضروری ہے کہ چہرے پر کپڑا بھی نہ لگے اور نامحرموں سے پردہ بھی ہو جائے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے سفر حج کا واقعہ بیان فرمایا جو ابھی مذکور ہوا۔ اس واقعہ سے مغرب زدہ لوگوں کی تردید بھی ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ چہرہ کھولنا نامحرموں کے سامنے جائز ہے۔ اسی لئے نقاب والا برقعہ اپنی عورتوں کو نہیں اڑھاتے۔ اگر نامحرموں سے چہرہ چھپانا لازم نہ ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور دیگر صحابی عورتیں حاجی لوگوں سے چہرہ چھپانے کا کیوں اہتمام کرتیں؟

آج کل حاجی لوگ آپس میں عرفاتی بھائی اور حاجی اور حجن عرفاتی بھائی بہن کہلانے لگتے ہیں اور پورے سفر حج میں حجنیں نامحرم حاجیوں کے سامنے بلا تکلف بے پردہ آتی جاتی اور اٹھتی بیٹھتی ہیں یہ بالکل خلاف شرع ہے بے پردگی سفر حج میں بھی ممنوع ہے اور اس کے بعد بھی ممنوع ہے نامحرم بہرحال نامحرم ہے چاہے صوفی جی ہو چاہے پیر جی چاہے نمازی جی ہو چاہے حاجی جی۔

عورت کو بغیر محرم حج کے لئے جانا گناہ ہے

(۸۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَءَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَءَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتْ امْرَءَتِيْ حَاجَّةً قَالَ اذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَءَتِكَ ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت کے پاس تنہائی میں نہ رہے۔ اور ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا گیا ہے اور میری

بیوی حج کے لئے نکل چکی ہے (چونکہ یہ جہاد فرض عین نہیں تھا اس لئے) آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح:۔ عورت کمزور بھی ہے اور فتنہ کا سبب بھی اس لئے شریعت مطہرہ نے یہ قانون رکھا ہے کہ سفر دینی ہو یا دنیاوی دُور کے سفر پر عورت بغیر شوہر یا بغیر محرم کے نہ جائے۔

محرم کسے کہتے ہیں

محرم اسے کہتے ہیں جس سے عمر بھر کبھی بھی کسی حال میں نکاح درست نہ ہو، جیسے باپ بھائی، بیٹا، چچا، ماموں وغیرہ اور جس سے کبھی بھی نکاح درست ہو جیسے جیٹھ، دیور یا ماموں پھوپھی کا لڑکا یا خالہ کا بیٹا اور بہنوئی یہ لوگ محرم نہیں ہیں ان کے ساتھ سفر حج یا کوئی دوسرا سفر جائز نہیں ہے جب ان لوگوں کے ساتھ سفر جائز نہیں تو جو لوگ بالکل رشتہ دار نہیں ان کے ہمراہ سفر کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

بہت سی عورتیں محض شوق اور ذوق کو دیکھتی ہیں، شریعت کے قانون کو نہیں دیکھتیں اور غیر محرم کے ساتھ حج کے لئے چل دیتی ہیں یہ سراسر حرام ہے بھلا جس حج میں شروع سے آخر تک شریعت کی خلاف ورزی کی گئی ہو وہ کیسے مبرور اور مقبول ہو سکتا ہے؟ بغیر محرم کے چالیس۴۸ میل کا سفر عورتوں کے لئے جائز نہیں اگرچہ وہ ہوائی جہاز یا ریل سے ہو۔ دور کے سفر سے اتنی مسافت مراد ہے۔

عورت کے سفرِ حج کے متعلق چند مسائل

جس عورت کے پاس اتنی مالیت ہو کہ جو مکہ معظمہ تک اپنے خرچہ سے آجا سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ جانے والا شوہر یا کوئی محرم نہ ہو تو اس پر حج کے لئے جانا فرض نہیں اگر محرم کے بغیر حج کو چل دے گی تو گنہگار ہوگی۔ جب محرم مل جائے یا شوہر کے ساتھ جانے کی صورت ہو جائے تب حج کے لئے روانہ ہو۔ محرم کا عاقل بالغ اور دیندار ہونا شرط ہے اگر فاسق ہو اور اس سے خطرہ ہو تو اس کے ساتھ نہ جائے۔

مسئلہ:۔ اگر محرم یا شوہر اپنے خرچ سے ساتھ جانے پر تیار نہ ہو تو اس کا خرچہ بھی عورت کے ذمہ ہے ہاں اگر وہ اپنا خرچہ خود برداشت کرے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ:۔ بوڑھی عورت بھی بغیر محرم کے حج کو نہیں جا سکتی اور نہ کسی دوسرے سفر پر جو دُور کا سفر ہو۔

مَسئلہ: اگر عورت پر حج فرض ہو گیا اور محرم بھی ساتھ جانے کو تیار ہے تو شوہر اس کو حج فرض سے نہیں روک سکتا ہاں اگر محرم ساتھ نہ ہو یا حج نفلی ہو تو شوہر کو روکنے کا حق ہے۔

مَسئلہ: عورت کو دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر بھی بلا محرم یا بلا شوہر دُور کے سفر پر جانا جائز نہیں ہے۔

مَسئلہ:۔ اگر عورت کے پاس حج کا خرچہ ہے اور محرم یا شوہر بھی موجود ہے لیکن عدّت میں ہے تو اس کو حج کے لئے جانا جائز نہیں ہے خواہ عدت فسخ نکاح کی ہو یا طلاق کی یا شوہر کی موت کی اگر عدّت میں حج کو چلی جائے گی تو گنہگار ہو گی۔

مَسئلہ: اگر عورت کے پاس حج کا خرچہ ہے لیکن محرم یا شوہر نہیں ہے اور عمر بھر محرم نہ ملا تو مرنے سے پہلے وصیّت کر جانا واجب ہے کہ میری طرف سے حج کرا دیا جائے اور یہ وصیّت اس کے تہائی مال میں نافذ ہو گی۔

بچّہ کو حج کرانے کا ثواب

(۸۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالُوْا مَنْ اَنْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَفَعَتْ اِلَيْهِ امْرَءَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ اَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام روحاء میں چند مسافروں کی ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر انہوں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسُول ہوں، اسی وقت ایک عورت نے اپنا بچّہ اوپر اٹھایا (اور آپؐ کو دکھا کر) کہنے لگی کیا اس کا حج ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اس کا حج ہو جائے گا اور تجھ کو (بھی) ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱ بحوالہ مسلم)

تشریح :۔ اس حدیث سے صحابی عورتوں کے دینی شغف کا علم ہوا۔ حالت سفر میں جب ایک عورت کو پتہ چلا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے ہیں تو اس نے موقع غنیمت جانا اور فوراً یہ مسئلہ دریافت کر لیا کہ بچہ کا حج ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اس کا حج ہو جائے گا اور تم جو اس کا احرام بندھواؤ گی اور جو چیزیں احرام میں منع ہیں ان سے بچاؤ گی اور حج میں جہاں جہاں ٹھہرتے ہیں وہاں وہاں اس کو ہمراہ لے جاکر ٹھہراؤ گی اور دیگر احکامِ حج ادا کراؤ گی تو تم کو (بھی) ثواب ملے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحتِ حج کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں ہے نابالغ کا حج بھی ہو جاتا ہے لیکن یہ حج فرض حج کے قائم مقام نہ ہوگا اگر بالغ ہو کر یہ بچہ صاحب استطاعت ہو تو دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔

دوسرے کی طرف سے حج کرنا

(۸۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فَرِیْضَةَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَةِ أَفَاَحُجُّ عَنْہُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ فریضۂ حج کا وقت ایسے موقع پر آیا ہے کہ میرے والد خوب بوڑھے ہیں جو سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں ان کی جانب سے حج کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح :۔ اس حدیث سے بھی زمانۂ نبوّت کی مستورات کے دینی شوق اور دینی معلومات حاصل کرنے کے سچے جذبے کا پتہ چلا۔ عہدِ نبوّت کی خواتین عبادت کرنے میں اور مسائل دریافت کرنے میں بہت سے مردوں سے کم نہ تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بنی خثعم کی ایک عورت نے یہ معلوم کر لیا کہ میں اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتی ہوں یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں کر سکتی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج بدل میں یہ کوئی فرض

جَاءَتِ امْرَأَةٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ تَجَهَّزْتُ لِلْحَجِّ فَاعْتَرَضَ لِيْ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمِرِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْهِ كَحَجَّةٍ (رواہ مالک فی الموطا)

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی خاتون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے حج کو جانے کی تیاری کی تھی پھر عذر پیش آگیا جس کی وجہ سے نہ جاسکی (اب حج کا ثواب حاصل کرنے کے لئے کوئی راستہ بتلایئے) آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تم رمضان میں عمرہ کرلو کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کرنے کے برابر ہے۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۳۴ طبع دارالاشاعت کراچی)

تشریح: عمرہ بھی مستقل عبادت ہے اور بہت بڑی سعادت ہے جس کو مقدور ہو اس کے لئے سُنّتِ مؤکدہ ہے۔ حج کی طرح یہ بھی مکہ ہی میں ادا ہوتا ہے اگر اپنے وطن سے عمرہ کے لئے جارہے ہوں تو راستے میں جو احرام باندھنے کی جگہ آتی ہے (جسے میقات کہتے ہیں) وہاں سے احرام باندھ لیں اور اگر مکہ میں ہوتے ہوئے عمرہ کا ارادہ کریں تو عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے حرم شریف سے باہر جانا پڑتا ہے سب سے قریب جگہ جہاں حدِ حرم ختم ہوتی ہے تنعیم ہے جو مکہ مکرمہ سے تین میل ہے اکثر لوگ وہاں جاتے ہیں اور وہاں سے قاعدہ کے مطابق احرام باندھ کر مکہ معظمہ آکر عمرہ کرلیتے ہیں تنعیم میں مسجد بنی ہوتی ہے جسے مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے یہاں بھیجا وہ اپنے بھائی کے ساتھ جاکر تنعیم سے احرام باندھ کر آئیں اور مکہ مکرمہ میں آکر عمرہ ادا کیا۔

عمرہ کا احرام باندھ کر جب مکہ مکرمہ پہنچے تو کعبہ شریف کا طواف کرے پھر دو رکعت واجب طواف پڑھے اور صفا مروہ کی سعی کرے اس کے بعد بقدر ایک پورہ بال کٹا کر احرام سے نکل جائے کم از کم چوتھائی سر کے بال کٹ جائیں۔ بس عمرہ کی حقیقت اسی قدر ہے اس کے علاوہ عمرہ کے بیان میں جو باتیں کتابوں میں لکھی ہیں سنّت یا مستحب ہیں ان کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

نہیں کہ مرد کی طرف سے مرد اور عورت کی طرف سے عورت ہی حج کرے بلکہ مرد کی طرف سے عورت بھی حج بدل کر سکتی ہے۔ اور اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے یعنی عورت کی طرف سے مرد بھی حج بدل کر سکتا ہے جس شخص پر حج فرض ہوا اور وہ سخت مرض یا بہت زیادہ ضعف کی وجہ سے حج کرنے پر قادر نہ رہا تو اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج ادا کرا دے۔ لیکن اگر کبھی تندرست ہو گیا اور خود حج کرنے کی طاقت آگئی تو دوبارہ حج کرنا لازم ہوگا اور پہلی مرتبہ جو حج کرایا ہے اس کا بھی ثواب پائے گا اور اگر کسی شخص پر حج فرض نہیں تھا یا حج کر لیا ہے اور پھر کوئی شخص اس کی طرف سے بطور نفل حج کرنا چاہے تو اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ خود جانے سے عاجز ہو۔

چند مسائل متعلقہ حج بدل

مسئلہ:۔ جس پر حج فرض ہوا اور اس نے غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے حج نہیں کیا یہاں تک کہ موت آنے لگے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کرے اور یہ وصیت اس کے تہائی مال میں نافذ ہوگی اور دو تہائی مال وارثوں کو ملے گا۔

مسئلہ:۔ اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی حالانکہ اس پر حج فرض تھا تب بھی اس کا بیٹا بیٹی یا دوسرے وارث اپنی خوشی سے اپنے مال سے یا ترکہ کی رقم سے اس کی طرف سے حج کر لیں یا کسی کو کرا دیں تب بھی اللہ پاک سے امید ہے کہ اس کا حج ادا ہو جائے گا البتہ جو وارث نابالغ ہوں یا جو غائب ہو یا جو خوش دلی سے اجازت نہ دیں ان کے حصہ میں جو ترکہ آتا ہو اس کو اس کام میں نہ لگائیں نابالغ اگر اجازت دے تب بھی اس کا مال حج بدل میں نہ لگائیں کیونکہ اس کی اجازت معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ حج بدل نفلی حج سے افضل ہے۔

مسئلہ:۔ جس شخص نے پہلے حج نہ کیا ہو اس کو حج بدل کے لئے بھیجنا مکروہ ہے لیکن اگر کسی ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیج دیا جس نے خود حج نہیں کیا تھا اور اس نے دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت کر کے حج کر لیا تو حج بدل ادا ہو جائے گا۔

رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے

(۸۷) عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ

عمرہ کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے سال بھر میں جب چاہے عمرہ کرے۔ البتہ پانچ دن ایسے ہیں جن میں عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے۔ وہ پانچ دن یہ ہیں۔ بقر عید کی نویں تاریخ اور اس کے بعد دسویں گیارھویں بارھویں تیرھویں تاریخ۔

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا رمضان کا عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (کمافی الترغیب)

جن حضرات کو موقعہ مل جائے اس خیر و برکت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں خصوصًا جبکہ مکہ میں یا سعودی عرب کے کسی بھی شہر یا بستی میں مقیم ہوں تو اس سعادت سے ضرور مالا مال ہوں اور بار بار عمرہ کریں، یاد رہے کہ رمضان کے عمرہ سے حج کا ثواب مل جائے گا لیکن اس کی وجہ سے فرض حج ساقط نہ ہوگا۔ اس کی ادائیگی بہر حال فرض رہے گی جب تک ادا نہ کرے خوب سمجھ لو۔

حیض اور نفاس والی عورت احرام کے وقت کیا کرے

(۸۱) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِيْنَةِ تِسْعَ سِنِيْنَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ اَذَّنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ فِي الْعَاشِرَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بَشَرٌ كَثِيْرٌ فَخَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا اَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَصْنَعُ قَالَ اِغْتَسِلِيْ وَاسْتَثْفِرِيْ بِثَوْبٍ وَاَحْرِمِيْ۔ (الحدیث) اخرجہ مسلم فی قصۃ حجۃ الوداع۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہجرت (کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں نو سال قیام فرما رہے۔ (اور اس عرصہ میں کسی سال بھی) حج نہیں کیا پھر دسویں سال آپؐ نے لوگوں میں حج کا اعلان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال حج فرمانے والے ہیں۔

اعلان سُن کر کثیر تعداد میں لوگ مدینہ منورہ حاضر ہو گئے (تاکہ آپؐ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوں) چنانچہ ہم لوگ آپ کے ساتھ (حج کے ارادہ سے) روانہ ہوئے جب مقام ذوالحلیفہ پر پہنچے (جو اہل مدینہ کی میقات ہے) تو وہاں اسماء بنت عُمیس کے بطن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہو گئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال بھیجا کہ میں اب کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا تم غسل کر لو اور کسی کپڑے سے لنگوٹ کس لو اور احرام باندھ لو۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب قصہ حجۃ الوداع ص ۲۲۴ از صحیح مسلم)

تشریح:۔ مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کے بعد ۸ھ میں مکہ معظمہ فتح ہوا اور ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور ان کی امارت میں اس سال حج ادا کیا گیا اس کے بعد ۱۰ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حج کا ارادہ فرمایا اور حج کے لئے روانہ ہونے کی اطلاع عام مسلمانوں کو دے دی اطلاع پاتے ہی آپ کی ہمراہی کے لئے ــــــ کثیر تعداد میں مدینہ منورہ میں آدمی جمع ہو گئے۔ پھر سب نے مل کر آپؐ کے ساتھ مکہ معظمہ کا سفر شروع کیا۔ جب کوئی مکہ معظمہ میں داخل ہو تو اس کو میقات سے احرام باندھنا چاہیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ میقاتیں بتائی ہیں۔ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کی میقات ذوالحلیفہ ہے یہ مدینہ منورہ سے تقریباً چھ میل ہے۔ آج کل اس کو بیرِ علی کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابہ کے ساتھ جن میں مرد و عورت سب ہی تھے، ذوالحلیفہ پہنچے یہاں ایک رات قیام فرمایا پھر یہاں سے احرام باندھ کر مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے۔

جب ذوالحلیفہ میں قیام فرما تھے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بطن سے لڑکا تولد ہو گیا حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ اس موقعہ پر جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام محمد رکھا گیا اور یہ بچہ تاریخ میں محمد بن ابی بکر کے نام سے مشہور ہوا۔

ولادت کے بعد خون جاری ہو جاتا ہے جس کو نفاس کہتے ہیں اور اس کے احکام بھی وہی ہیں جو حیض (عورتوں کی ہر مہینہ والی مجبوری) کے احکام ہیں جب حیض و نفاس کا زمانہ ہو تو کئی عبادتیں منع ہو جاتی ہیں چونکہ یہ ایک اہم عبادت کا سفر تھا اور

مکہ معظمہ پہنچ کر حج کرنا تھا اور اس سے پہلے اس طرح کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا اس لئے مسئلہ جاننے کی ضرورت تھی کہ اس حالت میں حج کا احرام باندھیں یا نہ باندھیں اور پھر احرام باندھنے کے بعد حج کیسے کریں لہٰذا ضروری ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا جائے اور مسئلہ معلوم کیا جائے کہ جو عورت اس حال میں ہو وہ احرام کے موقعہ پر کیا کرے جب آپؐ سے مسئلہ معلوم کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ غسل کر لو اور لنگوٹہ کس لو اور احرام باندھ لو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور احرام باندھ کر حج کے ارکان وافعال ادا کئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ چاہے حالتِ نفاس ہو یا حالتِ حیض ہو۔ یہ دونوں حالتیں احرام سے روکنے والی نہیں ہیں غسل کرکے اور لنگوٹا کس کے حج یا عمرہ کی نیت کرکے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ الخ آخر تک پڑھ لے ایسا کرنے سے عورت احرام میں داخل ہو جائے گی البتہ احرام کی رکعتیں نہ پڑھے کیونکہ ہر نماز کے لئے پاک ہونا شرط ہے احرام کے موقعہ پر جو غسل کیا جاتا ہے یہ غسل نظافت ہے یعنی اس سے صفائی ستھرائی مقصود ہوتی ہے حیض یا نفاس کے دنوں میں کوئی عورت اگر غسل کرے تو اس سے پاک نہ ہوگی لیکن صفائی ستھرائی ہو جائے گی اس لئے حضرت اسماءؓ کو آپؐ نے غسل کرنے کا حکم فرمایا اور جاننا چاہیئے کہ احرام کے موقعہ پر غسل کرنا فرض و واجب نہیں البتہ مسنون ہے ثواب کی چیز ہے اگر کوئی مرد و عورت بلا عذر بھی بغیر غسل کئے احرام باندھ لے تو تب بھی اس کا احرام صحیح ہو جائے گا۔

حج میں صرف ایک ایسی چیز ہے جو حیض و نفاس کی حالت میں نہیں ہو سکتی باقی دوسرے احکام جو عرفات، مزدلفہ، منیٰ میں ادا کئے جاتے ہیں اُن کے لئے پاک ہونا شرط نہیں ہے اور وہ حالت حیض و نفاس میں اور جنابت (غسل فرض ہونے کی حالت) میں اور بے وضوء ادا ہو سکتے ہیں جب کوئی عورت حج کا احرام حیض و نفاس کے دنوں میں باندھ لے تو مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد پاک ہونے تک طوافِ قدوم نہ کرے جو مسنون ہے جب پاک ہو جائے تو طواف کرلے یہ طواف منیٰ عرفات جانے سے پہلے ہوتا ہے اور عرفات، مزدلفہ، منیٰ کے سب احکام ادا کرے۔ بارھویں تاریخ

کا سورج چھپنے سے پہلے پہلے پاک ہوجائے تو غسل کرکے طواف زیارت کرے، طواف زیارت فرض ہے اور جو بارھویں تاریخ کے اندر اندر ہوجانا واجب ہے یہ طواف دس گیارہ بارہ تینوں تاریخوں میں سے کسی دن کر لینا لازم ہے لیکن اگر کوئی عورت ان تینوں دنوں میں بھی حیض یا نفاس سے پاک نہ ہو تو مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کرے اس کے بعد طواف وداع کرکے وطن کے لئے روانہ ہو کیونکہ یہ تاخیر شرعی مجبوری کی وجہ سے ہوگی اس لئے طواف زیارت کو بارھویں تاریخ سے لیٹ کرنے کی وجہ سے کوئی دم وغیرہ واجب نہ ہوگا۔

اگر کسی عورت نے حج کا سفر شروع کر دیا اور احرام باندھنے سے پہلے ماہواری کے دن شروع ہوگئے تو میقات پر پہنچ کر احرام باندھ لے پھر مکہ معظمہ پہنچ کر پاک ہونے کا انتظار کرے جب پاک ہوجائے تو غسل کرکے طواف قدوم کرے اسی طرح اگر احرام باندھنے کے بعد ایام شروع ہوجائیں تو کوئی حرج کی بات نہیں بس مکہ معظمہ پہنچ کر پاک ہونے کا انتظار کرنا ہوگا پاک ہوکر طواف کرلے حج کی تاریخ چونکہ مقرر ہے اس لئے اگر پاک نہ ہو تب بھی طواف قدوم کو چھوڑ کر ۸ ذی الحجہ کو منیٰ کے لئے اور وہاں سے عرفات کے لئے روانہ ہوجانا درست ہے اور عمرہ کی چونکہ کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے جتنے بھی دن گذر جائیں وہ قضا یا فوت نہ ہوگا اس لئے ایام ماہواری شروع ہونے کی صورت میں پاک ہونے کا انتظار کرے جب بھی پاک ہوجائے غسل کرکے عمرہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرے۔

عورتوں کو اپنا حال معلوم ہوتا ہے اور اندازہ رہتا ہے کہ ماہواری کے ایام کب شروع ہوجائیں گے سیٹ پہلے سے سوچ سمجھ کر تجویز کریں بہت سی عورتیں واپسی کی طواف زیارت کے دنوں میں حیض میں مبتلا ہوجاتی ہیں اور سیٹ پہلے سے ادکے ہوئی ہوتی ہے لہٰذا طواف زیارت کو چھوڑ کر وطن کو واپس چلی جاتی ہیں طواف زیارت حج میں فرض ہے اس کا چھوڑنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ظہر کی چار رکعت کی بجائے تین رکعت پڑھ لے اور چونکہ زندگی کا پتہ نہیں ہے کہ پھر واپس آکر طواف زیارت کرسکیں گے یا نہیں، اس کا کوئی یقین نہیں کیا جاسکتا لہٰذا عرفات اور منیٰ مزدلفہ اور منیٰ کے کاموں سے فارغ ہوکر مکہ معظمہ میں قیام کرکے پاک رہنے کا انتظار کرے اور پاک ہوکر طواف زیارت اور طواف

وداع کرکے جائے اور ایک یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ جب تک طوافِ زیارت نہ ہو جائے میاں بیوی والا خاص کام حلال نہیں ہوتا اگر طوافِ زیارت چھوڑ کر چلے گئے تو جذبات کی رو میں آکر اندیشہ ہے کہ میاں بیوی والا کام کر گذریں، اگر خدانخواستہ ایسا ہو جائے تو اس کی تلافی کیسے کرنا ہے اس کو علماء سے پوچھ لیں۔

حیض کی وجہ سے طوافِ وداع چھوڑ دینا

(۸۲) وَعَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاخْرُجِيْ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے (احکام حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کو واپس ہونے کے موقعہ پر) عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیہ کو ایام ماہواری شروع ہوگئے آپؐ نے فرمایا شاید کہ وہ ہم کو سفر سے روکے گی پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کیا اس نے تمہارے ساتھ طواف (زیارت) نہیں کیا؟ عرض کیا ہاں طوافِ زیارت تو کر چکی ہے! فرمایا بس تو اس سے کہو (مدینہ منورہ کے لئے) روانہ ہو جائے۔ (صحیح بخاری ص۲۳۷ ج۱)

تشریح: حج میں تین طواف ہیں۔

(۱) طوافِ قدوم، جو سنّت ہے اور مکہ معظمہ پہنچ کر منیٰ وعرفات کی روانگی سے پہلے کیا جاتا ہے۔

(۲) طوافِ زیارت جس کو طوافِ رکن بھی کہتے ہیں یہ عرفات میں عصر کے بعد ذی الحجہ کی دس، گیارہ بارہ تاریخوں میں سے کسی بھی تاریخ میں کر لیا جاتا ہے یہ طواف فرض ہے۔

(۳) طوافِ وداع یعنی رخصت ہونے کا طواف، حج کے احکام سے فارغ ہونے کے بعد جب وطن کے لئے روانہ ہونے لگے اس وقت طوافِ وداع کیا جاتا ہے اور یہ

طواف واجب ہے اگر اس طواف کو چھوڑ کر کوئی حج کرنے والا مرد یا عورت وطن چلا جائے تو ایک دم واجب ہوتا ہے یعنی حدودِ حرم میں ایک بکری ایک سال کی عمر والی ذبح کرانا لازم ہوتا ہے ہاں اگر کوئی شخص وطن سے واپس آکر طواف کرے تو یہ دم ساقط ہوجاتا ہے لیکن اگر طوافِ زیارت کے بعد ہی کسی عورت کو حیض آگیا اور اس وقت پاک ہونے سے پہلے کسی تقاضے کی وجہ سے طوافِ وداع چھوڑ کر وطن کے لئے روانہ ہوگئی اور حدودِ مکہ سے نکل کر پاک ہوئی چلی جائے تو اس پر ترک طواف سے کوئی دم واجب نہیں ہوگا، اور نہ کوئی گناہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اگر طوافِ زیارت کے بعد کسی عورت نے کوئی نفل طواف کر لیا تو وہ طوافِ وداع کے قائم مقام ہوجائے گا، اسی طرح اگر طوافِ زیارت کے بعد طوافِ وداع کی نیت سے کوئی طواف کر لیا تب بھی وداع ادا ہوگیا۔ اگر اس کے بعد مکہ معظمہ میں رہی اور حیض آگیا جس کی وجہ سے روانگی کے وقت طواف نہ کرسکی تو یوں نہ سمجھا جائے گا کہ طوافِ وداع چھوٹ گیا کیونکہ طوافِ وداع کی ادائیگی کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ عین روانگی کے وقت ہو خوب سمجھ لیں۔

کِتَابُ
فضائل القرآن
ذِکْرُ اللہِ عَزَّوَجَلَّ

قرآن مجیدؐ کے فضائل

قرآن پڑھنا پڑھانا اور تلاوت میں مشغول رہنا

(۹۰) وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۳ ج ۱ بحوالہ بخاری)

(۹۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت کے شریف لوگ وہ ہیں جو قرآن کے حاملین ہیں اور رات کو بیدار رہنے والے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۰ ج ۱ از بیہقی فی شعب الایمان)

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی تعلیم و ترویج میں لگنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے دنیا میں کروڑوں آدمی بستے ہیں چھوٹا بڑا اور اچھا بُرا اور شریف و غیر شریف ہونے کے بہت سے معیار ہیں اس بارے میں لوگوں کی مختلف رائیں ہیں کوئی شخص دولت مند آدمی کو بڑا آدمی سمجھتا ہے کوئی صدر اور وزیر اعظم کو شریف جانتا ہے کوئی اچھے بنگلہ میں رہنے والے کو اچھا جانتا ہے کوئی بڑی فرم اور موٹر کار وغیرہ کا مالک ہونے کو بڑائی کا معیار یقین کرتا ہے خدائے تعالےٰ کے سچّے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان مذکورہ خیالات کو غلط قرار دیا اور شرافت کا معیار قرآن مجید میں مشغول ہونا

بتایا اور جو اس کی تعلیم میں لگے اس کے بارے فرمایا کہ وہ سب سے بہتر آدمی ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کرے (کہ اس کو قرآن شریف پڑھنے کی وجہ سے دوسرے کسی ذکر اور دُعا کی فرصت نہ ملے) میں اس کو سوال کرنے والوں سے افضل (نعمتیں) دوں گا اور کلام اللہ کی فضیلت (دوسرے) سارے کلاموں پر ایسی ہے جیسی اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔

(ترمذی وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے اس حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں (کی) برابر (لکھی جاتی) ہے (پھر فرمایا) میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک ہے اور میم ایک حرف ہے (ترمذی) پس اگر کسی نے لفظ اَلْحَمْدُ کہا تو اس کے کہنے سے پچاس نیکیاں مل جائیں گی کیونکہ اس میں پانچ حرف ہیں۔

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں احکام ہیں، معارف و حقائق ہیں، اخلاق و آداب ہیں، اس نے دنیا و آخرت کی کامیابی کے اعمال بتائے ہیں، یہ انقلاب عالم کے اسباب اور اقوام کے زیر و زبر ہونے کے رموز کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اس کی برکتیں بے انتہا ہیں۔ خدائے پاک کی رحمتوں کا سرچشمہ ہے نعمت و دولت کا خزانہ ہے اس کی تعلیمات پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی سربلندی اور سرفرازی کا ذریعہ ہے اس کے الفاظ بھی بہت مبارک ہیں۔ یہ سب سے بڑے بادشاہ کا کلام ہے، خالق و مالک کا پیام ہے جو اس نے اپنے بندوں اور بندیوں کے لئے بھیجا ہے اس کے الفاظ بہت بابرکت ہیں، اس کی تلاوت کرنے والا آخرت کے بے انتہا اجور و ثمرات کا مستحق تو ہوتا ہی ہے دنیاوی زندگی میں بھی رحمت و برکت اور عزت و نصرت اس سے ہمکنار ہوتی ہے اور یہ شخص سکونِ قلب اور خوشحالی کی زندگی گذارتا ہے۔ کلام اللہ کی عجیب شان ہے اس کے پڑھنے سے کبھی سیری نہیں ہوتی اور برسوں پڑھتے رہو کبھی پرانا معلوم نہیں ہوتا یعنی تلاوت

کرنے والے کی طبیعت کا لگاؤ اس بنیاد پر ختم نہیں ہوتا کہ بار بار ایک ہی چیز کو پڑھ رہا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جتنی بار پڑھتے ہیں نئی چیز معلوم ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کا ذکر زبان پر جاری رکھنے سے بہت منافع حاصل ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند وصیتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ یعنی تم تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ اس سے آسمان میں تمہارا تذکرہ ہوگا اور زمین میں تمہارے لئے نور ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۱ ج ۲)

آخری منزل پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز قرآن والے سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور (جنّت کے درجات) میں چڑھتا جا کیونکہ تیری منزل اس آیت کے پاس ہے جس کو تو سب سے آخر میں پڑھے (مشکوٰۃ) یعنی پڑھتے چڑھتے جہاں تیری قرأت ختم ہوگی وہیں تیری منزل ہے لہٰذا جس کو جتنا قرآن شریف یاد ہوگا اتنا ہی اس کو بلند درجہ ملے گا۔

ویران گھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں قرآن کا کچھ حصّہ (بھی) نہیں وہ ویران گھر کی طرح سے ہے۔ (ترمذی)

ف:۔ معلوم ہوا کہ دل ایک عمارت ہے جس کی آبادی قرآن شریف سے ہے۔

قابلِ رشک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رشک صرف دو آدمیوں پر ہے ایک وہ جس کو خدا نے قرآن دیا سو وہ اس میں رات دن لگا رہتا ہے۔ نمازوں میں پڑھتا ہے تلاوت کرتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔ دوسرے وہ جس کو خدا نے مال دیا سو وہ اس میں سے رات دن رضائے مولا میں خرچ کرتا رہتا ہے۔

(بخاری)

عورتوں کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں یاد کرانے کا حکم

(۹۲) وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَتَمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ بِاٰیَتَیْنِ اُعْطِیْتُهُمَا مِنْ کَنْزِهِ الَّذِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوْهُنَّ وَعَلِّمُوْهُنَّ نِسَائَکُمْ فَاِنَّهُمَا صَلٰوۃٌ وَقُرْبَانٌ وَدُعَاءٌ (رواہ الدارمی مرسلا)

ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی دو آیتوں پر سورۂ بقرہ ختم فرمائی ہے جو اللہ نے مجھے اپنے اس خزانہ سے دی ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہے۔ لہٰذا تم ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھلاؤ (تاکہ وہ بھی تلاوت کریں، اور ان کے سیکھنے سکھانے کی ضرورت اس لئے ہے) کہ یہ (ذریعۂ) رحمت ہیں اور (اللہ کی) نزدیکی حاصل ہونے کا سبب ہیں اور سراپا دعا ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۹ بحوالہ دارمی)

تشریح: اس حدیث میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت بیان فرمائی اور حکم دیا کہ ان کو سیکھیں اور عورتوں کو بھی سکھائیں تاکہ سبھی ان کی برکتوں سے مالا مال ہوں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں (آمَنَ الرسول سے لے کر سورۃ کے ختم تک) اللہ نے مجھے اپنے اس خزانہ سے دی ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں آیتیں ذریعۂ رحمت اور اللہ کی نزدیکی حاصل ہونے کا سبب ہیں اور سراپا دُعا ہیں ان آیتوں کو یاد کریں بار بار پڑھیں اور خصوصیت کے ساتھ سوتے وقت ضرور پڑھا کریں ان کی مزید فضیلت ابھی ابھی ان اوراق میں انشاء اللہ آیت الکرسی کی فضیلت کے بعد بیان ہوگی عورتوں کو ذکر و تلاوت میں مردوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے آخرت کی دوڑ دھوپ میں

سب یکساں ہیں جو جتنا کرے گا اس کا اجر پالے گا، مرد ہو یا عورت ہو آخرت بے انتہا ہے، وہاں کی نعمتیں بھی بے انتہا ہیں عمریں بھی بے انتہا ہوں گی، نعمتوں کی نوازش ہوگی جو مرد و عورت جس قدر اعمالِ صالحہ کی پونجی ساتھ لے جائے گا وہاں ثواب پالے گا۔

سورۂ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی گھروں میں ذکر و تلاوت کا چرچا رکھو اور ذکر و تلاوت سے خالی رکھ کر گھروں کو قبرستان نہ بنا دو کہ جیسے وہاں ذکر و تلاوت کی فضا نہیں ایسے ہی تمہارے گھر بھی اس سے خالی ہو جائیں اور زندہ لوگ مردوں کے مشابہ بن جائیں) پھر فرمایا کہ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے لوگوں کے لئے (جو اُسے پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اس کی تلاوت کا ذوق رکھتے ہیں) سفارشی بن کر آئے گا۔ پھر فرمایا کہ دو روشن سورتیں پڑھو (یعنی) سورۂ بقرہ اور آل عمرانؔ کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن دو سائبانوں کی طرح آئیں گی اور (اپنے لوگوں کو بخشوانے اور درجے بلند کرانے کے لئے خدائے پاک کے حضور میں) خوب زوردار سفارش کریں گی۔ پھر فرمایا کہ سورۂ بقرہ کو پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کر لینا باعثِ برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعثِ حسرت ہے اور یہ باطل والوں کے بس کی نہیں۔ (مسلم شریف)

آیۃ الکرسی کی فضیلت

آیۃ الکرسی بھی سورۂ بقرہ کی ایک آیت ہے جو تیسرے پارے کے پہلے صفحہ پر ہے اس کے پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اللہ کی کتاب میں کون سی آیت سب سے زیادہ بڑی ہے۔ حضرت اُبی ابن کعبؓ نے عرض کیا اللہ و رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ سب سے بڑی آیت یہ ہے: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (آخر تک) یہ سُن کر ان کی تصدیق فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: تم کو علم مبارک ہو۔

(مسلم شریف)

بعض احادیث میں آیۃ الکرسی کو تمام آیاتِ قرآنیہ کی سردار فرمایا۔ (حصن حصین)

ایک حدیث میں ہے کہ جب تم رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آخر تک پڑھ لو۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر ایک نگراں مقرر ہو جائے گا۔ اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔ (بخاری شریف)

فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی

فرض نماز کے بعد بھی سورۂ آیۃ الکرسی پڑھنی چاہیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص ہر (فرض) نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لے اس کو جنّت میں جانے کے لئے موت ہی آڑ بنی ہوئی ہے اور جو شخص اس آیت کو اپنے بستر پر لیٹتے وقت پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر میں اور پڑوسی کے گھر میں اور آس پاس کے گھروں میں امن رکھے گا۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

شیطان کے اثر، آسیب، بھوت پریت سے بچنے کے لئے آیۃ الکرسی کا پڑھنا مجرب ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں (آمن الرسول سے لے کر ختم سورۃ تک) ان کے پڑھنے کی بھی بہت فضیلت ہے آخری آیت میں دعائیں ہیں جو بہت ضرورت کی دعائیں ہیں اور ان دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ بھی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ اس وقت آسمانوں کا ایک دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے زمین کی طرف کبھی نازل نہیں ہوا۔ اس

فرشتہ نے آپؐ کو سلام کیا اور کہا آپؐ خوشخبری قبول فرمائیں ایسی دو چیزوں کی جو سراپا نور ہیں آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

(۱) فاتحہ الکتاب (یعنی سورۂ الحمد شریف)

(۲) سورۂ بقرہ کی آخری آیات (ان دونوں میں دعائیں ہیں) اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ ان میں سے دعا کا جو بھی حصہ آپؐ پڑھیں گے اس کے مطابق اللہ تعالےٰ آپ کو ضرور عطا فرمائیں گے۔ (مسلم شریف)

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھنا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھ لیں تو یہ آیات اس کے لئے کافی ہوں گی (یعنی رات بھر یہ شخص جن و بشر کی شرارتوں سے محفوظ رہے گا۔ ہر ناگوار چیز سے اس کی حفاظت ہو گی)

(بخاری و مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے دو آیتیں نازل فرمائی ہیں جن پر سورۂ بقرہ ختم کی ہے جس گھر میں تین رات پڑھی جائیں گی تو شیطان اس گھر کے قریب نہ آئے گا۔ (ترمذی و دارمی)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ کے ختم پر جو آیتیں ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت کے خزانوں سے دی ہیں جو عرش کے نیچے ہیں۔ (ان میں جو دعائیں ہیں ایسی جامع ہیں کہ) انہوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی جس کا سوال ان میں نہ کیا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

جمعہ کے دن سورۂ آل عمران کی تلاوت کرنا

حضرت مکحول تابعی نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ آلِ عمران جمعہ کے دن پڑھ لے اس کے لئے رات آنے تک فرشتے دعا کرتے رہیں گے۔

(مشکوٰۃ شریف)

ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھنے سے کبھی فاقہ نہ ہوگا

(۹۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَۃَ الْوَاقِعَۃِ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ لَمْ تُصِبْہُ فَاقَۃٌ اَبَدًا وَکَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَأْمُرُ بَنَاتِہٖ یَقْرَأْنَ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (راویِ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد کا بیان ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دے کر روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِّمُوْا نِسَائَکُمْ سُوْرَۃَ الْوَاقِعَۃِ فَاِنَّھَا سُوْرَۃُ الْغِنٰی ۔

(کذا فی کنز العمال والجامع الصغیر للسیوطی عن مسند الفردوس للدیلمی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ وہ غنا یعنی مالداری (لانے والی) سورت ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۴۵ جلد ۱)

تشریح: حدیث ۹۳ میں فرمایا کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا اور اس کے بعد والی حدیث میں فرمایا کہ سورۂ واقعہ عورتوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ مالداری لانے والی سورۃ ہے۔ اسی لئے عبداللہ بن مسعودؓ روزانہ اپنی لڑکیوں کو اہتمام کے ساتھ

سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عساکرؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مرضِ وفات میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا "مَا تَشْتَکِیْ ؟" (آپ کو کیا تکلیف ہے ؟)

حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا "ذُنُوْبِیْ" (اپنے گناہوں کے وبال کی تکلیف ہے)

حضرت عثمانؓ نے فرمایا "فَمَا تَشْتَھِیْ" (آپ کی خواہش کیا ہے ؟)

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا "رَحْمَۃَ رَبِّیْ" (اپنے پروردگار کی رحمت چاہتا ہوں)

"آپ کے لئے کوئی طبیب بھیج دوں ؟ حضرت عثمانؓ نے پوچھا۔

"طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے" حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا۔

تو پھر اخراجات کے لئے کچھ رقم بھجوا دوں ؟" حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

" نہیں، مجھے اس کی ضرورت نہیں"۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا۔

" یہ رقم آپ کے بعد آپ کی صاحبزادیوں کے کام آجائے گی" حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

" کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر و فاقہ کا اندیشہ ہے ؟ میں نے تو انہیں ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کی تاکید کر رکھی ہے کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ کی مصیبت نہیں آئے گی۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۴)

لوگ آج کل پیسہ کمانے اور مالدار بننے کے لئے بہت کچھ کوششیں کرتے ہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نسخے پر عمل کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے آج کل ہم ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو چھوٹوں کو بڑوں کو، بچوں کو بوڑھوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ صبح ہوتی ہے تو سب سے پہلے ریڈیو اور اخبارات میں مشغول ہو جاتے ہیں گھنٹے آدھ گھنٹے کے بعد ناشتہ کر کے بناؤ سنگھار کر کے بچے اسکول کی راہ لیتے ہیں اور بڑے ملازمتوں کے لئے چل دیتے ہیں۔ عورتیں اور چھوٹے بچے ریڈیو سے گانا بجانا سنتے رہتے ہیں جب اسکول والے بچے واپس آتے ہیں تو وہ بھی گانا سننے میں لگ جاتے ہیں کہاں

کا ذکر کہاں کی تلاوت سب حب دنیا میں مست رہتے ہیں بہت کم کسی گھر سے کلام اللہ پڑھنے کی آواز آتی ہے ذکر اللہ اور تلاوت کلام اللہ کے لئے لوگوں کی طبیعتیں آمادہ ہی نہیں محلّے کے محلّے غفلت کدے بنے ہوئے ہیں اِکّا دُکّا کسی گھر میں کوئی نمازی ہے اس افسوسناک ماحول کی وجہ سے اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہیں۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے قرآن مجید پڑھے اور اپنے ہر بچے کو لڑکا ہو یا لڑکی قرآن شریف پڑھائے اور روزانہ صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہو کر گھر کا ہر فرد کچھ نہ کچھ تلاوت ضرور کرے تاکہ اس کی برکت سے ظاہر و باطن درست ہو اور دنیا و آخرت کی خیر نصیب ہو۔

اللہ کے ذکر اور تلاوتِ قرآن مجید کی برکتیں اور سعادتیں ایسی بے انتہا ہیں جن کا پتہ انہیں نیک بندوں کو ہے جو اپنی زندگی کا حصّہ ان میں لگائے رہتے ہیں سورۂ واقعہ اور سورۂ آل عمران اور سورۂ بقرہ کے فضائل ابھی ابھی گذر چکے ہیں ترغیب کے لئے ان کے علاوہ دیگر سورتوں کے خاص خاص فضائل اور خواص ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ نفس کو تلاوت کے لئے آمادہ کرنا آسان ہو۔

سُورۃ الفاتحہ

سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے جو بہت بڑی فضیلت والی سورت ہے ایک حدیث میں اس کو قرآن کی سب سے بڑی سورت فرمایا ہے۔ (بخاری) لمبی سورتیں تو اور بھی ہیں مگر عظمت کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی ہے اس کی بہت برکات ہیں۔ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ سورۂ فاتحہ جیسی سورۃ نہ تو توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں۔ (ترمذی)

سورۂ فاتحہ کا ورد رکھنا، دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۂ فاتحہ میں ہر مرض سے شفا ہے۔ (دارمی) سورۃ فاتحہ کے دس نام ہیں جن میں سے ایک نام کافیہ اور دوسرا شافیہ ہے اس کو پڑھتی رہا کرو، بچوں کو سکھاؤ اور پڑھو اور پڑھاؤ۔

سورۂ یٰسین شریف کی فضیلت

حضرت عطاء بن ابی رباح (تابعی) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دن کے اوّل حصّہ میں سورۂ یٰسین شریف پڑھ لی اس کی حاجتیں پوری کر دی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورۂ یٰسین اللہ کی رضا کی نیّت سے پڑھی اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے لہٰذا تم اسے اپنے موتیٰ کے پاس پڑھا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف) یعنی جس کی موت کا وقت قریب ہو اس کے پاس بیٹھ کر پڑھو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے جس نے یٰسین (ایک مرتبہ) پڑھی اللہ اس کے پڑھنے کی وجہ سے اس کے لئے دس مرتبہ پورا قرآن شریف پڑھنے کا ثواب لکھ دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

سورۂ کہف کی فضیلت

سورۂ کہف پندرھویں پارے کے آدھے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سے شروع ہوتی ہے۔

اس سورۃ کے پڑھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا۔

(بیہقی فی الدعوات الکبیر)

یعنی اس کا دل منور رہے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ جمعہ کے دن ایک بار اس کے پڑھ لینے سے اس کی قبر میں بقدر ایک ہفتہ کے روشنی رہے گی۔ اگر کوئی ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرے تو اسے موت کے بعد بھی نور ہی نصیب ہو گا۔ (گو تمام اعمالِ صالحہ روشنی کا سبب ہیں)۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کے اوّل کی تین آیات پڑھ لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

سورۂ تبارک الذی اور الٓمٓ سجدہ کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں ایک سورت ہے جس میں تیس آیات ہیں، اس نے ایک شخص کی یہاں تک سفارش کی کہ وہ بخش دیا گیا، یہ سورت تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے (جو انتیسویں پارہ کی پہلی سورت ہے)۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ سورۂ الٓمٓ تنزیل اور سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک نہ پڑھ لیتے تھے۔ (ترمذی دارمی)

دو سورتیں عذابِ قبر سے بچانے والی

سورہ الٓمٓ تنزیل اکیسویں پارہ میں ہے جسے الٓمٓ سجدہ بھی کہتے ہیں یہ سورہ لقمان اور سورۂ احزاب کے درمیان ہے سورۂ تَبَارَكَ الَّذِي اور الٓمٓ سجدہ کو قبر کے عذاب سے بچانے میں خاص دخل ہے جیسا کہ چغلی اور پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنے کو قبر کا عذاب لانے میں زیادہ دخل ہے

حضرت خالد بن معدان (تابعی) نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک شخص سورہ الٓمٓ سجدہ کو پڑھا کرتا تھا اس کے سوا (بطور ورد) کوئی دوسری سورت نہ پڑھتا تھا اور تھا بھی بہت گنہگار جب قبر میں عذاب ہونے لگا تو اس سورت نے اس شخص پر اپنے پر پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ اے رب اس کی مغفرت فرما دے کیونکہ یہ مجھے زیادہ پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ خداوند قدوس نے اس کی سفارش قبول فرمائی اور فرمایا کہ اس کے لئے ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی لکھ دو اور ایک ایک درجہ بلند کر دو۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی جانب سے قبر میں جھگڑا کرے گی اور اللہ پاک سے عرض کرے گی کہ اے اللہ اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے۔

یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت پرندے کی طرح اپنے پر پھیلادے گی اور سفارش کرے گی اور عذابِ قبر سے بچاوے گی جو جو کچھ فضیلت سورۂ الٓمٓ سجدہ کی بتائی یہ فضیلت اور خصوصیت سورۂ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ کی بھی بتائی ہے۔ (مشکوٰۃ عن الدارمی)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگالیا انہیں پتہ نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں سے ان کو سورۂ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ پڑھنے کی آواز آئی۔ پڑھنے والے نے جو صاحبِ قبر تھا یہ سورۃ پڑھتے پڑھتے ختم کردی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ هِیَ الْمَانِعَةُ هِیَ الْمُنْجِیَةُ تُنْجِیْهِ مِنْ عَذَابِ اللهِ یعنی یہ سورت عذاب کو روکنے والی ہے اللہ کے عذاب سے اسے نجات دلادے گی۔ (ترمذی)

سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ أَعُوْذُ بِاللهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستّر ہزار فرشتے مقرر فرمادیں گے جو اس دن شام تک اس کے لئے رحمت کی دُعا کرتے رہیں گے اور اگر اس دن میں مرجائے گا تو شہید ہونے کا درجہ پائے گا اور جس نے یہ عمل شام کو کرلیا تو اس کو بھی یہی نفع ہوگا (یعنی صبح ہونے تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دُعا کرتے رہیں گے اور اس رات میں مرجائے گا تو شہادت کا درجہ پائے گا)

(ترمذی دارمی)

سورۂ حشر اٹھائیسویں پارہ میں ہے اس کی آخری تین آیتیں هُوَ اللهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے ختم سورۃ تک ہیں۔ تلاش کرکے نکال لو سمجھ میں نہ آئے تو کسی حافظ سے پوچھ لو۔

سورۃ اِذَا زُلْزِلَتْ، قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور سورۂ اخلاص

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۂ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ اخلاص کی مزید فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دو سو مرتبہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامہ سے مٹا دیئے جائیں گے ہاں اگر اس کے اوپر کسی کا قرض ہو تو معاف نہ ہوگا۔ (ترمذی) نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لے تو قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندے تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے ہوئے سن لیا۔ آپؐ نے فرمایا (اس کے لئے) واجب ہوگئی۔ میں نے پوچھا کیا؟ فرمایا: جنّت۔ (ترمذی و نسائی)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سورت یعنی سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے محبّت رکھتا ہوں آپؐ نے فرمایا اس کی محبّت نے تجھے جنّت میں داخل کر دیا (ترمذی)

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی اس کے لئے جنّت میں ایک محل بنا دیا جائے گا اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنّت میں دو محل بنا دیئے جائیں گے اور جس نے تیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنّت میں تین محل بنا دیئے جائیں گے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم اپنے بہت زیادہ محل بنا لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ بہت بڑا داتا ہے جتنا عمل کرو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام ہے۔ (دارمی مرسلاً)

سورۂ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ

روزانہ ہزار آیات پڑھ لو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کسے طاقت ہے کہ روزانہ ہزار آیات (پابندی سے بلا ناغہ) پڑھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ لو۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ یہ سورتیں قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں ان کو مُعَوِّذَتَیْن کہتے ہیں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ تکلیف دینے والی چیزوں اور مخلوق کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لئے ان کا پڑھنا بہت ہی زیادہ نافع اور مفید ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا کہ اچانک آندھی آگئی اور سخت اندھیرا ہو گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس کے ذریعہ اس مصیبت سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے یعنی ان کو پڑھنے لگے اور فرمایا کہ عقبہ ان سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ ان جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ کوئی پناہ لینے والا پناہ حاصل کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن خبیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایسی رات میں جس میں بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیری بھی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکلے۔ چنانچہ ہم نے آپؐ کو پالیا۔ آپؐ نے فرمایا کہو۔ میں نے عرض کیا۔ کیا کہوں۔ فرمایا جب صبح ہو اور شام ہو سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تین تین بار پڑھ لو۔ یہ عمل کر لو گے تو ہر ایسی چیز سے تمہاری حفاظت ہو جائے گی جس سے پناہ لی جاتی ہے (یعنی ہر موذی اور ہر شر اور ہر بلا سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھتا ہے تو ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہے جو اس نے پیدا کی ہے اور رات کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور گرہوں میں دم کرنے والی عورتوں کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے جو جادو کرتی ہیں اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے والا سینوں میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ لیتا ہے۔ اتنی چیزوں کے شر سے بچنے کے

لئے دُعا کی جاتی ہے اسی لئے یہ دونوں سورتیں ہر طرح کے شر اور بلا اور مصیبت اور جادو ٹونہ ٹوٹکہ سے محفوظ رہنے کے لئے مفید ہیں اور مجرّب ہیں ان کو اور سورۂ اخلاص کو صبح اور شام تین تین بار پڑھے اور دیگر اوقات میں بھی ورد رکھے، کسی بچّے کو تکلیف ہو، نظر لگ جائے تو ان دونوں کو پڑھ کر دم کرے یا ان کو لکھ کر گلے میں ڈال دے۔ بچّوں کو یاد کرا دیں، دکھ تکلیف میں ان سے بھی پڑھوائیں۔

رات کو سوتے وقت کرنے کا ایک عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ روزانہ رات کو جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں اس طرح پھونک مارتے تھے کہ کچھ تھوک بھی پھونک کے ساتھ نکل جاتا تھا۔ پھر دونوں ہتھیلیوں کو پورے بدن پر جہاں تک ممکن ہوتا تھا پھیر لیتے تھے یہ ہاتھ پھیرنا سر اور چہرے سے اور سامنے کے حصّہ سے شروع فرماتے تھے اور یہ عمل تین بار فرماتے تھے۔ (بخاری)

بیماری کا ایک عمل

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا یہ بھی بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اپنے جسم پر سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے (جس کا طریقہ ابھی اوپر گذرا ہے) پھر جس مرض میں آپؐ کی وفات ہوئی اس میں مَیں یہ کرتی تھی کہ دونوں سورتیں پڑھ کر آپؐ کے ہاتھ پر دم کر دیتی تھی پھر آپؐ کے ہاتھ کو آپؐ کے جسم پر پھیر دیتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

دم صرف پھونکنے کو نہیں کہتے دم یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ تھوک کا بھی کچھ حصّہ نکل جائے۔

حفظ قرآن کی ضرورت اور اہمیّت

قرآن مجید بہت بڑا معجزہ ہے اور کئی اعتبار سے معجزہ ہے اس کا ایک کھلا ہوا معجزہ جو ہر مسلم اور غیر مسلم کے اور ہر دوست و دشمن کے سامنے ہے یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچّے

اور جوان اور بڑی عمروں کے لوگ اس کو حفظ یاد کر لیتے ہیں۔ قرآن کا حفظ ہونا اچھا ذہن اور قوی دماغ ہونے پر موقوف نہیں، بڑے بڑے ذہین اور حافظے کی قوت رکھنے والے اپنی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کے پچاس صفحے بھی یاد نہیں کر سکتے اور روزانہ تھوڑا سا وقت لگانے سے قرآن مجید کند ذہن والوں کو یاد ہو جاتا ہے جو اپنی زبان میں بھی نہیں، ہے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ قرآن دنیا میں رہے اس کے حفظ کرنے کرانے والے بھی رہیں گے جو شخص یا جو کنبہ اور جو برادری اور جو علاقہ اس کی جانب سے غفلت برتے گا خود اس کی خیر سے محروم رہے گا قرآن کے یاد رکھنے والے ادارے اور سینوں میں اٹھانے والے ہمیشہ رہیں گے اور اس کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہیں گے اللہ جل شانہ، کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید کے ہم محافظ ہیں یہ وعدہ اس طرح پورا ہوتا رہا ہے کہ ہمیشہ سے اس کے یاد رکھنے والے موجود رہے ہیں اور موجود رہیں گے انشاء اللہ تعالٰے۔

ہمیں چاہیئے کہ قرآن کی طرف بڑھیں تاکہ اس کی برکتوں سے مالا مال ہوں اپنی اولاد کو قرآن مجید حفظ کرانے کی بلیغ کوشش کریں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھا اور اس کو خوب یاد کر لیا اور اس کے حلال کو حلال رکھا اور اس کے حرام کو حرام رکھا تو خدا تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے لوگوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا جن کے لئے دوزخ میں جانا واجب ہو چکا ہوگا۔ (ترمذی)

حلال کو حلال رکھا اور حرام کو حرام رکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے جن چیزوں کو حلال بتایا ہے ان کو حلال سمجھ کر ان پر عمل کیا اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان کو حرام سمجھ کر ترک کر دیا قرآن کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کی۔

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی بہتر ہوگی جبکہ آفتاب دنیا کے گھروں میں ہو۔ یہ فرما کر آپؐ نے ارشاد فرمایا فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِهٰذَا

(یعنی جب والدین کے اعزاز واکرام کا یہ حال ہے تو اب تمہارا کیا خیال ہے اس کے بارے میں جس نے یہ کام کیا یعنی قرآن پڑھا اس پر عمل کیا) (ابوداؤد شریف) یعنی اس کا انعام تو اور زیادہ ہوگا۔

اپنے بچوں کو حفظ میں لگاؤ یہ بہت آسان کام ہے جاہلوں نے مشہور کر دیا ہے کہ قرآن حفظ کرنا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے یہ بالکل جاہلانہ بات ہے قرآن حافظے سے یاد نہیں ہوتا معجزہ ہونے کی وجہ سے یاد ہوتا ہے۔ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ دنیا کا کام کاج کرتے ہوئے اور اسکول وکالج میں پڑھتے ہوئے بہت سے بچوں نے قرآن شریف حفظ کر لیا بہت سے لوگوں نے سفید بال ہونے کے بعد حفظ کرنا شروع کیا اللہ جل شانہٗ نے اس کو بھی کامیابی عطا فرمائی جو بچہ حفظ کر لیتا ہے اس کی قوت حافظہ اور سمجھ میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ آئندہ جو بھی تعلیم حاصل کرے ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے آگے رہتا ہے۔ قرآن کی برکت سے انسان دنیا وآخرت میں ترقی کرتا ہے افسوس ہے کہ لوگوں نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں کوئی قرآن کی طرف بڑھے تو اس کی برکات کا پتہ چلے۔

بہت سے جاہل کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹانے سے کیا فائدہ یہ لوگ روپے پیسے کو فائدہ سمجھتے ہیں۔ ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملنا اور آخرت میں ماں باپ کو تاج پہنایا جانا اور قرآن پڑھنے والے کا اپنے گھر کے لوگوں کی سفارش کرکے دوزخ سے بچوا دینا فائدہ میں شمار ہی نہیں کرتے، کہتے ہیں حفظ کرکے ملاّ بنے گا تو کہاں سے کھائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ حفظ کر لینے کے بعد تجارت اور ملازمت کر لینے سے کون روکتا ہے ملاّ ہونا تو بہت بڑی سعادت ہے جسے یہ سعادت مطلوب نہیں وہ اپنے بچے کو حفظ قرآن سے تو محروم نہ کرے جب حفظ کر لے تو اسے دنیا کے کسی بھی حلال مشغلے میں لگا دے اور یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیئے کہ جتنے سال یہ بچہ حفظ کرے گا اس کے یہ سال دنیوی تعلیم کے اعتبار سے ضائع نہیں ہوں گے کیونکہ حفظ کر لینے والا حفظ سے فارغ ہو کر چند ماہ کی محنت سے چھٹی ساتویں جماعت کا امتحان بآسانی دے سکتا ہے یہ محض دعویٰ نہیں تجربہ کیا گیا ہے۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

ذکر اللہ کے فضائل
اور
غفلت پر وعیدیں

تسبیح و تہلیل کا حکم اور انگلیوں پر پڑھنے کی فضیلت

(۹۴) عَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّقْدِيسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُولَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفُلْنَ فَتُنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ ۔ (رواہ الترمذی وابو داؤد)

ترجمہ: حضرت یسیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں (جو ان مقدس خواتین میں سے تھیں جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی تھی) کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم (چند خواتین سے خطاب کر کے) فرمایا کہ تم تسبیح و تہلیل اور تقدیس کی پابندی رکھو اور انگلیوں پر پڑھا کرو کیونکہ ان سے دریافت کیا جائے گا (اور جواب دینے کے لئے) ان کو بولنے کی قدرت دی جائے گی اور تم (ذکر اللہ سے) غافل نہ ہو جانا ورنہ رحمت سے بھلا دی جاؤ گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۰۲ بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

تشریح: آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مردوں اور عورتوں کے لئے مبعوث ہوئے اور آپ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے لئے مصلح اور ہادی ہیں۔ گو عموماً احکامِ شریعت قرآن و حدیث میں عمومی خطاب سے مذکور ہیں جس میں مذکر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں اور بجز احکامِ مخصوصہ کے سب احکام مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں ہیں باوجودیکہ عمومی خطاب میں عورتیں بھی برابر کی شریک ہیں پھر بھی قرآن و حدیث میں جگہ جگہ عورتوں کو خصوصی خطاب سے مشرف فرمایا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث

بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا ہر مسلم مرد و عورت کے لئے گناہوں کی مغفرت اور درجات بلند ہونے کا سبب ہے اور بے شمار آیات و احادیث میں ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اس حدیث میں خاص کر عورتوں سے خطاب فرمایا ہے اور اس خصوصی خطاب کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ عورتوں میں تیری میری برائی کرنے اور لگائی بجھائی کے ذریعہ فساد پھیلانے کی خاص عادت ہوتی ہے عورتوں کی شاید کوئی مجلس شکوہ شکایت اور غیبت و بہتان سے خالی ہوتی ہو۔ زبان خدائے پاک کا بہت بڑا عطیہ ہے اس کے ذریعہ جنّت کے بلند درجات تک رسائی ہو سکتی ہے اس مبارک عطیہ کو لایعنی باتوں اور نیکیاں برباد کرنے والی گفتگو میں لگانا سراپا نقصان اور خسرانِ عظیم ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي ۔ (ترمذی)

ذکر اللہ کے بغیر زیادہ نہ بولا کرو کیونکہ ذکرِ الٰہی کے بغیر زیادہ بولنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہی شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔ (ترمذی)

عورتیں زبان کے معاملہ میں بہت زیادہ بے احتیاط ہوتی ہیں ان کو خصوصی خطاب فرمایا کہ:

(۱) تسبیح و تہلیل اور تقدیس میں لگی رہا کرو۔ تسبیح سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کو اور تہلیل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کو کہتے ہیں ان دونوں کے بڑے بڑے اجر و ثواب حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں تقدیس خدائے پاک کی پاکی بیان کرنے کو کہتے ہیں قُدُّوْسٌ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں کا سلام پھیر کر تین بار سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کہا کرتے تھے اور تیسری بار باآوازِ بلند فرماتے اور اَلْقُدُّوْس کی دال ذرا زیادہ کھینچتے تھے[۱]۔ جب تہجد کے لئے بیدار

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ۱۲۔

ہوتے تھے تو دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور دس بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور دس بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اور دس بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دس بار سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ پڑھا کرتے تھے۔ ؎

(۲) دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اللہ کا ذکر کرتے وقت انگلیوں پر شمار کیا کرو۔ پھر اس کی حکمت بتائی کہ قیامت کے دن انگلیوں کو بولنے کی طاقت دی جائے گی اور ان سے سوال ہوگا، جس نے ان کو ذکر اللہ کے لئے استعمال کیا ہوگا اس کے حق میں گواہی دیں گی دیگر احادیث اور بعض آیاتِ قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلیوں کے علاوہ دیگر اعضاء (ہاتھ پاؤں ران وغیرہ) بھی گواہی دیں گے۔ انسان کی سمجھداری اسی میں ہے کہ اپنے اعضاء و جوارح کو اپنے حق میں اچھے گواہ بنائے یعنی اعمالِ صالحہ میں مشغول ہو۔ اور اعمال بد سے بچے تاکہ اس کے اپنے ہاتھ پاؤں اس کے خلاف گواہی نہ دے سکیں۔

(۳) تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ ذکر اللہ سے غافل نہ ہونا چاہیئے ورنہ رحمت سے بھلادی جاؤگی یعنی اللہ تعالےٰ کی خصوصی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہو جاؤگی۔ درحقیقت یہ نصیحت پہلی ہی نصیحت کی تاکید ہے اور دوبارہ اس میں ذکر اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ ذکر اللہ بڑی انمول نعمت ہے اور آخرت کے بڑے بڑے درجات اس کے ذریعہ مل سکتے ہیں اور اس میں خرچ بھی کچھ نہیں ہوتا۔ کام کاج میں لگے ہوئے بھی پہلا کلمہ، تیسرا کلمہ، درود شریف اور استغفار وغیرہ میں مشغول رہ سکتی ہیں باوضو ہونا بھی شرط نہیں بلکہ اگر غسل فرض ہو یا خاص دنوں کا زمانہ ہو تب بھی ذکر اللہ کر سکتی ہیں ہاں ان دونوں حالتوں میں قرآن شریف پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

ذکر کے فضائل ذرا تفصیل سے لکھے جاتے ہیں تاکہ ذکر کے اجر و ثواب اور نفع عظیم کا پتہ رہے اور عمل کی طرف دل بڑھے۔

ذاکر ہر بھلائی لے گئے ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سے مجاہد کا بڑا اجر ہے آپؐ نے فرمایا جو ان میں سے خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہو۔ پھر ان صاحب نے دریافت کیا کہ صالحین میں کس کا بڑا اجر ہے۔

؎ مشکوٰۃ ص ۱۰۸۔ ۱۲

آپؐ نے فرمایا کہ ان میں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہو۔ پھر ان صاحب نے نمازیوں اور زکوٰۃ دینے والوں، حاجیوں اور صدقہ دینے والوں کے متعلق بھی یہی سوال کیا اور آپؐ نے یہی جواب دیا۔

یہ سوال و جواب سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے ابو حفص ذکر کرنے والے تو ہر بھلائی لے اڑے۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں۔ (ترغیب)

خُدا کی معیّت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک بندہ کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ ہلتے رہیں۔ (بخاری)

دل کی صفائی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کی صفائی ہوتی ہے اور دل کی صفائی اللہ کی یاد ہے اور ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی اس قدر اللہ کے عذاب سے نہیں بچاتا جس قدر ذکر کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی اس قدر اللہ کے عذاب سے نہیں بچاتا اگرچہ مارتے مارتے مجاہد کی تلوار کیوں نہ ٹوٹ جائے۔ (بیہقی فی الدعوات الکبیر)

دُنیا میں دیدارِ جنّت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غافلوں میں ذاکرِ خُدا کی مثال ایسی ہے جیسے (میدانِ جنگ سے) بھاگ جانے والوں کے بعد کوئی جہاد کرنے والا ہو۔ اور غافلوں میں ذاکرِ خدا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سبز ٹہنی کسی سوکھے درخت میں ہو اور غافلوں میں ذاکرِ خدا کی مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں چراغ رکھا ہو اور غافلوں میں رہتے ہوئے خدا کی یاد میں مشغول رہنے والے کو اللہ زندگی ہی میں اس کا مقام جنّت میں دکھا دے گا اور غافلوں میں خدا کی یاد کرنے والے کی مغفرت ہر فصیح اور ہر اعجم کی تعداد میں ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

فصیح سے جن اور انسان اور اعجم سے جانور مراد ہیں۔

خدا کی بارگاہ میں تذکرہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالٰے فرماتے ہیں کہ میں بندے کے گمان کے پاس ہوں (جو گمان وہ مجھ سے رکھے) اور اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے سو اگر وہ مجھ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب مجھ کو جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔ (بخاری)

"میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں" اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف خود ہی اس کا ذکر کرتا ہوں فرشتوں کے سامنے اس کا ذکر نہیں کرتا اور یہ جو فرمایا کہ "جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے" یعنی مقرب فرشتوں اور ارواحِ مرسلین میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں جو سب مل کر عام انسانوں سے بہتر اور افضل ہیں۔ (طیبی)

"میں بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں" اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے متعلق جو بندہ مغفرت اور عذاب کا گمان کرتا ہے تو میں ایسا ہی کرتا ہوں اگر وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ خدا مجھ کو بخش دے گا تو اس کو بخش دیتا ہوں اور اگر اس کے خلاف گمان رکھتا ہے تو نہیں بخشتا ہوں۔ (لمعات)

ایک روز حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ تعالٰی کہنے لگے کہ مجھ کو معلوم ہو جاتا ہے جب مجھ کو میرا خدا یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا جب میں اس کو یاد کرتا ہوں تو وہ مجھ کو یاد کرتا ہے لہٰذا جب کوئی شخص بارگاہِ خداوندی میں اپنا ذکر چاہے وہ خدا کا ذکر شروع کر دے۔

تہجد گذاری کے بدلے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص تم میں سے رات کو جاگ کر تکلیف برداشت کرنے سے عاجز ہو اور مال خرچ کرنے میں بخل کرتا ہو اور دشمن کے ساتھ جہاد کرنے سے بزدلی کرتا ہو اس کو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر بہت کرے۔ (طبرانی)

بلا خرچ بالا نشیں

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کی گود میں روپے ہوں جن کو وہ تقسیم کرتا ہو اور دوسرا شخص خدا کا ذکر کرتا ہو تو یہ ذکر کرنے والا ہی افضل رہے گا۔ (الترغیب)

بستر پر بلند درجے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں بہت سے لوگ بچھے ہوئے بستروں پر ضرور بالضرور ذکر اللہ کریں گے اور (وہ ذکر) ان کو بلند درجوں میں داخل کر دے گا۔ (ترغیب)

دیوانہ بن جاؤ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کا ذکر اس قدر زیادہ کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں۔ (ایضاً)

ریاکاری کی پرواہ نہ کرو

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس قدر اللہ کا ذکر کرو کہ منافق لوگ تم کو ریاکار کہنے لگیں۔ (ایضاً)

نمبر لے گئے

ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ شریف کے راستے میں جمدان پہاڑ پر گذر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ چلو یہ جمدان ہے۔ آگے بڑھ گئے (اپنے نفسوں کو) تنہا کرنے والے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضرت تنہا کرنے والے کون ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ (مسلم شریف) اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ کے جواب میں فرمایا کہ ہمیشہ یادِ خدا کی حرص کرنے والے اپنے نفسوں کو تنہا کرتے والے ہیں۔ خدا کا ذکر ان کا بوجھ اتار دے گا۔ لہٰذا وہ ہلکے پھلکے (میدان حشر) میں آئیں گے۔ (ترمذی) اپنے نفسوں کو تنہا کرنے والے، یعنی اپنے ہمعصر لوگوں سے بالکل الگ رویّہ رکھنے والے کہ سب لوگ تو دنیاوی بکواس، بیہودہ خرافات اور لایعنی باتوں میں مشغول ہوں مگر وہ لوگ صرف اللہ کی یاد میں وقت گذارتے ہوں۔ (من المرقاۃ)

ندائے مغفرت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کچھ لوگ اللہ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہو جائیں اور ان کی غرض اس سے صرف رضاءِ خدا ہو تو (خدا کا) منادی آسمان سے آواز دیتا ہے کہ اُٹھ جاؤ بخشے بخشائے اور میں نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ (ترغیب)

موتی کے منبر سردارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ شانہٗ ضرور ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جن کے چہروں پر نور ہوگا۔ (اور) وہ موتیوں کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور یہ حضرات نہ نبی ہوں گے نہ شہید ہوں گے (اور) سب لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے (یہ سُن کر) ایک اعرابی رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ حضرت ان کے اوصاف بتادیجئے (تاکہ) ہم ان کو پہچان لیں آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ حضرات ہوں گے (جن میں کوئی رشتہ ناتہ نہ ہوگا اور) جو مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں کے ہوں گے (اور اس کے باوجود) اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے تھے (اور) اللہ کی یاد کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ (ترغیب)

خیر الدنیا والآخرۃ رحمت کائنات حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں جس کو دی گئیں اس کو دُنیا اور آخرت کی بھلائی دے دی گئی (وہ چار چیزیں یہ ہیں) ① شکرگذار دل ② خدا کا ذکر کرنے والی زبان۔ ③ بلاء پر صبر کرنے والا بدن ④ اور اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والی بیوی۔ (ترغیب)

صرف ایک چیز حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ اسلام کی چیزیں تو بہت ہیں (جن کی ذمہ داری بھی) مجھ پر (بہت ہے اور سب کی ادائگی بھی نہیں ہوتی) لہٰذا مجھ کو آپ ایک ہی چیز بتادیجئے جس میں لگا رہوں، آپؐ نے فرمایا تیری زبان ہمیشہ یادِ خدا میں تر رہے۔ (مشکوٰۃ)

جہاد سے افضل حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ قیامت کے روز خدا کے نزدیک کون شخص سب سے افضل اور سب سے بلند درجے والا ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں! (اس پر) ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ کیا ذکر کرنے والے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے سے بھی افضل اور ارفع ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر (جہاد کرنے والا) اپنی تلوار سے کافروں اور مشرکوں کو اس قدر مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور (وہ شخص یا تلوار) خون میں رنگ جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا ہی افضل رہے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہؓ کو خطاب کر کے) فرمایا کہ کیا تم کو تمہارا وہ عمل نہ بتا دوں جو تمہارے مالک (خداوند عالم) کے نزدیک تمام اعمال سے بہتر اور پاکیزہ ہے اور جو تمہارے درجات کو سب اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور تمہارے لئے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور جو اس سے (بھی) بہتر ہے کہ تم دشمن سے بھڑ جاؤ اور ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟

صحابہؓ نے جواب میں عرض کیا کہ جی ارشاد فرمائیے! آپؐ نے فرمایا (وہ عمل) اللہ کا ذکر ہے (جو ان سب سے اعلیٰ و افضل ہے)۔ (ترمذی)

دُنیا سے رخصت ہونے کے وقت حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی (صحابیؓ) نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ حضرت سب لوگوں سے بہتر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا خوشی ہے اس شخص کے لئے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھے ہوں۔ ان صاحبؓ نے پھر عرض کیا سب سے زیادہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا "یہ کہ تُو دنیا سے اس حالت میں جُدا ہو کہ تیری زبان اللہ کے ذکر میں تر ہو۔ (ترمذی شریف)

جنّت کے باغیچے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صحابہؓ سے) ارشاد فرمایا کہ جب جنّت کے باغیچوں

پر گذرو تو کھایا پیا کرو! صحابہؓ نے عرض کیا کہ جنّت کے باغیچے کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ذکر کی مجلسیں ہیں۔ (ایضاً)

ف:۔ کھانے پینے کا مطلب یہ ہے کہ ان باغیچوں میں جاکر باغیچوں والوں کے عمل میں شریک ہو جاؤ۔ یعنی ذکر کرنے لگا کرو۔

فرشتوں کے سامنے فخر

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لائے (جو بیٹھے ہوئے تھے) آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کو یہاں کس چیز نے بٹھا رکھا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم بیٹھے ہوئے خدا کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت دی اور اس کی وجہ سے ہم پر احسان کیا آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم کیا تم کو صرف اسی چیز نے بٹھا رکھا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم ہم کو صرف اسی چیز نے بٹھا رکھا ہے!

آپؐ نے فرمایا کہ خوب سمجھ لو میں نے تم کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہیں کھلائی لیکن بات در اصل یہ ہے کہ (ابھی) میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور مجھ کو یہ بتا گئے کہ اللہ عزّوجل فرشتوں کے سامنے تم کو فخراً پیش فرما رہے ہیں۔ (مسلم)

عذابِ الٰہی سے نجات

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی عمل بندے کو اس قدر خدا کے عذاب سے نہیں بچاتا جس قدر خدا کی یاد بچاتی ہے۔ (ترمذی عن معاذ)

ف:۔ یعنی سارے نیک اعمال خدا کے عذاب سے نجات دلانے کا ذریعہ ہیں مگر ان سب میں سے افضل ذکر اللہ ہے جس کے برابر کوئی بھی عمل نہیں اس سے بڑھ کر عذابِ الٰہی سے بچانے والا ہو اور کوئی عمل نہیں۔

عرشِ الٰہی کے سائے میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سات شخص ایسے ہیں جن کو خداوند تعالےٰ اپنے سائے میں رکھے گا جبکہ اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) منصف مسلمان بادشاہ۔ (۲) وہ جوان جو اللہ عزّوجل کی عبادت میں پلا بڑھا۔ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں

اٹکا رہتا ہے ④ اور وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھی اور اسی پر ملاقات کی اور اسی پر جدا ہوئے ⑤ وہ شخص جس کو کسی صاحب مرتبہ اور حسین عورت نے (برُے کام کی) دعوت دی اور اس نے (کورا) جواب دیا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں ⑥ وہ شخص جس نے داہنے ہاتھ سے صدقہ کیا اور اس کو پوشیدہ رکھا حتیٰ کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ⑦ وہ شخص جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہ پڑے۔ (بخاری شریف)

مُردہ اور زندہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرے اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہ کرے زندہ اور مردہ کی مثال ہے (بخاری)

ف :۔ یعنی خدا کی یاد میں مشغول رہنے والا زندہ ہے اور اس سے غافل رہنے والا مردہ ہے ذاکرین کو حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے ان کو خدائے تعالیٰ کا خاص تعلق حاصل ہوتا ہے۔ وہ دونوں عالم میں امن و چین کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ذاکر کے برعکس وہ لوگ ہیں جن کو دنیا و آخرت کا ہوش نہیں ان کا باطن مردہ اور گندہ اور ظاہر مرجھایا ہوا رہتا ہے بظاہر وہ جاندار معلوم ہوتے ہیں مگر بندگی کی روح سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔

انسانی صورت اور ڈھانچہ ضرور ان کے پاس ہوتا ہے مگر ان کی زندگی بے سود اور بے فائدہ ہوتی ہے جس طرح مردہ کوئی کسب نہیں کرتا اور عملی ترقی کے زینہ پر نہیں چڑھتا اس طرح غیر ذاکر کا حال ہے۔ ان میں سے کبھی کسی کو تھوڑی بہت دنیا تو مل جاتی ہے مگر آخرت کی غفلت ان کو دنیا میں رہتے ہوئے مردہ بنا دیتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھ پر یہ بات پیش کی کہ (اگر تم چاہو تو) مکہ کے سنگریزوں کو تمہارے لئے سونا بنا دوں! میں

نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار (میں) نہیں (چاہتا) لیکن (میں تو یہ چاہتا ہوں) کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھالوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں سو جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں اور تیری یاد میں لگوں اور جب پیٹ بھرلوں تو تیری حمد کروں اور تیرا شکر کروں۔ (احمد و ترمذی)

کروٹ میں قبول

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص پاک ہونے کی صورت میں (یعنی باوضو) اپنے بستر پر پہنچا اور نیند آنے تک اللہ کو یاد کرتا رہا تو رات کو جس وقت بھی کروٹ بدلتے ہوئے اللہ سے کسی دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرے گا تو خدا تعالےٰ وہ بھلائی اس کو ضرور دے گا (مشکوٰۃ عن اذکار النووی)

شیطان کی ناکامی

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کو یاد کرلے تو شیطان (اپنے ساتھیوں) سے کہتا ہے کہ (چلو) یہاں نہ رات کو ٹھہر سکتے ہیں اور نہ کھا سکتے ہو۔ اور جب (انسان) اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اللہ کو یاد نہ کیا تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ تم (یہاں) رات کو ٹھہرنے میں کامیاب ہوگئے اور جب کھاتے وقت اللہ کو یاد نہ کیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تم یہاں رات کو ٹھہرنے اور کھانا کھانے میں کامیاب ہوگئے۔ (مسلم)

نمازِ فجر اور عصر کے بعد ذکر کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز باجماعت پڑھے پھر سورج نکلنے تک بیٹھا ہوا اللہ کو یاد کرتا رہے پھر دو رکعتیں پڑھ لے تو اس کو پورے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

رسُولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک چار زانوں (پالتی مار کر) بیٹھے رہتے تھے اور آپ نے نماز فجر اور نماز عصر کے بعد یادِ خدا میں مشغول ہونے کی ترغیب دی ہے اور اس بارے میں بہت سی فضیلتوں سے باخبر کیا ہے۔ چنانچہ

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے مجھے اسمٰعیل علیہ السّلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے سے یہ زیادہ محبوب ہے کہ ضرور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جاؤں جو فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک اللہ کو یاد کرتے رہیں اور چار غلام آزاد کرنے سے مجھ کو یہ بہت زیادہ پسند ہے کہ ضرور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جاؤں جو عصر کی نماز سے سورج چھپنے تک اللہ کو یاد کرتے رہیں۔ (ابوداؤد شریف)

دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھ لے پھر بیٹھا بیٹھا سورج نکلنے تک اللہ کو یاد کرتا رہے تو اس کے لئے جنّت واجب ہوگئی۔ (الترغیب والترہیب)

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مجاہدین کا) ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا جن کو بہت زیادہ غنیمت کے اموال ہاتھ لگے اور جلد واپس آگئے۔

یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ ہم نے کوئی دستہ ایسا نہیں دیکھا جو اس دستہ کی نسبت زیادہ مال غنیمت لایا ہو اور اس قدر جلدی واپس آیا ہو اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیا میں تجھ کو ایسا شخص نہ بتادوں جو اس دستہ سے بھی زیادہ جلدی واپس ہونے والا اور مال غنیمت حاصل کرنے والا ہو، (سُنو) یہ وہ شخص ہے جو با جماعت نماز پڑھے پھر سورج نکلنے تک اللہ کو یاد کرتا رہے۔ (ایضاً)

فائدہ:۔ بعض روایات میں ہے کہ جس جگہ نماز فجر باجماعت پڑھی ہو اسی جگہ بیٹھا ہوا ذکر کرتا رہے۔ عورتیں گھر میں بلا جماعت نماز پڑھتی ہیں وہ بھی ذکر کا اہتمام کریں۔ مصلے پر بیٹھی بیٹھی ذکر کرتی رہیں اور اشراق پڑھ کر اٹھیں اجر عظیم پائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ اگر کسی وجہ سے مصلّٰی چھوڑنا پڑے تو بھی ذکر کرتی رہیں فجر اور عصر کے بعد ذکر کا خاص وقت ہے اور اس کی بہت ہی فضیلت ہے۔

نفاق سے بری

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے خدا کا ذکر بہت کیا وہ نفاق سے بری ہوگیا۔

(ترغیب عن البیہقی)

ذکر چھوڑنے کی وعیدیں

اب وہ احادیث کریمہ درج کی جاتی ہیں جن میں ذکر اللہ سے غافل ہونے والوں کے لئے وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

مردہ گدھے کے پاس سے اٹھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کچھ لوگ کسی جگہ (بیٹھے پھر وہاں) سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور اس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا تو وہ گویا مردہ گدھے کو چھوڑ کر اٹھے اور یہ مجلس (آخرت میں) ان کے لئے باعثِ حسرت ہوگی۔ (احمد و ابو داؤد)

نقصانِ عظیم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بیٹھنے کی جگہ بیٹھا اور اس نے اس جگہ اللہ کا ذکر نہ کیا تو اللہ جل شانہٗ کی جانب سے اس کا یہ بیٹھنا اس کے لئے نقصان کا سبب ہوگا اور جو شخص کسی جگہ لیٹا اور اس نے اس لیٹنے میں (اوّل سے آخر تک کسی وقت بھی) اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس کا یہ لیٹنا اللہ کی جانب سے نقصان کا باعث ہوگا۔ (ابو داؤد شریف) اور جو شخص کسی جگہ چلا اور اس چلنے کے درمیان اللہ کا ذکر نہیں کیا تو اس کے لئے یہ چلنا نقصان کا سبب ہوگا۔ (زادہ فی الترغیب)

ہر بات وبال ہے مگر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی ہر بات اس کے لئے وبال ہے (اور) اس کے لئے نفع کی چیز نہیں ہے مگر نفع کی چیزیں یہ ہیں) (۱) کسی بھلائی کا حکم کرنا (۲) کسی برائی سے روک دینا (۳) یا اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرنا۔ (ترمذی شریف)

لعنت سے کون محفوظ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار

بلا شبہ ساری دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جو ذکر اللہ کے تابع ہو اور عالم دین اور (دین کا) طالب علم (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز مردود ہے اللہ جل شانہ کی رحمت سے دور ہے۔ بارگاہ خداوندی میں نامقبول ہے خواہ کیسی ہی زیب وزینت کے ساتھ بنی ہوئی ہو اور اہل دنیا کو کیسی ہی بھاتی ہو البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور وہ چیزیں خداوند قدوس کے یہاں مقبول ہیں جو ذکر اللہ کے تابع ہوں یعنی اللہ کی فرمانبرداری اور خوشنودی کے لئے جو کچھ ہو وہ سب مقبول بارگاہ ہے جیسے اللہ کی رضا کے لئے حلال مال خرچ کرنا، دینی مدرسہ کھولنا، مسجد بنانا، غریبوں کو کھانا کھلانا، کتابیں لکھنا بال بچوں کی پرورش کرنا، ماں باپ کے حقوق ادا کرنا وغیرہ وغیرہ نیز دین کا عالم اور دین کا طالب علم بھی لعنت خداوندی سے محفوظ ہے اور خداوند عالم کے یہاں مقبول ومحبوب ہے۔ علماء نے بتایا ہے کہ جو شخص بھی اللہ کی فرمانبرداری میں لگا ہوا ہے وہ ذاکر ہے یعنی زبان سے یا دل سے یا عمل سے اللہ کے کام میں یا اللہ کے نام میں جو مشغول ہے وہ ذاکر ہے غافلوں میں شمار نہیں جعلنا اللہ من الذاکرین اللہ کثیرا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ
کا ورد رکھنے کے فضائل

(۹۵) وَعَنْ اُمِّ ھَانِئٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ "مَرَّ بِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ کَبِرْتُ وَضَعُفْتُ اَوْ کَمَا قَالَتْ فَمُرْنِیْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُہٗ وَاَنَا جَالِسَۃٌ قَالَ مِاَۃَ سَبِّحِی اللّٰہَ سَبِّحِیْ تَسْبِیْحَۃً فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکِ مِاَۃَ رَقَبَۃٍ تُعْتِقِیْھَا مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاحْمَدِی اللّٰہَ مِاَۃَ تَحْمِیْدَۃٍ فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکِ مِاَۃَ فَرَسٍ مُسْرَجَۃٍ مُلْجَمَۃٍ تَحْمِلِیْنَ عَلَیْھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکَبِّرِی اللّٰہَ مِاَۃَ تَکْبِیْرَۃٍ فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکِ مِاَۃَ بَدَنَۃٍ مُقَلَّدَۃٍ مُتَقَبَّلَۃٍ وَھَلِّلِی اللّٰہَ مِاَۃَ تَھْلِیْلَۃٍ قَالَ اَبُوْ خَلْفٍ اَحْسِبُہٗ قَالَ تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَا یُرْفَعُ یَوْمَئِذٍ لِاَحَدٍ

بِمَكَّةَ اَفْضَلُ مِمَّا يُرْفَعُ لَكِ اِلَّا اَنْ يَّاتِیَ بِمِثْلِ مَا اَتَيْتِ ؕ

(رواہ احمد باسناد حسن و اللفظ لہ والنسائی ولم یقل ولا یرفع الی آخرہ والبیہقی بتمامہ کذا فی الترغیب والترھیب للحافظ المنذری)

ترجمہ: حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی اور ضعیف ہوگئی ہوں (محنت و مجاہدہ والے اعمال کرنا دشوار ہے) آپ مجھے ایسا عمل بتادیں جسے میں بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں، آپ نے فرمایا سو مرتبہ اللہ کی تسبیح بیان کر (مثلاً سبحان اللہ کہہ لے) یہ عمل تیرے لئے (ثواب میں) ایسے سو غلاموں کے آزاد کرنے کی برابر ہوگا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں، اور سو مرتبہ اللہ کی تعریف بیان کر (مثلاً الحمد للہ کہہ لے) یہ عمل تیرے لئے (ثواب میں) ایسے سو گھوڑے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو دینے کے برابر ہوگا جن پر زین کسی ہوئی ہو اور لگام لگی ہوئی ہو اور سو مرتبہ اللہ کی بڑائی بیان کر (مثلاً اللہ اکبر کہہ لے) یہ عمل تیرے لئے قربانی کے ایسے سو بڑے جانور (گائے اونٹ) صدقہ کرنے کی برابر ہوگا جن کے گلوں میں قلادے پڑے ہوں اور وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائیں اور سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لے، اس عمل کا ثواب آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دے گا اور جس دن تو یہ عمل کرے گی اس دن مکہ میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کا عمل تیرے عمل سے بڑھ کر ہو اور بارگاہ رب العزت میں پیش کرنے کے لئے اوپر اٹھایا جارہا ہو ہاں اگر کوئی شخص تیرا جیسا عمل کرلے تو اس کا عمل بھی تیری برابر ہوگا۔

(الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۴۴۵ الطباعۃ المنیریہ)

تشریح: ہر عیب اور نقصان سے اللہ جل شانہ پاک ہے اس کے بیان کرنے کو تسبیح کہا جاتا ہے اور اللہ جل شانہ تمام صفات کمال سے متصف ہے وہ تعریف ہی کا مستحق ہے اس کے بیان کرنے کو تَحْمِیْد کہا جاتا ہے اور اس کی بڑائی بیان کرنے کو (کہ وہ سب سے بڑا ہے) تَکْبِیْر کہا جاتا ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اس کو تَھْلِیْل

کہا جاتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ یہی چاروں چیزیں یعنی تسبیح اور تحمید اور تکبیر اور تہلیل بیان کی جاتی ہیں۔

(۹۶) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِمْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلُ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ ٥ (رواہ الترمذی و ابوداؤد وقال الترمذی ہذا حدیث غریب)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بیان فرمایا ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گیا جن کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ ان پر اللہ کی تسبیح پڑھ رہی تھیں، آپؐ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے آسان صورت نہ بتلادوں یا فرمایا کیا اس سے افضل بات نہ بتادوں؟ (جس میں الفاظ مختصر ہوں اور ثواب زیادہ ہو، تم یہ پڑھا کرو)۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ۔ (میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں جس قدر آسمانوں میں اس کی مخلوق ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ (میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں جس قدر زمین میں اس کی مخلوق ہے) اور سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ (میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں جس قدر آسمان وزمین کے درمیان مخلوق ہے) اور سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ۔ (میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جسے اللہ جل شانہٗ آئندہ فرمائیں گے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ بھی اسی طرح پڑھو اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بھی اسی طرح پڑھو اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی اسی طرح پڑھو اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی اسی طرح پڑھو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۱ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد)

تشریح:۔ یہ جو فرمایا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بھی اسی طرح پڑھو اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بھی اسی طرح پڑھو اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی اسی طرح پڑھو اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی اسی طرح پڑھو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ وہ الفاظ بڑھاتی جاؤ جو سُبْحَانَ اللّٰہِ کے ساتھ بڑھائے مثلاً یوں کہو اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ۔

اسی طرح لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے ساتھ ملا کر پڑھو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں مزید چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

جنّت میں داخلہ

حضور پُر نور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ارشاد فرمایا کہ جس نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیا وہ جنّت میں داخل ہوگا۔

کسی نے عرض کیا کہ اس کا اخلاص کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا اخلاص یہ ہے کہ پڑھنے والے کو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے روک دے۔ (طبرانی)

یعنی اس کلمہ کو اخلاص کے ساتھ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خوب سمجھ کر پڑھے اور سچے دل سے یقین کے ساتھ خدا کے معبود ہونے کا اقرار کرے اور یہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے قدرت والا ہے شدید العقاب اور سریع الحساب ہے، اس کا پختہ یقین کرنے سے گناہ سرزد نہ ہوں گے۔

عرش تک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کبھی بھی کوئی شخص اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے گا تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جائے گا جب تک کہ بڑے گناہوں سے بچتا رہے۔

(ترمذی)

اللہ تعالیٰ تک پہنچنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہ) نصف میزان ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ترازو کو بھر دیتا ہے اور لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کے لئے کوئی پردہ نہیں ہے حتّٰی کہ وہ خدا کے پاس پہنچے (ایضاً)

سُبْحَانَ اللّٰہ نصف میزان ہے یعنی قیامت کے روز سُبْحَانَ اللّٰہ کا ثواب نصف ترازو کو بھر دے گا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا ثواب پوری ترازو کو بھر دے گا۔

مشکوٰۃ شریف (کتاب الطہارۃ) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ترازو کو بھر دیتا ہے اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ بھر دیتے ہیں زمین و آسمان کے درمیان کو۔ (الحدیث عن المسلم)

دنیا و مافیہا سے افضل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ان تمام چیزوں سے زیادہ پیارا ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔ (مسلم)

یعنی اس کا ایک بار پڑھ لینا اس سب سے بہتر ہے جو آسمان کے نیچے ہے۔

روزانہ ہزار نیکیاں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہزار نیکیاں روزانہ کمالو؟ یہ سن کر حاضرین مجلس میں سے ایک سائل نے سوال کیا ہم سے کوئی شخص کیسے ہزار نیکیاں کمائے؟ آپ نے فرمایا سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ لے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے ہزار گناہ (صغیرہ) ختم کر دیئے جائیں گے۔ (مسلم)

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوندِ عالم سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جس

کے ذریعہ (وظیفہ کے طور پر) آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکاروں۔

رب العالمین جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو!
یہ سُن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار اس کو تو تیرے سب ہی بندے پڑھتے ہیں اور میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جو خاص آپ مجھ کو بتائیں۔
رب تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ (اس کلمہ کو معمولی نہ سمجھو) ساتوں آسمان اور جو میرے علاوہ ان کے آباد کرنے والے ہیں اور ساتوں زمینیں اگر ایک پلڑہ میں رکھ دی جائیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑہ میں رکھ دیا جائے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (کا پلڑہ وزنی ہونے کی وجہ سے) ان سب کے مقابلہ میں جھک جائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح عن شرح السنۃ)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھ کو سیر کرائی گئی (یعنی معراج کی رات) میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اُمت کو میرا سلام کہہ دیجیو[1] اور ان کو بتلا دیجیو کہ جنت کی مٹی اچھی ہے اور میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (مشکوٰۃ المصابیح)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ درخت بھی ہیں پھل اور میوے بھی ہیں مگر ان کے لئے چٹیل میدان ہی ہیں جو نیک عمل سے خالی ہیں۔ جنت کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی زمین کھیتی کے لائق ہو اس کی مٹی اچھی ہو، اس کے پاس بہترین میٹھا پانی ہو اور جب اس کو بو دی جائے تو اس کی مٹی میں اپنی صلاحیت اور بہترین پانی کے سینچاؤ کی وجہ سے اچھے درخت اور بہترین غلہ پیدا ہو جائے بالکل اسی طرح جنت کو سمجھ لو کہ جو کچھ یہاں بو دو گے وہاں کاٹ لو گے اور بے عمل کے لئے خالی کی مانند ہے۔

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلام کا جواب دینا چاہیئے۔ ۱۲

پورے سو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اور شام کو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اس کو سو حج کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور جو شخص سو مرتبہ صبح کو خدا کی حمد کرے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے) اور سو مرتبہ شام کو خدا کی حمد کرے تو اس کو مجاہدین کو سو گھوڑے دینے کا ثواب ملے گا اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اس کو حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی اولاد میں سے سَو غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو اَللّٰہُ اَکْبَر کہا تو اس دن کوئی دوسرا شخص اس کی برابر عمل کرنے والا نہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اس کی برابر یا اس سے زیادہ (یہ مذکورہ) کلمات کہے ہوں۔ (ترمذی)

پت جھڑ کی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے درخت پر گذرے جس کے پتّے سوکھے ہوئے تھے آپؐ نے اس میں لاٹھی ماری جس کی وجہ سے پتّے جھڑ گئے آپؐ نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَللّٰہُ اَکْبَر بندہ کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتّے گر رہے ہیں۔ (ایضًا)

افضل الذّکر حضرت جابرؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب ذکروں میں افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور سب دُعاؤں سے افضل دُعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (ایضًا ابن ماجہ)

جنّت کی کنجیاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنّت کی کنجیاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی گواہی دینا ہے۔ (ترغیب)

۹۹ ننانوے دفتر حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز میرے ایک اُمّتی کو تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے پھر اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر کھول دیں گے ہر دفتر اتنی دور تک پھیلا ہوگا جتنی دور تک نظر پہنچتی ہوگی۔ پھر اللہ تعالےٰ اس سے فرمائیں گے کہ کیا ان لکھے ہوئے اعمال میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے

لکھنے والے پہرہ داروں نے تجھ پر ظلم کیا ہے ؟ وہ شخص عرض کرے گا کہ اے رب (میں منکر نہیں ہوں اور پہرہ داروں نے ظلم) نہیں (کیا)

رب العالمین جل مجدہٗ ارشاد فرمائیں گے تو کیا تیرے پاس کچھ عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالےٰ فرمائیں گے ہاں ہمارے پاس ایک نیکی موجود ہے اور بے شک آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

اس کے بعد ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اپنے اعمال کا وزن دیکھ!

وہ عرض کرے گا کہ اے رب ان دفتروں کے سامنے اس پرچہ کی کیا حقیقت ہے اللہ تعالےٰ فرمائیں گے بے شک آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا (کہ صرف تیری بُرائیاں تول دی جائیں اور نیکی کو چھپا لیا جائے، چنانچہ ان دفتروں کو ایک پلڑے میں اور اس پرچہ کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا سو وہ سب دفتر (اس پرچہ کے مقابلہ میں) ہلکے ہو جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑوں کا شکریہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑوں کو پیدا کیا ہے (اور ہر جوڑ کی جانب سے بطور شکریہ صدقہ کرنا لازم ہے) پس جس نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہا اور کوئی پتھر یا کانٹا یا ہڈی لوگوں کے راستہ سے ہٹا دی یا بھلائی کا حکم کر دیا یا بُرائی سے (کسی کو) روک دیا اور ان میں سب یا تھوڑا ملا کر یا ایک ہی کی تعداد ۳۶۰ ہو گئی وہ اس دن اس حال میں چلتا پھرتا ہوگا کہ اس نے اپنی جان کو دوزخ سے بچا لیا۔ (مسلم)

ڈھال لے لو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنا ڈھال سنبھال لو! صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا دشمن آ گیا؟ آپؐ نے فرمایا (دشمن سے بچانے والے ڈھال کو

نہیں کہہ رہا ہوں) بلکہ دوزخ کا ڈھال سنبھال لو! کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کیونکہ یہ قیامت کے روز آگے پیچھے آئیں گے اور یہ باقیات صالحات ہیں۔ (ترغیب)

اُحد پہاڑ کی برابر

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ اُحد (پہاڑ) کی برابر عمل کر لیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ کیا عمل ہے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ احد سے بڑا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اُحد سے بڑا ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُحد سے بڑا ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُحد سے بڑا ہے۔ (ترغیب)

چار کلموں کا انتخاب

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے سارے کلام سے چار کلام چھانٹے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ جس نے ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہا اس کے لئے بیس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے بیس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس نے ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تو اس کا بھی یہی ثواب ہے اور جس نے ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا تو اس کا بھی یہی ثواب ہے اور جس نے اپنے دل سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا اس کے لئے تیس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے تیس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ترغیب)

ایمان تازہ کیا کرو

ایک حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابۂ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنا ایمان تازہ کیا کرو۔ صحابہؓ نے سوال کیا کہ ہم اپنا ایمان کیسے تازہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ کثرت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا کرو۔ (الترغیب والترہیب)

تسبیحاتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوتے وقت اور فرض نماز کے بعد

تسبیح ، تحمید ، تکبیر

(۹۷) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُوْ اِلَيْهِ مَا تَلْقٰى فِيْ يَدِهَا مِنَ الرَّحٰى وَبَلَغَهَا اَنَّهٗ جَاءَهٗ رَقِيْقٌ فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رض فَلَمَّا جَاءَ اَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ رض قَالَ فَجَاءَنَا وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمِهٖ عَلٰى بَطْنِيْ، فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ

(رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ (ایک بار) حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور چکی پیسنے کے نشان جو اُن کے ہاتھوں میں تھے اُن کو دکھا کر اپنی تکلیف ظاہر کرنے کا ارادہ کیا (مقصد یہ تھا کہ کوئی غلام، باندی مل جائے) اور وجہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سُنا تھا کہ آج کل آپؐ کے پاس کچھ غلام آئے ہوئے ہیں، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آپؐ کے دولت کدہ پر پہنچیں، تو وہاں آپؐ تشریف نہ رکھتے تھے، لہٰذا ملاقات نہ ہو سکی (جس کی وجہ سے) اپنی معروض حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے کہہ آئیں، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کر دیا، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائی تھیں وہ ایسی ایسی بات کہہ گئی ہیں (کہ مجھے چکی پیسنے کی وجہ سے تکلیف ہے، اگر خدمت کے لئے کوئی غلام باندی مل جائے تو محنت کے کام سے نجات مل جاتے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات سُن کر آپؐ رات کو ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت ہم (دونوں میاں بیوی) سونے کے لئے لیٹ چکے تھے، (آپؐ کے احترام کے لئے) اُٹھنے لگے، تو فرمایا تم دونوں اپنی اپنی جگہ پر رہو، ہمارے قریب تشریف لائے اور میرے اور سیدہ فاطمہؓ کے درمیان تشریف فرما ہو گئے، اور اتنے قریب مل کر بیٹھ گئے کہ مُبارک قدم کی ٹھنڈک مجھے اپنے پیٹ پر محسوس ہو گئی۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم دونوں کو اُس سے بہتر نہ بتا دوں جو تم نے مجھ سے سوال کیا؟ تم ایسا کیا کرو کہ (رات کو) سونے کے لئے لیٹو تو ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔"

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۰۹، از بخاری و مسلم)

تشریح: مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس موقع پر (فرض) نماز کے بعد بھی یہ تسبیحات پڑھنے کو ارشاد فرمایا، فرض نماز کے بعد اور سوتے وقت ان تسبیحات کو پابندی سے پڑھنا چاہیئے، بزرگوں نے بتایا ہے اور تجربہ کیا گیا ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم دینے کے بجائے سوتے وقت ان تسبیحات کے پڑھنے کو ارشاد فرمایا تھا، اس لئے سوتے وقت اُن کے پڑھنے سے ایک طرح کی قوت حاصل ہوتی ہے، اور دن بھر کی تھکن محنت اور کام کاج کی دُکھن دُور ہو جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں نے یہ وظیفہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کبھی اس کو ترک نہیں کیا، البتہ جنگِ صفین[1] کے موقع پر بھول گیا

---

[1] صفین ایک جگہ کا نام ہے وہاں حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی، اسی لئے اُسے "جنگِ صفین" کہتے ہیں، یہ بڑے معرکہ کی جنگ تھی۔ ۱۲

تھا، پھر آخر رات میں یاد آیا تو ان کلمات کو پڑھ لیا۔ (ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر شروع رات میں سوتے وقت پڑھنے سے یہ تسبیحات رہ جائیں تو بعد میں جب بھی موقع لگے رات کو کسی بھی وقت پڑھ لی جائیں۔

حضرت فاطمہؓ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں

اوپر جو ہم نے پوری حدیث ترجمہ کے ساتھ نقل کی ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں پر چکی پیسنے کے نشانات دکھا کر غلام یا باندی حاصل کرنے کے لئے بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئی تھیں، دوسری روایات میں ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف چکی ہی نہیں پیستی تھیں، بلکہ پانی کا مشکیزہ بھی بھر کر لاتی تھیں، جس کے نشانات اُن کے سینے میں پڑ گئے تھے، اور اپنے گھر میں جھاڑو بھی خود ہی دیتی تھیں، جس سے کپڑے غبار میں بھر جاتے تھے اور ہانڈی کے نیچے آگ بھی خود جلاتی تھیں جس سے اُن کے کپڑوں کا رنگ دھوئیں کے اثر سے سیاہی مائل ہو جاتا تھا[1] جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محنت و مشقت اور تکلیف کی شکایت کر کے غلام یا باندی کی درخواست کی تو آپؐ نے اُن کو نہ باندی عطا فرمائی نہ غلام دیا بلکہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ جو غلام باندی آئے تھے وہ تم سے پہلے شہداء بدر کے یتیم بچے لے گئے۔

(ابوداؤد، باب التسبیح عند النوم)

دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ و فاطمہؓ سے فرمایا خدا کی قسم ایسا نہ کروں گا کہ یہ غلام باندی تم کو دے دوں اور اصحابِ صُفّہ[2] کو چھوڑ دوں، جن کے پیٹ

---

[1] ابوداؤد۔ ۱۲ [2] اصحابِ صُفّہ وہ حضرات تھے جو دین متین کے لئے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آکر پڑ گئے تھے نہ اُن کا کاروبار تھا نہ گھر بار تھا، بھوک و پیاس کو غذا بنا کر درس گاہِ نبویؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طالب علم بن کر رہتے تھے اور ذکر و تعلیم ان کا مشغلہ تھا، مسجد نبویؐ سے باہر ایک صُفّہ (چبوترہ) سائبان ڈال کر ان حضرات کی اقامت کے لئے بنا دیا گیا تھا، اس لئے ان کو اصحابِ صُفّہ کہا جاتا ہے، احقر راقم الحروف نے ان حضرات کے احوال میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "اصحابِ صُفّہ" ہے اور ایک رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حالات بھی لکھے ہیں، مطالعہ فرمائیں ۱۲۔

بھوک سے پیچ وتاب کھارہے ہیں، اُن کی قیمت اصحابِ صفہؓ پر خرچ کروں گا، پھر اُن کے پاس رات کو تشریف لے گئے اس وقت دونوں ایک ایسی چھوٹی چادر میں لپٹے ہوئے تھے کہ سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے، اور پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتے تھے، آپؐ کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے، آپؐ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ رہو اور فرمایا، کیا تمہیں اس چیز سے بہتر نہ بتا دوں جو تم نے سوال کیا ہے؟ عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے، اس پر آپؐ نے نماز کے بعد اور سوتے وقت مذکورہ تسبیحات پڑھنے کو بتائیں۔ (الاصابہ)

حافظ منذری کی کتاب "الترغیب والترہیب" میں یہ بھی ہے کہ ایک خادم مل جانے کی آرزو ظاہر کرنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِتَّقِی اللّٰہَ یَا فَاطِمَۃُ وَاَدِّیْ	"یعنی اے فاطمہؓ! اللہ سے ڈرو،
فَرِیْضَۃَ رَبِّكِ وَاعْمَلِیْ	اور اپنے رب کے فرائض ادا کرتی رہو
عَمَلَ اَھْلِكِ ۔	اور اپنے شوہر کے کام کاج میں لگی رہو"

گھر میں سامان کی کمی کوئی عیب نہیں

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کا کام کاج خود ہی کرتی تھیں، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا، کھانے پینے کی بھی کمی رہتی تھی، گھر میں سامان بس بہت ہی معمولی تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے زینت کے لئے عمدہ قسم کے کپڑے کا پردہ دروازہ پر لٹکا رکھا ہے تو اس پر خفگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ میرے گھر والے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنے حصّہ کی عمدہ چیزیں اسی زندگی کے اندر کھالیں۔ (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فقرہ اختیاری تھا، اپنے گھر والوں کے لئے بھی اسی کو پسند فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہؐ میرے اور علیؓ کے پاس صرف مینڈھے کی ایک کھال ہے، جس پر ہم رات کو سوتے ہیں، اور دن کو اس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری بیٹی صبر کر، کیونکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے دس برس تک اپنی بیوی کے

ساتھ قیام کیا، اور دونوں کے پاس صرف ایک عبا تھی، (اسی کو اوڑھتے اور اسی کو بچھاتے تھے) (شرح مواہب لدنیہ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو اپنی صاحبزادی کو ایک غلام یا باندی عنایت فرمادیتے، مگر آپؐ نے ضرورت کا احساس فرمایا، اور آپ کی خداداد رحمت و رأفت نے اسی پر آپؐ کو آمادہ کیا، کہ صُفّہ میں رہنے والے میری بیٹی سے زیادہ ضرورت مند ہیں کسی نہ کسی طرح دکھ تکلیف سے محنت و مشقت کرتے ہوئے صاحبزادی کی زندگی گذر تو رہی ہے، مگر صُفّہ والے تو بہت ہی بدحال ہیں، جن کو فاقوں پر فاقے گذر جاتے ہیں اُن کی رعایت مقدم ہے، اور صاحبزادی کو ایسا عمل بتایا جو آخرت میں بے انتہا اجر و ثواب کا ذریعہ بنے، دنیا کی فنا ہونے والی تکلیف آخرت کے بے انتہا انعامات کے مقابلہ میں بہت ہی بے حقیقت ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے شوہر کا کام انجام دیتی رہو، اور اپنے رب کا فریضہ ادا کرتی رہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا، کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسولؐ (کی تجویز) پر راضی ہوں" شاید ڈرنے کو اس لئے فرمایا کہ دنیاوی راحت و آرام کا سامان طلب کرنا ان کے بلند مرتبہ کے خلاف تھا واللہ اعلم

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں جہان کے بادشاہ کی سب سے پیاری بیٹی اور جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں، گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں، ہانڈی پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا، مشکیزہ بھر کر پانی لانا ان کا روزانہ کا عمل تھا، معلوم ہوا کہ اپنے گھر کا کام کاج کرنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

آج کل کی عورتیں خاص کر جن کے شوہروں کے پاس چار پیسے ہیں گھر کے کام کرنے کو عیب سمجھتی ہیں، جس کی وجہ سے نوکر چاکر رکھنے پڑتے ہیں، اور ان لوگوں سے بہت سے دینی اور دنیاوی نقصان بھی پہنچ جاتے ہیں، بہت سے خاندانوں میں مردوں یا قریب البلوغ لڑکوں کو اندرونِ خانہ کام کاج پر ملازم رکھ لیا جاتا ہے۔ گھر کی بہو بیٹیاں سب اُن کے سامنے آتی ہیں، اور شرم و حجاب کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے، یہ بڑی بے دینی کی بات ہے، اپنے گھر کا کام کاج خود انجام دینے سے صحت بھی اچھی رہتی ہے اور کام بھی

مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔

روایات بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں سامان کی کمی کوئی عیب اور عار کی بات نہیں ہے، انسان کی اصل شرافت اس کے اچھے اخلاق، عمدہ اوصاف، خدا ترسی، عبادت کی پابندی اور تقویٰ و طہارت کی زندگی ہے، عمدہ کپڑوں اور بنگلوں سے نیز صوفہ سیٹ اور میز کرسیوں سے، بھڑک دار لباس اور مزین کمروں سے انسان میں کوئی شرافت نہیں آجاتی، اگر کوئی شخص پچاس لاکھ کے بنگلے میں رہتا ہے اور بداخلاق بھی ہے تو اس میں کوئی شرافت نہیں، کسی کے چیمبر میں صوفہ سیٹ ہے، دیواریں مزین ہیں، خوبصورت پردے لٹکے ہوئے ہیں، مگر نمازیں غارت کی جاتی ہیں، زکوٰتیں نہیں دی جاتیں، تو یہ کوئی بڑائی نہیں، پھر اگر یہ چیزیں حرام مال سے ہوں تو دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ بنیں گی، دوزخ میں سخت عذاب بھی ہے اور بہت بڑی ذلت بھی، اس ذلت کے مقابلہ میں یہاں کے دنیا داروں کے سامنے ناک نیچی کرکے رہنا اور کرّ و فر سے باز رہنا کوئی بے آبروئی نہیں ہے، سمجھدار وہ ہے جو آخرت کی فکر کرے، فرائض پورے کرے اور حرام سے بچے، جو دوزخ کے کام کرتا ہو وہ کیسے بڑا آدمی ہو سکتا ہے؟ بڑا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا ہو۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اس کلمہ کی بہت فضیلت احادیثِ شریفہ میں وارد ہوئی ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ[1]! کیا میں تم کو ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے، آپؐ نے فرمایا وہ کلمہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

---

[1] یہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام نامی ہے ۱۲

وسلم نے اُن سے فرمایا کیا تم کو جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ نہ بتادوں ؟ عرض کیا وہ کیا ہے ؟ فرمایا وہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے (ترغیب عن احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ کَثِیْرًا وَّ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہا، اس کے گناہوں کا کفّارہ ہو جائے گا، اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں ۔

(اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بَاقِیَاتُ صَالِحَات (یعنی ایسی چیزوں) کی کثرت کرو (جو باقی رہنے والی ہیں سراپا خیر ہیں) عرض کیا گیا وہ کیا ہیں ؟ فرمایا وہ یہ ہیں : اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، (رواہ احمد وابویعلی والنسائی واللفظ لہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ جنّت کے پودے ہیں ۔ (رواہ احمد باسناد حسن کما فی الترغیب)

متعدد صحابہؓ سے ارشاد نبوی منقول ہے کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ننانوے (۹۹) مرضوں کی دوا ہے جن میں سب سے سہل غم ہے، (یعنی غم کی تو اس کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں) (کنز العمال)

فائدہ :۔ عام روایات میں صرف لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہی وارد ہوا ہے البتہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے ساتھ اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ بھی وارد ہوا ہے، اور دعائے حفظِ قرآن جو امام ترمذی نے نقل کی ہے اس میں اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ کا اضافہ ہے ۔

فائدہ :۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا مطلب یہ ہے (جو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مروی ہے) کہ گناہوں سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ بچالے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر لگنے کی کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد کے ساتھ ۔

(کنز العمال عن ابن مسعود وعزاہ الی ابن النجار)

تین کلمات

جن کے پڑھنے کا بے انتہا ثواب ہے

(۹۸) وَعَنْ جُوَيْرِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ! قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ الْيَوْمَ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن نماز فجر سے فارغ ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے علی الصباح باہر تشریف لے گئے، اس وقت میں اپنے مصلے پر تھی، پھر چاشت کا وقت ہو جانے کے بعد آپؐ تشریف لائے، اس وقت میں اسی نماز کی جگہ بیٹھی ہوئی تھی جہاں آپؐ نے مجھے چھوڑا تھا آپؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تم اس وقت سے لے کر اب تک اسی حالت پر ہو، جس پر میں نے تم کو چھوڑا تھا؟ عرض کیا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد چار کلمات تین مرتبہ پڑھے ہیں، تم نے جس قدر بھی آج مسلسل دو تین گھنٹے تک ذکر کیا ہے اگر اس کے مقابلہ میں ان کلمات کو تولا جائے تو ان کلمات کا وزن زیادہ ہو جائے گا وہ چار کلمات یہ ہیں جن کو تین مرتبہ پڑھا۔

(۱) سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ (۲) سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ رِضَا نَفْسِهٖ (۳) سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ زِنَةَ عَرْشِهٖ (۴) سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۰۔ بحوالہ مسلم)

حضرت جویریہؓ کیسے ام المؤمنین بن گئیں

تشریح:۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں جو پہلے یہودی

تھے، بعد میں اسلام قبول کیا، شعبان ۵ھ میں بنو المصطلق سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا اس غزوہ میں بنو المصطلق نے شکست کھائی ان کے دس آدمی مارے گئے اور بہت بھاری تعداد میں مسلمانوں کے ہاتھ قیدی آگئے ان قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی تھیں۔ جنگ میں جو قیدی ہاتھ آئیں اسلام کے قانون کے مطابق امیر المؤمنین کی صوابدید پر ان کو غلام اور باندی بنایا جا سکتا ہے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ قید ہو کر آئی تھیں، اس لئے یہ بھی تقسیم میں آگئیں یعنی حضرت ثابت بن قیس یا ان کے چچازاد بھائی کو دے دی گئیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے باندی بن کر رہنا پسند نہ کیا اور اپنے آقا سے نو اوقیہ سونے پر کتابت کا معاملہ کر لیا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے[1]، کتابت اس کو کہتے ہیں کہ باندی اور غلام کا آقا سے اس طرح معاملہ ہو جائے کہ مخصوص اور متعین رقم آقا کو ادا کر دیں تو آزاد ہو جائیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے کتابت کا معاملہ کر کے دربار رسالت میں حاضری دی اور عرض کیا کہ میں سردار قوم حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں اور میں نے کتابت کا معاملہ کر لیا ہے اور میں آپؐ سے مدد چاہتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں اس سے بہتر راہ نہ بتا دوں؟ عرض کیا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ تمہاری طرف سے میں مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں، عرض کیا یا رسول اللہ مجھے منظور ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی طرف سے مال ادا فرما دیا اور اس طرح ان کو آزاد کرا کر ان سے نکاح فرما لیا۔

حضراتِ صحابہؓ کا بے مثال ادب

جب آپؐ نے ان سے نکاح فرما لیا تو سارے مدینہ میں خبر گونج گئی، ان کی قوم اور خاندان کے سینکڑوں غلام اور باندی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں میں موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس مبارک نکاح کی خبر پھیلتے ہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس احترام کے پیش نظر کہ اب تو یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہو گئے۔ یہ تمام غلام اور باندی آزاد کر دیئے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ

---

[1] ایک درہم ۳ ماشہ ایک رتی اور ۱/۵ چاندی کا ہوتا تھا۔ ۱۲

تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو بھی نہ کی تھی، مسلمانوں نے خود ہی میری قوم اور خاندان والوں کو آزاد کر دیا جس کی خبر میرے چچا کی لڑکی نے مجھے دی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بڑی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کیا تو اس کی وجہ سے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہو گئے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرا کے اُن سے اپنا نکاح کر لیا تو حضرت جویریہؓ کے والد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا "میری بیٹی معزز ہے جسے قیدی بنا کر رکھنا گوارا نہیں ہے لہٰذا آپ اسے چھوڑ دیجئے۔" آپؐ نے فرمایا اگر میں اسے اختیار دوں کہ جی چاہے تو چلی جائے اور چاہے تو میرے پاس رہے تو اس کو تم اچھا سمجھتے ہو؟ حارث نے جواب دیا جی ہاں بہت مناسب ہے! اس کے بعد حارث اپنی بیٹی کے پاس آئے اور پورا واقعہ نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو چلی جائے۔ لہٰذا میرے ساتھ چل! حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا اِخْتَرْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گی)

حضرت جویریہؓ کے والد کا مسلمان ہونا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ دیکھ کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد بھی مسلمان ہو گئے تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگ کے موقع پر جب بنو المصطلق کو شکست ہو گئی اور مسلمانوں نے ان کو قید کر لیا جن میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں تو اس موقع پر اُن کے والد کسی طرح فرار ہو گئے اور قید ہونے سے بچ گئے۔ بعد میں اپنی بیٹی کو چھڑانے کے لئے مدینہ منورہ کا رُخ کیا، اور مال دے کر چھڑانے کی نیت سے بہت سے اونٹ ساتھ لے کر چلے۔ چلتے چلتے اُن اونٹوں میں سے دو اونٹ دل کو بہت ہی زیادہ بھا گئے جنہیں عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا کر باقی اونٹ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری بیٹی آپؐ کے قبضہ میں آ گئی ہے لہٰذا اس کے بدلے یہ اونٹ لے کر اُسے چھوڑ دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ اونٹ کہاں ہیں جن کو تم عقیق کی گھاٹیوں

میں چھپا کر آئے ہو؟ یہ سنتے ہی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور یہ کہا کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں ان دونوں اونٹوں کے چھپانے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ جب آپؐ نے ان کے متعلق خبر دی تو ضرور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے ان کے ساتھ ان کے دو بیٹوں اور قوم کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

نام بدلنا حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نامناسب ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام برّہ تھا آپؐ نے بدل کر جویریہ رکھا (برّہ بمعنی نیک ہے اس کو اس لئے تبدیل کیا کہ اس سے خودستائی ہوتی ہے، اور نیک ہونے کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے) چونکہ اس کتاب میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی روایت پہلی دفعہ آئی ہے اس لئے ہم نے ان کا تعارف کرا دیا ہے، گو بات لمبی ہو گئی مگر مفید بہت ہے یہ حالات الاصابہ اور الاستیعاب سے ماخوذ ہیں۔ یہاں یہ بات دیکھنے کی ہے کہ ایک یہودی عورت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت میں آتے ہی کیسی عابدہ اور ذاکرہ بن گئی کہ گھنٹوں مصلّے پر بیٹھی ہوئی اللہ سے لو لگا رہی ہے، درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے مردوں اور عورتوں میں شانِ عبدیت اُجاگر ہو جاتی تھی اور خالق و مخلوق کا رشتہ بہت مضبوط ہو جاتا تھا۔ بندے اپنے خالق کو پہچاننے لگتے تھے اور خالق کے احکام کی تکمیل کے لئے مرمٹتے تھے اور دل میں اپنے خالق و مالک کی یاد بساتے تھے اور زبان کو بھی اس کی یاد میں تر رکھتے تھے، آج بھی جو مرد و عورت اتباعِ سُنّت کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک ہیں دل و جان اور لسان و جنان (زبان و دل) سے ذکر الٰہی میں لگے رہتے ہیں۔

حدیث شریف سے ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ کثرت عمل ہی کثرت ثواب کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ تھوڑا عمل بھی بڑے عمل سے بڑھ جاتا ہے جس کا ثواب زیادہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہنے کا بہت زیادہ ثواب ہے پھر اس ثواب میں بے انتہا اضافہ ہو گیا جبکہ یہ الفاظ بڑھا دیئے عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ حمد و تسبیح زبان سے ایک مرتبہ نکلی اور اس کی مقدار بڑھانے کے لئے الفاظِ بالا بڑھا دیئے گئے، سب مسلمان ماؤں اور بہنوں

سے درخواست ہے کہ کم از کم صبح شام ایک ایک تسبیح ان چیزوں کی اس طرح پڑھا کریں ۔

① سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ ۔	میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں اور اس کی تعریف کرتی ہوں جس قدر اس کی مخلوق ہے ۔
② سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ رِضَا نَفْسِهٖ ۔	میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں اور اس کی تعریف کرتی ہوں جس سے وہ راضی ہو جائے ۔
③ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ زِنَةَ عَرْشِهٖ ۔	میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں جس قدر اس کے عرش کا وزن ہے ۔
④ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۔	میں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں اور اس کی تعریف کرتی ہوں جس قدر اس کی تعریف کے بے انتہا کلمات لکھنے کی روشنائی ہو ۔

اگر صبح شام نہ ہو سکے تو کم از کم ایک تسبیح ۲۴ گھنٹے میں تو ضرور پڑھ لیا کریں ۔
اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق دیں ۔ آمین

کلمۂ توحید کے فضائل

(۹۹) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ عَشْرَ مِرَارٍ کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ اَرْبَعَۃَ اَنْفُسٍ مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ یوں کہا:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ	"کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ	تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں،
وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی	اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ	حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

تو اس کو ایسے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں۔" (صحیح مسلم، ص ۳۴۴ ج ۲)

تشریح: جب مسلمان شرعی جہاد کرتے تھے تو ان کے پاس لونڈی غلام بھی ہوتے تھے، امیر المومنین جہاد میں شریک ہونے والے مسلمانوں پر اُن کافر قیدیوں کو بانٹ دیتے تھے جن کو قید کر لیا جاتا تھا، یہ جہاد کرنے والوں کی ملکیت ہو جاتے تھے، پھر ان میں بہت سے اسلامی اخلاق و اعمال سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے تھے، غلام آزاد کرنے کی بڑی فضیلت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب کسی نے کوئی مسلمان غلام آزاد کر دیا اللہ تعالےٰ اس کے ہر ہر عضو کے عوض آزاد کرنے والے کے اعضاء کو دوزخ سے آزاد فرما دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ جس نے مذکورہ بالا کلمہ (جسے ہم کلمۂ توحید کہتے ہیں) دس مرتبہ پڑھ لیا، تو اس کو ایسے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا جو حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی اولاد سے ہوں۔ مطلق غلام آزاد کرنے کا بھی بڑا ثواب ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی اولاد میں سے کوئی قسمت کا مارا کفر کی سزا میں غلام بنالیا جائے اور وہ کسی کی ملکیّت میں آجائے تو شرف نسبی کی وجہ سے اس کے آزاد کرنے کا ثواب اور زیادہ بڑھ جاتا ہے، اس کلمہ کو دس مرتبہ پڑھنا چاہیں تو دو تین منٹ میں پڑھ سکتے ہیں ذرا سی دیر کے عمل پر اتنا بڑا ثواب عنایت فرمانا اللہ جل شانہٗ کا کتنا بڑا احسان ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو (کسی وقت) اس حالت میں بیدار ہو کہ اس کے منہ سے (ذکر کے) الفاظ نکل رہے ہوں اور اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہا، پھر رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہا، یا فرمایا کہ دعا کی تو اس کی دعا قبول ہو گی، پھر اگر وضو کیا اور نماز (تہجد) پڑھ لی تو اس کی نماز قبول کرلی جائے گی۔

(صحیح بخاری وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط کہے، جس سے اس کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہو تو اللہ تعالےٰ اس کو جَنّٰتُ النَّعِیْم میں داخل فرمائے گا۔ (رواہ الطبرانی من روایۃ یحیی بن عبداللہ البابلتی قالہ المنذری[1])

اس کلمہ کو کلمۂ توحید اور کلمۂ چہارم کہتے ہیں، جیسا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کو کلمۂ تمجید اور کلمۂ سوم کہتے ہیں، حدیثوں میں اُن

---

[1] وقال فی آخر الکتاب ضعفہ غیر واحد وقد وثق واستشہد بہ البخاری ۱۲۔

کے پڑھنے کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، اور اُن کے نام یا نمبر عوام میں مشہور ہو گئے ہیں، اور امتیاز کرنے کے لئے اس طرح نام رکھنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

کلمۂ توحید کو بہت سے مواقع میں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر جب صفا مروہ کی سعی فرمائی تو صفا پر اس کلمہ کو پڑھا اور ان لفظوں کا اضافہ فرمایا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۔ پھر صفا سے چل کر جب مروہ پر پہنچے تو وہاں بھی وہی عمل کیا جو صفا پر کیا تھا۔ (صحیح مسلم)

سنن ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہترین دعا یوم عرفہ (یعنی حج کے موقع پر عرفات) کی دُعا ہے، اور سب سے بہتر کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے (اس موقع پر) کہا یہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

(حسنه الترمذی مع انه قال فی بعض الرواة انه لیس بالقوی عند اهل الحدیث، قال الشوکانی فی تحفة الذاکرین وَاخرجه ایضًا احمد باسناد رجاله ثقات ولفظه کان اکثر دعاء رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم عرفة لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ)

کلمۂ توحید کے مذکورہ الفاظ کے ساتھ دوسری روایات میں بِيَدِهِ الْخَيْرُ اور يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ اور وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ کا اضافہ بھی وارد ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے بازار میں یہ کہا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔	"کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے، اور اسی کے لئے سب تعریف ہے وہی زندہ فرماتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اس کو

موت نہیں آئے گی، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"
تو اس کے لئے اللہ جل شانہٗ دس لاکھ نیکیاں لکھ دیں گے، اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف فرما دیں گے اور اس کے دس لاکھ درجات بلند فرما دیں گے اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیں گے۔" (رواہ الترمذی، ورواہ الحاکم فی المستدرک وابن ماجہ وابن ابی الدنیا)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص نمازِ مغرب اور نمازِ فجر سے فارغ ہو کر اپنی جگہ سے ہٹے بغیر (اسی طرح ٹانگیں موڑے ہوئے (جس طرح التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھا ہے) دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے تو ہر مرتبہ کے بدلہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے، اور یہ کلمات ہر تکلیف سے اور شیطان مردود سے اس کے لئے حفاظت کی چیز بن جائیں گے، اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہ کر سکے گا، اور یہ شخص سب سے افضل ہوگا، الّا یہ کہ کوئی شخص اس سے بڑھ جائے (یعنی) اس سے زیادہ کہہ لے جو اُس نے کہا، (عزاہ صاحب المشکوٰۃ الی احمد وکذا المنذری فی الترغیب وقال رجالہٗ رجال الصحیح غیر شہر بن حوشب وعبدالرحمٰن بن غنم مختلف فی صحبتہ وقد روی ہذا الحدیث عن جماعۃ من الصحابۃ اھ) بعض روایات میں ہے کہ ان کلمات کو کسی سے بات کرنے سے پہلے پہلے پڑھ لے اور بعض روایات میں ان کلمات کو نمازِ عصر سے فارغ ہو کر پڑھنا بھی وارد ہوا ہے۔ (ترغیب)

حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے:۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا — "کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا

لہ قال الشوکانی فی تحفۃ الذاکرین بعد عزو الحدیث الی ھؤلاء قلت والحدیث اقل احوالہ ان یکون حسنا وان کان فی ذکر العدد علی ھذہ الصفۃ نکارۃ۔

شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ	ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ	کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد
شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ	ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے
لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا	اللہ تو جو کچھ عطا فرمائے اس کا کوئی
مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ	روکنے والا نہیں اور جو کچھ تو روک لے
مِنْكَ الْجَدُّ ؕ	اس کا کوئی دینے والا نہیں، اور کسی
(مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۸ عن البخاری	مال والے کو اس کا مال تیرے فیصلہ کے
ومسلم)۔	مقابلہ میں کوئی نفع نہیں دے سکتا؟

فرض نمازوں کے بعد جو تسبیحات پڑھنے کو بتائی ہیں اُن کے پڑھنے کے کئی طریقے وارد ہوئے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۳ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، اس طرح ننانوے عدد ہو جاتے ہیں، اور سَو کا عدد پورا کرنے کے لئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ایک مرتبہ پڑھ لے۔ (مشکوٰۃ)

استغفار

ذکر اللہ میں استغفار کی بھی بڑی اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت چاہنے کو استغفار کہتے ہیں، اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو استغفار کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ	"پس آپ اپنے رب کی تسبیح اور
وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ	تحمید بیان کیجئے، اور اس سے مغفرت
تَوَّابًا ؕ	کی درخواست کیجئے، بے شک وہ بڑا
	توبہ قبول فرمانے والا ہے۔"

اور عام مؤمنین کو استغفار کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ	"اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے بھیج

خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ	دو گے اس کو اس کے پاس پہنچ کر اس
ھُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ط	سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے،
وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ	اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو،
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔	بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (جب) شیطان (مردود ہو گیا تو اس) نے کہا کہ اے رب تیری عزت کی قسم ہے میں تیرے بندوں کو ہمیشہ بہکاتا رہوں گا، جب تک ان کی روحیں اُن کے جسموں میں رہیں گی۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اور اپنے رفعتِ مقام کی جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں اُن کو بخشتا رہوں گا۔ (احمد)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ کہے اس کی مغفرت کر دی جائے گی اگرچہ میدانِ جہاد سے بھاگا ہو۔ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اس کا نامۂ اعمال اُس کو خوش کرے تو چاہیئے کہ استغفار کی کثرت کرے۔ (ترغیب)

مؤمن بندوں کو چاہیئے کہ دیگر اذکار و اوراد کے ساتھ استغفار کی کثرت کو بھی معمول بنائیں، کم از کم صبح و شام سو سو مرتبہ تو استغفار پڑھ ہی لیا کریں، اس کے علاوہ جس قدر ممکن ہو استغفار کی کثرت کریں۔

استغفار کے الفاظ ابھی ابھی دو روایتوں میں گذر چکے ہیں ان کو اختیار کریں، اور کچھ بھی یاد نہ ہوتا ہو تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ہی کثرت سے پڑھتے رہیں، استغفار کے فوائد تفصیل کے ساتھ آخر کتاب میں آرہے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ، وہاں استغفار ماثورہ کے الفاظ بھی لکھ دیئے ہیں۔

فضائل الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانام

علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام

اذکار میں درود شریف کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے، قرآن مجید میں صلوٰۃ وسلام کا حکم وارد ہوا ہے، اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ہم نے فضائل صلوٰۃ وسلام کے عنوان سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، یہاں چند احادیث مختصر طریقہ پر درج کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ایک بار مجھ پر درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے (نسائی شریف) اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی، اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔

(کما فی الترغیب عن البراء بن عازب)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا۔ (ترمذی)

حضرت رُویفع بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ پر درود پڑھا اور یوں کہا اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (اے اللہ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے روز اپنے نزدیک مقام میں نازل کیجیو) تو اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوگی۔ (رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہت سے فرشتے زمین میں گشت لگاتے پھرتے

ہیں اور ان کا کام یہ ہے کہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچا دیتے ہیں۔
(مشکوٰۃ عن النسائی والدارمی)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (صحابہؓ کے مجمع میں) اس حالت میں تشریف لائے کہ آپؐ کے چہرۂ انور پر خوشی ظاہر ہو رہی تھی (مجمع میں پہنچ کر) فرمایا کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اے محمدؐ کیا تم کو یہ بات خوش نہ کرے گی کہ تمہاری امت میں سے جو شخص تم پر درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا، اور جو شخص تمہاری امت میں تم پر سلام بھیجے گا تو میں اس پر دس سلام بھیجوں گا (ایضاً) لہٰذا اگر کوئی شخص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے صلاۃ وسلام دونوں کو ملا لے تو اس پر خدائے تعالیٰ کی بیس عنایتیں ہوں گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ رحمت بھیجیں گے۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن احمد وہو فی حکم المرفوع)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ (یعنی ستر رحمتیں ایک مرتبہ درود کے صلہ میں مل جانا) جمعہ کے روز کے ساتھ مخصوص ہو، (اس روز کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے ثواب بڑھا دیا جاتا ہو اور بجائے دس کے ستر رحمتیں نازل ہوتی ہوں) واللہ اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کامل بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔
(رواہ الترمذی وقال حسن غریب صحیح)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ظلم کی بات ہے کہ میں کسی کے سامنے ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (کنز العمال عن عبدالرزاق وہو عن محمد بن علی مرسلاً)

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ دُعا آسمان وزمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے، ذرا بھی آگے نہیں چڑھتی جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دُعا رُکی ہوتی ہے جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ بھیجے، (کنز العمال عن البیہقی فی شعب الایمان)

ان روایات سے درود شریف کی چند فضیلتیں معلوم ہوئیں، مومن بندوں کو چاہیے کہ صلوٰۃ وسلام کی بھی خوب کثرت کریں۔

کوئی مجلس ذکر اللہ اور صلوٰۃ وسلام سے خالی نہ رہنے دیں

(۱۰۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهُمْ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے جس میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہ کیا اور اپنے نبیؐ پر درود نہ بھیجا تو یہ مجلس اُن کے لئے سراپا نقصان ہوگی، اب اللہ چاہے تو اُن کو عذاب دے اور چاہے تو اُن کو بخش دے۔"

(مشکوٰۃ ص۱۹۸ از ترمذی)

تشریح: مومن بندوں کو اللہ کا ذکر خوب کثرت سے کرنا چاہیئے، کوئی وقت ذکر سے خالی نہ ہو، قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ	"بلاشبہ آسمانوں کے اور زمینوں
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ	کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے
الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ	رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ	ہیں، اہل عقل کے لئے جن کی حالت یہ
یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا	ہے کہ وہ اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ	بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں
وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ	اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور

خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا سو ہم
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ کو عذابِ دوزخ سے بچا لیجئے :

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے، بندہ کی یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ اپنے رب کا نام لے اور اس کے ذکر سے رطب اللسان رہے، گزشتہ اوراق میں ذکر کی فضیلتیں، ذکر کے الفاظ اور ترکِ ذکر کی وعیدیں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہیں، اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مجلس میں اللہ کا ذکر کریں اور اس کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں، جو مجلس ان دونوں چیزوں سے خالی ہوگی وہ نقصان کا باعث ہوگی۔ پہلے ایک حدیث گذر چکی ہے کہ جو لوگ کسی ایسی مجلس سے کھڑے ہوئے جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا وہ ایسے ہیں جیسے مردہ گدھے کی نعش کے پاس بیٹھے تھے اس کو چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے، اور یہ مجلس اُن کے حق میں حسرت کا باعث ہوگی۔ (رواہ ابوداؤد) اور ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ جنتیوں کو کوئی حسرت نہ ہوگی سوائے اس کے کہ کوئی گھڑی دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی تھی۔ (حصن حصین)

حدیثِ بالا میں صرف مجلس کا ذکر ہے، اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جو شخص کسی جگہ لیٹا اور اس لیٹنے کی جگہ اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ لیٹنا اللہ کی طرف سے اس کے لئے سراسر نقصان ہے، اور جو شخص کسی چلنے کی جگہ میں چلا جس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا، تو یہ چلنا اس کے لئے اللہ کی طرف سے سراسر نقصان ہوگا۔ (الترغیب والترہیب)

مجلس کے آخر میں اُٹھنے سے پہلے پڑھنے کی دُعا

(۱۰۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِیْهِ لَغَطُهٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِیْ

مَجْلِسِہٖ ذٰلِکَ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ :" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا پھر اس میں اس کی بے جا باتیں بہت ہوگئیں، اور اس نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ پڑھ لیا :۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

" میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں "

تو جو کچھ اس نے اس مجلس میں کہا ہے وہ بخش دیا جائے گا۔

(سنن ترمذی، ص ۴۹۵، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا قام من مجلسہ)

تشریح :۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہؓ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تھے تو سب سے آخر میں مذکورہ الفاظ پڑھتے تھے، ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ ایسے کلمات پڑھتے ہیں جو پہلے نہیں پڑھے؟ آپؐ نے فرمایا مجلس میں جو کچھ ہوا ہو یہ کلمات اس کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں۔

حافظ منذریؒ نے "الترغیب والترھیب" میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو چند کلمات ادا فرماتے تھے، میں نے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ (ان کلمات کے پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ) (مجلس میں) اگر خیر کی باتیں ہوں گی تو یہ کلمات ان باتوں پر قیامت کے دن تک مُہر بن جائیں گے اور اگر بُری باتیں کی ہوں گی تو ان کے لئے کفارہ بن جائیں گے، یہ کلمات وہی[1] ہیں

---

[1] لکن لیس فیہا کلمۃ اشہد ۱۲

جو اوپر گذرے۔ (رواہ ابن ابی الدنیا والنسائیؒ واللفظ لہما والحاکم والبیہقی)

مجلس سے اُٹھتے سے پہلے ان کو ضرور پڑھ لینا چاہیئے اور تین مرتبہ پڑھ لے تو بہتر ہے کیونکہ بعض روایاتؔ میں یہ عدد مذکور ہے، ذرا سی زبان ہلانے میں کتنا بڑا نفع حاصل ہوتا ہے، فالحمد للہ۔

اور واضح رہے کہ ان کے پڑھنے سے حقوق العباد معاف نہ ہوں گے، مثلاً کسی کی غیبت کی یا غیبت سُنی، یا چغلی کھائی تو اس کے لئے صاحب حق سے معافی مانگے، اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہو تو اس کے لئے اتنا زیادہ استغفار کرے کہ دل گواہی دے دے کہ اس کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس کی تلافی ہو گئی، خوب سمجھ لو۔

تلاوت اور ذکر کے بارے میں چند احکام

(۱۰۲) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْاٰنَ وَيَاكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ اَوْ يَحْجُزُهُ عَنِ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةُ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پائخانہ سے نکل کر (وضو کئے بغیر ہی) ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے اور ہمارے ساتھ گوشت کھا لیتے تھے اور قرآن مجید (کی تلاوت) سے آپ کو غسل فرض ہونے والی حالت کے علاوہ کوئی چیز روکنے والی نہ تھی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۹، بحوالہ ابوداؤد و نسائی)

(۱۰۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ فِي الْكِتٰبِ الَّذِيْ كَتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرٍو

لہ کما فی الترغیب عن جبیر بن مطعم مرفوعاً وزاد فیہ "اِغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ" وکما عند ابی داؤد عن عبد اللہ بن عمروؓ موقوفاً علیہ وہو فی حکم المرفوع ۱۲۔

بْنِ حَزْمٍ اَنْ لَّا يَمَسَّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ (رواہ مالک والدارقطنی)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر (تابعیؒ) فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزمؓ کے لئے مضمون تحریر فرمایا اس میں یہ بات (بھی) تھی کہ قرآن شریف کو صرف پاک آدمی ہی چھو سکتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۰ بحوالہ مالک و دارقطنی)

(۱۰۴) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَاِنِّيْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان گھروں کو (جن کے دروازوں میں مسجد سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے) مسجد کے رُخ سے پھیر دو (یعنی دروازوں کے رُخ بدل دو) کیونکہ میں مسجد (کے داخل ہونے) کو ماہواری کے حال والی عورت کے لئے اور جس پر غسل فرض ہو اس کے لئے حلال نہیں قرار دیتا ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۰ بحوالہ ابوداؤد)

(۱۰۵) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیض والی عورت (جو ماہواری سے ہو) اور جس پر غسل فرض ہو (مرد ہو یا عورت) کچھ بھی قرآن شریف نہ پڑھے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۹ بحوالہ ترمذی)

تشریح:۔ ان حدیثوں میں جُنُب اور حائض اور مُحدِث کے بعض شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں جس پر غسل فرض ہو اُسے جُنُب کہتے ہیں اور جو عورت ایام سے ہو اُسے حائض کہتے ہیں اور جس کا وضو نہ ہو اُسے مُحدِث کہتے ہیں ان تینوں کے متعلق کچھ مسائل ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ:۔ جُنُب اور محدث نماز نہیں پڑھ سکتے جب فرض نماز پڑھنے کا وقت

آجائے تو جُنب پر غسل کرنا اور محدث پر وضو کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

مَسئلہ: حائض عورت پر نماز پڑھنا فرض نہیں ہے، جب ماہواری کے دن ختم ہو جائیں تو نماز کے لئے غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے، اگر ایام ختم ہونے سے پہلے کسی وجہ سے غسل کرے تو اس غسل سے پاک نہ ہوگی اور پاک عورت کے احکام اس پر جاری نہ ہوں گے۔

مَسئلہ: مُحدِث مرد ہو یا عورت قرآن شریف نہیں چھو سکتے البتہ حفظ قرآن شریف پڑھ سکتے ہیں۔ جب کوئی شخص پیشاب پاخانہ کرنے یا اور کسی وجہ سے بے وضو ہو جائے تو وہ کھانا بھی کھا سکتا ہے اور قرآن شریف بھی پڑھ سکتا ہے اور کلمہ، درود شریف واستغفار بھی پڑھ سکتا ہے البتہ قرآن شریف نہیں چھو سکتا اور نہ وضو کئے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے، فرض نماز ہو یا نفل۔

مَسئلہ: جُنُب اور حائض کو نہ قرآن شریف پڑھنے کی اجازت ہے نہ چھُونے کی۔

مَسئلہ: قرآن شریف کے علاوہ پڑھنے کی جو چیزیں ہیں جیسے پہلا، دوسرا، تیسرا چوتھا کلمہ اور درود شریف اور استغفار ان کو جُنب اور حائض سب پڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ اگر کسی آیت کو بطور دُعا جُنب اور حائض پڑھیں تو اس کے پڑھنے کی بھی اجازت ہے جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا (آخر تک) البتہ بطور تلاوت پڑھنے کی اجازت نہیں۔

مَسئلہ: جس شخص پر غسل فرض ہو اور جو عورت ماہواری سے ہو اسے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

دستور العمل تلاوت اور ذکر اور صلوٰۃ وسلام کے فضائل معلوم ہوئے اب ہر شخص اپنے اپنے حالات اور اپنی اپنی فرصت کے اعتبار سے اپنے لئے کوئی ایسا دستور العمل بنالے جس پر عمل کرتا رہے، ہم ایک ایسا دستور العمل لکھ رہے ہیں جس پر بآسانی ہر شخص عمل کرسکتا ہے۔

صبح وشام (۱) صبح کو سورۂ یٰسین پڑھیں اور اس کے ساتھ حسب فرصت پارہ دو پارہ پڑھیں (۲) صبح شام سو مرتبہ کلمہ سوم یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

پڑھیں (۳) سو مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھیں (۴) سو مرتبہ درود شریف پڑھیں (نماز میں جو درود پڑھتے ہیں وہ بہتر ہے)(۵) سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۶) سو مرتبہ درود شریف۔ (۷) سید الاستغفار ایک مرتبہ (۸) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ (۳ بار) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ زِنَۃَ عَرْشِہٖ (۳ بار) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ رِضَا نَفْسِہٖ (۳ بار) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ (۳ بار)

اگر نمازِ[1] فجر باجماعت پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے بیٹھے یہ چیزیں پڑھ لیں (جو تھوڑا سا ہی وقت ہوتا ہے) تو بآسانی یہ سب چیزیں ایک ہی مجلس میں پڑھی جاسکتی ہیں، اور ان کے پڑھنے کے لئے بیٹھنا نمازِ اشراق پڑھنے کا بھی ذریعہ بن جائے گا اور اس طرح سے (ان چیزوں کے فضائل کے علاوہ) ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب مزید ملے گا۔ (کما اخرجہ الترمذی)

شام کو عصر کے بعد ان چیزوں کو پڑھ لیں، عصر سے مغرب تک ذکر کرنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، اس وقت نہ ہوسکے تو مغرب کے بعد پڑھ لیں، اس وقت بھی نہ ہوسکے تو عشاء پڑھ کر پڑھ لیں، ایک ساتھ نہ ہوسکے تو کچھ عصر کے بعد، کچھ مغرب، کچھ عشاء کے بعد پڑھ لیں، لایعنی باتوں سے بچنے کا فکر کریں گے تو بہت وقت نکل آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رات کو سورۂ یٰسٓ، سورۂ واقعہ، سورۂ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ، سورۂ الٓمّٓ السَّجْدَۃ پڑھیں، کچھ بھی نہ ہوسکے تو سورۂ تَبٰرَکَ الَّذِیْ تو ضرور ہی پڑھ لیں۔

سوتے وقت :- (۱) سونے کی دعاء : بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ اَمُوْتُ

---

[1] عورتیں تنہا نماز پڑھتی ہیں وہ فجر کے فرض پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے بیٹھے ذکر کرتی رہیں گی اور سورج بلند ہونے پر دو رکعت پڑھ لیں گی تو ان کو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ثواب ملے گا ۱۲

وَ اَحْیِنِیْ پڑھیں۔

(۲) سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ بار، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار۔

(۳) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورۃ تک ایک بار، چاروں قل، سورۃ فاتحہ ایک ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ (تین بار)

فرض نمازوں کے بعد:۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ بار، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار، آیۃ الکرسی ایک بار، چاروں قل ایک ایک بار۔

یہ مختصر سا دستور العمل نماز کے بعد کا اور صبح و شام اور رات کا ہم نے لکھ دیا ہے اس کے علاوہ مختلف حالات کی مسنون دعاؤں کا بھی اہتمام کریں جو انشاء اللہ آگے آرہی ہیں، اور ان کے علاوہ ہر وقت اپنی زبان اللہ کی یاد میں تر رکھیں۔

باب

کِتَابُ الدُّعَاءِ

دُعا کی فضیلت اور اہمیت

(۱۰۶) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْئٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دُعا سے بڑھ کر بزرگ و برتر نہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۴ بحوالہ ترمذی)

(۱۰۷) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُعا عبادت کا مغز ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۴ بحوالہ ترمذی)

(۱۰۸) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ شانہٗ اس پر غصہ ہوتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۵ بحوالہ ترمذی)

تشریح: ان احادیثِ شریفہ میں دُعا کی فضیلت و اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حدیث نمبر ۱۰۶ میں فرمایا کہ عبادات میں اللہ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز بزرگ و برتر نہیں ہے اور حدیث نمبر ۱۰۷ میں فرمایا کہ دُعا عبادت کا مغز ہے۔ چھلکے کے اندر جو اصل چیز ہوتی ہے اس کو مغز کہتے ہیں اور اسی مغز کے دام ہوتے ہیں۔

بادام کو اگر پھوڑو تو اس میں گری نکلے گی اسی کی قیمت ہوتی ہے اور اسی کے لئے بادام خریدے جاتے ہیں۔ عبادتیں بہت ساری ہیں اور دُعا بھی ایک عبادت ہے لیکن یہ عبادت بہت بڑی عبادت ہے۔ عبادت ہی نہیں عبادت کا مغز ہے اور اصل عبادت ہے، کیونکہ عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے حضور میں بندہ اپنی عاجزی اور ذلت پیش کرے اور خشوع وخضوع یعنی ظاہر وباطن کے جھکانے کے ساتھ بارگاہِ بے نیاز میں نیازمندی کے ساتھ حاضر ہو چونکہ یہ عاجزی والی حضوری دعا میں سب عبادتوں سے زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے دعا کو عبادت کا مغز فرمانا بالکل صحیح ہے۔ جب بندہ اپنے کو عاجز محض جان کر یہ یقین کرتے ہوئے دست بدعا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہیں ان کو کسی چیز کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے وہ کریم ہیں خوب دینے والے ہیں۔ جس قدر چاہیں دے سکتے ہیں۔ ان کو روکنے میں اپنا کوئی نفع نہیں تو اس یقین کی وجہ سے حضوری بارگاہ میں محو ہو جاتا ہے اور اس طرح سے اس کا یہ شغل سراپا عبادت بن جاتا ہے اور اس کو عبادت کا مغز نصیب ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱ میں فرمایا کہ جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے چونکہ دُعا میں بندہ کی عاجزی اور حاجتمندی کا اقرار ہوتا ہے اور اس یقین کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے اور وہ بڑا داتا ہے اس لئے دعا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب بنتی ہے اور جب کوئی بندہ دُعا سے گریز کرتا ہے اور اپنی حاجتمندی کے اقرار کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں کیونکہ بندہ کے اس طرزِ عمل میں تکبر ہے اور ایک طرح سے اپنے لئے بے نیازی کا دعویٰ ہے (حالانکہ بے نیازی اللہ جل شانہٗ کی خاص صفت ہے) اس لئے دُعا نہ کرنے والے پر اللہ جل شانہٗ غصہ ہو جاتے ہیں۔

بندہ کا کام ہے کہ اپنے پروردگار سے مانگا کرے اور مانگتا ہی رہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ جو مصیبت نازل ہو گئی دُعا اس (کے دفعیہ) میں نفع دیتی ہے اور جو مصیبت نازل نہیں ہوئی اس کے لئے بھی نفع دیتی ہے (یعنی آئی مصیبت دُعا کی وجہ سے ٹل جاتی ہے) لہٰذا اللہ کے بندو تم دُعا کو لازم

پکڑلو۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس کے لئے دُعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے (پھر فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں طلب کی جاتی ہیں ان میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے۔ (ترمذی)

ہر مومن مرد و عورت کو دُعا کا ذوق ہونا چاہیئے۔ اللہ ہی سے مانگے اسی سے لو لگائے اسی سے اُمید رکھے۔

دُعا کے آداب

(۱۰۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِیَعْزِمْ وَلْیُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَتَعَاظَمُهٗ شَیْءٌ اَعْطَاهُ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یوں نہ کہے کہ اے اللہ تو چاہے تو بخش دے بلکہ مضبوطی اور پختگی کے ساتھ سوال کرے اور (جو کچھ مانگ رہا ہو) پوری رغبت سے مانگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی چیز کا عطا فرما دینا مشکل نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۴ بحوالہ مسلم)

تشریح: یہ بات کہنا کہ اے اللہ تو چاہے تو مغفرت فرما دے اور تو چاہے تو دے دے بالکل بے جا بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ دے گا اپنی مشیت اور ارادہ ہی سے دے گا اس کے ارادہ کے بغیر کچھ ہو ہی نہیں سکتا ہر چیز کا وجود محض اس کے ارادہ سے ہے وہ جو چاہے کرے اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے، دُعا کرنے والے کو تو اپنی رغبت پوری طرح ظاہر کرنا چاہیئے اور مضبوطی سے سوال کرنا چاہیئے کہ اے اللہ مجھے ضرور دے میرا مقصد پورا فرما دے یہ کہنا کہ تو چاہے تو دے دے اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مانگنے

والا اپنے کو واقعی محتاج نہیں سمجھتا اللہ سے مانگنے میں بھی بے نیازی برت رہا ہے جو تکبر کی شان ہے حالانکہ دعا میں ظاہر و باطن سے عاجزی اور حاجتمندی اور اپنی ذلّت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالےٰ قادرِ مطلق ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں۔ آسمان و زمین اور اُن کے اندر کے سب خزانے اور اُن کے باہر کے سب خزانے اسی کے ہیں اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے پل بھر میں سب کچھ ہو سکتا ہے صرف کُن (ہو جا) فرما دینے سے سب کچھ ہو جاتا ہے اس کے لئے کسی چیز کا دینا اور کسی بھی چیز کا پیدا کر دینا کوئی بھاری چیز نہیں ہے لہٰذا پوری رغبت اور اس یقین کے ساتھ دعا کرو کہ میرا مقصد ضرور پورا ہوگا اور وہ جب دے گا اپنی مشیّت اور ارادہ ہی سے دے گا اس سے زبردستی کوئی کچھ نہیں لے سکتا۔ کما ورد فی روایۃ اُخریٰ انّہ یفعل مایشاء ولا مکرہ لہ۔ (رواہ البخاری)

(۱۱۰) وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اَنْ یَّرُدَّھُمَا صِفْرًا۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تمہارا رب شرم کرنے والا ہے کریم ہے۔ جب اس کا بندہ دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو ان کو خالی واپس کرتا ہوا شرماتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۵ بحوالہ ترمذی)

(۱۱۱) وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ فِی الدُّعَاءِ لَمْ یَحُطَّھُمَا حَتّٰی یَمْسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعا میں ہاتھ اٹھاتے تھے تو ان کو جب تک (ختم دعا کے بعد) چہرہ پر نہ پھیر لیتے تھے (نیچے) نہیں گراتے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۵ بحوالہ الترمذی)

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں دُعا کا ایک اہم ادب بتایا ہے وہ یہ کہ دُعا کے لئے

دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں اور ختم دُعا کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لئے جائیں۔ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا سوال کرنے والے کی صورت بنانے کے لئے ہے تاکہ باطنی طور پر دل سے جو دعا ہو رہی ہے اس کے ساتھ ظاہری اعضا بھی سوال میں شریک ہو جائیں دونوں ہاتھ پھیلانا فقیر کی جھولی کی طرح ہے جس میں حاجتمندی کا پورا اظہار ہے اور ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں تو ان کا رُخ آسمان کی طرف ہو جاتا ہے جس طرح کعبہ نماز کا قبلہ ہے اسی طرح آسمان دعا کا قبلہ ہے ہاتھ اٹھانے کے بعد دُعا کے ختم پر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا گویا دُعا کی قبولیت اور رحمتِ خداوندی کے نازل ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ رحمتِ خداوندی میرے چہرے سے شروع ہو کر مجھے مکمل طریقے پر گھیر رہی ہے۔

مذکورہ احادیث شریفہ سے دُعا کے بعض آداب معلوم ہوئے ہیں تفصیل کے ساتھ علامہ جزری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الحصن الحصین میں بہت سے آداب جمع کئے جو مختلف احادیث میں وارد ہوئے ہیں ہم ان کو تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔

(۱) باوضو ہونا (۲) پہلے اللہ کی حمد و ثنا کرنا اور اس کے اسماء حسنیٰ اور صفاتِ کاملہ کا واسطہ دینا (۳) پھر درود شریف پڑھنا (۴) قبلہ رُخ ہونا (۵) خلوصِ دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور یہ یقین رکھنا کہ صرف اللہ جل شانہٗ ہی دعا قبول کر سکتا ہے۔ (۶) پاک صاف ہونا (۷) باوضو ہونا (۸) کوئی نیک عمل دعا سے پہلے کرنا یا دو چار رکعت نماز پڑھ کر دُعا کرنا (۹) دُعا کے لئے دو زانو ہو کر بیٹھنا (۱۰) دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا، (دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہوں (۱۱) خشوع و خضوع کے ساتھ باادب ہو کر دعا کرنا (پورے جسم سے ادب ظاہر ہو اور سارا جسم سراپا دعا اور طلب بن جائے) (۱۲) دُعا کرتے وقت عاجزی اور تذلل ظاہر کرنا (۱۳) دعا کرتے وقت حال اور قال سے (یعنی جسم اور جان سے اور زبان سے) مسکینی ظاہر کرنا اور آواز میں پستی ہونا (۱۴) آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا (۱۵) شاعرانہ تک بندی سے اور گانے کے طرز سے بچنا (۱۶) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام و صالحین کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا (۱۷) گناہوں کا اقرار کرنا (۱۸) خوب رغبت اور امید اور مضبوطی کے ساتھ جم کر اس یقین کے ساتھ دُعا کرنا کہ ضرور قبول ہوگی (۱۹) دل حاضر کر کے دل کی گہرائی سے دُعا کرنا (۲۰) کسی چیز کا

بار بار سوال کرنا جو کم از کم تین بار ہو (۲۱) خوب الحاح کے ساتھ دُعا کرے یعنی للچا کر اصرار کے ساتھ اللہ سے مانگے (۲۲) کسی امر محال کی دعا نہ کرے (۲۳) جب کسی کے لئے دُعا کرے تو پہلے اپنے لئے دُعا کرے پھر دوسرے کے لئے (۲۴) ایسی دعا کو اختیار کرے جس کے الفاظ کم ہوں لیکن الفاظ کا معنوی عموم زیادہ ہو یعنی ایک دو لفظ میں چند الفاظ میں دنیا و آخرت کی بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے (۲۵) قرآن و حدیث میں جو دعائیں آئی ہیں ان کے ذریعہ دعائیں کرے ان کے الفاظ جامع بھی ہیں اور مبارک بھی (۲۶) اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرے اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے لئے اللہ سے سوال کرے (۲۷) امام ہو تو صرف اپنے ہی لئے دعا نہ کرے بلکہ مقتدیوں کو بھی دعا میں شریک کرے (واحد کے لفظ کے بجائے جمع کے الفاظ سے دعا کرے) (۲۸) دعا کے ختم سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے (۲۹) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے (۳۰) اور ختم پر آمین کہے (۳۱) اور بالکل آخر میں منہ پر ہاتھ پھیر لے۔

ان آداب کی جس قدر ہو سکے رعایت کرے یوں اللہ کی بڑی شان ہے وہ بغیر رعایت کے بھی قبول فرما سکتا ہے۔

قبولیتِ دُعا کا کیا مطلب ہے؟

(۱۱۲) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُّسْلِمٍ یَدْعُوْا بِدَعْوَۃٍ لَیْسَ فِیْھَا اِثْمٌ وَّلَا قَطِیْعَۃُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ بِھَا اِحْدٰی ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ یُّعَجِّلَ لَہٗ دَعْوَتَہٗ وَاِمَّا اَنْ یَّدَّخِرَ ھَالَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَاِمَّا اَنْ یَّصْرِفَ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَھَا قَالُوْا اِذًا نُّکْثِرُ قَالَ اللّٰہُ اَکْثَرُ۔ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان کوئی دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ جل شانہ اس دعا کی وجہ سے اس کو تین چیزوں

میں سے کوئی ایک چیز عطا فرما دیتے ہیں (۱) یا تو اس کی دُعا اس دنیا میں قبول فرما لیتے ہیں اور اس کا سوال پورا فرما دیتے ہیں یعنی جو مانگتا ہے دے دیتے ہیں (۲) یا اس کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لیتے ہیں (جس کا ثواب آخرت میں دیں گے)۔
(۳) یا دعا کرنے والے کو اس کی مطلوبہ شئے کی برابر (اس طرح عطیہ دیتے ہیں کہ) آنے والی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں۔ یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس طرح تو ہم بہت زیادہ کمائی کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اس بات کے) جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس سے بہت زیادہ ہے (جس قدر تم دعا کرلوگے)

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۶ بحوالہ احمد)

تشریح:۔ اس حدیث مبارک میں یہ بتایا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ہر مسلمان کی دعا قبول فرماتے ہیں بشرطیکہ کسی گناہ کی دعا نہ کرے۔ یعنی یہ سوال نہ کرے کہ گناہ کا فلاں کام کرنے میں کامیاب ہو جاؤں اور قطع رحمی کی بھی بد دعا نہ کرے اپنے عزیز و اقارب سے اچھے تعلقات رکھنے اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں اور اس کے برخلاف عزیز و اقرباء سے تعلقات بگاڑنے اور بدسلوکی سے پیش آنے کو قطع رحمی کہتے ہیں۔ قطع رحمی بہت بُری چیز ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (بخاری)

قطع رحمی بھی ایک گناہ ہے لیکن اس کی خاص مذمت اور بُرائی ظاہر کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو الگ ذکر فرمایا، چونکہ قطع رحمی اللہ جل شانہٗ کے نزدیک بہت ہی بُری چیز ہے اس لئے قبولیت کی شرط میں یہ فرمایا کہ قطع رحمی کی دعا نہ کی ہو اور اس کے علاوہ اور بھی کسی گناہ کا سوال نہ کیا ہو تب دُعا قبول ہوتی ہے۔

پھر دعا قبول ہونے کا مطلب بتایا کہ قبول ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جو مانگا وہی مل جائے بلکہ کبھی تو منہ مانگی مراد پوری ہو جاتی ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ منہ مانگی مراد پوری نہ ہوئی بلکہ اس پر جو کوئی مصیبت آنے والی تھی وہ ٹل گئی۔ اللہ جل شانہٗ سے سو روپے کا سوال کیا، سو روپے بظاہر نہ ملے لیکن اپنے کسی بچہ کو شدید مرض لاحق ہونے والا تھا وہ رک گیا اس کے علاج میں سو روپے خرچ ہو جاتے وہ نہ ہوئے سو روپے بچ گئے

اور بچہ مرض سے بھی محفوظ ہو گیا، بعض مرتبہ سو روپے کا سوال کرنے کی وجہ سے ہزاروں روپے خرچ ہونے والی مصیبت ٹل جاتی ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ مثلاً سو روپے کا سوال کیا مگر بظاہر روپے نہ ملے لیکن کسی طرح سے اور کوئی حلال مال مل گیا جس کی قیمت سو روپے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

قبولیت دعا کی تیسری صورت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ دنیا میں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا نہ منہ مانگی مراد ملے نہ کوئی آنے والی مصیبت ٹلے لیکن اس دعا کو اللہ جل شانہٗ آخرت میں ثواب کے لئے محفوظ فرما لیتے ہیں جب قیامت کے دن اعمال صالحہ کے بدلے ملنے لگیں گے تو جن دعاؤں کا اثر دنیا میں ظاہر نہ ہوا تھا ان دعاؤں کے عوض بڑے بڑے انعامات ملیں گے، اس وقت بندہ کی تمنّا ہو گی کہ کاش میری دعا کا اثر دنیا میں ظاہر نہ ہوتا تو اچھا تھا آج سب کے بدلے بڑے انعامات سے نوازا جاتا، دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لینا درحقیقت اللہ کی بہت بڑی مہربانی ہے۔ فانی دنیا دکھ سکھ کے ساتھ کسی طرح گذر ہی جائے گی اور آخرت باقی رہنے والی ہے اور دائمی ہے اور وہاں جو کچھ ملے گا بے انتہا ہو گا، اللہ تعالےٰ کی حکمتوں کو بندے سمجھتے نہیں اور اس کی رحمتوں کی وسعتوں کو جانتے نہیں۔ دعا ہمیشہ کرتے رہنا چاہئے۔ اس کے منافع دنیا و آخرت میں بے شمار ہیں۔ جو لوگ دعاؤں میں لگے رہتے ہیں اُن پر اللہ کی بڑی رحمتیں ہوتی ہیں۔ برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ دل میں سکون اور اطمینان رہتا ہے۔ اُن پر اوّل تو مصیبتیں آتی ہی نہیں اگر آتی ہیں معمولی ہوتی ہیں پھر وہ جلدی چلی جاتی ہیں۔ اسی لئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا تَعْجِزُوْا فِی الدُّعَاءِ فَاِنَّہٗ لَنْ یُّھْلِكَ مَعَ الدُّعَاءِ اَحَدٌ یعنی دعا کرنے سے عاجز نہ ہو جاؤ کیونکہ دُعا کا مشغلہ رکھتے ہوئے کوئی شخص برباد نہیں ہو سکتا (حصن حصین) کیونکہ دعا والے کی اللہ کی طرف سے ضرور مدد ہوتی ہے، وہ دونوں جہان میں کامیاب اور بامراد ہے۔ جب دعا کی قبولیت کا مطلب معلوم ہو گیا تو کبھی یوں ہرگز نہ کہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی، بہت سے لوگ جہالت کی وجہ سے کہہ اٹھتے ہیں کہ ہم برسوں سے دعا کر رہے ہیں تسبیح کے دانے بھی گھس گئے کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا، یہ غلط باتیں ہیں۔

کن لوگوں کی دُعا زیادہ لائق قبول ہوتی ہے

(۱۱۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ اَلصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ ۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی دُعا رد نہیں کی جاتی (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے) (۱) روزہ دار کی دعا جس وقت وہ افطار کرتا ہے۔ (۲) امام عادل یعنی اس مسلمان صاحب اقتدار کی دعا جو شریعت کے مطابق چلتا ہو اور سب کے ساتھ انصاف کرتا ہو۔ (۳) اور مظلوم کی دُعا کو اللہ جل شانہٗ بادلوں کے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پروردگار عالم جل مجدہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں ضرور ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت (گذرنے) کے بعد ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۹۵ بحوالہ الترمذی)

(۱۱۴) وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِیْهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں ان (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں ہے (۱) والد کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۵)

(۱۱۵) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعْوَاتٍ یُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰی یَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰی یَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰی یَقْفُلَ وَدَعْوَةُ الْمَرِیْضِ حَتّٰی یَبْرَءَ وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعْوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ۔

(رواہ البیھقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ دعائیں (ضرور) قبول کی جاتی ہیں۔ (۱) مظلوم کی دعا جب تک بدلہ نہ لے (۲) حج کے سفر پر جانے والے کی دعا جب تک گھر واپس نہ آجائے (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی دُعا جب تک لوٹ کر گھر نہ پہنچے (۴) مریض کی دعا جب تک اچھا نہ ہوجائے (۵) ایک مسلمان بھائی کی دُعا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے۔ (پھر فرمایا کہ) ان دعاؤں میں سب سے زیادہ جلدی قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۹۶ بحوالہ بیہقی فی الدعوات الکبیر)

مذکورہ بالا تینوں حدیثوں سے چند ایسے لوگوں کا پتہ چلا جن کی دُعا کی قبولیت کا خاص وعدہ ہے۔ تشریح و توضیح کے لئے ہر فرد کی علیحدہ علیحدہ فضیلت ذکر کی جاتی ہے۔

روزہ دار کی دُعا

افطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے۔ یہ وقت اگرچہ لمبی بھوک و پیاس کے بعد کھانے پینے کے لئے نفس کے شدید تقاضے کا ہوتا ہے لیکن چونکہ مومن بندہ نے خداوند قدوس کے ایک فریضہ کو انجام دیا ہے اور اس کی خوشنودی کے لئے بھوک پیاس برداشت کی تھی اس لئے اس عظیم الشان عبادت کے خاتمہ پر بندہ کو یہ مقام دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اس وقت دعا کرے تو ضرور قبول کی جائے طبیعت کی بے چینی اور کھانے پینے کے لئے نفس کی شدید رغبت کی وجہ سے اکثر لوگ اس وقت دعا کرنا بھول جاتے ہیں، اگر افطار سے ایک دو منٹ پہلے خلوصِ دل

کے ساتھ دُعا کی جائے تو انشاء اللہ ضرور ہی قبول ہوگی۔ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے دنیا و آخرت کی جو حاجت چاہے اللہ پاک سے مانگے۔ کتبِ حدیث میں اس موقع کے لئے جو دعائیں آئی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ (ابوداؤد)	"اے اللہ میں نے آپ ہی کے لئے روزہ رکھا اور آپ ہی کے دیئے ہوئے رزق پر افطار کیا۔"
(۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ (حصن حصین)	"اے اللہ آپ کی اس رحمت کے وسیلہ سے جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے گناہ معاف فرمائیں۔"

امام عادل

حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا کہ امام عادل کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ امام پیشوا کو کہتے ہیں اور عادل انصاف کرنے والے کو، جس مسلمان کو اقتدار اعلیٰ مل جائے اور وہ انصاف کے ساتھ شریعت کے مطابق عوام کو اپنے ساتھ لے کر چلے اُسے امام عادل کہا جاتا ہے، امام عادل کی بڑی فضیلت ہے اور فضیلت کی یہی وجہ ہے کہ وہ صاحبِ اقتدار ہوتے ہوئے ظلم نہیں کرتا اور گناہوں سے بچتا ہے اور اللہ پاک سے ڈرتا ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ کے (عرش کے) سایہ کے علاوہ کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ (اور لوگ دھوپ اور گرمی کی وجہ سے سخت پریشانی میں ہوں گے) اس وقت حق تعالیٰ شانہ سات آدمیوں کو اپنے سایہ میں جگہ دیں گے، ان آدمیوں میں ایک امام عادل بھی ہے۔ امام عادل کی یہ بھی فضیلت ہے کہ وہ جو دعا کرے گا بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوگی۔

معلوم ہوا کہ صاحب اقتدار ہونا کوئی بُری بات نہیں ہے۔ صاحبِ اقتدار ہوتے ہوئے اپنے حسنِ اخلاق اور نیک اعمال کی وجہ سے اللہ کا محبوب اور مقبول بندہ بن سکتا ہے۔ دنیا اور آخرت کی خرابی بُرے اعمال سے اور مخلوق پر ظلم و ستم کرنے سے سامنے آتی ہے اور اقتدار ہوتے ہوئے نیک بننا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور جب اقتدار ہی مقصود رہ جاتا ہے تو پھر حلال حرام کی تمیز نہیں رہتی، مخلوق پر طرح طرح کے ظلم کئے جاتے ہیں

تاکہ اقتدار کو ٹھیس نہ لگے اور اس طرح سے صاحب اقتدار اللہ کے نزدیک اور بندوں کے نزدیک بدترین مبغوض انسان بن جاتا ہے۔

مظلوم جس شخص پر کسی طرح کا کوئی ظلم کیا جائے اُسے مظلوم کہتے ہیں، مظلوم بھی ان لوگوں میں سے ہے جس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مظلوم کی بد دعا سے بچو (اس لئے کہ وہ ضرور قبول ہوگی) کیونکہ مظلوم حق تعالےٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ جل شانہ کسی حق والے سے اس کا حق نہیں روکتے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل (یعنی گورنر) بنا کر بھیجا تو چند نصیحتیں فرمائیں ان میں سے ایک یہ نصیحت تھی۔

وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔ (بخاری ومسلم)

یعنی مظلوم کی بد دعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس کی قبولیت کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ اسی مضمون کو حدیث نمبر ۱۶۶ میں اس طرح بیان فرمایا کہ مظلوم کی بد دعا کو اللہ جل شانہ بادلوں کے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

؎ بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دُعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

البتہ یہ ضروری نہیں کہ مظلوم کی بد دعا ہمیشہ سے جلد قبول ہو جائے بعض مرتبہ حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا ہوتا ہے کہ دیر سے قبول ہو اسی لئے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں ضرور ضرور تیری مدد کروں گا۔ اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ہو۔

اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس مظلوم کی بد دعا لگے وہ نیک آدمی ہو یا مسلمان ہی ہو چونکہ اس کی دُعا کی مقبولیت کی وجہ اس کی مظلومیت ہے اس لئے مظلوم اگر فاجر، فاسق اور بڑا گنہ گار ہو بلکہ اگر کافر ہی ہو تب بھی اس کی بد دعا ظالم کے حق میں قبول

ہو جاتی ہے اسی لئے روایاتِ حدیث "وَاِنْ کَانَ فَاجِرًا اور وَلَوْ کَانَ کَافِرًا"
کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں[1]۔ بہت سے لوگ جن کو مال و دولت یا عہدہ کی وجہ سے
کوئی بڑائی حاصل ہو جاتی ہے لوگوں کو بات بات میں مار پیٹ کرتے ہیں طرح طرح
سے ستاتے ہیں۔ مال چھین لیتے ہیں، غنڈوں سے پٹوا دیتے ہیں بلکہ قتل تک کروا
دیتے ہیں۔ کچھ دن تو ان کی زندگی مال اور عہدہ کے ساتھ گذر جاتی ہے لیکن جب کسی
مظلوم کی بددعا اثر کر جاتی ہے تو مصیبتوں میں پھنس جاتے ہیں اور طرح طرح کی تدبیریں
سوچتے ہیں لیکن کوئی کارگر نہیں ہوتی، کیونکہ کسی مظلوم کی بددعا جو ان کے حق میں قبول
ہو جاتی ہے وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ ظالم ظلم کر کے بھول جاتا ہے اور پتہ بھی نہیں
ہوتا کہ میں نے کس کس کو ستایا اور دکھ پہنچایا ہے، اگر مظلوم سے معافی بھی مانگنا چاہے
تو مظلوم کا پتہ نہیں چلتا، ہوشیار بندے وہی ہیں جو کسی پر جانی اور مالی کوئی ظلم
نہیں کرتے، اللہ پاک اپنے حقوق کو معاف فرما دیتا ہے لیکن اس کے کسی بندہ پر کسی
طرح کا کوئی ظلم کر دے تو اس کی معافی اسی وقت ہو گی جبکہ وہ مظلوم معاف کرے۔

بعض کتابوں میں یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک غریب آدمی مچھلی لئے جا رہا تھا۔ ایک
سپاہی نے اس کی مچھلی چھین لی اور گھر لے جا کر جب مچھلی بنانے لگا تو اس کا ایک کانٹا
انگوٹھے میں لگ گیا، انگوٹھے میں ہلکا سا زخم ہوا۔ پھر زخم بڑھا حتیٰ کہ انگوٹھا سڑنے
لگا بہت علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا، بالآخر انگوٹھا کٹوا دیا اس کے بعد ہتھیلی اور انگلیوں
میں زخم پیدا ہو گیا جب کسی طرح کے کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو پہنچے سے ہاتھ کٹوا دیا تاکہ
آگے سے ہاتھ محفوظ رہ جائے لیکن پھر پہنچے کے اوپر زخم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ آگے بھی
کٹوانے کی ضرورت ہو گئی۔ اللہ کے ایک نیک بندے کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے کہا
کہ کب تک تھوڑا تھوڑا کر کے اپنا ہاتھ کٹواتا رہے گا، مظلوم سے معافی مانگ تاکہ اس
مصیبت سے نجات ہو بالآخر مچھلی والے کو تلاش کیا اور اس سے معافی مانگی، جب
اس نے معاف کیا تو مصیبت دور ہوئی۔ ظلم بہت بدترین چیز ہے۔ ایک حدیث میں

---

[1] حصن حصین ۱۲

ارشاد ہے کہ :-

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔ یعنی ظلم قیامت کے دن اندھیریاں بن کر سامنے آئے گا۔ (بخاری)

ظلم کا وبال انسانوں تک ہی محدود نہیں رہتا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ظالم کے ظلم کی وجہ سے حُباری پرندہ تک اپنے گھونسلہ میں دبلا ہو کر مرجاتا ہے۔ (مشکوٰۃ) کیونکہ ظلم کی وجہ سے اللہ کی جانب سے بارش روک لی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے زمین کی سرسبزی ختم ہو جاتی ہے اور چرند پرند بے آب و گیاہ بھوکے پیاسے مرجاتے ہیں۔

والد والد کی دُعا بھی اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے اور اسی طرح والدہ کی دعا بھی اولاد کے حق میں تیزی کے ساتھ اثر کرتی ہے والدین کی دعا ہمیشہ لیتے رہنا چاہیئے ان کی بددعا سے ہمیشہ پرہیز کرے محبّت اور ماماتا کی وجہ سے اکثر ماں باپ بددعا نہیں کرتے اگرچہ انہیں اولاد کی جانب سے تکلیف پہنچے، لیکن بعض مرتبہ اولاد کی جانب سے ماں یا باپ کا دل زیادہ دکھ پاجاتا ہے تو بلا اختیار منہ سے بددعا نکل جاتی ہے پھر یہ بددعا اثر کرکے چھوڑتی ہے جہاں تک ممکن ہو ماں باپ کو کبھی ناراض نہ کریں اور تکلیف نہ دیں جان سے اور مال سے ان کی خدمت کرتے رہیں، اگر کسی وجہ سے ان سے علیحدہ بھی رہنے لگو تب بھی ان کے پاس آتے جاتے رہو اور خیر خبر رکھو۔

علامہ جزری رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب حصن حصین میں ان لوگوں کی فہرست لکھی ہے جن کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ان میں انہوں نے ایسے شخص کو بھی شامل کیا ہے جو والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہو، جب بندہ ماں کی خدمت میں جان و مال لگا دیتا ہے اور خود دکھ تکلیف برداشت کرکے ماں باپ کو آرام پہنچاتا ہے تو اس کی دعا میں مقبولیّت کی شان پیدا ہو جاتی ہے، جن لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے یہ توفیق دی ہو اپنے لئے اور والدین کے لئے اور دیگر مسلمانوں کے لئے دُعا سے دریغ نہ کریں۔

مُسافر مسافر کو بھی ان لوگوں میں شمار فرمایا ہے جن کی دُعا قبول ہوتی ہے

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مسافر گھر بار سے دور ہوتا ہے آرام نہ ملنے کی وجہ سے مجبور اور پریشان ہوتا ہے جب اپنی مجبوری اور حاجتمندی کی وجہ سے دُعا کرتا ہے تو اس کی اخلاص بھری دعا ضرور قبول ہوتی ہے چونکہ مسافر کو عام طور سے بے بسی اور بے کسی کی حالت در پیش ہوتی ہے اس لئے اس کی دعا صدقِ دل سے ہوتی ہے اور ضرور قبول ہو جاتی ہے۔

جو شخص حج وعمرہ کے سفر میں ہو

جو شخص حج کے لئے روانہ ہوا ہو یا عمرہ کے سفر میں نکلا ہو اس کی دعا مقبول ہونے کا وعدہ بھی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اَلْحُجَّاجُ وَ الْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰہِ اِنْ دَعَوْہُ اَجَابَھُمْ وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْہُ غَفَرَلَھُمْ (رواہ ابن ماجہ ونسائی) یعنی حج وعمرہ کے مسافر بارگاہِ خداوندی کے خصوصی مہمان ہیں اگر اللہ سے دعا کریں تو قبول فرمائے اور اگر اس سے مغفرت طلب کریں تو ان کی بخشش فرما دے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِذَا لَقِیْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَصَافِحْہُ وَمُرْہُ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتَہٗ فَاِنَّہٗ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ۔ (رواہ احمد)

یعنی جب تو ایسے شخص سے ملاقات کرے جو حج کے لئے گیا ہو تو اسے سلام کر اور اس سے مصافحہ کر، اور اس سے درخواست کر کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تیرے لئے استغفار کرے (یعنی اللہ تعالیٰ سے تیری مغفرت کا سوال کرے) کیونکہ وہ بخشا بخشایا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا کی:۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَلَہُ الْحَاجُّ. (مستدرک حاکم)

یعنی اے اللہ تو حج کرنے والے کی مغفرت فرما اور حج کرنے والا جس کے لئے استغفار کرے اس کی (بھی) مغفرت فرما۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ حج کرنے والے کی سفارش چار سو ~~گھرانوں~~ گھرانوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا کہ اس کے گھرانے کے ۴۰۰ آدمیوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول ہوتی ہے (راوی کو شک ہے) اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حج کرنے والا اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اپنی پیدائش کے دن گناہوں سے پاک وصاف تھا۔

(کذا فی الترغیب عن مسند البزار وفیہ راولم یسم)

حج اور عمرہ کے لئے جو شخص گھر سے نکلا ہوا ہو اللہ پاک کے نزدیک اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن افسوس ہے کہ آج کل حج وعمرہ کے مسافر اپنی قدر خود ہی نہیں پہچانتے ایک حج ادا کرتے ہیں اور سفر میں بہت سی فرض نمازیں چھوڑ دیتے ہیں۔ نیز ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ گانے سنتے ہیں۔ حرم شریف کی حاضری کم سے کم دیتے ہیں۔ بازاروں میں سامان خریدتے پھرتے ہیں اور لڑتے جھگڑتے بھی خوب ہیں جس کی قرآن شریف میں خصوصی ممانعت وارد ہوئی ہے اور عورتیں تو بہت ہی غضب کرتی ہیں، بالکل بے پردہ ہو کر نامحرم مردوں کے سامنے گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ جہاز میں داخل ہوتے ہی بڑی بڑی پردہ والی عورتیں برقعہ اتار کر رکھ دیتی ہیں اور واپس ہونے تک برقعہ نہیں اوڑھتی سر اور چہرہ خوب آزادی کے ساتھ مردوں کو دکھاتی رہتی ہیں بلکہ اپنی جہالت سے سفر حج میں پردہ کرنے کو گویا گناہ سمجھتی ہیں۔ جہالت سے خدا بچائے۔ ایک نیک کام کے لئے نکلی اور راستہ بھر گناہ کرتی رہی یہ بڑی حماقت کی بات ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ (بیہقی فی شعب الایمان) یعنی اللہ کی لعنت ہو دیکھنے والے پر اور اس کی طرف جس کو (اس کے اختیار سے) دیکھا جائے مطلب یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت اُسے کسی کا چہرہ یا کوئی دوسرا عضو جو دیکھنے کی ممانعت کی گئی ہے (اس ممانعت کی خلاف ورزی دیکھنے والا کرے گا) تو لعنت کا کام کرے گا اور جو اپنے اختیار سے دکھائے وہ بھی لعنت کا کام کرے گا جو عورتیں نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہوتی ہیں اور اس کا موقع دیتی ہیں کہ کوئی انہیں دیکھے وہ اپنے آپ کو لعنت کے لئے پیش کرتی ہیں۔

مجاہد جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے نکلا اس کی جہاں اور بہت سی فضیلتیں

ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کی دعا بارگاہِ خداوندی میں ضرور مقبول ہوتی ہے چونکہ یہ شخص اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دینے کے لئے کھڑا ہوا اس لئے اپنے اخلاص اور صدق نیت کی وجہ سے اس قابل ہو گیا کہ اس کی درخواست رد نہ کی جائے جب مجاہد دعا کرتا ہے تو اللہ جل شانہٗ اس کی دُعا ضرور قبول فرماتے ہیں۔

مریض مریض بھی ان لوگوں میں سے ہے جن کی دُعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ سے سوال تو ہمیشہ عافیت ہی کا کرنا چاہیئے، لیکن اگر بیماری آجائے تو اس کو بھی صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرے، جب مومن بندہ بیمار ہوتا ہے تو اوّل تو بیماری کی وجہ سے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ دوسرے تندرستی میں جو عبادت کرتا تھا اس سب کا ثواب اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔ تیسرے اس کی دعا کی حیثیت بہت بڑھ جاتی ہے اور ضرور قبول ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس سے دعا کے لئے کہو کیونکہ اس کی دُعا فرشتوں کی دعا کی طرح سے ہے (ابن ماجہ عن عمرؓ) مریض اپنی تکلیف میں اور کچھ نہیں کر سکتا تو اللہ کے ذکر میں تو مشغول رہ ہی سکتا ہے اور اپنے لئے اور اپنے اعزہ و اقرباء اور احباب و اصحاب کے لئے خوب دعائیں کر سکتا ہے مؤمن کی بیماری بھی نعمت ہے مگر کوئی اپنی حیثیت تو پہچانے اور نعمت کو نعمت تو جانے۔ قرآن و حدیث کا علم نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو نہ ایمان کی قیمت معلوم ہے نہ مومن کی حیثیت کا پتہ ہے، اللہ تعالیٰ شانہ علم دے اور سمجھ دے۔

مسلمان بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دُعا کرنا اپنے لئے تو دعا کرتے ہی ہیں، اس کے ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی خصوصی اور عمومی دعا کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کے لئے عام طریقہ پر بھی دعا کریں اور اپنے والدین اور دور و قریب کے رشتہ دار، بہن بھائی، چچا، ماموں خالہ وغیرہ اور ملنے جلنے والوں، پاس کے اٹھنے بیٹھنے والوں، اپنے محسنوں اور استاذوں کو خاص طور پر دعا میں یاد رکھنا چاہیئے۔ دعا کے لئے کوئی کہے یا نہ کہے دعا کرتے رہیں اس میں اپنا بھی فائدہ ہے اور جس کے لئے دعا کی جائے اس کا بھی فائدہ ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ پیٹھ پیچھے

مسلمان بھائی کی دُعا قبول ہوتی ہے اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جب وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ آمین کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ بھائی کے حق میں جو تو نے دعا کی ہے (تیرے لئے بھی اس جیسی (نعمت اور دولت کی) خوشخبری ہے۔
(رواہ مسلم)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سب دعاؤں سے بڑھ کر جلد سے جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو غائب کی دعا غائب کے لئے ہو (ترمذی) اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ دعا ریاکاری سے بعید ہوتی ہے اور محض خلوص محبت کی بنیاد پر کی جاتی ہے اور اس میں اخلاص بھی بہت ہوتا ہے۔ چونکہ غائب کے لئے غائب کی دعا بڑی تیزی کے ساتھ قبول ہوتی ہے اس لئے دوسروں سے دعا کی درخواست کرنا بھی مسنون ہے سلف کا یہ معمول رہا ہے ایک دوسرے سے دعا کی درخواست کرتے تھے اور اہل اللہ اب بھی اس پر عمل کرتے ہیں جس سے درخواست کی جائے اس کو چاہیئے کہ درخواست رد نہ کرے۔ خاص اس وقت بھی دعا کر دے جس وقت دعا کے لئے کہا جائے اور بعد میں بھی دُعا کر دیا کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ (ایک مرتبہ) میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرہ کے سفر پر جانے کی اجازت چاہی، آپؐ نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ بھیّا ہم کو (بھی) دعا میں شریک کر لینا اور ہم کو مت بھولنا، آپؐ نے ایسا کلمہ فرمایا کہ مجھے اس کے عوض پوری دنیا مل جاتی تب بھی اس قدر خوشی نہ ہوتی جس قدر اس مبارک کلمہ سے خوشی ہوئی۔ (ابو داؤد) جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے شخص سے دعا کی درخواست فرمائی تو ما و شما کیا حقیقت رکھتے ہیں ہم تو بہت زیادہ محتاج ہیں، نیک بندوں سے دعا کے لئے عرض معروض کرتے رہیں، کیا پتہ تجھ مجھ کی دعا ہی سے بیڑہ پار ہو جائے۔

فائدہ:۔ جب کسی کے لئے دعا کرے تو پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر اس کے لئے دعا کرے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا (ترمذی) غالباً اس تعلیم میں یہ حکمت ہے کہ اپنے لئے انسان زیادہ اخلاص اور توجہ سے دعا کرتا ہے۔ پس جب

اپنے لئے دُعا کرے گا اور اس کے بعد ہی دوسرے کے لئے دعا کرے گا تو وہ دعا بھی اخلاص اور پوری توجہ کے ساتھ ہوگی۔

مضطر علامہ جزریؒ نے حصن حصین میں مضطر کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، مضطر اس کو کہا جاتا ہے جو کسی وجہ سے مجبور اور پریشان حال ہو، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۔ (سورۃ النمل)

بتاؤ کیا (معبودان باطل بہتر ہیں یا اللہ بہتر ہے) جو بے قرار آدمی کی دُعا قبول فرماتا ہے۔ جب وہ اس کو پکارے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے، کیا کوئی اور معبود ہے اللہ کے ساتھ؟ (نہیں) تم لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

جب انسان مجبور اور بے کس و بے بس ہوتا ہے تو اس کی نظر سیدھی اللہ تعالےٰ پر پہنچتی ہے، ہر طرف سے امید ختم ہو جاتی ہے اور صدق دل سے اللہ جل شانہٗ کے حضور میں درخواست کرتا ہے کہ میری مصیبت دور ہو اور بے چینی و بے قراری ختم ہو چونکہ اس موقعہ پر انسان ظاہر و باطن سے اللہ پاک کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور یہ یقین کر لیتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے علاوہ میرا کوئی نہیں جو اس وقت کی بے چینی اور ظاہری باطنی دُکھ تکلیف رفع کر سکے اس لئے اس کی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے، ایسے موقعہ پر دعا سے کبھی غافل نہ ہو، خلوص دل سے اللہ پاک سے رحم کی درخواست کرے۔ حضرت جابر بن سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں اُس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر مجھے کوئی تکلیف پہنچ جائے اور تو اس کو پکارے تو تکلیف کو دور فرما دے اور اگر تجھ کو قحط سالی پیش آجائے اور اس کو تو پکارے تو تیرے لئے سبزہ اُگا دے اور اگر تو چٹیل میدان میں ہو (جہاں گھاس پانی کچھ نہ ہو اور آبادی سے بہت دور ہو) اور وہاں تیری سواری گم ہو جائے اور تو اللہ

کو پکارے تو تیری سواری کو واپس فرما دے (الحدیث بطولہ رواہ ابوداؤد)

کن لوگوں کی دُعا قبول نہیں ہوتی

حرام خوراک و پوشاک کی وجہ سے دُعا قبول نہیں ہوتی

(۱۱۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَّاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ تَعَالٰی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَاءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک ہی (مال اور قول وعمل) قبول فرماتا ہے (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ (حلال کھانے کے بارے میں) اللہ جل شانہٗ نے پیغمبروں کو جو حکم فرمایا ہے وہی مومنین کو حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ پیغمبروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے رسولو! طیب چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔ اور مومنین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں اُن میں سے کھاؤ۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کر رہا ہو، اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں، جسم پر گرد و غبار اٹا ہو اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے یارب یارب کہہ کر دعا کرتا ہو۔ یہ شخص دعا تو کر رہا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اور پینا حرام ہے اور پہننا حرام ہے اور اس کو حرام غذا دی گئی ہے۔ بس ان حالات کی وجہ سے اُس کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۱ بحوالہ مسلم)

تشریح:۔ اس حدیث میں اوّل تو حرام سے پرہیز کرنے اور حلال کھانے کی اہمیّت اور ضرورت پر زور دیا ہے اور بتایا ہے کہ جو صدقہ حلال مال سے ہوگا وہی قبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اس کی بارگاہ میں پاک چیز ہی پسند ہو سکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔ پہلی آیت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کو حکم ہے کہ پاک چیزیں کھائیں اور نیک عمل کریں۔ اور دوسری آیت میں ایمان والوں کو حکم ہے کہ اللہ پاک کی عطا کردہ چیزوں میں سے پاک چیزیں کھائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں آیات کو ذکر کر کے فرمایا ہے اور اللہ جل شانہٗ نے جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے کہ حلال کھائیں وہی حکم اپنے مؤمن بندوں کو دیا ہے، حلال کی اہمیت اور ضرورت ظاہر کرنے کے بعد آپؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبے سفر میں ہو اور بدحالی کی وجہ سے اُس کے بال بکھرے ہوئے ہوں جسم پر غبار پڑا ہوا ہو اور وہ اپنی اس بدحالی میں آسمان کی طرف دعا کرتے ہوئے یَارَبِّ یَارَبِّ کہہ کر خدائے پاک کو پکار رہا ہو اور چاہتا ہو کہ میری حاجت قبول ہو جائے بھلا اُس کی دُعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

کیونکہ اُس کا کھانا حرام ہے پینا حرام ہے اور لباس حرام ہے اور اس کو حرام کی غذا دی گئی ہے۔

مسافر کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کی دُعا خصوصیّت سے قبول ہوتی ہے اور مضطر و پریشان حال شخص کی بھی دعا قبولیت سے قریب تر ہوتی ہے لیکن مسافر اور پریشان حال ہونے کے باوجود ایسے شخص کی دُعا قبول نہیں ہوتی جس کا کھانا پینا اور پہننا حرام ہو۔ آج کل بہت سی دعائیں کی جاتی ہیں لیکن دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ لوگ شکایتیں کرتے پھرتے ہیں کہ دعاؤں کا اس قدر اہتمام کیا اور اتنی بار دُعا کی لیکن میری دُعا قبول نہیں ہوئی۔ شکایت کرنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے اپنا حال دیکھیں اور اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ میں حلال کتنا کھاتا ہوں اور حرام کتنا اور کپڑے جو پہنتا ہوں وہ حلال آمدنی کے ہیں یا حرام کے۔ اگر روزی حرام ہے یا لباس حرام ہے تو اس کو ترک کریں۔ خوراک اور پوشاک کو حدیث شریف میں بطور مثال ذکر فرمایا ہے۔ اوڑھنا، بچھونا، رہائش کا مکان، آسائش کی چیزیں اگر حرام کی ہوں تو وہ بھی لباس کے حکم میں ہیں یعنی جس طرح حرام آمدنی کا لباس

ہوتے ہوئے دُعا قبول نہ ہوگی، اسی طرح حرام کی دوسری چیزیں استعمال کرنے سے دُعا کی قبولیت رُکی رہے گی

حرام کی ہر چیز سے بچنا لازم ہے

بہت سے لوگ حرام کھانے کی حد تک تو پرہیز کرتے ہیں لیکن حرام کی دوسری چیزیں استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے حالانکہ وہ بھی گناہ ہے۔

اپنے حالات پر غور کریں کہ کن کن راہوں سے ہمارے گھر میں حرام مال گھس رہا ہے کہیں سودی روپیہ تو گھر میں نہیں آرہا ہے۔ رشوت کا مال تو گھر میں بھرا ہوا نہیں، کسی کی حق تلفی تو نہیں کی، خیانت کرکے کسی کی رقم تو نہیں ماری۔ کماکر لانے والا کسی ناجائز محکمہ میں ملازم تو نہیں۔ اگر غور کریں گے تو بہت سی راہیں سمجھ میں آئیں گی جن کے ذریعہ گھر میں ناجائز روپیہ آتا ہے۔ پھر اس روپیہ سے روٹی پانی کا خرچہ بھی چلتا ہے اور کپڑے بھی بنتے ہیں، مکان بھی تعمیر ہوتے ہیں، بنگلہ میں سجاوٹ بھی ہوتی ہے۔ گاڑی بھی خریدی جاتی ہے۔ جب حرام ہی غذا ہو اور اسی کی خوراک اور پوشاک ہو اور گھر کا سازوسامان اسی کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہو تو دُعا کی قبولیت کی اُمید رکھنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حرام سے پرہیز کرے حلال کی فکر کرے۔ اگرچہ تھوڑا ملے اور روکھی سوکھی روٹی کھانی پڑے اور چھپر میں گذارا کرنا پڑے۔

حرام خوراک دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہے

حرام کام کرنے اور حرام مال استعمال کرنے کی وجہ سے دُعا قبول نہیں ہوتی اور جنت سے بھی محرومی ہوتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔ (رواہ احمد وغیرہ) یعنی جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہوگا جو حرام سے پیدا ہوا ہو، دوزخ ہی اس کی زیادہ مستحق ہے۔

حرام سے صدقہ کیا جائے تو قبول نہیں ہوتا

بہت سے جاہل حرام کماتے ہیں اور اس میں سے کچھ صدقہ کرکے حرام کو

حلال سمجھ لیتے ہیں یہ بالکل جہالت کی بات ہے۔ حرام سے صدقہ کرنا تو اور گناہ ہے۔ حرام پر ثواب نہیں ملتا جیسا کہ حدیث شریف کے شروع میں گذرا کہ اِنَّ اللّٰہَ طیّب لا یقبل الا طیبًا۔ پس جب حرام کا صدقہ قبول نہیں تو اُس کے ذریعہ باقی مال کیسے حلال ہوجائے گا۔ جو صدقہ دیا وہ بھی وبال ہوگا۔ اور جو مال بچ گیا وہ بھی وبال ہوگا اور عذاب کا باعث ہوگا۔ حرام مال سے صدقہ کرکے ثواب کی امید رکھنے کو بعض علمائ نے کفر بتایا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ حرام کمانے سے بالکل پرہیز کیا جائے۔ نہ حرام کمانے کا گناہ ہوگا نہ ملک میں حرام آئے گا، نہ اپنی جان پر خرچ ہوگا۔

عورتوں کو خاص ہدایت عورتیں اپنے شوہروں سے کہہ دیں کہ ہم حلال کھائیں گے حلال پہنیں گے۔ تمہارے ذمہ ہمارے جن اخراجات کا پورا کرنا لازم ہے حلال سے پورا کرو۔ ہم حرام قبول کرنے کو تیار نہیں، پہلے زمانے کی عورتیں ایسی ہی نیک تھیں۔ خود بھی حرام سے بچتی تھیں اور شوہروں کو بھی بچاتی تھیں۔ آج کل عورتیں شوہروں اور بیٹوں کو حرام کمانے کی ترغیب دیتی ہیں۔ اگر شوہر رشوت سے بچے تو اُسے کہہ سُن کر حرام پر آمادہ کرتی ہیں۔ گھر میں حرام آتا ہے تو گود بھر کر بیٹھ جاتی ہیں اور نمازوں کے بعد دعائیں بھی کرتی ہیں اور قبولیتِ دُعا کی اُمید بھی رکھتی ہیں۔ حرام کے ساتھ دُعا کہاں قبول ہوسکتی ہے۔ اگر تمہارا شوہر یا بیٹا بینک میں یا شراب کے محکمہ میں ملازم ہو یا رشوت لیتا ہو یا کسی بھی طرح حرام کماتا ہو تو اس کو روک دو اور حرام چھڑا کر حلال کمانے کی ترغیب دو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کرنے سے دُعا قبول نہیں ہوتی

(۱۱۷) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ ۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور ضرور نیکیوں کا حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو۔ ورنہ جلد ہی اللہ جل شانہ اپنے پاس سے تم پر بڑا عذاب بھیج دے گا پھر تم ضرور ضرور اللہ تعالیٰ سے دعا کروگے اور تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۶)

تشریح: اس مبارک حدیث میں بھی دعا قبول نہ ہونے کا ایک سبب بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ امر بالمعروف ترک کرنے اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینے سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور عذاب آنے پر دعا کی طرف متوجہ ہوں گے تو دعا قبول نہ ہوگی۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے احکام بھیجے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ بندوں تک پہنچے ہیں۔ ان احکام میں بہت سے کام کرنے کے ہیں ان کو "معروف" یعنی نیکی کہتے ہیں جو خدائے پاک کی پسندیدہ چیزیں ہیں اور بہت سے کام ایسے ہیں جن کا کرنا منع ہے اُن کو "منکر" کہتے ہیں یعنی برا کام جو خدائے پاک کی شریعت میں نہیں ہے اسلام سے اُس کا جوڑ نہیں کھاتا۔ اللہ تعالیٰ کو نامحبوب اور ناپسند ہے معروف میں فرائض، واجبات، سنن، مستحبات سب داخل ہیں۔ اور منکر میں حرام، مکروہ (تحریمی و تنزیہی)، سب داخل ہیں۔ سب سے بڑی نیکی فرض و واجبات کو انجام دینا ہے اور سب سے بڑا گناہ حرام کا ارتکاب کرنا ہے۔ جو بندہ اسلام قبول کرلیتا ہے۔ اس کے ذمہ صرف یہی نہیں ہے کہ خود نیک بن جائے بلکہ نیک بننے کے ساتھ دوسروں کو (خصوصاً اپنے ماتحتوں کو) نیک بنانا بھی مسلمان کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

بہت سے لوگ خود تو دیندار ہوتے ہیں مگر اُن کو دوسروں کی دینداری کی بالکل فکر نہیں ہوتی حالانکہ مومن کی خاص صفات جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں اُن میں نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

مومن کی خاص صفات

سورۂ توبہ میں ارشاد ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ط	اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں۔ یہ لوگ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے گا۔

درحقیقت امر بالمعروف (نیکیوں کا حکم کرنا) اور نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا) بہت بڑا فریضہ ہے جسے مسلمانوں نے چھوڑ رکھا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ ۔ (رواہ مسلم)	یعنی تم میں جو شخص کوئی بُرائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے (یعنی برائی کرنے والے کو اپنے زور کی طاقت سے روک دے) اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے یعنی برائی کرنے والے کو ٹوک دے اور بُرائی سے روک دے اگر اس کی طاقت

نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ (صرف دل سے بُرا جان کر خاموش رہ جانا اور ہاتھ یا زبان سے منع نہ کرنا) ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

دعوتِ فکر اب ہم سب مل کر اپنے حال پر غور کریں کہ اپنی نظروں کے سامنے گناہ ہوتے دیکھتے ہیں نمازیں قضا کی جا رہی ہیں روزے کھائے جا رہے ہیں، شرابیں پی جا رہی ہیں۔ رشوت کے مالوں سے گھر بھرے جا رہے ہیں۔ طرح طرح کی بے حیائی گھروں میں جگہ پکڑ رہی ہے۔ یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے پھر کتنے مرد و عورت ہیں جو اسلام کے دعویدار ہیں اور ان چیزوں پر روک ٹوک کرتے ہیں، کھلم کھلا

خدائے پاک کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں لیکن نہ دل میں ٹیس ہے نہ زبان سے کوئی کلمہ کہنے کے روادار ہیں اور ہاتھ سے روکنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

دوسروں کو نیکیوں پر ڈالنا اور بُرائیوں سے روکنا تو درکنار خود اپنی زندگی گناہوں سے لت پت کر رکھی ہے اور گویا یوں سمجھ رکھا ہے کہ ہم گناہوں ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ خود بھی گناہ کر رہے ہیں اولاد کو اور دوسرے ماتحتوں کو نہ صرف گناہوں میں ملوث دیکھتے ہیں بلکہ اُن کو خود گناہوں پر ڈالتے ہیں۔ اپنے قول و فعل سے اُن کو گناہوں کے کام سکھاتے ہیں۔ اور اُن کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ طور طریق اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لانے والے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے عذاب کو بلانے والے ہیں جب عذاب آتا ہے تو بلبلاتے ہیں دعائیں کرتے ہیں، تسبیحیں گھوٹتے ہیں اور ساتھ ہی شکایتیں کرتے پھرتے ہیں کہ دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں۔ مصیبت دور نہیں ہوتی۔ دعا کیسے قبول ہو اور مصیبت کیسے رفع ہو جبکہ نہ خود گناہ چھوڑتے ہیں نہ دوسروں کو گناہوں سے بچاتے ہیں۔ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جب مصیبتیں آتی ہیں تو نیک بندوں کی بھی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

بہت سے لوگ جو اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی اُن کو نیک جانتے ہیں انہیں اپنی عبادت اور ذکر و ورد کا تو خیال ہوتا ہے لیکن دوسروں کو حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی گناہوں سے نہیں روکتے اور اُمید رکھتے ہیں کہ مصیبت رفع ہو جائے۔ بڑے تہجد گذار ہیں لمبے لمبے نوافل پڑھتے ہیں خانقاہ والے مرشد ہیں لیکن لڑکے خانقاہ ہی میں داڑھی مونڈ رہے ہیں لڑکیاں بے پردہ ہو کر کالج جا رہی ہیں لیکن ابا جان ہیں کہ اپنی نیکی کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی بُرائیوں پر روک ٹوک نہیں کرتے۔

ایک بستی کو اُلٹنے کا حکم ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرمایا کہ فلاں فلاں بستی کو اس کے رہنے والوں کے ساتھ اُلٹ دو۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اے پروردگار اُن میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کے بقدر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی (کیا اس کو بھی اس عذاب میں شریک کر لیا جائے) اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوا کہ اس بستی کو اس شخص پر اور باقی تمام رہنے والوں پر اُلٹ دو کیونکہ (یہ شخص خود تو نیکیاں کرتا رہا اور نافرمانی سے بچتا رہا لیکن)

اس کے چہرے پر میرے (احکام) کے بارے میں کبھی کسی وقت شکن (بھی) نہیں پڑی۔
(مشکوٰۃ شریف)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی میں کوتاہی کرنے کا وبال کس قدر ہے اس حدیث سے ظاہر ہے۔

خوب دل کو حاضر کر کے دُعا کی جائے

(۱۱۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرۃؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ سے دُعا کرو، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ ایسے دل کی کوئی دُعا قبول نہیں فرماتا جو غافل ہو اور اِدھر اُدھر کے خیالات میں مشغول ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۹۵ بحوالہ ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث مبارک میں دُعا کا ایک بہت ضروری ادب بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ دعا کرتے ہوئے اس کا پختہ یقین رکھنا چاہیئے کہ میری دُعا ضرور ضرور قبول ہوگی اس یقین میں ذرا سا بھی ڈھیلا پن نہ ہو، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو دل غافل ہو اور اِدھر اُدھر کے خیالات میں لگا ہوا ہو اور زبان سے دُعا نکل رہی ہو اللہ جل شانہٗ اس کی دُعا قبول نہیں فرماتے۔

غافل کی دُعا بے ادبی ہے

آج کل ہم لوگ دُعائیں کرتے ہیں ان میں دونوں طرح کی کوتاہیاں ہوتی ہیں اور ان میں سب سے بڑی کوتاہی یہ ہے کہ دعا کرتے وقت دل حاضر نہیں ہوتا۔ دل کہاں سے کہاں پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ کیسے کیسے خیالات میں گم رہتا ہے اور زبان سے دُعا کے الفاظ نکلتے رہتے ہیں۔ یہ ہماری عجیب حالت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی معمولی افسر کو کوئی درخواست پیش کرتا ہے تو بہت با ادب کھڑا ہوتا ہے اور خوب سوچ سمجھ کر بات کرتا ہے اور پوری

طرح اپنے ظاہر اور باطن سے اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر زبان سے درخواست کرے یا لکھی ہوئی درخواست ہاتھ میں تھما دے اور حاکم کی طرف پیٹھ پھیر کر کھڑا ہو جائے یا اس موقع پر کمرہ کی چیزوں کو شمار کرنے لگے یا اور کوئی ایسا کام کرنے لگے جس سے یہ واضح ہو جائے کہ یہ شخص اپنے دل سے درخواست پیش نہیں کر رہا ہے تو اس کو بڑا بے ادب سمجھا جائے گا اور اس کی درخواست پھاڑ کر ردّی کی ٹوکری میں ڈال دی جائے گی اور اوپر سے سزا بھی ملے گی۔

اللہ جل شانہٗ احکم الحاکمین ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں درخواست پیش کرتے ہوئے دل کا غافل رہنا اور دنیاوی دھندوں کے خیالات دل میں بساتے ہوئے زبان سے دُعا کے الفاظ نکالنا بہت بڑی بے ادبی ہے۔ بندوں کی یہ حرکت ہے تو قابلِ سزا لیکن اللہ جلّ شانہٗ رحیم و کریم ہیں اس پر سزا نہیں دیتے البتہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی یہ اعلان فرما دیا ہے کہ ایسی غفلت والی دعا قبول نہ ہوگی۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہماری دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اتنے برس دُعا کرتے ہوگئے۔ اُن کو چاہیئے کہ اپنی حالت پر غور کریں اور دیکھیں کہ دُعا کے وقت دل کہاں ہوتا ہے۔ ذرا دُعا کی طرح دُعا کرو پھر اُس کے ثمرات دیکھو۔ دُعا مانگی اور پتہ نہیں کہ کیا مانگا۔ ایسی دُعا کیونکر قبول ہو؟ خوب سوچ لو۔

اللہ جل شانہٗ ہم کو ہمیشہ خلوصِ دل سے دُعا کرنے کی توفیق دے اور ہماری دعائیں قبول فرمائے۔

انّہٗ بالاجابۃ جدیرٌ وعلیٰ کل شیٍٔ قدیر

سختی کے زمانہ میں دُعا کیسے قبول ہو

(۱۱۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّسْتَجِیْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ (رواہ الترمذی) وقال ھذا حدیث غریب۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ خوشی ہو کہ اس کی دعا اللہ تعالیٰ سختیوں کے زمانہ میں قبول فرمائے اس کو چاہیئے کہ خوش حالی کے زمانہ میں کثرت سے دعا کیا کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۵ بحوالہ ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث پاک میں دُعا قبول ہونے کا ایک بہت بڑا گُر بتایا ہے اور وہ یہ کہ آرام وراحت اور مال و دولت اور صحت وتندرستی کے زمانہ میں برابر دعا کرتے رہنا چاہیئے، جو شخص اس پر عمل پیرا ہوگا اس کے لئے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ انعام ہوگا کہ جب کبھی کسی پریشانی میں مبتلا یا کسی مصیبت سے دوچار ہوگا یا کسی مرض میں گرفتار ہوگا اور اس وقت دعا کرے گا تو اللہ جل شانہ ضرور اس کی دعا قبول فرمائیں گے۔
اس میں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو آرام وراحت مال و دولت یا عہدہ کی برتری کی وجہ سے خدائے پاک کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں اور دعا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اور جب مصیبت آگھیرتی ہے تو دعا کرنی شروع کر دیتے ہیں پھر جب دعا قبول ہونے میں دیر لگتی ہے تو ناامید ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ اگر اس وقت دعا کرتے جبکہ خوشی میں مست تھے اور دولت کا گھمنڈ تھا تو ان کا اس زمانہ کا دعا کرنا آج کی دعا مقبول ہونے کا ذریعہ بن جاتا، غفلت اور دنیاوی مستی کے سبب اللہ کو بھول جانے کی وجہ سے بہت سخت حاجت مندی کے وقت دعا کی قبولیت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

حضرت سلمانؓ کا ارشاد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب

بندہ چین اور خوشی کے زمانہ میں دعا کرتا ہے اور جب اسے کوئی مشکل درپیش ہو جاتی ہے تو اس وقت بھی دعا کرتا ہے اس وقت فرشتے اس کی سفارش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جانی پہچانی آواز ہے ہمیشہ یہاں پہنچتی رہتی ہے اور جب بندہ چین اور خوشی کے زمانہ میں دعا نہیں کرتا اور مصیبت آنے پر دستِ دعا پھیلاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس آواز کو ہم تو نہیں پہچانتے پہلے تو سُنی نہیں۔ یہ بات کہہ کر اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں اور دعا قبول ہونے کی سفارش نہیں کرتے۔ (صفۃ الصفوہ)

انسان کی بے رُخی اور بے غیرتی

انسان کا جو طرزِ عمل ہے کہ مصیبت میں اللہ پاک کو بہت یاد کرتا ہے لمبی چوڑی دُعائیں کرتے ہوئے اپنی حاجتیں اللہ تعالےٰ کے حضور میں پیش کرتا ہے اور چین و آرام کے زمانے میں خدائے پاک کو بھول جاتا ہے بلکہ ذکر و دعا کے بجائے بغاوت اور سرکشی پر کمربستہ ہو جاتا ہے یہ طرزِ عمل نہایت بے غیرتی کا ہے۔ بندہ جس طرح دکھ تکلیف کے زمانہ میں اللہ کا محتاج ہے دکھ تکلیف چلے جانے پر جو خدائے پاک کو بھول جاتے ہیں اس خصلتِ بد کا قرآن مجید میں جگہ جگہ تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ۔ (سورۂ یونس ع ۲)	اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی، کھڑے بھی پھر جب اس کی وہ تکلیف ہم ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی حالت پر آجاتا ہے اور (اس طرح) گذر جاتا ہے گویا اس نے ہم کو (اس سے پہلے)، اس تکلیف کے ہٹانے کے لئے پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی۔

اور فرمایا:۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ	اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی

دَعَا رَبَّهٗ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْ إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط (زمر)

ہے تو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ اس کو اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو جس کے لئے پہلے پکار رہا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) گمراہ کرے۔

قبولیّت دُعا کا اثر معلوم ہو یا نہ ہو دُعا کرنا ہرگز نہ چھوڑے

(۱۲۰) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ يَقُوْلُ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ ٥ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص دعا کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ جلدی نہ مچائے (پھر جلدی کرنے کا مطلب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دعا کرتے کرتے) کہتا ہے کہ میں نے دعا کی سو وہ قبول نہ ہوئی۔ (بخاری شریف ص ۹۳۸ ج ۲)

تشریح۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا قبول ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ دُعا کرنا نہ چھوڑے اور یوں نہ کہے کہ اتنا عرصہ ہوگیا دعا کر رہا ہوں قبول نہیں ہوتی، دعا کا ظاہری اثر نظر آئے یا نہ آئے بہرحال دعا کرتا رہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک بندہ قطع رحمی اور گناہ کی دعا نہ کرے اس وقت تک اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے (اور) جب تک جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جلدی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کہتا ہے میں نے دعا کی اور دعا کی لیکن مجھے قبول ہوتی نظر نہیں آتی یہ کہتا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر دعا کرنے سے تھک جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ بیٹھتا ہے۔
(صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ دعا برابر کرتا رہے، دعا کرنا بندہ کا کام ہے اور قبول فرمانا اللہ جل شانہٗ کا کام ہے اور یہ کہنا کہ دعا قبول نہیں ہوتی اکثر یہ بھی غلط ہوتا ہے دعا قبول ہونے کا مطلب عموماً لوگ نہیں جانتے اس لئے یہ سمجھتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اللہ تعالےٰ سے کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ تعالےٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرما دیتے ہیں (۱) یا تو وہ (ظاہراً) دعا قبول فرما لیتے ہیں۔ (یعنی جو مانگا وہی عنایت فرما دیتے ہیں) (۲) یا دعا کرنے والے کو اس کی مطلوبہ چیز کے برابر اس طرح عطا فرما دیتے ہیں کہ اس جیسی (آنے والی) مصیبت ٹال دیتے ہیں (۳) یا اس دعا کا اجر و ثواب (آخرت کے لئے) ذخیرہ بنا کر رکھ دیتے ہیں۔
(مشکوٰۃ ص ۱۹۶ از احمد و مستدرک حاکم ص ۴۹۳ ج ۱)

جب قبولیت دعا کا مطلب معلوم ہو گیا تو یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ میری دُعا قبول نہیں ہوتی، قبول ہوتی ہے لیکن قبولیت کی کون سی صورت ہوئی اس کا پتہ بندہ کو نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے وہ اپنی حکمت کے موافق دعا قبول فرماتا ہے، بندہ کا کام تو یہ ہے کہ مانگے جا اور دنیا و آخرت میں مراد لیتا رہ۔
وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

قبولیتِ دُعا کے خاص اوقات اور احوال

اخیر رات میں اور فرض نمازوں کے بعد والی دُعا

(۱۲۱) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرُ الصَّلَوٰتِ الْمَكْتُوْبَاتِ ۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون (سے وقت کی) دُعا ایسی ہے جو سب دعاؤں سے بڑھ کر لائق قبول ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچھلی رات میں اور فرض نمازوں کے بعد (جو دعا ہو وہ سب دعاؤں سے بڑھ کر لائق قبول ہے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ترمذی ص ۸۹)

تشریح: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہوتا ہے جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کو رات دن میں پانچ مرتبہ یہ خصوصی وقت نصیب ہوتا ہے فرض نماز کے بعد خوب دل حاضر کر کے دعا کا اہتمام کرنا چاہیئے البتہ جن فرضوں کے بعد مؤکدہ سنتیں ہیں ان کے بعد لمبی دعا نہ کرے مختصر سی دعا کر کے مؤکدہ سنتیں ادا کرے مختصر اور جامع دعائیں بہت سی ہیں انہیں اختیار کرے اور ضروری نہیں کہ عربی زبان میں دعا ہو اپنی زبان میں جو چاہے مقصد خیر کے لئے دعا کرے۔ نیز حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا کہ پچھلی رات کے درمیان میں قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ جل شانہٗ کی قریب والے آسمان پر خاص تجلی ہوتی ہے اس وقت اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے پھر میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے پھر میں اس کو دے دوں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے پھر میں اس کی مغفرت کر دوں (بخاری و مسلم) جن لوگوں کو نماز تہجد پڑھنے کی عادت ہے ان کو روزانہ یہ وقت نصیب ہوتا ہے جو بہت سہانا وقت ہے، اس وقت بڑے سکون کے ساتھ نماز پڑھنے اور دعا کرنے کا موقع ملتا ہے نہ شور و شغب نہ کسی طرح کی آوازیں نہ بچوں کا لڑائی جھگڑا، نہ اور کوئی قصہ و قضیہ، صرف اللہ سے لَو لگانے کا وقت ہوتا ہے، اگر نماز تہجد کے لئے اُٹھنے کی توفیق ہو جائے

تو کیا کہنے اگر اٹھنا نہ ہو اور آنکھ کھل جائے تب بھی کچھ نہ کچھ اس وقت میں اللہ کا ذکر کر ہی لینا چاہیئے اگرچہ لیٹے لیٹے ہی ہو۔

رات میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے

(۱۲۲) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِي اللَّيْلِ سَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بلاشبہ رات میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو بھی کوئی مسلمان شخص اس میں اللہ سے دنیا اور آخرت کی کسی خیر کا سوال کرے گا اللہ جل شانہ اسے ضرور عنایت فرما دے گا اور یہ گھڑی ہر رات ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۰۹ بحوالہ مسلم)

(۱۲۳) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ طَاهِرًا وَّذَكَرَ اللّٰهَ حَتّٰى يُدْرِكَهُ النُّعَاسُ لَمْ يَتَقَلَّبْ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ يَسْاَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ۔ (ذکرہ النووی فی کتاب الاذکار بروایۃ ابن السنی)

ترجمہ:۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص رات کو آرام کرنے کے لئے اپنے بستر پر پاک حالت میں (یعنی باوضو) پہنچا اور اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ اسے نیند نے پکڑ لیا تو رات میں کسی بھی وقت جب کروٹ بدلتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی کسی چیز کا سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ خیر اس کو عطا فرما دے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۰ بحوالہ کتاب الاذکار)

تشریح:۔ حدیث ۱۲۲ سے معلوم ہوا کہ پوری رات میں ایک گھڑی ضرور ایسی ہوتی ہے جس میں دعا کرلی جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ حدیث میں اس گھڑی کا پتہ

نہیں دیا اور اس پتہ نہ دینے میں مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ مومن بندے رات میں وقت بے وقت جب موقع لگے اور یاد آجائے لیٹے، بیٹھے، دعا کرتے رہا کریں۔ دعا سے ہرگز غافل نہ ہوں، جب موقع لگے کوئی نہ کوئی دعا مانگ لیں۔

اور حدیث ۱۲۳ میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص باوضو رات کو اپنے بستر پر لیٹے اور ذکر اللہ کرتے کرتے سو جائے تو اس باوضو سونے اور ذکر کرتے کرتے نیند آجانے کی وجہ سے اُسے یہ شرف دیا گیا ہے کہ سوتے سوتے رات بھر میں جتنی بھی کروٹیں لے گا ہر کروٹ کے وقت اس کی دعا قبول ہو گی چاہے آخرت کے لئے دعا مانگے چاہے دنیا کی بھلائی کی دعا کرے۔

رات کو جب سونے لگے تو لیٹ کر سنت کے موافق دعائیں پڑھے، سونے سے پہلے پڑھنے کی سورتیں پہلے سے نہ پڑھی ہوں تو انہیں پڑھے، تسبیحاتِ فاطمہ پڑھے اور ان کے علاوہ دوسرے اذکار پڑھتے ہوئے سو جائے اور باوضو سونے کی کوشش کرے، پھر جب سوتے سوتے آنکھ کھلے تو بھی اللہ کا ذکر کرے اور اللہ سے دعا مانگے یہ دُعا خاص طور پر قبول ہوتی ہے جیسا کہ حدیث بالا میں ارشاد فرمایا ہے۔ رات کو سوتے سوتے آنکھ کھلنے پر قبولیت دعا کا وعدہ بعض ایسی روایات میں بھی مذکور ہے جن میں باوضو سونے کی قید نہیں ہے، لہٰذا اگر باوضو سونا نہ ہو تب بھی جس وقت آنکھ کھلے ضرور دعا کرلے۔

جمعہ کے دن ایک خاص گھڑی ہے جس میں ضرور دُعا قبول ہوتی ہے

(۱۲۴) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجُمُعَۃِ لَسَاعَۃً لَّا یُوَافِقُھَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ یَّسْاَلُ اللّٰہَ فِیْھَا خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو کوئی مسلمان بندہ اس میں کسی خیر کا سوال کرے گا اللہ جل شانہ اسے ضرور عطا

فرمادیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۹ بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس میں ضرور دعا قبول ہوتی ہے یہ گھڑی کس وقت ہوتی ہے اس کے بارے میں روایات مختلف ہیں ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن جس گھڑی میں قبولیت دعا کی امید کی جاتی ہے اُسے عصر کے بعد سے لے کر سورج چھپنے تک تلاش کرو (ترمذی) یعنی اس وقت میں دعا کرو بعض حضرات اس کا اس طرح اہتمام کرتے ہیں کہ عصر پڑھ کر مغرب تک دعا میں لگے رہتے ہیں تاکہ قبولیت کی گھڑی میں بھی دعا ہو جائے۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ یہ گھڑی اس وقت ہوتی ہے جبکہ امام خطبہ کے درمیان بیٹھتا ہے اور یہ نماز ختم ہونے تک رہتی ہے (لیکن خطبہ کے دوران زبان سے دعا کرنا ممنوع ہے دل سے دعا کرے اور نماز میں درود شریف کے بعد تو دعا آہی جاتی ہے) اور بعض روایات میں ہے کہ نماز جمعہ قائم ہونے کے وقت سے لے کر سلام پھیرنے تک مذکورہ گھڑی ہوتی ہے (اس پر بھی یوں عمل ہو جاتا ہے کہ درود شریف کے بعد نماز میں دعا کی جاتی ہے) اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ یہ گھڑی جمعہ کے دن کی سب سے آخری گھڑی ہے، عورتیں نماز جمعہ کے لئے مسجد میں تو نہیں جاتیں، نہ ان پر جمعہ فرض ہے جو خطبہ اور نماز کے دوران والی روایات پر عمل کر سکیں لیکن گھر میں رہتے ہوئے عصر سے مغرب تک تو دعا کر ہی سکتی ہیں اور بھی کچھ نہیں تو سورج چھپنے سے پہلے دعا میں لگ جائیں بہت آسان کام ہے مغرب کے لئے وضو کرنا ہی ہوگا پندرہ بیس منٹ پہلے دعا میں لگ جائیں اور اسی سے مغرب کی نماز پڑھ لیں اس میں کوئی دقت کی بات نہیں۔

حج کے موقعہ پر عرفات میں دُعا کی بہت اہمیت ہے

(۱۲۵) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَخَيْرُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے بہتر اللہ کا ذکر جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے (عرفات میں) کیا ہے وہ یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۲۹ بحوالہ ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے عرفہ کے دن دُعا کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی حج کا سب سے بڑا رکن میدان عرفات میں قیام کرنا ہے یہ میدان بہت بڑا ہے جو مکہ شریف سے نو میل ہے حج کے احرام کے ساتھ جو شخص مرد ہو یا عورت بقرعید کی نو تاریخ کو زوال سے لے کر آنے والی رات کے ختم ہونے تک یعنی صبح صادق تک ذرا دیر کو بھی عرفات میں گذر جائے یا ٹھہر جائے اس کا حج ہو جاتا ہے چونکہ یہ ٹھہرنا بقرعید کی نو تاریخ کو ہوتا ہے اس لئے اس تاریخ کو یوم عرفہ کہتے ہیں۔ حج تو صبح صادق ہونے تک عرفات میں پہنچ جانے سے ہو جاتا ہے اور یہ آسانی اللہ پاک کی طرف سے دے دی گئی ہے کہ اگلی رات کو پچھلے دن کے ساتھ شمار کیا تاکہ دور دراز سے آنے والوں اور بھولے بھٹکے لوگوں کا بھی حج ہو جائے کہ اگر نویں تاریخ کو زوال کے وقت نہ پہنچ سکیں تو اس کے بعد بھی صبح صادق ہونے تک جب بھی پہنچ جائیں حج فوت نہ ہوا البتہ حج کا نظام اس طرح سے ہے کہ زوال کے بعد سے لے کر سورج چھپنے تک سب حاجی حضرات عرفات میں رہتے ہیں اس چھ سات گھنٹے کے اندر دعائیں مانگیں جاتی ہیں اس موقع پر دُعا کرنا بہت اکسیر ہے اپنے لئے دعا کریں اور آل اولاد کے لئے دعا کریں، اپنے لئے اور سارے عالم کے مسلمانوں کے لئے، نیز زندوں کے لئے اور مُردوں کے لئے اللہ پاک سے مغفرت طلب کریں، اٹکی ہوئی حاجتوں کا سوال کرے، مشکلوں کے حل کے لئے دُعا مانگیں۔

جو حضرات اس وقت کی قیمت سمجھتے ہیں اور دعا کا ذوق رکھتے ہیں چھ سات گھنٹہ کا وقت دعا ہی میں خرچ کر دیتے ہیں، لیکن بہت سے مرد اور عورت اس مبارک موقع پر بھی دعا سے غفلت برتتے ہیں، کھانے پینے میں زیادہ وقت لگا دیتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو اس موقع پر ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ گانا وغیرہ بھی سنتے ہیں جو شخص وہاں سے بھی محروم آگیا وہ کہاں پائے گا۔ اور بعض طالب دنیا اس مبارک موقعہ پر بندوں سے سوال کرتے رہتے ہیں جو بہت بڑی محرومی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ عرفات میں لوگوں سے سوال کر رہا ہے آپ نے اس سے فرمایا تو آج کے دن اور اس جگہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے مانگ رہا ہے ؟ یہ فرما کر اس کو ایک دُرّہ رسید فرمایا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی سمار دنیا (یعنی قریب والے آسمان پر) خاص تجلی ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ عرفات میں حاضر ہونے والے بندوں کو فرشتوں کے سامنے پیش فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے بندوں کی طرف میرے پاس بال بکھرے ہوئے، غبار میں بھرے ہوئے (تلبیہ) پکارتے ہوئے دور والے کشادہ راستہ میں آئے ہیں، میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا، اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ ان میں آپ کا فلاں بندہ اور فلاں بندی ایسے ہیں کہ ان کو بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب سمجھا جاتا ہے ان کے جواب میں اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے (سب کو) بخش دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں دوزخ سے آزاد ہونے والوں کی تعداد یوم عرفہ میں دوزخ سے آزاد ہونے والوں کی تعداد سے زیادہ ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی دن بھی شیطان اس قدر ذلیل وخوار اور حقیر اور جلن کے مارے غصّہ میں بھرا ہوا نہیں دیکھا گیا جتنا یوم عرفہ میں اس حال میں دیکھا گیا، اور یہ اس وجہ سے کہ اس نے اس روز اللہ تعالیٰ کی رحمت اُترتی ہوئی دیکھی اور بڑے بڑے گناہ جو اللہ پاک نے معاف فرما دیئے

اسے اس کا پتہ چلا۔ البتہ صرف ایک دن ایسا گذرا ہے کہ اس دن یوم عرفہ سے بھی بڑھ کر ذلیل وحقیر اور جلن سے غصہ میں بھرا ہوا دیکھا گیا، یہ جنگِ بدر کا دن تھا۔ عرض کیا گیا کہ بدر کے دن اس کو کیا بات نظر آئی۔ فرمایا اس نے یہ دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو (مشرکین مکہ سے جنگ کرنے کے لئے) ترتیب دے رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن مالک مرسلاً)

مکہ مکرمہ میں اجابتِ دُعا کے مقامات

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں مکہ والوں کو لکھا تھا کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ ۱۵ مواقع میں دعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) طواف کرتے ہوئے (۲) ملتزم پر چمٹ کر (۳) میزاب کے نیچے (کعبہ شریف کی چھت سے پانی بہ کر نیچے آنے کا جو پرنالہ ہے اُسے میزاب رحمت کہتے ہیں اور یہ حطیم میں گرتا ہے اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔) (۴) کعبہ شریف کے اندر (۵) زمزم کے کنویں کے قریب (۶) صفا پر (۷) مروہ پر (۸) صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے (۹) مقام ابراہیم کے پیچھے (۱۰) عرفات میں (۱۱) مزدلفہ میں (۱۲) منیٰ میں۔ ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ تینوں جمرات کے قریب (الحصن الحصین)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قبولیت دعا کے مواقع کی تعداد پندرہ میں منحصر نہیں ہے، رکن یمانی پر، اور رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان بھی دُعا قبول ہوتی ہے، نیز دار ارقم اور غار ثور اور غار حرا کو بھی ملا علی قاریؒ نے اجابتِ دُعا کے مقامات میں شمار کرایا ہے۔ (حاشیہ الحصن الحصین)

حضرت حسن بصریؒ کے ذکر فرمودہ پندرہ مواقع لکھنے کے بعد الحصن الحصین کے مصنف علامہ جزری فرماتے ہیں "وان لم یجب الدعاء عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی ای موضع یستجاب" یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے قریب دعا قبول نہ ہوگی تو پھر کس جگہ دعا قبول ہوگی (یعنی روضۂ اقدس پر جب سلام عرض کرنے کے لئے حاضری دیں تو قبلہ رُخ ہو کر اللہ پاک سے دُعا بھی کریں۔ قبلہ رخ ہو کر

کعبہ شریف پر نظر پڑے تو اس وقت بھی دُعا کرے، اس موقعہ پر دُعا قبول ہونے کے بارے میں بعض روایات وارد ہوئی ہیں (کما فی عدۃ الحصن والحصین وشرحہ تحفۃ الذاکرین)

اذان کے وقت اور جہاد کے وقت اور بارش کے وقت دُعا ضرور قبول ہوتی ہے

(۱۲۶) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وفی روایۃ قال وَوَقْتَ الْمَطَرِ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دعائیں ایسی ہیں جو رَد نہیں کی جاتیں (یعنی ضرور قبول ہوتی ہیں) یا (فرمایا) کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان کو رد کر دیا جائے (راوی کو شک ہے) (۱) اذان کے وقت کی دُعا (۲) اور (جہاد کے موقع پر) جنگ کرتے وقت جب (مسلمان اور کافر) آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بارش کے وقت دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۶۶، ابوداؤد ص ۳۴۴ طبع کراچی باب الدعاء عند اللقاء)

تشریح: اس حدیث میں قبولیت دُعا کے تین خاص مواقع ذکر فرمائے ہیں اوّل اذان کے وقت۔ اس میں اذان کے شروع ہوتے وقت دعا کرنا، اذان کے درمیان دُعا کرنا دونوں صورتیں آجاتی ہیں، نیز اذان کے ختم پر دعا کی مقبولیت کا وعدہ بھی ایک روایت میں آیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اذان دینے والے ہم سے فضیلت میں آگے بڑھے جا رہے ہیں (ہم کو یہ فضیلت کیسے حاصل ہو) اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسی طرح کہتے جاؤ جیسے اذان دینے والے کہتے جائیں۔ پھر

جب اذان کا جواب ختم ہو جائے تو اللہ سے سوال کرو، جو مانگو گے دے دیا جائے گا۔

(رواہ ابوداؤد)

دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ جب مؤذن کی اذان سنے تو جس طرح وہ کہے اسی طرح کہتا جائے البتہ حیّ علی الصّلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے، جب اذان کا جواب دے چکے تو درود شریف پڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرے۔ وسیلہ جنّت میں ایک بلند درجہ ہے یہ اللہ کے ایک ہی بندے کو ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ ایک بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ یعنی اس نے ایسا کام کیا جس کی وجہ سے سفارش کروانے کا راستہ نکال لیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اذان کے بعد کی جو دُعا مشروع ہے یعنی اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ آخر تک اس میں وسیلہ کا سوال موجود ہے یہ مختلف اوقات کی دعاؤں کے ذیل میں آرہی ہے انشاءاللہ

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَا یُرَدُّ الدُّعَاءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ یعنی اذان و اقامت کے درمیان دُعا رد نہیں کی جاتی یعنی ضرور قبول ہوتی ہے۔ علمائے حدیث نے اس کے دو مطلب لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ جس وقت اذان ہو رہی ہو اور جس وقت اقامت ہو رہی ہو اس وقت دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور دوسرا مطلب یہ بتایا ہے کہ اذان ختم ہونے کے بعد سے اقامت کے ختم ہونے تک جو وقفہ ہے اس میں دُعا ضرور قبول ہوتی ہے (بذل المجہود) مومن بندہ کو لگا رہنا چاہیئے اپنے رب سے مانگتا ہی رہے۔

قبولیّت دعا کا دوسرا خاص موقع یہ بتایا ہے کہ جب مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو رہی ہو اور ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں وہ وقت بھی دعا کی قبولیّت کا ہے۔ درحقیقت وہ وقت بہت کٹھن ہوتا ہے اس وقت اللہ کو یاد کرنا اور اللہ سے مانگنا واقعی اللہ سے خاص تعلق کی دلیل ہے، اس موقع پر دُعا کی طرف وہی شخص متوجہ ہو گا جس کے دل میں دعا کی عظمت اور اہمیّت ہو گی اور دعا بھی خلوص دل سے نکلے گی۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلامی جہاد چھوڑ دیا ہے، اس لئے غیروں کی نظروں میں حقیر ہیں اور جہاد

کی خاص برکتوں سے محروم ہیں، اگر کہیں جنگ ہے تو مسلمانوں میں ہے یا کافروں سے ہے تو اسلام کے مطابق نہیں اور اللہ کے لئے نہیں بلکہ وطن اور ملک کے لئے ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حدیثِ بالا میں قبولیتِ دُعا کا تیسرا خاص موقع بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بارش کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، بارش خود اللہ کی رحمت ہے جس وقت یہ رحمت متوجہ ہو اس وقت دعا کر لی جائے تو دوسری رحمت بھی متوجہ ہو جاتی ہے یعنی بارگاہ الٰہی میں دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس موقعہ پر اللہ جل شانہٗ سے دنیا و آخرت کی خیر طلب کریں۔ وباللہ التوفیق۔

رمضان المبارک میں دُعا کی مقبولیت

(۱۲۷) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمًا وَحَضَرَ رَمَضَانُ اَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَھْرُ بَرَکَۃٍ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْہِ فَیُنْزِلُ الرَّحْمَۃَ وَیَحُطُّ الْخَطَایَا وَیَسْتَجِیْبُ فِیْہِ الدُّعَاءَ یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی تَنَافُسِکُمْ وَیُبَاھِیْ بِکُمْ مَلٰۤئِکَتَہٗ فَاَرُوا اللّٰہَ مِنْ اَنْفُسِکُمْ خَیْرًا فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ فِیْہِ رَحْمَۃَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبکہ ماہ رمضان آچکا تھا کہ تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آگیا ہے یہ برکت کا مہینہ ہے اس میں اللہ تم کو غنی فرما دے گا۔ پس رحمت نازل فرمائے گا اور گناہوں کو معاف فرمائے گا اور اس ماہ میں دعا قبول فرمائے گا (اور فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہارے عمدہ اعمال کو دیکھتا ہے اور تم کو فرشتوں کے سامنے پیش فرما کر فخر فرماتا ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی جانب سے اچھے اعمال پیش کرو، کیونکہ بدنصیب وہ ہے جو اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا۔ (مجمع الزوائد ص ۱۴۲ ج ۳ بحوالہ المعجم الکبیر للطبرانی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان المبارک دعاؤں کی قبولیت کا خاص مہینہ ہے، اس ماہ میں جس طرح دیگر عبادات میں خوب بڑھ چڑھ کر وقت لگایا جائے اسی طرح دعائیں بھی خوب کی جائیں، خصوصیت کے ساتھ شب قدر میں خوب لگن کے ساتھ دعا کریں۔

مرغ کی آواز سنو تو اللہ کے فضل کا سوال کرو

(۱۲۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِیَاحَ الدِّیْکَةِ فَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَأَتْ مَلَکًا وَاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِیْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ فَاِنَّهٗ رَاٰی شَیْطَانًا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ (وہ اس لئے چیخا کہ) اس نے فرشتہ دیکھا اور جب تم گدھے کے بولنے کی آواز سنو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو (یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو) کیونکہ (وہ اس لئے چیخا کہ) اس نے شیطان کو دیکھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۱۳ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مرغ اذان دے تو اس وقت اللہ کے فضل کا سوال کرے۔ مثلاً یوں کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ کیونکہ مرغا فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔ فرشتوں کی تشریف آوری یوں بھی بابرکت ہے پھر جب بندے اس موقعہ پر دعا کریں گے تو اغلب و اقرب ہے کہ فرشتہ بھی آمین کہہ دے گا۔ ان کی آمین ہماری دعا کے ساتھ لگ جائے گی تو قبولیت سے زیادہ قریب تر ہو جانے میں کیا شک ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ گدھے کی آواز سنو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ گدھا ایسے موقع پر بولتا ہے جبکہ اسے شیطان نظر آتا ہے ظاہر ہے کہ شیطان دل میں برے وسوسے ڈالنے کے لئے اور طرح طرح کی تکلیف پہنچانے کے

لئے انسانوں کے پاس آتا ہے، انسانوں کو تو نظر نہیں آتا، گدھے کو نظر آجاتا ہے۔ گدھے کی آواز انسانوں کو چونکا دیتی ہے کہ تمہارے آس پاس تمہارا دشمن ہے لہٰذا اس مردود سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جب رات کو کُتّے کی آواز سنو تب بھی شیطان مردود سے پناہ مانگو۔ اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ رات کو شیاطین پھیل پڑتے ہیں اور کُتّے ان کو دیکھ دیکھ کر بھونکتے ہیں ہم کو حکم ہوا کہ ایسے موقعہ پر "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھ لیں۔

ہر مشکل کے لئے نماز پڑھی جائے

(۱۲۹) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى۔ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی دشواری پیش آتی تھی تو نماز پڑھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ (ابو داؤد ص ۱۸۷ ج ۱)

تشریح: قرآن مجید میں ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ یعنی اے ایمان والو! مدد مانگو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ، جب کوئی مشکل پیش آئے یا کسی مصیبت کا سامنا ہو تو صبر اور صلوٰۃ یعنی نماز کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے مدد مانگی جائے، صبر بہت بڑی چیز ہے اس پر ثواب بھی ملتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ مصیبت بھی دور فرماتے ہیں۔ جب مومن بندہ مصیبت میں جزع و فزع اور گھبراہٹ نہیں دکھاتا اور اللہ جل شانہٗ سے ہی امید باندھ کر مصیبت کے دفع ہونے کا انتظار کرتا ہے تو اللہ پاک کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اور مصیبت دور کر دی جاتی ہے۔ جس کو صبر کی دولت مل گئی وہ بہت بڑی دولت سے نوازا گیا۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ۔ (بخاری و مسلم)

مصیبت دور کرنے کا دوسرا ذریعہ نماز ہے، نماز بہت بڑی چیز ہے۔ بندہ کا اللہ جل شانہٗ سے خصوصی تعلق نماز کے ذریعہ پیدا ہو جاتا ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے بہت ہی زیادہ محبت تھی، آپؐ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کردی گئی ہے[1] اور آپؐ راتوں کو اس قدر نمازیں پڑھتے تھے کہ قدم مبارک سُوج جاتے تھے، پھر اگر کوئی مشکل درپیش ہوجاتی تو خصوصیّت کے ساتھ نماز کی طرف اور زیادہ متوجہ ہوجاتے تھے۔ فرض نمازوں کے بعد جو دعا کی جائے اس کا قبولیّت سے قریب تر ہونا انہی اوراق میں بیان ہوچکا ہے۔ تہجد کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد خصوصیّت کے ساتھ دعا کیا کریں اور کبھی صلوٰۃ الحاجت بھی پڑھ لیا کریں جسے نماز حاجت بھی کہتے ہیں اس میں ہر حاجت کے پورا ہونے کا سوال ہے۔

نمازِ حاجت

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسے اللہ سے کوئی حاجت ہو یا کسی بندہ سے کوئی حاجت ہو تو وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھ کر اللہ کی تعریف کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر یہ پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو حلیم و
سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ	کریم ہے اللہ پاک ہے جو عرشِ عظیم کا رب
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔	ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں
اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ	اے اللہ میں تجھ سے تیری رحمت کی
وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ	واجب کرنے والی چیزوں کا اور ان
وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ	چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری مغفرت
مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا	کو ضروری کردیں اور ہر بھلائی میں اپنا
غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ	حصّہ اور ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں اے
وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا	ارحم الراحمین میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور

[1] جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۹)

قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ[1] کوئی رنج دور کیے بغیر اور کوئی حاجت جو تجھے پسند ہو پوری کئے بغیر نہ چھوڑ۔

بد دُعا کرنے سے پرہیز لازم ہے

(۱۳۰) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى أَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى أَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبَ لَكُمْ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں اور اپنی اولاد اور اپنے مالوں کے لئے بددُعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی مقبولیت کی گھڑی میں اللہ جل شانہٗ سے سوال کر بیٹھو اور وہ قبول فرمالے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۴ عن المسلم)

تشریح:۔ دعا بہت بڑی عبادت ہے، ایک حدیث میں اس کو عبادت کا مغز بتایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز اتنی بڑی ہوگی اس کے کچھ آداب بھی ہوں گے، اور یہ آداب بھی رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں، آپؐ ہی نے بندوں کو اللہ سے جوڑا، اور غافلوں کو اللہ سے لو لگانے کی طرف توجہ دلائی، دُعا کی فضیلت بتائی اور اس کے طریقے سمجھائے، دُعا کے الفاظ بتائے اور آداب سکھائے۔

اس حدیث میں ایک خاص نصیحت فرمائی ہے، اور وہ یہ کہ دعا ہمیشہ خیر کی کرنی چاہئے دکھ، تکلیف، شر اور ضرر کی کبھی دُعا نہ مانگے، کیسی بھی کوئی تکلیف ہو، اپنے لئے یا اولاد کے لئے یا جان و مال کے لئے ہرگز بد دعا کے الفاظ زبان سے نہ نکالے، عورتوں کو اس نصیحت کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت ہے، کیونکہ کوسنے پیٹنے میں ان کی زبان بہت چلتی ہے، بات بات میں شوہر کو، بچوں کو، جانوروں کو حتیٰ کہ گھر کی ہر چیز کو اپنی بد دعا

---

[1] رواہ الترمذی وابن ماجہ (کما فی المشکوٰۃ ص ۱۱۷)

کا نشانہ بنا دیتی ہیں، جہاں کسی بچہ نے کوئی شرارت کی کہہ دیا کہ تجھے ڈھائی گھڑی کی آئے، کسی کو کہہ دیا لوٹنی لیا، کسی کو ہیضہ کی گُلّی کی بد دعا دے دی، کسی کو اللہ مارا بنا دیا، اور کوئی سامنے نہ آیا تو بکری ہی کو کوسنے لگیں، مرغی کا ناس کھویا، کپڑے کو آگ لگنے کی بد دعا دے دی، لڑکے کو کہہ دیا تو مر جاتا، لڑکی کو کہہ دیا کہ تیرا بُرا ہو وغیرہ وغیرہ، غرض کہ کوسنے پیٹنے کا اور بد دعا کا ڈھیر لگا دیتی ہیں، اور یہ نہیں سمجھتیں کہ ان میں سے اگر کوئی بد دعا اللہ جل شانہٗ کے یہاں مقبول ہوگئی، اور کوئی بچہ مر گیا، یا مال کو آگ لگ گئی، یا اور کسی طرح کا نقصان ہو گیا تو کیا ہوگا؟ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مقبولیت کی گھڑی بد دعا کے الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں، اور جو مانگا وہ مل جاتا ہے، جب کسی طرح کا کوئی مالی یا جانی نقصان پہنچ جاتا ہے تو رونے اور ٹسوے بہانے بیٹھ جاتی ہیں، اور یہ نہیں سمجھتیں کہ یہ اپنی ہی بد دعا کا نتیجہ ہے، اب رونے سے کیا ہوتا ہے؟ اللہ سے جو مانگا مل گیا، پہلے سے زبان پر قابو کیوں نہ رکھا، بہت سے مرد بھی ایسی جاہلانہ حرکت کرتے ہیں کہ اپنے لئے یا اولاد کے لئے یا کاروبار کے لئے بد دعا زبان سے نکال بیٹھتے ہیں، مرد ہوں یا عورت سب کو اس حدیث میں تنبیہ فرمائی کہ اپنے لئے اور اپنی جان و مال کے لئے بد دُعا نہ کیا کریں۔

اللہ جل شانہٗ کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے، وہ نفع و ضرر دونوں کا مالک ہے موت ہو یا زندگی اس کے ارادہ کے بغیر نہیں ہو سکتی، وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس سے مانگنا ہے تو بدحالی اور ضرر اور شر کی دعا کیوں مانگیں؟ اس سے ہمیشہ خیر ہی کی دعا مانگنا لازم ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صحابی کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے وہ کمزوری کے باعث چوزے کی طرح نظر آرہے تھے اُن کا حال دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی دعا کرتے رہے ہو؟ یا کسی بات کا سوال کرتے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں یہ دُعا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے آپ آخرت میں جو سزا دینے والے ہیں وہ سزا ابھی مجھے دنیا میں دے دیجئے، آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ تمہیں اس (عذاب کے سہنے) کی طاقت نہیں ہے، تم نے یہ دُعا کیوں نہ کی اَللّٰھُمَّ

اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے، یعنی دونوں جہان میں اچھی حالت میں رکھ اور عذابِ دوزخ سے بچا)

اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد ان صاحب نے یہی دعا کی تو اللہ جل شانہٗ نے اُن کو شفاء دے دی۔ (مسلم)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ دعا سوچ سمجھ کر مانگنی چاہیئے اور دکھ تکلیف کی کبھی دعا نہ مانگے اور اللہ سے ہمیشہ خیر کا سوال کرے، جن صحابی کا ابھی اوپر واقعہ بیان ہوا ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ تعلیم فرمائی، یہ دُعا بہت جامع ہے، اس میں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کا سوال آجاتا ہے، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

قرآن مجید میں بھی اس دعا کی ترغیب آئی ہے ہم کو بھی یہ دعا مانگنی چاہیئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جامع دعائیں پسند تھیں، جامع سے مراد وہ دعا ہے جس میں دنیا و آخرت کی سب حاجتوں یا بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے، اس میں الفاظ کم ہوتے ہیں، اور معانی کا پھیلاؤ زیادہ ہوتا ہے انہی جامع دعاؤں میں عافیت کی دعا بھی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) منبر پر تشریف لے گئے، پھر (اس وقت کے بعض ظاہری و باطنی حالات و کیفیات کی وجہ سے) رونے لگے، اس کے بعد فرمایا، اے لوگو! اللہ جل شانہٗ سے معافی کا اور عافیت کا سوال کرو، کیونکہ کسی شخص کو دولتِ ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ملی۔

(ترمذی)

عافیت بہت جامع لفظ ہے، صحت، تندرستی، سلامتی، آرام، چین، سکون، اطمینان، ان سب کو شامل ہے، عافیت کی دُعا بہت زیادہ کرنی چاہیئے، دنیا و آخرت میں عافیت نصیب ہونے کی دُعا کیا کریں، اگر یہ الفاظ یاد کرلیں تو بہتر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ[1] "یعنی اے اللہ میں آپ سے عافیت کا اور ہر مکروہ اور ہر شر سے حفاظت کا سوال کرتا ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:۔

لَا يَسْئَلُ اللّٰهَ عَبْدٌ شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّسْئَلَ الْعَافِيَةَ (مستدرك حاكم) "یعنی اللہ جل شانہٗ سے کوئی بندہ کوئی سوال ایسا نہیں کرتا جو اللہ کے نزدیک عافیت کے سوال سے زیادہ محبوب ہو۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا:۔

اَكْثِرِ الدُّعَاءَ بِالْعَافِيَةِ[2] "یعنی عافیت کی دعا بہت زیادہ کیا کرو۔"

جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہی ہے تو مصیبت اور نقصان اور موت کی دعا کیوں مانگیں؟ نفع اور خیر کی دعا کیوں نہ مانگیں، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عافیت سے رکھے اور دعا کے آداب کے سمجھنے اور جاننے کی توفیق دے۔ آمین۔

مختلف اوقات کی مختلف دعائیں

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تقریباً ہر موقعہ اور ہر مقام کی دعائیں منقول ہیں ان میں سے تقریباً سو دعائیں لکھی جاتی ہیں۔ ان دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔ ان کو موقعہ بموقعہ پڑھنے سے کثرت ذکر کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے ایک کتاب "مسنون دعائیں" لکھی ہے اسی کتاب میں سے منتخب کر کے یہ دعائیں لکھ رہے ہیں۔ کسی کو زیادہ رغبت اور شوق ہو تو مذکورہ کتاب حاصل کر کے مزید دعائیں سیکھ لے۔ ان دعاؤں کے ساتھ "مناجات مقبول" یا "الحزب الاعظم" کی بھی روزانہ ایک ایک منزل

---

[1] فی سنن الترمذی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لرجل ثلثة ایام رسل ربك العافية والمعافاة فی الدنيا والآخرة ۱۲ منه

[2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۷ ج ۱۔ [3] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۹ ج ۲۔

پڑھا کریں۔ ان دونوں کتابوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائیں جمع کر دی ہیں جو اوقات کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اور ان کو سات منزلوں پر تقسیم کر دیا ہے تاکہ ایک منزل روزانہ پڑھ لی جائے۔

جب صبح ہو تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۞ (ترمذی)

اے اللہ تیری قدرت سے ہم صبح کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے ہم شام کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے ہم جیتے اور مرتے ہیں اور تیری ہی طرف جانا ہے۔

جب سورج نکلے تو یہ پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا ھٰذَا وَلَمْ یُھْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا۔ (مسلم)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آج کے دن ہمیں معاف رکھا اور گناہوں کے سبب ہمیں ہلاک نہ فرمایا۔

جب شام ہو تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ ۞ (ترمذی)

اے اللہ ہم تیری قدرت سے شام کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے صبح کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے جیتے اور مرتے ہیں اور مرے پیچھے جی اٹھ کر تیری ہی طرف جانا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو بندہ ہر صبح و شام تین مرتبہ یہ کلمات:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ

اللہ کے نام سے ہم نے صبح کی یا شام کی جس کے نام کے ساتھ آسمان یا زمین میں

وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔	کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ۔

پڑھ لیا کرے تو اُسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی۔ (ترمذی)

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح کو یہ پڑھ لے۔

اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ	اے اللہ اس صبح کے وقت جو بھی کوئی
نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ	نعمت مجھ پر یا کسی بھی دوسری مخلوق پر
خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ	ہے وہ صرف تیری ہی طرف سے ہے تو
لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ	تنہا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی
وَلَكَ الشُّكْرُ ۔	لئے حمد ہے اور تیرے ہی لئے شکر ہے۔

تو اس نے اس دن کے انعاماتِ خداوندی کا شکریہ ادا کر دیا، اور اگر شام کو کہہ لے تو اس رات کے انعاماتِ خداوندی کا شکریہ ادا کر دیا۔ (ابوداؤد و نسائی وغیرہ)

فائدہ:۔ اگر شام کو پڑھے تو مَا اَصْبَحَ بِیْ کی جگہ مَا اَمْسٰی بِیْ کہے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان بندہ صبح و شام تین مرتبہ یہ کلمات

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ	میں اللہ تعالیٰ کو رب ماننے پر اور اسلام
دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا ۔	کو دین ماننے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(ترمذی)	کو نبی ماننے پر راضی ہوں۔

پڑھ لے تو اللہ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن اسے راضی کرے۔

رات کو پڑھنے کی چیزیں

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر رات میں سورۂ واقعہ (پ۲۷) پڑھ لیا کرے اُسے فاقہ نہ ہوگا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص آلِ عمران کی آخری دس آیتیں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے آخر سورت تک کسی رات کو پڑھ لے تو اُسے رات بھر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب تک سورۂ الٓمّٓ سجدہ (جو اکیسویں پارہ میں ہے) اور سورۂ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ نہ پڑھ لیتے تھے اس وقت تک نہ سوتے تھے۔ (ترمذی وغیرہ)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورت تک) جو شخص کسی رات کو پڑھ لے گا تو یہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہوں گی یعنی وہ ہر شر اور مکروہ سے محفوظ رہے گا۔ (بخاری و مسلم)

سوتے وقت پڑھنے کی چیزیں

جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کر لے اور اپنے بستر کو تین بار جھاڑ لے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ جائے اور سر یا رُخسار کے نیچے داہنا ہاتھ رکھ کر یہ دُعا تین بار پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ	اے اللہ تو مجھے اپنے عذاب سے بچائیو
تَجْمَعُ عِبَادَكَ۔ (مشکوٰۃ شریف)	جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔

یا یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ	اے اللہ میں تیرا نام لے کر مرتا اور
وَاَحْیٰی۔ (بخاری و مسلم)	جیتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو نے اپنے بستر پر پہلو رکھا اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی تو موت کے علاوہ تو ہر چیز سے بے خوف ہو گیا۔

(حصن عن البزار)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو کچھ بتا یئے جسے (سوتے وقت) پڑھ لوں جبکہ اپنے بستر پر لیٹوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ پڑھو کیونکہ اس میں شرک سے بیزاری (کا اعلان) ہے۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

بعض حدیثوں میں ہے کہ اس کو پڑھ کر سو جائے یعنی اس کو پڑھنے کے بعد کسی سے نہ بولے۔ (حصن حصین)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات کو جب (سونے کے لئے) بستر پر تشریف لاتے تو سورہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اور سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ اور سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں پر اس طرح دم کرتے کہ کچھ تھوک کے جھاگ بھی نکل جاتے، اس کے بعد جہاں تک ممکن ہو سکتا پورے بدن پر دونوں ہاتھوں کو پھیرتے تھے، تین مرتبہ ایسا ہی کرتے تھے اور ہاتھ پھیرتے وقت سر اور چہرہ اور سامنے کے حصہ سے شروع فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

اس کے علاوہ ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ بھی پڑھے (مشکوٰۃ) اور آیۃ الکرسی بھی پڑھے۔ اس کے پڑھنے والے کے لئے اللہ کی جانب سے رات بھر ایک محافظ فرشتہ مقرر رہے گا اور کوئی شیطان اس کے پاس نہ آئے گا۔ (بخاری)

نیز یہ بھی تین بار پڑھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۝ اس کی فضیلت یہ ہے کہ رات کو سوتے وقت پڑھنے والے کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں (ترمذی)

جب سونے لگے اور نیند نہ آئے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَھَدَأَتِ الْعُیُوْنُ وَاَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لَا تَاْخُذُکَ	اے اللہ ستارے دور چلے گئے اور آنکھوں نے آرام لیا اور تو زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے۔ تجھے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند

سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَهْدِأْ لَيْلِيْ وَاَنِمْ عَيْنِيْ (حصن حصین)

آتی ہے۔ اے زندہ اور قائم رکھنے والے اس رات کو مجھے آرام دے اور میری آنکھ کو سلا دے۔

جب سوتے سوتے ڈر جائے یا گھبراہٹ ہو جائے یا نیند اُچٹ جائے تو یہ دُعا پڑھے

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ ۔ (حصن حصین)

اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے واسطے سے میں اللہ کے غضب سے اور اس کے عذاب اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور میرے پاس اُن کے آنے سے پناہ چاہتا ہوں۔

فَائدہ ۔ جب خواب میں اچھی بات دیکھے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اسے بیان کردے مگر اسی سے کہے جس سے اچھے تعلقات ہوں اور آدمی سمجھ دار ہو (تاکہ بُری تعبیر نہ دے) اور اگر بُرا خواب دیکھے تو اپنی بائیں طرف تین دفعہ تھتکار دے اور کروٹ بدل دے یا کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے اور تین مرتبہ یوں بھی کہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَمِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرُّؤْيَا ۔ (حصن حصین)

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے اور اس خواب کی بُرائی سے۔

بُرے خواب کو کسی سے ذکر نہ کرے، یہ سب عمل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ خواب اُسے کچھ ضرر نہ پہنچائے گا۔ (مشکوٰۃ و حصن حصین)

انتباہ۔ اپنی طرف سے بنا کر جھوٹا خواب بیان کرنا سخت گناہ ہے۔ (بخاری)

جب سو کر اُٹھے تو یہ دُعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ

سب تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں مار کر زندگی بخشی اور ہم کو

النُّشُوْرُ ۝ (بخاری ومسلم) اسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔

یا یہ دُعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو مُردوں کو زندہ فرماتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (حصن)

بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنے کی دُعا

جب بیت الخلاء جائے تو داخل ہونے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ کہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان کی آنکھوں اور انسان کی شرمگاہوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰہِ آڑ بن جاتی ہے اور یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ ۝

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے مرد ہوں یا عورت۔

(مشکوٰۃ و حصن حصین)

جب بیت الخلاء سے نکلے تو غُفْرَانَکَ[1] کہے اور یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (مشکوٰۃ)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھ سے ایذا دینے والی چیز دور کی اور مجھے چین دیا۔

جب وضو کرنا شروع کرے تو پہلے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے[2]

وضو کے درمیان یہ دُعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ

اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے

---

[1] اے اللہ میں تجھ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں ۱۲۔ [2] حدیث شریف میں وضو کے شروع میں اللہ کا نام لینا آیا ہے اس کے الفاظ نہیں آئے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لے ۱۲

لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (حصن عن النسائی) — قبر کے گھر کو وسیع فرما اور میرے رزق میں برکت دے۔

جب وضو کر چکے تو آسمان کی طرف منہ کرکے یہ دعا پڑھے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں

اس کو وضو کے بعد پڑھنے سے پڑھنے والے کے لئے جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مشکوٰۃ)

بعض روایات میں اس کو وضو کے بعد تین بار پڑھنا آیا ہے۔ (حصن حصین)

پھر یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ — اے اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں اور بہت پاک رہنے والوں میں شامل فرما (حصن)

اور یہ دعا بھی پڑھے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ (حصن عن المستدرک) — اے اللہ تو پاک ہے اور میں تیری تعریف بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ صرف تو ہی معبود ہے اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

جب مسجد میں داخل ہو تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ (مشکوٰۃ) — اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

خارج نماز مسجد میں یہ پڑھے

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ — اللہ پاک ہے اور سب تعریفیں اللہ

وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ (مشکوٰۃ باب المساجد)

کے لئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

مسجد سے نکلے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْٓ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ۝

اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم شریف)

جب اذان کی آواز سُنے تو یہ پڑھے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا ۝

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں میں اللہ کو رب ماننے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر راضی ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اذان کی آواز سن کر جو شخص اس کو پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (مسلم)

اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مؤذن کا جواب دے اس کے لئے جنّت ہے (حصن) لہٰذا مؤذن کا جواب دیوے یعنی جو مؤذن کہے وہی کہتا جائے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے۔ (مشکوٰۃ)

جب مغرب کی اذان ہو تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْ لِىْ ۔ (مشکوٰۃ)

اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے کا وقت ہے اور تیرے پکارنے والوں کی آوازیں ہیں سو تو مجھے بخش دے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

یہ دعا اذانِ مغرب کے پڑھنے کے لئے تعلیم فرمائی تھی۔ (ابوداؤد)

اذان ختم ہونے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ	اے اللہ! اس پوری پکار کے رب اور
التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ	قائم ہونے والی نماز کے رب محمد (صلی اللہ
اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ	علیہ وسلم) کو وسیلہ عطا فرما (جو جنّت کا
وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا	ایک درجہ ہے) اور ان کو فضیلت عطا
مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ	فرما اور ان کو مقام محمود پر پہنچا جس کا
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ؕ	تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے بے شک
	تو وعدہ خلاف نہیں فرماتا ہے۔

اس کے پڑھ لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے (مشکوٰۃ)

جب گھر میں داخل ہو تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ خَيْرَ	اے اللہ میں تجھ سے اچھا داخل ہونا
الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ	اور اچھا باہر جانا مانگتا ہوں ہم اللہ کا
بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ	نام لے کر داخل ہوئے اور ہم نے اللہ پر
رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ؕ	بھروسہ کیا جو ہمارا رب ہے۔

اس کے بعد اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔ (مشکوٰۃ)

جب گھر سے نکلے تو یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ	میں اللہ کا نام لے کر نکلا میں نے اللہ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا	پر بھروسہ کیا، گناہوں سے بچانا اور نیکیوں
بِاللّٰهِ ؕ (ترمذی)	کی قوت دینا اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص گھر سے نکل کر اس کو پڑھے تو اس کو (غائبانہ) ندا دی

لہ اذان کی دعا میں لفظ وَعَدْتَّهٗ تک بخاری وغیرہ کی روایت ہے اور اس کے بعد جو لفظ ہیں وہ بیہقی کی سنن کبریٰ کے ہیں (حصن)، تنبیہ :۔ اذان کی دعا میں لفظ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ جو مشہور ہے وہ حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے ۱۲ منہ

جاتی ہے کہ تیری ضرورتیں پوری ہوں گی اور تو (ضرر اور نقصان سے) محفوظ رہے گا اور ان کلمات کو سن کر شیطان وہاں سے ہٹ جاتا ہے۔ یعنی اس کے بہکانے اور ایذا دینے سے باز رہتا ہے۔ (ترمذی)

اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ	اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ
اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ	چاہتا ہوں کہ گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیا
اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ	جاؤں یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے
یُجْھَلَ عَلَیَّ ۔ (مشکوٰۃ)	یا جہالت کروں یا مجھ پر جہالت کی جائے۔

یہ دعا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے نکلے ہوں اور یہ دعا نہ پڑھی ہو۔

جب بازار میں داخل ہو تو یہ پڑھے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ	"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے
لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ	اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے
وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ	ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، وہی
وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا	زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اور وہ زندہ
یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ	ہے اسے موت نہ آئے گی، اسی کے ہاتھ
وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔	میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

حدیث شریف میں ہے کہ بازار میں اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دس لاکھ نیکیاں لکھ دیں گے اور دس لاکھ گناہ معاف فرما دیں گے اور دس لاکھ درجے بلند فرما دیں گے اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیں گے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

اور یہ بھی پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ	"میں اللہ کا نام لے کر داخل ہوا اے اللہ
اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ	میں تجھ سے اس بازار کی اور جو کچھ اس
وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَاَعُوْذُ بِکَ	بازار میں ہے اس کی خیر طلب کرتا ہوں

مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا — اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بازار
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ — کے شر سے اور جو کچھ اس بازار میں ہے اس
اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا يَمِيْنًا فَاجِرَةً — کے شر سے اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا
اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً ط — ہوں اس بات سے کہ یہاں جھوٹی قسم
(حصن) — کھاؤں یا معاملہ میں ٹوٹا اٹھاؤں۔"

فائدہ:۔ بازار سے واپس آنے کے بعد قرآن شریف کی دس آیات کہیں سے پڑھے۔ (حسن عن الطبرانی)

جب کھانا شروع کرے تو یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ ط — "میں نے اللہ کے نام سے اور اللہ
(حصن) — کی برکت پر کھانا شروع کیا۔"

اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو یاد آنے پر یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ۔ — "میں نے اس کے اوّل و آخر میں اللہ
(ترمذی) — کا نام لیا۔"

فائدہ:۔ کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان کو اس میں کھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

جب کھانا کھا چکے تو یہ دُعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا — "سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جس
وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ — نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان
(حصن) — بنایا۔"

یا یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا — "اے اللہ تو ہمیں اس میں برکت عنایت
خَيْرًا مِّنْهُ ط (ترمذی) — فرما اور اس سے بہتر نصیب فرما۔"

یا یہ پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ — "سب تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں

هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ — جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے نصیب
مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ ط — کیا بغیر میری قوت اور کوشش کے۔"
کھانے کے بعد اس کے پڑھ لینے سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
(مشکوٰۃ کتاب اللباس)

جب دسترخوان اُٹھنے لگے تو یہ دُعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا — "سب تعریف اللہ کے لئے ہے ایسی تعریف
طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ — جو بہت ہو اور پاکیزہ ہو اور بابرکت ہو،
وَلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى — اے ہمارے رب ہم اس کھانے کو کافی سمجھ کر
عَنْهُ رَبَّنَا ط (بخاری) — یا بالکل رخصت کر کے یا اس سے غیر محتاج
ہو کر نہیں اٹھا رہے ہیں۔"

دودھ پی کر یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا — "اے اللہ! تو اس میں ہمیں برکت
مِنْهُ (ترمذی) — دے اور ہم کو اور زیادہ دے۔"

جب کسی کے یہاں دعوت کھائے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِيْ — "اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تو اسے
وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ (مسلم) — کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اُسے پلا۔"

یا یہ پڑھے

اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ — "نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں اور
عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاَفْطَرَ — فرشتے تم پر رحمت بھیجیں اور روزہ دار
عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ (مشکوٰۃ) — تمہارے پاس افطار کریں۔"

اور ان کے ساتھ وہ دعائیں بھی جو پہلے گذر چکی ہیں، جن میں اللہ کا شکر اور حمد ہے۔

جب میزبان کے گھر سے چلنے لگے تو اُسے یہ دُعا دے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ — "اے اللہ ان کے رزق میں برکت دے
وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ (مشکوٰۃ) — اور ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔"

پانی یا اور کوئی پینے کی چیز بیٹھ کر پیئے، اور اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیئے بلکہ دو یا تین سانسوں میں پیئے، اور برتن میں سانس نہ لے، اور نہ پھونک مارے، اور جب پینے لگے تو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھے، اور جب پی چکے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ (مشکوۃ)

جب روزہ افطار کرنے لگے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (مشکوۃ)

"اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق پر روزہ کھولا۔"

افطار کے بعد یہ پڑھے

ذَھَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَآءَ اللّٰہُ (ابوداؤد)

"پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں، اور انشاء اللہ ثواب ثابت ہوگیا۔"

اگر کسی کے یہاں افطار کرے تو ان کو یہ دعا دے

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ (حصن)

"تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں اور نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں۔"

جب کپڑا پہنے تو یہ پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ ۔

"سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے یہ کپڑا مجھے پہنایا اور نصیب کیا، بغیر میری کوشش اور قوت کے۔"

کپڑا پہن کر اس کو پڑھ لینے سے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (مشکوۃ)

جب نیا کپڑا پہنے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ ۔ (مشکوۃ)

"اے اللہ تیرے ہی لئے سب تعریف ہے جیسا کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کی

برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے۔"

نیا کپڑا پہننے کی دوسری دُعار

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے تو یہ دُعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ ۔

"سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے کپڑا پہنایا جس سے میں اپنی شرم کی جگہ چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعہ خوبصورتی حاصل کرتا ہوں"

اور پھر پرانے کپڑے کو صدقہ کر دے تو زندگی میں اور مرنے کے بعد خدا کی حفاظت اور خدا کی ستاری میں رہے گا، (یعنی خدا اسے مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا، اور اس کے گناہوں کو پوشیدہ رکھے گا)۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ:۔ جب کپڑا اتارے تو بِسْمِ اللّٰهِ کہہ کر اتارے، کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ کی وجہ سے شیطان اس کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھ سکے گا۔ (حصن)

جب کسی مسلمان کو نیا کپڑا پہنے دیکھے تو یوں دُعا دے

تُبْلِیْ وَ یُخْلِفُ اللّٰهُ ط (حصن حصین)

"تم اس کپڑے کو پرانا کرو اور اس کے بعد خدا تمہیں اور کپڑا دے"

(یعنی اللہ تعالٰی تمہاری عمر میں ترقی دے اور اس کپڑے کو پہننا اور استعمال کرنا اور بوسیدہ کرنا اور اس کے بعد دوسرا کپڑا پہننا نصیب فرمائے)

یہ الفاظ مردوں کو اور لڑکوں کو دعا دینے کے لئے ہیں، اگر کسی عورت کو نیا کپڑا پہنے دیکھے تو یہ الفاظ کہے:۔

اَبْلِیْ وَ اَخْلِقِیْ ثُمَّ اَبْلِیْ وَ اَخْلِقِیْ

"یعنی اسے پرانا کرو پھر پرانا کرو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ خالدؓ کو یہ دُعا دی تھی، حضرت امّ خالد رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ کپڑے

لائے گئے جن میں ایک چھوٹی سی سیاہ رنگ کی چادر اچھی قسم کی تھی، آپ نے فرمایا میرے پاس اُمِّ خالد کو لے آؤ، (یہ اُس وقت چھوٹی سی تھیں) چنانچہ مجھ کو (گود میں) اٹھا کر لایا گیا پس آپ نے اپنے مبارک ہاتھ میں وہ چادر لے کر مجھے اُڑھا دی، اور دُعا دیتے ہوئے یہ فرمایا" اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ ثُمَّ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ " (اسے پرانا کرے پھر تو اسے پرانا کرے)

حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس چادر میں سبز رنگ یا پیلے رنگ کے نشان (گوٹ یا جھالر یا کڑھائی کے کام کے) تھے، آپ نے فرمایا، اے اُمِّ خالد یہ اچھا ہے، (جیسے بچوں سے دل خوش کرنے کے لئے باتیں کیا کرتے ہیں) حضرت اُم خالدؓ نے فرمایا کہ اس کے بعد میں (آپ کی پشت کے پیچھے جا کر خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگی) تو میرے والد نے مجھے جھڑک دیا، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوڑ دو اسے (یعنی کچھ نہ کہو)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۱۶ بحوالہ بخاری)

جب آئینہ دیکھے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ (حصن حصین)

"اے اللہ جیسے تُو نے میری صورت اچھی بنائی میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔"

دولہا کو یوں مبارکبادی دے

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ (احمد و ترمذی)

"اللہ تجھے برکت دے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کا خوب نباہ کرے۔"

جب چاند پر نظر پڑے تو یہ پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا (ترمذی)

"میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کے شر سے۔"

نیا چاند دیکھے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

"اے اللہ! اس چاند کو ہمارے اوپر برکت اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور ان اعمال کی توفیق کے

رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ؕ (حصن) — ساتھ نکلا ہوا رکھ، جو تجھے پسند ہیں، اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔"

جب کسی کو رخصت کرے تو یہ پڑھے

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ (ترمذی) — اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرا دین اور تیری امانت داری کی صفت اور تیرے عمل کا انجام"

اور اگر وہ سفر کو جا رہا ہے تو یہ دُعا بھی اس کو دے

زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰی وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَیَسَّرَ لَكَ الْخَیْرَ حَیْثُ مَا كُنْتَ ۔ (ترمذی) — "خدا پرہیزگاری کو تیرے سفر کا سامان بنائے اور تیرے گناہ بخشے اور جہاں تو جائے وہاں تیرے لئے خیر آسان فرمادے۔"

پھر جب وہ روانہ ہو جائے تو یہ دعا دے

اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَیْهِ السَّفَرَ ؕ (ترمذی) — "اے اللہ اس کے سفر کا راستہ جلدی طے کرادے اور اس پر سفر آسان فرمادے۔"

جو رخصت ہو رہا ہو وہ رخصت کرنے والے سے یوں کہے

اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا تَضِیْعُ وَدَائِعُهٗ ؕ (حصن) — "تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی حفاظت میں دی ہوئی چیزیں ضائع نہیں ہوتیں۔"

جب سفر کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَسِیْرُ ۔ (حصن) — "اے اللہ میں تیری ہی مدد سے (دشمنوں پر) حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرتا ہوں، اور تیری ہی مدد سے چلتا ہوں۔"

جب سوار ہونے لگے

اور رکاب یا پائدان پر قدم رکھے تو بِسْمِ اللّٰهِ ؕ کہے، اور جب جانور کی پشت یا سیٹ پر بیٹھ جائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ کہے پھر یہ آیت پڑھے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا — "اللہ پاک ہے جس نے اس کو ہمارے

وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (سورۂ زخرف، پارہ ۲۵)

قبضہ میں دے دیا، اور اس کی قدرت کے بغیر ہم اسے قبضہ میں کرنے والے نہ تھے، اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے۔

اس کے بعد تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے پھر یہ دعا پڑھے۔

سُبْحَانَكَ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ (من المشکوٰۃ)

"اے اللہ تو پاک ہے بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے کیونکہ گناہوں کو صرف تو ہی بخش سکتا ہے۔"

جب سفر کو روانہ ہونے لگے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ[1]

"اے اللہ ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور ان اعمال کا سوال کرتے ہیں جن سے آپ راضی ہیں، اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان فرما دے اور اس کا راستہ جلدی طے کرا دے، اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور ہمارے پیچھے گھر بار کا کارساز ہے، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت اور گھر بار میں بُری واپسی سے اور بُری حالت کے دیکھنے سے، اور بننے کے بعد بگڑنے سے اور مظلوم کی بددُعا سے۔"

فائدہ:۔ سفر کو روانہ ہونے سے قبل اپنے گھر میں دو رکعت نماز نفل پڑھنا بھی مستحب ہے۔ (کتاب الاذکار للنووی)

فائدہ:۔ جب بلندی پر چڑھے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے اور جب بلندی سے نیچے

---

[1] مشکوٰۃ از مسلم ۱۲

اُترے تو سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے، اور جب کسی پانی بہنے کے نشیب میں گذرے تو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ط پڑھے اگر سواری کا پیر پھسل جائے (یا ایکسیڈنٹ ہو جائے تو) بِسْمِ اللّٰہِ کہے۔ (حصن)

بحری جہاز یا کشتی میں سوار ہو تو یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا	"اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا
اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ط	ہے بے شک میرا پروردگار ضرور بخشنے
وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ	والا ہے مہربان ہے، اور کافروں نے
وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ	خدا کو نہ پہچانا جیسا کہ اسے پہچاننا چاہئے
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ	حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین
مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحَانَہٗ	اس کی مٹھی[1] میں ہوگی اور آسمان اس
وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ط	کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے

وہ پاک ہے اور اس عقیدہ سے برتر ہے جو مشرک شرکیہ عقیدے رکھتے ہیں (حصن حصین)

جب کسی منزل یا ریلوے اسٹیشن یا موٹر اسٹینڈ پر اترے تو یہ پڑھے

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ	"اللہ کے پورے کلمات کے واسطے سے اللہ
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ط (مسلم)	کی پناہ چاہتا ہوں، اس کی مخلوق کے شر سے"

اس کے پڑھ لینے سے کوئی چیز وہاں سے روانہ ہونے تک انشاءاللہ ضرر نہ پہنچائے گی۔

جب وہ بستی نظر آئے جس میں جانا ہے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ	"اے اللہ! جو ساتوں آسمانوں اور ان
وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ	سب چیزوں کا رب ہے جو آسمانوں کے
السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ	نیچے ہیں اور ساتوں زمینوں کا اور ان
الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ	سب چیزوں کا رب ہے جو ان کے اوپر
الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُکَ	ہیں اور جو شیطانوں کا اور ان سب کا

---

[1] مٹھی اور داہنے ہاتھ کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں، ۱۲

خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا۔ (حصن)

رب ہے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے اور جو ہواؤں کا اور ان چیزوں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اڑایا ہے، سو ہم تجھ سے اس آبادی کی اور اس کے باشندوں کی خیر کا سوال کرتے ہیں، اور اس کے شر سے اور اس کی آبادی کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں جو اس کے اندر ہیں۔"

جب کسی شہر یا بستی میں داخل ہونے لگے تو تین بار یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا (حصن) "اے اللہ تو ہمیں اس میں برکت دے۔"

پھر یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا۔ (حصن عن الطبرانی)

"اے اللہ تو ہمیں اس کے میوے نصیب فرما اور یہاں کے باشندوں کے دلوں میں ہماری محبت اور یہاں کے نیک لوگوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔"

جب سفر میں رات ہو جائے تو یہ پڑھے

يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِي الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔ (حصن)

"اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر سے اور ان چیزوں کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی گئی ہیں اور جو تجھ پر چلتی ہیں اور اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیر سے اور اژدہے سے اور سانپ سے اور بچھو سے اور اس شہر کے رہنے والوں سے اور باپ سے اور اولاد سے۔"

سفر میں جب سحر کا وقت ہو تو یہ پڑھے

سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَنِعْمَتِهٖ وَحُسْنِ بَلَائِهٖ

"سننے والے نے (ہم سے) اللہ کی تعریف بیان کرنا سنا، اور اس کی نعمت کا اور ہم

عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَ اَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ ط (مسلم) — کو اچھے حال میں رکھنے کا اقرار جو ہم نے کیا وہ بھی سنا، اے ہمارے رب تو ہمارے ساتھ رہ اور ہم پر فضل فرما، یہ دُعا کرتے ہوئے دوزخ کی پناہ چاہتا ہوں۔"

بعض روایات میں آیا ہے کہ اس کو بلند آواز سے تین بار پڑھے۔ (حصن عن المستدرک)

فائدہ:۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو سوار اپنے سفر میں دنیاوی باتوں سے دل ہٹا کر اللہ کی طرف دھیان رکھے اور اس کی یاد میں لگا رہے تو اس کے ساتھ فرشتہ رہتا ہے اور جو شخص واہیات شعروں یا کسی اور بیہودہ شغل میں لگا رہتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان رہتا ہے۔ (حصن)

اگر سفر میں دشمن کا خوف ہو تو سورہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ پڑھے، بعض بزرگوں نے اس کو مجرب بتایا ہے۔ (حصن)

سفر سے واپس ہونے کے آداب

جب سفر سے واپس ہونے لگے تو سواری پر بیٹھ کر سواری کی دعا پڑھنے کے بعد وہ دعا پڑھے جو سفر کو روانہ ہوتے وقت پڑھی تھی، یعنی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی (آخر تک) اور جب روانہ ہو جائے تو سفر کی دیگر دعاؤں اور مسنون آداب کا خیال رکھتے ہوئے ہر بلندی پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ تین بار کہے اور پھر یہ پڑھے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ط صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ

کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں (اللہ کی) بندگی کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندہ کی مدد

وَحْدَهٗ (مشکواۃ) فرمائی اور مخالف لشکروں کو شکست دی"

سفر سے واپس ہو کر اپنے شہر یا بستی میں داخل ہوتے ہوئے پڑھے

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۔ (مسلم کتاب الحج)

"ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں (اللہ کی) بندگی کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں"

فائدہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کے لئے روانہ ہونے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)

سفر سے واپس ہو کر جب گھر میں داخل ہو تو یہ پڑھے

اَوْبًا اَوْبًا لِرَبِّنَا تَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا (حصن)

"میں واپس آیا ہوں، میں واپس آیا ہوں اپنے رب کے سامنے ایسی توبہ کرتا ہوں جو ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے"

جب کسی کو مصیبت یا پریشانی یا برے حال میں دیکھے تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا ۔

"سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس حال سے بچایا، جس میں تجھے مبتلا فرمایا اور اس نے اپنی بہت سی مخلوق پر مجھے فضیلت دی"

اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس کے پڑھ لینے سے وہ مصیبت یا پریشانی پڑھنے والے کو نہ پہنچے گی جس میں وہ مبتلا تھا جسے دیکھ کر یہ دعا پڑھی گئی۔ (مشکواۃ شریف)

فائدہ:۔ اگر وہ شخص مصیبت میں مبتلا ہو تو اس دعا کو آہستہ پڑھے، تاکہ اُسے رنج نہ ہو، اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہو تو زور سے پڑھے تاکہ اُسے عبرت ہو۔

جب کسی مسلمان کو ہنستا دیکھے تو یوں دعا دے

اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ (بخاری و مسلم) "خدا تجھے ہنستا رہے"

جب دشمنوں کا خوف ہو تو یوں پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ "اے اللہ ہم تجھے ان (دشمنوں) کے

نَحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ (ابوداؤد)

سینوں میں (تصرف کرنے والا) بناتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اگر دشمن گھیر لیں تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِنَا۔ (حصن)

"اے اللہ ہماری آبرو کی حفاظت فرما اور خوف ہٹا کر ہمیں امن سے رکھ۔"

مجلس سے اُٹھنے سے پہلے یہ پڑھے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

"اے اللہ تو پاک ہے، اور میں تیری حمد بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔"

اگر مجلس میں اچھی باتیں کی ہوں گی تو یہ کلمات اُن پر مُہر بن جائیں گے اور اگر فضول اور لغو باتیں کی ہوں گی تو یہ کلمات اُن کا کفارہ بن جائیں گے۔ (ابوداؤد وغیرہ)

بعض روایات میں ہے کہ ان کلمات کو تین بار کہے۔ (ترغیب)

جب کوئی پریشانی ہو تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔ (حصن)

"اے اللہ میں تیری رحمت کی امید کرتا ہوں تو مجھے پل بھر بھی میرے سپرد نہ فرما اور میرا سارا حال درست فرما دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

یا یہ پڑھے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (سورۂ آل عمران، پارہ ۴)

"اللہ ہمیں کافی ہے، اور وہ بہتر کارساز ہے۔"

یا یہ پڑھے

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ (حصن)

"اللہ میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں بناتا۔"

یا یہ پڑھے

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ ؕ (مستدرک حاکم)

"اے زندہ اور قائم رکھنے والے میں تیری رحمت کے واسطہ سے فریاد کرتا ہوں"

یا یہ پڑھے

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ؕ

"اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بیشک میں (گناہ کر کے) اپنی جان پر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں"

قرآن شریف میں ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ کو پکارا تھا۔ (سورۃ الانبیاء ع ۶)

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی کوئی مسلمان ان الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالےٰ ضرور اس کی دعا قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی)

جس کے پاس صدقہ کرنے کو مال نہ ہو یہ درود پڑھا کرے[1]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ؕ (الترغیب عن ابن حبان)

"اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور تمام مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات پر (بھی) رحمت نازل فرما"

شب قدر کی یہ دعا ہے

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

"اے اللہ! بیشک تو معاف فرمانے والا ہے معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے لہٰذا تو مجھے معاف فرما دے"

---

[1] اس کا پڑھنا زکوٰۃ دینے کے قائم مقام ہوگا، کما فی الحدیث فانہا زکوٰۃ (الترغیب ص ۵۰۲ ج ۳)

اپنے ساتھ احسان کرنے والے کو یہ دُعا دے

جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا ۔ (مشکوٰۃ) "تجھے اللہ (اس کی) جزائے خیر دے"

جب قرضدار قرضہ ادا کر دے تو اس کو یوں دعا دے

اَوْفَيْتَنِيْ اَوْفَى اللّٰهُ بِكَ ۔ (حصن) "تو نے میرا قرضہ ادا کر دیا اللہ تجھے (دنیا و آخرت میں) بہت دے"

جب اپنی کوئی محبوب چیز دیکھے تو یہ پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ ۔ (حصن) "سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس کی نعمت سے اچھی چیزیں مکمل ہوتی ہیں۔"

اور جب کبھی دل بُرا کر دینے والی چیز پیش آئے تو یوں کہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (حصن) "ہر حال میں اللہ تعریف کا مستحق ہے۔"

جب کوئی چیز گم ہو جائے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ رَادَّ الضَّالَّةِ وَهَادِيَ الضَّالَّةِ اَنْتَ تَهْدِيْ مِنَ الضَّلَالَةِ اُرْدُدْ عَلَيَّ ضَالَّتِيْ بِقُدْرَتِكَ وَسُلْطَانِكَ فَاِنَّهَا مِنْ عَطَائِكَ وَفَضْلِكَ ۔ (حصن حصین) "اے اللہ! اے گم شدہ کو واپس کرنے والے اور راہ بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانے والے تو ہی گمشدہ کو راہ دکھاتا ہے اپنی قدرت اور غالبیت کے ذریعہ میری گم شدہ چیز کو واپس فرما دے کیونکہ وہ بے شک تیری عطا اور تیرے فضل سے مجھے ملی تھی۔"

جب نیا پھل پاس آئے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا ۔ "اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت دے اور ہمیں ہمارے شہر میں برکت دے اور غلہ ناپنے کے پیمانوں میں برکت دے۔"

اس کے بعد اس پھل کو اپنے سب سے چھوٹے بچے کو دے دے۔ (مسلم) یا اس وقت اس مجلس میں جو سب سے چھوٹا بچہ ہو اس کو دے دے۔ (حصن)

بارش کے لئے تین بار یہ دُعا مانگے

اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا (مسلم) "اے اللہ! ہماری فریاد رسی فرما۔"

یا یہ دُعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلٰی اَرْضِنَا زِیْنَتَھَا وَسَکَنَھَا (حصن)

"اے اللہ! ہماری زمین میں زینت (یعنی پھول بوٹے) اور اس کا آرام نازل فرما۔"

فائدہ:۔ اللہ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرنے کو بارش ہونے میں بڑا دخل ہے جیسا کہ ختم کتاب کے قریب انشاء اللہ توبہ و استغفار کے بیان میں آرہا ہے۔

جب بادل آتا ہوا نظر پڑے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ اَللّٰھُمَّ سَیْبًا نَّافِعًا (حصن حصین)

"اے اللہ! ہم اس چیز کی بُرائی سے تیری پناہ چاہتے ہیں جسے لے کر یہ بادل بھیجا گیا اے اللہ! نفع دینے والی بارش برسا۔"

اگر بادل برسے بغیر کُھل جائے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ پاک نے اس کو کسی مصیبت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ (حصن)

جب بارش ہونے لگے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا (بخاری)

"اے اللہ اس کو بہت برسنے والا اور نفع بخش بنا۔"

اور جب بارش حد سے زیادہ ہونے لگے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْاٰجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ (حصن)

"اے اللہ ہمارے آس پاس اس کو برسا اور ہم پر نہ برسا، اے اللہ ٹیلوں اور بنوں پر اور پہاڑوں پر اور نالوں میں اور درخت پیدا ہونے کی جگہوں میں برسا۔"

جب کڑکنے اور گرجنے کی آواز سنے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا

"اے اللہ! ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ فرما، اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ فرما

قَبْلَ ذٰلِكَ ط (ترمذی) اور اس سے پہلے ہمیں عافیت نصیب فرما۔"

اور جب آندھی آئے تو اس کی طرف مُنہ کرے اور دو زانو ہو کر یعنی حالتِ تشہد کی طرح بیٹھ کر یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا "اے اللہ اسے رحمت بنا اور اسے

عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا عذاب نہ بنا، اے اللہ اسے نفع والی بنا،

وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا ط (حصن) اور نقصان والی نہ بنا۔

اگر آندھی کے ساتھ اندھیرا بھی ہو (جسے کالی آندھی کہتے ہیں) تو سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ط اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے (مشکوٰۃ)

ادائے قرض کے لئے یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ "اے اللہ حرام سے بچاتے ہوئے حلال

عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ کے ذریعہ تو میری کفایت فرما اور اپنے فضل

بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ط کے ذریعہ تو مجھے اپنے غیر سے بے نیاز فرما دے۔"

ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اپنی مالی مجبوریوں کا ذکر کیا تو فرمایا کہ میں تم کو وہ کلمات نہ بتا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے؟ اگر بڑے پہاڑ کے برابر بھی تم پر قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا فرما دیں گے اس کے بعد یہی دُعا بتائی جو اوپر لکھی ہے۔ (ترمذی)

ادائے قرض کی دُوسری دُعاء

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بڑے بڑے تفکرات نے اور بڑے بڑے قرضوں نے پکڑ لیا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ایسے الفاظ نہ بتا دوں جن کے کہنے سے اللہ تعالیٰ تمہارے تفکرات دور فرما دے اور تمہارے قرض کو ادا فرما دے؟ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح و شام یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں

مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ	فکرمندی سے اور رنج سے اور تیری
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ	پناہ چاہتا ہوں بے بس ہو جانے
وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ	سے اور سُستی کے آنے سے اور تیری پناہ
مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ	چاہتا ہوں کنجوسی سے اور بزدلی سے
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ	اور تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے
وَقَهْرِ الرِّجَالِ ط	غلبہ سے اور لوگوں کی زور آوری سے ۔"

اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اس پر عمل کیا تو اللہ پاک نے میری فکرمندی بھی دور فرمادی اور قرض بھی ادا فرمادیا۔ (ابوداؤد)

جب قربانی کرے تو جانور کو قبلہ رُخ لٹا کر یہ دُعا پڑھے

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ	"میں نے اُس ذات کی طرف اپنا رُخ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	موڑا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو
عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا	پیدا فرمایا، اس حال میں کہ میں ابراہیمؑ
وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝	حنیف کے دین پر ہوں اور مشرکوں میں سے
اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ	نہیں ہوں، بے شک میری نماز اور میری
وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝	عبادت اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے
لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ	لئے ہے جو رب العالمین ہے جس کا کوئی شریک
اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ	نہیں، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور
اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ ..... ،	میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، اے اللہ

یہ قربانی تیری توفیق سے ہے اور تیرے ہی لئے ہے۔"

عَنْ کے بعد اس کا نام لے جس کی طرف سے ذبح کر رہا ہو، اور اگر اپنی طرف سے ذبح کر رہا ہو تو اپنا نام لے، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر دے۔ (مشکوٰۃ)

جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو یوں سلام کرے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ط	"تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔"

اس کے جواب میں دوسرا مسلمان یُوں کہے

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ "اور تم پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو"

اگر لفظ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ نہ بڑھایا جائے تو سلام اور جوابِ سلام ادا ہو جاتا ہے، مگر جب مناسب الفاظ بڑھا دیئے جائیں تو ثواب بھی بڑھ جائے گا۔

(من المشکوٰۃ باب الضیافۃ)

اگر کوئی مسلمان سلام بھیجے تو جواب میں یُوں کہے

وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (حصن) "اس پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں"

یا سلام لانے والے کو خطاب کر کے یُوں کہے

وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ (حصن) "تم پر اور اس پر سلامتی ہو"

جب چھینک آئے تو یوں کہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ "سب تعریف اللہ کے لئے ہے"

اس کو سُن کر دُوسرا مسلمان یوں کہے

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ "اللہ تم پر رحم فرمائے"

اس کے جواب میں چھینکنے والا یوں کہے

يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ (مشکوٰۃ عن البخاری) "اللہ تم کو ہدایت پر رکھے اور تمہارا حال سنوار دے"

فائدہ:۔ چھینک جسے آئی ہو اگر وہ عورت ہو تو جواب دینے والا يَرْحَمُكِ اللّٰهُ کاف کے زیر کے ساتھ کہے۔

فائدہ: اگر چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہ کہے تو اس کے لئے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا واجب نہیں، اور اگر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو جواب دینا واجب ہے۔

فائدہ:۔ چھینکنے والے کو زکام ہو یا اور کوئی تکلیف ہو جس سے چھینکیں آتی ہی چلی جائیں تو تین دفعہ کے بعد جواب دینا ضروری نہیں۔

(مرقات وعمل الیوم واللیلۃ، ابن السنی)

بد فالی لینا

کسی چیز یا کسی حالت کو دیکھ کر ہرگز بد فالی نہ کرے، اس کو حدیث شریف میں شرک فرمایا گیا ہے، اگر خواہ مخواہ بلا اختیار بد فالی کا خیال آجائے تو یہ دُعا پڑھے،

اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ ۔ (حصن)

"اے اللہ بھلائیوں کو آپ ہی وجود دیتے ہیں، اور بدحالیوں کو صرف آپ ہی دُور فرماتے ہیں، بُرائی سے بچانے اور نیکی پر لگانے کی طاقت صرف آپ ہی کو ہے۔"

جب آگ لگتی دیکھے

تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے ذریعہ بجھائے، یعنی اللہ اکبر پڑھے، جس سے وہ انشاء اللہ تعالےٰ بجھ جائے گی، صاحب حصن حصین فرماتے ہیں کہ یہ مجرب ہے۔

جب کسی مریض کی مزاج پرسی کو جائے تو یوں کہے

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔ (مشکوٰۃ)

"کچھ حرج نہیں انشاء اللہ یہ بیماری تم کو گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔"

اور سات مرتبہ اس کے شفایاب ہونے کی یوں دُعا کرے

اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ۔

"میں اللہ سے سوال کرتا ہوں جو بڑا ہے اور بڑے عرش کا رب ہے کہ تجھے شفا دے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات مرتبہ اس کے پڑھنے سے مریض کو ضرور شفاء ہوگی، ہاں اگر اس کی موت ہی آگئی ہو تو دوسری بات ہے۔ (مشکوٰۃ)

جب کوئی مُصیبت پہنچے (اگرچہ کانٹا ہی لگ جائے) تو یہ پڑھے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا ۔ (مسلم)

"بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے اس سے اچھا بدل عنایت فرما۔"

جب بدن میں کسی جگہ زخم ہو یا پھوڑا پھنسی ہو

تو شہادت کی اُنگلی کو مُنہ کے لعاب میں بھر کر زمین پر رکھ دے، اور پھر اُٹھا کر تکلیف کی جگہ پر پھیرتے ہوئے یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ (بخاری و مسلم)	"میں اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں ملی ہوئی ہے تاکہ ہمارے رب کے حکم سے شفا ہو۔"

اگر کوئی چوپایہ (بیل بھینس وغیرہ) مریض ہو تو یہ پڑھے

لَا بَأْسَ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا يَكْشِفُ الضُّرَّ اِلَّا اَنْتَ۔ (حصن)	"کچھ ڈر نہیں ہے، اے لوگوں کے رب، دور فرما (اور) شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔"

اس کو پڑھ کر چار مرتبہ چوپایہ کے داہنے نتھنے میں اور تین مرتبہ اس کے بائیں نتھنے میں دم کرے۔ (حصن حصین عن ابن ابی شیبۃ موقوفاً علی ابن مسعودؓ)۔

جس کی آنکھ میں درد یا تکلیف ہو تو یہ پڑھ کر دم کرے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا۔	"میں اللہ کا نام لے کر دم کرتا ہوں، اے اللہ اس کی گرمی اور اس کی ٹھنڈک اور مرض کو دور فرما۔"

اس کے بعد یوں کہے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو) (حصن عن النسائی وغیرہ) بعض عالموں نے فرمایا ہے کہ نظرِ بد لگ جانے پر اس کو پڑھ کر دم کرے۔

آنکھ دُکھنے آجائے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّيْ وَاَرِنِيْ فِي الْعَدُوِّ ثَارِيْ	"اے اللہ! میری بینائی سے مجھے نفع پہنچا، اور میرے مرتے دم تک اسے باقی رکھ، اور دشمن میں میرا انتقام مجھے دکھلا

وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَنِیْ. (حصن) اور جس نے مجھ پر ظلم کیا اس کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔

جب اپنے جسم میں کوئی تکلیف ہو یا کوئی دوسرا مسلمان کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو یہ پڑھے

رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُکَ اَمْرُکَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کَمَا رَحْمَتُکَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ فِی الْاَرْضِ اِغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ اَنْزِلْ رَحْمَۃً مِّنْ رَّحْمَتِکَ وَشِفَآءً مِّنْ شِفَآئِکَ عَلٰی ھٰذَا الْوَجَعِ. (مشکوٰۃ)

"ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمان میں (تصرف کرنے والا) ہے، تیرا نام پاک ہے تیرا حکم آسمان اور زمین میں جاری ہے، جیسا کہ تیری رحمت آسمان میں ہے سو تو زمین میں بھی اپنی رحمت بھیج اور ہمارے گناہ اور ہماری خطائیں بخش دے تو پاکیزہ لوگوں کا رب ہے سو تو اپنی رحمتوں میں سے ایک رحمت اور اپنی شفاؤں میں سے ایک شفا اس درد پر اتار دے"۔

فائدہ: جب کسی کو زہریلا جانور ڈس لے تو سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرے، (حصن)

فائدہ: جس کی عقل ٹھکانے نہ ہو تین روز تک سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر پھنکار دے، (حصن)

جسے بخار چڑھ آئے یا کسی طرح کا کہیں درد ہو تو یہ دُعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ. (ترمذی)

"وہ اللہ کا نام لے کر شفا چاہتا ہوں جو بڑا ہے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو عظیم ہے جوش مارتی ہوئی رگ کے شر سے اور آگ کی گرمی کے شر سے"۔

بچھو کا زہر اتارنے کے لئے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت نماز ایک مرتبہ بچھو نے ڈس لیا، آپ

نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ بچھو پر اللہ کی لعنت ہو نہ نماز پڑھنے والے کو چھوڑتا ہے نہ کسی دوسرے کو، اس کے بعد پانی اور نمک منگایا اور نمک کو پانی میں گھول کر ڈسنے کی جگہ پر پھیرتے رہے اور سورۂ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ؕ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ؕ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ؕ پڑھتے رہے۔ (حصن حصین)

جلے ہوئے پر یہ پڑھ کر دم کرلے

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ	"اے سب انسانوں کے رب تکلیف کو
اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ	دور فرما، تو شفا دینے والا ہے کیونکہ تیرے
اِلَّا اَنْتَ ؕ (حصن)	سوا کوئی شفا دینے والا نہیں"

دَم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ہونٹوں کو ملا کر ذرا قریب کر کے اس طرح پھونک مارے کہ تھوک کے کچھ ذرات نکل جائیں جہاں دم کرنے کا ذکر ہے یہی مطلب سمجھنا چاہیئے۔

اگر بدن میں کسی جگہ درد ہو یا کوئی اور تکلیف ہو تو تکلیف کی جگہ داہنا ہاتھ رکھ کر تین بار بِسْمِ اللہِ کہے پھر سات بار یہ پڑھے:۔

اَعُوْذُ بِاللہِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ	"اللہ کی ذات اور اس کی قدرت کی
شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ ؕ	پناہ لیتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کی
(مسلم)	تکلیف پا رہا ہوں اور جس سے ڈر رہا ہوں"

ہر مرض کو دور کرنے کے لئے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ہم میں سے جب کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکلیف کی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ پڑھتے تھے:۔

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ	"اے لوگوں کے رب تکلیف دور
وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا	فرما اور شفاء دے تو ہی شفاء دینے
شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً	والا ہے، تیری شفاء کے علاوہ کوئی
لَّا یُغَادِرُ سُقْمًا ؕ	شفاء نہیں ہے، ایسی شفاء دے جو
(مشکوٰۃ)	ذرا مرض نہ چھوڑے"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب علیل ہوتے تھے تو معوّذات پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دم فرماتے پھر سارے بدن پر ہاتھ پھیرتے تھے، اور جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی ہے اس میں معوذتین پڑھ کر میں آپؐ کے ہاتھ پر دم کرتی تھی، پھر آپؐ کے اس ہاتھ کو آپؐ کے (تمام بدن پر) پھیرتی تھی (بخاری ومسلم)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپؐ اس پر معوّذات پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

بچہ کو مرض یا کسی شر سے بچانے کے لئے

أُعِيذُكَ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ (بخاری)

"میں اللہ کے پورے کلموں کے واسطہ سے ہر شیطان اور زہریلے جانور اور ضرر پہنچانے والی ہر آنکھ کے شر سے پناہ چاہتا ہوں"

مریض کے پڑھنے کے لئے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان مرض کی حالت میں اللہ تعالےٰ کو ان الفاظ میں) چالیس مرتبہ پکارے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ (ترجمہ) "تیرے سوا کوئی معبود نہیں (اے اللہ) میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، بے شک میں (گناہ کر کے اپنی جان پر) ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔" اور پھر اسی مرض میں مر جائے تو اسے شہید کا ثواب دیا جائے گا، اور اگر اچھا ہو گیا تو اس حال میں اچھا ہوگا کہ اس کے سب گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ (مستدرک)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے مرض میں یہ پڑھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

ع چاروں قل یعنی قل یاایہا الکفرون اور قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کو معوّذات کہا جاتا ہے، ۱۲ منہ

لَہٗ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ	وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اللہ
وَلَہُ الْحَمْدُ، لَآ اِلٰــہَ	کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لئے
اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ	ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، اللہ
اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ ہ	کے سوا کوئی معبود نہیں اور گناہوں سے

بچانے اور نیکیوں پر لگانے کی طاقت اللہ ہی کو ہے "

اور اسی مرض میں اس کی موت آگئی تو دوزخ کی آگ اُسے نہ جلائے گی۔

(حصن حصین عن الترمذی)

اگر زندگی سے عاجز آجائے

اور تکلیف کی وجہ سے جینا بُرا معلوم ہو تو موت کی تمنّا اور دُعا ہرگز نہ کرے، اگر دُعا مانگنا ہی ہو تو یوں مانگے:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ	"اے اللہ! تو مجھے زندہ رکھ جب تک
الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ مَا	کہ زندگی میرے لئے بہتر ہو، اور جب میرے
کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ (مشکوٰۃ)	لئے موت بہتر ہو تب مجھے اٹھا لیجیو "

جب موت قریب معلوم ہونے لگے تو یوں دعا کرے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ	اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم
وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔	فرما، اور مجھے اوپر والے ساتھیوں میں
(حصن حصین)	پہنچادے "

اپنی جانکنی کے وقت یہ دُعا کرے

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ	"اے اللہ موت کی سختیوں کے مقابلہ
وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ ۔ (ترمذی)	میں میری مدد فرما "

فائدہ: موت کے وقت مرنے والے کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے اور جو مسلمان وہاں موجود ہو مرنے والے کو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرے، یعنی اس کے سامنے بلند آواز سے کلمہ پڑھے تاکہ وہ سُن کر کلمہ پڑھ لے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ داخل جنت ہوگا۔ (حصن حصین) یعنی گناہوں کی وجہ سے سزا پانے سے بچ جائے گا، اور داخلۂ جنت میں رکاوٹ نہ بنے گی۔

جانکنی کے وقت حاضرین میں سے کوئی شخص سورۂ یٰسین شریف پڑھ دے اس سے جانکنی میں آسانی ہو جاتی ہے۔ (حصن حصین مع الحاشیہ)

روح نکل جانے کے بعد میّت کی آنکھیں بند کرکے یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِفُلَانٍ وَّارْفَعْ	"اے اللہ اس کو بخش دے اور ہدایت یافتہ
دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ	بندوں میں (شامل فرماکر) اس کا
وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ	درجہ بلند فرما اور اس کے پسماندگان میں
وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ	تو اس کا خلیفہ ہو جا اور اے رب العالمین
وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ	ہمیں اور اسے بخش دے اور اس کی قبر
وَنَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ ط	کو کشادہ اور منوّر فرما۔"

یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہؓ کی موت کے بعد ان کی آنکھیں بند فرماکر پڑھی تھی، اور فلان کی جگہ اُن کا نام لیا تھا۔ (مشکوٰۃ عن المسلم)

جب کوئی شخص کسی مسلمان کے لئے یہ دعا پڑھے تو فلان کی جگہ اس کا نام لے، اور نام سے پہلے زیر والا لام لگا دے۔

میّت کے گھرانے کا ہر آدمی اپنے لئے یوں دُعا کرے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلَہٗ وَاَعْقِبْنِیْ	اے اللہ مجھے اور اسے بخش دے اور
مِنْہُ عُقْبٰی حَسَنَۃً ۔ (حصن)	مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما۔

میّت کو تختہ پر رکھتے ہوئے یا جنازہ اٹھاتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہِ کہے۔[ع]

جب کسی کا بچہ فوت ہو جائے

تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط کہے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط پڑھے، ایسا کرنے سے

ع ابن ابی شیبۃ موقوفًا عن علی ابن عمرؓ (حصن)

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لئے جنّت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (حصن عن الترمذی)

جب کسی کی تعزیّت کرے تو سلام کے بعد یوں سمجھائے

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ ۔

"بے شک جو اللہ نے لیا وہ اسی کا ہے، اور جو اس نے دیا وہ اسی کا ہے اور ہر ایک کا اس کے پاس وقت مقرر ہے (جو بے صبری یا کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا) لہٰذا صبر کرنا چاہئے اور ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔"

ان الفاظ کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تسلّی دی تھی۔ (بخاری)

تمام اموات مسلمین و مسلمات کے لئے اور خاص کر اپنے والدین کے لئے دعاءِ مغفرت کیا کرے، اس سے اُن کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

کتاب النّکاح وما یتعلق بہ

نکاح اور اس کے متعلقات کا بیان

لڑکا ہو یا لڑکی بالغ ہوتے ہی اس کی شادی کردی جائے

(۱۳۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وُّلِدَ لَہٗ وَلَدٌ فَلْیُحْسِنِ اسْمَہٗ وَاَدَبَہٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْیُزَوِّجْہُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ یُزَوِّجْہُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُہٗ عَلٰی اَبِیْہِ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو سعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے کوئی اولاد ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے پھر جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردے اگر اولاد بالغ ہوئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے اس نے کوئی گناہ کرلیا تو باپ ہی پر اس کا گناہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۷۱ بحوالہ بیہقی)

(۱۳۲) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی التَّوْرَاۃِ مَکْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتِ ابْنَتُہٗ اثْنَتَیْ عَشَرَۃَ سَنَۃً وَلَمْ یُزَوِّجْھَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِکَ عَلَیْہِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۔

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توراۃ شریف میں یہ مضمون لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی بیٹی بارہ سال کو پہنچ گئی اور اس نے (موقعہ مناسب ہوتے ہوئے) اس کا نکاح نہ کیا پھر اس نے کوئی گناہ کرلیا تو اس کا گناہ اسی شخص پر یعنی اس کے باپ پر ہوگا۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں بہت اہم نصیحتیں فرمائیں۔

اچھا نام رکھنے کا حکم اوّلاً تو یہ فرمایا کہ جب کسی کے اولاد ہو تو اس کا نام اچھا رکھے،

بچوں کا اچھا نام رکھنا بھی ماں باپ کی اہم ذمّہ داری ہے اور بچوں کا یہ حق ہے کہ ان کا اچھا نام رکھا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے روز تم اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔ (ابوداؤد شریف)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب فرشتے مومن کی روح لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت پر گذرتے ہیں ہر جماعت یہ پوچھتی ہے کہ یہ کون پاکیزہ روح ہے۔ اس روح کو لے جانے والے فرشتے اس کا وہ اچھے سے اچھا نام لے کر جواب دیتے ہیں جس کے ذریعہ دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے اور جب کافر کی روح کو اوپر لے کر چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت پر گذرتے ہیں ہر جماعت پوچھتی ہے کہ یہ کون خبیث روح ہے تو روح کو لے جانے والے فرشتے اس کا وہ بُرے سے بُرا نام لے کر جس کے ذریعہ دنیا میں پکارا جاتا تھا جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

بُرا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا:
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

ماں باپ پر لازم ہے کہ بچّوں کے نام اچھے رکھیں اور اچھے نام وہ ہیں جن سے اللہ کا بندہ ہونا معلوم ہوتا ہو اسلام اور ایمان کی صفات ظاہر ہوتی ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں کے ناموں پر نام رکھو اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے اور سب سے بُرا نام حَرْبٌ اور مُرّۃ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حرب لڑائی کو اور مُرّہ کڑوے کو کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ناموں کو بدترین نام فرمایا۔ انسان انس اور ہمدردی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ دین اسلام سراسر صلح اور سلامتی سکھاتا ہے۔ پھر کسی کا نام "حرب" یعنی جنگ رکھنا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے اور مومن خوش اخلاق پاکیزہ صفات، محبّت کا پیکر اور الفت کا مجسمہ ہوتا ہے بھلا وہ کڑوا کیوں ہونے لگا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ، عبدالرحمٰن نام رکھنے کو بہت پسند

فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ زمانہ ہائے گذشتہ میں ماں باپ اسلامی نام رکھتے تھے۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، عبدالکریم وغیرہ جن سے بندگی ٹپکتی تھی اور مالک و خالق سے خاص تعلق کا اظہار ہوتا تھا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ناموں پر بھی نام رکھتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان جلیل القدر ہستیوں کے ناموں سے اور ناموں کے ذریعہ ان کے کاموں سے ذہن مانوس رہتا تھا۔ چند لوگ آج بھی ایسے ہیں جو بچوں کے نام رکھنے میں احادیث شریفہ کے بتائے ہوئے اصولوں کی پابندی کرتے ہیں لیکن اکثر لوگوں میں نئے نئے نام رواج پاگئے ہیں۔ اب تو پروین اور پرویز، غزالہ اور شاہین نے بہت رواج پالیا ہے۔ حالانکہ پرویز فارس کے اس بادشاہ کا نام تھا جس نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی چاک کر دیا تھا جو آپؐ نے تبلیغ کے لئے لکھا تھا، ایسے دشمن کے نام پر نام رکھنا بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔ شاہین باز کو کہتے ہیں، غزالہ ہرن کو کہتے ہیں، کیا نام نکالے ہیں؟ اچھے نام چھوڑ کر جانوروں کے نام اختیار کرلئے۔ اس سلسلہ میں ہم نے ایک رسالہ لکھا ہے جو اسلامی نام کے عنوان سے چھپا ہوا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

بُندا، گھسیٹا، چھجو: بعض عورتیں ٹوٹکہ، ٹونہ کرتی ہیں اور بچوں کے نام اسی عنوان سے رکھ دیتی ہیں۔ مثلاً کسی بچے کے کان میں ٹوٹکے کے لئے بُندہ ڈالا تو وہ بُندہ ہو گیا، اور کسی کو چھاج میں رکھ کر گھسیٹ لیا تو وہ گھسیٹا یا چھجو ہو گیا اور اسی طرح بہت سی حرکتیں کرکے نام رکھتی ہیں۔ یہ سب شرک ہے، بہت سے خراب نام احقر نے خود سنے ہیں اور ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ ایک شخص کا نام کوڑا تھا۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ اس طرح کا نام عورتیں یہ سمجھ کر رکھتی ہیں کہ ایسا نام رکھنے سے بچہ زندہ رہے گا۔ یہ بھی شرک ہے، اور اب ایک مصیبت اور چلی ہے وہ یہ کہ بچوں کے انگریزی نام رکھے جاتے ہیں۔ اور بچوں کو سکھایا جاتا ہے کہ باپ کو ابّا کے بجائے ڈیڈی کہا جائے اور نام رکھنے کا ایک اصول یہ بنا رکھا ہے کہ جو نالائق بے شرم، بے حیا، بے دین مرد اور عورت سینما کی فلموں میں کام کرتے ہیں ان کے ناموں پر بچوں کے نام رکھے جاتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ اور اخلاق حسنہ والے بزرگوں کی یادگار باقی رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ بے حیا بے شرم لوگوں کے ناموں کو

زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بچوں کو دینی زندگی پر ڈالنے کا حکم

دوسری نصیحت اولاد کو ادب سکھانے کے بارے میں فرمائی۔ پسندیدہ اعمال اور بلند اخلاق یہ سب ادب کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ فرائض کا اہتمام کرنا اور ممنوعات سے بچنا آدابِ عبودیت میں سے ہے اور انسانوں کے ساتھ اس طریقہ سے پیش آنا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو یہ آدابِ معاشرت میں سے ہے آج کل لوگ اپنی اولاد کو نہ اللہ کی راہ پر لگاتے ہیں نہ آدابِ عبودیت سکھاتے ہیں اور نہ اسلامی معاشرت کے آداب۔ البتہ یورپ اور امریکہ کی بے حیا قوموں کے طرزِ زندگی کو اپناتے ہیں اور بچوں کو انہیں کے طور طریق سکھاتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا بچہ کلمۂ طیبہ اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ نہیں سُنا سکتا لیکن پتلون پہننے اور ٹائی لگانے کے آداب سے واقف ہوتا ہے آہ!! ماں باپ اپنی اولاد کا کیسے کیسے خون کر رہے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بھی مدعی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ طور طریق، سج، دھج، رنگ ڈھنگ، رفتار گفتار اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں بے شرم انگریزوں کے مقتدی اور متبع بنے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ دے۔

نکاحوں میں تاخیر کرنے کے اسباب

تیسری نصیحت حدیث بالا میں یہ فرمائی ہے کہ جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دیا جائے۔ آج کل اس نصیحت سے بہت غفلت ہو رہی ہے۔ انگریزی پڑھنے اور امتحان دینے کی جو مصیبت سوار ہو گئی ہے اس نے اس نصیحت کو پسِ پشت ڈلوا دیا ہے۔ تیس پینتیس سال کی لڑکیاں ہو جاتی ہیں اُن کی شادی نہیں ہوتی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ لڑکیاں بھی ڈگریوں کی دوڑ دھوپ میں لڑکوں کے ساتھ شریک ہیں۔ شادی کریں تو کالج اور یونیورسٹی کیسے جائیں۔ شادی شدہ ہو کر تو گھر لے کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ دوسرے جب ڈگریاں حاصل کر لیتی ہیں تو اپنی برابر کا جوڑ (جسے اسی طرح کی ڈگریاں حاصل ہوں) نہیں ملتا۔ اگر ملتا ہے تو وہ یورپ اور امریکہ کی لیڈی پر نظر ڈالتا ہے۔ مشرق کی عورت کو پوچھتا ہی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ڈگریاں لینے سے نفس امّارہ نہیں مرجاتا۔ شرعی نکاح ہوتا نہیں اور فلمیں

دیکھ دیکھ کر خواہشات کو ابھار ہوتا رہتا ہے۔ پھر ان خواہشات کے پورا کرنے کے لئے حلال نہ ہونے پر حرام ہی کو اختیار کیا جاتا ہے اور غیر شادی شدہ عورتیں مائیں بن جاتی ہیں اور بے باپ کی اولاد سڑکوں پر پڑی ملتی ہے۔ اس گناہ کا وبال گناہ کرنے والوں پر تو ہے ہی، ماں باپ بھی اس گناہ میں شریک ہوتے ہیں کیونکہ وہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی مؤخر کرتے ہیں۔ ماں باپ شادی کرنا چاہتے ہیں اور لڑکا لڑکی شادی پر راضی نہیں اور گناہ کرتے ہیں تو ماں باپ گناہ سے بچ جاتے ہیں وہی تنہا گناہ کے ذمّہ دار ہوں گے۔

اسلام نے بیوی کا خرچ مرد پر رکھ دیا ہے۔ بالغ ہونے پر شادی کرے، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں گھومنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ گھر میں پردہ کے ساتھ قرآن مجید، دینی تعلیم اور حساب و کتاب بقدر ضرورت پڑھ لینا کافی ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۲ میں ارشاد فرمایا کہ جس کی لڑکی بارہ سال کو پہنچ گئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے وہ گناہ کر بیٹھی تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔ بارہ سال کی عمر میں چونکہ لڑکیاں عموماً بالغ ہو جاتی ہیں اس لئے اس عمر کا ذکر کر دیا گیا۔ اگر دین دار خوش خلق جوڑا ملنے میں کچھ دیر لگ جائے تو اور بات ہے ورنہ بالغ ہونے پر جلد از جلد نکاح کر دینا لازم ہے۔ دورِ حاضر کے گمراہ لوگوں کو ہماری باتیں ناگوار تو معلوم ہوتی ہوں گی، اور یہ پرانی بات ہے کہ حق کڑوا ہوتا ہے۔ پس جیسے مریض کو کڑوی دوا پینی پڑتی ہے اور آپریشن کرانا پڑتا ہے اسی طرح جو حق پر عمل پیرا نہ ہو اُسے حق سُن کر کان دبا لینا چاہئے اور کڑوی دوا کا گھونٹ سمجھ کر حلق سے نیچے اتار لے تاکہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو۔

محبّت کے لئے نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں

(۱۴۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ تَرَ لِلْمُتَحَابَّیْنِ مِثْلُ النِّکَاحِ۔ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبّت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بڑھ کر تم نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶۸ بحوالہ ابن ماجہ)

تشریح :۔ دنیا میں محبت کی ادائیں بھی ہیں اور بغض کی فضائیں بھی، ان کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت کا جوڑ لگانے والی چیزوں میں نکاح کا جوڑ سب سے زیادہ مضبوط ہے اور محبت کے بڑھانے اور باقی رکھنے میں نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، کس خاندان کا مرد اور کس خاندان کی عورت، ایک عربی دوسرا عجمی، ایک ایشیائی دوسرا افریقی، جب شرعی نکاح ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے پر نثار ہوتا ہے اور الفت و محبت وہ رنگ لاتی ہے کہ عمر بھر ساتھ نہیں چھوٹتا، نکاح کے علاوہ بھی بعض مرد و عورت نفسانیت کے لئے نام نہاد محبت کر لیتے ہیں مگر یہ محبت نہیں ہوتی بلکہ نفس کی مطلب برآری کے لئے ایک جوڑ ہوتا ہے جس کا نام محبت رکھ دیا جاتا ہے جب مطلب نکل جاتا ہے یا مقصد میں ناکامی ہو جاتی ہے تو پھر یہ کہاں اور وہ کہاں؟ کیسی محبت اور کیسی اُلفت؟ سب بھاڑ میں ڈال دی جاتی ہے۔ نکاح کے ذریعہ جو تعلق پیدا ہوتا ہے وقتی نہیں ہوتا بلکہ زندگی بھر نباہنے کی نیت سے ایجاب و قبول ہوتا ہے۔ اسی لئے طلاق کو حدیث شریف میں بغض والی چیز بتایا ہے۔ نکاح کا مقصد خواہش نفس کا تقاضا پورا کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعہ مرد کی حیثیت بڑھ جاتی ہے۔ وہ آل اولاد اور گھر بار والا ہو جاتا ہے۔ لوگ اُسے بھاری بھر کم آدمی سمجھتے ہیں، عورت بھی ایک گھر کی ملکہ بن جاتی ہے۔ عورت مرد دونوں زندگی بھر کے لئے ایک دوسرے کے ہمدرد اور دکھ سکھ کے ساتھی اور آرام و تکلیف کے شریک ہو جاتے ہیں یہ بات بے نکاحی جھوٹی محبت میں کہاں؟ پھر مزید یہ کہ شوہر و بیوی کئی خاندانوں میں محبت و الفت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ جن خاندانوں میں کبھی کوئی جوڑ نہ تھا، ایسے خاندان ایک دوسرے کے ہمدرد بن جاتے ہیں۔ سمدھی دوسرے سمدھی کی زیارت کے لئے جا رہا ہے اور عورت کا بھائی اپنی ہمشیرہ کے شوہر کی تیمارداری میں لگا ہوا ہے۔ داماد ساس کو حج کے لئے لے جا رہا ہے۔ خسر داماد کو دکان کرنے کے لئے رقم دے رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ محبتیں اور خدمتیں ایک شرعی نکاح ہی کی وجہ سے ہوتیں۔

وہ نکاح سب سے زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں

(۱۱۴۴) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهٗ مَؤُنَةً

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوئے ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۸ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی)

تشریح:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور بیاہ شادی میں کم سے کم اخراجات کرنا چاہیئے نکاح میں جس قدر اخراجات کم ہوں گے وہ نکاح اسی قدر بڑی برکتوں والا ہوگا۔ اس کے منافع جانبین کو ہمیشہ پہنچتے رہیں گے اور یہ نکاح دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہوگا۔

ہمارے پیارے رسول سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیاں بھی کیں اور اپنی لڑکیاں بھی بیاہیں۔ یہ شادیاں نہایت سادگی کے ساتھ انجام پاگئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں ان سے نکاح تو مکہ معظمہ ہی میں ہو گیا تھا۔ پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اور کس شان سے رخصتی ہوئی؟ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

حضرت عائشہؓ کی رخصتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پڑوس کے ایک گھر میں سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں، اُن کی والدہ نے آواز دے کر بلایا اور کچھ عورتوں سے انہوں نے حضرت عائشہؓ کا سنگھار کرا دیا اور ایک کمرے میں چھوڑ کر چلی گئیں۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ تھوڑی دیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے۔ لیجئے رخصتی ہو گئی۔ نہ دلہن پالکی میں بیٹھی نہ دولہا گھوڑے پر چڑھا۔ نہ اور کسی طرح کے اخراجات ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں[ع] تھیں، حضرت زینب، حضرت اُمِّ کلثوم

ع چاروں صاحبزادیوںؓ کے حالات جاننے کے لئے مؤلف کی کتاب "رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں" طلب کریں۔ مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴ ۔

حضرت رقیہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ آپؐ نے ان چاروں کی شادیاں کیں اور نہایت سادگی کے ساتھ سب کے نکاح اور رخصتیاں ہوگئیں۔

خاتونِ جنّت کی رخصتی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں۔ ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنّت کی عورتوں کی سردار بتایا۔ سب کو معلوم ہے کہ ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہوا جس وقت شادی ہوئی۔ حضرت علیؓ کے پاس کوئی مکان بھی نہ تھا۔ ایک صحابیؓ سے مکان لے کر رخصتی کر دی گئی اور رخصتی کس شان سے ہوئی۔ حضرت اُمّ ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔ دولہا خود لینے نہیں آیا تھا اور دلہن کسی سواری میں بھی نہیں بیٹھی۔

اب جہیز کی بات بھی سُن لیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا کے جہیز میں ایک چادر اور ایک تکیہ اور دو چکیاں اور دو مشکیزے دیئے۔ تکیہ کا غلاف چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی[۱] اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ، ایک پیالہ، چاندی کے دو بازو بند دینے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کا مہر

رہا مہر کا معاملہ تو اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲½ اوقیہ سے زیادہ اپنی کسی بیوی یا اپنی کسی بیٹی کا مہر مقرر کیا ہو۔ (مشکوٰۃ)

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ ۱۲½ اوقیہ کے ۵۰۰ درہم ہوتے ہیں۔ ایک درہم ۳ ماشہ ایک رتّی اور ⅕ رتّی چاندی کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ۵۰۰ درہم کی چاندی ۱۳۱ تولہ سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ چاندی کی یہ مقدار موجودہ نرخ کے اعتبار سے ہزار روپے کے قریب ہوتی ہے[۲] اور اس مہنگائی کے دور میں اتنی قیمت ہوگئی۔ ورنہ ۵۰ سال پہلے بہت ہی کم قیمت تھی۔ آج کل ہزاروں روپے مہر مقرر کرتے ہیں، مجلس نکاح میں تو نام ہو ہی جاتا ہے مگر زندگی بھر

---

[۱] الاصابہ ۱۲۔ [۲] جب کبھی مہر مقرر کرنا ہو تو سناروں سے معلوم کر لیا کریں کیونکہ چاندی کی قیمت کم و بیش ہوتی رہتی ہے ۱۲

ادا نہیں کر پاتے اور بیوی کے قرض دار ہو کر مرتے ہیں۔

لوگوں کی حالتِ زار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیاں کیں اور اپنی صاحبزادیوں کو بھی سادہ طریقہ پر بیاہ دیا۔ دونوں جہاں کے سردار تھے۔ اگر چاہتے تو دھوم دھام سے شادیاں کرتے لیکن آپؐ نے اپنے عمل سے سادگی اختیار کر کے دکھائی اور مستقل طریقہ پر یہ فرمادیا کہ نکاح میں جس قدر اخراجات کم ہوں گے اسی قدر بڑی برکتوں والا ہوگا۔ ہم نے بیاہ شادی کو مصیبت بنا رکھا ہے۔ غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی، بُری بُری رسمیں جاری کر رکھی ہیں اور یہ رسمیں غرور اور شہرت کے لئے اختیار کی جاتی ہیں۔ سودی قرض لے لے کر شادیاں کرتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ سود کا لینا دینا باعثِ لعنت ہے دکھاوے کے لئے جہیز دیئے جاتے ہیں۔ سینکڑوں روپے دعوت نامے کے کارڈ پر خرچ ہوتے ہیں۔ ان اخراجات کی وجہ سے بعض مرتبہ جوان لڑکیاں برسوں بیٹھی رہتی ہیں۔ ولیمے ہوتے ہیں جن میں سراپا ریاکاری ہوتی ہے۔ نام سُنّت کا اور کام دکھاوے کا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

حضورؐ کا سفر میں نکاح اور ولیمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں نکاح کیا اور وہیں رخصتی ہوئی۔ اور وہیں ولیمہ ہوا نہ بکری ذبح ہوئی نہ قورمہ پکا، نہ اور کسی طرح کا اہتمام ہوا بلکہ دسترخوان بچھا دیئے گئے ان پر کچھ گھی، کچھ کھجوریں، کچھ پنیر کے ٹکڑے ڈال دیئے گئے۔ حاضرین نے اُس میں سے کھالیا۔ یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ ہے۔ؔ

ہمارے لئے اسوۂ حسنہ

ہم لوگ بھی اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا ارادہ کر لیں تو کسی طرح کی کوئی رسم اختیار نہ کرنی پڑے سادگی کے ساتھ ایک مرد و عورت کا رشتہ شرعی ایجاب و قبول کے ذریعہ جوڑ دینا کافی ہے۔ اتنے سے کام میں کوئی مصیبت اور بکھیڑا نہیں جو پابندیاں خود اپنے سر لگائی ہیں ان کی وجہ سے مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ منگنی کی رسموں سے شادی کے دن اور اس کے بعد کھلانے پلانے، آنے جانے کی رسموں تک ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں اور سینکڑوں ناجائز کام کئے جاتے

ؔ مؤلف کی دوسری کتاب "اُمّت مسلمہ کی مائیں" بھی طلب کریں۔ مکتبہ دارالعلوم کراچی۔ ۱۴

ہیں۔ یہ رسمیں تفصیل کے ساتھ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور حصہ ششم میں لکھ دی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اُن کی شرعی مذمت سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔

بیاہ شادی کے متعلق عورتوں کی جاہلانہ رسمیں

عورتوں نے شادی بیاہ کی خود ساختہ رسموں کو شرعی فرائض کا درجہ دے رکھا ہے۔ نماز نہیں پڑھتیں جو سب سے زیادہ فرض چیز ہے لیکن بیاہ شادی کی رسموں کو فرض واجب سے بڑھ کر انجام دیتی ہیں اور ان رسموں کو جو نہ برتے اُسے بُرے لفظوں میں یاد کرتی ہیں۔

گانے بجانے کا گناہ

شادیوں میں سینکڑوں روپے گانے بجانے اور رنڈیاں نچوانے اور ڈومنیاں گوانے پر خرچ کئے جاتے ہیں جس کی شادی میں گانا بجانا نہ ہو گراموفون نہ بجے، باجے والے نہ آئیں اُسے پھیکا اور بے مزہ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ. یعنی مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں گانے بجانے کے سامان مٹادوں، اور بتوں اور (عیسائیوں کی) صلیب (سولی) کو اور جاہلیت کی چیزوں کو ختم کردوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کے مٹانے کو اپنی بعثت کے مقصد میں شامل فرمایا۔ افسوس ہے کہ اسلام کے مدعی ان چیزوں سے اپنی شادیوں کو سجاتے ہیں اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ مسجدوں میں نمازیں ہوتی رہتی ہیں اور مائک سے گانے نشر ہوتے رہتے ہیں اور سارے محلّے میں گانوں کی ایک مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے۔ شور شار میں مریض بھی عافیت سے آرام نہیں کرسکتا۔

ایک زمانہ تھا جب مسلمان ہندوؤں سے بھڑ جاتے تھے اور مسجد کے سامنے باجا بجانے پر جان دینے اور جان لینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ آج مسلمان خود ہی مسجد کے سامنے باجا بجاتا ہے اور عین نماز کے وقت گانے کی آوازیں نمازیوں کے کانوں میں ٹھونستا ہے۔

لڑکے یا لڑکی پر رقم لینا حرام ہے اور رشوت ہے

بعض لوگ کئی کئی ہزار روپے لے

کر لڑکی دیتے ہیں اور اس کے برعکس بعض علاقوں میں اس شرط پر لڑکی لیتے ہیں کہ لڑکی کے ساتھ اتنی رقم اور اتنا سامان دیں۔ ان رقموں اور مالوں کا لینا دینا رشوت ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور ساتھ ہی حدیث بالا کے بھی خلاف ہے۔ رقموں کے لین دین کی بُری رسم کی وجہ سے بیاہ شادی میں کم سے کم اخراجات کیسے ہو سکتے ہیں۔ رقم اور سامان کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بعض مرتبہ تیس چالیس سال کی عمر ہونے تک کہیں جوڑ نہیں بیٹھتا، خدا تعالےٰ اتباعِ سُنت کی توفیق دے۔

بالغ لڑکی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا

(۱۳۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَامَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا ایک بار نکاح ہو چکا ہو (اور پھر شوہر کی موت یا طلاق مل جانے کی وجہ سے عدّت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنا ہو) تو اس کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اُس سے وضاحت کے ساتھ زبان سے اجازت نہ لے لی جائے اور جس (بالغ) لڑکی کا نکاح پہلے نہیں ہوا ہے اس کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کی اجازت کیسے ہو گی۔ (وہ تو شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکے گی) آپؐ نے فرمایا اس کی جانب سے یہی اجازت سمجھی جائے گی کہ جب اس سے اجازت لی جائے تو خاموش رہ جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۰ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح:۔ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کا ولی اپنے اختیار سے کر سکتا ہے۔ نابالغ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وہ انکار کرے اور ولی نکاح پڑھا دے تب بھی نکاح ہو جائے گا اور ولی کو شریعت نے یہ اختیار اس لئے دیا ہے کہ بعض اوقات اچھے خاندان میں مناسب رشتہ مل جاتا ہے اور بلوغ کا انتظار کرنے میں اس رشتہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوتا

ہے۔ لڑکے اور لڑکی کی بھلائی اور بہتری کے لئے اگر نابالغی میں اُن کا نکاح کر دیا جائے جو اصولِ شریعت کے مطابق ہو تو درست ہے۔ ہاں اگر لڑکی کا فائدہ ملحوظ نہ ہو بلکہ ولی (خواہ باپ دادا ہی ہو) اپنی ذاتی مصلحت یا دنیاوی منفعت کے لئے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دے تو یہ درست نہیں ہے۔ بعض حالات میں یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور بعض حالات میں منعقد تو ہو جاتا ہے مگر لڑکے اور لڑکی کو مسلم حاکم کے یہاں درخواست دے کر نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں عوام و خواص بڑی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا، یہ قانون بالکل خلاف شرع ہے۔ جب شریعت نے نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کو ولی کے ایجاب و قبول سے جائز رکھا تو اب اس جائز کو بدل کر ناجائز قرار دینے والا کون ہے؟ یہ تو دین میں مداخلت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے خود اپنے عمل سے جائز قرار دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس وقت نکاح فرمایا جب اُن کی عمر چھ سال کی تھی۔ گو رخصتی بعد میں ہوئی۔ اس شرعی جائز کے خلاف قانون بنانا شریعت سے باغی ہونا ہے۔ گو نابالغی میں نکاح کر دینا کوئی فرض و واجب بھی نہیں۔ چھوٹے بچوں کا نکاح کر دینے سے بعض مرتبہ بعد میں بہت سی مشکلات سامنے آجاتی ہیں۔ اس لئے اس میں بھی بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مزید توضیح انشاء اللہ ہم آگے بیان کریں گے۔ اس حدیث کی تشریح کے سلسلے میں بطورِ تمہید یہ تفصیل زیرِ قلم آگئی۔

کنواری سے جب باپ نکاح کی اجازت لے تو اس کی خاموشی ہی اجازت ہو گی

حدیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ بالغ لڑکی جس کا نکاح پہلے کسی سے نہ ہوا ہو اس کا نکاح اس سے اجازت لے کر کیا جائے، اُسے بتا دیں کہ فلاں لڑکا فلاں خاندان کا اور فلاں پیشہ والا ہے اور اس کی مالی حیثیت ایسی ہے اس سے تیرا نکاح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تیری اجازت ہے تو اس سے نکاح کر دیں۔ جب اس سے یہ بات کہہ دی گئی اور اس نے خاموشی اختیار کر لی تو یہ اس کی اجازت سمجھی جائے گی اور اگر زبان سے صاف طور پر اجازت دے دے تب تو یہ

اجازت بطریقِ اولیٰ معتبر ہوگی۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو اس کا نکاح کر دینا درست نہیں۔ بالغ لڑکی کا انکار ہوتے ہوئے کسی ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ بعض لوگوں پر ایسی جہالت سوار ہوتی ہے کہ بالغ لڑکی کے انکار کے باوجود اپنا وعدہ نباہنے کے لئے اس کا نکاح کر دیتے ہیں اور لڑکی کو مار کوٹ کر اور گھر سے دھکیل کر نام نہاد شوہر کے ساتھ چلتی کر دیتے ہیں یہ بدترین ظلم ہے اور سخت حرام ہے، چونکہ لڑکی نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی اس لئے نکاح ہی نہیں ہوا۔ میاں بیوی والے تعلقات بھی زنا ہوں گے۔ یہ کیا چودھراہٹ ہے کہ باپ کی ناک اونچی ہو جائے۔ لڑکی خواہ زندگی بھر زنا میں مبتلا رہے جہالت بُری بلا ہے۔

کنواری کا اجازت لینے کے وقت مسکرانا اور رونا بھی اجازت میں شمار ہے

یہ جو کہا کہ جس بالغ لڑکی کا نکاح پہلے نہ ہوا ہو اس کا ولی جب نکاح کی اجازت لے تو اس کی خاموشی اجازت سمجھی جائے گی۔ اس کے ساتھ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وہ ہنس پڑی یا مسکرا کر رہ گئی یا رو پڑی اور انکار نہ کیا تو یہ بھی اجازت شمار ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ہنسنا اور رونا انکار کے انداز کا نہ ہو والمعول اعتبار قرائن الاحوال فی البکاء والضحک فان تعارضت اواشکل احتیط (الشامی عن الفتح)

زبان سے صاف طور پر کس لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے؟

اور جس لڑکی کا نکاح ایک بار پہلے ہو چکا ہو اور اب شوہر کی موت یا وقوعِ طلاق کے بعد عدت گزار کر دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اس کا ولی جب لڑکے کی صفات اور حالات بیان کر کے اجازت لے تو اس کا خاموش رہ جانا اجازت میں شمار نہ ہوگا بلکہ جب تک زبان سے صاف لفظوں میں اجازت نہ دے، اجازت نہ سمجھی جائے گی اور بالغہ کنواری کے بارے میں، جو یہ لکھا ہے کہ اس کی خاموشی بھی اجازت میں شمار ہوگی یہ اس وقت ہے جب کہ وہ ولی اجازت طلب کرے جو قریب تر ہے۔ اگر قریب تر ولی کے علاوہ کوئی دوسرا ولی اجازت لے تو بالغہ کنواری لڑکی کی اجازت بھی وہی معتبر ہوگی جو زبان سے ہو اور صاف لفظوں میں ہو۔ اس تفصیل کو خوب سمجھ لیں۔

شریعت کا اعتدال

شریعت نے کیسے اعتدال سے کام لیا ہے۔ ایک طرف تو بالغ لڑکی

کو اپنی ذات کا اختیار دے دیا کہ جب تک وہ اجازت نہ دے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ دوسری طرف اس کی شرم کا لحاظ رکھا اور ولی کے اجازت لینے پر اس کی خاموشی یعنی انکار نہ کرنے کو اجازت شمار کرلیا۔ اگر وہ انکار کرے تو ولی اس کا نکاح نہیں کرسکتا اور جب بالغ لڑکی کا پہلے نکاح ہوچکا ہے اس کے دوسرے نکاح کے لئے اس کی زبانی اجازت لازم قرار دی گئی جس کی وجہ یہ ہے کہ جس عورت کا نکاح ایک بار ہوچکا ہے اس کی شرم ٹوٹ چکی ہے۔ اس کی خاموشی کو اجازت قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں اور قریب تر ولی کے علاوہ اگر کوئی دوسرا ولی اجازت لے تو بالغہ کنواری کی خاموشی بھی معتبر نہیں کیونکہ اندیشہ یہ ہے کہ غیر اقرب جہاں نکاح کرنا چاہتا ہے اس میں پوری ہمدردی کی رعایت نہ رکھی ہو۔ لہٰذا لڑکی جب صاف لفظوں میں اجازت دے تب معتبر ہوگی۔

نابالغ کا نکاح بعض خاندانوں اور علاقوں میں یہ مستقل طریقہ بنا رکھا ہے کہ نابالغی میں لڑکے اور لڑکی کا نکاح کردینا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ نابالغ کا نکاح کردینا ایک جائز امر ہے کوئی فرض و واجب نہیں ہے۔ خواہ مخواہ نابالغی میں بچوں کا نکاح کردینا کوئی ضروری کام نہیں ہے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ نابالغی میں نکاح کردینے کے بعد لڑکا اور لڑکی بالغ ہوکر منکر ہو جاتے ہیں اور اس شادی کو پسند نہیں کرتے۔ اُن کا انکار اور والدین کا اسی جگہ رخصتی کرنے پر اصرار مصیبت بن جاتا ہے۔ دور حاضر کی اولاد خود رائی کے پیش نظر اگر بات پہلے سے پکی کرکے رکھیں اور آخری فیصلہ اور نکاح لڑکا لڑکی کے بالغ ہونے پر اُن سے اجازت لے کر کریں۔ مذکورہ پریشانی کا سامنا نہ ہو۔ نیز بعض مرتبہ لڑکا بالغ ہوکر شریر بدمعاش نکل جاتا ہے۔ رخصتی کریں تو لڑکی کی جان مصیبت میں پھنسے اور لڑکے سے طلاق کو کہیں تو طلاق نہیں دیتا۔ یہ پریشانیاں پیش آتی رہتی ہیں۔ ان سے بچنے کا یہی علاج ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ البتہ ایسا قانون بھی خلاف شریعت ہے کہ نابالغ کا نکاح ہو ہی نہ سکے۔ جواز شرعی پر عمل کریں تو لڑکا لڑکی کا فائدہ دیکھ لیں۔

لڑکیوں کے نکاح میں ان کی مصلحت پیش نظر رہے یہ جو ہم نے عرض کیا کہ باپ دادا وغیرہ اپنی ذاتی منفعت اور خود غرضی کی وجہ سے نابالغ اولاد کا نکاح کردیتے ہیں۔ اس کی تفصیل بہت دردناک ہے جو دارالافتاء میں آنے والے سوالات سے معلوم ہوتی رہی ہے۔ بہت

سے علاقوں میں بدلہ میں لڑکی دیئے بغیر لڑکے کو لڑکی نہیں ملتی۔ اب لڑکے کو بیاہنے کے لئے اس کی بہن کو دار پر چڑھا دیتے ہیں لڑکی کی مصلحت بالکل نہیں دیکھتے۔ جس کو لڑکی دے کر لڑکے کے لئے لڑکی لے رہے ہیں اُس کی عمر خواہ کتنی ہی زیادہ ہو اور خواہ رنگ روپ کے اعتبار سے کیسا ہی ہو اور اس کی مالی حالت کیسی ہی خراب و خستہ ہو سب پر پردہ ڈال کر لڑکی کو خس و خاشاک کی طرح بہا دیتے ہیں۔ لڑکیوں کی شریعت میں ایک حیثیت ہے۔ وہ کوئی بھیڑ بکریاں نہیں ہیں کہ ولی وارث جہاں چاہے پٹک دے اور جہاں چاہے داؤ پر چڑھا دے۔

لڑکی پر رقم لینا حرام ہے بعض لوگ لڑکی پر ہزاروں روپے لیتے ہیں۔ یہ رشوتِ محض ہے جو سراسر حرام ہے مگر رقم لینے والے باز نہیں آتے۔ اُن میں دینداری کے مدعی اور لمبی پگڑی اور ڈھیلے کرتے والے بھی ہوتے ہیں جو لباس اور نماز روزہ کو دینداری سمجھتے ہیں مگر حرام سے بچنے کی اُن کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ پھر جب سودا ہی کرنا ٹھیرا تو جہاں زیادہ ملے لڑکی وہاں دے دیتے ہیں اور رقم کو دیکھتے ہیں لڑکی کی مصلحت کو نہیں دیکھتے۔ یہ ظلم بھی ہوتا ہے کہ وہ انکار کرتی رہتی ہیں کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں۔ چیختی اور شور مچاتی ہے مگر ابا جان ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ لڑکی کو زبردستی گاڑی میں ڈال کر رخصت کر دیتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

لڑکیوں پر ایک بڑا ظلم بعض علاقوں میں مارکاٹ، قتل و غارت کے واقعات بہت ہوتے رہتے ہیں۔ کسی آدمی کو چند آدمیوں نے مل کر قتل کر دیا۔ جب گرفتار ہوئے اور مقدمہ چلا تو صلح پر آمادہ ہو گئے۔ مقتول کے ورثاء نے کہا کہ اس قدر رقم دو اور چار لڑکیوں کا نکاح ہمارے خاندان کے چار آدمیوں سے کر دو تو صلح ہو سکتی ہے۔ اس پر راضی ہو جاتے ہیں اور اپنی جان کو چھڑانے کے لئے لڑکیوں کو ٹکے ٹکے بڑی عمر والے لوگوں کے پلّہ باندھ دیتے ہیں۔ اس میں بچیوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کا خیال نہیں کیا جاتا۔ صرف اپنی مصلحت اور منفعت دیکھی جاتی ہے جس میں سراسر ظلم ہوتا ہے۔ قتل تو کرے چچا اور زندگی بھر مصیبتیں بھگتیں چار بھتیجیاں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

خلاصۂ کلام خلاصہ یہ کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح خود ان کے اپنے ایجاب و قبول

سے نہیں ہوتا۔ البتہ ولی کے ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے اور ولی کو لڑکے اور لڑکی کی مصلحت سے ان کا نکاح کر دینا بھی جائز ہے مگر خود رقم بٹورنے کے لئے یا دوسری کسی ذاتی منفعت کے لئے بالغ یا نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر کے ان کو مصیبت میں پھنسا دینا کسی طرح جائز نہیں ہے بالغ لڑکا اور لڑکی شرعاً خود مختار ہوتے ہیں۔ ولی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اُن کو کسی جگہ نکاح کرنے پر مجبور کرے۔ ہاں بالغ لڑکا یا لڑکی اگر ولی کو وکیل بنا دے کہ فلاں جگہ میرا نکاح کر دو تو ولی وکیل ہو کر ایجاب و قبول کر سکتا ہے اور اگر مطلق نکاح کا وکیل بتایا ہو کوئی جگہ مقرر نہ کی ہو تو ان کی مصلحت اور خیر خواہی پر نظر رکھنا لازم ہے۔

اور پہلی صورت میں بھی ولی اُن کی خیر خواہی ملحوظ رکھے اگر لڑکا لڑکی کسی ایسی جگہ نکاح کے لئے وکیل بناتے ہوں جہاں ان کا نکاح خلافِ مصلحت ہو تو اُن کو سمجھا دیں اور دوسری جگہ رشتہ نکالنے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر انہوں نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا (جس میں شرعی جواز کی گنجائش ہو) تو نکاح بہر حال ہو جائے گا۔ سب مسائل خوب اچھی طرح سمجھ لیں۔

تقویٰ کے بعد سب سے زیادہ بہتر چیز نیک عورت ہے

(۱۳۶) وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ نے تقویٰ کی نعمت کے بعد کوئی ایسی بھلائی حاصل نہیں کی جو اس کے حق میں نیک بیوی سے بڑھ کر ہو (پھر نیک بیوی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ) اگر شوہر اُسے حکم کرے (جو خلاف شرع نہ ہو) تو اس کا کہا مانے اور شوہر اس کی طرف دیکھے تو شوہر کو خوش کرے اور اگر شوہر کسی کام کے بارے میں قسم کھا بیٹھے کہ ضرور تم ایسا کرو گی (اور وہ کام شرعاً جائز ہو) تو اس کی قسم سچی

کرے اور اگر وہ کہیں چلا جائے اور یہ اس کے پیچھے گھر میں رہ جائے تو اپنی جان اور اس کے مال کے بارے میں اس کی خیر خواہی کرے۔ (ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ تقویٰ کی نعمت بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر کسی کو یہ نعمت میسّر ہو جائے تو وہ بہت مبارک ہے کیونکہ اصل دین داری تقویٰ ہی کا نام ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تقویٰ فرائض و واجبات کے ادا کرنے اور حرام و ممنوع کاموں سے پرہیز کرنے کا نام ہے۔ اس صفت کی وجہ سے بندہ خدائے پاک کا محبوب بن جاتا ہے۔

تقویٰ کے علاوہ اور بھی بے شمار نعمتیں ہیں جن کا درجہ گو تقویٰ کی نعمت سے کم ہے مگر انسان کی زندگی کے لئے وہ بھی بہت ضروری اور انمول ہیں۔ ان نعمتوں میں سب سے بڑھ کر کیا ہے؟ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقویٰ کے بعد سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے! پھر نیک بیوی کی صفات بتائیں۔

نیک عورت کی صفات

اوّل: یہ کہ شوہر کی فرمانبردار ہو، شوہر جو فرمائش کرے اسے پوری کرے اور نافرمانی کرکے اس کا دل نہ دکھائے بشرطیکہ شوہر نے خلافِ شرع کسی کام کا حکم نہ کیا ہو۔ خلاف شرع کاموں میں کسی کی بھی فرمانبرداری نہیں کیونکہ اس سے خالق و مالک جل مجدہٗ کی نافرمانی ہوتی ہے جو احکم الحاکمین ہے۔

دوم: یہ فرمایا کہ اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کرے یعنی اپنا رنگ ڈھنگ شوہر کی مرضی کے مطابق رکھے۔ جب بیوی پر نظر پڑے تو اسے دیکھ کر اس کا دل خوش ہو، بعض عورتیں اینٹھی رہتی ہیں بات بات میں منہ پھلانا اور مرض ظاہر کرنے کے لئے خواہ مخواہ کراہنا اپنی عادت بنا لیتی ہیں۔ اور بعض عورتیں میلی کچیلی پھوہڑ بنی رہتی ہیں۔ ان باتوں سے شوہر کو قلبی اذیت ہوتی ہے۔ شوہر صورت دیکھنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا بلکہ گھر میں جانے کو بھی اپنے لئے مصیبت سمجھتا ہے۔ ان میں بعض عورتیں وہ بھی ہوتی ہیں جو نماز روزہ کی پابند ہونے کی وجہ سے اپنے کو دیندار اور نیک سمجھتی ہیں۔ حالانکہ نیک عورت کے اوصاف میں یہ بات بھی شامل کر دی گئی ہے کہ شوہر کی فرمانبرداری کرے اور اس حال میں رہے کہ شوہر اس پر نظر ڈالے تو بیچارہ خوش ہو سکے۔ البتہ خلافِ شرع خواہش پوری نہ کرے۔

سوم :۔ یہ فرمایا کہ اگر شوہر کسی ایسی بات پر قسم کھالے جس کا انجام دینا بیوی سے متعلق ہو مثلاً یہ کہ آج تم ضرور میری والدہ کے پاس چلوگی یا فلاں بچے کو نہلاؤ دھلاؤ گی یا مثلاً تہجد پڑھو گی تو اس کی بیوی قسم میں اس کو سچا کر دکھائے یعنی وہ عمل کرے جس پر شوہر نے قسم کھائی ہے بشرطیکہ وہ عمل شرعاً درست ہو، یہ قسم کھا لینا کہ تم ضرور یہ کام کروگی بہت زیادہ محبت والفت اور ناز کی وجہ سے ہوتا ہے جس سے تعلق خاص ہے اور جس پر ناز ہے اسی سے کہا جاتا ہے کہ ایسا کرو اور ایسے موقع میں کبھی اسے قسم دے دیتے ہیں اور کبھی خود قسم کھا لیتے ہیں جن عورتوں کو شوہروں سے اصلی اور قلبی تعلق ہوتا ہے وہ شوہر کو راضی رکھنے کا خاص خیال رکھتی ہیں اس تیسری صفت میں (جو صالح عورت کی تعریف میں ذکر کی گئی ہے) اسی خاص الفت اور چاؤ کا ذکر فرمایا ہے جو شوہر و بیوی کے درمیان ہونا چاہیئے۔

چہارم :۔ یہ فرمایا کہ اگر شوہر کہیں چلا جائے اور بیوی کو گھر چھوڑ جائے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو بیوی کا فریضہ ہے کہ اپنی جان اور شوہر کے مال کے بارے میں وہی رویہ اختیار کرے جو اس کے سامنے رکھتی تھی۔ غیرت مند شوہر کو یہ پسند نہیں کہ اس کی بیوی کسی غیر مرد کی طرف دیکھے یا غیر مرد کے سامنے آئے یا اس سے آنکھ ملائے یا دل لگائے۔ جب شوہر گھر ہوتا ہے تو عورت اس کی بیوی بن کر رہتی ہے اسی طرح جب وہ کہیں چلا جائے تب بھی اسی کو شوہر جانے اور اسی کی بیوی بنی رہے جب کسی مرد سے نکاح ہو گیا تو عفت و عصمت کی حفاظت اس مرد سے وابستہ ہو گئی اب اپنے جذبات کی تسکین کا مرکز صرف اسی کو بنائے رکھے۔ شوہر کے آگے اور پیچھے اپنا تعلق اسی سے رکھے اور شوہر کے پیچھے اس کے مال کی بھی حفاظت کرے۔ ایسا نہ کرے کہ بیٹھے پیچھے اس کا مال لٹا دے اور بیجا خرچ کر ڈالے یا اپنے میکہ پہنچا دے۔ اور اپنے عزیزوں کے اخراجات میں لگا دے۔ اگر شوہر کے پیچھے اپنی جان اور اس کے مال میں اس کی مرضی کے خلاف کچھ کیا تو یہ اس کی خیانت ہوگی جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا لا تبغیہ خونا فی نفسہا ولا مالہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۳)

ایک سوال و جواب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ بعض مرد اپنی بیوی کو غیر مردوں کے سامنے لے جاتے ہیں بلکہ ان سے مصافحہ کراتے ہیں حتیٰ کہ غیر مردوں کے ساتھ اپنی بیویوں کو نچواتے

ہیں تو ان کی بیوی اگر شوہر کے پیچھے یا آگے غیر مرد سے کوئی تعلق رکھے جو شوہر کی مرضی کے مطابق ہو تو یہ جائز ہونا چاہئے۔ اور اس میں شوہر کی خیانت بھی نہیں کیونکہ وہ خود چاہتا ہے کہ غیروں سے ملے جلے بلکہ بہت سے شوہر جو اپنی بیوی کو ماڈرن دیکھنا چاہتے ہیں وہ تو اس پر خوش ہوتے ہیں کہ اس کے فرینڈز (احباب) بہت ہوں اور یہ ترقی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مسلمان مرد و عورت کا حال بیان فرمایا ہے۔ کوئی مسلمان کبھی بھی بے غیرت نہیں ہو سکتا اور ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی پر کسی غیر مرد کی نظر پڑے یا ہاتھ لگے اور نہ ہی مسلمان عورت یہ پسند کر سکتی ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی کے ساتھ نفس و نظر والا تعلق رکھے جو لوگ اپنی بیوی کو موجودہ معاشرہ کے مطابق ماڈرن دیکھنا چاہتے ہیں اور اسے احباب کا کھلونا بنانا پسند کرتے ہیں سراسر یہود و نصاریٰ کے طرز پر زندگی گذار رہے ہیں۔ ان میں کتنا ایمان ہے ان کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا تعلق ہے انہیں قرآن و حدیث سے کتنا شغف ہے؟ اس کا پتہ چلائیں گے تو یہ لوگ ان اوصاف سے خالی نکلیں گے ایسے لوگ صحیح مسلمان تو کیا ہوتے ٹھیک طرح سے انسان بھی نہیں ہیں، حدیث میں ایسے بدکردار بے غیرت بدنفس لوگوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ مسلمان باعزت اور باغیرت مرد و عورت کا ذکر ہو رہا ہے۔ جو لوگ اپنی بیوی کے حق میں بے غیرتی برداشت کرتے ہیں اور ان کی عصمت و عفت داغدار دیکھنے میں باک محسوس نہیں کرتے۔ ان کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔

دیوث کے لئے وعید | ثَلٰثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوْثُ الَّذِىْ يُقِرُّ فِىْ اَهْلِهِ الْخُبْثَ۔ (رواہ احمد ونسائی)

یعنی تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرما دی ہے (۱) جو شراب پیتا رہتا ہے (۲) جو ماں باپ کو تکلیف دیتا ہے (۳) جو اپنے گھر والوں میں ناپاک کام (زنا اور اس کی طرف بلانے والی چیزوں مثلاً بے پردگی، غیر مردوں سے میل جول وغیرہ) کو برقرار رکھتا ہے۔

پہلے واضح کیا جا چکا ہے شوہر کی فرمانبرداری موافق شرع کاموں میں ہے خلاف شرع کاموں میں کسی کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اجازت نہیں ہے۔ اگر شوہر بے پردہ ہونے کے لئے کہے تب بھی بے پردہ ہونا جائز نہیں ہے۔

عورت کا ایک خاص وصف کہ ایمان پر شوہر کی مدد کرے

اس حدیث میں اچھی بیوی کے چند اوصاف ذکر فرمائے ہیں۔ دوسری حدیث میں ایک مزید وصف بتایا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کون سا مال بہتر ہے جسے ہم حاصل کریں تو اچھا ہوتا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهُ عَلٰى اِيْمَانِهٖ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

یعنی سب سے بہتر مال ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے اور وہ مومن بیوی ہے جو شوہر کی مدد کرے اس کے ایمان پر (مشکوٰۃ ص ۱۹۸)

جس سے کام نکلے اور ضرورت پوری ہو وہ مال ہے۔ لوگ چاندی سونا درہم و دینار روپیہ پیسہ اور مکان دوکان مویشی وغیرہ ہی کو مال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بموجب حدیث شریف بہترین مال یہ چیزیں ہیں جو ابھی اوپر بیان ہوئیں ان سے بہت زیادہ نفع حاصل ہوتا ہے اور خوب زیادہ بندہ کے کام آتی ہیں۔ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل سب سے بڑی دولت ہے اور بیوی بھی بڑی دولت ہے جس کی صفت یہ ہے کہ تعینہ علیٰ ایمانہ یعنی ایسی بیوی ہو جو شوہر کی مدد کرتی ہو اس کے ایمان پر ایمان پر مدد کرنے کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: ای علی دینہ بان تذکرہ الصلوٰۃ والصوم وغیرھا من العبادات وتمنعہ من الزنا وسائر المحرمات یعنی ایمان پر مدد کرنے کا مطلب ہے کہ شوہر کی دینداری کی فکر کرے اور اوقات مقررہ میں اسے نماز روزہ یاد دلاتی ہو اور دیگر عبادت پر آمادہ کرتی ہو اور زنا سے اور ہر قسم کے گناہوں سے باز رکھتی ہو۔

درحقیقت ہمارے بدلتے ہوئے ماحول اور بگڑے ہوئے معاشرہ کو ایسی ہی خواتین کی ضرورت ہے جو دین پر کاربند ہوں اور شوہر اور اولاد کو بھی دیندار بنانے کی فکر رکھتی ہوں۔ لیکن اس کے برخلاف اب تو معاشرہ کا یہ حال بنا ہوا ہے کہ کوئی مرد نماز روزہ اور دینداری کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو جہاں دوسرے لوگ آڑے آنے کی کوشش کرتے ہیں اور دین پر چلنے سے باز رکھتے ہیں وہاں بیوی بھی دیندار بننے سے روکتی ہے، طرح طرح کے فقرے کستی ہے۔ مُلّا ہونے کا طعنہ دیتی ہے۔ ڈاڑھی رکھنے سے منع کرتی ہے۔ کرتا پاجامہ پہنے تو باؤلا بتاتی ہے۔ اور رشوت سے بچتا ہے تو اُلٹی سیدھی باتیں سناتی ہے۔ اے اللہ ہمیں مومن بیویوں کی ضرورت ہے۔ مرد و عورت سب کے اندر ایمان کے جذبات پیدا فرما۔ آمین۔

بہترین عورت کے دو خاص اوصاف

(۱۳۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ نِسَاءٍ رَکِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَیْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰی وَلَدٍ فِیْ صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِهٖ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہوئیں (عربی عورتیں) ان میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں جو بچپن میں اولاد پر سب عورتوں سے زیادہ شفقت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال کی سب عورتوں سے زیادہ نگہداشت رکھنے والی ہوتی ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح:۔ عرب میں مرد و عورت چونکہ سب ہی اونٹوں پر سوار ہوتے تھے اس لئے عرب عورتوں کے تذکرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں پر سوار ہونے کا ذکر فرمایا۔ اس حدیث پاک میں عورتوں کی قابلِ تعریف دو باتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اوّل بچوں کو شفقت کے ساتھ پالنا۔ دوم شوہر کے مال کی حفاظت کرنا۔ یہ دونوں خصلتیں بہت اہم اور ضروری ہیں اگرچہ

اپنی اولاد کو محبّت اور شفقت کے ساتھ پرورش کرنا ہے، اور عورت کی یہ طبعی اور فطری عادت ہوتی ہے لیکن صاحبِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کر کے اسے بھی دینداری میں شامل فرمادیا۔

بچّوں پر شفقت کرنا عورت کا ایمانی تقاضا ہے

مؤمن و کافر سب ہی اپنے بچّوں کو شفقت سے پالتے ہیں لیکن اگر مسلمان عورت اس کو دین بنالے اور اس عمل میں اللہ کی رضا کی نیّت کرلے کہ اولاد کی پرورش میری دینی ذمہ داری ہے۔ اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا میرا ایمانی تقاضا ہے، میں ان کی پرورش کرنے میں ایمانی تقاضے کو پورا کر رہی ہوں تو اس کو اس شفقت و پیار پر ثواب بھی ملے گا۔ پھر اگر جسمانی تربیت کے ساتھ ایمانی تربیت بھی کی اور بچّوں کو دین کے راستہ پر ڈالا اور نماز روزہ کا پابند بنایا تو اس کا ثواب علیحدہ ملے گا۔ اس کے بعد یہ اولاد دینی ذہن رکھنے کی وجہ سے اپنی اولاد کو دین کی راہ پر لگائے گی تو اولاد کی اولاد کی دینداری کا ثواب بھی اس دادی اور پردادی اور نانی اور پرنانی کو ملے گا جس نے اپنی اولاد کو دین کے راستہ پر ڈالا تھا محبّت اور شفقت کے تقاضوں کی وجہ سے بچّوں کے نان نفقہ اور خوراک و پوشاک نیز مرض اور علاج معالجہ کا اہتمام تو کیا ہی جاتا ہے اور اس میں بھی بہت بڑا ثواب ہے لیکن اصلی اور سچّی شفقت و محبّت کا تقاضا یہ ہے کہ بچّوں کو دینی زندگی پر ڈالا جائے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دینداری آخرت کے عذاب سے بچانے والی چیز ہے۔ اس کے ذریعہ قبر اور آخرت کی غیر فانی زندگی میں آرام ملتا ہے اور کھلانے پلانے کے ذریعہ جو پرورش ہوتی ہے اس کا فائدہ دنیائے فانی تک محدود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ماں باپ کے ذمّہ ہے کہ بچّوں کو شفقت سے پالیں ان کی جسمانی اور ایمانی دونوں طرح کی تربیّت کریں، بہت سے لوگ بچّوں کے روٹی کپڑے کا فکر کر لیتے ہیں اور طرح طرح سے ان کی دلداری کرتے ہیں مگر دیندار بنانے کی فکر نہیں کرتے یہ بہت بڑی بھول ہے۔ اگر بچّوں کی دنیا آرام سے گزرے اور آخرت خراب ہو تو یہ کون سی سمجھ داری کی بات ہے؟ اور وہ لوگ بھی قابلِ تنبیہ ہیں جو اولاد کو دین دار بنانے کے لئے تو ڈانٹتے ڈپٹتے

رہتے ہیں مگر پیسہ ہونے کے باوجود کنجوسی کے ساتھ ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ میانہ روی کے ساتھ اولاد پر مال خرچ کرنا بھی ثواب ہے۔

حدیث شریف میں جو یہ الفاظ ہیں کہ احناہ علی ولد فی صغرہ۔ ان میں لفظ ولد نکرہ ہے جس میں مطلق اولاد کا ذکر ہے اگر لفظ ولدھا ہوتا تو حدیث میں شفقت سے پالنے کی فضیلت صرف عورت کی اپنی اولاد تک محدود رہ جاتی اپنی اولاد کے علاوہ دوسرے بچوں پر شفقت کرنے کی فضیلت بتانے کے لئے حدیث میں مطلقاً لفظ ولد لا کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ جو بچہ بھی عورت کی پرورش میں آجائے، اپنا ہو یا دوسری عورت کا اسے شفقت سے پالنا خیر و خوبی اور فضیلت اور ثواب کی بات ہے۔

شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کو تکلیف دینا ظلم ہے

بہت سی عورتیں ایسے شوہر سے نکاح کر لیتی ہیں جس کی پہلی بیوی سے بچے ہوتے ہیں، ان بچوں کی پرورش اس نئی بیوی کو کرنی پڑتی ہے مگر بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کو پیار و محبت سے پرورش کرتی ہوں۔ ایسے بچے اکثر مظلوم ہی ہوتے ہیں۔ بعض عورتیں تو یہ کرتی ہیں کہ شوہر کا مال اپنے ان بچوں پر دل کھول کر خرچ کرتی ہیں جو پہلے شوہر کے بچے ہیں اور انہیں ساتھ لے کر نئے شوہر کے یہاں تشریف لائی ہیں اور اس نئے شوہر کی اولاد کو جو دوسری بیوی سے ہے خرچ اخراجات کی تکلیف میں رکھتی ہیں۔ حالانکہ یہ بچے اس مال سے اخراجات پورے کرنے کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ ان کے باپ کا مال ہے، یہ نئی عورت جو بچے ساتھ لائی ہے یہ تو اس نئے شوہر کی اولاد بھی نہیں، ان پر خوب دھڑلے سے خرچ ہو اور اس کی اصل اولاد تنگ رہے یہ سراسر ظلم ہے، اپنے شوہر کے وہ بچے جو دوسری عورت سے ہوں (خواہ اس کی اس بیوی سے ہوں جو وفات پا چکی یا طلاق لے چکی یا اس بیوی سے ہوں جو اس وقت بھی اس کے نکاح میں موجود ہو) ان بچوں کو محبت و شفقت سے پالنا ان کی خوراک و پوشاک کا خیال رکھنا اور ان کو دیندار بنانا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

جیٹھ، دیور اور نند کی اولاد کی پرورش

اس طرح اگر بھائی، بہن یا نند اور جیٹھ،

دیور کی اولاد کو پرورش کرنے کا موقع ہاتھ آجائے تو ثواب کے لئے غنیمت جانے اور سچے دل سے ان کی پرورش کرے اور پوری شفقت کے ساتھ ان کی ضرورتوں کی دیکھ بھال رکھے۔ بعض مرتبہ یہ بچے یتیم ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی شفقت بھری پرورش اور پرداخت کا ثواب مزید بڑھ جاتا ہے۔ اگر نسوانیت اور نفسانیت کے جذبات مذکورہ بچوں کی خدمت سے روکیں تب بھی ایمانی جذبات کے پیشِ نظر ان کی خدمت کرے۔

شوہر کے مال کی حفاظت کرنا بھی ایمانی تقاضا ہے

حدیث شریف میں قریشی عورتوں کی ایک یہ تعریف فرمائی کہ دوسری عورتوں کے مقابلہ میں شوہر کے مال کی حفاظت اور نگہداشت بہت زیادہ کرتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ شوہر کے مال کی نگرانی اور حفاظت کرنا، اور طریقہ و سلیقہ سے خرچ کرنا تدابیر اور انتظام کا لحاظ کرتے ہوئے گھر کے اخراجات چلانا بھی دینداری کی بات ہے، شوہر کا کام ہے کمانا اور گھر میں لانا۔ وہ ہر وقت گھر میں نہیں بیٹھ سکتا لامحالہ عورت کی تحویل میں مال چھوڑنا پڑتا ہے۔ اب یہ عورت کی دینداری اور سمجھ داری ہے کہ اخراجات میں شوہر کی ہمدردی کرے امانت داری کے ساتھ اپنے اوپر اور شوہر کی اولاد پر اور اس کے ماں باپ پر خرچ کرے۔

لڑکیوں کے لئے دیندار خوش خلق شوہر کو ترجیح دو

(۱۳۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْکُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَکُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِیْضٌ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو (جس لڑکی کے تم ولی ہو) اس شخص سے (اس لڑکی کا) نکاح کردو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر بڑا فتنہ اور (لمبا) چوڑا فساد ہوگا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷ بحوالہ ترمذی)

تشریح: توالد و تناسل کے لئے نکاح کی ضرورت ہے نکاح کے بارے میں قرآن حکیم اور احادیثِ شریفہ میں بہت سے احکام و مسائل وارد ہوئے ہیں جوڑا کیسا تلاش کیا جائے اس حدیث میں اس کے متعلق ایک نصیحت فرمائی ہے اور اس نصیحت کی خلاف ورزی کرنے پر بڑے فتنہ اور بڑے فساد کی خبر دی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے پاس کسی لڑکی سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں پیغام بھیجے اور وہ شخص دینی زندگی کے اعتبار سے ٹھیک ہے اور اس کے اخلاق بھی درست ہیں تو اس سے نکاح کر دو، دین اور اخلاق کا دیکھ لینا کافی ہے۔

مالداری پر نظر نہ کرو مال دولت اور دنیا کی بڑائی نہ دیکھو۔ اگر لڑکے میں دینداری نہیں ہے تو وہ لڑکی کو بھی دین پر چلنے نہ دے گا۔ بے نمازی نہ نماز پڑھے نہ پڑھنے دے۔ حرام کمائے گا حرام کھلائے گا۔ دونوں میاں بیوی آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اگر تم نے دیندار کو لڑکی نہ دی کوٹھی، بنگلہ والے کو دیکھا مال و دولت کو ترجیح دی تو دنیا شاید آرام سے گذر جائے مگر آخرت برباد ہوگی۔ کیا کوئی شخص یہ گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی لڑکی آگ میں جلے؟ ایسا تو کسی کو منظور نہیں تو پھر دیکھتی آنکھوں اپنی بچی کو دہکتی آگ میں کیوں ڈالتے ہیں۔ جب یہ جانتے ہیں کہ فلاں گھر میں جا کر بچی فرائض ترک کر دے گی۔ نماز روزہ چھوڑ دے گی حرام حلال کی فکر سے نہیں رہے گی جس کا نتیجہ عذابِ آخرت ہے تو دیندار جوڑا چھوڑ کر بے چاری بے زبان کو فاسق و فاجر بدعمل اور بے دین کے حوالے کیوں کرتے ہو؟

شاید بعض حضرات یہ جواب دیں کہ آج کل لڑکیاں اپنا جوڑا تجویز کر لیتی ہیں اور دیندار کو پسند نہیں کرتیں اس لئے مجبوراً فاسق ہی سے بیاہ دیتے ہیں۔ میں ان حضرات سے پوچھتا ہوں کہ لڑکی کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اپنا جوڑا خود تلاش کرے اور دیندار سے گھبرائے، فاسق فاجر کو صالح مرد پر ترجیح دے؟ بات یہ ہے کہ آپ نے اپنے گھر کا ماحول خود ہی خراب کر رکھا ہے بچوں کو دین پر نہیں ڈالتے دینی کتابیں نہیں پڑھاتے۔ جو بچہ (لڑکی ہو یا لڑکا) ہوش سنبھالتا ہے اسکول کی گود میں چلا جاتا ہے، اسکول سے فارغ ہو کر کالج کی راہ لیتا ہے۔ بے دینی میں جو کمی اسکول میں رہ گئی تھی وہ وہاں پوری ہو جاتی ہے۔

بے شرمی کے اسباب لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ہونا اور ناولوں افسانوں کا پڑھنا، ٹی وی دیکھنا، سینما جانا، بغیر محرموں کے گھروں سے باہر گھومنا، پارکوں میں تفریحیں کرنا یہ سب ایسے امور ہیں جو لڑکیوں کو بے شرم بنا رہے ہیں اور دین سے دور کر رہے ہیں اور دینداروں سے بیزار کر رہے ہیں۔ اللہ سمجھ دے۔

دیندار عورت سے نکاح کرو

مال وجمال اور دنیوی حیثیت کو نہ دیکھو

(۱۳۹) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ. (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے چار چیزیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے (۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اس کی حیثیت کی وجہ سے (۳) اس کی خوبصورتی کی وجہ سے (۴) اس کی دینداری کی وجہ سے۔ پس اے مخاطب تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لاکر کامیاب ہو جا تیرا بھلا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۶۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

نیک عورت دُنیا کی بہترین شے ہے وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا نفع حاصل کرنے کی چیز ہے اور دنیا کی چیزوں میں سب سے بہتر چیز جس سے نفع حاصل کیا جائے نیک عورت ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۱ بحوالہ مسلم)

تشریح:۔ دیکھنے میں سب انسان گوشت پوست کے بنے ہوئے ہیں۔ عموماً سب کے اعضاء

وجوارح یکساں ہیں البتہ ایمان اور اخلاقِ حسنہ واعمالِ صالحہ کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ کالا گورا ہونا یا کسی خاص ملک کا باشندہ ہونا موٹا تازہ ہونا یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں اگر آدمی حسن وجمال میں بڑھ کر ہو رنگ روپ کے اعتبار سے بہتر ہو لیکن اس میں کسی کی ہمدردی نہ ہو تو اس کی خوبصورتی اسے انسانیت کے شرف سے متصف نہیں کر سکتی، اسی طرح کسی شخص کو اگر دنیوی حیثیت سے کوئی بڑائی حاصل ہے، عہدہ دار ہے یا کسی منصب پر فائز ہے مگر اخلاق کے اعتبار سے پھاڑ کھانے والا بھیڑیا یا لوٹ لینے والا غنڈہ ہے تو اسے عہدہ ومنصب کی وجہ سے کوئی پسندیدہ انسان نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس دولت بہت ہے مگر بداخلاق ہے، حریص اور کنجوس ہے تو محض مال کی وجہ سے اسے کوئی تفوق اور امتیازی شان حاصل نہیں، ہاں اگر کوئی شخص (مرد ہو یا عورت) دیندار ہے یعنی صاحبِ خلقِ عظیم خاتم النبیین تاجدارِ دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع ہے، آپ کے اخلاق کا پیرو ہے تو وہ باکمال انسان ہے وہ انسانیت کی شرف سے مالا مال ہے اس کا نفس مہذب ہے وہ اُنس والفت کا مجسمہ اور محبت واخوت کا پتلا ہے دوسروں کی خاطر تکلیف برداشت کر سکتا ہے، احباب و اصحاب سے نباہ کرنے کا خوگر ہے اس سے جو قریب ہوگا خوش رہے گا۔ اس کی الفت ومحبّت سفر کے ساتھیوں کو اور گھر کے پڑوسیوں کو گرویدہ کرلے گی اگر ایسے شخص سے کسی عورت کا نکاح ہو گیا تو وہ عورت اس کے اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے زندگی بھر خوش رہے گی اگر اس کا خیال نہ رکھا گیا تو دنیاوی زندگی سراپا مصیبت بن جائے گی۔ اسی لئے تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے جس کے اخلاق اور دینداری سے تم خوش ہو تو اس کا پیغام رد نہ کرو بلکہ جس عورت سے نکاح کرنے کا پیغام دیا ہے اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ وفساد ہوگا۔ اگر پیغام دینے والے مرد میں دینداری اور حسنِ خلقی نہ دیکھی بلکہ صرف مال یا حسن وجمال یا دنیوی منصب ومرتبہ دیکھ لیا، اور ان چیزوں کے پیشِ نظر کسی عورت کا نکاح کر دیا تو اس عورت کی دینداری تو تباہ ہو ہی جائے گی

جس کی وجہ سے آخرت برباد ہو گی مگر اس کی دنیا بھی آرام سے نہ گذرے گی جو خدا کو جانتا ہے چونکہ وہ احکامِ شریعت کو سمجھتا ہے اس لئے وہ مخلوق کے حقوق بھی ادا کرے گا اور ایذا و تکلیف سے باز رہے گا۔ جو خدا کا نہیں وہ کسی کا نہیں، جس نے اپنے خالق و مالک کے احکام کی پرواہ نہ کی وہ اپنی ماتحت مخلوق کے حقوق ادا کرنے اور آرام پہنچانے کے لئے کیونکر فکر مند ہو سکتا ہے۔

آج کل دین کو نہیں دیکھتے اور دوسری چیزیں دیکھ کر لڑکی بیاہ دیتے ہیں۔ کوئی دنیوی تعلیم دیکھ کر اور کوئی مال دیکھ کر رشتہ کر دیتا ہے اور کوئی دنیوی عہدہ و ملازمت دیکھ کر اپنی لڑکی دے دیتا ہے۔ پھر اس کے نتیجے بھگتتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ مسائل نہ جاننے کی وجہ سے تین طلاق دے کر بھی عورت کو رکھے رہتے ہیں اور ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو سال دو سال تعلقات ٹھیک رکھ کر عورت کو اُدھر میں چھوڑ دیتے ہیں نہ اُسے طلاق دیتے ہیں نہ خرچہ پانی دیتے ہیں، اور بعض بد اخلاق لوگ بیجا مار پیٹ کر کے عورت کا ڈھیر کر دیتے ہیں اب لڑکی کے اولیاء مفتی کے پاس آتے ہیں کہ بڑے ظالم سے پالا پڑا، وہ تو ایسا ہے ویسا ہے کوئی چھٹکارہ کا راستہ نکالئے، حالانکہ جب اس سے نکاح کیا تھا وہ اس وقت بھی ایسا ہی تھا جو لوگ خدا ترس دیندار ہیں ان کی ڈاڑھیوں سے ڈرتے ہیں اگر ان کو لڑکی دے دیں گے تو گویا لڑکی ڈاڑھی کے دو تولہ بوجھ میں دب جائے گی اور گویا لڑکی کے ماں باپ معاشرہ میں بے عزت ہو جائیں گے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

جب دیندار ناپسند ہے تو لامحالہ بے دینوں اور ٹیڈیوں نیز ہپیوں کو لڑکیاں دیتے ہیں پھر یہ لوگ مندرجہ بالا طریقوں سے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ دیندار لڑکی بھی بے دین کے پلے باندھ دیتے ہیں جو اس بیچاری کو نہ نماز پڑھنے دے نہ روزہ رکھنے دے، بے پردہ ہونے پر مجبور کرتا ہے اور سینما ساتھ لے جانے کے لئے ضد کرتا ہے۔ یہ وہی فتنہ و فساد ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایسے شخص سے لڑکی کا نکاح نہ کرو گے جس کی دینداری اور خوش خلقی سے اطمینان ہو تو زمین میں بڑا فتنہ اور (لمبا) چوڑا فساد ہو گا

البتہ بعض ظاہری دینداروں سے بھی تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ مگر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو حقیقی دیندار نہیں ہوتے۔ باطن کی اصلاح نہ ہونے کی وجہ سے مصیبت بنتے ہیں۔ دین دار وہ ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ ہوں۔

جس طرح سے شوہر دیندار خداترس تلاش کرنے کی ضرورت ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عورت دیندار تلاش کی جائے جو اعمالِ صالحہ کی خوگر ہو، مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا کہ عورت کی دینداری دیکھ کر نکاح کرلو۔ اس کا مال و جمال نیز مرتبہ و حیثیت نہ دیکھو اگر عورت دیندار نہ ہوگی تو وہ نہ شوہر کے حقوق ادا کرے گی نہ اولاد کو دیندار بنائے گی۔ شوہر کا مال بیجا اڑائے گی، نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہو کر آئے گی اور اس سے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں گی۔ اسی لئے تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْءَۃُ الصَّالِحَۃُ۔ یعنی دنیا میں نفع حاصل کرنے کی جو چیزیں ہیں ان میں سب سے بہتر نیک عورت ہے۔

بہت سے لوگ خوبصورت عورت پر ریجھ جاتے ہیں اس کی سفید کھال تو دیکھ لیتے ہیں لیکن سیاہ قلب کو نہیں دیکھتے۔ وہ ہے تو خوبصورت لیکن نہ روزہ رکھتی ہے نہ نماز پڑھتی ہے دن بھر غیبتوں میں مبتلا اور ساس نندوں سے لڑنے میں مشغول رہتی ہے شوہر کی پوری آمدنی پر قبضہ کرلیتی ہے۔ اگر شوہر والدہ کو کوئی پیسہ دے دے تو ناراض، والد کی خدمت کرے تو غصہ، بہنوں کو کچھ دے دے تو خفگی، پہلی بیوی کی اولاد پر خرچ کردے تو لڑتے لڑتے جان تباہ کردے، رات دن لڑائی اور شوہر کے لئے ایک عذاب، خوبصورتی دیکھ کر شادی کرنے سے ایسی آفتیں آجاتی ہیں۔

دیندار عورت کا شوہر اگر اپنے ماں باپ پر خرچ نہ بھی کرے گا تب بھی وہ صلہ رحمی کی ترغیب دے گی اور نیکی پر آمادہ کرے گی۔ سب کے حقوق خود بھی پہچانے گی اور شوھر کو بھی حق شناسی پر ابھارے گی۔

بس آج کل شوہر ایکٹرس بیوی سے اور عورتیں فلم کار اور موسیقار شوہر سے شادی کرنے کو کمال سمجھتی ہیں۔ کہاں کی دینداری اور کیسی شرافت سب کو بالائے طاق رکھ چکے ہیں

دینداری، خداترسی عیب بن چکی ہے اور اس سب کے باوجود دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وابستگی کے دعویدار ہیں، کیا یہ حماقت اور جہالت نہیں ہے ؟

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آج کل پڑھی لکھی لڑکیاں بھی معاشرہ میں مصیبت بن گئی ہیں لڑکیوں کو میٹرک ہی نہیں بلکہ بی اے ۔ ایم اے اور پی ایچ ڈی تک کرلتے ہیں. اب ان کے لئے جوڑا ڈھونڈتے ہیں تو ایسا شخص چاہتے ہیں جو تعلیم میں ان کے برابر یا ان سے زیادہ ہو، ایسا شخص نہیں ملتا ، یا ملتا ہے تو اس کی اپنی شرطیں لڑکی والے پوری نہیں کرپاتے لامحالہ ۳۰ ۔ ۳۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر تک کی لڑکیاں یوں ہی بیٹھی رہتی ہیں جس عورت کا کالج میں آنا جانا رہا، یونیورسٹی میں آ گئی اس کے دیندار اور پردہ دار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا . دین دار مرد اسے پسند نہیں کرتے اور وہ دیندار کو پسند نہیں کرتی اور مطلب کا جوڑا ملتا نہیں لہذا یا تو بیٹھی رہ جاتی ہیں یا بے دین کے پلے پڑتی ہیں ۔

پھر دونوں سے مل کر پیدا ہونے والے بچوں کو خالص یورپین بنا دیتے ہیں . غرض کہ فتنے ہی فتنے ہیں ۔ اعاذنا اللہ من الفتن ما ظہر منہا وما بطن ۔

دُوسرے کی منگنی پر منگنی نہ کرو

(۱۴۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ حَتّٰی یَنْکِحَ اَوْ یَتْرُكَ ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے ۔ اپنے سے پہلے پیغام بھیجنے والا یا تو اس جگہ نکاح کرے یا اس جگہ نکاح کی بات چیت چھوڑ دے (اگر اس کی بات کٹ جائے تو اپنا پیغام دے سکتے ہیں) (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۷۱ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح :۔ اسلام نے ایک دوسرے کو جسمانی یا روحانی تکلیف دینے کو حرام قرار دیا ہے اور مسلمانوں کے آپس کے جو حقوق بتائے ہیں ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ یَنْصَحُ لَهٗ اِذَا

غَابَ اَوْ شَہِدَ (یعنی مسلمان مسلمان کی ہمدردی اور خیرخواہی کرے سامنے بھی اور پیٹھ پیچھے بھی)۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی جگہ کسی مسلمان مرد یا عورت کے نکاح کا کہیں پیغام گیا ہو تو دوسرا کوئی مسلمان اس کے حق میں اس جگہ کو بگاڑ نہ دے۔ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے کسی مرد کا پیغام پہنچا ہوا ہے اور بات چل رہی ہے تو دوسرا کوئی شخص مرد یا عورت ایسی ترکیبیں نہ کرے کہ ان کا ہوتا ہوا رشتہ کٹ جائے، ان تدبیروں میں جہاں یہ بات ہے کہ لڑکے یا لڑکی میں کوئی عیب بتا دیا جائے وہاں یہ صورت بھی رشتہ کاٹنے کے لئے اختیار کر لیتے ہیں کہ کوئی دوسرا رشتہ تجویز کر کے کسی فریق کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور ترکیب یہ کرتے ہیں کہ اپنا یا اپنے کسی عزیز کا پیغام بھیج دیتے ہیں۔ لڑکے یا لڑکی کا ولی فکر میں پڑ جاتا ہے۔ اور بعض مرتبہ پہلے پیغام بھیجنے والے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جب کسی کے نکاح کی بات چل رہی ہو تو اس جگہ اپنا پیغام نہ بھیجو بلکہ انتظار کرتے رہو اور دیکھو کہ بات کس طرح ختم ہوتی ہے۔ اگر آپس میں ان کا نکاح ہو جائے تب تو دوسرے پیغام کی گنجائش ہی ختم ہو گئی اور اگر بات چلتے چلتے کٹ جائے اور دونوں فریق میں سے ایک فریق قطعی طور پر نفی میں جواب دے کر بات ختم کر دے تو اب تم اپنا پیغام دے سکتے ہو۔

شوہر کی بات نہ ماننے پر فرشتوں کی لعنت

(۱۴۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ (حدیث ۱۴۱) (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ (شرعی عذر کے بغیر) اس کے بستر پر جانے سے انکار کر دے جس کی وجہ سے شوہر ناراضگی میں رات گذارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہیں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۸۰ بحوالہ البخاری و مسلم)

تشریح :۔ اس حدیث میں جس اہم بات کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تشریح کی چنداں حاجت نہیں ہے عقلمندوں کو اشارہ کافی ہوتا ہے جو عورتیں اس کی خلاف ورزی کرتی ہیں وہ نصیحت حاصل کریں اس حدیث پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عورتیں اپنے شوہروں کو دوسری بیوی کرنے پر آمادہ کر دیتی ہیں یا وہ اپنی عفت کھو بیٹھتا ہے اور پاکدامن نہیں رہتا، میاں بیوی کا جو رشتہ ہے وہ عجیب رشتہ ہے آپس میں ایک دوسرے سے ان کی جو خواہش پوری ہوتی ہے وہ دوسرے کسی فرد سے پوری نہیں سکتی لہٰذا ایک دوسرے کی دلداری کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے آپس میں ایک دوسرے کے بشری تقاضوں کو پورا کرنے کا خیال نہ کریں تو ایک دوسرے پر بڑی زیادتی ہوگی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسان کے انسانی تقاضے کو پہچانتے تھے آپ نے ان تقاضوں کو جان کر اور سمجھ کر ہدایات دی ہیں ان ہدایات کی خلاف ورزی کرنے سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے اور حالات خراب ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ یہ جو فرمایا کہ جب شوہر اپنے بستر پر بلائے تو انکار نہ کرے، عذر شرعی نہ ہو تو بات مان لے یہ بستر پر بلانا اور رات کا ذکر فرمانا بطور مثال ہے ورنہ اس میں رات دن کی کوئی قید نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بوقتِ حاجت صاحبِ حاجت کی حاجت پوری ہو جائے اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ:۔

اِذَا دَعَی الرَّجُلُ زَوْجَتَهٗ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ۔ (ترمذی)

یعنی شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لئے بلائے تو آجائے اگرچہ تنور پر کھانا گرم کر رہی ہو۔

شوہر کو ستانے والی عورت کے لئے حُوروں کی بددعا

(۱۴۲) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا۔ (رواه الترمذی وابن ماجه وقال الترمذی هٰذا حدیث غریب)

ترجمہ:۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے (مسلمان) شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو حور عین میں سے جو اس کی بیوی ہے وہ کہتی ہے کہ (اری دنیا والی عورت) اسے تکلیف نہ دے خدا تیرا بُرا کرے یہ تو تیرے پاس چند روزہ مقیم ہے، عنقریب تجھ سے جُدا ہو کر ہمارے پاس پہنچے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۸۱ بحوالہ ترمذی ابن ماجہ)

تشریح:۔ مومن بندوں کے لئے اللہ پاک نے جنّت بنائی ہے اس جنّت میں دُنیا والی مومن عورتیں بھی ان کو ملیں گی اور انسانوں سے علیحدہ ایک مخلوق اور ہے جو اللہ جل شانہ نے جنّت میں پیدا فرمائی ہے جسے قرآن مجید میں اور حدیث شریف میں حور عین فرمایا گیا ہے یہ حوریں بھی مومنین کی بیویاں بنیں گی۔ حُور جمع ہے حُوراء کی جس کا معنی ہے سفید رنگ والی عورت اور عین جمع ہے عیناء کی جس کا معنی ہے بڑی آنکھ والی عورت، یہ عورتیں حسن و جمال میں بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوں گی مگر دنیا والی جو عورتیں جنّت میں داخل ہوں گی وہ ان سے زیادہ حسین وجمیل ہوں گی حوریں اور جنتی عورتیں مردوں کو ملیں گی جنتی مرد بھی بہت زیادہ حسین وجمیل ہوں گے آپس میں ان مردوں اور ان دونوں قسم کی بیویوں کے درمیان بے انتہا محبّت ہوگی کسی کے دل پر کسی کی طرف سے ذرا سا میل بھی نہ آئے گا۔ یہ جنتی حوریں منتظر ہیں کہ اپنے پیارے شوہروں سے ملیں جو ان کے لئے مقرّر ہیں لیکن جب تک یہ شوہر دنیا میں ہیں اس وقت تک اُن سے ملاقات نہیں ہوسکتی۔ مرنے کے بعد قبر کی زندگی گذار کر جب میدان حشر سے گذر کر جنّت میں جائیں گے تو یہ حوریں انہیں مل جائیں گی ان حوروں کو اپنے شوہروں سے اب بھی ایسا تعلق ہے کہ دنیا والی بیوی جب جنتی مرد کو ستاتی ہے تو جنّت میں ملنے والی حوریں کہتی ہیں کہ اسے نہ ستا یہ تیرے پاس چند دن ہے عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔ اس کی قدر ہم کریں گے۔ ہمارے ساتھ رہنے والے شوہر کو تو تکلیف نہ دے حوروں کی اس بات کی آواز دنیا کی عورتوں کے کان میں تو نہیں آتی مگر خداوندِ قدوس کے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات اُمّت کی عورتوں تک پہنچادی ہے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں حرام مال اور حرام کام سے بچتے ہیں روزہ نماز کے

پابند ہوتے ہیں ایسے لوگوں کی بیویاں زیادہ ستاتی ہیں ان کی ایذا رسانی سے متاثر ہو کر جنتی حوریں ان کو بددعا دیتی ہیں کہ تمہارا برا ہو اس چند روزہ دنیاوی مسافر کو نہ ستاؤ تم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔ عورتوں پر لازم ہے کہ حور عین کی بددعا سے بچیں۔

جس عورت سے اس کا شوہر راضی ہو وہ جنتی ہے

(۱۴۳) وَعَنْ اُمِّ سَلْمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اس حال میں وفات پا گئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی ص ۲۸۱)

شوہر کا کتنا بڑا حق ہے

(۱۴۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْءَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۱ بحوالہ ترمذی)

تشریح:۔ اللہ جل شانہ نے جیسے والدین کا بہت مرتبہ رکھا ہے اور ان کا حکم ماننے کا حکم دیا ہے اسی طرح شوہروں کا بھی بڑا رتبہ رکھا ہے عورت گھر کا کام سنبھالتی ہے اور مرد محنت و کوشش کر کے اخراجات پورے کرتا ہے۔ گھر کے اخراجات میں بیوی کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ بیوی کے جو واقعی اور شرعی حقوق ہیں ان سے بڑھ کر عورت کے تقاضوں کے مطابق

اس پر مرد مال خرچ کرتا ہے مردوں کو قرآن حکیم میں قوّام (نگرانی کرنے والا سردار) بتایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (یعنی مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے) قرآن کی اس بات کو بہت سی قومیں نہیں مانتیں ہیں ان کی عورتیں مردوں کی برابری کرتی ہیں یا مردوں سے بڑھ کر اپنا درجہ رکھتی ہیں۔ ان قوموں کا یہ طریقہ فطرت کے خلاف ہے اس کی خرابیاں ان لوگوں کے سامنے آتی رہتی ہیں۔ مرد قوام ہے گھر کا نگراں ہے محنت کرکے پیسے لاتا ہے عورت کو اس کا شکر گذار اور اس کا فرمانبردار ہونا لازم ہے بشرطیکہ اس کا کوئی حکم یا مشورہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ حدیث میں اسی کی طرف رہبری فرمائی ہے۔ عورت شریعت کے مطابق چلے اسلام کے فرائض ادا کرتے ہوئے اور گناہوں سے بچتے ہوئے شوہر کی دلداری کا خاص خیال رکھے اور اسے آرام پہنچائے تکلیف نہ دے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ اگر اسی حال میں مرگئی تو جنت میں داخل ہوگی۔ کیونکہ جب اللہ جل شانہ کے حقوق ادا کردیئے اور بندوں کے حقوق بھی پورے کردیئے (جن میں شوہر کے حقوق بھی ہیں) تو اب جنت سے روکنے والی کوئی چیز نہیں رہی۔

حدیث میں شوہر کے حقوق کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے علاوہ کسی کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے اور شرک ہے اگر میں اللہ کے علاوہ کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے اس سے شوہر کے حقوق کا خصوصی دھیان رکھنے کی تاکید مقصود ہے۔

حدیث ۱۴۴ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے بہت سی عورتیں پیروں، فقیروں اور مزاروں کو سجدہ کرتی ہیں اور قبروں اور تعزیوں سے اولادیں اور مرادیں مانگتی ہیں یہ سخت حرام ہے اور شرک ہے۔ اللہ جل شانہ، سب کو کفر اور شرک سے بچائے۔ وھو الموفق والمعین۔

کون کون سے رشتے حرام ہیں؟

(۱۴۵) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَّكَ فِيْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَاِنَّهَا اَجْمَلُ فَتَاةٍ فِيْ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهٗ اَمَا عَلِمْتَ

اَنَّ حَمْزَةَ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ وَاَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَۃِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کو اپنے چچا حمزہؓ کی لڑکی سے نکاح کرنے کی رغبت ہے؟ (رغبت ہو تو بات چلائی جائے) کیونکہ قریش کی عورتوں میں وہ سب سے زیادہ حسین لڑکی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ (میرا نکاح اس سے کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو میرے دودھ شریک بھائی کی لڑکی ہے) کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں۔

اور اللہ جل شانہٗ نے نسب کی وجہ سے جو رشتے حرام قرار دیئے ہیں وہ نسب کی وجہ سے بھی حرام قرار دیئے ہیں (حمزہؓ گو چچا ہیں اور چچا کی لڑکی سے درست ہے لیکن چچا کے ہوتے ہوئے چونکہ وہ دودھ شریک بھائی بھی ہیں اس لئے ان کی لڑکی سے نکاح نہیں ہو سکتا) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۳ بحوالہ مسلم)

(۱۴۶) وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ فَاسْتَاذَنَ عَلَیَّ فَاَبَیْتُ اَنْ آذَنَ لَہٗ حَتّٰی اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ اِنَّہٗ عَمُّکِ فَاذِنِیْ لَہٗ قَالَتْ فَقُلْتُ لَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِیْ الْمَرْاَۃُ وَلَمْ یُرْضِعْنِیْ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ عَمُّکِ فَلْیَلِجْ عَلَیْکِ وَذٰلِکَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَیْنَا الْحِجَابُ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میرے رضاعی چچا (افلح نامی) نے پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد میرے پاس اندر آنے کی اجازت چاہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو القعیس کی بیوی کا دودھ پیا تھا جس کی وجہ سے ابو القعیس ان کے دودھ کے رشتہ سے والد ہو گئے اور ان کے بھائی

افلح اسی رشتہ سے چچا ہوگئے) جب انہوں نے اجازت چاہی تو میں نے اندر آنے کی اجازت نہ دی اور کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کئے بغیر اجازت نہ دوں گی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانہ میں تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا (ہاں) وہ تمہارا دودھ کے رشتہ کا چچا ہے اسے اندر آنے کی اجازت دے دو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے (اس کی بہن خالہ بن جائے تو یہ سمجھ میں آتا ہے) مجھے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا۔ (اس عورت کے شوہر نے مجھے دودھ پلایا ہوتا تو اس کا بھائی میرا چچا بن جاتا) آپ نے فرمایا بلاشبہ وہ تمہارا چچا ہے وہ تمہارے پاس اندر گھر میں آسکتا ہے (کیونکہ جس مرد کی وجہ سے دودھ اترا وہ باپ ہوگیا اور اس کا بھائی دودھ پینے والے بچہ کا چچا ہوگیا)۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷۳ عن البخاری ومسلم)

(۱۴۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْءَةُ عَلٰی عَمَّتِهَا اَوِ الْعَمَّةُ عَلٰی بِنْتِ اَخِیْهَا وَالْمَرْءَةُ عَلٰی خَالَتِهَا اَوِ الْخَالَةُ عَلٰی بِنْتِ اُخْتِهَا لَا تُنْكَحُ الصُّغْرٰی عَلَی الْكُبْرٰی وَلَا الْكُبْرٰی عَلَی الصُّغْرٰی (رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کا نکاح ایسے مرد سے نہ کیا جائے جس کے نکاح میں پہلے سے اس عورت کی پھوپھی ہو اور اس سے بھی منع فرمایا کہ کسی عورت کا نکاح ایسے مرد سے کیا جائے جس کے نکاح میں پہلے سے اس عورت کے بھائی کی لڑکی ہو۔ (اسی طرح) اس سے بھی منع فرمایا کہ کسی عورت کا نکاح ایسے مرد سے کیا جائے جس کے نکاح میں پہلے سے اس عورت کی خالہ ہو، اور اس سے بھی منع فرمایا کہ ایسے مرد سے کسی عورت کا نکاح کیا جائے جس کے نکاح میں پہلے سے اس عورت کی بہن کی لڑکی ہو۔ کسی مرد کے نکاح میں بڑی (یعنی پھوپھی یا خالہ) کے ہوتے ہوئے چھوٹی (یعنی بھتیجی اور بھانجی) کا نکاح اس مرد سے نہ کیا جائے کسی مرد کے نکاح میں چھوٹی

(یعنی بھتیجی یا بھانجی) کے ہوتے ہوئے بڑی (یعنی پھوپھی اور خالہ) کا نکاح اس مرد سے نہ کیا جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۴ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد)

تشریح:- شریعت مطہرہ نے نکاح کے بارے میں بہت سے احکام بتلائے ہیں ان احکام میں یہ تفصیلات بھی ہیں کہ کون سی عورت کس مرد کے لئے حلال ہے اور کون سا مرد کس عورت کے لئے حلال ہے۔ ہر مسلمان کو ان تفصیلات کا جاننا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ نساء کے چوتھے رکوع میں یہ احکام مذکور ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بھی ان احکامات کی تشریح کی ہے اور تفصیلات بتائی ہیں۔ شریعت نے انسان کو حلال حرام کا پابند بنایا ہے۔ جیسے کھانے پینے میں ہر چیز کھانے پینے کی اجازت نہیں دی جاتی ایسے ہی شادی کرنے میں آزادی نہیں بلکہ اس کے بارے میں حلال و حرام کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا اور قوانین کا پابند بنایا۔ بعض لوگوں کو یہ قوانین ناگوار معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ روک ٹوک شرافت کی دلیل ہے جانور غیر مکلّف ہیں بے عقل ہیں جہاں چاہتے ہیں منہ مارتے ہیں جیسے چاہیں خواہش پوری کر لیتے ہیں اگر انسان کو بھی کھلی چھٹی مل جائے تو وہ انسان کہاں رہے گا؟ وہ تو جانور بلکہ جانور سے بھی بدتر ہو جائے گا۔

کون سی عورت کس کے لئے حرام ہے اس کے تفصیلی قوانین کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے۔ (۱) نسبی قرابت (۲) دودھ کا رشتہ (۳) سسرالی رشتہ (اس رشتے کی وجہ سے جو حرمت ہوتی ہے اُسے حرمتِ مصاہرت کہتے ہیں)۔

(۴) کسی عورت کا دوسرے مرد کے نکاح یا اس کی عدّت میں مشغول ہونا۔

(۵) کسی مرد کے نکاح میں پہلے سے کسی عورت کا ہونا۔

(۶) تعداد مقررہ سے زیادہ نکاح کرنا ان باتوں کی تفصیلات قدرے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) نسبی قرابت کے رشتے

اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد سے اور ماں باپ، دادا دادی یا نانا نانی سے نکاح کرنا درست نہیں اور بہن بھائی کا بھی آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا خواہ حقیقی بہن بھائی ہوں خواہ باپ شریک ہوں خواہ ماں شریک۔ چچا بھتیجی کا اور ماموں بھانجی کا بھی آپس میں نہیں ہو سکتا۔

نیز پھوپھی بھتیجے اور خالہ بھانجے کا بھی آپس میں نکاح درست نہیں۔

(۲) دُودھ کے رشتے اس کی وجہ سے بھی آپس میں نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ خالہ زاد بھائی سے اور چچا اور پھوپھی کے لڑکے سے نکاح درست ہے۔

لیکن اگر کسی لڑکے اور لڑکی نے دودھ پینے کے زمانہ میں (یعنی دو سال کی عمر کے اندر) کسی ایک عورت کا دودھ پی لیا تو یہ دونوں آپس میں دودھ شریک بہن بھائی ہو گئے۔ اب آپس میں ان کا نکاح نہیں ہو سکتا جس لڑکے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے وہ اس عورت کی کسی بھی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا اگرچہ ایک ساتھ دودھ نہ پیا ہو بلکہ ایک نے دس سال پہلے اور دوسرے نے دس سال بعد پیا ہو۔ نیز دودھ پینے والا اس عورت کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا جس کا دودھ پیا ہو کیونکہ وہ اس کی خالہ ہو گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو نکاح نسبی قرابت کی وجہ سے حرام ہیں دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہو جاتے ہیں اس سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں جو فقہ کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں۔)

حدیث ۱۴۵ میں یہی مضمون بتایا گیا ہے کہ جس طرح نسبی قرابت کے رشتے سے نسبی ماں بیٹا اور بہن بھائی اور خالہ بھانجہ اور ماموں بھانجی اور چچا بھتیجی اور پھوپھی اور بھتیجا آپس میں محرم قرار دیئے گئے ہیں (کہ ایک دوسرے کے ساتھ سفر میں جا سکتے ہیں) اسی طرح دودھ کے رشتے کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت اور اس کی اولاد اس کی بہن اور اس کا بھائی اور اس کے ماں باپ دودھ پینے والے بچے کے لئے (لڑکا ہو یا لڑکی) محرم بن جاتے ہیں حتیٰ کہ جس کی بیوی کا دودھ پیا ہے اس کا بھائی دودھ پینے والے بچہ کا چچا ہو کر محرم بن جاتا ہے۔ محرم وہ ہے جس سے کبھی نکاح درست نہیں۔ عورت کا داماد اور عورت کے شوہر کا باپ بھی محرم ہو جاتا ہے کیونکہ ان سے بھی نکاح درست نہیں ہے۔ محرم بن جانے کی وجہ سے ایک ساتھ سفر میں جانا اور بلا پردہ آمنے سامنے آجانا جائز ہو جاتا ہے۔

جس محرم سے اطمینان نہ ہو اس کے ساتھ سفر اور خلوت درست نہیں ہاں اگر کوئی محرم فاسق و فاجر ہے اس کی جانب سے اطمینان نہیں ہے بلکہ شرارتِ نفس کا اندیشہ ہے (جیسا کہ آج کل واقعات ہوتے رہتے ہیں)

تو ایسے محرم سے احتیاط لازم ہے، اس کے ساتھ سفر کرنا یا تنہائی میں رہنا جائز نہیں اور اڑتالیس میل کا سفر کرنا بلا محرم کے درست نہیں ہے خواہ سفر دینی ضرورت سے ہو (مثلاً سفر حج) یا دنیاوی ضرورت سے (جیسے میکہ جانا یا سسرال پہنچنا) یہ ممانعت بہرحال ہے پیدل سفر کرے یا ہوائی جہاز سے یا ریل سے یا موٹر کار سے، جس محرم کے ساتھ سفر میں جائے اس کا صالح ہونا ضروری ہے جس سے اطمینان ہو کہ کوئی خراب عمل نہ کرے گا اور خراب خیال سے نہ چھوئے گا اگر ایسا محرم ہو تو اس کے ساتھ سفر کرنا درست ہے۔

نامحرم کے ساتھ سفر اور خلوت گناہ ہے

بہت سی عورتیں بغیر محرم کے سفر حج یا عمرہ کے لئے روانہ ہو جاتی ہیں جو گناہگار ہوتی ہیں، نامحرم کیسا ہی متقی اور پرہیزگار ہو اس کے ساتھ حج و عمرہ کے لئے جانا گناہ ہے مسلمان آدمی کو طبیعت پر نہیں شریعت پر چلنا لازم ہے۔

بہت سی عورتیں خالہ زاد، ماموں زاد، چچازاد، پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ سفر میں چلی جاتی ہیں اور ان سے پردہ بھی نہیں کرتی ہیں اور ان کے ساتھ تنہائی میں وقت گذارتی ہیں یہ سخت گناہ ہے۔

(۳) حرمتِ مصاہرت

کسی مرد کا کسی عورت سے یا کسی عورت کا کسی مرد سے نکاح ہو جانے کی وجہ سے جو حرمت ہو جاتی ہے اُسے حرمتِ مصاہرت کہا جاتا ہے۔ مثلاً جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرلے تو اب اس عورت کی والدہ سے نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح یہ عورت اس مرد کے کسی بھی لڑکے سے نکاح نہیں کر سکتی، کسی عورت کا اس کے شوہر کے باپ سے نکاح نہیں ہو سکتا پہلے شوہر کی لڑکیاں اگر کوئی عورت ساتھ لے آئی تو اس کا نیا شوہر ان لڑکیوں میں سے کسی سے بھی نکاح نہیں کر سکتا ہے بشرطیکہ ان لڑکیوں کی والدہ اور نئے شوہر کے درمیان شوہر اور بیوی والا کام ہو چکا ہو۔ اور اگر ان کی والدہ کو صرف نکاح کر کے طلاق دے دی تو ان میں سے کسی بھی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ اور وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ اور وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ

نِسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ میں یہی مسائل بتائے ہیں۔ اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرلے تو اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ جس عورت سے زنا کرے اب اس عورت کی والدہ سے اور اس کی لڑکی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

(۴) عدّت والی عورت کے نکاح کا حکم

کسی عورت کا کسی مرد کے نکاح یا اس کی عدّت میں مشغول ہونا بھی حرمتِ نکاح کا باعث بن جاتا ہے ایک مرد کے نکاح میں دو یا تین یا چار عورتیں تو رہ سکتی ہیں مگر ایک عورت دو مردوں کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ جب ایک عورت سے کسی نے نکاح کرلیا تو اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس مرد کے نکاح سے بالکل نہ نکل جائے۔ لفظ بالکل اس لئے استعمال کیا کہ شوہر کے مرجانے یا طلاق بائن یا طلاق مغلظ دے دینے سے گو رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے مگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت عورت کو جب ہوتی ہے جب عدّت گذر جائے، عدّت کے احکام آگے بیان ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ قرآنِ مجید میں وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ فرما کر یہی بات بتائی ہے کہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس کا نکاح دوسرے مرد سے نہیں ہو سکتا۔

(۵) کون کون سی عورتیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں

کسی مرد کے نکاح میں پہلے سے کسی عورت کا ہونا بھی بعض دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کے لئے مانع ہو جاتا ہے، مثلاً کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا تو اب جب تک یہ عورت اس کے نکاح میں رہے بلکہ اگر اس نے طلاق دے دی تو طلاق کے بعد جب تک عدّت کے اندر رہے گی اس عورت کی بہن سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا اگر نکاح کرلیا تو شرعاً اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں۔ قرآنِ مجید میں وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ فرما کر یہی مسئلہ بتایا گیا ہے جس طرح دو بہنیں آپس میں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں اسی طرح پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی بھی ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتی ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو تو جب تک یہ اس مرد کے نکاح میں رہے گی اس کی بہن اور اس کی خالہ سے اور بھانجی

سے اور پھوپھی سے اور بھتیجی سے اس مرد کا نکاح درست نہ ہوگا اگر نکاح کر لیا تو شرعاً معتبر نہ ہوگا۔ حدیث ۱۴۷ میں اسی کو بتایا گیا ہے۔ نیز ان میں سے اگر ایک کو طلاق دے دی تو دوسری سے نکاح اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک کہ طلاق پانے والی عورت کی عدت نہ گذر جائے۔

(۶) مرد کے لئے مقررہ تعداد سے زائد نکاح درست نہیں

مرد کے لئے شریعت نے بیویوں کی تعداد مقرر کی ہے۔ بیک وقت چار عورتوں سے ایک مرد کو نکاح کرنا درست ہے مگر اس کی اجازت اس وقت ہے جب کہ ہر بیوی کے حقوق شریعت کے مطابق برابری کے ساتھ ادا کرے۔ بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ کوئی مرد نکاح نہیں کر سکتا حتیٰ کہ اگر چار میں سے چوتھی کو طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت نہ گذر جائے اس کے بدلہ پانچویں عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ غیلان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں قبولِ اسلام سے پہلے دس بیویاں تھیں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو سب بیویاں بھی مسلمان ہو گئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ چار کو رکھ لو باقی چھوڑ دو۔ (مشکوٰۃ)

یہ سب نکاح چونکہ زمانۂ جاہلیت میں ہوئے تھے اس لئے ایسا فیصلہ صادر فرمایا مسلمان ہوتے ہوئے کوئی شخص اگر چار عورتیں نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرے تو پانچواں نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

دودھ کا رشتہ صرف دو سال کی عمر کے اندر دودھ پینے سے ثابت ہوتا ہے

(۱۴۸) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَاَنَّهٗ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اِنَّهٗ اَخِيْ فَقَالَ اُنْظُرْنَ مَنْ اِخْوَانُكُنَّ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانہ میں تشریف لائے اس وقت میرے پاس ایک آدمی تھا میں نے ایسا محسوس کیا کہ اس کا گھر میں ہونا آپ کو ناگوار ہوا۔ میں نے دل کا خلجان

دُور کرنے کے لئے) عرض کیا کہ یہ شخص میرا (دودھ شریک) بھائی ہے (اس لئے اندر بلالیا ہے) یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح خیال کرلو کہ تمہارے دودھ شریک بھائی کون لوگ ہیں کیونکہ شرعی رضاعت (دودھ سے آجانے والی حرمت) اس وقت مؤثر ہوتی ہے جبکہ بھوک کی وجہ سے ہو (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۷۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ شرعاً دودھ پلانے کا زمانہ مقرر ہے یعنی دو سال کی عمر کے اندر اندر بچہ اور بچی کو دودھ پلایا جاسکتا ہے اس عمر میں جس نے دودھ پیا اس کا دودھ پینا حرمت رضاعت کا سبب ہے اس کے بعد دودھ پلانا ہی حرام ہے اور اگر کسی نے اس عمر کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لیا ہے تو اس سے وہ کسی کا نہ محرم بنے گا نہ اس عورت کی ماں بہن اور اولاد سے اس کا نکاح حرام ہوگا چونکہ دودھ سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے عورتوں پر بہت احتیاط لازم ہے۔ اپنی اولاد کے سوا بلا ضرورت دوسروں کے بچوں کو دودھ نہ پلائیں۔

فائدہ: بچہ یا بچی کی عمر چاند کے حساب سے دو سال پورے ہونے کے اندر اندر جو کسی عورت کا دودھ پلا دیا جائے تو سب اماموں کے نزدیک حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے یعنی اس کی وجہ سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو دودھ کی وجہ سے حرام ہیں، البتہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پلانے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، احتیاط کا تقاضہ ہے کہ امام صاحب کے قول پر عمل کیا جائے دو سال پورے ہو جائیں تو کسی بچہ یا بچی کو دودھ ہرگز نہ پلائیں لیکن اگر کسی نے پلانے کی غلطی کر دی تو ڈھائی سال کے اندر جو دودھ پلایا ہو اس کو حرمت رضاع میں مؤثر مانا جائے، البتہ اس کے بعد جو دودھ دیا ہو حرمتِ رضاع میں اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور اس کی وجہ سے رشتے حرام نہ ہوں گے۔

کسی مرد سے نکاح کرنے کے لئے اس کی پہلی بیوی کو طلاق نہ دلائیں

(۱۴۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلِتَنْكِحَ

فَاِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کے پیالہ کو خالی کر دے اور چاہیئے کہ اپنا نکاح (کسی دوسرے مسلمان مرد سے) کرلے۔ کیونکہ جو اس کی تقدیر میں ہے وہ ضرور اس کو ملے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۱ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث میں بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کوئی کسی کا بُرا نہ چاہے جب کوئی کسی کے نکاح کا پیغام دے تو اسے اپنی صوابدید کے مطابق ہاں یا نہ کا جواب دے دینا چاہیئے۔ اگر اس مرد کے نکاح میں پہلے سے کوئی عورت ہو تو اپنا نکاح کرنے کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دینے کی شرط نہ لگائے تاکہ شوہر سے جو کچھ اس کو ملتا ہے اس سے اس کا پیالہ خالی کردے یعنی اُسے محروم کرکے خود اس منفعت کو اپنے لئے مخصوص کرلے۔

بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بھی بتایا ہے کہ جب دو عورتیں کسی مرد کے نکاح میں ہوں تو کوئی سوتن شوہر سے اپنی سوتن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اسے طلاق ہوجائے تو وہ دوسری جگہ نکاح کرلے اور طلاق کا تقاضا کرنے والی تنہا شوہر پر قبضہ کرکے بیٹھ جائے اور شوہر سے جو منافع حاصل ہوتے ہیں ان سب سے دوسری کو محروم کرکے اپنے لئے مخصوص کرلے۔ حدیث کے الفاظ میں اس معنی کی بھی گنجائش ہے۔ بہرحال یہ دونوں باتیں شریعتِ اسلامیہ کے خلاف ہیں یعنی جس مرد سے نکاح کرنا ہو اس کی پہلی بیوی کو طلاق دلانے کا تقاضا کرنا اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے نکاح میں پہلے سے ہو یا بعد میں آجائے اس کی طلاق کا سوال کرنا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل تو بہن فرما کر رحمت اور شفقت کی طرف توجہ دلائی کہ جس عورت کی طلاق کا سوال کروگی وہ بھی تو مسلمان ہوگی۔ اپنی اس مسلمان بہن کو اس کے شوہر کی شفقت سے کیوں محروم کرتی ہو۔ جب کہ تم اپنے لئے ایسا پسند نہیں کرسکتی ہو۔ مسلمان کی ایمانی ذمہ داریوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند کرے وہ دوسرے مسلمان کے لئے بھی پسند کرے اور جو کچھ اپنے لئے ناپسند کرے وہ دوسرے مسلمان کے لئے

بھی ناپسند کرے۔

کسی عورت کو اس کے شوہر سے الگ کرا کر اس کے شوہر سے نکاح کرنے کی کوشش جہاں اس کی ایذاء کا باعث ہے وہاں تقدیر سے آگے بڑھنے کے بھی مرادف ہے۔ ہر مرد عورت کے لئے مال اور رزق اور دیگر منافع مقدر ہیں جو عورت چاہتی ہے کہ کسی عورت کو طلاق دلا کر اس کے شوہر سے نکاح کرلے اُسے چاہیئے کہ اس کے شوہر پر قبضہ کرنے کے بجائے کسی دوسرے مرد سے اپنا نکاح کرلے ہزاروں مسلمان مرد موجود ہیں جو تقدیر میں ہے وہ اِس کے پاس بھی ملے گا اور اُس کے پاس بھی۔

آج کل عورتوں میں یہ مرض بہت زیادہ ہے ایسے ایسے واقعات سُنے ہیں کہ بہن نے بہنوئی سے نکاح کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اپنی حقیقی بہن کو طلاق دینے پر بہنوئی کو آمادہ کر کے طلاق دلادی اور اُسے خود اپنا شوہر بنا کر بیٹھ گئی۔

کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اکسانا گناہ ہے

(۱۵۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَءَةً عَلٰی زَوْجِهَا اَوْعَبْدًا عَلٰی سَيِّدِهٖ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے (یعنی جماعت مسلمین میں سے) نہیں ہے جو کسی عورت کو فریب دے کر شوہر کی مخالف بنادے یا کسی غلام کو دھوکہ دے کر اُسے آقا کا مخالف بنادے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۸۲ بحوالہ ابو داؤد)

تشریح: اس حدیث میں اس بات کی نصیحت فرمائی ہے کہ کوئی مرد و عورت کسی عورت کو ورغلا کر اور سمجھا بجھا کر اس کے شوہر کی مخالفت پر آمادہ نہ کردے۔ اگر کوئی ایسی حرکت کرے گا تو وہ ایسا سخت مجرم ہوگا کہ اس کے بارے میں رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہماری امت سے نہیں ہے۔ بہت سے مرد و عورت اس میں مزہ لیتے ہیں کہ کسی کا گھر بگاڑ دیں۔ شوہر کو بیوی کے خلاف یا بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانے کو کمال سمجھتے ہیں۔ خدانخواستہ

اگر میاں بیوی میں کوئی رنجش ہوگئی اور کسی نے شوہر کو چڑھایا، کسی نے بیوی کو اکسایا اور دونوں میں صلح کرانے کے بجائے معمولی سی رنجش کو ناقابلِ عبور سمندر بنا دیا تو ایسے لوگوں کی حرکتِ بد سے میاں بیوی قریب تر آنے کے بجائے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ ایسی حرکت کرنے والے اجنبی ہی نہیں ہوتے بلکہ فریقین کے رشتہ دار ہی ایسا کام زیادہ کرتے ہیں۔ بہت سے ماں باپ یا بہن بھائی مرد کو اس کی بیوی کے خلاف ابھار دیتے ہیں۔ عورت کی ماں بہن یا محلہ کی عورتیں عورت کو شوہر کے خلاف ابھارتی ہیں۔ دیکھ تجھے ایسا ایسا کہا ہے' تو کوئی گرے پڑے گھر کی تھوڑا ہی ہے جو ایسی باتیں سُنے گی۔ تیرا زیور بھی بیچ کھایا اور تجھے زیور کی ایک کیل بھی بنا کر نہیں دی۔ کپڑے بھی وہی تیرے ماں باپ کے گھر کے چل رہے ہیں۔ کیسے شوہر کے پلے بندھی ہے۔ ان باتوں سے اس کا دل کھٹا ہو جاتا ہے۔ شوہر سے لڑتی رہتی ہے۔ وہ بھی بُری طرح پیش آتا ہے اور بدمزگی بڑھتے بڑھتے طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

جب طلاق ہو جاتی ہے تو اب شوہر بھی دوسری شادی کے لئے پریشان ہے مگر کسی جگہ شادی کا موقع نہیں لگتا اور بیوی کے اقربا اور لیا ربھی چاہتے ہیں کہ کہیں رشتہ ہو جائے مگر لوگ اس کو اس لئے قبول نہیں کرتے کہ اسے طلاق ہو چکی ہے عادت و خصلت خراب ہو گی تب ہی تو ایسا ہوا۔ بہر حال جن کا گھر بگڑا وہ مصیبت جھیلتے ہیں اور یہ بھڑکانے اور اکسانے والے تماشہ دیکھتے ہیں۔ شیطان اپنی حرکتیں انسانوں سے بھی کرا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے کاموں سے سب کو بچائے۔ آمین

تعلیم و تربیّت کا بیان

تعلیم و تربیت کا بیان

بچوں کو ایمان و اسلام اور اعمالِ اسلام سکھانے کی ذمہ داری ماں باپ پر ہے

(۱۵۱) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ وَجَدْتُّ فِي كِتَابِ جَدِّيَ الَّذِي حَدَّثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَفْصَحَ أَوْلَادُكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰى مَاتُوْا وَإِذَا اثَّغَرُوْا[1] فَمُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ وَعَنْهُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْصَحَ الْغُلَامُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَّمَهٗ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا (رواهما ابن السنی فی عمل الیوم واللیلہ)

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن شعیبؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کی کتاب میں (جس میں انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کی تھیں) یہ لکھا ہوا پایا کہ جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو ان کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ سکھاؤ۔ پھر ان کی موت آنے تک فکر مت کرو۔ (یعنی شروع میں جب عقیدہ ٹھیک کر دیا اور اسلام کا عقیدہ اس کو سکھا دیا تو اب کوئی ڈر نہیں، ایمان کی پختگی اسے ایمان ہی پر زندہ رہنے دے گی اور اسی پر انشاء اللہ اس کی موت آئے گی) اور جب ان کے دودھ کے دانت گرنے لگیں تو ان کو نماز کا حکم کرو۔

نیز عمرو بن شعیب یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ عبد المطلب کی اولاد میں جب کوئی بچہ بولنے لگتا تھا تو اسے یہ آیت سکھاتے تھے وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا ۝

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص۱۱۳)

تشریح:۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اسلام کا کلمہ ہے۔ یہ اسلام کے تمام عقائد کو شامل ہے

---

[1] الاثغار سقوط سن الصبی و نباتها والمراد هنا السقوط ثغر فهو مثغور، سقطت رواضع الصبی فاذا نبتت قيل اثغر و اتّغر بالتاء والثاء افتعل من الثغر و هو الاسنان المتقدمة (مجمع البحار)

اور عقائد ہی اصل دین ہے۔ اگر عقائد صحیح نہ ہوں تو اسلام کا دعویدار ہونا بالکل بیکار ہے۔ محض دعویٰ کرنے سے یا مسلمان کی اولاد ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا۔ اسلام کے عقائد کا جاننا اور ماننا فرض ہے۔ اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ چھوٹے بچے کی جب زبان چلنے لگے اور زبان سے کچھ نہ کچھ کلمات ادا کرنے لگے تو اس کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھائیں۔ دیکھئے بچہ ابھی ناسمجھ ہے لیکن اُسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یاد کرایا جا رہا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بچپن ہی سے اگر دینی عقائد سے مانوس نہ کیا تو بڑا ہو کر دوسرے راستہ پر چلنے لگے گا۔ جب بچہ بولنے لگے تو یہی نہیں کہ صرف لفظ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھائیں بلکہ اس کا ترجمہ بھی یاد کرائیں اور اس کا مطلب بھی سمجھائیں، جیسے جیسے بچہ ہوش سنبھالے اسے اسلام کے عقیدے سکھاتے چلے جائیں۔

اسلامی عقائد اسلام کے بنیادی تین عقیدے ہیں۔ اوّل عقیدۂ توحید یعنی اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننا اور اس کی ذات و صفات کے بارے میں ان سب عقیدوں کو تسلیم کرنا جو قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ دوم عقیدۂ رسالت یعنی سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی ماننا اور آپ جو دین اللہ کی طرف سے لائے ہیں اسے پورا پورا سچے دل سے تسلیم کرنا۔ سوم عقیدۂ آخرت یعنی موت کے بعد زندہ ہونے کا عقیدہ رکھنا اور اس بات کو ماننا کہ قیامت قائم ہوگی اور اعمال کا حساب ہوگا جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے۔ دوزخ میں عذاب اور جنّت میں آرام و راحت ملے گا۔ ان تین بنیادی عقائد کے ذیل میں اور بہت سے عقائد ہیں جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں ان کا ماننا بھی فرض ہے۔

اسلامی عقائد جاننے کی ضرورت اور اہمیت بہت سے ماں باپ بچوں کو اسلام کے عقیدے نہیں سکھاتے بلکہ خود بھی اسلامی عقیدے نہیں جانتے۔ گریجویٹ ہو جاتے ہیں پی۔ ایچ۔ ڈی کر لیتے ہیں لیکن توحید و رسالت اور آخرت کے بارے میں جو عقائد ہیں اُن سے ناواقف ہوتے ہیں اور اسی ناواقفی کی وجہ سے ہر مدعی اسلام کو مسلمان سمجھتے رہتے ہیں چاہے وہ اسلامی عقیدوں کا منکر ہی ہو۔ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لیا تو اللہ کی کتابوں اور اس کے فرشتوں اور

اس کے تمام رسولوں کے بارے میں اور قبر و حشر و نشر یعنی قیامت وغیرہ کے بارے میں جو کچھ آپؐ نے بتایا ہے ان سب کا ماننا فرض ہوگیا۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اسلام کے عقیدوں کا مذاق بناتے ہیں اور اللہ و رسول پر اعتراض کرتے ہیں اور پھر بھی اپنے کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں حالانکہ ایسے لوگ شرعاً مسلمان نہیں ہیں۔

ختمِ نبوّت کا منکر کافر ہے

بہت سے لوگ ایسے جاہل ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین فرمایا ہے تو قرآن ماننے کے بجائے خود آیت کا مطلب ہی اُلٹ پلٹ کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں چاہے کتنی ہی نمازیں پڑھیں کیسے ہی اخلاق کا دکھاوا کریں ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھنا ہی کفر ہے۔

کون سا کلمہ گو مسلمان ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور ختم نبوّت کے منکروں اور بے دینوں، ملحدوں، دہریوں کو بھی اس لئے مسلمان سمجھتے ہیں کہ وہ زبان سے کلمہ کا اقرار کرتے ہیں یہ بہت بڑی جہالت ہے، زبان سے کلمہ پڑھنا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ہے اس کلمہ کی تشریح جو قرآن و حدیث میں آئی ہے اس کو دل سے ماننے سے مسلمان ہوتا ہے۔

عقائد پر جنّت و دوزخ کا فیصلہ موقوف ہے

عقائد کا معاملہ بہت نازک ہے۔ عقائد کی صحت پر دوزخ کے ہمیشہ والے عذاب سے نجات پانے اور جنّت کی ابدی نعمتوں سے نوازا جانا موقوف ہے جس کا عقیدہ کفریہ ہو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اس لئے اپنے عقیدے درست کرنا اور بچّوں کو صحیح عقائد سمجھانا، سکھانا اس زندگی کا سب سے بڑا فریضہ ہے اور اولاد کی سب سے بڑی ہمدردی ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت کردہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جب عبدالمطلب کی اولاد میں سے کوئی بچّہ بولنے لگتا تھا تو آیت وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سکھاتے تھے۔ یہ آیت سورہ بنی اسرائیل کی سب سے

آخری آیت ہے پندرھویں پارے کے آدھے پر ہے۔ پوری آیت یوں ہے:۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝

ترجمہ: اور آپ فرمادیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے نہ اپنی کوئی اولاد بنائی اور نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی اس کا مددگار ہے جو اس کی کمزوری کی وجہ سے مدد کرتا (وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرسکتا ہے اسے کسی مددگار کی ضرورت نہیں) اور تم اس کی بڑائی بیان کرو۔

اس آیت میں بھی توحید خالص بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جو عقائد ہونے چاہئیں وہ بتائے گئے ہیں بچے کو بالکل شروع سے اس آیت کو یاد کرانے کی تعلیم دینا اسی لئے ہے کہ مسلمان کا کوئی بچہ خدائے پاک کی ذات وصفات کے متعلق عقائد سے جاہل وغافل نہ رہے اور موت آنے تک صحیح مسلمان بنا رہے۔ عقائدِ اسلامیہ تفصیل کے ساتھ شروع کتاب میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نُور سکھانے کا حکم

(۱۵۲) وَعَنْ مُجَاهِدٍ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلِّمُوْا رِجَالَكُمْ سُوْرَةَ الْمَائِدَةِ وَعَلِّمُوْا نِسَائَكُمْ سُوْرَةَ النُّوْرِ۔ (رواہ سعید بن منصور فی سننہ والبیہقی فی شعب الایمان کما فی الجامع الصغیر للحافظ السیوطی)

ترجمہ:۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور اپنی عورتوں کو سورۂ نُور سکھاؤ۔

(الجامع الصغیر ص ۱۶۲، جلد ۲)

تشریح:۔ اس حدیث میں مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان دونوں سورتوں میں بہت سے احکام ہیں۔ سورۂ مائدہ میں حج کا احرام باندھنے والوں کو ہدایت دی گئی ہے اور جن جانوروں کا کھانا حرام ہے ان کی کچھ تفصیل

بتائی ہے، نیز غسل، وضو، تیمم کے احکام بھی بتلائے ہیں۔ اور ڈاکوؤں کو جو سزا دی جائے اس کی تفصیل بھی مذکور ہے۔ کوئی کسی کو قتل کر دے یا کسی کا ہاتھ پاؤں یا ناک کان کاٹ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کا قصاص کیا ہے یہ بات بھی بتائی ہے۔ قسم کے احکام بھی سمجھائے ہیں۔ کئی طرح سے شراب کی مذمت کرتے ہوئے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اور بھی بہت سی ہدایات اور عبرت کی باتوں اور موعظت کے قصوں پر سورۂ مائدہ مشتمل ہے اور سورۂ نور میں زانی اور زانیہ اور تہمت لگانے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے۔ نیز گھروں میں جاتے ہوئے اجازت لینے کا حکم دیا ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کی تعلیم دی ہے اور پردے کے احکام تفصیل سے بتائے ہیں چونکہ اس میں عورتوں سے متعلق احکام خصوصیت سے ذکر کیے گئے ہیں اس لئے حکم ہوا کہ یہ سورت عورتوں کو سکھائی جائے۔

اسلام علم و عمل کا نام ہے

اسلام سراپا عمل کا نام ہے اور ہر انسان کی زندگی سے متعلق اسلام نے احکام بتائے ہیں۔ مرد ہو یا عورت ان احکام پر عمل کرنے سے ہی صحیح مسلمان بنتا ہے وہ تمام احکام جو سب پر فرض ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ ان سب کا سیکھنا اور جاننا تو ہر ایک پر فرض ہے اور جو احکام کسی خاص فرد یا خاص طبقہ اور گروہ سے متعلق ہوں ان کا جاننا خاص اس فرد اور طبقہ اور گروہ پر فرض ہے مثلاً تاجر تجارت کے احکام سیکھے۔ کاشت کار زمین کے مسائل معلوم کرے اور عشر و خراج کی تفصیلات کو جانے، مزارعت کے احکام کو پہچانے۔ صنعت کار اپنی متعلقہ صنعت کے احکام کی تعلیم حاصل کرے غرض کہ ہر پیشے والا اپنے پیشہ کے احکام کو سیکھے، عورتیں اپنے متعلقہ احکام کو معلوم کریں میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں، ماں، باپ اولاد کے حقوق اور اولاد ماں باپ کے حقوق جانیں مویشی والے جانوروں کے حقوق معلوم کریں۔

غفلت اور جہالت کو دور کرنا فرض ہے

آج کل غفلت کا دور دورہ ہے، بے راہ روی کا عالم ہے، بہت سے مردوں اور عورتوں کو کچھ خبر نہیں کہ ان کے ذمہ اسلام کے کیا احکام عائد ہوتے ہیں، ہر شخص اپنی طبیعت کا پابند اور خواہش کا بندہ نظر آتا ہے۔ یہ بہت افسوسناک صورت حال ہے، مسلمان دین سے جاہل

اور غافل ہو یہ اس کے لئے بڑی شرم کی بات ہے غفلت اور جہالت کو دور کرنا فرض ہے۔
نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج آپس کے معاملات رہن سہن اور کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے اور ان کے علاوہ زندگی کی تمام حالتوں کے حکموں کو معلوم کرو جو قرآن اور حدیث میں بتائے گئے ہیں۔ بہت سے مرد و عورت بچپن میں دین سیکھتے نہیں اور بڑے ہو کر لحاظ کی وجہ سے نہیں پوچھتے اور عمر بھر جاہل رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف چلتے ہیں یہ بڑی محرومی ہے۔

بچوں اور بچیوں کو دیندار استادوں اور استانیوں سے دین پڑھواؤ اور جو عورتیں بڑی ہو چکی ہیں مگر دین سے جاہل ہیں ان کو دین کی ضروری باتیں بتانے اور نماز یاد کرانے کا اہتمام کرو جس کی ترکیب یہ ہے کہ روزانہ یا کم از کم ہفتہ میں ایک روز مقرر کر کے پردہ کے ساتھ کسی مقررہ مکان میں گھر گھر سے آ کر عورتیں جمع ہوا کریں اور ایک دوسرے کو سیکھنے سکھانے میں لگ جایا کریں۔ زبانی تعلیم بھی کریں اور کتابی تعلیم بھی۔

زبانی تعلیم یہ ہے کہ جس کو کلمہ یاد نہ ہو اس کو کلمہ یاد کرائیں۔ جسے نماز یاد نہ ہو اسے نماز سکھا دیں، بار بار کہلا دیں اور جسے یاد ہو وہ انجان کو حقیر نہ سمجھے نہ اپنی فضیلت جتائے نہ ایسے انداز میں بات کرے جس سے کسی کا دل دکھے۔ آپس میں نماز اور وضو کے فرضوں سنتوں کا تذکرہ کریں، پوچھ گچھ کریں، جسے معلوم نہ ہو بتا دیں، دین پر چلنے کی تاکید کریں، خدا کا خوف دلوں میں بٹھا دیں۔ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ و بزرگان دین کے قصے سنائیں۔

کتابی تعلیم یہ ہے کہ دینی کتابوں میں سے کوئی کتاب لے کر پڑھی جائے۔ جو معتبر ہو اور اس کا مصنّف خدا ترس دیندار ہو اور واقعی عالم ہو، ایک پڑھے اور باقی سب غور و فکر کے ساتھ سنیں اور سن کر عمل شروع کر دیں۔ کتابیں بہت سی چھپ گئیں ہیں ہم چند کتابوں کے نام لکھتے ہیں ان کو منگا کر سنو اور پڑھو اور سب کو سناؤ اور خوب سمجھا دو تو اس کے بعد دوسرا مضمون شروع کرو۔

چند دینی کتابوں کے نام (۱) نصائح نبویؐ (۲) امتِ مسلمہ کی مائیںؓ (۳) رسول اللہؐ کی صاحبزادیاںؓ (۴) حکایاتِ صحابہؓ (۵) سیرت خاتم الانبیاءؐ (۶) تبلیغِ دین (۷) بہترین جہیز

(۸) تعلیم الدین (۹) فضائل نماز (۱۰) فضائل تبلیغ (۱۱) فضائل صدقات (دونوں حصے) (۱۲) فضائل حج (۱۳) فضائل قرآن (۱۴) ذکرالٰہی (۱۵) حیوۃ المسلمین (۱۶) آداب المعاشرت (۱۷) اغلاط العوام (۱۸) اکرام المسلمین (۱۹) مرنے کے بعد کیا ہوگا (مرتبہ احقر مؤلف) (۲۰) فضائل رمضان (۲۱) گناہ بے لذت (۲۲) دوزخ کا کھٹکا (۲۳) جنت کی کنجی (۲۴) رسول اللہؐ کی پیشین گوئیاں (۲۵) اصلاح الرسوم (۲۶) مسنون دعائیں (۲۷) فروع الایمان (۲۸) معارف الحدیث (۲۹) کسب حلال وادائے حقوق (۳۰) فضائل درود شریف (۳۱) جزاء الاعمال۔ (۳۲) ذکراللہ (۳۳) مسلم خواتین کے لئے بیس سبق (۳۴) اسلامی اخلاق (۳۵) ہماری مصیبتوں کے اسباب اور ان کا علاج (۳۶) آئینہ نماز (۳۷) فضائل علم (۳۸) قصد السبیل (۳۹) فضائل ذکر (۴۰) اسلام کیا ہے؟

بچوں کو نماز سکھانے کا اہتمام کرنا لازم ہے

(۱۵۳) عَنْ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرَةَ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت سبرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ جبکہ وہ سات سال کے ہوں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کی پٹائی کرو جبکہ وہ دس سال کے ہوں (سنن ترمذی ص ۵۸ ج ۱)

تشریح: اس حدیث میں بچوں کو نماز سکھانے اور ان سے نماز پڑھوانے کا حکم دیا ہے درحقیقت عمل صحیح بغیر علم صحیح کے نہیں ہوسکتا۔ انسان جب دنیا میں قدم رکھتا ہے تو بالکل سادہ ہوتا ہے کچھ نہیں جانتا اور جاننے کے قابل بھی نہیں ہوتا۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے سمجھ آتی ہے دنیا چونکہ سامنے ہے اور اس کے تقاضے ہر وقت پیش نظر ہیں اس لئے دنیا میں کام آنے والی باتیں کچھ لوگوں کی دیکھا دیکھی انسان سیکھ لیتا ہے اور کچھ محنت اور کوشش کرکے حاصل کرلیتا ہے لیکن دیندار ہونا چونکہ موت کے بعد کام دے گا اور آخرت

کے تقاضے اس وقت سامنے نہیں ہیں اس لئے دینداری کی طرف انسان کا ذہن بہت کم چلتا ہے۔

ماں باپ کا فریضہ ہے کہ بچوں کو دین سکھائیں اور دین کو سب سے زیادہ اہمیت دیں، کیونکہ دین ہی آخرت کی ہمیشہ والی زندگی میں کام دینے والا ہے۔ بہت سے لوگ بچوں سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں، مگر ان کی یہ محبت صرف دنیاوی آرام وراحت تک محدود رہتی ہے۔ ان کی اصل ضرورت یعنی آخرت کی نجات اور موت کے بعد کے آرام وراحت کی طرف توجہ نہیں۔ حلال مال سے حلال طریقے پر کھلانا پلانا اور پہنانا اچھی بات ہے۔ لیکن انسان کی سب سے بڑی ضرورت آخرت کا آرام اور سکون ہے اولاد کو دینی علوم اور اعمال سے غافل اور جاہل رکھنا بہت بڑا ظلم ہے۔ بچہ کو اللہ کے نام سے آشنا کریں اور ایسے طور طریقے خود اختیار کریں کہ ان کو دیکھ کر بچے کے ذہن میں اسلامی اعمال کی محبت پیدا ہوتی چلی جائے اور جیسے جیسے بچہ ہوش سنبھالتا جائے اسلام کے کام اس کے ذہن میں راسخ ہوتے چلے جائیں۔

اولاد کے بارے میں دورِ حاضر کے لوگوں کی بدحالی

بچوں کی خوشی کے لئے ان کو غیر ضروری لباس بھی پہناتے ہیں، ان کے لئے تصویریں، مورتیاں خرید کر لاتے ہیں اور اپنے گھروں کو ان کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں سے محروم رکھتے ہیں، ادھار قرض کر کے ان کی جائز ناجائز ضرورتوں اور شوقیہ زیب وزینت اور فیشن پر اچھی خاصی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن ان کو دین پر ڈالنے کی فکر نہیں کرتے یہ بچوں کے ساتھ بہت بڑی دشمنی ہے۔ اگر دین نہیں تو آخرت کی تباہی ہوگی۔ وہاں کی تباہی کے سامنے دنیا کی ذراسی چنک مٹک اور چہل پہل کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اپنی اولاد کے سب سے بڑے محسن وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کو دینی علم پڑھاتے ہیں اور دینی اعمال پر ڈالتے ہیں۔ یہ علم نہ صرف اولاد کے لئے بلکہ خود ان کے والدین کے لئے بھی قبر میں اور آخرت میں نفع مند ہوگا۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے اِنَّ النَّاسَ نِيَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا انْتَبَهُوْا یعنی لوگ سو رہے ہیں۔ جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔

آخرت سے بے فکری کی زندگی گذارنے میں انسان کا نفس خوش رہتا ہے اور یہی حال بال بچوں اور دوسرے متعلقین کا ہے۔ اگر آخرت کی باتیں نہ بتاؤ اور کھلائے پلائے جاؤ

دنیا کا نفع پہنچائے جاؤ تو ہشاش بشاش رہتے ہیں اور اس تغافل کو باعثِ نقصان نہیں سمجھتے لیکن جب آنکھیں بند ہوں گی اور قبر کی گود میں جائیں گے اور موت کے بعد کے حالات دیکھیں گے تو حیرانی سے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی عالم آخرت کی ضرورتیں اور حاجتیں جب سامنے ہوں گی تو غفلت پر رنج ہوگا اور حسرت ہوگی کہ کاش آج کے دن کے لئے خود بھی عمل کرتے اور اولاد کو بھی یہاں کی کامیابی کی راہ پر ڈالتے مگر اس وقت حسرت بے فائدہ ہوگی۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچّوں کو ہوش سنبھالتے ہی اسکول اور کالج کی نذر کر دیتے ہیں یا محنت و مزدوری پر لگا دیتے ہیں، نماز روزہ سکھانے اور بتانے اور دینی فرائض سمجھانے اور ان پر عمل کرانے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ شادیاں ہوجاتی ہیں۔ باپ دادا بن جاتے ہیں لیکن بہت سوں کو کلمۂ طیبہ بھی صحیح یاد نہیں ہوتا۔ نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے اس سے بھی واقف نہیں اسّی اسّی سال کے بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ دین کی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں جانتے۔

جہالت کی وجہ سے بیٹے پوتے باپ دادا کا جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتے

جب باپ دادا کی موت ہو جاتی ہے تو اوّل تو بیٹے پوتے جنازے کو ہاتھ لگانے سے گھبراتے ہیں، کوئی غسل دینے کو تیار نہیں ہوتا آخر غیر لوگ نہلاتے ہیں اور بعض جگہ تو کرایہ کے لوگ آکر غسل دیتے ہیں، گھر کے لوگ کفن دینا بھی نہیں جانتے کہ کپڑے کتنے ہوں اور کیسے پہنائے جائیں۔ پھر جب دوسرے لوگوں نے (جو عموماً نمازی اور دیندار ہی ہوتے ہیں) نہلا دُھلا کر کفن دے دیا تو مسجد کی طرف جنازہ لے کر چلتے ہیں وہاں امام صاحب سے جنازہ پڑھواتے ہیں حالانکہ شرعاً جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑا حقدار میّت کا ولی ہے لیکن یہ ولی مرنے والے کا بیٹا یا پوتا نماز پڑھانے سے عاجز ہے کیونکہ نماز جنازہ یاد نہیں ہوتی۔ بعض مرتبہ تو جگ ہنسائی سے بچنے کے لئے میّت کے رشتہ دار جنازے کی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پڑھنا کیا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نماز سے دور علیحدہ کھڑے رہتے ہیں۔ وجہ کیا ہے کہ اپنے خاص لوگ نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے سے عاجز ہیں؟ کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مرنے والے نے ان لوگوں کو دینی تعلیم نہیں دی ان کو دین پر نہیں ڈالا نماز روزہ نہیں سکھایا بڑی بڑی جائیدادیں خرید

کر اولاد کے نام کر دیں مگر اس قابل بنا کے نہ چھوڑا کہ باپ کا جنازہ ہی صحیح طور پر پڑھ لیتے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

جب کہا جاتا ہے کہ اولاد کو قرآن پڑھاؤ، دین سکھاؤ اور نماز روزہ پر ڈالو تو بعض ماں باپ کہہ دیتے ہیں کہ اپنے بچہ کو ملا تھوڑا ہی بنانا ہے، یہ تو افسر بنے گا افسر!! اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیندار ہونا اور نماز کا پابند ہونا بے فائدہ چیز ہے اور دیندار ہونا کوئی گھٹیا کام ہے جو لائق حقارت ہے۔ العیاذ باللہ۔ اسلام کے نام لیوا کیسی کیسی جاہلانہ باتیں کرتے ہیں۔ کیا قبر میں انگریزی فیشن، انگریزی طور طریق، انگریزی کا پڑھنا لکھنا کام دے گا؟ اور کیا دنیا کی افسری اور کوٹھی بنگلے کی رہائش وہاں نجات دلا دے گی؟ ہرگز نہیں! وہاں تو ایمان اور نیک اعمال، نماز روزہ، ذکر، تلاوت سے کام چلے گا اگر آخرت حق ہے جیسا کہ سب مسلمان جانتے ہیں تو اس کے لئے دوڑ دھوپ کیوں نہیں اور اولاد کو وہاں کے لئے فکرمند کیوں نہیں بناتے اور اعمالِ صالحہ پر کیوں نہیں ڈالتے؟ حقیقت میں ایمان و یقین کی کمی ایک بہت بڑا مرض ہے جس نے آخرت سے غافل کر رکھا ہے۔

سات سال کے بچے کو نماز سکھاؤ اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ سات سال کا بچہ ہو تو اسے نماز سکھاؤ۔ دوسری روایت میں ہے کہ سات سال کا ہو تو اسے نماز پڑھنے کا حکم کرو اور دس سال کا بچہ ہو تو نماز نہ پڑھنے پر اس کی پٹائی کرو۔ بات یہ ہے کہ دونوں چیزوں کی ضرورت ہے نماز سکھانا بھی ضروری ہے اور نماز پڑھوانا بھی، بچے کو جب نماز سکھائیں گے نہیں تو کیسے پڑھے گا؟ چونکہ نماز ایمان کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے اس لئے اس کا سکھانا اور تعلیم دینا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ لوگ اپنی اولاد کو صنعت و حرفت میں ڈالتے ہیں، تجارت کے گر سکھاتے ہیں، معاشرے میں زندہ رہنے کے آداب بتاتے ہیں مگر نماز سیکھنے سکھانے سے غفلت برتتے ہیں۔ یہ زندگی بہت شرم کی زندگی ہے۔

اے مسلمانو! اپنے بچوں کو نمازیں سکھاؤ اور نماز پڑھنے کی تاکید کرو۔ دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کی پٹائی کرو۔ یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بہت سے مرد و عورت خود تو نمازی ہوتے ہیں مگر اولاد کو نمازی بنانے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ یہ ان کی

بربادی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ جب بچہ کو اسکول کے حوالہ کر دیا اور نمازیں پڑھنے کی چیزیں نہ سکھائیں۔ رکعتوں کی تعداد نہ بتائی، فرائض و واجبات سے واقف نہ کرایا اور بچہ اسکول و کالج میں پڑھتے پڑھتے ایسی عمر کو پہنچ گیا کہ اسے دنیا کا ذوق لگ گیا اور ماں باپ کی گرفت سے آزاد ہو گیا ہو تو اب اُسے صحیح راہ پر چلنا نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ شروع ہی سے دینی ذہن بنایا جائے اور آخرت کے کاموں پر لگایا جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اولاد کو نماز کے لئے کہتے ہیں مگر کوئی پڑھتا ہی نہیں ان کا یہ کہنا بالکل عذر لنگ ہے۔

اوّل تو کہنے کی طرح کہتے نہیں صرف منہ چھوتے ہیں حالانکہ حدیث میں ارشاد ہے کہ بچے دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پران کی پٹائی کرو۔ اگر بچہ سے ایک دو آنہ کا نقصان ہو جائے تو ڈانٹ ڈپٹ اور مارپیٹ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، دو چار لگا کر دم لیتے ہیں لیکن نماز کے لئے صرف ہلکے سے لہجے میں کہہ دیتے ہیں اس بارہ میں ڈانٹ ڈپٹ کو بھول جاتے ہیں اگر آخرت کی اہمیت ہوتی تو نماز کے ناغہ کرنے کو دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے نقصان کے مقابلے میں بہت بڑا نقصان سمجھتے اور اس کے لئے فکر مند ہوتے۔

اگر تمہارا لڑکا دین کے طریقہ پر چل کر دوزخ سے بچ گیا اور دنیا میں بھوکا رہا تو یہ بڑی کامیابی ہے اور اگر اس نے لاکھوں روپیہ کمایا اور بڑی بلڈنگیں بنائیں مگر خدا سے دور رہ کر اور گناہوں میں پڑ کر دوزخ مول لی تو اس کے لئے جائیداد بیکار بلکہ وبال ہے۔

عورتوں کی بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی اولاد کو دیندار بنائیں اور دوزخ سے بچائیں ہر بچہ کم از کم نو دس سال تو اپنی ماں کے پاس ہی رہتا ہے اس عمر میں اُسے دین کی باتیں سکھا دو اور دیندار بنا دو، اگر اولاد دیندار ہوگی تو تمہارے لئے دُعا کرے گی اور جو دینی علم تم نے سکھایا اس پر عمل کرے گی تو تم کو بھی اجر و ثواب ملے گا۔

سب سے پہلا مدرسہ ماں باپ کی گود ہے

بچوں کی تعلیم اور تربیت یعنی ان کو دین کا علم سکھانے اور دین کا عمل کر کے دکھانے اور عمل کا شوق پیدا کرنے کا سب سے پہلا مدرسہ ان کا اپنا گھر اور ماں باپ کی گود ہے۔ ماں باپ، عزیز قریب بچوں کو جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ سکتے

ہیں۔ بچہ کا سنوار اور بگاڑ دونوں گھر سے چلتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے اصل ذمہ دار ماں باپ ہی ہیں۔ بچپن میں ماں باپ ان کو جس راستہ پر ڈال دیں گے اور جو طریقہ بھلا یا بُرا سکھا دیں گے وہی ان کی ساری زندگی کی بنیاد بن جائے گا۔ بچہ کے دل میں خدا کا خوف، خدا کی یاد، خدا کی محبت اور آخرت کی فکر اسلام کے حکموں سے سیکھنے سکھانے اور ان کے مطابق زندگی گذارنے کا جذبہ پیدا ہو جانے کی پوری پوری کوشش کرنا لازم ہے۔ اس کو نیک عالموں اور حافظوں کی صحبتوں میں دین کی تعلیم دلاؤ، قرآن شریف حفظ کراؤ، قرآن و حدیث کے معنی اور مطلب سمجھنے کے لئے عربی پڑھاؤ، ان کو حرام سے پرہیز کراؤ اور دیانت داری، حیا شرم، سخاوت، صبر، شکر، حلم، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور اسی طرح کے دوسرے اچھے اخلاق کی تعلیم دو۔

بچوں کی تعلیم و تادیب مالی صدقہ سے افضل ہے اور اچھے ادب سے بڑھ کر اولاد کے لئے کوئی عطیہ نہیں

(۱۵۴) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو ادب سکھائے تو بلاشبہ یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۳ بحوالہ ترمذی)

(۱۵۵) وَعَنْ أَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ[1] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نَّحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ (رواہ الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن سعید سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے ادب سے بڑھ کر ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۳ بحوالہ ترمذی و بیہقی)

---

[1] ھو جد ایوب بن موسٰی۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی تربیّت کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے۔ بات یہ ہے کہ بچّے بالکل سادہ لوح ہوتے ہیں اگر ان کی تربیّت نہ کی جائے اور علم وعمل سے آراستہ نہ کیا جائے تو صرف دیکھنے میں وہ انسان نظر آتے ہیں اور ان کے اخلاق و عادات وحشیانہ اور طور طریق بہیمانہ ہو جاتے ہیں۔

اولاد کی تعلیم وتربیّت سے غفلت کرنے والے

بہت سے لوگوں کو اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں۔ والدین اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ بچّوں کے لئے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کر دیتے ہیں لیکن ان کی باطنی پرورش یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے اپنے ماں باپ نے ان کا ناس کھویا تھا انہیں پتہ ہی نہیں کہ تربیّت کیا چیز ہے اور بچّوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں اور اس عظیم غفلت میں ان لوگوں کا بھی بڑا حصّہ ہے جو خود تو نمازی ہیں اور کچھ اخلاق و آداب سے بھی واقف ہیں لیکن ملازمت یا تجارت میں کچھ اس طرح اپنے آپ کو پھنسا دیا ہے کہ بچّوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے ان کے پاس گویا وقت ہی نہیں حالانکہ زیادہ کمانے کی ضرورت اولاد ہی کے لئے ہوتی ہے۔ جب زیادہ کمانے کی وجہ سے خود اولاد ہی کے اعمال و اخلاق کا خون ہو جاتے تو ایسا کمانا کس کام کا؟

بعض لوگ ایسے بھی دیکھے ہیں جو اچھا خاصا علم بھی رکھتے ہیں مصلح بھی ہیں اور مرشد بھی ہیں، دنیا بھر کے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں، سفر پر سفر کرتے رہتے ہیں۔ کبھی یہاں وعظ کیا کبھی وہاں تقریر کی۔ کبھی کوئی رسالہ لکھا کبھی کتاب تالیف کی لیکن اولاد کی اصلاح سے بالکل غافل رہتے ہیں، حالانکہ اپنے گھر کی خبر لینا سب سے بڑی ذمّہ داری ہے۔ اولاد کی جانب سے جب چند سال غفلت برت لیتے ہیں اور ان کی عمر دس بارہ سال ہو جاتی ہے تو اب ان کو صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں توجہ تو ہے لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم اور حقیقی ادب سے بالکل محروم رکھتے ہیں یعنی اولاد کو اسلام نہیں سکھاتے۔ بیس بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے جنہیں کلمہ تک یاد نہیں، یہ لوگ نہ نماز جانتے

ہیں نہ اس کے فرائض نہ واجبات، نہ اسلام کے عقائد پہچانیں نہ دین کو جانیں، اس قسم کے لڑکوں اور لڑکیوں کے والدین یورپ کے طور طریق سب کچھ سکھاتے ہیں، کوٹ پتلون پہننا بتلاتے ہیں، اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں، ناچ رنگ کے طریقے سمجھاتے ہیں، عورتیں بیاہ شادی کی رسمیں بتاتی ہیں شرکیہ باتوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح سے ماں باپ دونوں مل کر بچوں کا خون کر دیتے ہیں اور طرّہ یہ ہے کہ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ اور بچی موڈرن ہیں انگریز بن رہے ہیں، ترقی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی آخرت برباد ہوگئی، اعمالِ صالحہ سے خالی ہیں، اخلاقِ حسنہ سے کورے ہیں، آدابِ اسلامیہ سے نابلد ہیں اور عقائد بھی صحیح نہیں، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ موت کے بعد کی ابدی زندگی کی بہتری اور وہاں کی نجات صحیح عقائد اور صحیح اعمال پر ہی منحصر ہے۔

صحیح عقائد اور صحیح اعمال اور صحیح آداب وہ ہیں جو ہادیٔ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھائے اور اللہ کی کتاب قرآن حکیم نے بتلائے، جو ان سے خالی ہے اس کے لئے آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے دنیا کی چند دن کی جھوٹی بہار آخرت کے ابدی عذاب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتی بہت سے مدعیانِ اسلام اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے۔

ادب کا معنیٰ اور مطلب ادب بہت جامع کلمہ ہے۔ انسانی زندگی کے طور طریق کو ادب کہا جاتا ہے، زندگی گذارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں۔ بندہ اللہ جل شانہٗ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمہ دار بنایا گیا ہے یہ وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ کے اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لئے ضروری ہیں، فرائض اور واجبات سنن اور مستحبات وہ امور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں ان میں ان احکام کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہیں ان میں بھی واجبات ہیں اور مستحبات ہیں اور ان کی تفصیل و تشریح بھی شریعتِ محمدیہ میں وارد ہوئی ہے یہ وہ آداب ہیں جن کا برتنا مخلوق

کے لئے باعثِ راحت ورحمت ہے۔ خلاصہ یہ کہ لفظ ادب کی جامعیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے یہ جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی بخشش نہیں دی اس میں پورے دین کی تعلیم آجاتی ہے کیونکہ دینِ اسلام اچھے ادب کی مکمل تشریح ہے بہت سے لوگ لفظ ادب کے معروف معنی لے کر اس کا رواجی مطلب لے لیتے ہیں اور انہوں نے اٹھنے بیٹھنے کے طریقوں تک ہی ادب کا انحصار سمجھ رکھا ہے۔

بہت سے لوگ سخی ہیں مگر اولاد سے غافل ہیں

حدیث میں جو فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو ادب سکھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے اس میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ صدقہ خیرات اگرچہ فی نفسہ بہت بڑی عبادت ہے (اگر اللہ کی رضا کے لئے ہو) لیکن اس کا مرتبہ اپنی اولاد کی اصلاح پر توجہ دینے سے زیادہ نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے مال دیا ہے۔ اس میں سے صدقہ خیرات کرتے رہتے ہیں اور اولاد کی طرف سے پوری غفلت برتتے ہیں، مسکین آرہے ہیں گھر پر کھا رہے ہیں، غریبوں کی روٹی بندھی ہوئی ہے مدرسہ اور مسجدوں میں چندہ جا رہا ہے لیکن اولاد بے ادب بداخلاق بے دین بلکہ بددین بنتی چلی جا رہی ہے۔ صدقہ خیرات کرنے پر خوش ہیں اور خوش ہونا بھی چاہیئے لیکن اس سے بڑھ کر عمل جو ہے جس کی ذمّہ داری ڈالی گئی ہے وہ اپنی اولاد کو ادب سکھانا ہے یعنی اللہ کے راستہ پر ڈالنا ہے۔ اس کے لئے فکرمند ہونا لازمی امر ہے اس غفلت سے نسلیں کی نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں

اولاد کو آداب سکھانا سب سے بڑا عطیہ ہے

حدیث میں اچھے ادب کو اولاد کے حق میں سب سے بڑی بخشش قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ادب کی وجہ سے انسان میں انسانیت جلوہ گر ہوتی ہے اللہ کے حقوق کو پہچانتا ہے اور بندوں کے حقوق بھی سمجھتا ہے اور اس کی وجہ سے حقیقی انسان بنتا ہے اگر اولاد کو مال دے دیا، بنگلہ بنا کر ہبہ کر دیا۔ دھن دولت سے نواز دیا اور زندگی گذارنے کے وہ طریقے نہ بتلائے جس سے اللہ راضی ہو اور مخلوق کو راحت پہنچے تو جو کچھ مال و دولت اولاد کو دیا جائے گا یہ سب گناہوں میں اور اللہ کی نافرمانیوں میں اور ماں باپ کی ایذا رسانیوں میں

ٖ ایک صاع ۳½ سیر کا ہوتا ہے۔

خرچ ہوگا۔ ادب سے خالی اولاد ماں باپ کو دکھ دے گی۔ خود ان کے سینہ پر مونگ دلے گی جیسا کہ یہ سب چیزیں روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ آئے دن ان کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

غیر اسلامی طور طریق آداب نہیں ہیں

بہت سے لوگ اولاد کو ادب تو سکھاتے ہیں لیکن دشمنانِ اسلام نے جو زندگی کے آداب بتا رکھے ہیں انہی کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں اسلام کے خلاف جو چیزیں ہیں وہ آداب نہیں ہیں وہ تو انسانیت کا خون کرنے والی چیزیں ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں اسلامی آداب ختم ہو چکے ہیں، شرم و حیا ناپید ہو چکی ہے۔ بڑوں کی عزت کی کوئی پرواہ نہیں رہی، حلال و حرام کا کوئی دھیان نہیں رہا۔ ان سب چیزوں کے نتیجے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں، لڑکیاں اغوا ہو رہی ہیں، بے بیاہی لڑکیاں صاحبِ اولاد بن رہی ہیں۔ ماں باپ کو ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی ہے بلکہ مال پر قبضہ کرنے کے لئے باپ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واقعات سُنے گئے ہیں اور طرح طرح کے عیوب جڑ پکڑ چکے ہیں۔ بے شرمی اختیار کر کے پھولے نہیں سماتے خوش ہیں کہ میں موڈرن ہو گیا۔ میری اولاد نے یورپ والوں کا لباس پہن لیا، امریکہ والوں کی نقل اتار لی، ایسے لوگ برائی کو برائی تک نہیں سمجھتے۔ ان کو چھوٹنے اور چھڑانے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

اللہ جل شانہٗ امتِ محمدیہ پر رحم فرمائے اور دینی سمجھ دے اور اسلامی اخلاق و آداب سے آراستہ ہونے کی فکر نصیب فرمائے۔ انّہ علیٰ کلّ شیٍٔ قدیر وھو المیسّر لکلّ عسیر۔

اہل وعیال کو اللہ سے ڈراتے رہو

(۱۵۶) وَعَنْ مُعَاذٍؓ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَھْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوۃً مَّكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوۃً مَّكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰہِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ رَاْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَاِیَّاكَ وَالْمَعْصِیَةَ

فَاِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ وَاِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَاِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَاَنْتَ فِيْهِمْ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَاَخِفْهُمْ فِى اللّٰهِ[1] (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی (۱) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا اگرچہ تو قتل کر دیا جائے اور تجھے جلا دیا جائے (۲) اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگرچہ تجھے حکم دیں کہ اپنے گھر والوں کو اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکل جا (۳) فرض نماز ہرگز قصداً نہ چھوڑ کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا (۴) شراب ہرگز مت پی کیونکہ وہ بے حیائی کی جڑ ہے (۵) گناہ سے بچ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے (۶) میدانِ جہاد سے مت بھاگ اگرچہ (دوسرے) لوگ (تیرے ساتھی) ہلاک ہو جائیں (۷) جب لوگوں میں (وبائی) موت پھیل جائے اور تُو وہاں موجود ہو تو وہاں جم کر رہنا (اس جگہ کو چھوڑ کر مت جانا) (۸) اور جن کا خرچہ تجھ پر لازم ہے (بیوی بچے وغیرہ) ان پر اپنا اچھا مال خرچ کرنا (۹) اور ان کو ادب سکھانے کے پیشِ نظر ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا (۱۰) اور ان کو (اللہ کے احکام و قوانین) کے بارے میں ڈراتا رہنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۸ بحوالہ مسند احمد)

تشریح: اس حدیث میں جن باتوں کی نصیحت فرمائی ہے بہت اہم ہیں وردِ زبان اور حرزِ جان بنانے کے قابل ہیں آبِ زر سے لکھی جائیں تب بھی ان کا حق ادا نہیں ہو گا۔ ہم نے نصیحت ۹ اور ۱۰ کے جوڑ سے تعلیم و تربیت کے ذیل میں اس کو لیا ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان نصیحتوں پر عمل کرے۔

پہلی نصیحت: یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا، اگر تجھے قتل کر دیا جائے اس میں شرک کی اور مشرک کی مذمت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شرک سے اس قدر

---

[1] کذا فی المشکوٰۃ عن معاذ من غیر انتساب و اخرجہ الامام احمد فی المسند ص۲۳۸ ج ۵ فی مسند معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ۔

پرہیز لازم ہے کہ اگر شرک سے پرہیز کرنے کی وجہ سے قتل کیا جانے لگے یا آگ میں ڈالا جانے لگے تب بھی زبان سے شرک کا کوئی کلمہ نہ نکالے اور نہ شرکیہ عمل کرے۔ اس میں افضل اور اعلیٰ مرتبہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جان جاتی ہے تو چلی جائے لیکن کفر و شرک کا کلمہ کسی بھی دباؤ اور خوف سے نہ کہے اور اس بارے میں کسی بھی طاقت کے سامنے نہ جھکے یہ ایمان کا اونچا مرتبہ ہے۔ اگرچہ اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ جان جانے کا واقعی خطرہ ہو تو صرف زبان سے کفر و شرک کا کلمہ کہہ کر جان بچالے لیکن دل سے مومن ہی رہے۔ اعتقاد قلبی نہ بدلے۔ کما قال اللہ تعالیٰ شانہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ہ

دوسری نصیحت: یہ فرمائی کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کر۔ یعنی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے ان کو تکلیف پہنچے۔ اولاد پر واجب ہے کہ والدین کی فرمانبرداری کریں۔ وہ جو کہیں اس کو مانیں (بشرطیکہ گناہ کرنے کو نہ کہیں کیونکہ گناہ کرنے میں کسی کی فرمانبرداری نہیں) ماں باپ کی بات نہ ماننا ان کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف دینا یہ سب عقوق میں داخل ہیں جس سے حدیث شریف میں سختی سے منع فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں یہاں تک فرمادیا کہ اگر ماں باپ یوں کہیں کہ اپنے گھر بار سے نکل جا، تب بھی ان کی فرمانبرداری کے لئے یہاں تک تیار رہنا چاہیئے۔ یہ بات الگ ہے کہ ماں باپ خود ہی کوئی ایسا حکم نہ دیں گے جس سے ان کی اپنی اولاد کو یا اولاد کی اولاد کو تکلیف پہنچے یا بیٹے کی بیوی کسی تکلیف میں مبتلا ہو یا بیٹی کا شوہر کسی مصیبت سے دوچار ہو۔

تیسری نصیحت: یہ فرمائی کہ فرض نماز ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہو گیا، یعنی نماز کی پابندی کرتے ہوئے یہ شخص اللہ کے یہاں باعزت تھا ثواب کا مستحق تھا۔ امن و امان میں تھا، نماز فرض چھوڑنے سے اللہ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہی کہ اس کو امن و امان اور عزت سے رکھے اور مصائب دنیا اور عذاب آخرت سے بچائے۔ بہنو دیکھو کتنی بڑی بات ہے فرض نماز کبھی نہ چھوڑنا۔ نہ گھر پر نہ سفر میں نہ دکھ درد میں نہ بیماری میں نہ غریبی میں نہ مالداری میں۔

چوتھی نصیحت: یہ فرمائی کہ شراب ہرگز نہ پی، کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے جس طرح سے

نماز اُمّ العبادات ہے یعنی سب عبادتوں کی جڑ ہے، جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے اور طرح طرح کی عبادات نماز کی پابندی کی وجہ سے ادا ہوتی رہتی ہیں مثلاً تسبیح، درود، استغفار، تلاوت، نفلیں، دعائیں یہ سب چیزیں نماز کی برکت سے عمل میں آتی رہتی ہیں اور ان کے علاوہ بہت سی نیکیاں نماز کے جوڑ اور تعلق سے ادا ہو جاتی ہیں بالکل اس کے برعکس شراب ہے جو اُمّ الخبائث ہے یعنی جو شراب پی لے وہ ہر طرح کی بے ہودگی، بے حیائی، بدمعاشی اور حیوانیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی کو برائیوں سے روکتی ہے اور شراب پی کر عقل پر پردہ چھا جاتا ہے جس کی وجہ سے نشہ میں انسان ہر وہ حرکت کر گزرتا ہے جس کی اجازت نہ مذہب دیتا ہے نہ انسانیت دیتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ. یعنی شراب نہ پی کیونکہ وہ ہر بُرائی کی کنجی ہے۔ سچ فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو قومیں شراب پیتی ہیں ان کی حالت نظروں کے سامنے ہے یہ لوگ ہر بُرے سے بُرا گندہ کام کر گذرتے ہیں جو نام کے مسلمان اس ناپاک چیز کے پینے کو اختیار کر لیتے ہیں وہ بھی یورپ اور امریکہ کے گندے لوگوں کی طرح بے حیائی اور بے شرمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پانچویں نصیحت:۔ یہ فرمائی کہ گناہ مت کرنا، کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو انسان خداوند قدوس کی فرمانبرداری میں لگا رہے اور گناہوں سے پرہیز کرتا رہے اسے اللہ جل شانہٗ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ اُسے مصائب دنیا اور عذاب آخرت سے بچاتے ہیں اور جیسے ہی گناہ کر لیا تو بس اللہ تعالیٰ کے غصہ اور نزول عذاب کا مستحق ہو گیا۔ گناہ مصیبت کا سبب ہے اس کی وجہ سے طرح طرح کی وبائیں نازل ہوتی ہیں آج کل ہمارا سارا معاشرہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔ مرد عورت، بوڑھے جوان، حاکم محکوم، امیر، غریب سب گناہوں میں لت پت ہیں خال خال کوئی شخص ہے جس کے گناہ کم ہوں ورنہ سب ہی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہیں اور عذاب خداوندی کو ہر وقت دعوت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

اور لطف یہ ہے کہ سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مصیبتیں اور آفتیں، زلزلے، سیلاب ہماری

بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں لیکن اس اقرار کے باوجود گناہ چھوڑنے کو تیار نہیں مصیبتیں اقرارِ گناہ سے نہیں ٹلیں گی ترکِ گناہ سے دفع ہوں گی۔ اس بارے میں احقر کا مفصل رسالہ "ہماری مصیبتوں کے اسباب اور ان کا علاج" ملاحظہ فرمائیں۔

چھٹی نصیحت:۔ یہ فرمائی کہ میدانِ جہاد سے مت بھاگنا۔ اگرچہ دوسرے لوگ یعنی تیرے ساتھی ہلاک ہو جائیں جب کسی جگہ کافروں سے مقابلہ ہو تو جم کر جنگ کرنا چاہیے جو مسلمانوں کی خاص امتیازی شان ہے، بعض حالات میں میدان سے چلا جانا بھی جائز ہے لیکن بہت سے حالات میں ضروری ہو جاتا ہے کہ میدان ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اگر ایک ہی شخص باقی رہ جائے تو وہ تنہا ہی لڑ لڑ کر جان دے دے۔ اس حدیث میں یہی بات بتائی ہے اور آیت قرآنی وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ میں بھی اس کے احکام بتائے ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

ساتویں نصیحت:۔ یہ فرمائی کہ جب کسی جگہ ایسی وبا پھیلی ہوئی ہو جس سے موتیں ہو رہی ہوں تو وہاں سے کسی اور جگہ مت جانا بلکہ وہیں رہنا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فاذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه واذا وقع بأرض وانتم بها فلا تخرجوا فرارًا منه (رواه البخاری ومسلم) یعنی جب تمہیں معلوم ہو کہ فلاں سرزمین میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ طاعون پھیل جائے جہاں تم پہلے سے ہو تو طاعون سے بھاگ جانے کی نیت سے وہاں سے نہ نکلو بڑے بڑے عالموں نے اس کی حکمت یہ بتائی ہے کہ جس جگہ وبا پھیلی ہوئی ہو۔ اگر صحت مند لوگ وہاں سے بھاگ جائیں گے تو بیماروں کی تیمارداری اور خدمت نیز مرنے والوں کی تجہیز و تکفین یعنی غسل اور کفن، دفن کرنے والے اور نماز جنازہ ادا کرنے والے نہ رہیں گے اور پھر زندہ بیماروں اور مردہ لاشوں کا بُرا حال ہوگا، رہا یہ خیال کہ جو لوگ رہیں گے انہیں بھی وبائی مرض لگ جائے گا تو اس کے بارے میں سمجھ لینا چاہیئے کہ خدائے پاک کی مشیّت اور ارادہ کے بغیر کسی کو مرض نہیں لگ سکتا اور نہ موت آسکتی ہے۔ جب اللہ پاک کی قضاء و قدر کے مطابق مرض لگنا ہوگا یا موت

آنی ہوگی تو کوئی نہ بچا سکے گا۔ اور یہ جو فرمایا کہ جس جگہ تمہیں پتہ چلے کہ وہاں وبائی مرض ہے وہاں نہ جاؤ اس میں بھی بہت بڑی حکمت ہے کیونکہ وہاں جاکر کوئی شخص وبائی مرض میں مبتلا ہو گیا تو خواہ مخواہ یہی خیال ہوگا کہ یہاں آنے کی وجہ سے مرض لگا اور اللہ پاک کی قضاء و قدر کی طرف ذہن نہیں جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک دیہات کے رہنے والے آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ (اگر مرض متعدی نہیں ہے تو) یہ کیا بات ہے کہ اچھے خاصے اونٹوں میں کھجلی والا اونٹ مل جاتا ہے تو یہ کھجلی والا اونٹ ان کو بھی کھجلی والا بنا دیتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ سب سے پہلے اونٹ کے جسم میں جو کھجلی پیدا ہوئی وہ کھجلی کس نے لگائی۔ (رواہ البخاری) یعنی جس ذات پاک نے سب سے پہلے اونٹ میں کھجلی لگا دی اس کی مشیت و ارادہ سے بعد میں دوسرے اونٹوں میں کھجلی پیدا ہو جاتی ہے، اکثر لوگ اسی خام خیالی میں رہتے ہیں کہ مریض سے دوسرے کو مرض لگ گیا اور اللہ جل شانہٗ کی مشیت و ارادہ کی طرف ذہن بھی نہیں لے جاتے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جب کسی جگہ طاعون ہو تو تم وہاں نہ جاؤ کیونکہ مرض پیدا ہوگا خدائے پاک کی مشیّت سے اور تم یہ سمجھو گے کہ طاعون والوں کے ساتھ رہنے سہنے سے یہ مرض ہم کو بھی لگ گیا، نہ وہاں جاؤ گے اور نہ ایسی خام خیالی میں مبتلا ہوگے۔

آٹھویں نصیحت:۔ یہ فرمائی کہ اپنی بیوی بچوں پر اپنے اچھے اور عمدہ مال سے خرچ کرو۔ اس میں خصوصیّت کے ساتھ ان لوگوں کو نصیحت ہے جو اہل و عیال کے ضروری اخراجات میں تنگی برتتے ہیں۔ حرام مال تو حاصل کرنا ہی حرام ہے لہٰذا اس کو اہل و عیال پر خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جسے اللہ پاک حلال مال نصیب فرمائے اس کو بیوی بچوں میں اچھی طرح خرچ کرے البتہ فضول خرچی سے پرہیز کرے اور گناہوں میں خرچ نہ کرے۔ بہت سے لوگ بچوں کی خوشنودی کے لئے گڑیاں اور تصویریں خرید لاتے ہیں اور بعض لوگ سب بیوی بچوں کو لے جاکر سینما دکھاتے ہیں، یہ سب گناہ ہے بس اللہ کی ہی رضا پیشِ نظر رہنی چاہیئے اس کی رضامندی کی فکر میں رہتے ہوئے جو راضی ہو جائے بہتر ہے اور جو ناراض ہو ہمارے ذمّہ اس کا راضی کرنا نہیں، ہمارے ذمّہ صرف اللہ کو راضی کرنا ہے جو خالق و

مالک ہے اسی کے فرمان سے اسی کے قانون کے مطابق بیوی بچّوں پر خرچ کرنا چاہیئے۔

نویں نصیحت:۔ یہ فرمائی کہ اپنے گھر والوں کو ادب سکھانے میں کوتاہی نہ کرنا اور لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دینا جس کی وجہ سے وہ مطمئن ہو کر احکام خداوندی کو فراموش کر دیں۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر لگانے کی ہر وقت فکر رکھو۔ دین کے معاملہ میں ان کا خیال رکھنا ان کو گوارا ہو یا ناگوار، نمازیں پابندی سے پڑھواؤ اور رمضان کے روزے رکھواؤ۔ حرام کاموں سے بچاؤ۔ گناہوں سے پرہیز کراؤ، اخلاق و آداب سکھاؤ، اس بارے میں مار پیٹ کرنی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو۔ ان کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیئے کہ اگر ہم نے دین کے خلاف کام کیا تو پٹائی ہوگی۔ مقصد یہ نہیں کہ مار ہی بجاتے رہا کرو بلکہ مقصد یہ ہے کہ دین پر ڈالنے سے غافل نہ ہو اور گھر والوں کو دین پر چلانا اپنی ذمّہ داری سمجھو اگر ذرا سی غفلت کرو گے تو وہ دلیر ہو جائیں گے جب نافرمانی پر اتر آئیں گے تو کوئی بات نہیں مانیں گے بہت سے لوگ دنیا کے کام اپنے اہل و عیال سے بڑی سختی سے لیتے ہیں ان سے دنیا کا کوئی معمولی نقصان بھی ہو جائے تو سخت دارو گیر کرتے ہیں اور مار پٹائی سے بھی دریغ نہیں کرتے لیکن دینی معاملات میں بالکل ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا اور انہیں کچھ پتہ نہیں ہے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

بہت سے لوگ اپنی نماز مسجد میں جا کر پڑھنے کا اہتمام کر لیتے ہیں مگر گھر میں کس نے نماز پڑھی کون سو تا رہ گیا اس کی کوئی فکر نہیں کرتے یہ بڑی نادانی اور غفلت شعاری ہے۔ دُنیا والے جن چیزوں کو ادب تہذیب سمجھتے ہیں اگرچہ وہ گناہ ہی ہوں بعض لوگ اپنی اولاد کو ان چیزوں کے سکھانے میں بہت پیش پیش ہوتے ہیں لیکن سب سے بڑا ادب جو انسان میں ہونا چاہیئے کہ اپنے خالق و مالک سے غافل نہ ہو اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرہ میں سب سے زیادہ کمزور دین ہی ہے اور نزلہ عضو ضعیف پر گرتا ہے بچّوں کو انگریزی پڑھاتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے طرز پر زندگی گذارنے کے طور طریقے سکھاتے ہیں۔ کوٹ پتلون پہننے اور ٹائی لگانے کا ڈھنگ پوری توجہ سے بتاتے ہیں لیکن بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے اُسے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ تک بھی یاد نہیں ہوتا یہ اپنے نفس پر بھی ظلم ہے اور

اہل وعیال پر بھی۔ وفقنا اللہ لما یحب ویرضیٰ۔

دسویں نصیحت:۔ یہ فرمائی کہ اپنے اہل وعیال کو اللہ کے احکام وقوانین کے بارے میں ڈراتے رہو یہ نویں نصیحت کا تکملہ ہے مطلب یہ ہے کہ محض ڈنڈے ہی کے زور سے کام نہ چلاؤ اس میں تو گھر والے صرف تم سے ڈریں گے۔ فکر یہ کرو کہ خدا سے ڈریں ان کے دل میں خدائے پاک کا خوف بٹھانے کی کوشش کرو اگر خدا کا خوف بیوی بچوں کے دل میں بٹھا دیا تو فرائض کی ادائیگی میں اور گناہ چھوڑنے میں اور نوافل واذکار کے لگنے میں انہیں تکلیف محسوس نہ ہو گی جس کے سامنے قبر کے حالات بیان ہوتے رہتے ہوں۔ میدانِ حشر کی نفسی نفسی کا عالم بیان کیا جاتا ہو، دوزخ کے سخت عذاب کی کیفیت سنائی جاتی ہو وہ شخص کیسے گناہوں کی جرأت کرے گا اور کیونکر خدائے پاک کی رضا کا اور ہمیشہ کے آرام وراحت کی جگہ یعنی جنّت کا طالب نہ ہو گا۔

ان نصیحتوں میں آخری دو نصیحتیں ایسی ہیں کہ ان کی طرف عورتوں کو زیادہ توجہ دینا لازم ہے۔ کیونکہ مرد عموماً کمانے کے لئے نکل جاتے ہیں بعض لوگ تو مہینوں بلکہ برسوں میں نوکری سے واپس آتے ہیں اس زمانہ میں بچوں کی دیکھ بھال اور ان کے دین وایمان کی نگرانی ماؤں ہی کے ذمّہ ہوتی ہے اور یہ تو عموماً روزانہ ہوتا ہے کہ مرد گھنٹوں کے لئے ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں پیچھے بچے ماؤں کے حوالے رہتے ہیں اور سات آٹھ سال تک بچّہ ماں ہی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے ماں اگر اس زمانہ میں اپنا رنگ ڈھنگ دینی بنائے رہے اور بچّوں کو دین کے احکام پر ڈالے نماز روزہ سکھائے اور بتائے کفر وشرک اور بدعت اور خدائے پاک کی نافرمانی سے بچائے اور دنیا وآخرت میں جو اس کے نقصانات ہیں ان سے آگاہ کرتی رہے تو پوری نسل کا اٹھان نیک اور صالح ہو کیونکہ سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہی ہے۔ افسوس ہے آج کل کی مائیں اپنے بچّہ کا ناس خود کھوتی ہیں ان کو دین پر کیا لگاتیں بے دینی پر لگا دیتی ہیں، اس میں بچوں پر بھی ظلم ہوتا ہے اور اپنے آپ پر بھی۔

عورتیں اپنی اولاد کے لئے زیادہ پیسے والی ملازمت چاہتی ہیں اس سلسلہ میں حرام وحلال کا بھی خیال نہیں کرتیں اور اولاد کو یورپ اور امریکہ کے بے شرم لوگوں کی پوشاک میں

دیکھنا چاہتی ہیں اور دُنیا ہی کو ان کی زندگی کا مقصد بنا دیتی ہیں یہ مسلمان عورت کا طریقہ نہیں، اگر بچے زیادہ پیسے والی نوکری میں لگ گئے اور بنگلہ کوٹھی بنا کر رہنے لگے اور نمازیں غارت کرنے اور زکوٰتیں برباد کرنے کی وجہ سے دوزخ میں چلے گئے جس کی آگ دُنیا کی اس آگ سے انہتر[۶۹] درجہ زیادہ گرم ہے تو اس پیسے کوٹھی اور بنگلہ سے کیا نفع ہوا؟۔

باتیں تو ہماری خشک ہیں اور پرانی ہیں مگر ہیں صحیح جو بُرا مانے گا اپنا بُرا کرے گا۔

كِتَابُ
الخلع والطّلاق والعِدّة وحضانة الاولاد

❁❁

طلاق کا بیان

بلا مجبوری کے طلاق کا سوال اٹھانے والی پر جنت حرام ہے

(۱۵۷) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَءَۃٍ سَأَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا مِّنْ غَیْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی)

ترجمہ:۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۳ ج ۲ بحوالہ ترمذی وغیرہ)

خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافق ہیں

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ ھُنَّ الْمُنَافِقَاتُ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شوہروں سے علیحدگی چاہنے والی اور خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں نفاق والی عورتیں ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۲ بحوالہ نسائی)

تشریح:۔ اللہ جل شانہٗ نے مردوں کو عورتوں کی طرف اور عورتوں کو مردوں کی طرف محتاج بنایا ہے۔ فطری طور پر بیاہ شادی کرنے پر مجبور ہیں۔ شریعت مطہرہ نے انسان کے فطری تقاضوں کو پامال نہیں کیا بلکہ ان کی رعایت رکھی ہے۔ اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اس لئے نکاح کرنا شرعاً محمود اور مستحسن ہی نہیں بلکہ بعض حالات میں واجب ہے۔ کس عورت کا کس مرد سے نکاح ہوسکتا ہے اور کس سے نہیں ہوسکتا ہے۔ شریعت نے اس کی تفصیل بتلادی ہے جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔

نکاح زندگی بھر نباہنے کیلئے ہوتا ہے ان تفصیلات کو سامنے رکھ جب کسی مسلمان مرد کا کسی مسلمان عورت سے نکاح ہو جائے تو اس کے بعد زندگی بھر ایک دوسرے کو چاہنے اور نباہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کبھی کبھار فریقین میں سے کسی کو طبعی طور پر ایک دوسرے کی جانب سے کچھ ناگواری ہو جائے تو نفس کو سمجھا بجھا کر درگذر کر دینا نباہنے کے لئے ایک ضروری امر ہے مردوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طرح سے سمجھایا ہے اور نباہنے کا حکم دیا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَا یَفْرُكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا آخَرَ یعنی کوئی مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے کیونکہ اگر اس کی کوئی خصلت ناگوار ہوگی تو دوسری خصلت پسند آجائے گی[1] اور عورتوں کو تعلیم دی ہے کہ طلاق کا سوال نہ اٹھائیں نباہنے کی کوشش کریں۔ جب کہیں دو چار برتن ہوتے ہیں تو آپس میں کھٹکتے ضرور ہیں ایسے ہی جب دو آدمی ایک ساتھ رہتے ہیں تو کبھی کچھ نہ کچھ ناگواری کی صورت سامنے آ ہی جاتی ہے اگر صبر نہ کیا جائے اور ناگواری کے سہنے کا مزاج نہ بنایا جائے تو آپس میں نباہ نہیں ہو سکتا اور آئے دن چھوٹ چھٹاؤ کا سوال ہوتا رہے گا پھر طلاق کے بعد بچے ویران ہوں گے۔ ہر ایک کو اپنے لئے الگ الگ جوڑا تلاش کرنا ہوگا، بچے ماں سے یا باپ سے یا دونوں سے علیحدہ ہوں گے لہٰذا جہاں تک ممکن ہو زندگی بھر نباہ کرتے ہوئے چلتے رہنا چاہیئے۔

بہت سی عورتیں مزاج کی تیز ہوتی ہیں بات بات میں مرد سے لڑ پڑتی ہیں جو حقوق واجب نہیں ان کا شوہر سے مطالبہ کرتی ہیں وہ پورا نہیں کرتا تو منہ پھلاتی ہیں اور اکڑ کر بیٹھ جاتی ہیں، شوہر کی ناشکری کرتی رہتی ہیں، شوہر کوئی بات کہے تو طلاق کی بات سامنے لے آتی ہیں۔ عورتوں کے اسی مزاج کے پیش نظر شریعت نے عورت کو طلاق دینے کا اختیار نہیں دیا ورنہ ایک ایک دن میں کئی بار طلاق دیا کرتیں، نکاح طلاق دینے کے لئے نہیں ہوتا زندگی بھر نباہنے کے لئے ہوتا ہے۔ مرد اگر طلاق دے دے تو طلاق ہو جاتی ہے لیکن طلاق دینا اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔

---

[1] رواہ مسلم ۱۲

طلاق بغض کی چیز ہے اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ[1] یعنی حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بغض اور نفرت کی چیز طلاق ہے، جب نباہنا اسلام کا مزاج ٹھہرا تو عورت کی جانب سے طلاق کا سوال اٹھانا سراسر غیر اسلامی فعل ہوگا۔ اسی لئے یہ ارشاد فرمایا کہ طلاق یا خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔

اسلام کے تقاضوں پر نہ چلنا اور اسلام کا مدّعی ہونا یہ دوغلے پن کی بات ہے منافق دوغلا ہوتا ہے اندر کچھ ظاہر کچھ اور سب سے بڑا منافق وہ ہے جو دل سے منافق ہو اور زبان سے اسلام کا مدعی ہو لیکن جو شخص اسلام کا دعویدار ہے اور دل سے بھی دین اسلام کے حق ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن عمل میں ایمانی تقاضوں پر پورا نہیں اترتا اسے عمل کے اعتبار سے منافق کہا گیا ہے حدیث شریف میں بہت سی خصلتوں کو منافقت کی خصلت بتایا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس میں چار خصلتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان سے ایک خصلت ہوگی تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس میں منافق کی ایک خصلت ہے جب تک اسے چھوڑ نہ دے وہ چار خصلتیں یہ ہیں۔

(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۳) جب عہد کرے تو غدر کرے۔ (۴) جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ (بخاری و مسلم)

چونکہ یہ شخص عمل کے اعتبار سے ایمانی تقاضوں کو پامال کرتا ہے اور اس کا عمل ایمانی مطالبات کے خلاف ہے اس لئے اُسے منافق کہا گیا، اسی طرح ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے عورت کی جانب سے طلاق کے سوال کو منافقت بتایا کیونکہ یہ بھی عمل کے اعتبار سے منافقت ہے۔

البتہ بعض مرتبہ ایسی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں کہ نباہ کے راستے ہی ختم ہو جاتے ہیں گو ایسا کم ہوتا ہے، لیکن اسلام نے اس کی بھی رعایت رکھی ہے ایسے حالات میں مرد اگر طلاق دے دے یا عورت طلاق مانگے تو یہ وعید میں شامل نہیں۔ اسی لئے حدیث ۱۵۷ میں فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی مجبوری کے طلاق کا سوال کرے تو اس پر جنّت کی خوشبو حرام ہے، مجبوری کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ شوہر دین پر چلنے نہیں دیتا گناہوں پر مجبور کرتا ہے۔ بے جا مار کٹائی کرتا ہے، یا

---

[1] ابوداؤد۔

ازدواجی حقوق ادا کرنے سے بالکل ہی معذور ہے اور اس کے درست ہونے کی کوئی امید نہیں ان حالات میں شوہر سے طلاق لینے یا خلع کرنے یا بعض صورتوں میں مسلمان حاکم سے نکاح فسخ کرانے کی گنجائش ہے۔

بعض عورتیں ضد کر کے طلاق لیتی ہیں

آج کل عورتیں شوہر کے ساتھ نباہ کرنے کا مزاج گویا ختم کر چکی ہیں، جہاں تھوڑی سی اَن بَن ہوئی شوہر سے کہا کہ اگر تو اصل ماں باپ کا جنا ہے تو مجھے ابھی طلاق دے دے حالانکہ عورت کا کام یہ تھا کہ شوہر کے بدلے ہوئے تیور دیکھتی تو ہٹ جاتی زبان بند کر لیتی تاکہ وہ غصہ میں آکر طلاق کا لفظ منہ سے نہ نکالتا۔ جب شوہر عورت کے مطالبہ پر طلاق کے الفاظ نکال دیتا ہے تو جہالت کی وجہ سے وہ بھی طلاق کی مشین گن چالو کر دیتا ہے تین سے کم پر تو خاموش ہوتا ہی نہیں۔

طلاق زبان سے نکلتے ہی واقع ہو جاتی ہے

طلاق کے بعد جب فریقین کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو پچھتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے طلاق کی نیت سے طلاق نہیں دی اور بہت زیادہ غصہ میں تھا یا عورت حمل سے تھی یا اس کی ناپاکی کا زمانہ تھا، اور یہ بات اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک غصہ میں یا حالتِ حمل وحیض میں طلاق نہیں ہوتی حالانکہ طلاق کا تعلق زبان سے ہے جب زبان سے طلاق نکلے گی واقع ہو جائے گی، شوہر غصہ میں ہو یا رضامندی میں اور عورت حمل سے ہو یا ناپاکی کے ایام میں ہو، بہرحال طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

مذاق میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

طلاق وہ چیز ہے کہ جو شوہر کی زبان سے مذاقاً نکل جانے سے بھی اثر کر جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن میں اصل نیت اور مذاق دونوں برابر ہیں۔ یعنی بلانیت کے مذاقاً زبان سے نکالنے سے بھی کام کر جاتی ہیں۔ (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجوع کر لینا (طلاق رجعی کے بعد) (ابوداؤد)

جب طلاق دے بیٹھتے ہیں اور عورتیں شوہر کو غصہ دلا کر طلاق لے چھوڑتی ہیں تو مفتی کے

پاس سوال لے کر آتے ہیں اور مفتی کو موم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ میاں بیوی ایک دُوسرے پر عاشق ہیں بیوی خودکشی کرلے گی اگر اسی شوہر کے پاس رہنے کا راستہ نہ نکلا تو بچّے ویران ہوں گے اور یہ تکلیف ہوگی، اور وہ مصیبت آئے گی دیکھئے مولوی صاحب کوئی راستہ نکالئے۔ بھلا مولوی کیا راستہ نکال سکتا ہے۔ دین اسلام اللہ کا قانون ہے۔ مولوی مفتی کے بس میں نہیں کہ شریعت کے قانون کو بدل دے مفتی مولوی قانون بتانے والے ہیں قانون بنانے والے نہیں قانون اللہ پاک کا ہے۔

رجعی طلاق

آپس کے نباہ کا کوئی راستہ نہ رہا ہو اور طلاق دینی ہی ہو تو ایسا کرے کہ جس زمانہ میں عورت پاک ہو یعنی حیض سے نہ ہو اس زمانے میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دے دے اس طرح سے ایک رجعی طلاق ہو جائے گی جس کا معنی یہ ہے کہ عدّت کے اندر اندر رجوع کرنے یعنی لوٹا لینے کا حق رہتا ہے۔ ایک طلاق رجعی دینے کے بعد پھر چاہے تو رجوع کرلے اور رجوع کے لئے عورت کی رضامندی بھی ضروری نہیں ہے، عورت چاہے نہ چاہے مرد رجوع کر سکتا ہے زبان سے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا اس سے رجوع صحیح ہو جاتا ہے۔ اگر دو گواہوں کے سامنے ایسا کہے تو بہتر ہے تاکہ رجوع کرنے نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو گواہوں کے ذریعہ رجوع کا ثبوت دیا جا سکے۔ اگر کسی نے طلاق رجعی کے بعد عدّت کے اندر کوئی ایسا کام کرلیا جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے تو اس طرح بھی رجوع ہو جائے گا۔ اس کو رجوع بالفعل کہتے ہیں اور زبان سے لوٹا لینے کو رجوع بالقول کہتے ہیں۔

عدت کے بعد رجعی طلاق بائن ہو جاتی ہے

اگر کسی نے طلاق رجعی دینے کے بعد عدّت کے اندر رجوع نہ کیا تو یہی رجعی طلاق بائن طلاق ہو جائے گی، بائن طلاق میں رجوع کا حق نہیں رہتا ہاں اگر دونوں پھر میاں بیوی بننا چاہیں تو آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں چاہیئے تو یہی کہ عندالضرورت صرف ایک طلاق سے کام چلا لیا جائے۔ اگر طلاق کے بعد پچھتاوا ہو تو عدّت کے اندر رجوع کرنے کا حق باقی ہونے کی وجہ سے شوہر رجوع کر سکے گا اور اگر جلدی ہوش نہ آیا اور عدت گذر گئی تو آپس میں دوبارہ نکاح ہو سکے گا۔

شریعت کی آسانی شریعت نے کتنی آسانی رکھی ہے۔ اوّل تو طلاق دینے ہی سے منع فرمایا، پھر اگر کوئی طلاق دینا ضروری ہی سمجھے تو اسے بتایا کہ ایک طلاق عورت کی پاکی کے زمانے میں دے دے اس میں غصہ ٹھنڈا ہونے اور سوچ بچار کرنے کا خوب اچھی طرح موقع مل جاتا ہے۔ اگر کسی نے صاف لفظوں میں ایک ساتھ دو طلاقیں دے دیں تو بھی رجعی ہوں گی اور اگر غیر حاملہ عورت کو پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دی اور رجوع نہ کیا اور اس کے بعد جو پاکی کا زمانہ آئے اس میں ایک طلاق اور دے دی تو وہ دوسری طلاق بھی رجعی ہوگی اور اس کا حکم بھی وہ ہوگا جو پہلی طلاق کا تھا، پھر اگر تیسری بار تیسری پاکی کے زمانہ میں ایک اور طلاق دے دی تو طلاق مغلظہ ہوگی۔ عدّت طلاق تین حیض ہے اور حیض نہ آتا ہو (بچپن یا بڑھاپے کی وجہ سے) تو عدّت تین ماہ ہے اور حاملہ ہو تو حمل ختم ہونے پر عدت ختم ہوگی عدت کے اندر اندر جو طلاقیں شوہر دے گا واقع ہوتی رہیں گی۔

بیک وقت تین طلاق لوگ اپنی جان پر زیادتی کرتے ہیں کہ ایک ساتھ طلاق کی تینوں گولیاں چھوڑ دیتے ہیں۔ شریعت طلاق ہی کی مخالف ہے پھر وہ ایک ساتھ تینوں طلاق دینے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے تاہم اگر کوئی شخص ایک ساتھ تین طلاق دے ہی دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص عدّت گذرنے سے پہلے مختلف اوقات میں تین طلاقیں دے دے یا ہر پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دیا کرے تو اس طرح سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، تین طلاقوں کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا، بلکہ آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ تین طلاق پانے والی عورت اس طلاق دینے والے شوہر کے نکاح میں دوبارہ اسی صورت میں جا سکتی ہے کہ عدّت گذار کر کسی دوسرے مسلمان سے اس کا نکاح ہو، پھر وہ اس سے میاں بیوی والا کام کرنے کے بعد طلاق دے دے یا مر جائے اس کے بعد عدت گذار کر پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے اس کو "حلالہ" کہتے ہیں اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ آئندہ آئے گی۔

تین طلاق کے بارے میں چاروں اماموں کا مذہب بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق مانی جاتی ہے اور رجوع کا حق باقی رہتا

ہے اور اسے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب بتاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ چاروں اماموں کا مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے یا الگ الگ کر کے ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے۔ بہر حال تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بغیر حلالہ کے آپس میں دونوں کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔

فائدہ:۔ ایک یا دو رجعی طلاق دے کر اگر عدت کے اندر رجوع کر لیا تو اس طرح سے بیوی بنا کر رکھنا تو جائز ہو جائے گا مگر طلاق ختم نہ ہوگی کیونکہ اگر کبھی ایک کے بعد دو طلاقیں اور دے دیں یا دو کے بعد ایک طلاق اور دے دی تو پہلی طلاق حساب میں لگ کر تینوں طلاقیں مل کر مغلظہ طلاق ہو جائے گی اور جو تین طلاقوں کا حکم ہے وہی عائد ہو جائے گا خوب سمجھ لیں۔ واللہ اعلم۔

تین طلاق کے بعد حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا

(۱۵۸) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَۃُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِیِّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّیْ کُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِیْ فَبَتَّ طَلَاقِیْ فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَہٗ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَیْرِ وَمَا مَعَہٗ اِلَّا مِثْلُ ھُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ اَتُرِیْدِیْنَ اَنْ تَرْجِعِیْ اِلٰی رِفَاعَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَا حَتّٰی تَذُوْقِیْ عُسَیْلَتَہٗ وَیَذُوْقَ عُسَیْلَتَكِ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی کی (سابقہ) بیوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا میں (پہلے) رفاعہ کے پاس تھی (یعنی ان کے نکاح میں تھی) انہوں نے مجھے پکی طلاق دے دی (یعنی تین طلاقیں دے کر جدا کر دی ان کی عدت گذرنے کے بعد) میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیرؓ سے نکاح کیا (ان کو ازدواجی حقوق ادا کرنے کے قابل نہ پایا) ان کے پاس ایسی چیز ہے جیسے کپڑے کا پلو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خاتون کی بات

سن کر سوال فرمایا کیا تم یہ چاہتی ہو کہ (اس سے طلاق لے کر عدت گذرنے کے بعد)
رفاعۃؓ سے دوبارہ نکاح کرلو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں میں یہی چاہتی ہوں! آپؐ نے
فرمایا نہیں! (ایسا نہیں ہوسکتا، رفاعہ کے نکاح میں دوبارہ جانے کا کوئی راستہ نہیں)
جب تک کہ تم اس دوسرے شوہر سے تھوڑی سی لذت حاصل نہ کرلو اور وہ تم سے تھوڑی
لذت حاصل نہ کرے۔ (المصابیح ص ۲۸۴ بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح:۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مرد کو تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے لیکن تین طلاقیں دینا بہتر نہیں۔ اگر کوئی ایسی صورت بن جائے کہ نباہ کا کوئی راستہ ہی نہ رہے تو عورت کے پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اگر پچھتاوا ہو تو عدت کے اندر رجوع کرلے۔ اگر عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو یہ رجعی طلاق بائن ہو جائے گی اس کے بعد ہوش آجائے تو آپس میں باہمی رضامندی سے دوبارہ نئے مہر پر نکاح کرلیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس پر عمل کرنے سے دقت اور مصیبت پیش نہیں آئے گی لیکن اس کے برخلاف لوگ یہ کرتے ہیں کہ بیک وقت ایک زبان میں اور ایک مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں ایسا کرنے سے شرعاً تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور رجوع کا راستہ بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ تین طلاقوں کے بعد آپس میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا لہٰذا مرد کو چاہیئے کہ اور کسی مسلمان عورت سے نکاح کرلے جس سے نباہ ہوسکے اور عورت کسی دوسرے مسلمان سے نکاح کرلے جس کے ساتھ گذارہ کی صورت بن سکے۔ جب تین طلاق ملنے والی عورت نے عدت گذار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا اور اس شوہر نے میاں بیوی والا کام بھی کرلیا پھر طلاق دے دی یا وفات پا گیا تو عدت گذار کر پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (یعنی اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے) اگر دوسرے شوہر سے صرف نکاح ہو جائے اور نکاح کرکے طلاق دے دے یا مر جائے تو پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی تین طلاقوں کے بعد پہلے شوہر کے لئے حلال ہونے کی یہ شرط ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت سے میاں بیوی والا خاص کام بھی کرلے اس کے

بعد طلاق دے دے یا وفات پا جائے اور عدت بھی گذر جائے۔ اسی شرط کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں بیان کیا گیا ہے جس میں حضرت رفاعہؓ اور ان کی بیوی کا قصہ مذکور ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہے کہ عورت یا مرد کو یہ ترغیب دی جارہی ہے کہ کسی مسلمان سے خواہی نہ خواہی ضرور اس عورت کا نکاح کیا جائے پھر اس سے طلاق لی جائے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح ہو کر میاں بیوی والا کام ہو جانے کے بعد طلاق ہو جائے یا وہ مر جائے تو آپس کی رضامندی سے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اس کے بغیر دوبارہ نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔ چونکہ مرد نے تین طلاق دے کر قانونِ شریعت کی خلاف ورزی کی ہے اس لئے اسی عورت کے دوبارہ حاصل ہونے کے لئے بطورِ سزا یہ شرط عائد کی ہے، اس شرط میں جو ترکیب اور تفصیل مذکور ہے اس کو "حلالہ" کہتے ہیں۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص تین طلاقیں دے کر پچھتاتا ہے اور مفتی سے معلوم کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ دوبارہ نکاح کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں رہا۔ اِلّا یہ کہ کسی دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح ہو اور حلالہ کی سب شرطیں پوری ہوں تو عورت سے ضد کرتا ہے کہ تُو فلاں مرد سے نکاح کرلے حالانکہ وہ اب پہلے شوہر کی پابند نہیں رہی جس مسلمان مرد سے چاہے نکاح کرے اور جتنے مہر پر کرے اُسے اختیار ہے بلکہ اگر اس نے کسی مرد سے نکاح کرلیا اور اس نے طلاق دے دی یا مر گیا تب بھی عورت کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ پہلے شوہر سے نکاح کرلے۔

بالفرض اگر عورت اس بات پر راضی ہو جائے کہ عدت گذارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرلے پھر حلالہ کی شرطیں پوری کرنے کے بعد شوہرِ اوّل سے نکاح کرنے پر رضامندی کا اظہار کردے تب بھی یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شخص سے یہ معاہدہ کیا جائے کہ تم اس عورت سے نکاح کرلو اور حلالہ کی شرط پوری کرکے چھوڑ دینا تاکہ شوہرِ اوّل سے نکاح ہو سکے ایسا معاملہ اور معاہدہ شرعاً ممنوع ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی مُحَلِّلْ پر اور مُحَلَّلٌ لَہٗ پر (مشکوٰۃ شریف)

مُحَلِّلْ وہ ہے جو حلال کرکے دے یعنی جو اس شرط کو منظور کرکے نکاح کرلے کہ وہ حلالہ

کی شرط پوری کر کے چھوڑ دے گا اور مُحَلَّلٌ لَہٗ وہ ہے جس نے تین طلاقیں دی تھیں یعنی شوہرِ اوّل جو یہ شرط لگا کر کسی سے اپنی طلاق دی ہوئی بیوی کا نکاح کراتا ہے کہ تم اس کو ایک دو رات رکھ کر چھوڑ دینا۔ دیکھئے دونوں پر لعنت فرمائی اس لئے حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا اور کرانا گناہ ہے لیکن اس طرح شرط لگا کر کسی نے نکاح کرا دیا اور حلالہ کی شرطیں پوری ہوگئیں تو شوہرِ اوّل کے لئے حلال ہو جائے گی یعنی وہ اس سے نکاح کر سکے گا جو عورت کی مرضی سے ہوگا۔ بات کو خوب سمجھ لیں۔

خلع کرنے کا طریقہ اور اس کے مسائل نیز شرائط و نتائج

(۱۵۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ امْرَاَۃَ ثَابِتِ بْنِ قَیْسٍ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ثَابِتُ بْنُ قَیْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَیْہِ فِیْ خُلُقٍ وَّلَا دِیْنٍ وَلٰکِنِّیْ اَکْرَہُ الْکُفْرَ فِی الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّیْنَ عَلَیْہِ حَدِیْقَتَہٗ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اقْبَلِ الْحَدِیْقَۃَ وَطَلِّقْھَا تَطْلِیْقَۃً۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیسؓ کی بیوی (جمیلہ یا حبیبہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثابت بن قیسؓ جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کی عادت و خصلت اور دینداری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے (کیونکہ وہ دیندار بھی ہیں اور اخلاق بھی اچھے ہیں اس سب کے باوجود میری طبیعت کا ان سے جوڑ نہیں کھاتا اور ان کے ساتھ رہنے کو جی نہیں چاہتا اس صورت میں اگر میں ان کے ساتھ رہوں تو ان کے حقوق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے ایک اچھے آدمی کے ساتھ رہوں اور وہ اخراجات برداشت کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو یہ ناشکری کی بات ہے) لیکن میں مسلمان ہوتے ہوئے ناشکری کو ناپسند

کرتی ہوں (لہٰذا میری اور ان کی جُدائی ہو جائے تو بہتر ہے) یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا (طلاق کے بدلہ) تم اس کا باغیچہ واپس کر دو گی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں میں واپس کر دوں گی۔ آپؐ نے یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم باغیچہ قبول کر لو (اور اس کے عوض) اس کو ایک طلاق دے دو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۳ بحوالہ البخاری)

تشریح:۔ اسلامی تعلیمات کا اصل رُخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ جدائی کا اثر فریقین ہی پر نہیں پڑتا بلکہ اس کی وجہ سے نسل و اولاد کی تباہی و بربادی ہوتی ہے اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت آجاتی ہے اسی لئے جو اسباب اور وجوہ اس معاملہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں اسلامی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ شوہر اور بیوی کو جو ہدایتیں قرآن و سنّت میں دی گئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ رشتۂ ازدواج ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے اور ٹوٹنے نہ پائے۔ ناموافقت کی صورت میں اوّل افہام و تفہیم کی پھر زجر و تنبیہ کی ہدایتیں دی گئیں اور اگر بات بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو دونوں خاندانوں کے افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی۔ آیت سورۂ نساء فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا میں خاندان کے افراد کو ثالث بنانے کا حکم دیا ہے جو بہت حکیمانہ ہے کیونکہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جائے گی اور دلوں میں زیادہ بُعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو جائے گا۔

لیکن بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں کہ اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور نکاح سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے فریقین کا آپس میں مل کر رہنا عذاب بن جاتا ہے ایسی حالت میں تعلق کا ختم کر دینا ہی طرفین کے لئے راحت اور سلامتی کا باعث ہو جاتا ہے اس لئے شریعتِ اسلام نے بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ بھی نہیں کیا کہ رشتۂ ازدواج ہر حال ناقابل فسخ ہی رہے بلکہ طلاق اور فسخ نکاح کا قانون بنایا۔ طلاق کا اختیار تو صرف مرد کو دیا جس میں عادۃً فکر و تدبّر اور تحمل کا مادہ عورت سے زائد ہوتا ہے، عورت کے ہاتھ میں یہ

اختیار نہیں دیا' تاکہ وقتی تاثرات سے مغلوب ہو کر (جو عورت میں بہ نسبت مرد کے زیادہ ہے) طلاق نہ دے ڈالے لیکن عورت کو بھی بالکل اس حق سے محروم نہیں رکھا کہ وہ شوہر کے ظلم و ستم سہنے پر مجبور ہی ہو بلکہ اس کو یہ حق دیا کہ اگر اپنے شوہر کو کسی وجہ سے اتنا ناپسند کرتی ہو کہ اس کے ساتھ کسی قیمت پر نباہ کرنا ممکن ہی نہ رہا ہو تو اس کا بہترین طریقہ تو یہی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھا بجھا کر طلاق دینے پر آمادہ کرے ایسی صورت میں شوہر کو بھی یہی چاہیئے کہ جب وہ نکاح کے رشتہ کو خوشگواری کے ساتھ نبھتا نہ دیکھے اور یہ محسوس کرلے کہ اب یہ رشتہ دونوں کے لئے ناقابل برداشت بوجھ کے سوا کچھ نہیں رہا تو وہ شرافت کے ساتھ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے تاکہ عدّت گذرنے کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کرسکے۔

لیکن اگر شوہر اس بات پر راضی نہ ہو تو عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو کچھ مالی معاوضہ پیش کرکے اس سے طلاق حاصل کرلے۔ عموماً اس غرض کے لئے عورت مہر معاف کردیتی ہے اور شوہر اسے قبول کرکے عورت کو آزاد کردیتا ہے۔ اس کے لئے شریعت اسلامی میں جو خاص طریق کار مقرر ہے اُسے فقہ کی اصطلاح میں خلع کہا جاتا ہے، نکاح اور دوسرے شرعی معاملات کی طرح خلع بھی ایجاب وقبول کے ذریعہ انجام پاتا ہے لیکن اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر کے لئے معاوضہ لینا جائز نہیں اسے چاہیئے کہ معاوضہ کے بغیر عورت کو طلاق دے دے ایسی صورت میں اگر مرد معاوضہ لے گا تو مرتکبِ گناہ ہوگا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کا جو واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس میں یہی بات ہے کہ شوہر بیوی سے خوش تھا اور بیوی بھی اس کی خوش خلقی اور دینداری کا اقرار کررہی تھی لیکن شوہر سے اس کا دل نہیں لگتا تھا اور اس سے طبیعت مانوس نہ ہوتی تھی جس کی وجہ سے چھٹکارا چاہتی تھی چونکہ مذکورہ واقعہ میں شوہر کا کوئی قصور نہ تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کو باغ واپس دینے کی ہدایت فرمائی۔ اس صورت میں طلاق کے عوض شوہر کو وہ باغ بلاکراہت واپس لے لینا درست ہوگیا، اگر کوئی عورت مال کے بدلے طلاق مانگے تو شوہر پر واجب نہیں ہے کہ اس کی بات قبول کرلے۔ اسی لئے حدیث کی شرح لکھنے والے علمائے نے بتایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد

کہ طلاق دے دو درجۂ وجوب میں نہ تھا بلکہ یہ ایک امر استحبابی تھا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو باغ قبول کرکے ایک طلاق دینے کو فرمایا۔ مال کے بدلہ جو طلاق دی جائے وہ بائن ہوتی ہے اگرچہ ایک یا دو طلاق ہو اور صریح لفظوں میں ہو، بائن طلاق کے بعد اگر پھر آپس میں مصالحت ہو جائے اور دونوں نرم گرم سہنے پر آمادہ ہو جائیں تو آپس میں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ تین طلاق دینے کے بعد حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا، اس لئے تین طلاق سے منع فرمایا اور مال لے کر طلاق دی جائے تو وہ رجعی اس لئے نہیں ہوتی کہ اگر شوہر رجوع کرے گا تو عورت کی جان نہ چھوٹے گی اور اس کا مال ضائع جائے گا۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ناگواری کے پیشِ نظر نکاح فسخ نہیں فرما دیا بلکہ شوہر کو مہر میں دیا ہوا باغیچہ واپس دلا کر طلاق دلائی۔

مسئلہ:۔ جب عورت نے شوہر سے کہا کہ جو میرا مہر واجب ہے اس کے بدلہ میری جان چھوڑ دے یا اس قدر روپے کے عوض مجھے چھوڑ دے پھر اس کے جواب میں مرد نے اسی مجلس میں کہہ دیا کہ " میں نے چھوڑ دی " تو اس سے ایک بائن طلاق واقع ہو گئی اور مرد کو رجوع کا حق نہیں رہا۔ مرد و عورت کا سوال و جواب دونوں ایک ہی مجلس میں ہونے چاہئیں اگر عورت نے اپنی بات کہی اور مرد کے جواب دینے سے پہلے دونوں میں سے کوئی وہاں سے اٹھ گیا تو بات ختم ہو گئی۔ اب اگر مرد کہے کہ طلاق دیتا ہوں تو طلاق ہو جائے گی مگر عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا اور قانون طلاق کے مطابق صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دے گا تو رجعی ہوگی اور تین طلاقیں دے گا تو مغلظہ طلاق ہو جائے گی۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ عورت نے پہلے پیش کش کی ہو۔

مسئلہ:۔ اور اگر مرد نے بات کہنے میں پیش قدمی کی اور اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے اتنی رقم پر یا مہر کے عوض خلع کیا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا جو طلاق بائن کے حکم میں ہوگا اگر عورت نے اسی جگہ جواب نہ دیا اور وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوئی اس کے بعد

منظوری دی یا قبول ہی نہیں کیا مثلاً بالکل خاموش رہ گئی یا مرد کی پیش کش کو رد کر دیا تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوگی اور اگر مرد کی پیش کش کے بعد عورت اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد اپنی بات کہہ کر چلتا بنا اور عورت نے اس کے اٹھ جانے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہوگیا۔

مسئلہ:۔ جب مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا، عورت نے کہا میں نے قبول کیا۔ روپیہ پیسہ کا یا مہر کی واپسی کا یا بقیہ مہر کو عوض میں لگانے کا کوئی ذکر نہ ہوا تب بھی جو مالی حق مرد کا عورت پر ہے یا عورت کا مالی حق مرد پر ہو سب معاف ہوگیا البتہ اگر عورت پورا مہر پا چکی ہے تو اس صورت میں اس کا واپس کرنا واجب نہیں البتہ عدّت ختم ہونے تک نان نفقہ اور رہنے کا مکان عورت کے لئے دینا شوہر پر لازم ہوگا ہاں اگر عورت نے اس سخاوت سے کام لیا کہ جان چھڑانے کے لئے یہ بھی کہہ دیا کہ مجھ سے خلع کر لے روٹی کپڑا بھی ایّامِ عدّت میں تجھ سے نہ لوں گی تو وہ بھی معاف ہوگیا۔

مسئلہ:۔ اگر مخصوص رقم کے عوض خلع کیا مثلاً یوں کہا کہ ہزاروں روپے کے عوض خلع کرتا ہوں اور عورت نے قبول کیا تو یہ ہزار روپے عورت پر واجب ہوگئے خواہ اس سے قبل اپنا مہر لے چکی ہو یا ابھی وصول کرنا باقی ہو اگر ابھی مہر نہ لیا ہو تو وہ نہ ملے گا کیونکہ خلع کی وجہ سے معاف ہوگیا اور عورت پر لازم ہوگا کہ شوہر کو طے شدہ ہزار روپے ادا کرے۔

طلاق بالمال

مذکورہ تفصیل اس وقت ہے کہ جب کہ لفظ خلع استعمال کیا یا یوں کہا کہ اتنے روپے کے عوض یا میرے مہر کے عوض میری جان چھوڑ دے اور اگر یوں کہا کہ ہزار روپے کے عوض مجھے طلاق دے دے تو اس کو خلع نہ کہا جائے گا البتہ اگر شوہر نے ہزار روپے کے عوض طلاق دے دی تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور چونکہ یہ صورت خلع کی نہیں ہے اس لئے اسے فقہاء کرام طلاق بالمال کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ جس مال پر آپس میں طلاق کا دینا طے ہوا ہے اس کے مطابق اگر مرد طلاق دے دے تو عورت پر اس قدر مال دینا لازم ہوگا لیکن آپس میں جو ایک دوسرے پر کوئی مالی حق ہے وہ معاف نہ ہوگا اگر عورت کا کل یا بعض مہر باقی ہے تو وہ دعویدار ہو کر لے سکتی ہے۔

طلاق بالمال بھی ایک معاملہ ہے جو دونوں فریق کی منظوری سے ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے مرد نے جواب میں کہا تو اپنا مہر وغیرہ سب حق معاف کر دے تو طلاق دے دوں اس پر عورت نے کہا اچھا معاف کیا یا لکھ کر دے دیا پھر شوہر نے طلاق نہ دی تو کچھ معاف نہیں ہوا اگر شوہر اسی مجلس میں طلاق دے دے تو عورت کا معاف کرنا معتبر ہوگا ورنہ وہ اپنا حق وصول کر سکے گی۔

مسئلہ: اگر مرد نے زبردستی کر کے مار پیٹ کر عورت کو خلع کرنے پر مجبور کر دیا اور اس کی زبان سے خلع کرنے کا لفظ کہلوا لیا یا لکھے ہوئے خلع نامہ پر انگوٹھا لگوا لیا یا دستخط کروا لیا اور کہا کہ خلع کرتا ہوں تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی لیکن عورت پر مال واجب نہ ہوگا نہ اس کا کوئی حق معاف ہوگا۔ اگر مہر باقی ہے تو شوہر پر اس کا ادا کرنا واجب رہے گا۔

مسئلہ: اگر کسی شوہر نے عورت کی جانب سے کاغذ لکھ لیا کہ میں نے مہر یا اپنے دیگر حقوق کے عوض طلاق لینا منظور کر لیا اور اسے دکھائے بغیر کچھ اور بات سمجھا کر دستخط کرا لیا یا انگوٹھا لگوا لیا تو کچھ معاف نہ ہوگا۔ البتہ اگر شوہر نے کہا کہ میں نے طلاق دی ہے یا خلع کیا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر شوہر نے کورٹ میں کاغذ پیش کر کے دنیا والے حاکموں کے یہاں معافی کا فیصلہ کرا لیا تو وہ معتبر نہ ہوگا اور قاضیٔ روز جزا کے حضور میں جب پیشی ہوگی تو اس مال کے عوض نیکیاں دینی ہوں گی یا عورت کے گناہ اپنے سر پر لینے ہوں گے۔

یہ سب تفصیل ہم نے یہ بتانے کے لئے لکھی ہے کہ خلع دونوں کے درمیان طے ہونے والا معاملہ ہے کوئی ایک فریق خود سے فیصلہ نہیں کر سکتا۔

دورِ حاضر کے حکام کا خلع اور فسخ نکاح کے بارے میں غیر شرعی طریق کار

آج کل کے حکام نے جو یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں عورت نے استغاثہ کیا نکاح فسخ کرنے کا فیصلہ دے دیا اور اس کا نام خلع رکھ دیا یہ سراسر غیر شرعی طریقہ ہے، بعض مرتبہ شوہر تک سمن پہنچتا بھی نہیں یا وہ حاضرِ عدالت ہوتا ہے اور بیوی کو بیوی کی طرح ادائیگی حقوق کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے پھر بھی بعض حکام نکاح فسخ کر دیتے ہیں اور عورت کی ناپسندیدگی ہی کو حق خلع استعمال کرنے کی دلیل بنا کر جدائی

کا فیصلہ کر دیتے ہیں یہ طریق کار یورپ کے قوانین سے توجوڑ کھاتا ہے مگر شریعت کے بالکل خلاف ہے یہ نہ تو شرعی خلع ہے (کیونکہ فیصلہ مرد کی مرضی کے بغیر کر دیا جاتا ہے) اور نہ اس طرح فسخ کر دینے سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور ایسے فیصلہ کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں ہوتا۔

بعض حالات میں حاکم مسلم کو نکاح فسخ کر دینے کا حق ہے مگر مخصوص اسباب اور مخصوص طریق کار کے بغیر فسخ کر دینے سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا جن اسباب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے وہ یہ ہیں، شوہر[1] کا پاگل ہونا، متعنت[2] ہونا (جو نان نفقہ نہ دے) نامرد[3] ہونا، مفقود[4] الخبر (گمشدہ) ہونا جس کی موت وحیات کا پتہ نہ ہو غائب[5] غیر مفقود ہونا جس کی زندگی کا علم تو ہو مگر پتہ نہیں کہ کہاں ہے ان اسباب کی بنیاد پر مخصوص شرائط اور حدود و قیود کے ساتھ مسلم حاکم نکاح فسخ کر سکتا ہے جو کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" میں لکھی ہیں۔ واضح رہے کہ کافر جج (قادیانی یا عیسائی وغیرہ) کے فسخ کرنے سے نکاح فسخ نہ ہوگا اگرچہ اسباب و شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے فسخ کرے۔

عدّتِ طلاق اور عدّتِ وفات کے مسائل

وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْتَاذَنَتْهُ اَنْ تَنْكِحَ فَاَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت مسور رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ صحابیہ سبیعہؓ کے بطن سے ان کی شوہر کی وفات کے چند دن کے بعد بچہ تولد ہو گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور (چونکہ تولد ہو جانے کی وجہ سے عدت ختم ہو چکی تھی) اس لئے انہوں نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کی اجازت چاہی چنانچہ آپؐ نے اجازت دے دی اور انہوں نے نکاح کر لیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۸۵ بحوالہ بخاری)

تشریح:۔ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا مر جائے تو عورت پر عدت گذارنا لازمی ہوتا ہے یعنی شریعت کے اصول کے مطابق مخصوص و مقرر ایام گذر جانے تک اسے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ بھی عدت کے دوران کچھ اور پابندیاں

عائد ہو جاتی ہیں۔ حدیث بالا میں عدّت سے متعلق ایک مسئلہ ذکر فرمایا ہے جس کی تشریح ابھی آتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جب کسی عورت کو طلاق ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ یہ شوہر کے یہاں گئی ہے یا نہیں گئی ہے اگر شوہر کے یہاں نہیں گئی یعنی میاں بیوی میں یکجائی نہیں ہوئی اور صرف نکاح کے بعد طلاق ہو گئی تو ایسی عورت پر کوئی عدّت لازم نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْہِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ تَعْتَدُّوْنَہَا فَمَتِّعُوْھُنَّ وَسَرِّحُوْھُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدّت نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو تو ان کو کچھ متاع دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کر دو۔

اور اگر نکاح کے بعد میاں بیوی میں یکجائی ہو چکی ہے تو دیکھا جائے گا کہ عورت کو حمل ہے یا نہیں اگر عورت کو حمل ہو تو اس کی عدّت وضع حمل پر ختم ہو گی یعنی جب تک ولادت نہ ہو جائے اس وقت تک عدّت میں رہے گی خواہ ایک دن بعد وضع حمل ہو جائے۔ خواہ کئی مہینے لگ جائیں یا سال ڈیڑھ سال یا اس سے بھی زیادہ لگ جائے (واضح رہے کہ شریعت میں حمل کی مدّت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے) اور اگر اسے حمل نہ ہو تو اس کی عدّت یہ ہے کہ تین ماہواری گزر جائے اس کے لئے کوئی مدّت مقرر نہیں ہے، جتنے دن میں تین حیض گذریں اتنے دن تک عدّت میں رہنا ہوگا۔ عورتوں میں جو یہ مشہور ہے کہ تین مہینے تیرہ دن یا تین مہینے دس دن عدّت ہے شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں، عدّت کا مدار حمل ہونے کی صورت میں وضع حمل پر اور حمل نہ ہونے کی صورت میں تین حیض گذر جانے پر ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت کو ایسی حالت میں طلاق ہوئی کہ اسے اب تک حیض نہیں آیا یا زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو تو اس کی عدّت تین ماہ ہے۔ یہ تین ماہ چاند کے حساب سے شمار ہوں گے۔ قرآن مجید نے ان مسائل کو سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق میں بیان

فرمایا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ۔ یعنی جن عورتوں کو طلاق دے دی جائے وہ تین حیض تک اپنے کو نکاح سے روکے رکھیں۔ اور سورۂ طلاق میں فرمایا ہے کہ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ یعنی جو عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہیں (بڑھاپے کی وجہ سے) اگر تم کو (ان کی عدّت مقرر کرنے میں) شبہ ہو تو ان کی عدّت تین ماہ ہے۔ ایسے ہی ان عورتوں کی عدّت تین ماہ ہے جن کو اب تک حیض نہیں آیا۔

اب رہی وہ عورت جس کا شوہر وفات پا چکا ہو اس کی عدّت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ حمل سے ہے تو جب بھی وضع حمل ہو جائے اس وقت اس کی عدّت ختم ہو جائے گی، اگرچہ شوہر کی وفات کو دو چار ہی روز گزرے ہوں۔ یا اس سے بھی کم وقت گذرا ہو۔ حدیثِ بالا میں یہی مسئلہ بتایا ہے۔ اور اگر حمل کی مدّت بڑھ جائے تو اس کے بقدر عدّت کے ایّام بڑھ جائیں گے اور اگر یہ عورت حمل سے نہیں ہے تو اس کی عدّت چاند کے اعتبار سے چار مہینہ دس دن ہے۔ حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ؕ

(ترجمہ) اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔

مسئلہ: جس عورت کا نکاح اصولِ شریعت کے مطابق کسی مسلمان حاکم نے فسخ کیا ہو اس پر بھی عدّت لازم ہے اور اسے عدّت طلاق پوری کرنی ہوگی۔

مسئلہ: جس عورت نے شوہر سے خلع کر لی ہو اسے بھی عدّتِ طلاق گذارنی ہوگی۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق دے دی گئی ہو اس کے عدّت کے زمانہ کا نان نفقہ اور رہنے کا گھر طلاق دینے والے شوہر کے ہی ذمّہ ہے بشرطیکہ عورت شوہر کے دیئے ہوئے اس گھر میں عدّت گذارے جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی، اگر ماں باپ کے یہاں چلی جائے

توشوہر پر ایامِ عدّت کا نان نفقہ واجب نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ ایامِ عدت شوہر ہی کے گھر پر گذارنا لازم ہے، جہاں رہتے ہوئے طلاق ہوئی اور طلاق بائن یا مغلظہ ہو تو شوہر سے پردہ کرکے رہے۔

مسئلہ:۔ اگر عورت ایامِ عدت کا نان نفقہ معاف کردے تو معاف ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔ جس عورت کا شوہر وفات پاجائے اس عورت کے لئے شوہر کے مال میں میراث تو ہے لیکن عدّت کا نان نفقہ نہیں ہے اور اگر مہر وصول نہ ہوا ہو اور معاف بھی نہ کیا ہو تو حصّہ میراث سے پہلے مہر وصول کرے گی۔

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ مہر نہ ملے گا یا نکاح کے وقت مہر کا کوئی تذکرہ نہ ہوا ہو اور پھر میاں بیوی والی یکجائی ہونے سے پہلے طلاق دے دی تو شوہر پر لازم ہے کہ اس عورت کو چار کپڑوں کا ایک جوڑا اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ کپڑے یہ ہیں۔ ایک کرتہ، ایک پاجامہ، ایک دوپٹہ اور ایک بڑی چادر جس میں سر سے پاؤں تک لپٹ سکے۔ اور اگر مہر مقرر کئے بغیر نکاح کرنے کے بعد شوہر کو میاں بیوی والی تنہائی بھی حاصل ہو گئی یا وہ مر گیا تو مہرِ مثل دینا ہوگا۔

یعنی اتنا مہر دینا ہوگا جتنا اس عورت کے میکے کی اس جیسی عورتوں کا مہر ہوا کرتا ہے۔ اس جیسی حسن و جمال اور عمر اور دینداری اور سلیقہ مندی وغیرہ میں دیکھی جائے گی۔ یہ مسئلہ مہر کے باب سے متعلق ہے، لیکن ہم نے نان نفقہ کے ذیل میں اس لئے لکھ دیا ہے کہ کپڑے کا جوڑا جس صورت میں دینا پڑتا ہے وہ سامنے آجائے اور جس صورت میں کپڑوں کے علاوہ اور کچھ واجب ہوتا ہے اس کا بھی علم ہو جائے۔

مسئلہ:۔ جب کسی عورت کو طلاق ہو جائے یا شوہر وفات پا جائے اس کی عدّت اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ اگر ایامِ عدّت گذرنے کے بعد عورت کو طلاق یا شوہر کی موت کا پتہ چلا تو شرعاً عدّت گذر گئی مزید عدّت گذارنا لازم نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر کسی ایسی عورت کو طلاق ہوئی جسے حیض آنا شروع نہ ہوا تھا اس کی وجہ سے مہینوں کے حساب سے عدّت گذارنے لگی پھر تین ماہ گذارنے سے پہلے حیض آگیا تو اب

اس کی عدّت تین حیض ہوگی مہینوں کا حساب ختم ہو جائے گا۔ جب تین حیض پورے ہو جائیں اس وقت عدّت ختم ہوگی۔

مسئلہ:۔ حیض کے زمانہ میں طلاق دینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے شریعت کا خیال نہ کیا اور حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو واقع ہو جائے گی اور اس کی عدّت بھی تین حیض ہوگی اور یہ تین حیض اس حیض کے علاوہ ہوں گے جس میں اس نے طلاق دی ہے یعنی جس حیض میں طلاق دی گئی ہے وہ حیض عدّت میں شمار نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ کسی نے اپنی بیماری کے زمانہ میں طلاق بائن دے دی اور طلاق کی عدّت ابھی پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ مرگیا تو دیکھا جائے گا کہ طلاق کی عدّت کی مدّت زیادہ ہے یا موت کی عدّت کی مدّت زیادہ ہے جس عدّت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدّت پوری کرے اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی عدّت طلاق کی نہ گذری تھی کہ شوہر مرگیا تو اس عورت پر وفات کی عدّت لازم ہے۔

عدّت کے ایّام میں سوگ کرنا بھی واجب ہے

(۱۶۰) وَعَنْ أُمِّ سَلِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ ۔ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا شوہر وفات پا گیا وہ (عدّت گذرنے تک) عصفر سے رنگا ہوا اور خوشبو والی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور زیور بھی نہ پہنے اور خضاب بھی نہ لگائے اور سُرمہ نہ لگائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۹ بحوالہ ابوداؤد ونسائی)

تشریح:۔ جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر وفات پا جائے تو عدّت ختم ہونے تک اس کو اسی گھر میں رہنا ضروری ہے جس میں شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے آخر وقت تک

رہا کرتی تھی اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں جانا جائز نہیں ہے۔ بہت سی عورتیں شوہر کی موت ہوتے ہی یا طلاق ہوتے ہی میکہ چلی جاتی ہیں یہ خلاف شرع ہے اور گناہ ہے نہ اس کو جانا جائز ہے نہ سسرال والوں کو اس کا نکالنا درست ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ البتہ جو عورت بیوہ ہوگئی ہو اور اس کے نان نفقہ کا کچھ انتظام نہ ہو تو کسی جگہ کام کاج کر کے روزی حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن سورج چھپنے سے پہلے پہلے اس گھر میں آجائے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ عدّت کے دوران گھر میں رہتے ہوئے کسی ایک ہی کوٹھڑی یا کمرے میں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے نہ یہ کوئی مسئلہ ہے جیسا کہ عورتیں سمجھتی ہیں (بلکہ گھر میں رہتے ہوئے پورے گھر میں چلے پھرے اس پر کچھ پابندی نہیں)

جس عورت کو رجعی طلاق ملی ہو عدّت کے ایّام میں اس کو بھی گھر سے نکلنا درست نہیں ہے۔ وہ بھی شوہر کے گھر میں عدّت گذارے جو عورت عدّت میں ہو گھر سے نکلنے کی پابندی کے ساتھ اس پر شرعاً سوگ کرنے کی پابندی بھی عائد کی گئی ہے زیب وزینت اور بناؤ سنگھار ترک کرنے کو سوگ کہتے ہیں۔ حدیث بالا میں سوگ کے بعض مسائل بتائے گئے ہیں۔ سوگ کے احکام جہاں ایسی عورت پر عائد ہوتے ہیں جس کا شوہر وفات پا گیا ہو۔ اس عورت کو بھی اس کی ہدایت کی گئی ہے جس کو طلاق بائن دی گئی ہو یا طلاق مغلّظہ مل گئی، خلا   یہ کہ جس عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو اور جسے ایسی طلاق ملی ہو جس کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا اس پر عدّت کے دوران سوگ کرنا بھی لازم ہے۔ جب عدّت ختم ہو جائے سوگ ختم کر دے۔ چونکہ عدّت کے زمانہ میں کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں اور بناؤ سنگھار کی ضرورت شوہر کے لئے ہوتی ہے اس لئے زمانۂ عدّت میں سوگ کرنے کا حکم دیا گیا۔ سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت ایسا لباس اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے جس سے اس کی طرف مردوں کی طبیعت راغب ہو لہٰذا عدّت گذارنے والی کے لئے (جس پر سوگ واجب ہو) یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ بھڑکدار کپڑے نہ پہنے خوشبو نہ لگائے، خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، زیور استعمال نہ کرے، باریک دانتوں کی کنگھی سے بال نہ سلجھائے اور سر میں تیل نہ

ڈالے اور سرمہ نہ لگائے ہاں اگر آنکھیں دُکھ آئیں تو علاج کے لئے سُرمہ لگانا درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو پونچھ ڈالے۔ سر دھونا اور غسل کرنا درست ہے لیکن خوشبودار صابن وغیرہ استعمال نہ کرے اگر سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بے خوشبو کا تیل ڈال دے لیکن مانگ پٹی نہ نکالے۔"

جس عورت پر سوگ کرنا واجب ہے اسے پان کھا کر منہ لال کرنا اور دانتوں پر مسّی ملنا، پھول پہننا، مہندی لگانا، ہونٹ اور ناخن پر سُرخی لگانا درست نہیں۔

مسئلہ:۔ سوگ کرنا حکمِ شرعی ہے۔ شوہر کے مرنے یا طلاق وخلع کے ذریعہ اس سے چھٹکارا حاصل ہونے سے۔ اگر عورت کو طبعی طور پر خوشی بھی ہوئی تب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کورٹ کے ذریعہ نکاح فسخ کر دیا ہو (اور وہ شرعی اصول کے مطابق فسخ ہوگیا ہو) تو ایسی عورت پر بھی عدّت اور سوگ واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی یا اس کا شوہر مر گیا تو اس پر سوگ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ جس عورت کو طلاق بائن یا طلاق مغلظہ ملی ہو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ زمانۂ عدّت میں طلاق دینے والے شوہر کے گھر پر رہتے ہوئے اس سے پردہ کرے اور جس کو طلاق رجعی ملی ہو وہ زیب وزینت سے رہے، سوگ نہ کرے۔

زمانۂ جاہلیّت میں عدّت کیسے گذاری جاتی تھی

(۱۶۱) وَعَنْ اُمِّ سَلِمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہا قَالَتْ جَاءَتِ امْرَاَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنَتِیْ تُوُفِّیَ عَنْھَا زَوْجُھَا وَقَدِ اشْتَکَتْ عَیْنُھَا اَفَنَکْحُلُھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا کُلَّ ذٰلِکَ یَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا ھِیَ اَرْبَعَةُ اَشْھُرٍ وَّعَشْرٌ وَّقَدْ کَانَتْ اِحْدَاکُنَّ فِی الْجَاھِلِیَّةِ تَرْمِیْ بِالْبَعْرَۃِ عَلٰی رَأْسِ الْحَوْلِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک صحابی خاتون حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری لڑکی کا شوہر فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اس کی آنکھوں میں سُرمہ لگا سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں! دو یا تین بار یہی سوال و جواب ہوا۔ آپؐ نے ہر بار یہی فرمایا کہ نہیں لگا سکتے اس کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شریعتِ اسلام میں) یہ عدّت اور سوگ کے چار ماہ اور دس دن ہیں (اس کی پابندی مشکل معلوم ہو رہی ہے) حالانکہ جاہلیت کے زمانہ میں (جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو پورے ایک سال عدّت گذارتی تھی اور ایک سال ختم ہوکر جب دوسرا سال لگتا تھا تو (اونٹ وغیرہ کی) مینگنیاں پھینکتی تھی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۸ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح:۔ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں شوہر کے مرجانے پر اس کی بیوہ پر طرح طرح کے احکام عائد کئے جاتے تھے یہ احکام مذہبی بھی ہوتے تھے اور قومی وملکی بھی۔ ہندوؤں میں تو یہ قانون تھا کہ بیوہ کو اپنے مردہ شوہر کے ساتھ زندہ ہی جل جانا پڑتا تھا اس کو ستی ہونا کہتے تھے اور عرب میں یہ طریقہ تھا کہ جب عورت کا شوہر مرجاتا تو ایک سال اس کے لئے بڑا کٹھن ہوتا تھا جس کی تفصیل سنن ابوداؤد میں اس طرح مروی ہے کہ:۔

جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو سال بھر کے لئے ایک چھوٹی سی کوٹھری میں داخل ہوجاتی تھی اور بدترین کپڑے پہن لیتی اور سال گذرنے تک نہ خوشبو لگاتی نہ اور کوئی چیز (صفائی ستھرائی کی) اپنے بدن سے چھواتی تھی جب سال ختم ہوجاتا تو کوئی چارپایہ گدھا، بکری یا پرندہ اس کے پاس لایا جاتا تھا جس سے وہ اپنی شرم کی جگہ کو رگڑتی تھی[1]۔ چونکہ سال بھر تک بدحالی میں رہ کر اس کے بدن میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے تھے اس لئے) جس جانور سے وہ اپنے جسم کا مخصوص حصہ رگڑتی تھی اکثر مرجاتا تھا اس کے بعد (کوٹھری سے) نکلتی اور اس کو اونٹ وغیرہ کی مینگنیاں دی جاتی تھیں وہ ان

---

[1] یہ کام ٹوٹکے کے طور پر کرتی تھیں اور اس کو دفع مصیبت کا ذریعہ سمجھتی تھیں ۱۲

مینگنیوں کو آگے پیچھے پھینکتی تھی اس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اس کی عدت گذر گئی ہے اور اس سے یہ فال لینا بھی مقصود تھا کہ مصیبت پھینک دی جیسا کہ یہ مینگنیاں پھینکی جا رہی ہیں) اس کے بعد اپنی مرضی کے مطابق خوشبو وغیرہ استعمال کرتی تھی[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاہلیت کی یہ پابندی یاد دلائی اور فرمایا کہ اسلام نے صرف چار ماہ دس دن کی عدت اور سوگ رکھا ہے۔ جاہلیت کی کیسی کیسی مصیبتوں سے تمہاری جان چھڑائی ہے' پھر بھی تم اسلام کے قانون کی پاسداری سے بچنے کا راستہ نکالنا چاہتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنکھ میں تکلیف ہونے کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت والی کو سوگ میں سرمہ لگانے کی اجازت نہ دی۔ حدیث کی شرح لکھنے والوں عالموں نے بتایا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کا علاج سرمہ کے بغیر ہو سکتا تھا اور سرمہ بطور زینت لگانا چاہتی تھی اس لئے منع فرمایا، کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ ہے (جو سوگ والی احادیث کی راوی ہیں) کہ سوگ والی عورت علاج کی مجبوری سے رات کو سرمہ لگا سکتی ہے۔

بیوہ ہو جائے تو دوسرا نکاح کرلے اس کو عیب سمجھنا جہالت ہے

ہندوؤں میں یہ عیب سمجھا جاتا تھا کہ شوہر کی موت کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے۔ ہر وقت کا جلاپا اور ساس نندوں کے طعنے اسے باعزت زندگی گذارنے نہ دیتے تھے۔ مذہبی قانون اور قومی رواج کے مطابق بے شوہر پوری زندگی گذارنا لازم تھا اگرچہ تیرہ سال کی لڑکی بیوہ ہو جائے اور چونکہ شوہر کی ارتھی کے ساتھ چلنا مذہبی مسئلہ تھا اور سب نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے اس لئے لامحالہ وہ شوہر کی ارتھی میں کود پڑتی تھی اور زندہ جل جانے کو نفرت کی زندگی پر ترجیح دیتی تھی۔ اس کے بالکل برعکس اسلام نے نہ صرف اجازت دی بلکہ ترغیب دی اور مستحب و مستحسن بلکہ بعض حالات میں واجب

---

[1] سنن ابی داؤد باب احداد المتوفی عنہا زوجہا ۱۲

قرار دیا کہ عدّت گذارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کرلے وہ مرجائے تو تیسرا شوہر کرلے، وہ بھی مرجائے تو چوتھے مرد کی زوجیت میں آجائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرکے دکھایا۔ آپؐ کی اکثر بیویاں بیوہ تھیں جن کے پہلے شوہر فوت ہوچکے تھے، ان میں بعض وہ تھیں جو آپؐ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔

آج کل بھی بعض قوموں میں (جو مسلمان کہلاتی ہیں) بیوہ کی دوسری شادی کو عیب سمجھا جاتا ہے اور جو بیوہ ہوجائے زندگی بھر یوں ہی بلا شوہر بیٹھی رہتی ہے خدا کی پناہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیا ہو اسے عیب سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے۔ اس سے ایمان سلب ہوجانے کا خطرہ ہے جن لوگوں کے ایسے خیالات ہیں توبہ کریں۔ اسلام نے عورت کو بڑا مرتبہ دیا اور اس کو اعزاز و اکرام سے نوازا ہے پستی سے نکال کر اس کو بلندی عطا کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عورتیں اب بھی اسلام کے احکام کو چھوڑ کر (جو سراسر رحمت ہیں) جاہلیت کی طرف دوڑ رہی ہیں۔

شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کا حکم

وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ لَمَّا أَتَى أُمَّ حَبِيْبَةَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ دَعَتْ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ ذِرَاعَيْهَا وَعَارِضَيْهَا وَقَالَتْ كُنْتُ عَنْ هٰذِهٖ غَنِيَّةً سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب امّ المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی جو زرد رنگ کی تھی اور اپنی بانہوں اور رخساروں پر ملی اور

فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں تین دن سے زائد سوگ کرنے والیوں میں شمار نہ ہو جاؤں میں نے خوشبو لگالی) میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی میت پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے کہ اس (کی موت ہو جانے) پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔ (صحیح مسلم ص ۴۸۶ ج ۱)

تشریح:۔ جس کپڑے سے مردوں کو کشش ہوتی ہو اس کو نہ پہننے اور خوشبو، سرمہ، مہندی اور زیب و زینت کی دوسری چیزیں ترک کرنے کو سوگ کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل گذشتہ حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہے، جس عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت حمل نہ ہونے کی صورت میں چار مہینہ دس دن ہے اور حمل ہو تو وضع حمل پر اس کی عدت پوری ہو گی اور دونوں صورتوں میں جب تک عدت نہ گذرے اس پر سوگ کی حالت میں رہنا واجب ہے۔

کیا شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کی گنجائش ہے؟ اگر گنجائش ہے تو کتنے دن سوگ کیا جا سکتا ہے؟ حدیث بالا میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ شوہر کے علاوہ دوسرے کسی عزیز قریب (بیٹا، باپ وغیرہ) کی موت پر بھی عورت کو سوگ کرنے کی اجازت ہے لیکن صرف تین دن تین رات تک سوگ کر سکتی ہے۔ اس سے زیادہ سوگ کرنا حلال نہیں ہے، جیسا کہ حدیث بالا سے بالکل واضح ہو رہا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں، ان کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جب ان کی وفات کی خبر سنی تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو دن کوئی خوشبو نہ لگائی، پھر تیسرے دن خوشبو منگا کر لگائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اس وقت خوشبو لگانے کی بالکل کوئی ضرورت نہ تھی لیکن حدیث کی وعید سے بچنے کے لئے خوشبو استعمال کی ہے ایسا نہ ہو کہ خوشبو نہ لگانا سوگ میں شامل ہو جائے اور یہ سوگ تین دن سے آگے بڑھ جائے اس لئے تین دن پورے ہونے سے پہلے ہی خوشبو لگالی تاکہ گناہ کا احتمال ہی نہ رہے۔ ایسا ہی واقعہ حضرت زینب بنت جحشؓ کو بھی پیش

آیا یہ بھی ازواجِ مطہرات میں سے تھیں جب ان کے بھائی کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی اور اسی حدیث کی روایت کی جو حدیث حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد کی موت کے بعد (تیسرے دن) خوشبو لگا کر سنائی۔

جن حضرات نے حدیث کی تشریحات لکھی ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے علاوہ کسی دوسرے عزیز کی موت پر بھی سوگ کرنا جائز ہے لیکن واجب تو نہیں ہے جس کے ترک سے گناہ ہو لیکن طبعی طور پر چونکہ عورت کو رنج زیادہ ہوتا ہے اس لئے اسے اجازت دی گئی کہ تین دن تک بناؤ سنگار نہ کرے تو ایسا کرسکتی ہے البتہ تین دن کے بعد شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر سوگ کرے گی تو گنا ہگار ہوگی یہ تین دن والی اجازت بھی عورت کے لئے ہے۔ مردوں کو سوگ کرنے کی اجازت کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

آج کل ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ عمل کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمال واقوال کو سامنے نہیں رکھا جاتا بلکہ رواج اور طبیعت کے تقاضوں پر چلتے ہیں۔ رنج وغم سوگ وغیرہ کے سلسلہ میں بھی خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانیاں ہوتی ہیں، شوہر کی موت پر سوگ کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کو بُرا مانتی ہیں بلکہ عدّت کے زمانہ میں گھر میں رہنے کی شرعی پابندی کی بھی خلاف ورزی کرتی ہیں اور خود سے سوگ کرنے میں آئیں تو شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر ہفتوں سوگ کرلیں دینی احکام کو پسِ پشت ڈالنے کا یہ مزاج بہت بُرا ہے۔ اس کی وجہ سے گناہوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے اللہ جل شانہٗ ہم سب کو اسلام کے حکموں پر چلنے کی اور مرمٹنے کی توفیق دے۔

یہ سوگ کا سلسلہ محرم کے مہینے میں بڑا زور پکڑ لیتا ہے شیعوں کی دیکھا دیکھی بہت سے سُنّی ہونے کے دعویدار بھی محرم میں سوگوار بن جاتے ہیں اس ماہ میں اور خصوصًا شروع کے دس دنوں میں میاں بیوی والی محبّت ترک کر دیتے ہیں، کالے کپڑے پہنتے ہیں بچّوں کو بھی سیاہ کپڑے پہناتے ہیں جس کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں۔ یہ سب جہالت اور گمراہی کے طریقے ہیں محرم کے مہینے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی تھی۔ اس

شہادت کو یاد کرکے لوگ روتے ہیں سینے پیٹتے ہیں، چاقو چھری سے گھائل ہو جاتے ہیں۔
جھوٹے واقعات بنا بنا کر شعر بناتے ہیں مرثیے پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ثواب کا کام کر رہے ہیں حالانکہ ان چیزوں میں ہرگز ثواب نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں سراسر گناہ ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کیوں ہے؟ اسی لئے تو ہے کہ وہ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے نواسے ہیں! (جب باعث حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا جان کی ذاتِ گرامی ہے (کہ آپؐ سے محبت ہونے کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی محبت ہے) تو اس محبت کے اظہار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی کیوں خلاف ورزی کی جاتی ہے؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے اور یہ اجازت بھی صرف عورت کے لئے ہے مرد کے لئے سوگ کرنے کی اجازت نہیں پھر یہ ۱۳ سو سال گذر جانے کے بعد کیسا سوگ ہو رہا ہے؟ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف چلنے والوں سے خوش ہوں گے؟ کیا ایسے نافرمانوں کے لئے جنہوں نے دینِ محمدیؐ میں اپنی طرف سے احکام کا اضافہ کر دیا حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفارش کریں گے؟ حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ جن لوگوں نے دینِ محمدی میں ادل بدل کر دیا ان کو حوضِ کوثر سے ہٹا دیا جائے گا اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے سُحْقًا سُحْقًا لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ دور ہوں دور ہوں جنہوں نے میرے دین کو بدلا[1]

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ الموضوعات الکبیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

وقد اشتہر عن الروافض فی	اور رافضیوں میں بلاد عجم کے اندر مثلاً
بلاد العجم من الخراسان	خراسان عراق، اور ماوراء النہر کے
والعراق بل فی بلاد	شہروں میں بڑے بڑے گناہوں کے کام

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۸ ج ۲

ماوراء النهر منکرات عظیمۃ من لبس السواد والدوران فی البلاد وجرح رؤسھم ابدانھم بانواع من الجراحۃ ویدعون انھم محبوا اھل البیت وھم بریئون منھم ۔
(ص ۱۰۵ مجتبائی)

رواج پائے ہوئے ہیں مثلاً کالے کپڑے پہنتے ہیں اور شہروں میں گھومتے ہیں اور اپنے سروں اور جسموں کو مختلف طریقوں سے زخمی کرتے ہیں اور اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ حضرات اہلِ بیت رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے محبّت کرنے والے ہیں حالانکہ وہ ان سے بیزار ہیں ۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ۔

اسلام میں مرد کے لئے سوگ کسی موقعہ پر بھی مشروع نہیں

ویکرہ للرجال تسوید الثیاب وتمزیقھا للتعزیۃ ۔
(عالمگیری طبع مصر ص ۱۶۷)

یعنی تسلّی کے عنوان سے مردوں کو کالے کپڑے پہننا اور ان کو پھاڑنا جائز نہیں ہے

ایک حدیث میں ہے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَنَا بَرِیٌٔ مِمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵ ج ۱)

میں اس سے بیزار ہوں جو (کسی کی وفات پر اظہار رنج کے لئے) سر منڈائے اور شور مچائے اور کپڑے پھاڑے ۔

کپڑے پھاڑنا مرد و عورت ہر ایک کے لئے حرام ہے ۔

سب جانتے ہیں کہ خدائے پاک کے آخری رسول سرور عالم سیدّنا حضرت محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامل دین دے کر دنیا سے تشریف لے گئے، اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے ۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (المائدہ)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کر لیا۔

چونکہ اسلام دینِ کامل ہے اس لئے اس میں حرام حلال کی مکمّل تفصیلات موجود ہیں اور ثواب و عذاب کے کاموں سے پوری طرح آگاہ فرمادیا گیا ہے اور زندگی گذارنے کے پورے طریقے بتادیئے ہیں اور زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں ہدایات دے دی گئی ہیں اب کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دین میں اضافہ کردے یا حلال کو حرام قرار دے دے یا حرام کو حلال کر دے۔

خدا کی شریعت میں مردوں کے لئے سوگ نہیں اور عورتوں کے لئے شوہر کی وفات پر صرف چار ماہ دس دن سوگ کرنا واجب ہے اور کسی دوسرے عزیز کی موت پر صرف تین دن تک عورت کو سوگ کرنا جائز ہے پھر حکمِ شرعی سے آگے بڑھ کر مردوں کو سوگ کرنا اور سوگ کے کپڑے پہننا یا عورت کو مندرجہ بالا تفصیل کے خلاف سوگ کرنا دین میں کہاں سے داخل ہوگیا؟ شریعتِ اسلامیہ نے محرّم میں میاں بیوی کے ملاپ پر یا اچھے کپڑے پہننے، یا مہندی لگانے یا اور کسی طرح کی زیب وزینت اختیار کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی تو یہ پابندی اپنی طرف سے کیوں لگا لی، اللہ پاک نے جو کچھ حلال قرار دیا اس کو کیوں حرام کیا؟ قرآن و حدیث کی ہدایت چھوڑ کر گمراہی میں کیوں لگے؟

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ (سورۂ یونس)	آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصّہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا آپ پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔

اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ	اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ	کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے بلاشبہ
عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ۝	جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ
(سورۂ نحل)	فلاح نہ پائیں گے۔

اس آیت میں بھی اس بات کی مذمت کی گئی ہے کہ اپنی جانب سے حلال و حرام تجویز کر لیا جائے جو چیز اللہ جل شانہ کی جانب سے حلال ہے وہ حلال ہی رہے گی، محرم کا مہینہ ہو یا کوئی بھی دن ہو۔ اور جو شے حرام ہے حرام ہی رہے گی بندوں کو حلال یا حرام قرار دینے کا کوئی اختیار نہیں۔ اللہ جل شانہ سمجھ دے اور عمل کی توفیق دے۔

طلاق ہو جائے تو بچوں کی پرورش کون کرے

(۱۶۳) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ امْرَأَۃً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا کَانَ بَطْنِیْ لَہٗ وِعَاءً وَثَدْیِیْ لَہٗ سِقَاءً وَحَجْرِیْ لَہٗ حِوَاءً وَاِنَّ اَبَاہُ طَلَّقَنِیْ وَاَرَادَ اَنْ یَّنْزِعَہٗ مِنِّیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ بِہٖ مَالَمْ تَنْکِحِیْ۔

(رواہ احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک یہ جو میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لئے برتن رہ چکا ہے اور میری چھاتی اس کے لئے مشکیزہ رہی ہے (جس سے یہ دودھ پیتا رہا ہے) اور میری گود اس کے لئے حفاظت کی جگہ رہی ہے اور اب ماجرا یہ ہے کہ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اس کو مجھ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کی پرورش کی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو نکاح نہ کرلے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۹۳ بحوالہ احمد و ابی داؤد)

تشریح: اللہ جل شانہ نے انسانوں میں توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رکھا ہے بچے ناتواں ناسمجھ اور ضعیف البنیان پیدا ہوتے ہیں ان کی پرورش اور پرداخت ماں باپ کے ذمہ کردی

گئی ہے وہ شرعًا بھی ان کی پرورش کے مکلّف ہیں اور طبعی طور پر ماں ماں ہونے کی وجہ سے خود بھی پرورش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں عمومًا یہی ہوتا ہے کہ بچّے ماں باپ کے سایہ میں پلتے بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہیں لیکن کبھی شریعت اسلامیہ کے مزاج کے خلاف میاں بیوی جُدائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یعنی دونوں علیحدگی چاہنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے طلاق ہوجاتی ہے یا شوہر اپنی ناسمجھی سے طلاق دے بیٹھتا ہے یا حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکنے کی وجہ سے طلاق دے دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اگر ایسا ہوجائے تو اس میں جہاں اور کئی قسم کی تکلیفیں سامنے آتی ہیں ان میں بچوں کی پرورش کا مسئلہ بھی ایک مصیبت بن جاتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے اس کے بارے میں بھی ہدایات دی ہیں اور احکام بتائے ہیں۔

اوپر کی حدیث میں اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک عورت نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ میرے بچّے کو چھیننا چاہتا ہے جس کے لئے میں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ ایک عرصہ تک اسے پیٹ میں رکھا اور بہت دن اُسے دودھ پلایا اور گودی میں لیا اس کی پرورش کی اور تکلیفوں سے بچایا میرا دل نہیں چاہتا کہ اسے اپنے سے جُدا کروں لیکن اس کا باپ میرے پاس رکھنے کو تیار نہیں اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی پرورش کی تُو ہی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تُو نکاح نہ کرلے۔

جب میاں بیوی میں جدائی ہوجائے اور رجوع کی کوئی صورت نہ بن سکے یا ایسی طلاق ہوجائے جس میں شرعًا رجوع نہیں ہوسکتا یا دوبارہ نکاح کرنے پر فریقین راضی نہ ہوں، یا شرعًا دوبارہ نکاح نہ ہوسکتا ہو تو لامحالہ میاں بیوی علیحدہ ہوجائیں گے اس صورت میں اولاد کی پرورش کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضابطہ بتلایا ہے کہ بچّے کی ماں پرورش کی زیادہ مستحق ہے بشرطیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ حدیث کی شرح لکھنے والے عالموں نے بتلایا ہے کہ اگر عورت بالکل کسی سے نکاح نہ کرے تو اسے حق پرورش ملے گا اور اگر کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو بچّہ کا محرم ہو مثلاً بچّہ کا چچا ہو تب بھی ماں کا حقِ پرورش ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ بچّہ کا محرم خود اس کو پیار محبت سے رکھے گا اور اس

کے نکاح میں جانے کے بعد بچّہ کی ماں اس کی دیکھ بھال میں لگے گی تو نئے شوہر کو ناگواری نہ ہو گی۔ البتہ اگر بچّہ کی ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جو بچّہ کا محرم نہ ہو تو اس کا حقِ پرورش ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ شخص اس کی پرورش میں لگنے پر معترض ہو گا اور یہ کہہ سکتا ہے کہ تُو میرے حقوق ادا نہیں کرتی یا میرے حقوق میں اس کی پرورش کی وجہ سے فرق آتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بچّہ کو ٹیڑھی نظر سے دیکھے اور بچّہ کو ڈانٹ ڈپٹ کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی پہلی بیوی سے جو اولاد ہو یا اس بیوی سے جو اولاد ہو جائے اس کی محبّت کے سامنے اس بچّہ سے کسی قسم کی کلفت محسوس کرے ان جیسی حکمتوں کی وجہ سے ماں کا حقِّ پرورش اس صورت میں ساقط کر دیا گیا جبکہ وہ بچّہ کے نامحرم سے نکاح کر لے۔

ماں کا جو حقِ پرورش دیا جاتا ہے وہ اس کا حق ہے اگر وہ اپنا حق استعمال نہ کرنا چاہے تو اس کو مجبور نہیں کر سکتے کہ ضرور پرورش کرے ہاں اگر کوئی اور عورت پرورش کرنے والی نہ ملے تو اس کی ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کی پرورش کرے اور اگر ماں نے حقِ پرورش ساقط کر دیا تو شرعًا جتنی مدّت پرورش کرنے کا حق رکھا گیا (جس کی تفصیل آگے آئے گی) اس مدّت کے اندر اندر پھر اپنا حق لے سکتی ہے۔ یعنی پرورش کا مطالبہ کر سکتی ہے اسی طرح جب بچّے کے نامحرم سے نکاح کرنے کی وجہ سے حقِ پرورش ساقط ہو گیا اور اس کے بعد دوسرے شوہر سے جُدائی ہو جائے تو پھر حقِ پرورش کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

مسئلہ:۔ جس زمانہ میں بچّہ کی ماں طلاق کے بعد عدّت گذار رہی ہو اس زمانے میں جو بچّہ اس کی پرورش میں ہو اس کے دودھ پلانے کی اجرت نہ لے البتہ عدّت گذرنے تک شوہر پر معتدہ (عدّت گذارنے والی) ہونے کی وجہ سے اس کا نان نفقہ واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر طلاق کے بعد عدّت گذر گئی تو بچّہ کی ماں کو اس کے باپ سے دودھ پلانے کی اجرت طلب کرنے کا حق ہے اور اس صورت میں باپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یوں کہے کہ جب اجرت دینا ہی ہے تو میں کسی دوسری عورت سے اجرت پر دودھ پلوا لوں گا (چونکہ جو شفقت ماں کو ہو سکتی ہے دوسری عورت کو نہیں ہو سکتی) ہاں اگر دوسری عورت ماں سے کم اجرت پر راضی ہو تو ماں کو یہ حق حاصل نہ ہو گا کہ بچّہ کو خود

دودھ پلاوے اور اجرت زیادہ لے البتہ ماں کو اتنا حق ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو اپنے پاس رکھے تاکہ بچّہ سے جدائی نہ ہو اور اگر ماں دودھ پلانے پر رضامند ہو لیکن اس کا دودھ بچّہ کے لئے مضر ہو تو باپ دوسری عورت سے دودھ پلوا سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر ماں کہے کہ میں اسے دودھ نہیں پلاتی تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا ہاں اگر بچّہ کسی اور عورت کا دودھ قبول ہی نہ کرے تو ماں پر واجب ہوگا کہ اسے دودھ پلائے۔

مسئلہ:۔ جو ماں بدکردار ہو جس کے فسق و فجور کا اثر بچے پر پڑ سکتا ہو تو بچّے کو جب تک سمجھ نہ آئے اس کو ماں کے پاس رکھا جا سکتا ہے اس کے بعد اس سے لے لیا جائے گا اور اگر کوئی ماں ایسی ہے کہ بچّہ کو چھوڑ کر اکثر اوقات گھر سے باہر رہتی ہے اور بچّے کی دیکھ بھال نہیں کرتی جس سے اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو اس صورت میں اسے حق پرورش نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ:۔ اگر بچّہ کی ماں مر جائے یا حق پرورش استعمال نہ کرنا چاہے یعنی بچّہ کو اپنی پرورش میں لینے سے انکار کر دے یا کسی وجہ سے اس کا حقِ پرورش ساقط ہو جائے تو اس صورت میں پرورش کا حق نانی کو پہنچتا ہے اگر نانی نہ ہو یا موجود تو ہو لیکن پرورش سے انکار کر دے تو پھر پرنانی کو حق پرورش ملے گا اگر وہ بھی نہ ہو یا پرورش میں لینے سے انکار کر دے تو دادی کو اور اس کے بعد پردادی کو اور اس کے بعد سگی بہنوں کو اور ان کے بعد ماں شریک بہنوں کو اور ان کے بعد باپ شریک بہنوں کو اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو یا حق پرورش استعمال کرنے سے منکر ہو تو پھر خالہ کو اور اس کے بعد پھوپھی کو حق پرورش ملے گا۔ وہ بھی نہ ہو یا حق پرورش استعمال کرنا نہ چاہے تو ماں کی خالہ کو پھر باپ کی خالہ کو حق پرورش پہنچے گا۔ واضح رہے کہ بچہ خواہ کسی کی بھی پرورش میں ہو بچّہ کے اخراجات باپ کے ذمّہ ہوں گے۔

مسئلہ:۔ بچّے کے رشتہ داروں میں اگر کوئی عورت پرورش کے لئے نہ ملے تو اب باپ اس کی پرورش کرنے کا مستحق ہے وہ بھی نہ ہو تو پھر دادا کو حقِ پرورش پہنچتا ہے وہ بھی نہ ہو تو پردادا کو۔ ان میں سے کوئی نہ ہو تو سگے بھائی کو وہ نہ ہو تو باپ شریک بھائی کو حق پہنچتا ہے وہ بھی نہ ہو تو جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تو معتبر عالموں سے معلوم کر لیا جائے۔

مسئلہ:۔ جسے بچہ کی پرورش کا حق پہنچتا ہو اُسے لڑکے کو سات سال کی عمر ہو جانے تک اور لڑکی کو ۹ (نو) سال کی عمر ہو جانے تک پرورش کا حق ملے گا یعنی اتنی مدت تک اپنے پاس رکھ کر پرورش کرنے کا حق ہے۔

نومولود بچہ کے کان میں اذان دینا اور اکابر کی خدمت میں لے جا کر تحنیک کرانا

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ بِالصَّلٰوۃِ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد وقال الترمذی ہذا حدیث صحیح)

ترجمہ:۔ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو آپؐ نے ان کے کان میں اذان دی جو اذان نماز کے لئے دی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۳ بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

(۱۶۴) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّہَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ بِمَکَّۃَ قَالَتْ فَوَلَدْتُّ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَیْتُ بِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُہٗ فِیْ حِجْرِہٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَۃٍ فَمَضَغَہَا ثُمَّ تَفَلَ فِیْ فِیْہِ ثُمَّ حَنَّکَہٗ ثُمَّ دَعَا لَہٗ وَبَرَّکَ عَلَیْہِ وَکَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ (میرے بچہ) عبداللہؓ کا استقرارِ حمل مکہ ہی کے زمانۂ قیام میں ہو گیا تھا پھر اس کی پیدائش (ہجرت کے بعد) قباء میں ہوئی (جو شہر مدینہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے) پیدائش کے بعد میں اس کو لے کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کو میں نے آپؐ کی گود میں رکھ دیا، اس کے بعد آپؐ نے ایک چھوارہ منگایا اور اس کو چبا کر بچہ کے

منہ میں اپنے منہ سے ڈال دیا اور پھر اس کے تالو سے مل دیا اس کے بعد اس کے لئے دعا فرمائی اور برکت کی دُعا دی (ہجرت کے بعد مہاجرین میں پیدا ہونے والا) اسلام (کی تاریخ) میں یہ پہلا بچّہ تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۲ بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی صاحبزادی تھیں مکہ ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں دعوتِ اسلام کو جن مردوں اور عورتوں نے قبول کیا ان میں ان کا اٹھارہواں نمبر تھا۔ یعنی ان سے پہلے صرف سترہ آدمی مسلمان ہوئے تھے۔

ان کا نکاح مکّہ ہی میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوگیا تھا حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسے زمانہ میں ہجرت کی جبکہ ولادت کا زمانہ قریب تھا مکہ سے مدینہ تک تین سو میل کا سفر کیسی کیسی مشقتوں سے طے کیا ہوگا، اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ سب سے پہلے قبار میں قیام کیا جو مدینہ منورہ سے دو تین میل ایک بستی تھی (اب تو وہ ایک شہر کی مانند ہے اور مدینہ منورہ سے قبار تک عمارتیں بنتی چلی گئی ہیں) قبا پہنچیں تو صاحبزادہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے ایسے زمانہ میں ہجرت کی کہ میں شکم مادر میں تھا[1]

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بچّہ کی پیدائش کے بعد اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور آپؐ کی گود میں رکھ دیا، آپؐ نے ایک چھوارہ منگایا اور اُسے چبا کر اپنے منہ مُبارک سے بچّہ کے منہ میں ڈال دیا (اور انگلی مبارک سے) تالو پر مل دیا، نیز آپؐ نے بچّہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے بارگاہ خداوندی میں دُعا کی اور برکت کی دعا دی اور عبداللہ نام تجویز فرمایا۔ سب سے پہلے بچہ کے پیٹ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب مبارک داخل ہوا۔ تاریخِ اسلام میں یہ بچّہ عبداللہ بن الزبیرؓ کے نام سے معروف و مشہور ہوا۔ اس بچّہ نے دین اسلام کی بہت خدمت کی۔ اس کا کچھ تذکرہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی لکھیں گے ان کی پیدائش سے مسلمانوں کو بہت زیادہ خوشی ہوئی اور خوشی میں اللہ اکبر کہا کیونکہ

---

[1] الاصابہ والاستیعاب ۱۲

یہودیوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اب ان کے اولاد نہ ہوگی، اللہ جل شانہٗ نے ان دشمنوں کی بات جھوٹی کر دکھائی اور مہاجر و انصار کو خوب اولاد سے نوازا۔

حضرت اسماءؓ نے جو عمل کیا کہ نومولود بچہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں۔ عام طور سے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس پر عمل کرتے تھے، نومولود بچوں کو آپؐ کے پاس لے جاتے آپؐ ان کی تحنیک فرماتے تھے اور ان کو دعا دیتے تھے تحنیک کے معنی وہی ہیں جو حدیث شریف میں گذرا کہ اپنے منہ میں کھجور چبا کر بچہ کے منہ میں ڈال دیتے تھے اور انگلی کے ذریعہ اس کے تالو سے مل دیتے تھے۔ (روی مسلم عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یؤتی بالصبیان فیبرك علیهم و یحنکهم)۔

بچہ کے کان میں اذان واقامت

یہ اسلامی طریقہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو نہلا دھلا کر اس کے داہنے کان میں اذان دی جائے اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کان میں اذان دی اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کان میں ان کے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۳ والاکمال لصاحب المشکوٰۃ)

بچہ کے کان میں اذان اور اقامت کہنے میں بہت بڑی حکمت ہے بچہ چونکہ ابھی ابھی دنیا میں آیا ہے اس لئے سب سے پہلے اس کے کان میں اللہ کا نام پکارا جاتا ہے اور ایمان اور نماز کی دعوت دی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ تو دین توحید پر ہے اسی پر مرنا اور جینا ہے۔

تحنیک مسنون ہے

تحنیک بھی سنت ہے، بچہ کو کسی صالح دیندار بزرگ آدمی کے پاس لے جائیں اس کے منہ میں چھوارہ وغیرہ چبوا کر تحنیک کرائیں جس کا طریقہ ابھی اوپر گذرا۔ آج کل ماں باپ نیک آدمیوں سے دور بھاگتے ہیں، ماڈرن فیشن اور دنیاداری کی ہوا نے نیکوں سے اور نیکیوں سے ایسا دور کیا ہے کہ نیک آدمی سے قریب ہونے کو گویا موت سمجھتے ہیں، پھر بھلا اپنے جگر کے ٹکڑے کو مولوی ملا کے پاس لے جا کر

کیسے تحنیک کرا سکتے ہیں؟ اب تو سب سے پہلے بچّے کے لئے یورپین ڈریس کی فکر ہوتی ہے نیک بنانے کا ارادہ ہو تو نیکوں کی تلاش ہو اور نیک آدمیوں کے پاس لے جا کر تحنیک کرائیں، اور برکت کی دعا لیں، معاشرہ میں برکت اور دُعائے برکت کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی ان باتوں کو ملّا کی بڑ سمجھا جاتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے سب کے لئے سراپا رحمت تھے اور بچّوں کی طرف تو خاص طور سے آپؐ کی شفقت متوجہ رہتی تھی خود اپنے بچّوں اور اپنی صاحبزادی خاتون جنت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بچّوں سے تو آپؐ کو پیار تھا ہی دوسرے مسلمانوں کے بچّوں کو بھی پیار فرماتے تھے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا اپنے بچّہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں بچّہ کو آپؐ نے گود میں بٹھا لیا اس نے آپؐ کے مُبارک کپڑے پر پیشاب کر دیا (بخاری و مسلم)

جب مکّہ معظمہ فتح ہوا تو مکّہ والوں نے اپنے بچّوں کو آپؐ کی خدمت میں لانا شروع کر دیا آپؐ ان کے لئے برکت کی دُعا فرماتے سروں پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۴ بحوالہ ابی داؤد)

بہت سے لوگ اپنے یا دوسروں کے بچّوں کو گود میں لینے اور ان کو قریب کرنے سے بچتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بزرگی کی بات ہے اور بچّوں کو کھلانا وقار کے خلاف ہے، یہ لوگ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت سے دور ہیں۔ جو لوگ اسلامی علوم و اعمال کے داعی ہیں ان کے لئے تو اس سنت پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ جب بچّوں کو دیندار لوگ قریب اور مانوس کریں گے اور اپنی بزرگی کی ہیبت ان کے دل سے نکال دیں گے تو ان کو دین پر لگانا آسان ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے حالات

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب مبارک پہنچا اور آپؐ نے ان کے لئے برکت کی دُعا کی پھر سات آٹھ سال کی عمر میں انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اس سب کا اثر بہت کچھ ظاہر ہوا۔

ان کے بڑے بڑے فضائل ہیں۔ نسب کے اعتبار سے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے جو عشرہ مبشرہ میں تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنا حواری یعنی خاص الخاص آدمی بتایا تھا ان کی دادی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور ان کی والدہ حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ قریش کے چند لڑکے (عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن الزبیر عمر بن سلمہؓ) ذرا بڑے ہو گئے ہیں آپ ان کو بیعت فرما لیتے تو اچھا ہوتا اس سے ان کو آپ کی برکت نصیب ہو جائے گی اور ایک قابلِ ذکر فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ آپؐ نے درخواست منظور فرمالی جب یہ کمسن لڑکے حاضرِ خدمت ہوئے تو طبعی طور پر جھجکنے لگے اور ٹھٹک کر پیچھے رہ گئے البتہ ان میں سے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا اِنَّہٗ ابْنُ اَبِیْہِ کہ یہ اپنے باپ کا بیٹا ہے یعنی اپنے باپ کی طرح جری ہے اور خیر کی طرف آگے بڑھنے والا ہے سات یا آٹھ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور ان کی نو سال کی عمر تھی جب فخرِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ (الاصابہ)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔ روزوں پر روزے رکھتے چلے جاتے تھے نماز سے خاص شغف تھا اور بہت دل لگا کر نماز پڑھتے تھے جب نماز پڑھنے لگتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی ستون کھڑا ہے (نام کو بھی حرکت محسوس نہ ہوتی تھی) اپنی زندگی کی راتوں کو تین طرح گذارتے تھے۔ ایک رات نماز میں کھڑے کھڑے اور دوسری رات رکوع میں اور تیسری رات سجدے میں گذار دیتے تھے، صبح تک یہی شغل رہتا تھا۔ عمرو بن دینار سے منقول ہے کہ میں نے کوئی شخص عبداللہ بن الزبیر سے بڑھ کر اچھی نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔ کعبہ شریف کے قریب حطیم میں بڑے اطمینان سے اس وقت بھی نماز میں مشغول تھے جبکہ دشمنوں کی جانب سے بذریعہ منجنیق[1] گولے برسائے جا رہے تھے ان کے کپڑوں میں گولے آ کر لگتے تھے مگر وہ ذرا توجہ نہ فرماتے تھے۔ عثمان بن ابی طلحہؓ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن الزبیرؓ

---

[1] منجنیق اس زمانہ میں ایک آلہ تھا جس سے توپ کا کام لیا جاتا تھا ۱۲

سے نہ بہادری میں مقابلہ کیا جاسکتا ہے نہ عبادت میں نہ بلاغت میں، آپ کی آواز بہت بلند تھی جب خطبہ دیتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ جواب دے رہے ہیں۔[1] جنگ جمل کے موقع پر جب حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو نعشوں کے درمیان سے نکالا گیا تو ان کے جسم میں چالیس سے اوپر کچھ زخم تھے۔ (الاصابہ)

اس قدر زخم آئے مگر اس وقت شہید نہیں ہوئے اللہ تعالٰی کو ان سے کام لینا تھا اُتنی شدید مارکاٹ میں بھی اللہ تعالٰی نے زندہ بچادیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بھتیجے حضرت ہشام بن عروہ نے فرمایا کہ ہمارے چچا عبداللہ بن الزبیرؓ نے جب بچپن میں بالکل شروع میں بولنا شروع کیا تو زبان سے پہلا لفظ "السیف" نکلا۔ سیف تلوار کو کہتے ہیں اس لفظ کو بولتے ہی رہتے تھے یہ حال دیکھ کر ان کے والد ماجد فرماتے تھے کہ خدا کی قسم تُو قتل و قتال کے بہت دن دیکھے گا۔[2]

یزید کی بیعت سے انکار کرنا اور مکہ میں خلافت قائم کرنا حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اور ۶۴ھ یا ۶۵ھ میں خود اپنی خلافت قائم کر لی تھی۔ حجاز، یمن، عراق اور خراسان کے لوگ آپ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوگئے۔ دارالخلافہ مکہ معظمہ میں رہا اور ۹ سال کے لگ بھگ خلیفہ رہے، آٹھ سال امام المسلمین اور امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے لوگوں کو حج کرایا بالآخر حجاج بن یوسف نے جمادی الاخری ۷۳ھ میں آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کے مقابلہ میں عبدالملک بن مروان نے اپنی حکومت بنالی تھی اس کے تسلط میں شام اور مصر تھے اور اس کے گورنر حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ پر چڑھائی کی اور مکہ معظمہ کا حصار یعنی گھیراؤ کر لیا اور چھ مہینے سترہ دن حصار رہا بالآخر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو شہید کر دیا گیا اور عبدالملک بن مروان کا تسلط مکہ وغیرہ پر بھی ہوگیا۔[3]

واقعہ شہادت حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ دشمنوں کے حصار کے زمانہ میں ایک دن اپنی

---

[1] الاصابہ و تاریخ الخلفاء ۱۲۔ [2] تاریخ الخلفاء۔ [3] الاصابہ الاستیعاب تاریخ الخلفاء ۱۲

والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ امی جان آپ کا کیا حال ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں مریض ہوں، بیٹے نے کہا اِنَّ فِی الْمَوْتِ لَرَاحَۃً۔ یعنی موت میں راحت ہے۔ حضرت اسماء نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنے سامنے میری موت کی آرزو کرتا ہے حالانکہ میں چاہتی ہوں کہ جب تک دشمن سے جنگ کرکے تیرا معاملہ صاف نہ ہو جائے اس وقت تک زندہ رہوں اگر تو مقتول ہو جائے گا تو میں اپنے بیٹے کی موت پر صبر کرکے ثواب لے لوں گی اور اگر تو اپنے دشمن کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائے گا تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر ہنسے، پھر جس روز ان کو شہید کیا گیا اس دن اپنی والدہ کے پاس گئے وہ اس وقت مسجد میں تھیں انہوں نے نصیحت کی کہ بیٹا قتل کے خوف سے دشمن کی جانب سے کوئی ایسی چیز قبول نہ کرنا جس سے ذلّت کا سامنا کرنا پڑے خدا کی قسم عزت میں تلوار برداشت کر لینا اس سے بہتر ہے کہ آدمی ذلّت برداشت کرلے اور تلوار کی دھار کے بجائے ایک کوڑے کی مار کھا کر ذلّت کی زندگی گذارے اس کے بعد لڑنا شروع کیا، دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں، خوب جنگ کی حتیٰ کہ صفا کی جانب سے ان کے آنکھوں کے درمیان ایک پتھر آکر لگا اس کے بعد دشمن ان کو مارتے رہے یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد شامیوں نے خوشی میں اللہ اکبر کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس بچہ کی پیدائش کے دن جن لوگوں نے خوشی میں اللہ اکبر کہا وہ ان لوگوں سے بہتر تھے جو اس کے قتل پر اللہ اکبر کہہ رہے ہیں[1]

حضرت اسماء کا حجاج سے بے باک مکالمہ

دشمنوں نے قتل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کی لاش کو سولی پر چڑھا دیا تھا حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حجاج بن یوسف کے پاس گئیں اس وقت نابینا ہو چکی تھیں۔ انہوں نے حجاج سے کہا کیا اس سوار کے اترنے کا وقت نہیں آیا، حجاج نے کہا یہ منافق؟ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم وہ منافق نہیں تھا بلکہ روزے رکھنے والا اور راتوں کو نماز پڑھنے والا تھا اور حسن سلوک سے پیش آنے والا تھا، حجاج نے کہا بڑھیا تو چلی جا تیری عقل خراب ہو گئی ہے۔ حضرت اسماء

[1] الاستیعاب ۱۲

رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میری عقل خراب نہیں ہوئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف کے قبیلے میں ایک بہت بڑا جھوٹا اور ایک بہت بڑا فسادی ہوگا، بہت بڑے جھوٹے کو تو ہم دیکھ چکے (یعنی مختار بن عبید ثقفی کو) اور فسادی تو میرے خیال میں تُو ہی ہے[1] ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حجاج بن یوسف نے حضرت اسمار کو بلوایا انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اس نے پھر قاصد بھیجا کہ ضرور چلی آؤ ورنہ ایسا شخص بھیجوں گا جو تیرے بال پکڑ کر کھینچ لائے گا۔ حضرت اسمار نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تیرے پاس نہیں آؤں گی یہاں تک کہ تُو کوئی ایسا شخص بھیجے جو میرے بال پکڑ کر کھینچتا ہوا لے جائے۔ اس پر حجاج خود روانہ ہوا اور حضرت اسما کے پاس آکر کہنے لگا کہ تو نے دیکھا کہ میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا۔ (یعنی تیرے بیٹے عبداللہ رض کو قتل کر دیا) حضرت اسمارؓ نے برجستہ جواب دیا کہ میرے نزدیک اس جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ تُو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کر دی اور اس نے تیری آخرت خراب کر دی[2]

عبدالملک بن مروان کی جانب سے حکم آنے پر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی نعش کو حجاج بن یوسف نے صلیب سے اتروا دیا، حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی تھیں کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک موت مت دیجو جب تک کہ میرے بیٹے کی نعش میرے پاس نہ آجائے۔ حضرت ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے حضرت اسمارؓ کو اس بات کی خوشخبری دی کہ آپ کے بیٹے کی نعش صلیب سے اتار دی گئی ہے انہوں نے ایک ٹب منگوایا اور مجھے حکم دیا کہ اس نعش کو غسل دے دو، چنانچہ ہم نے غسل دینا شروع کیا جس عضو کو ہاتھ لگاتے تھے ہاتھ کے ساتھ اکھڑا چلا آتا تھا۔ ہم غسل دیتے رہے اور اعضاً کو کفن کے کپڑوں میں ترتیب سے رکھتے رہے۔ جب غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے کی نماز جنازہ ادا فرمائی[3]

آج کہاں ہیں ایسے بہادر لڑکے اور ایسی نڈر اور بے باک مائیں۔ حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمت اور حق گوئی کو دیکھو اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی عبادت اور شجاعت

---

[1] الاستیعاب ۱۲ - [2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۲ بحوالہ صحیح مسلم ۱۲
[3] الاستیعاب، الاصابہ ۱۲ -

پر نظر کرو یہ حضرات صحابہؓ کے حالات ہیں ان میں مرد اور عورتیں اور بچے سب ہی اسلام کے شیدا اور جاں نثار تھے، اللہ جل شانہٗ ان کی بہادری اور دلیری اور عبادت اور اخلاصِ نیت کا کچھ حصّہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

حضرت اسمار رضی اللہ عنہا کے سر میں اگر درد ہو جاتا تھا تو سر پر ہاتھ رکھ کر فرماتی تھیں کہ یہ گناہوں کی وجہ سے ہے جو بعض گناہوں کی سزا ہے اور جو گناہ اللہ پاک بغیر سزا معاف فرمادیتے ہیں وہ تو بہت زیادہ ہیں[1] شادی کے بعد ابتدائی زندگی بہت تنگی کی گزاری، فرماتی تھیں کہ جب زبیر بن عوام سے میرا نکاح ہوا تو ان کی ملکیت میں نہ کوئی مال تھا نہ غلام تھا اور نہ کوئی چیز تھی ایک گھوڑا تھا جسے میں چارہ کھلاتی تھی اور اس کی خدمت کرتی تھی اور ان کے اونٹ کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر کھلاتی تھی اور یہ گٹھلیاں ان کی زمین سے اپنے اوپر لاد کر لاتی تھی، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خادم بھیج دیا جس نے گھوڑے کی خدمت کا کام سنبھال لیا جس کی وجہ سے مجھے محنت کے کاموں میں کچھ آسانی ہوگئی[2]

حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب "ذات النطاقین" تھا نطاق پٹکہ کو کہتے ہیں (جو کپڑا محنت کا کام کاج کرنے یا زینت کے لئے کمر میں باندھ لیا جاتا ہے۔) جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفر کے لئے کھانا تیار کیا اس کو باندھنے کا ارادہ کیا تو ایسی کوئی چیز نہ ملی جس سے کھانے کا سامان باندھ دیتیں لہٰذا اپنا دوپٹہ پھاڑ کر آدھے سے زادِ راہ یعنی سفر کا توشہ باندھ دیا اور آدھا اپنی کمر میں باندھ لیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس موقعہ پر ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ اپنا پٹکا پھاڑ کر ایک ٹکڑے سے مشکیزہ اور دوسرے سے زادِ راہ باندھ دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے عوض اللہ جل شانہٗ تمہیں جنّت کے دو پٹکے عنایت فرمائے گا[3]

حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش ہجرت سے ۲۷ سال پہلے مکّہ میں ہوئی تھی۔ سلہ ہجری میں مدینہ منورہ کو ہجرت کی وہاں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پیدا ہوئے۔ آخر عمر میں مکّہ میں قیام فرمایا پھر سئلہ میں وہیں وفات پائی۔ اپنے لڑکے حضرت

[1] الاستیعاب ۱۲۔ [2] الاصابہ ۱۲۔ [3] الاصابہ ۱۲

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہا کے واقعہ شہادت کے بعد دس بیس دن زندہ رہ کر دنیائے فانی کو چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ سو سال کی عمر تھی مگر نہ کوئی دانت ٹوٹا تھا نہ عقل میں کسی طرح کا فتور آیا تھا[1] رضی اللہ عنہا وارضاہا ورضی عن زوجہا واولادہا۔

عقیقہ کا بیان

(۱۶۵) وَعَنْ اُمِّ كُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلٰى مَكِنَاتِهَا قَالَتْ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ اَوْ اِنَاثًا۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ پرندوں کو ان کی جگہوں پر رہنے دو (اور ان کو اڑا کر بدفالی نہ لو) اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سُنا کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کی جائے اور اس میں تمہارے لئے کوئی نقصان کی بات نہیں کہ عقیقہ میں ذبح کئے جانے والے جانور نر ہوں یا مادہ ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۲ بحوالہ ابوداؤد)

تشریح:۔ اس حدیث میں اوّل تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدفالی سے منع فرمایا جو مخصوص طریقہ پر زمانۂ نبوت سے پہلے عرب میں رواج پائے ہوئے تھی۔

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب جانور اُڑا کر بدفالی لیتے تھے

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی کام کے لئے نکلتے تھے تو درخت پر بیٹھے ہوئے جانوروں کو اڑا دیتے تھے اور دیکھتے تھے کہ جانور کدھر کو اڑا اگر دائیں جانب کو اُڑ گیا تو اس کو مبارک اور سعد جانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جس کام کے لئے ہم نکلے ہیں وہ ہو جائے گا اور اگر جانور بائیں جانب کو اُڑ جاتا تو اس کو منحوس اور نامبارک جانتے تھے اور یہ سمجھ کر کہ ہمارا کام نہیں ہوگا اس کام سے رُک جاتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کو ان کی جگہوں پر بیٹھا رہنے

---

[1] الاستیعاب والاصابہ ۱۲

دو اور فال کے لئے ان کو مت اڑاؤ۔

دورِ حاضر کی بدفالی پر ایک نظر عرب کے جاہلوں کی طرح آج کل بھی نام نہاد مسلمان طرح طرح کی بدفالیوں میں مبتلا ہیں، خصوصاً عورتوں میں اس طرح کی باتیں بہت مشہور ہیں اگر کوئی شخص کام کو نکلا اور بلّی سامنے سے گذر گئی یا کسی کو چھینک آگئی تو سمجھتے ہیں کہ کام نہیں ہوگا، جوتی پر جوتی چڑھ گئی تو کہتے ہیں کہ سفر در پیش ہوگا۔ آنکھ پھڑکنے لگی تو فلاں بات ہوگی یا کسی کے گھر میں گھونگچیاں ڈال دیں یا سیہ کا کانٹا ڈال دیا تو گھر والوں میں لڑائی ہوگی، یا مرغی نے اذان دے دی تو گویا مصیبت آگئی بس اسے ذبح کرنے کو دوڑ پڑتے ہیں اور مختلف علاقوں میں اور مختلف قوموں میں اس طرح بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ یہ سب جاہلانہ خرافات اور غیر اسلامی خیالات ہیں جو کچھ ہوتا ہے تقدیر سے ہوتا ہے اور اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے موّحد بندہ خام خیالیوں میں کبھی نہیں پڑتا اور وہم کی دُنیا کو کبھی نہیں بساتا۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے الطیرۃ شرکٌ بدفال لینا شرک ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اگر کسی مسلمان کو کوئی ایسی چیز پیش آجائے کہ جس سے خواہ مخواہ ذہن میں بدفالی کا خیال ہوجائے تو جس کام کے لئے نکلا ہے اس سے نہ رُکے اور یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ لَا یَاتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (رواہ ابوداؤد) یعنی اے اللہ اچھائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور بُری چیزوں کو تیرے سوا کوئی دور نہیں کرتا اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔

آج کل بھی جانوروں کو استعمال کرنے کا سلسلہ جاری ہے بہت سے لوگ لفافوں میں کاغذ بھرے ہوئے کسی چالو روڈ پر بیٹھے رہتے ہیں اور طوطا یا مینا یا کوئی اور چڑیا پنجرے میں بند رکھتے ہیں، گذرنے والے جاہل ان سے پوچھتے ہیں کہ آئندہ ہم کس حال سے گذریں گے اور ہمارا فلاں کام ہوگا یا نہیں۔ اس پر جانور رکھنے والا آدمی پرندے کے منہ میں کوئی دانہ وغیرہ دے دیتا ہے اور وہ پرندہ کیف ما اتفق کوئی سا ایک لفافہ کھینچ لاتا ہے۔ پرندہ والا آدمی اس میں سے کاغذ نکال کر پڑھتا ہے اور دریافت کرنے والے کی قسمت کا فیصلہ

سناتا ہے۔ یہ سراسر جہالت اور گمراہی کا طریقہ ہے۔ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ طوطا مینالے کر بیٹھنے والے کو خود پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ ایک کو دوسرے کے بارے میں کچھ علم ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا یعنی کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا۔ نیز ارشاد خداوندی ہے۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (اے نبی آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ آسمان اور زمین میں ہیں وہ غیب کو نہیں جانتے غیب کو صرف اللہ ہی جانتا ہے) یہ عجیب بات ہے کہ آدمی خود تو اپنا حال نہ جانے اور غیر عاقل جانور کو پتہ چل جائے کہ اس کی قسمت میں کیا ہے وہ پرچہ نکال کر دے دے تو اس کو غیب دانی کا ذریعہ بنالیں۔ جہالت بڑی بُری بلا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کے پاس گیا جو غیب کی بات بتاتا ہو پھر اس سے کچھ بات پوچھ لی تو اس کی کوئی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی (رواہ مسلم) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے شخص کے پاس گیا جو غیب کی خبریں بتاتا ہو اور اس کے غیب کی تصدیق کر دی تو اس چیز سے بری ہو گیا جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی۔ (رواہ ابو داؤد) ٹونہ ٹوٹکا اور بدفالی سے بہت سختی سے پرہیز کرو اور کسی ایسے شخص کے پاس ہرگز نہ جاؤ جو غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ کرتا ہو۔

عقیقہ کے مسائل

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا کی حدیث میں دوسری بات یہ بتائی کہ عقیقہ میں لڑکے کی جانب سے دو بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے نر و مادہ ہونے سے عقیقہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا اگر لڑکے کے لئے بکریاں اور لڑکی کے لئے بکرا ذبح ہو جائے تو اس میں نہ کوئی ضرر ہے نہ کوئی حرج۔

عقیقہ میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس میں اللہ کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے۔

ایک جانور میں قربانی اور عقیقہ دونوں کے حصے ہو سکتے ہیں مثلاً اگر پانچ آدمی ایک ایک حصہ قربانی کا لے لیں اور ایک شخص دو حصے اپنے لڑکے کے عقیقہ کے لئے لے لے اور گل

سات حصے ہو جائیں تو ایسا کرنا درست ہے لیکن قربانی صرف اپنے مخصوص دنوں میں ہی ہو سکتی ہے، عقیقہ بچہ کی پیدائش سے ساتویں دن ہونا چاہیئے۔ مثلاً اگر کوئی جمعرات کو پیدا ہو تو اس کا عقیقہ بدھ کے دن کریں۔ عقیقہ میں دو کام کرنے ہوتے ہیں ایک تو جانور اللہ کی رضا کے لئے ذبح کرنا، دوسرے بچہ کے سر کے بال مونڈ دینا۔ بال مونڈ کر ایک جگہ جمع کرلیں اور ان کا وزن کرکے اس قدر چاندی صدقہ کردیں جس قدر بالوں کا وزن ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی جانب سے ایک بکری کا عقیقہ کیا اور اپنی صاحبزادی سے فرمایا (جو حضرت حسنؓ کی والدہ تھیں) کہ اے فاطمہؓ اس کا سر مونڈ دو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردو۔ جب بالوں کو وزن کیا تو ایک درم یا اس سے کم وزن اترا۔ (رواہ الترمذی) اور اس قدر چاندی صدقہ کردی (کما فی الموطا) بخاری شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکے کا عقیقہ ہونا چاہیئے لہٰذا اس کی جانب سے خون بہاؤ (یعنی جانور ذبح کرو) اور ناگوار چیز دور کرو (یعنی پیٹ کے اندر جو بال نکل آئے تھے ان کو مونڈ ڈالو)۔

زمانۂ جاہلیت میں بچہ کا سر مونڈ کر اس کے سر پر ذبح شدہ جانور کا خون مل دیتے تھے یہ طریقہ اسلام میں نہیں ہے۔ البتہ بعض روایات حدیث میں بچہ کے سر پر (مونڈنے کے بعد) زعفران ملنا وارد ہوا ہے، اگر اس پر عمل کرنا چاہیں تو زعفران تر کرکے پورے سر پر مل دیں۔ (مرقاۃ)

مسئلہ:۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ کے جانور کا گوشت بناتے وقت اس کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں اور حضرت عطار نے اس کی حکمت بھی بتائی ہے لیکن اگر ہڈیاں توڑ دی جائیں جیسا کہ گوشت بنانے میں ایسا ہوتا ہے تو اس سے عقیقہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

مسئلہ:۔ اگر بچہ کا نام پہلے سے نہ رکھا ہو تو ساتویں دن اس کا اچھا سا نام بھی تجویز کردیں۔

مسئلہ:۔ لڑکے کے لئے دو بکریاں اور لڑکی کے لئے ایک بکری ہونی چاہیئے اگر مقدور ہو تو اسی پر عمل کریں لیکن اگر کوئی شخص لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک بکری یا ایک بکرا کردے تو یہ بھی جائز ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

مسئلہ:۔ اگر ساتویں دن عقیقہ نہیں ہوا تو اس کے بعد بھی عقیقہ ہو سکتا ہے لیکن

ساتویں دن کا خیال رہنا بہتر ہے جس کا مطلب پہلے گذر چکا ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کرے اور ایسا کرنا ایک امر استحبابی ہے اگر اس کے خلاف ہو جائے تو کچھ حرج نہیں۔ بلکہ خود عقیقہ ہی مستحب ہے۔ اس کے چھوڑنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ:۔ یہ جو دستور ہے کہ جس وقت بچہ کے سر پر استرا رکھا جائے اور نائی سر مونڈنا شروع کرے فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں محض ایک جاہلانہ رسم ہے۔ شرعاً سب جائز ہے چاہے سر مونڈنے کے بعد ذبح کرے یا ذبح کرلے تب سر مونڈے۔

مسئلہ، جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔ جانور کیسا ہو اس کی تفصیل قربانی کے بیان میں گذر چکی ہے۔

مسئلہ:۔ عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے چاہے پکا کر دعوت کرکے کھلائے دونوں طرح درست ہے۔

مسئلہ:۔ عقیقہ کا گوشت باپ، دادا، نانا، نانی، دادی وغیرہ سب کو کھانا درست ہے، عقیقہ کے دن بچہ کا سر مونڈنے میں یہ مصلحت ہے کہ پیٹ کے اندر جو بال اُگتے ہیں وہ کمزور ہوتے ہیں اور مونڈنے کے بعد جو بال نکلتے ہیں وہ طاقت ور ہوتے ہیں لہٰذا کمزور بالوں کا دور کردینا مناسب ہوا۔ نیز ایک نفع اور بھی ہے وہ یہ کہ بال مونڈے جانے سے سر کے مسامات کھل جاتے ہیں، ان کے ذریعہ اندر کی حرارت بآسانی باہر آجائے گی۔ نیز اس سے سننے اور سونگھنے اور دیکھنے کی طاقت بھی بڑھتی ہے۔ یہ حکمت تحفۃ الودود میں لکھی ہے۔

کتاب
حسن المعاشرۃ
و
الاخلاق الحسنۃ

اخلاقِ حسنہ کا بیان

حسنِ اخلاق والے کا مرتبہ

(۱۶۶) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ مؤمن بندہ اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے راتوں رات نماز میں کھڑے رہنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے آدمی کا درجہ پالیتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۱، از ابوداؤد)

تشریح:۔ اچھی خصلت وعادت جسے نصیب ہو جائے تو اسے دنیا اور آخرت کی خیر مل گئی، اچھے اخلاق کا اللہ جل شانہ کے یہاں بہت وزن ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ "قیامت کے دن سب سے زیادہ بھاری چیز جو مومن کی ترازو میں رکھی جائے گی وہ اچھے اخلاق ہوں گے"۔ لفظ "اچھے اخلاق" کا مفہوم بہت وسیع ہے، اس کی تشریح میں ہزاروں صفحات کی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ اللہ کی ساری مخلوق کے حقوقِ واجبہ ادا کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، بڑوں کا اکرام کرنا، سب کو اپنی زبان اور ہاتھ کی تکلیف سے محفوظ رکھنا، اور آگے پیچھے سب کی خیرخواہی کرنا، دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا، سچ بولنا، نرمی اختیار کرنا، ہر ایک سے اس کے مرتبہ کے مطابق برتاؤ کرنا جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا، صحیح مشورہ دینا، بدزبانی سے بچنا، حیا اور شرم اختیار کرنا، مخلوق کی حاجتیں پوری کرنا، سب کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا، بے جا غصہ نہ کرنا، حسد اور کینہ کو دل میں جگہ نہ دینا، یہ اور اسی طرح کی بیسیوں

باتیں ہیں جن کو حُسنِ اخلاق کا مفہوم شامل ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے بہتر کیا چیز ہے جو انسان کو عطا کی گئی، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ایسی چیز حُسنِ خلق ہے۔ (بیہقی)

حُسنِ اخلاق کا مظاہرہ صحیح معنوں میں اس وقت ہوتا ہے جب لوگوں سے تکلیف پہنچے، اور صبر کرتے ہوئے خوبی کا رویہ اختیار کرے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذرؓ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈر اور گناہ ہو جائے تو اس کے بعد ہی نیکی بھی کر لے، یہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ میل جول رکھ۔ (احمد و ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو اُن میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو۔ (ابو داؤد)

حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کے عامل بنا کر بھیجے تو وصیت فرمائی کہ لوگوں کے ساتھ آسانی کا برتاؤ کیجیو اور سختی سے نہ پیش آئیو، اور ان کو خوشخبریاں سنائیو، اور نفرت نہ دلائیو اور آپس میں متفق رہیو اور اختلاف نہ رکھیو۔ (بخاری)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے (یمن جانے کے لئے) رکاب میں قدم رکھا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو آخری وصیت یہ فرمائی کہ اے معاذ! لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آنا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ (مشکوٰۃ)

"اے اللہ تُو نے میری صورت اچھی بنائی ہے تو میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔"

حسنِ اخلاق کا مفہوم بہت وسیع ہے، ہم چند اصول لکھتے ہیں جو بہت سے اخلاقِ حسنہ کو جامع ہیں۔

جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کیلئے پسند کرے

(۱۶۷) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوگا جب تک اپنے (مؤمن) بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے" (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۲ از بخاری ومسلم)

تشریح: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کون سا ایمان افضل ہے؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا یہ کہ تُو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں لگائے رکھے، میں نے عرض کیا اس کے بعد کیا کروں؟ فرمایا کہ تُو لوگوں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور اُن کے لئے وہ ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھے کہ جو اپنے لئے پسند ہو وہ سب کے لئے پسند ہو، اور جو اپنے لئے اچھا نہیں سمجھتا اس کو دوسروں کے لئے بھی بُرا سمجھے مثلاً اگر اپنے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو تو یہ خیال کرے کہ میرا قرض چاہتا ہوتا تو جلد سے جلد وصول کرتا، لہٰذا اس کے لئے اسی کو پسند کروں اور جلد ادا کر دوں، اسی طرح اگر کسی پر اپنا قرض چاہتا ہو تو یہ سوچے کہ اگر مجھ پر کسی کا قرض ہوتا تو میں مہلت کا خواستگار ہوتا، لہٰذا مجھے چاہئے کہ اس کے لئے وہی پسند کروں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، لہٰذا اس کو مہلت دوں اور مطالبہ میں سختی نہ کروں، اسی طرح ہر موقع اور ہر معاملہ میں سوچ لیا کرے۔

درحقیقت اگر لوگ صرف اسی ایک حدیث پر عمل کرلیں تو کبھی تعلقات میں کشیدگی نہ ہو اور سب آرام سے زندگی گذاریں۔

ہر چیز کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا ضروری ہے

(۱۶۸) وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ ثِنْتَانِ حَفِظْتُھُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَۃَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو باتیں میں نے (خصوصیت کے ساتھ) یاد کر رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا ضروری قرار دیا ہے، لہٰذا جب کسی کو (کسی جائز وجہ سے) قتل کرو تو خوبی کے ساتھ قتل کرو، اور جب (جانور کو) ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ ذبح کرو اور (خوبی کی ایک صورت یہ ہے کہ) ذبح کرنے والا اپنی چھری تیز کرے، اور جانور کو آرام پہنچائے۔ (مسلم ص ۱۵۲ ج ۲)

تشریح: احسان حُسن سے لیا گیا ہے جس کا ترجمہ ہم نے "خوبی کا برتاؤ کرنا" کیا ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ جس سے بھی اس کا واسطہ پڑے (انسان ہو یا جانور) اس سے خوبی کا برتاؤ اور اچھا سلوک کرے، خوبی کے برتاؤ کا قاعدہ مقرر نہیں جو بیان کر دیا جائے، یہ تو ہر شخص کی خود اپنی بصیرت پر ہے کہ ہر موقع اور ہر معاملہ میں یہ غور کرے کہ اس وقت میرے لئے خُوبی کے برتاؤ کا کیا موقع ہے؟ جب ذبح اور قتل کرنے میں بھی خوبی کے برتاؤ کی ضرورت ہے جو ذرا سی دیر کا کام ہے اور جس میں وقتی تکلیف ہے تو جن اشخاص سے روزانہ واسطہ پڑتا ہو ان کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا کس قدر ضروری ہوگا۔

جانور سے اچھا برتاؤ ذبح کرنے میں خوبی کا برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جزوی مثال بھی ذکر فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ کھُٹل چھری

سے ذبح نہ کرے، اور چھری کو ذبح سے پہلے تیز کرے، نیز یہ بھی فرمایا کہ ذبیحہ کو آرام پہنچائے جس کی بہت سی صورتیں ہیں، مثلاً یہ کہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال نہ کھینچے، اور کوئی عضو نہ کاٹے، بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح نہ کرے، اسی سلسلہ میں فقہاء نے لکھا ہے ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے اور چھری کو اس کے سامنے تیز نہ کرے۔

ایک شخص ایک بکری کو کان پکڑ کر کھینچے لئے جا رہا تھا، اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کان چھوڑ دے اور گردن پکڑ کر لے جا (ابن ماجہ)

دودھ دوہنے میں خوبی کا برتاؤ یہ ہے کہ ناخن بڑھے ہوتے ہوں تو اُن کو تراش کر دودھ نکالے، تاکہ تھنوں میں نہ چبھیں۔

سوار ہونے میں خوبی کا برتاؤ یہ ہے کہ جانور کو خواہ مخواہ نہ دوڑائے، اس پر چڑھے چڑھے باتیں نہ کرے، منزل پر پہنچ کر اس کے چارہ کی فکر کرے، اور اس کا کجاوہ کاٹھی زین اتار کر دوسرے کام میں لگے، وغیرہ وغیرہ۔

چھوٹوں پر رحم کرنے اور بڑوں کا اکرام کرنے کی اہمیّت

(۱۴۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے اور امر بالمعروف نہ کرے اور نہی عن المنکر نہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۲۳ از ترمذی)

تشریح: اس حدیث پاک میں چار چیزوں کی بڑی اہمیّت کے ساتھ تاکید فرمائی۔

اوّل: چھوٹوں پر رحم کرنا، دوم: بڑوں کا اکرام کرنا، سوم امر بالمعروف، چہارم: نہی عن المنکر۔ ان چیزوں کی اہمیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خاص انداز

میں ارشاد فرمائی اور وہ یہ کہ جو شخص ان چیزوں پر عمل نہ کرے وہ ہم میں سے یعنی مسلمانوں کی جماعت میں سے نہیں ہے۔

بات یہ ہے کہ اسلام کے بہت سے تقاضے ہیں، یہ کہہ دینا کہ میں مسلمان ہوں مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، دینِ اسلام سراسر خوبیوں کا مجموعہ ہے وہ سب کے ساتھ خوبی کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیتا ہے، انسان کا چھوٹوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے اور بڑوں سے بھی، چھوٹوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے اور بڑوں کی تعظیم و توقیر کی جائے، چھوٹوں میں اور کم عمر کے بہن بھائی دوسرے کم عمر رشتہ دار اور غیر رشتہ دار، نیز وہ سب لوگ جو ملازمت میں اپنے ماتحت ہیں، اور حاکموں کی ساری رعیت اور محکوم اور ہر وہ شخص جو کسی بھی اعتبار سے چھوٹا ہو سب داخل ہے ان سب لوگوں کے ساتھ رحمت اور شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کیا جائے، اسی طرح بڑوں کے عموم میں ہر وہ شخص داخل ہے جو کسی بھی اعتبار سے بڑا ہو، ماں باپ اور تمام رشتہ دار جو عمر میں بڑے ہوں اور دوسرے وہ سب لوگ جو عمر میں یا عہدہ میں بڑے ہوں ان سب کی تعظیم اور توقیر اور اکرام و احترام ضروری ہے، اکرام اور احترام کا مطلب اتنا ہی سا نہیں ہے کہ اچھے القاب کے ساتھ نام لے لے بلکہ جانی و مالی خدمت کرنا، دکھ تکلیف میں کام آنا، آرام پہنچانا، اور کسی بھی طرح سے کوئی ایذا نہ پہنچانا یہ سب اکرام میں شامل ہے، بہت سے لوگ ظاہر میں تو بڑوں کا بہت ادب کرتے ہیں لیکن موقع لگ جائے تو کچا کھانے کو تیار رہتے ہیں، یہ کوئی اکرام نہیں ہے۔

بوڑھوں کا اکرام کرنے کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی جوان نے کسی بوڑھے کا اکرام اس کے بڑھاپے کی وجہ سے کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی ایسے آدمی کو مقرر فرمائے گا جو اس کا اکرام کرے گا۔ (ترمذی)

چھوٹے بچے بھی رحمت کے مستحق ہیں، اپنے بچے ہوں یا کسی دوسرے کے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھوٹے بچوں سے بہت شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے، بچوں

کو گود میں بھی لیتے، پیار بھی کرتے، اور چومتے بھی تھے، ایک صاحب دیہات کے رہنے والے حاضر خدمت ہوئے اور (تعجب سے) کہنے لگے کیا آپ حضرات بچّوں کو چومتے ہیں؟ ہم تو نہیں چومتے، اس کی بات سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تیرے لئے کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت نکال دی ہے۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس (لوگوں کے) بچّے لائے جاتے تھے، آپؐ اُن کے لئے برکت کی دُعا دیتے تھے، اور اُن کی تحنیک فرماتے تھے (یعنی اپنے مُنہ میں کھجور چبا کر بچّے کے مُنہ میں ڈال دیتے تھے پھر تالو سے مَل دیتے تھے)۔ (مسلم)

ایک مرتبہ حضرت اُمّ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ایک دودھ پیتے بچّے کو آپؐ کی خدمت میں لے آئیں، آپؐ نے اس کو اپنی گود میں بٹھالیا، بچّہ نے آپؐ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپؐ نے خود ہی اس کو پاک فرمایا۔ (مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چھوٹا بھائی آپؐ کی خدمت میں لایا گیا، آپؐ نے اُس بچّہ سے فرمایا کہ اے ابو عُمیر تمہاری وہ چڑیا کیا ہوئی؟ اس بچّے کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے کھیلتا تھا، وہ مر گئی تو آپؐ نے ایسا فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا (آپؐ کے نواسے) حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپؐ کے کاندھے پر تھے، اس وقت آپؐ یہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبّت فرمائیے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ دن چڑھے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا، آپؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت حسنؓ کو آواز دیتے ہوئے فرمایا کیا یہاں چھٹوا ہے؟ کیا یہاں چھٹوا ہے؟ اس کے بعد ذرا دیر بھی نہیں گذری کہ حضرت حسنؓ دوڑتے ہوئے آگئے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حسنؓ دونوں گلے لپٹ گئے پھر آپؐ نے فرمایا اے اللہ میں اس

سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی اس سے محبت فرمائیے، اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرمائیے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر اپنے گھر والوں پر مہربان ہو، آپؐ کا بچہ ابراہیمؓ عوالی مدینہ میں ایک عورت کا دودھ پیتا تھا، آپؐ وہاں تشریف لے جاتے تھے، اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ ہوتے تھے، آپؐ گھر میں داخل ہوتے اور بچے کو چومتے، پھر واپس آجاتے، یہ بچہ جس عورت کا دودھ پیتا تھا اس کا شوہر لوہار کا کام کرتا تھا، آپؐ تشریف لے جاتے تھے اور گھر بھٹی کی وجہ سے دھوئیں میں بھرا رہتا تھا، آپؐ اسی حال میں داخل ہو جاتے تھے (مسلم)

یہاں یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوّل چھوٹوں پر رحم کرنے کا ذکر فرمایا، اس کے بعد بڑوں کی توقیر کا تذکرہ فرمایا، اس ترتیب میں گویا اس طرف اشارہ ہے کہ بڑوں کو چھوٹوں پر شفقت اور رحم کا خیال کرنا ترتیب کے اعتبار سے مقدم ہے، یعنی جب چھوٹوں پر رحم ہوگا تو وہ بھی بڑوں کی توقیر کریں گے، اور جب یہ چھوٹے بڑے ہو جائیں گے تو اپنے بڑوں سے جو شفقت کا برتاؤ سیکھا تھا اس کو اپنے چھوٹوں پر استعمال کریں گے، بہت سے لوگ چھوٹوں پر تو شفقت کرتے نہیں اور ان سے توقیر کی امید رکھتے ہیں، یہ ان کی نادانی ہے، گو چھوٹوں کو یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ فلاں نے ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اپنا دینی فریضہ یعنی بڑے کی توقیر پر عمل پیرا ہوں، ان کا عمل اُن کے ساتھ ہے ہمارا عمل ہمارے ساتھ ہے، بُرائی کا جواب بُرائی سے کیوں دیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حدیث نمبر ۱۱ کے ذیل میں ہم تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔

بیواؤں اور یتیموں اور مسکینوں پر رحم کھانے اور اُن کی خدمت کرنے کا ثواب

(۱۷۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ

اِلَیْہِ وَ شَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْہِ (رواہ ابن ماجۃ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا جاتا ہو" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۳ از ابن ماجہ)

(۱۷۱) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَۃِ وَالْمَسَاکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔ (رواہ البخاری والمسلم۔)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیواؤں اور مسکینوں کے لئے مال کمانے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص فی سبیل اللہ یعنی جہاد میں محنت اور مشقت کے ساتھ لگا ہوا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ (اس کے ساتھ) یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص (راتوں رات نماز میں) کھڑا رہے جس میں سستی نہ کرے اور جیسے کوئی شخص (لگاتار) روزے رکھا کرے اور درمیان میں بے روزہ نہ رہے۔

(مشکوٰۃ ص ۴۲۲ از بخاری و مسلم)

تشریح:۔ ان روایات سے بیواؤں اور مسکینوں اور یتیموں کی خدمت کی فضیلت معلوم ہوئی، اپنے کسی رشتہ دار کے یتیم بچے ہوں یا کسی دوسرے مسلمان کے، ان کی پرورش اور نگہداشت اور دلداری کی طرف بہت فکر کے ساتھ توجہ کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ کام صرف اللہ کے لئے کیا تو اس کے لئے ہر بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ گذرے گا چند نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچی یا بچہ کے ساتھ اچھا سلوک کیا جو اس کے پاس رہتا ہو تو میں اور وہ جنت

میں اس طرح سے ہوں گے" لفظ" اس طرح سے" فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دونوں انگلیاں (بیچ والی اور شہادت کی انگلی) ملالیں۔ (احمد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا تو یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر۔ (احمد)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور وہ عورت جس کے رخساروں پر سیاہی آگئی ہو قیامت کے دن ان دونوں انگلیوں (یعنی بیچ کی انگلی اور اس کے پاس والی شہادت کی انگلی) کی طرح (قریب قریب) ہوں گے، پھر اس عورت کی صفت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سیاہ رخساروں والی عورت سے وہ عورت مراد ہے جو صاحب حیثیت اور خوبصورت تھی، اپنے شوہر سے بیوہ ہوگئی اور اس نے اپنے یتیم بچوں کی پرورش کے لئے اپنے نفس کو (دوسرا نکاح کرنے سے) روکے رکھا، یہاں تک کہ وہ بچے بڑے ہو کر اس سے جدا ہوگئے (یعنی خدمت کے محتاج نہ رہے) یا وفات پاگئے۔ (ابوداؤد)

جس عورت نے اپنے یتیم بچے کی پرورش کے لئے قربانی دی، دوسرا نکاح نہ کیا، اور بچوں کی خدمت اور دیکھ بھال میں لگے رہنے کی وجہ سے اس کا رنگ بھی بدل گیا، حسن وجمال والے چہرہ پر سیاہی آگئی، اس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں اور وہ عورت جنت میں اس طرح سے قریب قریب ہوں گے جیسے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی آپس میں قریب قریب ہے، اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ شانہ، کیسے بڑے مہربان ہیں کہ انسان اپنے بچوں کو پالے اور اتنا بڑا مرتبہ پائے۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو افضل صدقہ نہ بتادوں؟ (پھر) جواب میں فرمایا کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ، تیری بیٹی تیری طرف واپس لوٹائی جائے (یعنی طلاق یا شوہر کی وفات کی وجہ سے اپنے میکہ میں واپس آجائے اور تو اس پر خرچ کرے)، اس

کے لیے تیرے سوا کوئی کمانے والا نہ ہو۔ (ابن ماجہ)

یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے فضائل معلوم کرنے کے بعد ہر مسلمان کو اپنے محاسبہ کی طرف خیال جائے گا کہ یتیموں کے ساتھ ہم حسنِ سلوک کرتے ہیں یا اس کے خلاف بدسلوکی سے پیش آتے ہیں ہم بھی چاہتے ہیں کہ اُن کے محاسبہ میں شریک ہو جائیں، سب سے زیادہ ہم اُن لوگوں کو متفکر کرنا چاہتے ہیں جن کے خاندان میں کسی کی وفات ہو گئی ہو، اور مرنے والے نے اپنے پیچھے نابالغ بچے چھوڑے ہوں، اور ان نابالغ بچوں کی پرورش اور خدمت خاندان کے کسی ایک فرد یا چند افراد کے ذمہ پڑ گئی ہو، یہ نابالغ بچے یتیم ہوتے ہیں اور جن کے والد نے یا اور کسی مورث نے جو مال چھوڑا ہو وہ اُن بچوں کی ملکیت ہوتا ہے عام طور سے چونکہ میراث تقسیم نہیں کی جاتی، اس لئے بڑے بھائی یا والدہ وغیرہ میں سے جس کا مال یا جائیداد پر قبضہ ہوتا ہے وہ میراث تقسیم کئے بغیر اپنی مرضی سے جہاں چاہے خرچ کرتا ہے، ان یتیم بچوں پر بالغ ہونے تک تھوڑا بہت مال خرچ ہوتا ہے، اور باقی مال دوسروں پر خرچ ہو جاتا ہے۔ مثلاً چچا اور بڑا بھائی اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر خرچ کر دیتے ہیں اور بلکہ بعض مرتبہ پوری جائیداد اپنی اولاد کے نام منتقل کر دیتے ہیں اور جب یتیم بچے بالغ ہو جاتے ہیں تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا، اس طرح سے یتیموں کے مال بے جا کھانے اور اُن کی جائیداد غصب کرنے کے گنہگار ہوتے ہیں جس کا وبال اور عذاب بڑا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ؕ	"بے شک جو لوگ یتیموں کے مال بطور ظلم کے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں اور عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔"

جس کے پاس کوئی یتیم بچہ یا بچی ہو اس پر لازم ہے کہ ان کے مال کو جو میراث میں ملا ہو یا کسی نے ہبہ کیا ہو پوری طرح محفوظ رکھیں، اور اُن کی واجبی ضرورتوں میں اس میں سے خرچ کرتے رہیں اور باقاعدہ حساب رکھیں۔

یہ تنبیہ ہم نے اس لئے کی ہے کہ بہت سے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یتیم خانوں میں یتیموں کے لئے جو مال جمع ہوتا ہے بس وہی یتیموں کا مال ہے، اور اس میں جو لوگ خورد برد کریں وہی گنہگار ہیں، حالانکہ عام گھروں میں یتیم بچے ہوتے ہیں اور قریب ترین عزیز ان کا مال خورد برد کر دیتے ہیں اور اس میں کوئی گناہ نہیں سمجھتے، اور چونکہ لڑکیوں کو میراث دینے کا دستور ہی نہیں ہے اس لئے ان کا حصہ تو (بالغ ہوں یا نابالغ) ان کے بھائی ہی ہضم کر جاتے ہیں اور آخرت کے عذاب سے بالکل نہیں ڈرتے، اللہ جل شانہ سمجھ دے اور اپنی مرضی کے کاموں پر چلائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں قوی بھی پیدا فرمائے اور ضعیف بھی، مالدار بھی اور نادار بھی، اور بہت سے بچوں کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ جاتا ہے اور بہت سی عورتیں شوہر سے محروم ہو جاتی ہیں، ان سب میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، جو لوگ طاقتور ہیں اور جن کے پاس پیسہ ہے ان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ہمیں ضعیف اور کمزور و نادار اور مسکین نہیں بنایا، اور اس شکریہ میں یہ بھی شامل ہے کہ جو لوگ ضعیف، کمزور اور نادار اور یتیم ہیں اپاہج اور معذور ہیں، بے کس اور مجبور ہیں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ان کی خدمت بھی کریں، اور ان کی مالی مدد بھی کریں، اور اس سب کا ثواب اللہ سے طلب کریں جس کے ساتھ سلوک کریں اس سے شکریہ کے بھی امیدوار نہ رہیں۔ سورۂ دہر میں نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ	وہ لوگ نذر کو پورا کرتے ہیں اور ایسے
يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝	دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہو
وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى	گی اور وہ لوگ خدا کی محبت کی وجہ سے
حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝	مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے
اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ	ہیں۔ ہم تم کو محض خدا کی رضامندی
لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا	کے لئے کھانا کھلاتے ہیں، نہ ہم تم سے
شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ	بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ، ہم اپنے

رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۔ رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں ؛

یعنی خواہش اور ضرورت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا کھانا شوق اور خلوص کے ساتھ مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں، اور زبانِ حال سے اور کبھی ضرورت سمجھی تو زبانِ قال سے کہتے ہیں کہ ہم تم کو صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، ہمیں ایسے دن کا خوف سوار ہے جو نہایت سخت اور تلخ ہوگا، اخلاص کے باوجود مقبول نہ ہونے کا ڈر ہے خوف کے ساتھ ہر طرح کی امید اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ رکھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے پاک سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے مسکینی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی حالت میں موت دینا اور مسکینوں میں میرا حشر فرمانا، یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا، کیوں یارسول اللہ ؟ آپؐ نے فرمایا اس لئے کہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنّت میں داخل ہوں گے (پھر فرمایا کہ) اے عائشہ! مسکین کو (بغیر کچھ دیئے) واپس نہ کرنا (جو کچھ ہو سکے دے دینا) اگرچہ آدھی کھجور ہی ہو (مزید فرمایا کہ) اے عائشہ! مسکینوں سے محبّت کر، اور ان کو قریب کر کیونکہ (اس کی وجہ سے) قیامت کے دن اللہ تعالےٰ تجھے اپنی نزدیکی کا (بلند رتبہ) عطا فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث میں مسکینوں کو نزدیک کرنے اور ان کی امداد کرنے کا ذکر ہے، غریبوں کا دل تھوڑا ہوتا ہے، اگر ان کے پاس بیٹھا جائے اور ان کی ہمدردی کی جائے تو اللہ تعالےٰ بہت خوش ہوتے ہیں، اس کا پھل دنیا میں بھی اچھا ملتا ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی نزدیکی حاصل ہونے کا سبب ہے، مسکینوں میں غرور تکبّر، شیخی بگھارنا، اکڑنا، اترانا نہیں ہوتا، ان کے ساتھ بیٹھنے سے تواضع اور انکساری کی صفت پیدا ہوتی ہے دنیا میں گو ان کو لوگ حقیر جانیں، مگر آخرت میں اچھے رہیں گے، مالداروں سے برسہا برس پہلے جنّت میں پہنچ جائیں گے، (بشرطیکہ شریعت کے مطابق زندگی گذارتے ہوں، فرائض کے پابند ہوں شریعت

کی منع کردہ چیزوں سے بچتے ہوں)۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے مالداری پسند نہ فرمائی بلکہ مسکین رہنے اور مسکینوں میں حشر ہونے کی دُعا فرمائی۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ۔

"یعنی تم میری رضامندی ضعیفوں (کی خدمت اور ہمدردی اور دلداری) میں تلاش کرو، کیونکہ تم کو کمزوروں کی وجہ سے رزق ملتا ہے اور ان کی وجہ سے مدد ہوتی ہے۔" (مشکوٰۃ)

جو لوگ مالداری کے گھمنڈ میں غریبوں کو حقیر جانتے ہیں، کیسے غافل ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی وجہ سے ہم کو رزق مل رہا ہے، ضعیفوں کا وجود سبب رحمت ہے اور ان کی خدمت اللہ کی مدد اور نصرت کا ذریعہ ہے۔

مؤمن کو رحم دل ہونا چاہیئے، رحم مؤمن کی خاص صفت ہے، یوں تو بڑوں چھوٹوں اور برابر کے لوگوں اور انسانوں اور حیوانوں اور خدا کی ساری مخلوق پر رحم کرنا چاہیئے۔ لیکن ضعیفوں، مسکینوں، محتاجوں، یتیموں، بیواؤں، اپاہجوں پر خاص طور سے رحم کرنے کا خیال کرے، اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے ہمیں ایسا بنایا، اگر وہ چاہتا تو ہم کو ان کا جیسا اور ان کو ہمارا جیسا بنا دیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم ان پر رحم کرو جو زمین پر ہیں تم پر وہ رحم فرمائے گا جو آسمان میں (عظیم وکریم) ہے۔ (ابوداؤد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ رحمت بدبخت ہی کے دل سے نکالی جاتی ہے، یعنی جو لوگ رحم دل نہیں ہوتے بدبخت ہی ہوتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، (یعنی اللہ کے آل و اولاد، بیوی بچے تو ہیں نہیں، وہ تنہا اور یکتا ہے اس کا کسی سے کوئی رشتہ اور ناتا نہیں، اس کی مخلوق ہی اس کا کنبہ ہے) پس اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے (مشکوٰۃ)

فائدہ: اس سارے مضمون میں واقعی مسکینوں کا ذکر ہے جو پیشہ ور لوگ مانگتے پھرتے ہیں عموماً مالدار ہوتے ہیں یہاں ان کا ذکر نہیں ہے، اور مسکینوں کو قریب کرنے اور ان کے پاس بیٹھنے کا یہ مطلب نہیں کہ پردہ کا حکم ختم کر دیں، بلکہ مرد اُن مردوں کی خبر لیں جو مسکین ہوں اور عورتیں مسکین عورتوں کی خدمت کریں۔

والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرنے کا بیان

وَالدین کے سَاتھ حُسنِ سُلوک درازئ عمر اور وُسعتِ رزق کا سبب ہے

(۱۷۲) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّمُدَّ اللّٰہُ فِیْ عُمُرِہٖ وَیَزِیْدُ فِیْ رِزْقِہٖ فَلْیَبَرَّ وَالِدَیْہِ وَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (رواہ البیہقی)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اس کا رزق بڑھائے اس کو چاہیئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے اور (دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ) صلۂ رحمی کرے۔"

(در منثور ص ۱۷۳ ج ۴ از بیہقی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے سے اور

ان کی خدمت میں لگے رہنے سے عمر دراز ہوتی ہے اور رزق بڑھتا ہے، بلکہ ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرنے سے بھی درازیٔ عمر اور وسیع رزق نصیب ہوتا ہے، جو لوگ ماں باپ کی خدمت کی طرف توجہ نہیں کرتے آخرت کے ثواب سے تو محروم ہوتے ہی ہیں، دنیا میں بھی نقصان اٹھاتے ہیں، ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمتگذاری اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرنے سے جو عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہوتی ہے اُن کو وہ نصیب نہیں ہوتی۔

(۴۳) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاحَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ " حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ وہ دونوں تیری جنّت اور تیری جہنّم ہیں؟ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۱ از ابن ماجہ)

تشریح:۔ اس حدیث سے ماں باپ کی خدمت اور اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی، جب ایک شخص نے ماں باپ کے حقوق کے بارے میں سوال کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (مختصر طریقہ پر یہ سمجھ لے کہ) وہ دونوں تیری جنّت ہیں اور تیری دوزخ ہیں، یعنی ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آتے رہو اور ان کی خدمت کرتے رہو اور اُن کی فرمانبرداری میں لگے رہو، تمہارا یہ عمل جنّت میں جانے کا سبب بنے گا۔

اور اگر تم نے ان کو ستایا، تکلیف دی، نافرمانی کی تو تمہارا یہ عمل دوزخ میں جانے کا سبب بنے گا، اس سے سمجھ لو کہ اُن کا حق کس قدر ہے، اور ان کے ساتھ کس طرح زندگی گذارنا چاہیے۔ قرآن مجید میں ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور ان کی خدمت اور اکرام و احترام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ — " اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو

اِحْسَانًا ط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ	اور تم ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا	کیا کرو، اگر تیرے پاس اُن میں سے
فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا	ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں
تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا	سو اُن کو کبھی "ہوں" بھی مت کہنا، اور
قَوْلًا كَرِيْمًا ط وَاخْفِضْ	نہ اُن کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ	بات کرنا، اور ان کے سامنے شفقت
الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ	سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور
ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ	یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار
صَغِيْرًا ط	ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں
(سورۂ بنی اسرائیل ع ۳)	نے مجھ کو چھٹپن میں پالا ہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اوّل تو یہ حکم فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، شرائع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سب سے بڑا یہی حکم ہے، اور اسی حکم کی تعمیل کرانے کے لئے اللہ جل شانہٗ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو بھیجا، اور کتابیں نازل فرمائیں اور صحیفے اتارے، اللہ جل شانہٗ کو عقیدہ سے ایک ماننا، اور صرف اسی کی عبادت کرنا اور کسی بھی چیز کو اس کی ذات و صفات اور تعظیم و عبادت میں شریک نہ کرنا خداوندِ قدوس کا سب سے بڑا حکم ہے۔

دوم یہ فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اللہ جل شانہٗ خالق ہے اسی نے سب کو وجود بخشا ہے، اس کی عبادت اور شکر گذاری بہر حال فرض اور لازم ہے اور اس نے چونکہ انسانوں کو وجود بخشنے کا ذریعہ اُن کے ماں باپ کو بنایا ہے، اور ماں باپ اولاد کی پرورش میں بہت کچھ دُکھ تکلیف اٹھاتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا بھی حکم فرمایا جو قرآنِ مجید میں جگہ جگہ مذکور ہے، سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ	"اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے

اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۔ (سورۂ بقرہ ع ۱۰)	بنی اسرائیل سے قول و قرار لیا کہ (کسی کی) عبادت مت کرنا بجز اللہ کے اور ماں باپ کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آنا۔"

اور سورۂ نساء میں ارشاد ہے :۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۔ (سورہ نساء ع ۶)	"اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔"

سورۂ انعام میں ارشاد ہے :۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۔	"آپ فرما دیجئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔"

سورۂ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دے کر اُن کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنے کے لئے چند نصیحتیں فرمائی ہیں۔

اوّل یہ کہ ماں باپ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو ان کو اُف بھی نہ کہو، مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کلمہ اُن کی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے اُن کی تعظیم میں فرق آتا ہو، یا جس کلمہ سے اُن کو رنج پہنچتا ہو، لفظ اُف بطور مثال کے فرمایا ہے "بیان القرآن" میں اردو کے محاورہ کے مطابق اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ان کو "ہوں" بھی مت کہو، یوں تو ماں باپ کی خدمت اور اکرام و احترام ہمیشہ ہی لازم ہے، لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ اس عمر میں ماں باپ کو خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، پھر بعض مرتبہ ماں باپ

اس عمر میں جاکر چڑچڑے بھی ہو جاتے ہیں اور ان کو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، اولاد کو ان کا اُگالدان صاف کرنا پڑتا ہے میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے، اور تنگدل ہو کر اُلٹے سیدھے الفاظ بھی زبان سے نکلنے لگتے ہیں، ایسے موقع پر صبر اور برداشت سے کام لینا اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے ذرا سے الفاظ سے بھی پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہے، اگرچہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ تو جو اُن کے کپڑوں وغیرہ سے گندگی اور پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے تو اس موقع پر اُف نہ کہہ جیسا کہ وہ بھی اُف نہ کہتے تھے جب تیرے بچپن میں تیرا پیشاب پاخانہ وغیرہ دھوتے تھے۔ (درمنثور)

اُف کہنے کی ممانعت کے بعد یہ پھر فرمایا کہ ان کو مت جھڑکو، جھڑکنا اُف کہنے سے بھی زیادہ بُرا ہے، جب اُف کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کے لئے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور واضح لفظوں میں ممانعت فرمائی ہے۔

دوم یہ حکم فرمایا کہ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرنا، اچھی باتیں کرنا، لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر وتکریم کا خیال رکھنا، یہ سب قَوْلًا كَرِيْمًا میں داخل ہے، اور اس کی تفسیر میں بعض [illegible] نے فرمایا کہ اِذَا دَعَوَاكَ فَقُلْ لَبَّيْكُمَا وَسَعْدَيْكُمَا، یعنی جب ماں باپ تجھے بلائیں تو کہنا کہ میں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کے لئے موجود ہوں۔

حضرت قتادہؒ نے قَوْلًا كَرِيْمًا کی تفسیر میں فرمایا قَوْلًا لَيِّنًا سَهْلًا کہ نرم لہجہ میں سہل طریقہ پر بات کرو۔

حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ خطا کار زرخرید غلام جس کا آقا سخت مزاج ہو جس طرح اس غلام کی گفتگو آقا کے ساتھ ہو گی اسی طرح ماں باپ سے بات کی جائے تو قَوْلًا كَرِيْمًا پر عمل ہو سکتا ہے۔ (تفسیر درمنثور)

سوم یہ ارشاد فرمایا کہ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ یعنی ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اس کی تفسیر میں حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ تو ان کے سامنے ایسی روش اختیار کر کہ اُن کی جو دلی رغبت ہو اس کے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے۔

اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے وقت نیچے اوپر ہاتھ مت اٹھانا (جن سے برابر والوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے اٹھاتے ہیں)۔

اور حضرت زہیر بن محمدؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ماں باپ اگر تجھے گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہیں تو تُو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کے لئے یہ دُعا کرتے رہا کرو رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا "کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا اور پرورش کیا" بات یہ ہے کہ کبھی اولاد حاجتمند تھی جو بالکل ناسمجھ اور ناتواں تھی، اس وقت ماں باپ نے ہر طرح کی تکلیف سہی اور دُکھ سکھ میں خدمت کر کے اولاد کی پرورش کی، اب پچاس ساٹھ سال کے بعد صورتِ حال اُلٹ گئی کہ ماں باپ خرچ اور خدمت کے محتاج ہیں، اور اولاد کمانے والی، روپیہ، پیسہ اور گھر بار اور کاروبار والی ہے، اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے، اور اُن پر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو، دل کھول کر جان و مال سے خدمت کرے اور اپنے چھٹ پنے کا وقت یاد کرے، اور اس وقت انہوں نے جو تکلیفیں اٹھائیں ان کو سامنے رکھے اور بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کرے کہ اے میرے رب اُن پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھٹ پن میں پالا اور پرورش کیا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کرا رہا تھا، اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا

نہیں ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر، ص ۴۳۵ ج ۳)

سورۂ لقمان میں ارشاد ہے:۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ
وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ
أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ
إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۔ وَإِنْ
جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ
بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ
فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا
فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَّاتَّبِعْ
سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ
ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

"اور انسان کو ہم نے ماں باپ کے متعلق
تاکید کی (کہ ان کی خدمت اور اطاعت
کرو، کیونکہ انہوں نے بالخصوص اس
کی ماں نے اس کے لئے بڑی مشقتیں
جھیلی ہیں چنانچہ اُس کی ماں نے ضعف
پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا
اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے
(ان دونوں میں بھی ماں اس کی ہر طرح کی
خدمت کرتی ہے اور باپ بھی اپنی حالت
کے موافق مشقت اٹھاتا ہے، اس لئے
ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ
کے حقوق کے ادا کرنے کا بھی حکم فرمایا کہ)
تُو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگذاری
کیا کر، میری طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے، اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تُو میرے
ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تُو ان کا کہنا
نہ ماننا اور دنیا میں اُن کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا، اور اس شخص کی راہ پر چلنا
جو میری طرف رجوع ہو، پھر تم سب کو میری طرف آنا ہے، پھر میں تم کو جتلا دوں گا
جو تم کرتے تھے۔" (از بیان القرآن)

ان آیات اور احادیث سے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اُن کی خدمت کرنے کا حکم واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے، شادی ہونے کے بعد بہت سے لڑکے اور لڑکیاں ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں، اور بہت سے لڑکے شادی سے پہلے ہی آوارہ گردی

اختیار کرنے کی وجہ سے ماں باپ سے منہ موڑ لیتے ہیں، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور ماں باپ کی خدمت کی طرف متوجہ ہوں۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا کیا مرتبہ ہے؟

(۱۴۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا، قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِيْ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب کاموں میں اللہ جل شانہٗ کو کون سا کام زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا بروقت نماز پڑھنا، (جو اس کا وقت مستحب ہو) میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل اللہ کو سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کرنا، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب اعمال سے زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، (سوال و جواب نقل کرکے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (میرے سوالات کے جوابات میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ باتیں بیان فرمائیں، اور اگر میں اور زیادہ دریافت کرتا تو آپؐ برابر جواب دیتے رہتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۸ از بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیثِ پاک میں یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل بروقت نماز پڑھنا ہے، اور اس کے بعد سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، پھر تیسرے نمبر پر جہاد فی سبیل اللہ کو فرمایا، معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

احادیثِ شریفہ میں ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کو بِرّ سے اور بُرے برتاؤ کو عقوق سے تعبیر فرمایا ہے اور دونوں لفظ والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے تعلق رکھنے کے بارے میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ "بِرّ" حسنِ سلوک کو اور "عقوق" بدسلوکی اور ایذار رسانی کے لئے بولا جاتا ہے۔

مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ بِرّ احسان (یعنی اچھی طرح سے پیش آنے) کو کہتے ہیں، جو والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور اس کی ضد "عقوق" ہے، والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بُری طرح پیش آنے اور ان کے حقوق ضائع کرنے کو عقوق کہا جاتا ہے۔

بِرّ اور عقوق کے علاوہ دو لفظ اور ہیں، اوّل صلۃ الرّحم، دوم قطیعۃ الرحم۔ مُلا علی قاریؒ اُن کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ نسب اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے، اُن کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ ہو، اور ان کے احوال کی رعایت ہو، اور قطعِ رحمی اس کی ضد ہے، جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے وہ اس تعلق کو جوڑتا ہے جو اس کے اور اس کے رشتہ داروں کے درمیان ہے، اسی لئے لفظ صلہ استعمال کیا گیا ہے، جو وصل سے لیا گیا ہے، اور جو شخص بدسلوکی کرتا ہے وہ اس تعلق کو کاٹ دیتا ہے جو اس کے اور رشتہ داروں کے درمیان ہے، اس لئے اس کو قطعِ رحمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حسنِ سلوک میں ماں کا زیادہ خیال رکھا جائے

(۱۷۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صُحَابَتِیْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اَبُوْكَ، وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّكَ، ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ، ثُمَّ اَدْنَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ (رشتہ داروں میں) میرے حسنِ سلوک

کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ اس کے جواب میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری والدہ[1] حسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہیں، سائل نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری والدہ[2]، اس نے دریافت کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری والدہ[3]، سوال کرنے والے نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہارا باپ۔"
اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے والدہ کے بارے میں تین بار فرمایا کہ تیرے حسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر باپ کا ذکر فرمایا کہ وہ ماں کے بعد سلوک کا سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر فرمایا کہ باپ کے بعد رشتہ داروں میں جو سب سے زیادہ قریب تر ہو، اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اور اس قریب تر رشتہ والے کے بعد جو رشتہ میں سب سے زیادہ قریب تر ہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۸ از بخاری و مسلم)

تشریح:- اس حدیثِ پاک میں حسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں کو بتایا ہے، کیونکہ وہ حمل اور وضعِ حمل اور پرورش کرنے اور بچہ کی خدمت میں لگے رہنے کی وجہ سے سب سے زیادہ مشقت برداشت کرتی ہے، اور ضعیف ہونے کی وجہ سے بھی حسنِ سلوک کی زیادہ مستحق ہے، کیونکہ اپنی حاجتوں کے لئے وہ کسبِ معاش نہیں کر سکتی، باپ تو باہر نکل کر کچھ نہ کچھ کر بھی سکتا ہے، لہٰذا حسنِ سلوک میں ماں کا حق باپ سے مقدم رکھا گیا، ماں کے بعد باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا درجہ بتایا اور باپ کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا، اور اس میں رشتہ داری کی حیثیت کو معیار بنایا کہ جس کی رشتہ داری جس قدر مزید قریب تر ہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا اسی قدر اہتمام کیا جائے۔

"فضائلِ صدقات" میں ہے کہ اس حدیث شریف میں بعض علمائے نے استنباط کیا ہے کہ حسنِ سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصے ہے اور باپ کا ایک حصہ، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا، اس کی وجہ علماء یہ بتلاتے ہیں کہ اولاد کے لئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے۔ حمل[1] کی، جننے[2] کی، دودھ[3] پلانے کی۔

اسی وجہ سے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے، اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتا تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے، البتہ اعزاز اور ادب و تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے۔

ماں باپ کو ستانے کا گناہ اور دنیا میں وبال

(۱۷۶) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰہُ مِنْھَا مَاشَاءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یُعَجِّلُ لِصَاحِبِہٖ فِی الْحَیٰوۃِ قَبْلَ الْمَمَاتِ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔ "حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ شانہٗ جس کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنے والے کو اللہ جل شانہٗ موت سے پہلے دنیا والی ہی زندگی میں سزا دے دیتے ہیں۔"

(مشکوٰۃ ص ۴۲۱ عن البیہقی فی الشعب)

تشریح:۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ظلم اور قطعِ رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا ارتکاب کرنے والا دنیا میں سزا پانے کا زیادہ مستحق ہو، ان دونوں گناہوں کے مرتکب کو دنیا میں سزا دے دی جاتی ہے، (لیکن اس سے آخرت کی سزا ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ) اس کے لئے آخرت کی سزا بھی بطور ذخیرہ رکھ لی جاتی ہے (جب آخرت میں پہنچے گا تو وہاں بھی سزا پائے گا)۔ (مشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ستانے کی سزا دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ملتی ہے اور حدیث نمبر ۱۷۲ میں گذر چکا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے سے عمر دراز ہوتی

ہے اور رزق بڑھتا ہے، آج کل مصیبتیں دفع کرنے اور بلائیں دور کرنے کے لئے بہت سی ظاہری تدبیریں کرتے ہیں لیکن اُن اعمال کو نہیں چھوڑتے جن کی وجہ سے مصیبتیں آتی ہیں اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (۳) کسی جان کو قتل کر دینا (جس کا قتل کرنا قاتل کے لئے حلال نہ ہو)۔ (۴) جھوٹی قسم کھانا۔ (مشکوٰۃ از بخاری)

کبیرہ گناہوں کی فہرست طویل ہے، اس حدیث میں اُن گناہوں کا ذکر ہے جو بہت بڑے ہیں، ان میں شرک کے بعد ہی عقوق الوالدین کو ذکر فرمایا ہے، لفظ عقوق میں بہت عموم ہے، ماں باپ کو کسی بھی طرح سے ستانا، قول سے یا فعل سے ان کو ایذا دینا، دل دُکھانا، نافرمانی کرنا، حاجت ہوتے ہوئے اُن پر خرچ نہ کرنا یہ سب عقوق میں شامل ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو محبوب ترین اعمال ہیں اُن میں بروقت نماز پڑھنے کے بعد ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا درجہ بتایا ہے (دیکھو حدیث ۱۵۱) بالکل اسی طرح بڑے بڑے گناہوں کی فہرست میں شرک کے بعد ماں باپ کی نافرمانی اور ایذا رسانی کو شمار فرمایا ہے، ماں باپ کو تکلیف دینا کس درجہ کا گناہ ہے اس سے صاف واضح ہے۔

ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم

(۱۷۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاۃٌ فِی الْاَثَرِ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے (خاندانی) نسبوں کو معلوم کرو، جن (کے جاننے)

سے تم اپنے عزیزوں کے ساتھ صلۂ رحمی کر سکو گے، کیونکہ صلۂ رحمی خاندان میں محبت کا ذریعہ بنتی ہے، اور صلۂ رحمی مال بڑھنے کا سبب ہے اور اس کی وجہ سے عمر زیادہ ہو جاتی ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۰ از ترمذی)

تشریح: اس حدیثِ پاک میں اوّل تو یہ حکم فرمایا کہ اپنے والدین کے خاندان کے نسبوں کو معلوم کرو، یعنی یہ جاننے کی کوشش کرو کہ رشتہ داری کی شاخیں کہاں کہاں تک ہیں؟ اور کون کون شخص دور یا قریب کے واسطہ سے ہمارا کیا لگتا ہے؟ پھر اس شجرۂ نسب کے جاننے کی ضرورت بتائی، اور وہ یہ کہ صلۂ رحمی کا اسلام میں چونکہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور صلۂ رحمی ہر رشتہ دار کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنے مقدور کے مطابق کرنی چاہئے، اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کس سے کیا رشتہ ہے؟ اس کے بعد صلۂ رحمی کے تین فائدے بتائے۔

اوّل: یہ کہ اس سے کنبہ اور خاندان میں محبت رہتی ہے، جب ہم رشتہ داروں کے یہاں آئیں گے جائیں گے اُن کے دُکھ سُکھ کے ساتھی ہوں گے، روپے پیسے سے یا کسی اور طرح سے اُن کی خدمت کریں گے تو ظاہر ہے کہ اُن کو ہم سے محبت ہوگی اور وہ بھی ایسے ہی برتاؤ کی فکر کریں گے، اگر ہر فرد صلۂ رحمی کرنے لگے تو پورا خاندان حسد اور کینہ سے پاک ہو جائے اور سب راحت و سکون کے ساتھ زندگی گذاریں۔

دوّم یہ کہ صلۂ رحمی کی وجہ سے مال بڑھتا ہے۔

سوّم یہ کہ اس کی وجہ سے عمر بڑھتی ہے، ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کے فضائل میں بھی یہ دونوں باتیں گذر چکی ہیں اور دونوں بہت اہم ہیں۔

صلۂ رحمی کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ راضی ہوتے ہیں (اگر کوئی شخص اس کو اسلامی کام سمجھ کر انجام دے) اور دنیاوی فائدہ بھی پہنچتا ہے، اگر مال بڑھانا ہو تو اس کے لئے جہاں دوسری تدبیریں کرتے ہیں اُن کے ساتھ اس کو بھی آزما کر دیکھیں دوسری تدبیروں کے ذریعہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اضافۂ مال کا وعدہ نہیں، اور صلۂ رحمی اختیار کرنے پر اس کا وعدہ ہے، نیز عمر زیادہ ہونے کے لئے بھی صلۂ رحمی نسخۂ اکسیر ہے، اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اس کا بھی وعدہ ہے۔

اچھے اعمال سے آخرت میں کامیابی اور بُرے اعمال سے آخرت میں ناکامی ایسا کھُلا ہوا مسئلہ ہے جس کو سب ہی جانتے ہیں، لیکن نیک اعمال سے دنیا میں جو منافع اور فوائد حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ جو مصائب دور ہوتے ہیں اور بُرے اعمال کی وجہ سے جو موت سے پہلے آفات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے بہت سے لوگ اس سے واقف نہیں اگر واقف ہیں بھی تو اس کو اہمیت نہیں دیتے، اور دنیاوی تدبیروں ہی کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں، اور چونکہ بداعمالی میں بھی مبتلا رہتے ہیں، اس لئے دنیاوی تدبیریں ناکام ہوتی ہیں، اور نہ صرف یہ کہ مصیبتیں دور نہیں ہوتیں بلکہ نئی نئی آفتیں اور مصیبتیں کھڑی رہتی ہیں، پس جس طرح والدین کا ستانا اور قطع رحمی کرنا دنیا و آخرت کے وبال اور عذاب کا باعث ہے اسی طرح والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرنا بھی مال اور عمر بڑھنے کا ذریعہ ہے جن اعمال کی جو خاصیت اللہ پاک نے رکھی ہے وہ اپنا رنگ ضرور لاتی ہے، اگرچہ صاحبِ اعمال مقبول بندہ بھی نہ ہو، اور اس کے عمل کا آخرت میں ثواب بھی نہ مل سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاندان کے لوگ جب آپس میں صلہ رحمی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر رزق جاری فرماتے ہیں، اور یہ لوگ رحمٰن کی حفاظت میں رہتے ہیں۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن طاعات کا بدلہ جلد دے دیا جاتا ہے ان میں سب سے زیادہ جلدی بدلہ دلانے والا عمل صلہ رحمی ہے، اور اس عمل کا یہ نفع یہاں تک ہے کہ ایک خاندان کے لوگ فاجر یعنی بدکار ہوتے ہیں پھر بھی اُن کے مالوں میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور اُن کے افراد کی تعداد بڑھتی رہتی ہے جبکہ وہ صلہ رحمی کرتے رہتے ہیں، اور (یہ بھی فرمایا کہ) جلد سے جلد عذاب لانے والی چیز ظلم اور جھوٹی قسم ہے، پھر فرمایا کہ جھوٹی قسم مال کو ختم کر دیتی ہے، اور آباد شہروں کو کھنڈر بنا دیتی ہے۔ (یہ روایات درمنثور ص ۱۷۰ ج ۴ میں مذکور ہیں)۔

رشتہ داروں سے حسبِ مراتب حسنِ سلوک کیا جائے

(۱۷۸) عَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْتَهَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ بَرَّ اُمَّكَ وَاَبَاكَ وَاُخْتَكَ وَاَخَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ وَاَدْنَاكَ۔

(اخرجه الحاکم فی المستدرک)

ترجمہ:۔ حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ سے یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ تُو اپنی ماں کے ساتھ اور اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن کے ساتھ اور اپنے بھائی کے ساتھ حُسنِ سلوک کر، ان کے بعد جو رشتہ دار زیادہ تر قریب ہوں ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کر۔ (مستدرک، ص ۱۵۱ ج ۴)

تشریح:۔ اس حدیث پاک ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم فرمانے کے بعد بہن بھائی کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے، اور فرمایا کہ ثُمَّ اَدْنَاكَ وَاَدْنَاكَ یعنی اُن کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو، اور اُن میں قریب تر پھر قریب تر کا دھیان کرو۔

مطلب یہ ہے کہ سب رشتے برابر نہیں ہوتے، کسی سے رشتہ قریب کا ہے کسی سے دور کا، اور قریبی رشتہ داروں میں بھی کوئی زیادہ قریب ہوتا ہے کوئی کم قریب ہوتا ہے اور یہی حال دُور کے رشتوں کا ہے، تم حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی میں رشتہ کے قرب اور بُعد کے اعتبار سے حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرو، قریب تر کو ترجیح دو پھر جو اس سے قریب ہو اس کو دیکھو، اور اسی طرح خیال کرتے رہو، یہ فرق مال کے خرچ کرنے میں ہے، سلام کلام میں تو کسی سے بھی دریغ نہ کریں، قطع تعلق تو عام مسلمانوں سے بھی حرام ہے، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے کیسے درست ہو سکتا ہے؟ عام حالات میں اپنے عزیزوں پر جو کچھ خرچ کرے گا ثواب پائے گا، لیکن بعض حالات میں ان رشتہ داروں کا خرچ واجب

ہو جاتا ہے جو محرم ہوں جس کی تفصیل کتبِ فقہ میں موجود ہے اور علماء سے معلوم ہو سکتی ہے۔

بہت سے لوگ بہن بھائی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتے ہیں، یہ حدیث اُن کے لئے نصیحت ہے، بہن بھائی کا رشتہ ماں باپ کے رشتہ کے سبب سے ہے، اس کی رعایت بہت ضروری ہے، ان کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلۂ رحمی کرنے کا خاص خیال رکھنا چاہیئے، لیکن برعکس دیکھتے ہیں، کبھی بڑے بہن بھائی چھوٹے بہن بھائی پر اور کبھی چھوٹے بہن بھائی بڑے بھائی بہن پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں، اپنے پاس سے اُن پر خرچ کرنے کے بجائے خود اُن کا مال دبا لیتے ہیں، ماں باپ کی میراث سے جو حصّہ نکلتا ہے اس کو ہضم کر جاتے ہیں، والد کی وفات ہوگئی اور بڑے بھائی کے قبضہ میں سارا مال اور جائیداد ہے اب اس کو اپنی ذات پر اور اپنے بیوی بچوں پر میراث تقسیم کئے بغیر خوب خرچ کرتا ہے، اور چھوٹے یتیم بہن بھائی کو دو چار سال کھلا پلا کر پوری جائیداد سے محروم کر دیا جاتا ہے، بچے جب ہوش سنبھالتے ہیں تو پورا مال خرچ ہو چکا ہوتا ہے اور جائیداد بڑے بھائی یا بڑے بھائی کی اولاد کے نام منتقل ہو چکی ہوتی ہے۔

یہ قصے پیش آتے رہتے ہیں اور خصوصاً جہاں دو ماں کی اولاد ہو وہاں تو ترکہ بانٹنے کا سوال ہی نہیں اُٹھنے دیتے، ہر ایک بیوی کی اولاد کا جتنے مال و جائیداد پر قبضہ ہوتا ہے اس میں سے دوسری بیوی کی اولاد کو دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے، ہر فریق لینے کا مدّعی ہوتا ہے، انصاف کے ساتھ دینے کے حق میں نفس کو راضی نہیں کرتا، یہ بہت بڑی قطع رحمی ہوتی ہے، اور بہنوں کو تو ماں باپ کی میراث سے کوئی ہی خاندان دیتا ہے، ورنہ اُن کا حصّہ بھائی ہی دبا لیتے ہیں جس میں دینداری کا لیبل لگانے والے بھی پیچھے نہیں ہوتے، بعض لوگ معاف کرانے کا بہانہ کر کے بہنوں کا حق میراث کھا جاتے ہیں، بہنوں سے کہتے ہیں کہ اپنا حصّہ ہمیں دے دو، وہ یہ سمجھ کر کہ ملنے والا تو ہے نہیں بھائی سے کیوں بگاڑ کیا جائے؟ اوپر کے دل سے کہہ دیتی ہیں کہ ہم نے معاف کیا، ایسی معافی شرعاً معتبر نہیں، ہاں اگر ان کا پورا حصّہ ان کو دے دیا جائے اور مالکانہ قبضہ کرا دیا جائے پھر وہ نفس کی خوشی اور بشاشت کے ساتھ کل یا بعض حصّہ کسی بھائی کو ہبہ کر دیں تو یہ

معتبر ہوگا۔

حدیث میں یہ جو فرمایا کہ ماں باپ اور بہن بھائی کے بعد ترتیب وار جو رشتہ دار زیادہ قریب ہوں اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سے جس قدر رشتہ داری زیادہ قریب ہو اُسی قدر اس کے ساتھ صلۂ رحمی اور حُسنِ سلوک کا خاص خیال رکھو، صلۂ رحمی کے معنی یہ نہیں کہ مال ہی سے خدمت کیا کرو، بلکہ مالی خدمت کرنا، ہدیہ دینا آنا جانا، غم اور خوشی میں شریعت کے مطابق شریک ہونا ہنستے کھیلتے ہوئے اچھے طریقہ پر ملنا یہ سب صلۂ رحمی اور حُسنِ سلوک ہے' ان میں اکثر چیزوں میں تو مالی خرچ بالکل ہی نہیں ہوتا اور دلداری ہو جاتی ہے، پس حسبِ موقع اور حسبِ حال جس طرح کی صلۂ رحمی ہو سکے کرتے رہنا چاہیئے۔

جو بدلہ اُتار دے وہ صلۂ رحمی کرنے والا نہیں ہے

(۱۷۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بدلہ اُتار دے وہ صلۂ رحمی کرنے والا نہیں ہے بلکہ صلۂ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے تو وہ صلۂ رحمی کا برتاؤ کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۹ از بخاری)

تشریح:۔ اس حدیث پاک میں ان لوگوں کو نصیحت فرمائی جو صلۂ رحمی کی ترغیب دینے پر یہ جواب دیتے ہیں کہ ہمیں کون پوچھتا ہے جو ہم صلۂ رحمی کریں، ہم فلاں کے پاس جاتے ہیں تو چھوٹے مُنہ سے بات بھی نہیں کرتا، چچا نے یہ ظلم کر رکھا ہے اور بھتیجے نے یہ زیادتی کر رکھی ہے' پھر ہم کیسے مل سکتے ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھائی، بہن، خالہ، ماموں وغیرہ تم سے اچھی طرح ملتے ہیں' صلۂ رحمی اور حُسنِ سلوک

سے پیش آتے ہیں اور اس کے بدلہ تم بھی میل جول رکھتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ ہم نے صلہ رحمی کر دی، تو یہ حقیقی صلہ رحمی نہیں ہے جو شرعاً مطلوب ہے کیونکہ یہ تو بدلہ اتار دینا ہوا، تعلق جوڑ دینا اور صلہ رحمی کرنا نہ ہوا، ثواب تو اس کا بھی ملتا ہے لیکن اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جس سے قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے وہ قطع رحمی کے باوجود صلہ رحمی کرتا رہے جو قطع رحمی کرے اس سے ملا کرے، سلام کیا کرے، کبھی کبھی ہدیہ بھی دے، اس میں نفس پر زور تو پڑے گا لیکن انشاء اللہ ثواب بہت ملے گا، اور جس نے قطع رحمی کر رکھی ہے وہ بھی اپنے تغافل سے انشاء اللہ باز آجائے گا، اگر ہر فریق اس نصیحت پر عمل کرے تو پورا خاندان رحمت ہی رحمت بن جائے۔

" حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے جلدی سے آپ کا دستِ مبارک پکڑ لیا اور آپ نے (بھی) جلدی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا، پھر فرمایا کہ اے عقبہ! کیا میں تجھے دنیا اور آخرت والوں کے افضل اخلاق نہ بتاؤں؟ پھر خود ہی فرمایا کہ جو شخص تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے تعلق جوڑے رکھ اور جو شخص تجھے محروم کر دے تو اس کو دیا کر اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیا کر، پھر فرمایا کہ خبردار! جو یہ چاہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور رزق میں وسعت ہو اس کو چاہیئے کہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا برتاؤ کرے۔

(مستدرک حاکم ص ۱۶۲ ج ۴)

قطع رحمی کا وبال

(۱۸۰) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰی قَوْمٍ فِیْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ، رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں

ہوتی جس میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا موجود ہو "

ف :۔ جس طرح صلہ رحمی سے اللہ پاک کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، اسی طرح قطع رحمی کی وجہ سے اللہ پاک جل شانہٗ اپنی رحمت روک لیتے ہیں اور یہی نہیں کہ صرف قطع رحمی کرنے والے سے بلکہ اس کی پوری قوم سے رحمت روک لی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص قطع رحمی کرتا ہے تو دوسرے لوگ اس کو صلہ رحمی پر آمادہ نہیں کرتے بلکہ خود بھی اس کے جواب میں قطع رحمی کا برتاؤ کرنے لگتے ہیں۔

(۱۸۱) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ (رواہ البخاری، کذا فی المشکوٰۃ)

ترجمہ :۔ "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لفظ رَحِم لیا گیا ہے لفظ رحمٰن سے (جو اللہ جل شانہٗ کا نام ہے) پس اللہ جلّ شانہٗ نے فرمایا کہ (اے رَحِم) جس نے تجھے جوڑے رکھا (یعنی تیرے حقوق ادا کیے) میں اس کو (رحمت کے ساتھ اپنے سے) ملالوں گا اور جس نے تجھے کاٹ دیا میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں گا (یعنی رحمت کے دائرے سے الگ کر دوں گا)۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۹، از بخاری)

ف :۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ، یعنی قطع رحمی کرنے والا جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ قطع رحمی کی سزا دنیا و آخرت دونوں میں بھگتنی پڑتی ہے۔ بہت سے خاندانوں میں برسہا برس گذر جاتے ہیں، اور آپس کے تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے، آپس میں قتل و خون تک ہو جاتے ہیں، اور مقدمہ بازی تو روزانہ کا مشغلہ بن جاتا ہے بھائی بھائی کچہری میں دشمن بنے کھڑے ہوتے ہیں، کہیں چچا بھتیجے دست و گریبان ہو رہے ہیں، کہیں بھائی بھائی میں نفاق ہے، ایک نے سگنائی جائیداد دبالی ہے دوسرے نے زرعی زمین پر قبضہ کر لیا ہے لڑ رہے ہیں، مر رہے ہیں، نہ سلام ہے نہ کلام ہے، آمنا سامنا

ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے منہ پھیر کر گذر جاتے ہیں، بھلا ان چیزوں کا اسلام میں کہاں گذر ہے؟ اگر صلہ رحمی کے اصول پر چلیں تو خاندانوں کی ہر لڑائی فوراً ختم ہو جائے جو لوگ قطع رحمی کو اپنا لیتے ہیں ان کی آنے والی نسلوں کو قطع رحمی کے نتائج برسہابرس بھگتنے پڑتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اصلح اعمالنا و احوالنا وانجح اٰمالنا۔

آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی اہمیت اور فضیلت

(۱۸۲) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: ”حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایمان والوں کو آپس میں رحم کرنے اور محبت و شفقت رکھنے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے، (یعنی وہ اس طرح ہوں گے جیسے ایک ہی جسم ہوتا ہے) کہ جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کو بلا لیتا ہے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۲، از بخاری ومسلم)

تشریح:۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا سارے مسلمان ایک شخص کی طرح ہیں اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مؤمن دوسرے مومن کے لئے مثل ایک عمارت کے ہے کہ عمارت کے اجزاء (اینٹ پتھر چونا وغیرہ) ایک دوسرے کو مضبوط رکھتے ہیں، پھر آپؐ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں، (اور ایک دوسرے کا مددگار ہونے کی صورت بتائی۔ (بخاری ومسلم)

اب اپنی حالت پر غور کیجئے اور اس زمانہ کے مسلمان کہلانے والی قوم کا بھی پتہ چلایئے کہ اپنے مطلب کے لئے مسلمان کو ہر ممکن صورت سے نقصان پہنچانے کے لئے تیار ہیں۔ پریشان حال کی اعانت اور خبر گیری تو بڑی چیز ہے اس کے پاس کو گذرنا اور اس کو تسلّی دینا بھی بار گذرتا ہے، اپنے مطلب کے لئے دنیا بھر کو اسلامی بھائی بنالیں اور جہاں دوسرے کا کوئی کام اٹکا فوراً رشتہ برادری توڑ ڈالا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے کسی اُمتی کی حاجت پوری کردی تاکہ اس کو خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا، اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے خدا کو خوش کیا اور جس نے خدا کو خوش کیا خدا اس کو جنّت میں داخل فرمائے گا۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی پریشان حال کی مدد کی خدا اس کے لئے تہتر ۷۳ مغفرتیں لکھ دے گا، ان میں سے ایک میں اس کے سب کام بن جائیں گے اور بہتر ۷۲ قیامت کے دن اس کے درجے بلند کرنے کے لئے ہوں گی۔ (بیہقی)

مسلمان کو نقصان پہنچانا اور اس کو دھوکہ دینا لعنت کا سبب ہے

(۱۸۳) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَکَرَ بِہٖ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی مؤمن کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۸، از ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک میں اس بات سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے کہ کسی مؤمن کو ضرر پہنچایا جائے یا اس کے ساتھ مکاری کی جائے ایسا کرنے سے صرف منع ہی نہیں

فرمایا بلکہ ایسا کرنے والے کو ملعون قرار دیا جس پر لعنت کی جائے اس کو ملعون کہتے ہیں، ضرر ہر طرح کے نقصان اور تکلیف کو کہتے ہیں کسی بھی مسلمان کو کسی طرح کا ضرر اور نقصان اور تکلیف پہنچانا سخت وبال کی بات ہے، مومن کے ساتھ مکر کرنا اس کو دھوکہ اور فریب دینا بھی بہت بڑا گناہ ہے جو شخص ایسا کرے اس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون بتایا۔

مؤمن کا کام یہ ہے کہ ساری مخلوق کو نفع پہنچائے اور خاص کر مومن بندوں کی ہر طرح سے خیرخواہی اور ہمدردی کرے، اُن کو نفع پہنچائے، تکلیف سے بچائے دُکھ درد میں کام آئے، اور اس طرح سے زندگی گذارے کہ پاس پڑوس کے لوگ اور ہر وہ شخص جس سے کوئی بھی واسطہ ہو اپنے دل سے یہ یقین کرے کہ یہ مسلمان آدمی ہے، ساری دنیا مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن چونکہ یہ شخص مسلمان ہے اس لئے اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہوگئے، اور فرمایا کیا میں تم کو یہ نہ بتادوں کہ تم میں اچھا کون ہے؟ اور بُرا کون ہے؟ یہ سُن کر حاضرین خاموش ہوگئے، آپؐ نے تین بار یہی سوال فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلائیے کہ ہم میں بُرا کون ہے اور اچھا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس سے خیر کی اُمید کی جاتی ہو اور اس کے شر کی جانب سے اطمینان ہو، (یعنی لوگ اس بات کا یقین رکھتے ہوں کہ اس شخص سے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے گا) اور (فرمایا) کہ تم میں بدترین آدمی وہ ہے جس سے خیر کی امید نہ کی جاتی ہو اور جس کے شر سے لوگ بے خوف نہ ہوں، (ترمذی، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان سے اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔ (یعنی اُن کو کوئی دُکھ تکلیف اس کی طرف سے نہ پہنچے) اور مؤمن وہ ہے جس کی طرف سے

لوگوں کو اپنے خونوں اور مالوں پر اطمینان ہو، کہ اس شخص سے کوئی جانی مالی نقصان نہ پہنچے گا۔
(ترمذی، نسائی)

دیکھو! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بات کہنے کا کیسا انداز اختیار فرمایا، یہ فرمانے کی بجائے کہ لوگوں کو تکلیف مت پہنچاؤ، یوں فرمایا کہ اپنی زندگی کا ڈھنگ اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ کا ایسا طور طریقہ رکھو کہ ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ ساری دنیا ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن اس سے ہمیں نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

حدیث میں مؤمن کے ساتھ مکر کرنے کی بھی سخت مذمت فرمائی، مکر اور غدر دھوکہ اور فریب مومن کا کام نہیں اور مؤمن کے ساتھ مکر کرنا اور دھوکہ دینا تو بہت ہی سخت وبال کی چیز ہے، بہت سے لوگ ہمدرد بن کر اندر اندر جڑ کاٹتے ہیں، ظاہر میں دوست اور باطن میں دشمن ہوتے ہیں، بعض مرتبہ مکاری کے ساتھ مسلمان بھائی سے ایسی بات کہتے ہیں جس میں اس کا نقصان ہوتا ہے، اور اس کو یہ باور کراتے ہیں کہ ہم ہمدردی کر رہے ہیں، اور اس سلسلہ میں جھوٹ بول جاتے ہیں، سیدھا سادہ مسلمان ایسے مکّار کی بات کا اعتبار کر لیتا ہے اور اس کو سچا جان لیتا ہے، پھر نقصان اٹھاتا ہے اس میں جھوٹ اور خیانت دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ یہ بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات کرے جس میں تو جھوٹا ہو اور وہ تجھے سچّا جان رہا ہو۔ (ابوداؤد) جو شخص مؤمن کے ساتھ مکر کرے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو بھی ملعون قرار دیا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

پڑوسیوں کے حقوق اور اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک

(۱۸۴) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِيَ فِي النَّارِ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَإِنَّهَا تَصَدَّقُ

بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِيْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِيَ فِي الْجَنَّةِ ۔

(رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ؐ بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء دیتی ہے، یہ سُن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ؐ بے شک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں میں یہ تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ دے دیتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء نہیں دیتی، یہ سُن کر آنحضرت فخرِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں جانے والی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۵ از احمد و بیہقی)

تشریح: انسان کو اپنے گھر والوں کے بعد سب سے زیادہ اور تقریباً روزانہ اپنے پڑوسیوں سے واسطہ پڑتا ہے، پڑوسیوں کے احوال و اخلاق مختلف ہوتے ہیں، ان کے بچے بھی گھر میں آجاتے ہیں، بچوں بچوں میں لڑائی بھی ہو جاتی ہے، پڑوس کی بکری اور مرغی بھی گھر میں چلی آتی ہے، ان چیزوں سے ناگواری ہو جاتی ہے اور ناگواری بڑھتے بڑھتے بغض و کینہ اور قطع تعلقات تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ہر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگتا ہے، اور غیبتوں اور تہمتوں بلکہ مقدمہ بازیوں تک نوبت آجاتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مرد اور عورت تیز مزاج اور تیز زبان ہوتے ہیں، بغیر کسی وجہ کے اپنی بدزبانی سے لڑائی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں، عورتوں کی بدزبانی اور تیز کلامی تو بعض مرتبہ اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ پورا محلہ ان سے بیزار رہتا ہے۔ اسی طرح کی ایک عورت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ بڑی نمازن ہے، خوب صدقہ کرتی ہے، نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے لیکن اس سب

کے باوجود اس میں ایک یہ بات ہے کہ اپنی بدزبانی سے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے، دیکھو! پڑوسیوں کے ستانے کے سامنے نماز روزوں کی کثرت سے بھی کام نہ چلا، اس کے برخلاف ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا جو فرض پڑھ لیتی تھی، فرض روزہ رکھ لیتی تھی، زکوٰۃ فرض ہوئی تو وہ بھی دے دی، نفلی نماز، روزہ اور صدقہ کی طرف اس کو خاص توجہ نہ تھی، لیکن پڑوسی اس کی زبان سے محفوظ تھے، جب اس کا تذکرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپؐ نے اس کو جنتی فرمایا۔

پڑوسیوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور اچھے معاملات کے ساتھ زندگی گذارنے کی شریعتِ اسلامیہ میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے، اس سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے، اور اپنی طرف سے اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی مشکلات و مصائب میں کام آئے، جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے، اس کے گھر کے سامنے کوڑا کچرا نہ ڈالے، اس کے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے، ان باتوں کا لکھنا اور بول دینا اور سُن لینا تو آسان ہے لیکن عمل کرنے کے لئے بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے، اگر کسی طرح کا کوئی اچھا سلوک کر سکے تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور آگے پیچھے اس کی خیر خواہی کرے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ آپ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری ومسلم)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانا تو کجا اس کے ساتھ اس طرح زندگی گذارے کہ اس کو کسی قسم کا کوئی خطرہ اور کھٹکا اس بات کا نہ ہو کہ فلاں پڑوسی سے مجھے تکلیف پہنچے گی۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کس کے بارے میں ارشاد فرمارہے ہیں؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنّت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ میں اپنے بارے میں کیسے جانوں کہ میں اچھا ہوں یا بُرا ہوں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنے پڑوسیوں سے سُنے کہ وہ تیرے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ تُو اچھے کام کرنے والا ہے، تو تُو اچھا ہے، اور جب تُو سنے کہ وہ تیرے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ تُو بُرے کام کرنے والا ہے تو تُو بُرا ہے۔ (ابن ماجہ)

یہ اس لئے فرمایا کہ انسان کے اچھے بُرے اخلاق سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پڑوسیوں کے سامنے آتے ہیں، اور ان کی گواہی اس لئے زیادہ معتبر ہے کہ اُن کو بار بار دیکھنے کا تجربہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آٹا پیس کر چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں، اس کے بعد اُن کی آنکھ لگ گئی، اسی اثنا میں پڑوسن کی بکری آئی اور وہ روٹیاں کھا گئی، آنکھ کھلنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے پیچھے دوڑیں۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ ہمسایہ کو اس کی بکری کے بارے میں نہ ستاؤ۔ (الادب المفرد باب لایؤذی جارہٗ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو پیٹ بھرلے اور اس کا پڑوسی اس کی بغل میں بھوکا ہو۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مدعی اور مدعا علیہ دو پڑوسی ہوں گے۔ (رواہ احمد)

ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ پڑوسی پر کسی طرح سے کوئی ظلم و زیادتی تو بالکل ہی نہ کرے، اور جہاں تک ممکن ہو اس کی خدمت، دلداری اور معاونت کرے، پڑوسیوں

کو ہدیہ لینے دینے کا بیان کتاب الزکاۃ میں گذر چکا ہے۔

جب کوئی شخص مشورہ طلب کرے تو صحیح مشورہ دے

(۱۸۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ رواہ الترمذی وفی الحدیث قصّۃٌ۔

ترجمہ:۔ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔"

تشریح:۔ اس حدیث میں ایک اہم بات کی نصیحت فرمائی اور وہ یہ کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے اس کی ذمہ داری ہے کہ صحیح مشورہ دے جو اس کے نزدیک درست ہو اور جس میں مشورہ لینے والے کی خیرخواہی مدنظر ہو جس سے مشورہ طلب کیا جائے اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امانت دار قرار دیا۔ اگر اس نے کوئی ایسا مشورہ دے دیا جس میں اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کی بہتری نہ تھی تو اپنے بھائی کی خیانت کی، (کما فی روایۃ اخری ومن اشار علی اخیہ بامر یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ' رواہ ابوداؤد) لہٰذا اگر کوئی شخص مشورہ لے تو اس کو وہ مشورہ دو جو تمہارے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہو، اگرچہ اس میں تمہارا نقصان ہی ہوتا ہو، مثلاً تمہارا ایک پڑوسی ہے جو مکان بیچنا چاہتا ہے اور تمہارے دل میں ہے کہ یہ مکان فروخت ہو تو ہم لے لیں گے، لیکن اگر وہ تم سے مشورہ طلب کرے اور تمہارے نزدیک اس کے حق میں جائیداد فروخت کرنا ناپسند ہو تو اس کو یہی مشورہ دو کہ فروخت نہ کرو۔

ہنستے کھلتے ملاقات کرنا بھی نیکی میں شامل ہے

(۱۸۶) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰى

اَخَاكَ بِوَجْہٍ طَلِیْقٍ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز کسی ذراسی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو (جو کچھ ممکن ہو نیکی کرتے رہو) اگرچہ یہی کرسکو کہ اپنے بھائی سے کھلتے ہوئے چہرہ سے مل لو۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۷، از مسلم)

تشریح:۔ اس حدیث میں اوّل تو یہ ارشاد فرمایا کہ کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو، نیکی کیسی ہی چھوٹی سے چھوٹی ہو موقع ہوتے ہوئے ہاتھ سے نہ جانے دو، قیامت کے دن چھوٹی سی نیکی بھی بہت بڑا کام دے جائے گی، ایک نیکی سے بھی اعمالِ صالحہ کا پلڑہ بھاری ہو کر ذریعۂ نجات ہوسکتا ہے، پھر بطور ایک مثال ایک ایسی نیکی کا ذکر فرمایا جس میں خرچ کچھ نہیں ہوتا اور ثواب خوب مل جاتا ہے اور وہ یہ کہ جب کسی مسلمان سے ملاقات کرو تو ہنس مکھ چہرے سے بشاشت کے ساتھ ملو، اس کا دل خوش ہوگا، اور تم کو خوب ثواب مل جائے گا، بہت سے لوگوں کو مرد ہوں یا عورت اپنی دینداری یا مالداری کا گھمنڈ ہوتا ہے، جب کوئی سلام کرتا ہے تو سیدھے منہ اس کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے، جب کوئی ملنے کو آیا تو نہ اس سے اچھی طرح بات کی نہ بشاشت سے ملاقات کی اور اس طرح پیش آئے کہ جیسے اُن پر غصہ سوار ہے، مُنہ پھُلائے ہوئے ہیں اور عجیب بے رُخی اور روکھے پن سے پیش آرہے ہیں، یہ طریقہ غیر اسلامی ہے، البتہ عورتیں نامحرموں سے ملاقات نہ کریں اور پردہ کے پیچھے سے صرف بقدرِ ضرورت جواب دے دیں، جو عورتیں ملنے آئیں گھر کی عورتیں انہیں احترام سے بٹھائیں، اُن کے پاس بیٹھیں، اچھی طرح سے بولیں، مسکرا کر بات کریں، اور ان کی دلداری کریں، یہ نہ دیکھیں کہ وہ ہم سے مالی اور دنیاوی حیثیت سے کم ہیں، بلکہ اُن کے مسلمان ہونے کو دیکھیں، ان کے پاس بیٹھنے اور دلداری کرنے کے لئے نفل نماز چھوڑنی پڑے تو وہ بھی چھوڑدیں، مگر غیبت اور بدگوئی سے بازرہیں۔

راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹادینے کا ثواب

(۱۸۷) وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ

شَيْئًا اَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اَعْزِلِ الْاَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (رواہ مسلم)
ترجمہ: "حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی مجھے کوئی چیز بتا دیجئے جس پر عمل کر کے نفع حاصل کروں، آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دیا کرو" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۸، از مسلم)

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک سے اس عمل کی فضیلت اور اہمیت معلوم ہوئی کہ راستوں میں جو کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی مل جائے جس سے پاؤں پھسل جائے ٹھوکر لگنے راستہ تنگ ہو جانے یا کانٹا وغیرہ چبھ جانے کا اندیشہ ہو، اس چیز کو ہٹا دیا جائے، دیگر روایات میں بھی اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس کا ایک درخت کی ٹہنی پر گذر ہوا جو راستہ میں پڑی تھی، یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ میں اس کو مسلمان کے راستہ سے ضرور ہٹا دوں گا (چنانچہ اس کو ہٹا دی) لہٰذا وہ جنّت میں داخل کر دیا گیا (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو اس کے سبب سے جنّت میں مزے سے کروٹیں لیتے ہوئے دیکھا کہ اس نے راستہ سے ایک درخت کاٹ دیا تھا جو راہ گیروں کو تکلیف دیتا تھا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے سامنے تمہارا مسکرانا صدقہ ہے اور بھلائی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور راہ بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانا صدقہ ہے اور کمزور بینائی والے کی مدد کرنا صدقہ ہے، اور راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی دور کر دینا صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے (یعنی ہر انسان

کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، جن کے ذریعہ اُٹھتا بیٹھتا ہے اور ہاتھ پاؤں موڑتا ہے، اور چیزیں پکڑتا ہے، اور ان جوڑوں کے شکریہ میں روزانہ صدقہ کرنا واجب ہے)۔ سو جس نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا، اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہُ کہا اور لوگوں کے راستہ سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی ہٹادی یا بھلائی کا حکم دیا یا برائی سے روک دیا، اور (یہ سب مل کر یا ان میں سے ایک ہی عمل) تین سو ساٹھ کے عدد کے برابر ہوگیا تو وہ اُس دن اِس حال میں چلتا پھرتا ہوگا کہ اس نے اپنی جان کو دوزخ سے بچالیا ہوگا۔ (مسلم)

جب راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹانے کا یہ اجر و ثواب ہے تو اس کے برعکس راستہ میں تکلیف دینے والی چیز ڈالنے کا کیا وبال ہوگا؟ اس پر غور کرنا چاہیے، بہت سے لوگ اپنا گھر تو صاف کر لیتے ہیں لیکن گھر کا کوڑا کرکٹ، کچرا، گندگی، سڑے ہوئے پھل اور بدبودار سالن وغیرہ راستہ میں پھینک دیتے ہیں جس سے آنے جانے والوں کو شدید تکلیف ہوتی ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ راہ چلتے ہوئے کیلے خریدے اور چھیل کر کھانا شروع کر دیا، یا بچوں کو دے دیا اور چھلکا لب سڑک وہیں پھینک دیا، سب کو معلوم ہے کہ راستہ میں کیلے کا چھلکا پھینکنا بہت خطرناک ہوتا ہے، بعض مرتبہ اس پر پیر پڑ کر پھسل جاتا ہے تو اچھی خاصی تکلیف پہنچ جاتی ہے، راستہ میں تکلیف دینے والی چیز ہرگز نہ ڈالیں، اور ایسی کوئی چیز راستہ میں پڑی ملے جس سے تکلیف پہنچ سکتی ہو تو اسے ہٹا کر ثواب کمائیں۔

پردہ پوشی کا اجر و ثواب

(۱۸۸) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأٰى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ اَحْيٰى مَوْؤُدَةً. (رواه احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کی کوئی عیب کی بات دیکھی پھر اس کو چھپالیا، (تو ثواب کے اعتبار سے) وہ شخص ایسا ہے جیسے کسی زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو زندہ کردیا۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۴، از احمد والترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث مبارک میں عیب پوشی کا ثواب بتایا ہے، اسلام سے پہلے یعنی جاہلیت کے زمانہ میں عرب کے لوگ اس بات کو بہت ناگوار سمجھتے تھے کہ ان کے گھر میں لڑکی پیدا ہو جائے اگر لڑکی پیدا ہونے کی خبر ملتی تھی تو شرم کے مارے چھپے چھپے پھرتے تھے اور بہت سے ظالم ایسے تھے کہ لڑکی پیدا ہو جاتی تو اس کو زندہ دفن کردیتے تھے جو گڑھے کے اندر مٹی میں دب کر مر جاتی تھی، اسی کو قرآن مجید میں فرمایا وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ. بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ. (اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی)۔

اس بات کو سمجھنے کے بعد یہ سمجھو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیب پوشی کا ثواب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کی کوئی عیب کی بات دیکھی، پھر اس کو چھپایا اور کسی پر ظاہر نہ کیا تو اس کو اتنا بڑا ثواب ملے گا جیسے اس نے اس لڑکی کو زندہ کردیا جو قبر میں زندہ دفن کردی گئی تھی، اس ثواب کو اس انداز میں بتانے میں ایک دقیق اور باریک حکمت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ جب کسی شخص کا کوئی عیب ظاہر ہو جاتا ہے تو وہ اپنی اس رسوائی کے مقابلہ میں مرجانا بہتر سمجھتا ہے، پس جس شخص نے اس کے عیب کی پردہ پوشی کی گویا کہ اس کو زندہ کردیا، رسوائی سے بچانا اس کو دوبارہ زندگی دینے کے مرادف قرار دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو (مصیبت کے وقت) بے یار و مددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی بے چینی دور کردی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائیں گے،

اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

بہت سے لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ دوسروں کے عیبوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، پھر جب کسی کا کوئی عیب معلوم ہو جاتا ہے تو اس کو اچھالتے ہیں اور رسوا کرنے کو بڑا کمال سمجھتے ہیں، یہ سخت گناہ کی بات ہے، اور اس کا بہت بڑا وبال ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑے اللہ اس کے عیب کے پیچھے پڑے گا، اور اللہ جس کے عیب کے پیچھے پڑے اس کو رسوا کر دے گا، اگرچہ وہ اپنے گھر میں عیب کا کام کرے۔ (مشکوٰۃ)

آپس میں صلح کرا دینے کا ثواب

(۱۸۹) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَۃِ الصِّیَامِ وَالصَّدَقَۃِ وَالصَّلٰوۃِ قَالَ قُلْنَا بَلٰی، قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَۃُ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ:۔ "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتادوں جو (نفلی) روزوں اور صدقہ اور نماز کے درجہ سے افضل ہے، ہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ چیز آپس میں بگاڑ کی اصلاح کر دینا ہے، اور آپس کا بگاڑ مونڈ دینے والی چیز ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۸، از ابوداؤد و ترمذی)

تشریح:۔ ایک ساتھ رہنے والوں میں کبھی کبھی رنجش ہو جاتی ہے اور اس رنجش کو جلدی ہی دور نہ کیا جائے تو بڑھتے بڑھتے بہت دور تک پہنچ جاتی ہے، کینہ اور بغض دلوں میں جگہ پکڑ لیتا ہے، اور دو آدمیوں کی رنجش کبھی کبھی پورے خاندانوں کو لپیٹ لیتی ہے، اس

لئے جلد سے جلد صُلح کی طرف متوجہ ہونا لازم ہے۔ سب سے زیادہ اچھی اور سیدھی بات تو یہ ہے کہ ہر آدمی ایک دوسرے سے جاکر خود مل لے اور سلام کرے، اس میں پہل کرنے والے کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔

حدیثِ بالا میں آپس کے بگاڑ کو دُور کرنے اور بغض وکینہ اور رنجش والے آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت بتائی اور فضیلت بھی معمولی نہیں، صلح کرادینے کی اتنی بڑی فضیلت بتائی کہ اس عمل کا درجہ (نفلی) روزہ اور صدقہ، اور نماز سے بھی بڑھ کر ہے، جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد روٹھے ہوئے آدمیوں میں صُلح کرادینا چاہیئے، کیونکہ آپس کا بگاڑ بہت ہی بُری خصلت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کو مونڈنے والی چیز بتایا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ بغض مونڈنے والی خصلت ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ وہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (مشکوٰۃ از احمد وترمذی)

آپس میں صلح کرادینا اتنی اہم چیز ہے کہ اس کے لئے شریعت مطہرہ نے جھوٹ جیسی چیز کا ارتکاب کرنے کو بھی گوارا فرمایا ہے، حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ وہ جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان (جھوٹ بول کر) صلح کراتا ہے اور اچھی بات کو کہتا ہے اور اچھی بات کو (کسی فریق کی طرف) پہنچاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

مثلاً راشدہ اور عابدہ محلہ کی دو عورتیں ہیں، ان دونوں میں لڑائی ہوگئی تو ان دونوں میں صلح کرانے کے لئے کوئی عورت ایک دوسری کو اچھائی کی بات پہنچادیتی ہے، مثلاً عابدہ سے کہا کہ راشدہ کو تو لڑائی کی وجہ سے بہت رنج ہے، وہ افسوس کررہی تھی کہ ذرا سی بات پر شیطان بیچ میں کود پڑا، اور ہم دونوں میں لڑائی ہوگئی، پھر راشدہ سے جاکر اسی طرح کی باتیں کہیں کہ عابدہ تمہاری تعریف کررہی تھی، وہ کہہ رہی تھی کہ راشدہ میری پُرانی سہیلی ہے، کبھی اس سے رنجش نہیں ہوئی، اس میں بڑی خوبیاں ہیں، دونوں کے دل قریب کرنے کے لئے تیسری عورت نے یہ باتیں جھوٹ بناکر پہنچادیں، حالانکہ

راشدہ اور عابدہ نے ایسی باتیں بالکل نہیں کہی تھیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جھوٹ جھوٹ میں شمار نہیں، اور ایسا کرنے میں گناہ نہیں ہوتا، اس سے آپس میں صلح کرا دینے کی بہت بڑی فضیلت اور ضرورت معلوم ہوئی، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خیر کی توفیق دے۔

مسلمان کی مزاج پرسی کرنے کی فضیلت

(۱۹۰) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَھَنَّمَ مَسِیْرَۃَ سِتِّیْنَ خَرِیْفًا۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور ثواب سمجھ کر مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو جہنم سے اتنا دور کر دیا جائے گا جتنی دور کوئی ساٹھ سال چل کر پہنچے۔" (ابوداؤد)

تشریح:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو آسمان سے ایک منادی یہ ندا دیتا ہے کہ تو خوش رہے اور تیرا یہ چلنا بابرکت ہو اور تو نے جنّت میں گھر بنالیا۔

(ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کو عیادت کرے تو تمام دن شام تک ستّر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں، اور اگر شام کو مسلمان کی عیادت کرے تو صبح ہونے تک ستّر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور اس کے لئے (اس عمل کی وجہ سے) جنّت میں ایک باغ ہوگا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

بیمار کی مزاج پرسی کو عیادت کہتے ہیں، اوپر کی حدیث میں اسی کا ثواب بتایا ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی زندگی باقی رہنے کے بارے میں امید دلاؤ، (یعنی اس سے ایسی باتیں کرو جس سے اُسے اچھا ہو جانے کی امید بندھے' اور وہ یہ سمجھے کہ میں اچھا ہو کر ابھی اور زندہ رہوں گا، اس کے سامنے ناامیدی کی باتیں نہ کرو) کیونکہ یہ چیز (اللہ کی تقدیر میں سے) کسی کو ہٹا تو نہیں سکتی، البتہ اس سے مریض کا دل خوش ہو جائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

فائدہ: جب کسی مسلمان کی عیادت کرو تو اس کو تسلی دیتے ہوئے یوں کہو۔

لَا بَأْسَ، طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، (مشکوٰۃ) "کچھ ڈر نہیں، یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے اگر اللہ نے چاہا۔"

اور مریض سے اپنے لئے دُعا کی درخواست کرے، کیونکہ اس کی دُعا فرشتوں کی دُعا کی طرح سے ہے (ابن ماجہ) اور اس کے پاس زیادہ نہ بیٹھو، اور نہ شور کرو۔ (مشکوٰۃ)

سفارش کر کے ثواب حاصل کرو

(۱۹۱) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ اِذَا اَتَاهُ السَّائِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَیَقْضِی اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَا شَاءَ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل ضرورت مند آتا تھا تو آپؐ ارشاد فرماتے تھے کہ تم سفارش کرو، اس پر تم کو ثواب دے دیا جائے گا اور اللہ اپنے رسولؐ کی زبانی جو چاہے فیصلہ فرمائے گا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۲، از بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ کسی کام کے لئے سفارش کر دینے پر بھی ثواب ملتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت بڑے سخی تھے، ضرورتمندوں کی ضرورتوں

کا آپؐ کو خود خیال رہتا تھا، جب کوئی سائل حاضر ہوتا تو آپؐ ضرور ہی عنایت فرمادیتے، کسی کی سفارش کی ضرورت نہ تھی، اس کے باوجود آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ سفارش کرکے ثواب لے لیا کرو، ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا، اس کی تقدیر میں ہوگا تو اس کو کچھ مل جائے گا میں دے دوں گا یا کسی دوسرے سے کچھ دلادوں گا، موقع نہ ہوگا تو نہ ملے گا، سفارش کردینا تمہارا کام ہے کسی کا کام نہ ہونے کے تم ذمّہ دار نہیں۔

جب کسی کو ضرورت مند دیکھو تو اس کی ضرورت پوری کردو، اگر تم سے پوری نہیں ہوسکتی تو کسی سے سفارش کردو، تاکہ وہاں اس کی ضرورت پوری ہوجائے، سفارش کردینا بھی بڑی خیر کی بات ہے اور ثواب کا کام ہے، البتہ گناہ کے کاموں میں کسی کی مدد نہ کرو، کیونکہ وہ گناہ ہے۔

نرمی اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ کا انعام

(۱۹۲) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَالَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَالَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاهُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے، اور مہربانی کو پسند فرماتا ہے، اور وہ مہربانی پر وہ (نعمتیں) عطا فرماتا ہے جو سختی پر اور اس کے علاوہ کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۱ از مسلم)

( ) وَعَنْ جَرِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا وہ بھلائی سے محروم کردیا جاتا ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۱ از مسلم)

تشریح :۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو نرمی سے حصّہ دے دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصّہ مل گیا اور جو شخص نرمی کے حصّہ سے محروم کر دیا گیا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کے حصّہ سے محروم کر دیا گیا۔ (مشکوٰۃ)

ان روایات سے نرمی کی خوبی کا پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ جس کے مزاج میں نرمی ہو اسے بہت بڑی نعمت اور دولت مل گئی، درحقیقت حُسنِ اخلاق میں نرمی کو بہت بڑا دخل ہے اور سچ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم ہے، اللہ کے جو بندے نرم مزاج ہوتے ہیں انہی سے فیض پہنچتا ہے اور اللہ کی مخلوق انہی کے پاس آتی ہے، اُن کے فیوض سے فیض یاب اور اُن کے حُسنِ اخلاق سے سیراب ہوتی ہے، سخت زبان اور سخت مزاج آدمی کے پاس کون پھٹکے گا اور کون آئے گا؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے نرم مزاج اور نرم دل اور نرم گفتار اور حلیم اور بردبار تھے۔ قرآن مجید میں آپؐ کو خطاب کر کے فرمایا :۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ج فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۔

"سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپؐ ان کو نرم دل مل گئے اور اگر آپؐ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپؐ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپؐ ان کو معاف فرما دیجئے، اور ان کے لئے استغفار کیجئے، اور ان سے کاموں میں مشورہ لیجئے، پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے بے شک اللہ توکّل کرنے والوں سے محبّت فرماتے ہیں"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نرم مزاجی اور نرم دلی محبّت اور الفت لانے والی ہے

اور سخت مزاجی اکھڑپنا اپنے تعلق والوں کو بھی دور کرنے والا ہوتا ہے، مومن کو نرم مزاج رحم دل ہونا چاہیئے، فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مومن الفت والا ہوتا ہے، اور اس میں کوئی خیر نہیں جو اُلفت نہیں رکھتا اور جس سے الفت نہیں رکھی جاتی۔
(مشکوٰۃ)

یہ سب حالات اور عام اوقات کے اعتبار سے فرمایا ہے، کبھی کبھار کہیں سختی کی بھی ضرورت پڑ جاتی ہے، اگر موقع کے مطابق اس کو اختیار کیا جائے تو اس میں بھی اس کی خیر ہوتی ہے، اپنے بچوں اور شاگردوں کو تنبیہ کرنے کے لئے کبھی سختی کی ضرورت ہوتی ہے مگر عام حالات میں نرمی ہی مناسب ہوتی ہے، ہر وقت سختی کرنے سے اولاد اور شاگرد اور ماتحت سب ڈھیٹ اور باغی ہو جاتے ہیں۔

غصّہ سے پرہیز کرنے کی تاکید

(۱۹۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ ، (رواه البخاری)

ترجمہ:۔ " حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمائیے آپؐ نے فرمایا لَا تَغْضَبْ، یعنی غصّہ نہ کیا کر، اس نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے، آپؐ نے پھر وہی جواب دیا، اس نے پھر وہی عرض کیا، آپؐ نے پھر وہی جواب دیا، (غرضیکہ) اس شخص نے چند بار وہی سوال کیا، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر بار وہی جواب عنایت فرماتے رہے کہ غصّہ نہ کیا کر۔"
(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۳ از بخاری)

تشریح:۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ مجھے کچھ بتا دیجئے، جس پر عمل کروں مگر

زیادہ نہ ہو، شاید میں اسے گرہ باندھ لوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا، غصہ نہ کیا کرو، اس نے پھر وہی بات کہی، آپؐ نے پھر وہی جواب دیا، غرضیکہ چند بار اسی طرح سوال و جواب ہوا۔

دوسری روایت میں ہے کہ سائل نے یوں کہا تھا یا رسول اللہؐ مجھے ایک ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعہ جنت میں داخل ہو جاؤں لیکن زیادہ نہ بتائیے، آپؐ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو[1]۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائل کو ایسی چیز بتائی تھی جس پر عمل کرنے سے بہت سی برائیوں سے بچا جا سکتا ہے، اور بہت سی بھلائیوں کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

غصہ کا علاج حدیثوں میں غصہ کے کئی علاج بھی آئے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ غصہ آئے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہے، دوسرا علاج یہ ہے کہ زبان بند کر لے، اور بالکل گونگا ہو جائے، تیسرے یہ کہ زمین سے چپک جائے[2]۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے، اور اس میں بھی شک نہیں کہ شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی ہی بجھاتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے تو وضو کر لے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ اس وقت کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے تو خیر، ورنہ لیٹ جائے۔ (مشکوٰۃ)

مشکوٰۃ شریف میں بیہقی سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ غصہ ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔

---

[1] جامع العلوم والحکم لابن رجبؒ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲

طبعی طور پر انسان میں غصہ رکھا گیا ہے، اور غصہ کا روکنا گو مشکل ہے لیکن انسان اس پر قابو پا سکتا ہے، ایک حدیث میں یہ ہے کہ وہ زوردار اور پہلوان نہیں ہے جو اپنے مقابل (پہلوان) کو پچھاڑ دے، زوردار (اور پہلوان) وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے، (بخاری و مسلم)

غصہ پینے کی فضیلت بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے غصہ کو روک لیتا ہے، خدا قیامت کے روز اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رضا کے لئے غصہ کا گھونٹ پی جانے سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا افضل نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

تکبر کسے کہتے ہیں؟
اور اس کا عذاب اور وبال کیا ہے؟

(۱۹۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اور اس کا جوتا اچھا ہو، (تو کیا یہ تکبر ہے؟)، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جواب میں

فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے (اچھا کپڑا اور اچھا جوتا پہننا تکبر نہیں ہے بلکہ) تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۳ از مسلم)

تشریح: انسان کے اندر جہاں بہت سی خوبیاں ہیں وہاں بہت سی برائیاں اور خرابیاں بھی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی خرابی تکبر بھی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکبر کا مطلب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حق بات کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا تکبر ہے، اگر کوئی اچھا کپڑا یا اچھا جوتا پہن لے اور دوسرے آدمیوں کو حقیر نہ جانے اور حق بات کو قبول کرنے سے گریز نہ کرے تو یہ تکبر نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص اچھے کپڑے اور اچھا جوتا پہن کر اپنے کو بڑا سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر جاننے لگے، اور جب کوئی حق بات اس سے کہی جائے تو اسے قبول کرنے کو اپنی ہتک سمجھے، تو یہ تکبر ہے۔

بہت سے لوگ غریب بھی ہوتے ہیں، ان کے پاس اچھا تو کیا بقدر ضرورت معمولی کپڑا بھی نہیں ہوتا، لیکن پھر بھی حق کو قبول نہیں کرتے اور لوگوں کو خواہ مخواہ حقیر جانتے ہیں یہ بھی تکبر ہے۔

کسی میں علم کی وجہ سے اور کسی میں مال کی وجہ سے اور کسی میں جاہ و مرتبہ اور عہدہ کی وجہ سے تکبر ہوتا ہے، اور بعض لوگوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا جاہل بھی ہوتے ہیں اور فقیر بھی، پھر بھی اپنے آپے میں نہیں سماتے، یہ لوگ خواہ مخواہ دوسروں کو حقیر جانتے ہیں اور حق بات کو ٹھکراتے ہیں، اور اس بارے میں مال اور جاہ و مرتبہ والوں سے بھی آگے آگے ہوتے ہیں، تکبر یونہی بدترین چیز ہے، پھر جب تکبر کا کوئی سبب بھی موجود نہ ہو نہ مال ہو نہ جاہ ہو نہ علم ہو تو اس کی برائی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

بندہ بندہ ہے، اُسے بڑا بننے کا کیا حق ہے؟ اس کو تو ہر وقت اپنی بندگی پر نظر رکھنی چاہیئے، اللہ نے جو کوئی نعمت عطا فرمائی ہے (علم ہو یا مال ہو یا جاہ و مرتبہ ہو) اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور یہ سمجھے کہ میں اس قابل نہیں تھا، اللہ جل شانہٗ کا فضل و انعام ہے کہ

اس نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہے، اللہ کی عظمت اور کبریائی پر اور اپنی بے بسی اور ضعف و عاجزی پر جس قدر نظر ہوگی اُسی قدر تکبر سے نفرت ہوگی اور دل میں تواضع بیٹھتی چلی جائے گی، جس میں پاخانہ بھرا ہوا ہو اور جس کو موت آنی ہو، اور جس کا بدن قبر کے کیڑے کھانے والے ہوں اس کو تکبر کہاں زیب دیتا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ	"اور لوگوں سے اپنا رُخ مت پھیر
وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ	اور مت چل زمین پر اتراتا
مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ	ہوا، بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی
كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ	فخر کرنے والا بڑائی کرنے والا"

نیز ارشاد فرمایا،

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ	"اور اللہ کو پسند نہیں کوئی اِترانے
فَخُورٍ	والا، بڑائی مارنے والا"

اور ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۔ "بیشک وہ نہیں پسند کرتا تکبر کرنیوالوں کو"

غرور و شیخی، خود پسندی یہ سب تکبر کی شاخیں ہیں، جن لوگوں میں تکبر ہوتا ہے بس وہ صرف اپنے ہی خیال میں بڑے ہوتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اُن کی ذرا بھی عزت نہیں ہوتی، اور جو لوگ تواضع اختیار کرتے ہیں یعنی لوگوں سے ایسا معاملہ رکھتے ہیں کہ اپنی بڑائی کا ذرا بھی خیال نہیں ہوتا، وہ لوگوں کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تواضع اختیار کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے، اللہ اس کو بلند فرمادے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے نفس میں چھوٹا ہوگا اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہوگا، اور جو شخص تکبر اختیار کرے گا اللہ اس کو گرا دے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کی آنکھوں میں چھوٹا ہوگا اور اپنے نفس میں بڑا ہوگا، (لوگوں کے نزدیک اس کی ذلت کا یہ عالم ہوگا کہ) وہ اس کو کتے اور سُوّر سے بڑھ کر ذلیل

جائیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تکبر کرنے والے لوگوں کا قیامت کے دن اس طرح حشر ہوگا کہ وہ انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی برابر چھوٹے چھوٹے جسموں میں ہوں گے، اُن پر ہر طرف سے ذلت چھائی ہوئی ہوگی، وہ جہنم کے جیل خانہ کی طرف ہنکا کر لے جائیں گے، اس جیل خانہ کا نام بولس ہے، ان لوگوں پر آگوں کو جلانے والی آگ چڑھی ہوگی، اور ان لوگوں کو دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ (پیپ وغیرہ) پلایا جائے گا، جس کو طینۃ الخبال کہتے ہیں۔ (ترمذی)

لوگوں کو حقیر سمجھنے والے متکبر تو بہت ہیں، لیکن جو لوگ حق کو ٹھکراتے ہیں ان کی بھی کمی نہیں ہے، بعض مرتبہ کسی بے نمازی سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھ، تو کہتا ہے کہ کون اُٹھک بیٹھک کرے، اور تم جنت میں چلے جانا ہم دوزخ میں چلے جائیں گے، اور جب کبھی کسی بے روزہ دار سے کہا جاتا ہے کہ روزہ رکھو، تو جواب دیتا ہے کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں اناج نہ ہو، اور جب کہا جاتا ہے کہ بیاہ شادی میں سنت طریقہ اختیار کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کوئی غریب ہیں جو سنت پر چلیں؟ یہ سب باتیں حق کو ٹھکرانے کی ہیں، اور کفریہ باتیں ہیں، ان سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ بہنو! تم تواضع اختیار کرو، تکبر سے بچو، اپنے بچوں کو بھی اسی راہ پر ڈالو، کسی کو حقیر نہ جانو، اور دین کی ہر بات کو صدقِ دل سے قبول کرو، حق کو ٹھکرا کر اپنی دنیا و آخرت خراب نہ کرو۔

تواضع کا حکم اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کرنے کی ممانعت

(۱۹۵) وَعَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ نِ الْمُجَاشِعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَّلَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی

ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص کسی کے مقابلہ میں فخر نہ کرے، اور کوئی شخص کسی پر زیادتی نہ کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷ از مسلم)

تشریح: اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے تواضع اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، غرور، شیخی، فخر، نخوت، گھمنڈ، سب کو ایک طرف ڈالو اور تواضع اختیار کرو، کوئی شخص کسی کے مقابلہ میں فخر نہ کرے، اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے، اپنے عہدہ و جاہ و منصب اور مال و جائیداد اور حکومت پر فخر کرنا اور دوسرے کو حقیر جاننا گناہ ہے نیز مال و دولت کے علاوہ اپنے نسب پر فخر کرنا اور دوسروں کو حقیر جاننا بھی سخت ممنوع ہے، نسبی شرافت اللہ کی ایک نعمت ہے، لیکن دوسروں کی تحقیر کرنے کی اجازت نہیں ہے، آخرت میں تقویٰ اور اعمال صالحہ پر فیصلہ ہوگا جس کا عمل کوتاہ ہو اس کا عمل آگے نہیں بڑھائے گا۔ (کما فی الحدیث عند مسلم من بطّأ به عمله لم یسرع به نسبه)

نسب پر فخر کرنے کی مذمت

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ کسی صحابی کی یا کسی بزرگ کی نسل سے ہوتے ہیں، اپنے نام کے ساتھ نسبی نسبت کا کلمہ ضرور لگاتے ہیں، صدیقی، فاروقی، عثمانی، حسنی، حسینی، ایوبی، نعمانی، فریدی اور اسی طرح کی بہت نسبتیں ہیں جو ناموں اور دستخطوں کے ساتھ سامنے آتی رہتی ہیں، ان کے لکھنے اور لکھانے والوں میں بہت کم ایسے ہیں جن کا مقصد اظہارِ واقعہ یا اور کوئی صحیح نیت ہو، ورنہ بیشتر ایسے لوگ ہیں جو نسبی بڑائی بگھارنے کے لئے ان نسبتوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں باستثنائے چند افراد یا چند خاندانوں کے ان نسبتوں پر اصرار کرنے والے ایسے لوگ ہیں جو عمل کے لحاظ سے حد درجہ گرے ہوئے ہیں، اور دین کے ضروری عقائد و ارکان سے بھی غافل بلکہ ناواقف ہوتے ہیں، جن حضرات کی طرف نسبتیں کرتے ہیں اگر ذرا دیر کے لئے اس عالم میں تشریف لے آئیں تو اپنی طرف نسبت کرنے والوں کا حال بد دیکھ کر (جو نماز غارت کرنے، روزہ کھانے، رشوت لینے، سینما دیکھنے، زکوٰۃ روکنے اور اسی طرح کے بدترین عیوب و قبائح کی شکل میں عیاں ہوتا رہتا ہے) ان کی صورت

دیکھنا بھی گوارا نہ کریں، اور دور ہی سے دُر دُر پھٹ پھٹ کریں۔ جو شیوخ و سادات کے خاندان وسیع زمین پر آباد ہیں، اور جو اکابر صوفیار یا علمار کے نسب سے سلسلہ جوڑنے والے گھرانے اس دنیا میں بستے ہیں، نسب پر غرور کی وجہ سے دوسرے خاندانوں کے افراد کو بہت ہی حقیر جانتے ہیں، اور زندگی کا جائزہ لو تو جو خرابیاں اور گناہ دوسروں میں ہیں وہی ان شریف بننے والوں میں نظر آتے ہیں، غریب بقدر غربت اور امیر بقدر سرمایہ معصیتوں اور گناہوں میں ملوّث ہیں، دینی تعلیم حاصل کرنے اور قرآن و حدیث سے محبّت کرنے میں بھی اُن ہی کا حصّہ زیادہ ہے جو نسب کے اعتبار سے کم سمجھے جاتے ہیں، شریف خاندان والے بس نسب پر اترا لیتے ہیں مگر محبت لندن اور امریکہ سے رکھتے ہیں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کو آباد رکھنے میں پیش پیش ہیں، دینی مدرسے اکثر نامعروف خاندانوں کے افراد سے یا اُن گھرانوں کی اولاد سے آباد رہتے ہیں جو باعتبارِ نسب کم مرتبہ کے سمجھے جاتے ہیں۔

نسب پر فخر کرنے والے آخرت سے بے خبر ہیں

بعض قوموں میں نسبی غرور اور تکبّر کا یہ عالم دیکھنے میں آیا کہ کوئی ایسا مسلمان اگر ان کو سلام کرے جو نسبی حیثیت سے کم سمجھا جاتا ہو تو اس کے سلام کا جواب دینے کو عار سمجھتے ہیں بلکہ بعض مواقع پر اس کو سزا دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو سلام کرنا ہماری برابری کا دعویٰ ہے یہ کیونکر برداشت ہو، اگر کوئی سلام کرے تو یوں کہے کہ "میاں سلام" "السلام علیکم" نہ کہے، کیسی جہالت اور نخوت ہے، یہ مغرور اور متکبّر ذرا آخرت کے منظر کا تصوّر باندھیں، اور یہ سوچیں کہ دنیا کے تمام انسانوں کو آخرت کے میدان میں پہنچنا ہے، اور اعمال کی جانچ ہونے کے لئے موقفِ حساب میں کھڑا ہونا ہے، اور پھر اعمال کے اعتبار سے جنّت یا دوزخ میں جانا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس پر کافی غور کریں کہ آخرت کے نجات دلانے والے اور وہاں عزت کے منبروں پر بٹھانے والے اعمال ہم کر رہے ہیں یا یہ شخص جو اعمالِ صالحہ میں لگا ہوا ہے جس کو ہم نے نیچے بٹھایا ہے اور اپنے سے کم سمجھا ہے، خدا جانے کتنے مغروروں کے ساتھ

یہ ہوگا کہ قیامت کے میدان میں ذلیل وخوار ہوں گے اور کم نسب والے اعزاز واکرام کے منبروں پر ہوں گے ؎

کہ فضیحت بود بروز شمار

بندہ آزاد و خواجہ در زنجیر

بزرگوں کی نسل میں ہونے پر فخر کرنا بے جا ہے، اُن کے اعمال اُن کے لئے تھے، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں، قرآن حکیم کا ناطق فیصلہ ہے:۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ (بقرۃ)

"وہ جماعت تھی پیغمبروں کی جو گذر گئی جو انہوں نے کیا وہ اُن کے لئے ہے اور جو تم کروگے وہ تمہارے لئے ہے۔"

حضرت سلمان فارسیؓ کا ارشاد

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ لوگ فخر کے طور پر اپنے نسب کی بڑائی بیان کرنے لگے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو اپنے بارے میں یہ کہتا ہوں کہ ناپاک نطفہ سے پیدا کیا گیا اور مر کر بدبودار نعش بن جاؤں گا، اس کے بعد مجھے قیامت کے روز انصاف کی ترازو کے پاس کھڑا کیا جائے گا، اگر اس وقت میری نیکیاں بھاری نکلیں تو میں شریف ہوں، اور اگر میری نیکیاں گناہوں کے مقابلہ میں ہلکی رہ گئیں تو میں ذلیل ہوں، شرافت اور ذلّت کا فیصلہ وہیں ہوگا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کسی نے گالی دی، تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ بھائی! میں اگر دوزخ سے بچ گیا تو تیرے بُرا کہنے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا، اور اگر خدانخواستہ دوزخ میں جانا پڑا تو جو کچھ تُو نے کہا اس سے بھی زیادہ بُرا ہوں۔

یہ امام زین العابدینؒ کون تھے؟ سید السادات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور شہید کربلا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے، روزانہ ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے، اور ہر قسم کی عبادت میں پیش پیش تھے، انہوں نے نسب پر فخر نہیں کیا، بلکہ آخرت کا خیال کرکے گالی دینے والے کو نرمی سے جواب دیا،

جس کا ابھی ذکر ہوا۔

جو لوگ نسب پر فخر کرتے ہیں ان کو بڑائی کا ثبوت بھی تو دینا چاہیئے اور جب اُن حضرات سے اپنا نسبی جوڑ ملاتے ہیں جو دین داری میں بڑے بڑھے تھے تو خود دیندار بن کر اپنے اکابر و اسلاف کے طریقہ پر گامزن ہونا لازمی ہے۔ اعمالِ صالحہ خالی، دنیا سے محبت، آخرت سے غفلت اور بے فکری، غیر قوموں کی شکل و صورت اور لباس و تراش اختیار کرنا اور اپنے اسلاف کی وضع قطع اور لباس و صورت سے نفرت کرنا اور پھر بھی ان اسلاف سے نسب جوڑنے پر فخر کرنا بڑی نادانی ہے۔

اللہ کے نزدیک تقویٰ معیارِ فضیلت ہے

اللہ رب العزت نے بڑائی کا قاعدہ کلیہ سورۂ حجرات میں بیان فرما دیا ہے کہ :۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ "یعنی اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو" اللہ کے نزدیک تو بڑائی کا معیار تقویٰ ہے، اور جو اللہ کے نزدیک بڑا ہے وہی حقیقت میں بڑا ہے، اگر دنیا والوں نے بڑا سمجھا، اور اخباروں اور رسالوں میں نام چھپے اور لوگوں نے تعریفیں کیں مگر اللہ کے نزدیک کمینہ اور ذلیل رہا تو یہ دنیا کی بڑائی کس کام کی، اللہ کے نزدیک پرہیز گار اور دیندار ہی بڑے ہیں، اور جو لوگ اللہ کے نزدیک بڑے ہیں وہ دنیا میں بھی اچھائی سے یاد کئے جاتے ہیں اور سیکڑوں برس تک دنیا میں اُن کا چرچا رہتا ہے، اور آخرت میں جو اُن کو بڑائی ملے گی وہ الگ رہی۔

بڑے بڑے فقہاء و محدثین عجمی تھے اور نسب کے اعتبار سے بڑے بڑے خاندانوں سے نہ تھے، بلکہ اُن میں بہت سے وہ تھے جو آزاد کردہ غلام تھے آج تک ان کا نام روشن ہے اور رہتی دنیا تک اُمت کی طرف سے اُن کو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دُعائیں پہنچتی رہیں گی، نسب پر اترانے والوں کو اُمت جانتی بھی نہیں ہے، غرور کر کے اور شیخی بگھار کے رخصت ہو گئے، آج ان کو کون جانتا ہے؟ سب بڑائیاں خاک میں مل گئیں اللہ ہم سب کو کبر و نخوت سے بچائے اور تواضع کی صفت سے نوازے۔

کسی کا مذاق بنانے اور وعدہ خلافی کرنے کی ممانعت

(۱۹۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاکَ وَلَا تُمَازِحْہُ وَلَا تَعِدْہُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَہٗ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

ترجمہ:۔ "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر، اور اس سے مذاق نہ کر، اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تُو خلاف ورزی کرے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷ از ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث میں چند نصیحتیں فرمائی ہیں:۔

اوّل یہ کہ اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر، جھگڑے بازی بہت بُری اور قبیح چیز ہے، اپنے حق کے لئے اگرچہ جھگڑا کرنا درست ہے، لیکن جھگڑے کا چھوڑ دینا بہر حال اعلیٰ و افضل ہے، جھگڑا کرنے سے گالی گلوچ اور بدکلامی کی نوبت آجاتی ہے، اور دلوں میں کینہ جگہ پکڑ لیتا ہے، پھر اس کے اثرات اور ثمرات بہت بُرے پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے غلطی پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا اس کے لئے جنّت کے ابتدائی حصّہ میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا اس کے لئے جنّت کے درمیانی حصّہ میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے کئے اس کے لئے جنّت کے اونچے حصّہ میں مکان بنایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے مسلمان بھائی سے مذاق نہ کر، مذاق کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ جس سے مذاق کیا جائے اس کا دل خوش کرنا مقصود ہو ایسا مذاق کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، بشرطیکہ اس میں جھوٹ نہ ہو، اور وعدہ خلافی نہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ جس سے مذاق کیا جائے اس کو ناگوار ہو ایسا مذاق کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیثِ بالا میں اسی کی ممانعت فرمائی ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ چند عورتیں مل کر کسی عورت سے مذاق شروع کردیتی ہیں اور جس سے مذاق کر رہی ہیں اس کو ناگوار ہو رہا ہے وہ چڑ رہی ہے، اور اُلٹا سیدھا کہہ رہی ہے، اس میں چونکہ ایذاءِ مسلم ہے (یعنی مسلمان کو تکلیف دینا) اس لئے حرام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزاح مُبارک

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی مذاق فرمالیتے تھے، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپؐ ہم سے مذاق فرماتے ہیں، آپؐ نے فرمایا بے شک میں (مذاق میں بھی) حق ہی کہتا ہوں۔ (ترمذی)

معلوم ہوا کہ دل خوش کرنے کے لئے مذاق کیا جائے وہ بھی سچ اور صحیح ہونا چاہئے مذاق میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔

ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے سواری عنایت فرما دیں، آپؐ نے فرمایا بلاشبہ تجھے اونٹنی کے بچّہ پر سوار کرا دوں گا، اس شخص نے عرض کیا، میں اونٹنی کے بچّہ کو کیا کروں گا، آپؐ نے فرمایا اونٹوں کو اونٹنیاں ہی جنتی ہیں، (یعنی اونٹ جتنا بڑا ہو جائے اونٹنی کا بچّہ ہی ہوگا)۔ (ترمذی)

دیکھو! اس مذاق میں ذرا سا بھی جھوٹ نہیں ہے، بات بالکل سچّی ہے۔

اسی طرح ایک بوڑھی عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرما دیجئے اللہ تعالیٰ مجھے جنّت میں داخل فرمائے، آپؐ نے فرمایا بے شک جنّت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی، یہ سُن کر وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی، آپؐ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کو جاکر بتا دو کہ (مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا میں جو بوڑھی عورتیں ہیں وہ جنّت میں نہ جائیں گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جنّت میں داخل ہوتے وقت کوئی عورت بھی بوڑھی نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ شانہ، سب کو جوان بنا دیں گے، لہٰذا یہ بڑی بی (بھی) جب جنّت میں داخل ہوں گی بڑھیا نہ ہوں گی اس کے بعد آپؐ نے قرآن مجید کی یہ ایک آیت تلاوت فرمائی اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (شمائل ترمذی)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یَاذَا الْاُذُنَیْنِ (دوکان والے) کہہ کر پکارا (جمع الفوائد)

ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے شوہر نے آپ کو مدعو کیا ہے (بطورِ دعوت گھر پر تشریف لانے کی درخواست کی ہے) آپ نے فرمایا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ وہ کہنے لگی اللہ کی قسم اس کی آنکھ سفید نہیں ہے، آپ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو[1]۔ (یعنی وہ سفیدی جو سیاہ ڈھیلے کے چاروں طرف ہے)۔

دیکھو! کیسا صحیح مذاق ہے، ایسا سچا مذاق درست ہے، بشرطیکہ اسے ناگوار نہ ہو جس سے مذاق کیا ہے۔

جب کسی کا دل خوش کرنے کے لئے مذاق کرنے میں بھی یہ شرط ہے کہ بات سچی ہو اور جس سے مذاق کیا جائے اس کو ناگوار نہ ہو تو کسی کا مذاق اڑانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟۔

بہت سے مرد اور عورت اس کا بالکل خیال نہیں کرتے، اور جس کو کسی بھی اعتبار سے کمزور پاتے ہیں سامنے یا پیچھے اس کا مذاق اڑا دیتے ہیں، یہ سب گناہ ہیں، اس کو مسخرہ پن اور مخول اور ٹھٹھا بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	"اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو
یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی	مردوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہے
اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ	کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتوں
وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ	کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے، کیا عجب ہے
یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا	کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک
تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا	دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے
تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ	کو برے لقب سے پکارو، ایمان لانے
بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ	کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے، اور جو
بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ	باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے

---

[1] قال العراقی فی تخریج الاحیاء اخرجہ الزبیر بن بکار فی کتاب الفکاہۃ والمزاح الخ ۱۲۔

يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ ہیں ۔"

(سورۂ حجرات)

وعدہ خلافی منافقت ہے

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے بھائی سے وعدہ کرکے اس کے خلاف نہ کرو، یہ بھی بہت اہم نصیحت ہے جس میں لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں، جب کسی سے کوئی وعدہ کرے تو وعدہ کرنے سے پہلے اپنے حالات اور اوقات کے اعتبار سے خوب غور کرے کہ یہ وعدہ مجھ سے پورا ہو سکے گا یا نہیں اور اپنی بات کو نباہ سکوں گا یا نہیں، اگر وعدہ پورا کر سکتا ہو تو وعدہ کرے، ورنہ معذرت کردے جھوٹا وعدہ کرنا حرام ہے، جب وعدہ کرلے تو حتی الوسع پوری طرح انجام دینے کی کوشش کرے، بہت سے لوگ ٹالنے کے لئے یا دفع الوقتی کے خیال سے وعدہ کرلیتے ہیں، پھر اس کو پورا نہیں کرتے، اور یہ نہیں سمجھتے کہ جھوٹا وعدہ سخت گناہ ہے اور وعدہ کرنے کے بعد خلاف ورزی بھی سخت گناہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ دیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو کہ:۔

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ	"یعنی اس کا کوئی ایمان نہیں جو
لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ	امانت دار نہیں، اور اس کا کوئی دین
لَهٗ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵)	نہیں جو عہد کا پورا نہیں ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں، چاہے روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے بارے میں یہ سمجھے کہ میں مسلمان ہوں (اس کے بعد آپؐ نے وہ تینوں نشانیاں ذکر فرمائیں) (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے، (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (مشکوٰۃ از بخاری ومسلم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں گی خالص منافق ہوگا،

اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک اس کو چھوڑ نہ دے۔

(۱) جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) عہد کرے تو دھوکہ دے (۴) جھگڑا کرے تو گالی بکے (بخاری و مسلم)

پس ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ جھوٹے وعدے سے، بدعہدی سے اور وعدہ کی خلاف ورزی سے خوب زیادہ خیال کر کے محفوظ رہے۔

پیسہ ہوتے ہوئے قرض ادا نہ کرنا ظلم ہے

بہت سے لوگ وقتی ضرورت کے لئے دوکاندار سے سودا ادھار لے لیتے ہیں، یا کسی سے نقد رقم لے لیتے ہیں، بعد میں قرض دینے والے کو ستاتے ہیں، وعدہ پر وعدہ کئے جاتے ہیں لیکن قرض کی ادائیگی نہیں کرتے، دوسرے کا مال بھی لے لیا اور اس کو وعدہ خلافی کے ذریعہ ایذار بھی دے رہے ہیں، اور تقاضوں کے لئے آنے جانے کی وجہ سے اس کا وقت بھی برباد کرتے ہیں، ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیئے کہ میں اس کی جگہ ہوتا تو میں اپنے لئے کیا پسند کرتا جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا لازم ہے۔

جس شخص کے پاس ادائیگی کے لئے مال موجود نہ ہو وہ قرض خواہ سے معذرت کرلے اور مہلت مانگے، اور اس تاریخ پر ادائیگی کا وعدہ کرے، جس وقت پیسہ پاس ہونے کا غالب گمان ہو، اور جس کے پاس مال موجود ہو فوراً قرضخواہ کا حق ادا کردے، بالکل ٹال مٹول نہ کرے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، یعنی جس کے پاس ادائیگی کے لئے مال موجود ہو اس کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے خاص تنبیہ ہے جو ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے صاحبِ حق کو آج کل پر ٹالتے رہتے ہیں، اور جھوٹے وعدے کر کے ٹرخاتے رہتے ہیں، ایسے جھوٹے وعدے کرنے والے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظالم قرار دیا ہے۔

مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہونے کی ممانعت

(۱۹۷) وَعَنْ وَاثِلَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِیْكَ فَیَرْحَمُهُ وَیَبْتَلِیْكَ.

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب)

ترجمہ:۔ "حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر نہ کر (ممکن ہے) اس کے بعد اللہ اس پر رحم فرمادے، اور تجھے مبتلا فرمادے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴، از ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث میں ایک اہم مضمون ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کو مرد ہو یا عورت کسی طرح کے دُکھ، تکلیف یا نقصان و خسارہ وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو اس پر کبھی خوشی کا اظہار مت کرو، کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم ہمیشہ مصیبت سے محفوظ رہ جاؤ، یہ بہت ممکن ہے کہ تم نے جس کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کیا ہے اللہ پاک اس کو اس مصیبت سے نجات دے دے، اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کردے، اور یہ محض ایک فرضی بات نہیں ہے، بلکہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جب کسی کے دُکھ مصیبت تکلیف پر کسی نے خوشی کا اظہار کیا یا کسی کے اعضاء کا مذاق بنایا، کسی طرح کی کوئی نقل اتاری، تو خوشی ظاہر کرنے والا، مذاق اڑانے والا اور نقل اتارنے والا خود اسی مصیبت اور عیب اور برائی میں مبتلا ہوجاتا ہے جو دوسرے میں تھا، اگر کسی شخص میں کوئی عیب ہے دینی یا دنیاوی تو اس پر خوش ہونا یا طعنہ کے طرز پر اس کو ذکر کرنا اور بطور عار اور عیب کے اس کو بیان کرنا ممنوع ہے، ہاں اگر اخلاص کے ساتھ نصیحت کے طور پر خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرے تو یہ اچھی چیز ہے لیکن حق گوئی کا بہانہ کرکے یا نہی عن المنکر کا نام رکھ کر طعنہ دینا اور عیب لگانا اور دل کے پھپھولے پھوڑنا درست نہیں ہے، مخلص کی بات ہمدردانہ ہوتی ہے اور

نصیحت کا طرز اور ہی ہوتا ہے، تنہائی میں سمجھایا جاتا ہے، رُسوا کرنا مقصود نہیں ہوتا، اور جہاں نفس کی آمیزش ہو اس کا طرز اور لب و لہجہ دل کو چیرتا چلا جاتا ہے، کسی کو عیب دار بتانے کے لئے عیب کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے، اس کا نتیجہ بھی بُرا ہوتا ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کا عیب لگایا تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو خود نہ کرلے گا، (ترمذی)

حسنِ اخلاق سے متعلق ایک جامع حدیث

(۱۹۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا یَبِیْعُ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا، اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں حسد نہ کرو، اور ایک دُوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ مت بڑھاؤ، اور آپس میں بغض نہ رکھو، اور ایک دُوسرے سے مُنہ نہ موڑو، اور ایک شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو، (پھر فرمایا) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کسی کی حالت میں چھوڑے، نہ اُسے حقیر جانے (اس کے بعد) تین بار اپنے مُبارک سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے، یہاں ہے، (پھر فرمایا کہ) انسان کے بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے مسلمان کے لئے مسلمان کا سب کچھ حرام ہے، اس کا خون بھی، مال

بھی، آبرو بھی۔" (صحیح مسلم ص ۳۱۶ ج ۲)

تشریح: یہ مبارک حدیث بڑی عظیم الفوائد اور جامع حِکم و نصائح پر مشتمل ہے۔ پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں حسد نہ کرو۔

حسد کا وبال

حسد بڑی بُری بلا ہے، جو حاسد ہوگا لامحالہ اپنے دل و دماغ کا ناس کر کے رہے گا، قرآن مجید میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ (وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ)

ایک حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد سے بچو، کیونکہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے لکڑیوں کو آگ کھا جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حسد حرام ہے، حسد کے حرام ہونے کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے حکمت کے بغیر نہیں دیا ہے، اب جو حسد کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت فلاں شخص کے پاس نہ رہے تو درحقیقت یہ اللہ پر اعتراض ہے کہ اس نے اس کو کیوں نوازا؟ اور حکمت کے خلاف اس کو دوسرے حال میں کیوں نہ رکھا، ظاہر ہے کہ مخلوق کو خالق کے کام میں دخل دینے کا کچھ حق نہیں ہے، اور نہ مخلوق اس لائق ہے کہ اس کو یہ حق دیا جائے ہم اپنے دنیاوی انتظام میں اور خانگی امور میں روزانہ ایسے کام کر گزرتے ہیں جو ہمارے بچوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں، اگر ہمارے بچے "ہمارے کام میں دخل دیں تو ہم کو کس قدر بُرا معلوم ہوتا ہے، پھر اللہ رب العزت فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کی تقسیم میں کسی کو دخل دینے کا کیا حق ہے؟

جب کسی کو حسد ہو جاتا ہے تو جس سے حسد کرتا ہے اُس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے، اس کی غیبت کرتا ہے، اور اس کو جانی و مالی نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتا ہے، جس کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں میں گھر جاتا ہے، پھر ایسے شخص کو اوّل تو نیکی کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا، اور اگر کوئی نیکی کر گزرتا ہے تو چونکہ وہ آخرت میں اسے ملے گی جس سے حسد کیا ہے تو نیکی کرنا نہ کرنا برابر ہو گیا۔ ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے کہ پہلی امتوں کا مرض یعنی حسد تم تک آپہنچا ہے اور بغض تو مونڈ دینے والا ہے، میں نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے، بلکہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

آنحضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغض کو دین کا مونڈنے والا فرمایا، تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اُسترہ ہر بال کو مونڈتا چلا جاتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے بال کو علیحدہ کر دیتا ہے، اسی طرح بغض کی وجہ سے سب نیکیاں ختم ہوتی چلی جاتی ہیں، حاسد دنیا و آخرت میں اپنا بُرا کرتا ہے، نیکیوں سے بھی محروم رہتا ہے، اور کوئی نیکی ہو بھی جاتی ہے تو حسد کی آگ اسے راکھ بنا کر رکھ دیتی ہے، دنیا میں حاسد کے لئے حسد ایک عذاب ہے، جس کی آگ حاسد کے سینہ میں بھڑکتی ہے، اور جس سے حسد کیا جاتا ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔

کیا اچھا کلمۂ حکمت ہے جو کسی نے کہا ہے:

كَفىٰ بِالْحَاسِدِ اَنَّهٗ يَغْتَمُّ وَقْتَ سُرُوْرِكَ،

"حاسد سے انتقام لینے کے خیال میں پڑنے کی ضرورت نہیں، یہی انتقام کافی ہے کہ تم کو خوشی ہوتی ہے تو اس خوشی کی وجہ سے اسے رنج پہنچتا ہے۔"

بعض حضرات نے فرمایا:

اَلْحَسَدُ حَسَكٌ مَنْ تَعَلَّقَ بِهٖ هَلَكَ۔

"حسد ایک کانٹا ہے جس نے اُسے پکڑا اہلاک ہوا۔"

کسی کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ ایک دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ مت بڑھاؤ، جس کا بازاروں میں بہت رواج ہے، بیوپاری سے کچھ ملنے کے لئے یا خواہ مخواہ خریدار کو نقصان دینے کے لئے لوگ ایسا کرتے ہیں کوئی شخص سودا بیچ رہا ہے، گاہک کھڑے ہیں ایک آیا اس نے پچاس روپے کے مال کے سو روپے لگادیئے، اب جو دوسرے خریدار ہیں دھوکہ میں پڑگئے، لہٰذا لامحالہ سو روپے سے زیادہ ہی لگائیں گے، اور نقصان اٹھائیں گے، ایسا کرنے سے آنحضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا، اور ممانعت اُسی صورت میں ہے جبکہ خریدنا مقصود نہ ہو، صرف دھوکہ

دے کر نقصان میں ڈالنا یا بیچنے والے سے کچھ وصول کرنا مقصود ہو) اگر خود خریدنے کا ارادہ ہو تو قیمت بڑھا کر جن داموں چاہیں خرید لیں، مگر شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اگر بیچنے والے کی گفتگو ہو رہی ہے تو جب تک فروخت کرنے والا اس کے لگائے ہوئے داموں پر دینے سے انکار نہ کردے، اس وقت تک بڑھانا درست نہیں ورنہ دوسری ممانعت وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ کا ارتکاب ہو جائے گا جو اسی حدیث میں موجود ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آں حضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

لَایَبِیْعُ الرَّجُلُ عَلٰی بَیْعِ	"کوئی شخص اپنے بھائی کے معاملہ پر
اَخِیْہِ وَلَا یَخْطُبُ عَلٰی	معاملہ نہ کرے اور اس کے نکاح کے پیغام
خِطْبَۃِ اَخِیْہِ اِلَّا اَنْ	پر اپنا پیغام نہ بھیجے، ہاں اگر وہ اجازت
یَّاْذِنَ لَہٗ (مسلم)	دے دے تو درست ہے"

نیلام کا موجودہ طریقہ

آج کل نیلام کے ذریعہ بیچنے کا رواج ہے، بولی بولنے والے اپنے ساتھ ایک دو آدمی لگا لیتے ہیں، اور ان کو پہلے سے تیار کر کے کھڑا رکھتے ہیں، کہ تم زیادہ سے زیادہ دام بول دینا تم کو ہم اتنا روپیہ دے دیں گے، یہ ممنوع ہے، ایسا کہنے والے دھوکہ اور فریب دینے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں، نیلام کے ذریعہ فروخت کرنا درست ہے اگر دھوکہ نہ ہو، نیلام کے موقع پر دوسرے کے لگائے ہوئے داموں سے بڑھا کر دام لگانا درست ہے لیکن شرعًا بیچنے والے کو آخری بولی پر چھوڑ دینا ضروری نہیں وہ چاہے تو نہ دے۔

یہ جو رواج ہے کہ آخری بولنے والے پر چھوڑے ورنہ آخری بولی والے کو کچھ دے شرعًا غلط ہے، آخری بولی والے کو اس بنیاد پر کوئی پیسہ لینا حلال نہیں ہے، کہ میری آخری بولی پر نیلام ختم نہیں کیا۔

بُغض اور قطع تعلّق کی مذمّت

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں بُغض نہ کرو، ایک دوسرے سے مُنہ نہ موڑو جب آپس میں بغض و عداوت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے کی صورت دیکھنا تک گوارا

نہیں ہوتا، بات چیت ختم ہونے کے ساتھ ساتھ آمنا سامنا بھی بُرا لگتا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ نے میل محبت اور اُلفت پر بہت زور دیا ہے، بغض و عداوت، نفرت اور دوسرے کی تحقیر سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، انسان انسان ہے، کبھی طبیعت میں مَیل آجاتا ہے اور بشری تقاضوں کی بنا پر ایسا ہو جانا بعید نہیں ہے، لیکن طبیعت کے تقاضہ کی شریعت نے ایک حد رکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف تین روز قطع تعلق کی گنجائش ہے، ارشاد نبوی ہے:۔

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ۔ (مشکوٰۃ)

"کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے تین دن سے زیادہ تعلقات توڑے رکھے پس جس نے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور اسی اثناء میں مرگیا تو دوزخ میں جائے گا۔"

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک سال تک اپنے بھائی سے تعلق توڑے رکھا تو وہ ایسا ہے جیسے اُس کا خون بہا دیا۔ (مشکوٰۃ)

ایک دوسرے سے منہ پھیرنے کے متعلق ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ:۔

لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔

"کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین رات سے زیادہ تعلقات چھوڑے رکھے (اور) ملاقات کا اتفاق پڑ جائے تو یہ اِدھر کو مُنہ پھیرے اور وہ اُدھر کو مُنہ پھیرے (پھر فرمایا) دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرکے بول چال کی ابتداء کردے۔" (بخاری و مسلم)

اور ایسا کرنے میں نفس کی بات کو ٹھکرا کر خدائے پاک کے حکم کو سامنے رکھ کر صلح کی طرف بڑھنے میں پیش قدمی کرے اور دل میں یہ نہ سوچے کہ میں کیوں پہل کروں، میری حیثیت کم نہیں ہے، اس طرح سوچنا کبر کی بات ہے، انسان کو ہر حال میں تواضع لازم ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کسی مؤمن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ مسلمان سے تعلق توڑے رکھے تین دن گذر جانے کے بعد خود ملاقات کرے اور سلام کرے، اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں کو اجر ملا، ورنہ سلام کرنے والا ترکِ تعلق کے گناہ سے بچ گیا۔ (ابوداؤد)

مسئلہ: تین بار سلام کرے، اگر وہ تینوں بار جواب نہ دے تو وہی گنہگار رہے گا۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر ہفتہ میں دو بار (اللہ کی بارگاہ میں) لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، ایک پیر کے دن، دوسرے جمعرات کے دن، سو ہر مؤمن بندہ کی بخشش کردی جاتی ہے، مگر ایسے بندہ کی بخشش نہیں ہوتی جس کی اپنے بھائی سے دشمنی ہو، ارشاد ہوتا ہے کہ (ابھی) دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ (اپنی دشمنی سے) باز آجائیں۔ (مسلم)

كُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا کی تفسیر

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو"۔ یہ بڑی پُرمغز ہدایت ہے۔ غور کرنے کے بعد دو دقیق حکمتوں کی طرف اشارہ نکلتا ہے:۔

اوّل یہ کہ اللہ کے بندہ کو بندگی سے فرصت کہاں؟ جو غرور اور شیخی میں پڑے، بندہ کو اپنی عاجزی اور بے کسی کا خیال رکھنا لازم ہے، اور یہ سوچنا ضروری ہے کہ میں اپنے خالق و مالک کا بندہ ہوں، اس کے سامنے عاجز و ذلیل ہوں، اس کی فرمانبرداری میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے، اس نے تواضع کا حکم دیا ہے، اس کے سامنے اس کی بادشاہت میں

اس کی زمین پر اس کی مخلوق کے ساتھ لڑائی جھگڑائی اور غرور اور بڑائی کا مجھے کیا حق ہے؟ بندگی سے فرصت ہو تو سر اٹھائے، یہ تصوّر جس کو بندھ جائے، اکڑ، مکڑ، غرور و تکبر، شیخی، دشمنی، حسد، بغض سے پرہیز کرے گا، بلکہ اس کو بڑائی کا خیال تک نہ آئے گا، قرآنِ مجید میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ	"اور نہ چل زمین میں اِتراتا ہوا
مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ	بے شک تو زمین کو ہرگز نہ پھاڑ سکے
الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ	گا اور لمبا ہو کر پہاڑوں تک نہ پہنچ
طُوْلًا (الاسراء)	سکے گا۔"

سورۂ فرقان میں ارشاد ہے:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ	"اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین
يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ	پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب اُن سے
هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ	بے سمجھ لوگ خطاب کرتے ہیں تو وہ (جواب
الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا	میں) کہتے ہیں کہ ہم سلام کرتے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ	"میں اس طرح (بیٹھ کر) کھانا کھاتا ہوں
وَ اَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ	جیسے غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا
الْعَبْدُ (مشکوٰۃ)	ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔"

خدا ہر وقت و ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس کے سامنے تکبّر کی بیٹھک مقامِ عبدیت میں کمال رکھنے والے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیونکر گوارا فرماتے؟

دوسری دقیق حکمت جس کی طرف الفاظ حدیث (كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا) میں اشارہ نکلتا ہے یہ ہے کہ صرف "بھائی" کا لفظ رٹنے سے محبت پیدا نہ ہوگی اور ہمدردی کی طرف طبیعت نہ چلے گی، ماں جائے حقیقی بھائیوں میں بھی لڑائیاں ہوتی ہیں، لڑائی کو وہ اخوّت اور بھائی چارگی روک سکتی ہے جس میں اللہ کی نسبت کو دخل ہو یعنی بھائی

بھائی بننے میں اللہ کی بندگی، اللہ کے حکم، اللہ کی عظمت کا دھیان ہو، اور الفت و محبت کا باعث رسم و رواج یا عارضی فضا اور ماحول نہ ہو، بلکہ اس کا حقیقی باعث یہ ہو کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں اور یہ بھی اللہ کا بندہ ہے، وحدہٗ لاشریک کا پرستار ہونے کی وجہ سے اس لائق ہے کہ اس سے محبّت کی جائے اور اُس کو بھائی مانا جائے۔

دنیا میں محبّت و اخوت کے بہت سے اسباب ہیں، کچھ لوگ ایک ماں باپ کے بیٹے ہونے کی وجہ سے بھائی بھائی ہیں، اور کچھ لوگ ایک وطن میں رہنے کی وجہ سے بھائی بھائی ہونے کے مدعی ہیں، اور اسی طرح کی بہت نسبتیں دنیا میں جاری ہیں جن کی وجہ سے اخوت و محبّت کے دعوے کئے جاتے ہیں، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے جو اخوّت ہے اس کے بارے میں اسے سوچنا چاہیئے کہ اس سے جو میرا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ میں بھی اس خدائے وحدہٗ لاشریک کا پرستار ہوں جس کا یہ پرستار ہے، یہ وحدت و یگانگت بڑی مضبوط اور پائیدار ہے، لامحالہ مجھے اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اور حقوق کی ادائگی لازم ہے۔

مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرو

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے" (اور بھائی ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ) نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کسی کی حالت میں چھوڑے، نہ اُسے حقیر جانے۔

ظلم گناہ کبیرہ ہے، اور ہر ایک کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کرنا حرام ہے، خصوصًا مسلمان پر ظلم کرنا جس کو اپنا بھائی اور کلمہ کا شریک مان لیا اور بھی زیادہ بُرا ہے۔

ظلم جانی بھی ہوتا ہے اور مالی بھی ہوتا ہے، اور آبرو ریزی کا ظلم بھی ہوتا ہے، جملہ اقسام ظلم سے پرہیز فرض ہے، مسلمان کو بے کسی کی حالت میں چھوڑنا حقوقِ اخوت کے خلاف ہے، جب بھی کسی مسلمان کو مصیبت میں مبتلا دیکھے تو جہاں تک ممکن ہو اس کی امداد کرے، مدد ہر موقع پر ضروری اور لازم ہے، خود غیبت نہ کرے اور اس کی غیبت اور بے آبروئی ہوتی دیکھے تو اس کی مدد کرے، یعنی اس کی طرف سے دفاع کرے اور ہر طرح سے اس کی خیر خواہی کرے۔

مُسلمان کو حقیر سمجھنے کی مذمّت

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقوقِ اخوّت بیان فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسلمان بھائی

کو حقیر نہ سمجھے، کسی کو حقیر جاننا بُرا مرض ہے، جو تکبر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، حقیر سمجھنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں ان سب سے پرہیز لازم ہے، کسی کا مذاق بنانا، بُرا نام تجویز کرنا، ٹوٹا پھٹا حال دیکھ کر اپنے سے کم سمجھنا یہ حقیر بنانے اور حقیر سمجھنے کی صورتیں ہیں، اور بہت لوگ اپنی دینداری کی وجہ سے دوسرے بے عمل مسلمان کو حقیر جانتے ہیں، حالانکہ چھوٹائی بڑائی اور عزت و ذلت کے مناظر آخرت میں سامنے آئیں گے جو وہاں معزز ہوا وہ حقیقی معزز ہے اور جو وہاں حقیر ہوا وہی اصلی حقیر ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار اپنے مبارک سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "تقویٰ یہاں ہے، یہاں ہے" یعنی تقویٰ بڑا اور چھوٹا ہونے کا معیار ہے، جو اللہ سے جس قدر ڈرے گا اسی قدر معزز اور باآبرو ہوگا۔

بہت سے لوگ تقویٰ کے معیار پر کسے بغیر کسی کو دنیاوی حیثیت سے کمتر دیکھ کر حقیر سمجھنے لگتے ہیں جو سراسر نادانی اور اپنے نفس پر ظلم ہے، بلکہ جو لوگ دینداری میں اپنے کو دوسرے سے بڑھا دیکھیں اُن کو بھی یہ درست نہیں کہ اپنے سے کم عبادت والے کو حقیر جانیں، کیا خبر وہ توبہ و استغفار میں زیادہ عمل والے سے بڑھا ہوا ہو، اور زیادہ عمل والے کے دل میں اخلاص کم ہو۔

آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ مسلمان بھائی کو حقیر جانے یعنی کسی میں کوئی اور کھوٹ اور عیب ہو یا نہ ہو بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ مسلمان بھائی کو حقیر جانے، کیونکہ جو دوسروں کو حقیر جانتا ہے اس میں غرور تکبر ہوتا ہے، تکبر کی قباحت سب کو معلوم ہے۔

پھر آخر میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مسلمان پر مسلمان کا سب کچھ حرام ہے، اس کا خون بھی، اس کا مال بھی (جو اس کی طیبِ خاطر کے بغیر لے لیا جائے) اور اس کی آبرو بھی" یعنی مسلمان پر نہ جانی ظلم کرے نہ مالی، اور نہ اس کی بے آبروئی کرے۔ وباللہ التوفیق۔

کِتَابُ الآدَابْ

(۱۹۹) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلْمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَۃِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِكَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْكَ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ "حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں (بچپن میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں (پرورش پاتا) تھا، (ایک مرتبہ جو ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو) میرا ہاتھ پیالہ میں (ہر طرف) گھوم رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھا، اور داہنے ہاتھ سے کھا، اور جو حصہ تجھ سے قریب ہے اس میں سے کھا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۳، از بخاری ومسلم)

تشریح:۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی ان مبارک ہستیوں میں ہیں جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا، اُن کا نام ہند تھا، اُم سلمہ (یعنی سلمہ کی ماں) کنیت ہے، اُن کے پہلے شوہر عبداللہ بن عبدالاسدؓ بھی اسلام قبول کرنے میں سابقین اوّلین میں سے تھے، سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ گیارہویں مسلمان تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید والی دعوت سے مکہ کے مشرکین بہت برگشتہ تھے اور جو شخص اسلام قبول کرلیتا تھا اُسے بہت ہی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔

اسی لئے بہت سے صحابہ حبشہ چلے گئے تھے، یہ اسلام میں سب سے پہلی ہجرت تھی۔ اس سفر ہجرت میں مرد اور عورتیں سبھی تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت رُقیہؓ اور ان کے شوہر حضرت عثمان ابن عفانؓ اور حضرت اُم سلمہؓ اور ان کے شوہر ابوسلمہؓ بھی اس ہجرت میں شریک تھے، ابوسلمہؓ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد تھا، جو

حضرت اُم سلمہؓ کے چچازاد بھائی تھے، حبشہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سلمہ رکھا گیا، اسی کے نام سے باپ کی کنیت ابو سلمہ اور ماں کی کنیت اُم سلمہ ہو گئی، کچھ دنوں کے بعد حبشہ سے دونوں حضرات مکہ معظمہ واپس آ گئے، پھر پہلے ابو سلمہؓ نے اور اُن کے ایک سال کے بعد حضرت اُم سلمہؓ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی، مدینہ منورہ میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، لڑکے کا نام عمرؓ اور لڑکی کا درہؓ اور دوسری لڑکی کا نام زینبؓ رکھا گیا۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے، غزوۂ اُحد میں اُن کے ایک زخم آ گیا تھا جو بظاہر اچھا ہو گیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیج دیا تھا، واپس آئے تو وہ زخم ہرا ہو گیا اور اسی کے اثر سے جمادی الثانیہ سنہ ۴ھ میں وفات پائی، جب حضرت اُمّ سلمہؓ کی عدت ختم ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح فرما لیا، حضرت اُمّ سلمہؓ خود روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اللہ کے فرمان کے مطابق یہ پڑھے:۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا.

"ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اے اللہ میری مصیبت میں مجھے ثواب دے اور اس سے بہتر اس کا بدل عنایت فرما۔"

تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو گئی ہوئی چیز سے بہتر عنایت فرمائیں گے، جب ابو سلمہؓ کی وفات ہو گئی تو (مجھے یہ حدیث یاد آئی اور) دل میں کہا کہ اس دعا کو کیا پڑھوں) ابو سلمہؓ سے بہتر کون ہو گا، وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے اپنے گھر سے پہلے ہجرت کی، پھر بالآخر میں نے یہ دُعاء پڑھ لی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ جل شانہٗ نے ابو سلمہؓ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کا شرف عنایت فرمایا۔

نکاح کے بعد جب حضرت اُمّ سلمہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر تشریف لائیں تو دیکھا کہ وہاں ایک مٹکے میں جَو رکھے ہوئے ہیں، اور ایک چکی اور ہانڈی

بھی موجود ہے حضرت اُمِّ سلمہؓ نے خود جَو پیسے، اور چکنائی ڈال کر مالیدہ بنایا، اور پہلے ہی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے تیار کیا ہوا مالیدہ کھلایا[1]۔

جب حضرت اُمِّ سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر آئیں تو اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ آگئیں، جیسا کہ پہلے شوہر کی چھوٹی اولاد اپنی والدہ کے ساتھ آجایا کرتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کی طرح ان کے بچوں کی بھی پرورش فرمائی، اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔

اوپر جو حدیث نقل کی گئی ہے اُس میں حضرت اُمِّ سلمہؓ کے بیٹے عمر بن ابو سلمہؓ اپنا ایک واقعہ اُسی زمانہ کا نقل فرماتے ہیں کہ میں بچّہ تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا، ایک دن جو آپؐ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تو میرا ہاتھ پیالہ میں ہر طرف گشت کرنے لگا، کبھی اِدھر ڈالا کبھی اُدھر ڈالا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تین نصیحتیں فرمائیں:

اوّل: سَمِّ اللّٰہَ، یعنی اللہ کا نام لے کر شروع کر۔

دوم: کُلْ بِیَمِیْنِکَ یعنی اپنے داہنے ہاتھ سے کھا۔

سوم: کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ جو حصّہ تجھ سے قریب ہے اس میں کھا۔ یعنی پیالہ میں ہر جگہ ہاتھ مت ڈال، اپنی طرف جو پیالہ کا حصّہ ہے اسی جانب ہاتھ ڈال کر کھا۔ دوسری روایات میں ہے کہ اگر پلیٹ میں ایک ہی طرح کی چیز نہ ہو بلکہ کئی چیزیں بھری ہوئی ہوں تو اس میں اپنے قریب ہاتھ ڈالنا آداب میں سے نہیں ہے، بلکہ ہاتھ بڑھا کر جہاں سے جو چیز اٹھانا چاہے اٹھا سکتا ہے۔

اس حدیث میں کھانے کے چند آداب بتائے ہیں، اسلام سراسر احکام اور اعمال اور آداب کا نام ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معلم الایمان، معلم العبادات، معلم الاحکام، معلم الاخلاق اور معلم الآداب تھے، آپؐ نے سب کچھ بتایا اور کرکے دکھایا تاکہ امت کی تعلیم قول سے بھی ہو اور عملی طور پر بھی، آپؐ کی ساری زندگی سراپا تعلیم و تربیت ہے۔ پیدائش

---

[1] یہ حالات ہم نے اپنی کتاب "امتِ مسلمہ کی مائیں" سے اقتباس کرکے لکھے ہیں، حوالہ جات اس میں ملاحظہ فرمالیں ۱۲

سے لے کر موت تک کس طرح زندگی گذاری جائے؟ اور اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے اپنے معاشرہ کو کن اخلاق و آداب سے مزیّن کریں؟ اس کا جواب حدیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، آج کل نماز روزے کو تو کچھ لوگ اہمیت دیتے بھی ہیں، لیکن اخلاق و آداب کو کچھ بھی اہمیّت نہیں دیتے، حالانکہ معلّمِ انسانیّت صلی اللہ علیہ وسلم نے آداب و اخلاق بھی بڑی اہمیت کے ساتھ بتائے ہیں جو سراسر فطرتِ انسانی کے موافق ہیں، جو لوگ اپنی معاشرت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریق استعمال نہیں کرتے اور کھانے پینے اور رہنے سہنے اور سونے جاگنے اور پہننے اوڑھنے میں ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ نہیں رکھتے، ان کی زندگی انسانیت سے بعید اور حیوانیت سے قریب تر ہوتی ہے جس کا مشاہدہ عموماً ہوتا رہتا ہے۔

دورِ حاضر کے لوگوں نے کھانے پینے اور پہننے اور زندگی گذارنے کے دوسرے طریقوں میں یورپ اور امریکہ کے کافروں کو اپنا امام و پیشوا بنا رکھا ہے، ان خدا فراموش انسانوں کا جو بھی طریقہ سامنے آتا ہے اُسے لپک کر قبول کر لیتے ہیں، اور بڑی جاں نثاری کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، تعجب ہے کہ ایمان تو لائیں سرورِ دوجہاں محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور عمل کریں ملحدوں اور نصرانیوں کے طریقوں پر، بہت سے لوگوں کو تو اس میں اس قدر غلو ہے کہ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ زندگی کو اپنانے میں عیب سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ سنّتِ نبویؐ کو اختیار کریں گے تو لوگ نام دھریں گے، انگلیاں اٹھائیں گے کہ فلاں آدمی بڑا دقیانوسی ہے، موڈرن نہیں ہے اللہ اکبر! کیسی ناسمجھی کے خیالات ہیں، اگر سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی وجہ سے کسی منکرِ اسلام نے کچھ کہہ ہی دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے، جس پر ہم ایمان لائے ہیں ہم اسی سے وابستہ ہیں، وہی ہمارا آقا ہے، ہم کو اسی کا طرزِ زندگی پسند ہے، اُس کی وضع قطع لباس وغیرہ اور پورا طرزِ زندگی ہمارا یونیفارم ہے، ہم اس کے ہیں وہ ہمارا ہے اپنے آقا کے اتباع کرنے میں خفت محسوس کرنا احساسِ کمتری ہے، اور سراسر بے وقوفی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ، وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

"آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا، اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ غفور رحیم ہے"

اس آیتِ کریمہ میں بتایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر زندگی گذارنے سے بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، ہمیں اللہ کی بارگاہ میں محبوب اور مقبول ہونا چاہیئے، ہماری سعادت اسی میں ہے کہ اپنے آقا کی پیروی کریں، اور اپنی غلامی کا عمل سے ثبوت دیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے نزول اور اللہ تعالیٰ کے رسول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو تقریباً ڈیڑھ ہزار سال ہو رہے ہیں، ہمارا دین و ایمان، قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے، وہ پرانے ہیں ہم بھی پرانے ہیں، اس میں عیب کی کیا بات ہے؟ آخر دوسری قومیں بھی تو طور طریق اور وضع قطع، سج دھج میں اپنے بڑوں کا اتباع کرتی ہیں، اس میں یہ لوگ کوئی بے آبروئی محسوس نہیں کرتے، اور فخر کرتے ہوئے اپنے دین کے شعار کو اختیار کرتے ہیں، اور اپنے بڑوں کی مُردہ چیزوں کو زندہ کر رہے ہیں، حالانکہ جن کو یہ لوگ مانتے ہیں وہ اس دنیا میں آنے کے اعتبار سے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مقدم ہیں، پھر کیا وجہ ہے وہ تو دقیانوسی نہ ہوئے اور ہم دقیانوسی ہوگئے؟ ذرا غور تو کرو، آخر کیا مصیبت ہے کہ ہم پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ زندگی کے بجائے دشمنوں کے طور طریق سیکھتے ہیں اور اُن پر عمل کرتے ہیں؟

آخرت میں عزت و عظمت اور سُرخ روئی نصیب ہونے کی فکر کرنے والے یہی کوشش کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں شمار کر لئے جائیں اور وہاں کی رسوائی سے محفوظ رہیں، سب سے بڑی رسوائی آخرت کی رسوائی ہے اس سے بچنے کے لئے دامنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہونا لازم ہے، جو سردار انبیاء (علیہم السلام) اور سرورِ کونین ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

مسلمانو! اپنے نبیؐ کی سنّتوں پر مرمٹو، دنیا کے جاہلوں کی نظروں میں باعزت ہونے کے خیال سے آخرت کی رفعت وعظمت کو نہ بھولو، وہاں کی ذلّت اور رسوائی بہت بڑی اور بہت بُری ہے۔

ذیل میں ہم احادیثِ شریفہ سے اخذ کرکے اسلامی آداب جمع کررہے ہیں، کوشش یہ کی ہے کہ جو بات بیان ہو وہ حدیث کا ترجمہ ہو، قولی حدیث ہو یا فعلی، ہر حدیث کے ختم پر کتبِ حدیث کا حوالہ ہے، اسی لئے بہت سی جگہ چند آداب یک جا بیان کرنے کے بعد حوالہ دیا گیا ہے، کیونکہ یہ سب ایک حدیث میں وارد ہوئے ہیں، کھانے، پینے، پہننے اوڑھنے، مہمانی، مہمان داری، سلام اور ملاقات، چھینک اور جمائی اور مجلس کے آداب الگ الگ بیان کئے گئے ہیں، نیز لیٹنے، سونے، خواب دیکھنے، سفر میں آنے جانے کے آداب بھی لکھ دیئے ہیں، اور ایک عنوان میں خصوصیت کے ساتھ وہ آداب جمع کئے ہیں جو عورتوں اور لڑکیوں کے لئے مخصوص ہیں، پھر متفرق آداب لکھ کر اس موضوع کو ختم کردیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ آداب کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ آداب ہی تو ہیں، عمل نہ کیا تو کیا حرج ہے؟ یہ بہت بڑی نادانی ہے، مومن کے لئے کیا یہ بہت بڑا حرج نہیں ہے کہ عمل کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے موافق نہ کیا؟ اور اتباعِ سنّت کے ثواب سے محروم رہا، پھر ان میں بہت سی چیزیں وہ ہیں جن کے خلاف عمل کرنا سخت گناہ ہے، جیسے عورتوں کو مردانہ وضع اختیار کرنا، اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا اور تکبّر کی وجہ سے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلنا، اور جیسے کسی مسلمان کے سلام کا جواب نہ دینا وغیرہ وغیرہ، اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے ترک میں گناہ تو نہ کہا جائے گا، لیکن اس کے ترک سے بڑے بڑے نقصانات کا اندیشہ ہے، مثلاً مشکیزہ سے منہ لگا کر پینا (اس میں اندیشہ ہے کہ کیڑا مکوڑہ پانی کے ساتھ اندر چلا جائے) اور جیسے کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے بغیر سو جانا (اس میں اندیشہ ہے کہ کوئی جانور کاٹ لے) اور جیسے اُس چھت پر سو جانا جس پر چار دیواری نہ ہو (اس میں سوتے سوتے نیچے گر پڑنے کا اندیشہ ہے)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے شفیق تھے، آپؐ نے وہ باتیں بھی بتائیں جنہیں ہر عقل مند کو خود ہی سمجھ لینا چاہیئے لیکن آپؐ کی شفقت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے لوگوں کے خود سمجھنے پر اعتماد فرمالیتے بلکہ ہر بات واضح طور پر سمجھا دی، فصلّی اللہ علیہ وآلہ بقدر کماله وجماله۔

اب ہم پہلے کھانے پینے کے آداب لکھتے ہیں، اس کے بعد دوسرے آداب شروع ہوں گے، انشاء اللہ۔

کھانے پینے کے آداب

فرمایا رحمتِ کائنات فخرِ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ :-

- کھانے کی برکت ہے، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا اور کُلّی کرنا) (ترمذی)
- بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔
- داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔
- اور اپنے پاس سے کھاؤ (یعنی برتن کے چاروں طرف ہاتھ نہ مارو، اپنی طرف سے کھاؤ) (بخاری ومسلم)
- بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھاؤ نہ پیو، کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے (مسلم)
- جو شخص جس برتن میں کھانا کھائے پھر اُسے صاف کرے تو اس کے لئے برتن استغفار کرتا ہے۔ (ترمذی)
- جب تمہارے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو جو (تنکا وغیرہ) لگ جائے اس کو ہٹا کر لقمہ کھا لو اور شیطان کے لئے مت چھوڑو۔
- جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ دھونے سے پہلے اپنی انگلیاں چاٹ لو تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کون سے حصّہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

- برتن کے درمیان سے نہ کھاؤ بلکہ کناروں سے کھاؤ کیونکہ درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔ (ترمذی)
- آپس میں ایک ساتھ مل کر کھایا کرو اور اللہ کا نام لے کر کھاؤ، کیونکہ اس میں تمہارے لئے برکت ہوگی۔ (ابوداؤد)
- جب کھانا کھانے لگو تو جُوتے اتار دو، اس سے تمہارے قدموں کو آرام ملے گا (دارمی)
- اونٹ کی طرح ایک سانس میں مت پیو بلکہ دو یا تین سانس میں پیو۔
- اور جب پینے لگو تو بسم اللہ کہو، اور جب پی کر منہ سے برتن ہٹاؤ تو الحمدللہ کہو (ترمذی)
- جو شخص (پانی وغیرہ کوئی چیز) پلانے والا ہو وہ سب سے آخر میں خود پینے والا بنے۔ (مسلم)
- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کھانا لایا گیا، آپؐ نے حضرت اسماء بنتِ یزیدؓ سے کھانے کو فرمایا، انہوں نے کہا اس وقت خواہش نہیں ہے، آپؐ نے فرمایا بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو (ابن ماجہ) یعنی بھوک ہونے کے باوجود یہ نہ کہو کہ خواہش نہیں ہے۔
- جب شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دو اور (اس میں سے) پڑوسیوں کا خیال کرلو، (مسلم) یعنی اُن کو بھی ہدیۃً سالن بھیج دو، تمہارے پانی بڑھا دینے سے پڑوسیوں کو سالن مل سکتا ہے۔
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میز پر اور چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کھانا نہیں کھایا، آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ دسترخوان پر کھاتے تھے۔ (بخاری شریف)
- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو آدمیوں کا چار آدمیوں کو اور چار آدمیوں کا آٹھ آدمیوں کو کافی ہو جاتا ہے۔ (مسلم) یعنی اس طرح کام چل سکتا ہے اور گذارہ ہو سکتا ہے، کسی مہمان یا حاجتمند کے آنے سے تنگ دل نہ ہوں، خوشی کے ساتھ شریک کر لیا کریں۔
- اگر کچھ لوگ مل کر کھجوریں کھا رہے ہوں تو اُن کے بارے میں فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایک لقمہ میں دو کھجوریں نہ لے، جب تک کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے (بخاری و مسلم) کھجوروں کی طرح اور کوئی چیز مل کر کھا رہے ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پیاز یا لہسن کھائے تو (بدبو جانے تک) مسجد سے علیحدہ رہے، یا فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ (بخاری و مسلم)
- کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھیں، اگر شروع میں بھول جائیں تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لیں (ترمذی)
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی شخص نے اس حال میں رات گذاری کہ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز (چکنائی وغیرہ) لگی ہو جس کو دھویا نہ ہو اور پھر اس کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے (مثلاً زہریلا جانور کاٹ لے) تو یہ شخص اپنے نفس کے علاوہ ہرگز کسی کو ملامت نہ کرے۔ (ترمذی) کیونکہ اس شخص کو اپنی ہی سستی اور غفلت کی وجہ سے تکلیف پہنچی۔
- ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پُرانی کھجوریں کھا رہے تھے اور اس میں سے کیڑے ڈھونڈ کر نکالتے جاتے تھے (ابوداؤد) معلوم ہوا کہ کیڑوں کے ساتھ کھجور یا کوئی پھل یا دانے وغیرہ کھانا جائز نہیں۔
- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مکھی تم میں سے کسی کے برتن میں گر جائے (تو جو کچھ برتن میں ہے مثلاً شوربہ، دودھ، چائے وغیرہ) اس میں مکھی کو پوری طرح ڈبو دے، پھر اس کو پھینک دے کیونکہ اس کے ایک بازو میں شفا ہے اور دوسرے بازو میں مرض ہے (بخاری) ایک روایت میں ہے کہ اس کے ایک بازو میں زہر ہے اور دوسرے میں شفا ہے اور وہ زہر والے بازو کو پہلے ڈالتی ہے اور شفا والے کو ہٹا کر رکھتی ہے۔ (شرح السُّنّۃ)

دوسری روایت میں ہے کہ وہ اپنے مرض والے بازو کے ذریعہ بچاؤ کرتی ہے (یعنی شفا والے بازو کو محفوظ رکھنا چاہتی ہے) لہٰذا اس کو پوری طرح ڈبو دو (تاکہ مرض

کا علاج بھی ہو جائے۔) (ابوداؤد)

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کا علاج بتایا ہے اور اس کھانے کو کھا لینے کا حکم نہیں دیا ہے اگر طبیعت نہ چاہے تو نہ کھائیں۔

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ کھانے کو ناپسند فرمایا، اور فرمایا کہ زیادہ کھانا شوم ہے، یعنی اس شخص کے پیچھے ایسی علت لگی ہوئی ہے جس سے اُسے ہر جگہ تکلیف ہوگی اور لوگ بُری نظر سے دیکھیں گے۔ (بیہقی)
- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور پونچھنے سے پہلے ہاتھ چاٹ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)
- جب کوئی کھانا بہت گرم ہو تو اُسے ڈھانک کر رکھ دیں، یہاں تک کہ اس کی بھاپ کی تیزی ختم ہو جائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کرنا برکت کے لئے بہت بڑی چیز ہے۔ (دارمی)
- حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اُکڑوں بیٹھے ہوئے کھجوریں تناول فرما رہے ہیں۔ (بخاری) دونوں پنڈلیاں کھڑی کر کے قدموں پر بیٹھنے کو اُکڑوں بیٹھنا کہتے ہیں۔
- ایک مجلس میں کھانے والے زیادہ ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوزانو ہو کر بیٹھ گئے (کیونکہ اس میں تواضع بھی ہے اور اہلِ مجلس کی رعایت بھی، اس سے اُن کے لئے جگہ نکل آتی ہے)۔ (ابوداؤد)
- دسترخوان اٹھانے سے پہلے نہ اٹھو۔
- اگر کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھانا کھا رہے ہو تو جب تک وہ کھانا کھاتا رہے اپنا ہاتھ نہ روکو، اگرچہ پیٹ بھر چکا ہو تاکہ اسے شرمندگی نہ ہو، اگر کھانا چھوڑنا ہی ہو تو عذر کر دو۔ (ابن ماجہ، بیہقی)
- مشکیزے میں منہ لگا کر مت پیو (بخاری) لوٹے، گھڑے یا صراحی یا بوتل وغیرہ کو منہ لگا کر پینا بھی اسی ممانعت میں داخل ہے۔

- برتن میں نہ سانس لو نہ پھونک مارو۔ (ترمذی)
- کھڑے ہو کر مت پیو[1]۔ (مسلم)
- برتن میں پھٹی، ٹوٹی جگہ منہ لگا کر نہ پیو۔ (ابوداؤد)
- ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے (بخاری) کیونکہ یہ تکبر کی بات ہے۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا، دل کو بھایا تو کھا لیا، پسند نہ آیا تو چھوڑ دیا۔ (بخاری)
- حضرت حذیفہؓ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم سونے چاندی کے برتن میں کھائیں پئیں۔ (بخاری ومسلم)

پہننے اور اوڑھنے کے آداب

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے تہمد کو تکبر کے طور پر اتراتے ہوئے گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہ دیکھیں گے۔ (بخاری ومسلم)
- آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ٹخنے سے نیچے جو تہمد (پائجامہ وغیرہ) کا حصہ ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا (بخاری) یعنی ٹخنے سے نیچے کپڑا پہننا دوزخ میں لے جانے کا سبب ہے، یہ مردوں کے لئے ہے عورتیں ٹخنے ڈھکے رہیں البتہ اتنا نیچا کپڑا عورتیں بھی نہ پہنیں جو زمین پر گھسٹتا ہو۔
- حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین پہنچے تک تھی۔ (ترمذی)
- حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] آبِ زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی اس سے مستثنیٰ ہے ۱۲ منہ

آستین پہنچے تک تھی۔ (ترمذی)

- حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنو، کیونکہ یہ صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوتے ہیں (یہ مردوں کو ترغیب دی گئی ہے) اور سفید کپڑوں میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔ (ترمذی)
- حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر پگڑی ہونے کا فرق ہے۔ (ترمذی) یعنی پگڑی باندھنے کی صورت میں اُس کے نیچے ٹوپی بھی ہونی چاہیئے، (مرد اس کا اہتمام کریں)۔
- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پگڑی باندھتے تھے تو عمامہ کا شملہ مونڈھوں کے درمیان ڈال دیتے تھے۔ (ترمذی)
- ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کو پگڑی پہنائی تو اس کا کنارہ سامنے کی طرف اور دوسرا کنارہ پیچھے کی طرف ڈال دیا (ابوداؤد) یعنی پگڑی کے دونوں طرف ایک ایک شملہ کر دیا، اور ایک کو آگے اور ایک کو پیچھے ڈال دیا، پگڑی کے مسائل مردوں سے متعلق ہیں)
- اور فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کھاؤ پیو اور صدقہ کرو، اور پہنو (لیکن) اس حد تک کہ فضول خرچی اور غرور (یعنی شیخی پن) کی ملاوٹ نہ ہو (مسند احمد)
- یہ بھی فرمایا میری اُمّت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم (پہننا) حلال ہے اور مردوں پر حرام کر دیا گیا۔ (ترمذی)
- اور فرمایا کہ جس نے (دنیا میں) نام ونمود کا لباس پہنا اللہ تعالےٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (مسند احمد)
- نیز ارشاد فرمایا کہ جب تم (کپڑے) پہنو اور جب تم وضو کرو تو داہنی طرف سے شروع کیا کرو۔ (ابوداؤد)

○ مرد عورت کا اور عورت مرد کا لباس نہ پہنے، کیونکہ اس سے خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

○ جوتا پہنتے وقت پہلے داہنے پاؤں میں جوتا ڈالو اور جب جوتے اتارو تو پہلے بایاں پاؤں نکالو۔ (بخاری)

○ ایک جوتا پہن کر نہ چلو، دونوں جوتے اتار دو یا دونوں پہن لو۔ (بخاری)
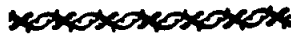
مہمان کے متعلق آداب

فرمایا معلم الاخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

○ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ مہمان کی عزت کرے۔

○ مہمان کے لئے اچھے یعنی پُرتکلف کھانے کا اہتمام ایک دن ایک رات ہونا چاہیئے۔

○ اور مہمانی تین دن تک ہے، اس کے بعد صدقہ ہوگا۔

○ اور مہمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ وہ تنگ ہوجائے، (یہ سب بخاری شریف سے لیا گیا ہے)۔

○ جس کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی[1]

○ اور جو شخص بغیر دعوت کے (کھانے کے لئے) داخل ہوگیا وہ چور بن کر اندر گیا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (ابوداؤد)

○ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ مرد (رخصت کرتے وقت) مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک نکلے۔ (ابن ماجہ)

---

[1] اگر کوئی شرعی عذر ہو جو دعوت قبول کرنے سے مانع ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے ۱۲

سلام کے آداب

فرمایا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

- اللہ جل شانہٗ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو (دوسرے کا انتظار کئے بغیر) خود سلام میں پہل کرے۔ (بخاری)
- اسلام کا بہترین کام یہ ہے کہ کھانا کھلاؤ اور ہر مسلمان کو سلام کرو جان پہچان ہو یا نہ ہو (بخاری) عورتیں عورتوں میں اس کا لحاظ رکھیں کہ سلام میں جان پہچان کو معیار نہ بنائیں بلکہ مسلمان ہونے کو دیکھیں اور مرد، مردوں میں اس کا خیال کریں۔
- بات کرنے سے پہلے سلام کیا جائے (ترمذی)
- سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو، اور تھوڑی تعداد والی جماعت بڑی جماعت کو، اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ (بخاری)
- یہود و نصاریٰ کو سلام نہ کرو (مسلم) (ہندو، سکھ، یہود و نصاری اور مرزائی سب کافر اسی حکم میں ہیں)۔
- جب ملاقات کے وقت اپنے بھائی کو سلام کرلیا، اور (ذرا دیر کو) درمیان میں درخت یا پتھر یا دیوار کی آڑ آگئی، پھر اسی وقت دوبارہ ملاقات ہوگئی تو دوبارہ سلام کرے، (ابوداؤد) یعنی یہ نہ سوچے کہ ابھی آدھا منٹ ہی تو سلام کو ہوا ہے اتنی جلدی دوسرا سلام کیوں کروں۔
- جب کسی کے گھر میں داخل ہو تو وہاں کے لوگوں کو سلام کرو۔
- اور جب وہاں سے جانے لگو تو ان کو سلام کے ساتھ رخصت کرو۔ (بیہقی)
- جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو، اس سے تمہارے اور گھر والوں کے لئے برکت ہوگی۔ (ترمذی)
- جب کوئی شخص کسی کا سلام لائے تو یوں جواب دو عَلَیْكَ وَعَلَیْہِ السَّلَامُ (ابوداؤد)

○ مریض کی عیادت کی تکمیل یہ ہے کہ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا جائے۔

○ اور تمہارے آپس میں سلام کی تکمیل یہ ہے کہ مصافحہ کر لیا جائے۔ (احمد)

○ جب دو مسلمان ملاقات کے وقت آپس میں مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ضرور ان کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ (ترمذی)

مجلس کے آداب

فرمایا معلمِ انسانیت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

○ مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں (یعنی مجلس میں جو باتیں سنیں ان کا دوسری جگہ نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے اور گناہ ہے)۔ (ابوداؤد)

○ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھ جاؤ۔

○ اور بیٹھنے والوں کو چاہیئے کہ آنے والوں کو جگہ دینے کے لئے مجلس کشادہ کرلیں۔ (بخاری)

○ جب مجلس میں تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں آہستہ سے باتیں نہ کریں، کیونکہ اس سے تیسرے کو رنج ہوگا (بخاری) (کسی ایسی زبان میں باتیں کرنا جس کو تیسرا آدمی نہیں جانتا وہ بھی اسی حکم میں ہے۔)

○ کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھ جائے۔ (ترمذی)

○ مجلس میں سب لوگ متفرق نہ بیٹھیں بلکہ مل مل کر بیٹھیں۔ (ابوداؤد)

○ جب کوئی مسلمان بھائی تمہارے پاس آئے تو جگہ ہونے کے باوجود اس کے اکرام کے لئے ذرا سا کھسک جاؤ۔ (بیہقی)

○ ہر چیز کا سردار ہوتا ہے اور مجلسوں کی سردار وہ مجلس ہے جس میں قبلہ رو ہو کر بیٹھا جائے۔ (طبرانی) عورتیں بھی اس کا خیال کریں جب کوئی عورت مجلس میں آئے

تو اس کے لئے ذرا سی کھسک جائیں۔

چھینک اور جمائی کے آداب

فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ:

- جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو چاہیئے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔[1]
- اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سننے والا سامع جواب میں اس کا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے (بخاری)[2]
- اور چھینکنے والا یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے۔ (بخاری)[3]
- ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تھی تو ہاتھ یا کپڑے سے چہرۂ مبارک ڈھانک لیتے تھے، اور چھینک کی آواز بلند نہ ہونے دیتے تھے (ترمذی)
- اور فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر روک دو، کیونکہ (جمائی کے سبب منہ کھل جانے سے) شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

لیٹنے اور سونے کے آداب

فرمایا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

- اس طرح چت نہ لیٹو کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا ہو (مسلم)
- اوندھا ہو کر لیٹنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں (ترمذی)
- کسی ایسی چھت پر نہ سوؤ جس پر (دیوار یا جنگلہ وغیرہ) کوئی رکاوٹ نہ ہو (ترمذی)
- جب بستر پر جانے لگو تو اس کو جھاڑ لو۔

---

[1] (ترجمہ) "سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے"

[2] (ترجمہ) "اللہ آپ پر رحم فرمائے"

[3] (ترجمہ) "اللہ آپ کو ہدایت پر رکھے اور سب حالات سدھار دے"

فائدہ: چھینکنے والی عورت ہو تو یَرْحَمُکِ اللّٰہُ کاف کے زیر کے ساتھ کہیں ۱۲۔

- اور باوضو داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ۔
- اور داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لو۔ (بخاری)
- بلاشبہ آگ تمہاری دشمن ہے، لہٰذا جب سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو (بخاری)
- جب تم سونے لگو تو چراغ بجھا دو۔ (ابوداؤد)
- فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو تو ہرگز اپنا ہاتھ (پانی وغیرہ کے) برتن میں داخل نہ کرے یہاں تک کہ اس کو تین مرتبہ دھولے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ رات بھر اس کا ہاتھ کہاں رہا (بخاری)
- اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو کر وضو کرنے لگے تو تین بار اپنی ناک جھاڑ دے، کیونکہ شیطان اس (کی ناک) کے بانسہ میں رات گذارتا ہے۔ (بخاری)

خوابؒ کے آدابؒ

فرمایا سید الکائنات فخر موجودات خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

- جب اپنا پسندیدہ خواب دیکھو تو اسی سے بیان کرو جو تم سے محبّت رکھتا ہے۔ (بخاری)
- اور جب بُرا خواب دیکھو تو تین بار بائیں طرف تھتکار دو۔
- اور کسی سے بیان نہ کرو۔
- اور کروٹ بدل دو۔
- اور تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِؕ پڑھو، اور اس خواب کے شر سے پناہ مانگو[1]، ایسا کرنے سے یہ خواب ضرر نہ دے گا۔ (مسلم)

---

[1] یعنی یہ پڑھو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرُّؤْیَا ۱۲

سفر کے آداب ؎

- سفر کو روانہ ہوتے وقت چار رکعت (نفل نماز) پڑھ لینا چاہیئے (مجمع الزوائد[1])
- ہمارے پیارے رسول سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر میں جانے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)
- اور تنہا سفر کرنے سے آپؐ نے منع فرمایا۔
- بلکہ اگر دو آدمی ساتھ ہوں تب بھی سفر کرنے سے منع فرمایا۔
- اور اس کی ترغیب دی کہ کم از کم تین آدمی ساتھ ہوں (ترمذی، ابوداؤد)
- اور چار ساتھی ہوں تو بہت ہی اچھا ہے۔ (ابوداؤد)
- اور فرمایا کہ جب سفر میں تین آدمی ساتھ ہوں تو ایک کو امیر بنالیں (ابوداؤد)
- اور فرمایا کہ سفر میں جس کے پاس اپنی ضرورت سے فاضل کھانے پینے کی چیزیں ہوں تو ان لوگوں کا خیال کرے جن کے پاس اپنا توشہ نہ ہو۔ (مسلم)
- آپؐ کی عادت شریفہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو چاشت کے وقت مدینہ میں داخل ہوتے اور پہلے مسجد میں جاکر دو رکعتیں پڑھتے پھر (کچھ دیر) لوگوں کی ملاقات کے لئے وہیں تشریف فرما رہتے (بخاری) اس پر مرد عمل کریں۔
- اور فرمایا کہ سفر میں اپنے ساتھیوں کا سردار وہ ہے جو ان کا خدمت گذار ہو۔ جو شخص خدمت میں آگے بڑھ گیا کسی عمل کے ذریعہ اس کے ساتھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے، ہاں اگر کوئی شہید ہو جائے تو وہ آگے بڑھ جائے گا (بیہقی)
- سفر میں جن لوگوں کے پاس کتا یا گھنٹی ہو اُن کے ساتھ (رحمت کے) فرشتے نہیں ہوتے۔ (مسلم)
- جب سرسبزی کے زمانے میں جانوروں پر سفر کرو تو اونٹوں اور دوسرے جانوروں

---

[1] قال الهيثميؒ ص ۲۸۳ ج ۲ رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون ۱۲

کو ان کا حق دے دو، جو زمین میں ہے (یعنی ان کو چراتے ہوئے لے جاؤ)

- اور جب خشک سالی میں سفر کرو (جبکہ جنگل میں گھاس پھونس نہ ہو) تو رفتار میں تیزی اختیار کرو (تاکہ جانور جلدی منزل پر پہنچ کر آرام پالے)۔ (مسلم)
  ایک اور روایت میں ہے کہ اس سے پہلے سفر ختم کر دو کہ جانور بالکل بے جان ہو جائے۔ (مسلم)
- جانوروں کی پشتوں کو منبر نہ بناؤ (یعنی اُن پر سوار ہو کر کھڑے کئے ہوئے باتیں نہ کرو، کیونکہ اس سے جانور کو خواہ مخواہ تکلیف ہوتی ہے، باتیں کرنی ہوں تو زمین پر اُتر جاؤ، جب چلنے لگو تو پھر سوار ہو جاؤ) (ابوداؤد)
- جب منزل پر اتریں تو جانوروں کے کجاوے اور زینیں کھول دیں، بعد میں نفل نماز میں (یا کسی اور کام میں مشغول ہوں) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی عمل تھا۔ (ابوداؤد)
- جانوروں کے گلے میں تانت نہ ڈالو (کیونکہ اس سے گلا کٹ جانے کا خطرہ ہے)۔ (بخاری و مسلم)
- اور جب رات کو جنگل میں پڑاؤ ڈالو تو راستہ میں قیام کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ رات کو طرح طرح کے جانور اور کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں اور راستہ میں پھیل جاتے ہیں۔ (مسلم)
- جب کسی منزل پر اُترو تو سب اکٹھے قیام کرو اور ایک ہی جگہ رہو، اور دور دور قیام نہ کرو۔ (ابوداؤد)
- سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، تمہیں نیند سے اور کھانے پینے سے روکتا ہے۔ لہٰذا جب وہ کام پورا ہو جائے جس کے لئے گئے تھے تو جلد گھر واپس آ جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

طہارت کے آداب

فرمایا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:۔

- جب پائخانہ جاؤ تو پیشاب کے مقام کو داہنے ہاتھ سے نہ چھوؤ اور داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کرو۔ (مسلم)
- بڑا استنجا تین پتھروں (یا تین ڈھیلوں) سے کرو (مسلم) اس کے بعد پانی سے دھوؤ (ابن ماجہ)
- جب پائخانہ جاؤ تو قبلہ رُخ ہوکر اور قبلہ کو پشت کرکے نہ بیٹھو (بخاری)
- جب پیشاب کرنے کا ارادہ کرو تو اس کے لئے (مناسب) جگہ تلاش کرو (ابوداؤد) مثلاً پردہ کا دھیان کرو اور ہوا کے رُخ پر نہ بیٹھو۔
- ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہیں پیشاب نہ کرو (بخاری) جیسے تالاب حوض وغیرہ۔
- غسل خانہ میں پیشاب نہ کرو کیونکہ اس سے اکثر وسوسے پیدا ہوتے ہیں (ترمذی)
- کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرو۔ (ابوداؤد)
- کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو۔ (ترمذی)
- پائخانہ کرتے ہوئے آپس میں باتیں نہ کرو۔ (مسند احمد)
- پانی کے گھاٹوں پر، راستوں میں، سایہ کی جگہوں میں (جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں) پائخانہ نہ کرو۔ (ابوداؤد)
- بسم اللہ کہہ کر پائخانہ میں داخل ہو، کیونکہ بسم اللہ جنات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرم کی جگہوں کے درمیان آڑ ہے۔ (ترمذی)
- لید اور ہڈیوں سے استنجاء نہ کرو۔ (ترمذی)

بعض وہ آداب جو عورتوں اور لڑکیوں کے لئے مخصوص ہیں

- مردوں سے علیحدہ ہو کر چلیں۔
- راستوں کے درمیان سے نہ گذریں، بلکہ کناروں پر چلیں۔ (ابوداؤد)
- چاندی کے زیور سے کام چلانا بہتر ہے۔ (ابوداؤد)
- جو عورت شان (بڑائی) ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی تو اس کو (اس کی وجہ سے) عذاب ہوگا۔ (ابوداؤد)
- عورت کو اپنے ہاتھوں میں مہندی لگاتے رہنا چاہیئے۔ (ابوداؤد)
- اور یہ بھی فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ ظاہر ہو اور خوشبو نہ آئے، (یعنی بہت ہی معمولی خوشبو ہو)۔ (ابوداؤد)
- باریک کپڑا نہ پہنیں۔ (ابوداؤد)
- اگر دوپٹہ باریک ہو تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگالیں۔ (ابوداؤد)
- بجنے والا زیور نہ پہنیں۔ (ابوداؤد)
- جو عورتیں مردوں کی شکل وصورت اختیار کریں ان پر اللہ کی لعنت ہے (بخاری)
- اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہرگز کوئی (نامحرم) مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے، اور ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ محرم ہو (بخاری)

متفرق آداب

- اکڑ اکڑ کر اتراتے ہوئے نہ چلو۔ (قرآن شریف)
- کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان نہ چلے۔ (ابوداؤد)
- اللہ تعالیٰ کو صفائی ستھرائی پسند ہے، لہٰذا گھروں سے باہر جو جگہیں خالی پڑی ہیں

اُن کو صاف رکھا کرو (ترمذی)، عورتیں اندر گھر میں صفائی خود رکھیں اور باہر بچوں سے صفائی کرادیا کریں۔

- اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کُتّا یا (جاندار کی) تصویریں ہوں۔ (بخاری)
- جب کسی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اندر سے پوچھے کون ہے تو یہ نہ کہو کہ میں ہوں، (بلکہ اپنا نام بتادو) (بخاری)
- چھُپ کر کسی کی بات نہ سنو (بخاری)
- جب کسی کو خط لکھو تو شروع میں اپنا نام لکھ دو۔ (ابوداؤد)
- جب کسی کے گھر جاؤ تو پہلے اجازت لے لو، پھر اندر جاؤ۔ (بخاری)
- اور اجازت سے پہلے اندر نظر بھی نہ ڈالو۔ (ابوداؤد)
- تین بار اجازت مانگو، اگر اجازت نہ ملے تو واپس ہوجاؤ۔ (بخاری)
- اور اجازت لیتے وقت دروازہ کے سامنے کھڑے نہ ہو، بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے رہو۔ (ابوداؤد)
- اپنی والدہ کے پاس جانا ہو تب بھی اجازت لے کر جاؤ۔ (مالک)
- کسی کی چیز مذاق میں لے کر نہ چل دو۔ (ترمذی)
- ننگی تلوار (جو نیام سے باہر ہو) دوسرے شخص کے ہاتھ میں نہ دو۔ (ترمذی) (اسی طرح چاقو، چھُری وغیرہ کھلی ہوئی کسی کو نہ پکڑاؤ، اگر ایسا کرنا پڑے تو اس کے ہاتھ میں دستہ دو، پھلکا اپنے ہاتھ میں رکھو، اور خود بھی احتیاط سے پکڑو)۔
- زمانہ کو بُرا مت کہو، کیونکہ اس کا اُلٹ پھیر اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ (مسلم)
- ہوا کو بُرا مت کہو۔ (ترمذی)
- بخار کو بھی بُرا کہنا منع ہے۔ (مسلم)
- جب چھوٹے بچّے کی زبان چلنے لگے تو اسے پہلے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہلاؤ، (حصن حصین)

- اور سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز سکھاؤ اور نماز پڑھنے کا حکم دو۔
- اور جب اولاد دس سال کی ہو جائے تو ان کو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔ (ترمذی)
- جب شام کا وقت ہو جائے تو اپنے بچوں کو (باہر نکلنے سے) روک لو، کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں، پھر جب رات کا ابتدائی کچھ وقت گزر جائے تو بچوں کو باہر جانے کی اجازت دے دو۔
- اور بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کر دو، کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا، اور بسم اللہ پڑھ کر مشکیزوں کے منہ تسموں سے باندھ دو۔
- اور اللہ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ پڑھ کر اپنے برتنوں کو ڈھانک دو، اگر ڈھانکنے کو کچھ بھی نہ ملے تو کم از کم برتن کے اوپر چوڑاؤ میں ایک لکڑی ہی رکھ دو۔

(بخاری و مسلم)

- ایک روایت میں برتنوں کے ڈھانکنے اور مشکیزوں کا تسمہ لگانے کی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ سال بھر میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے (یعنی عمومی مرض طاعون وغیرہ) یہ وبا جس ایسے برتن پر گزرتی ہے جس پر ڈھکن نہ ہو یا ایسے مشکیزہ پر جو تسمے سے بندھا ہوا نہ ہو تو اس وبا کا کچھ حصہ ضرور اس برتن اور مشکیزے میں نازل ہو جاتا ہے۔ (مسلم)
- جب رات کو چلنا پھرنا بند ہو جائے (یعنی گلی کوچوں میں آمد و رفت بند ہو جائے) تو ایسے وقت میں باہر کم نکلو، کیونکہ اللہ جل شانہٗ (انسانوں کے علاوہ) اپنی دوسری مخلوق میں سے جسے چاہتے ہیں چھوڑ دیتے ہیں (یعنی شیاطین کو گھومنے کی آزادی دے دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ پھیل جاتے ہیں) (شرح السنہ) واللہ اعلم

ان آداب کو خوب یاد کر لو اور عمل میں لاؤ، بچوں کو یاد کراؤ، اور ان سے عمل کراؤ، کھاتے پیتے اور سوتے اور اٹھتے بیٹھتے وقت اور ہر موقع پر ان سے پوچھ گچھ کرو کہ فلاں چیز پر عمل کیا یا نہیں؟ وباللہ التوفیق۔

کتاب
حفظ اللسان
وذکر آفاتہ

زبان کے گناہوں کی تفصیل
اور اُن سے
زبان کی حفاظت

(۲۰۰) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ . (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے لئے اس چیز (کی حفاظت کا) ضامن بن جائے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور جو اس کی دونوں رانوں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ) تو میں اس کے لئے جنّت کا ضامن ہوں۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ از بخاری)

تشریح:۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے، جو شخص ان کی حفاظت کرے اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنّت کے داخلہ کی ضمانت دی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کیا تم جانتے ہو لوگوں کو جنّت میں کیا چیز سب سے زیادہ داخل کرانے والی ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا کہ) اللہ سے ڈرنا اور اچھے اخلاق اختیار کرنا (سب سے زیادہ جنّت میں داخل کرانے والی چیزیں ہیں) پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ

لوگوں کو دوزخ میں سب سے زیادہ داخل کرانے والی کیا چیز ہے ؟ (اس کے بعد خود ہی جواب دیا کہ) سب سے زیادہ دوزخ میں داخل کرانے والی چیز منہ اور شرمگاہ ہے (مشکوٰۃ)

مُنہ یعنی زبان اور شرمگاہ کے گناہ بہت خطرناک ہیں، ان دونوں کی حفاظت نہ کرنے سے دوزخ کے داخلہ کا سامان بن جاتا ہے اور دوزخ کے داخلہ کا زیادہ تر سبب انہی دو چیزوں کے اعمال ہوتے ہیں، اعاذنا اللہ منہا۔

بہت سے لوگ شرمگاہ کی تو حفاظت کر لیتے ہیں مگر زبان کی حفاظت میں بہت کوتاہی اور کم ہمتی دکھاتے ہیں، اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ حفاظتِ زبان کے موضوع کو قدرے تفصیل سے لکھا جائے۔

انسان کے اعضاء میں زبان بھی ہے لیکن اس کو بہ نسبت دوسرے اعضاء کے خاص قسم کی اہمیت حاصل ہے، اعضاءِ انسانی میں زبان سب سے اچھی چیز ہے، اور سب سے بُری چیز بھی ہے، اللہ کا نام زبان سے لیا جاتا ہے، اسلام کا کلمہ اُسی سے پڑھا جاتا ہے، قرآن کی تلاوت اسی سے ہوتی ہے، خیر کی دعوت اسی سے دی جاتی ہے، اور دوسرے اعضاء سے جو نیکیاں ہوتی ہیں ان میں بھی عموماً کسی نہ کسی طرح زبان کی شرکت ہوتی ہے۔

اور اس کے برعکس زبان ہی سے کفر کا کلمہ نکلتا ہے، اور شرکیہ الفاظ صادر ہوتے ہیں، اور اسی سے گالی دی جاتی ہے، لعنت کی جاتی ہے، غیبت کی جاتی ہے چغلی ہوتی ہے، جھوٹ بولا جاتا ہے، جھوٹی قسم کھائی جاتی ہے، جھوٹی گواہی دی جاتی ہے۔

پس زبان کی حفاظت کی بہت زیادہ ضرورت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی رضامندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ جس کی طرف اُسے دھیان بھی نہیں ہوتا، اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بہت سے درجات بلند فرما دیتا ہے، اور بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ گذرتا ہے کہ اس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا، اور اس کی وجہ سے دوزخ میں گرتا چلا چلا جاتا ہے۔ (بخاری)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان اپنی زبان کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے پھسلتا ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صبح ہوتی ہے تو سب اعضاء عاجزی کے ساتھ زبان سے کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ ہم تجھ سے متعلق ہیں، (یعنی ہماری خیر و عافیت اور دُکھ تکلیف تجھ سے متعلق ہے) بس اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر تجھ میں کجی آگئی تو ہم میں بھی کجی آجائے گی۔ (ترمذی)

کجی ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ تو ٹیڑھی چلی اور تو نے بے راہی اختیار کی تو ہماری بھی خیر نہیں، دیکھو گالی زبان دیتی ہے اور اس کے عوض جوتا سر پر پڑتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ زبان کو قابو میں رکھو، اور اپنے گھر میں اپنی جگہ رکھو، (یعنی زیادہ تر اپنے گھر ہی رہو باہر بہت کم نکلو، کیونکہ گھر کے باہر بہت سے فتنے ہیں) اور اپنے گناہ پر رویا کرو۔ (ترمذی)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا کہ سب سے زیادہ اس کا خوف ہے۔ (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زبان کی بہت زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے، مومن بندوں پر لازم ہے کہ اپنی زبان کو ہر وقت ذکر و تلاوت میں مشغول رکھیں، اور بقدر ضرورت تھوڑی بہت دنیاوی ضرورتوں کے لئے بھی بات کر لیا کریں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ مت بولا کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بولنا دل میں سختی پیدا ہونے کا سبب ہے، اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں یہ فرمایا کہ انسان کی ہر بات اس کے لئے وبال ہے نفع دینے

والی نہیں ہے، سوائے اس کے کہ امر بالمعروف کرے، (یعنی نیکیوں کا حکم دے) یا نہی عن المنکر کرے (یعنی برائیوں سے روکے) یا اللہ کا ذکر کرے (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے کرنے میں گناہ نہیں ہے اور ثواب بھی نہیں جس کو کلام مباح کہتے ہیں اس سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے، کیونکہ وہ بھی وبال کا باعث ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جتنی دیر میں وہ بات کی ہے اتنی دیر میں ذکر اور تلاوت اور درود شریف میں مشغول ہو کر جو ثواب اور بلند درجات حاصل ہو سکتے تھے ان سے محرومی ہو گئی، دوسرا نقصان یہ ہے کہ ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ بولنے سے دل میں سختی آجاتی ہے، اور تجربہ کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے دل کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔

اور یہ بھی تجربہ کی بات ہے کہ زیادہ بولنے والا اگر جائز بات بھی کر رہا ہو تو بولتے بولتے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، یعنی اس کی زبان سے تھوڑی ہی دیر میں ایسی باتیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں جو گناہ کی باتیں ہوتی ہیں، مثلاً کوئی جھوٹی بات نکل جاتی ہے اور یہ تو بہت زیادہ ہوتا ہے کہ باتیں کرتے کرتے خواہ مخواہ کسی کی غیبت شروع ہو جاتی ہے، لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ انسان خاموش رہے، یا اللہ کا ذکر کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی کی وفات ہو گئی، تو ایک شخص نے کہا کہ تجھے جنّت کی خوشخبری ہے، یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جنّت کی خوش خبری دے رہے ہو حالانکہ تمہیں معلوم نہیں کہ اس نے کوئی لایعنی بات کی ہو گی یا ایسی چیز خرچ کرنے سے کنجوسی کی ہو گی جس کے خرچ کرنے سے نقصان نہیں ہوتا، (ترمذی)، مثلاً علم دین سکھا دینا یا زکوٰۃ دینا وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ صَمَتَ نَجَا (بخاری) "یعنی جو خاموش رہا اس نے نجات پائی"۔

یعنی دنیا اور آخرت میں اُن آفات اور بلیّات سے محفوظ رہا جو زبان سے متعلق ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے :۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ ۔

"یعنی جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ خیر کی بات کرے (اس میں ہر نیک بات آگئی جس میں ثواب ہو) یا خاموش رہے" (بخاری و مسلم)

حضرت عمران بن حطان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا، وہ مسجد میں بالکل تن تنہا تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا اے ابوذر! یہ تنہائی کیسی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تنہائی بُرے ہمنشین (یعنی ساتھ کے بیٹھنے والے بُرے شخص سے) بہتر ہے اور نیک ہمنشین تنہائی سے بہتر ہے اور خیر کی باتیں کرنا خاموش رہنے سے بہتر ہے، اور خاموش رہنا بُری باتیں زبان سے نکالنے سے بہتر ہے (کیونکہ خاموشی پر پکڑ نہیں ہے، اِلّا یہ کہ کسی واجب کلام سے گریز کیا ہو) (مشکوٰۃ)

ان روایات و احادیث جان لینے کے بعد سمجھ لینا چاہیئے کہ زبان کی آفات اور مہلکات (یعنی انسان کو برباد کرنے والی چیزیں) بہت زیادہ ہیں، بہت سے لوگوں کو بے جا بولنے کی عادت ہو جاتی ہے، خواہ مخواہ جھگ جھگ کرتے ہیں، اور دنیا بھر کے قصّوں اور ایسی باتوں میں اپنی زبان کو استعمال کرتے ہیں جن میں اپنا کوئی نفع دنیا اور آخرت کا نہیں ہوتا، بلکہ باتیں کرتے کرتے بڑے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

زبان کی آفات بہت ہیں، ہم ان میں سے چند چیزوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں، پہلے اُن چیزوں کو بطور فہرست لکھ دیتے ہیں، پھر انشاء اللہ تفصیل سے لکھیں گے، زبان کی آفات میں یہ چیزیں آتی ہیں :۔

(۱) جھوٹ بولنا (۲) لعنت کرنا (۳) چغلی کھانا (۴) گالی دینا (۵) غیبت کرنا (۶) کسی کا مذاق اڑانا (۷) جھوٹا وعدہ کرنا (۸) جھوٹی قسم کھانا (۹) جھوٹی گواہی دینا (۱۰) دوسروں کو ہنسانے کے لئے باتیں کرنا (۱۱) گانا گانا (۱۲) کسی کے منہ پر تعریف کرنا (۱۳) جھوٹی تعریف

کرنا (۱۴) کافر یا فاسق کی تعریف کرنا (۱۵) جھگڑا کرنا (۱۶) فحش کلامی کرنا (۱۷) کسی مسلمان کو کافر کہنا (۱۸) کسی کی مصیبت پر خوشی ظاہر کرنا (۱۹) کسی کی نقل اتارنا (۲۰) طعنہ زنی کرنا۔

ان سب چیزوں کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں:۔

جھوٹ کا وبال اور فرشتوں کو اس سے نفرت

(۲۰۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِیْلًا مِّنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهٖ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بات کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۳، از ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث سے جھوٹ کی سخت مذمت معلوم ہوئی، اور پتہ چلا کہ فرشتوں کو جھوٹ سے بہت زیادہ نفرت ہے، اور ان کو جھوٹ سے ایسی گھن آتی ہے کہ جوں ہی کسی کے مُنہ سے جھوٹ نکلا فرشتہ وہاں سے چل دیتا ہے اور ایک میل تک چلا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ دوسرے فرشتے مراد ہیں، ناگواری اور نفرت تو سب ہی فرشتوں کو ہوتی ہے لیکن جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور ہیں وہ مجبوراً ناگواری کو برداشت کرتے ہیں، اللہ کی پیاری مخلوق کو تکلیف پہنچانا کتنا بُرا عمل ہے اس کو خوب سمجھ لیں اور اوپر سے جھوٹ کا گناہ ہے جو اس کے علاوہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم سچ کو لازم پکڑو، کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنّت کی راہ بتاتی ہے، اور انسان سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا خوب دھیان رکھتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق (یعنی بہت سچائی والا) لکھ دیا جاتا ہے، (پھر فرمایا کہ) جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فجور (یعنی گناہوں میں گھس جانے)

کی راہ بتاتا ہے، اور فجور دوزخ کی راہ دکھاتا ہے، اور انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کا دھیان رکھتا ہے (یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع سوچتا رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

پس مؤمن بندوں پر لازم ہے کہ ہمیشہ سچ بولیں، اور سچ ہی کو اختیار کریں، بچوں کو سچ ہی سکھلائیں، اور سچ ہی کی عادت ڈالیں، ان کے بہلانے کے لئے بھی جو کوئی وعدہ کریں وہ وعدہ بھی سچا ہونا چاہیئے۔

بچوں کو منانے کے لئے جھوٹ بولنے کی ممانعت

(۲۰۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَتْنِيْ اُمِّيْ يَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِيْ بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ اُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتِّ اَنْ تُعْطِيْهِ قَالَتْ اَرَدْتُّ اَنْ اُعْطِيَهٗ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيْهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ (رواہ ابوداؤد والبیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ (جب میں چھوٹا سا تھا) میری والدہ نے ایک دن مجھے بلایا اور کہا لے، آ، میں تجھے دے رہی ہوں اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، آپؐ نے میری والدہ سے فرمایا، تو نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو کھجوریں دینے کی نیت کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا خبردار! اگر تو اس کو (کچھ بھی) نہ دیتی تو تیرے اوپر ایک جھوٹ (کا گناہ) لکھ دیا جاتا۔“ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۶ از ابوداؤد وبیہقی)

تشریح: اس حدیث سے والدین کے حق میں ایک بڑی نصیحت معلوم ہوئی، بچوں کو کسی کام کے لئے بلانے کے لئے یا کہیں ہمراہ جانے کی ضد ختم کرنے کے لئے یا رونا بند

کرنے کے لئے جھوٹے وعدے کر لیتے ہیں، اور ایک ایک دن میں کئی کئی بار ایسا ہوتا رہتا ہے وعدہ کر کے پھر وعدہ پورا کرنے کی فکر نہیں کرتے، بچہ کو بہلانے کے لئے جھوٹ بہکا دیتے ہیں کہ فلاں چیز لائیں گے، یہ منگا کر دیں گے، وہ بنوا کر لائیں گے، یہ جھوٹے وعدے کرنا اور پورا نہ کرنا گناہ ہے، جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا۔

سوتن وغیرہ کو جلانے کے لئے جھوٹ بولنے کی مذمت

(۲۰۳) وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ امْرَأَۃً قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ ضَرَّۃً فَہَلْ عَلَیَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِیْ غَیْرَ الَّذِیْ یُعْطِیْنِیْ فَقَالَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ یُعْطَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! بلا شبہ میری ایک سوتن ہے، کیا مجھے گناہ ہوگا؟ اگر میں اس کو جلانے کے لئے، جھوٹ موٹ یوں کہہ دوں کہ یہ چیز مجھے شوہر نے دی ہے، حالانکہ اس نے نہ دی ہو، اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو کوئی چیز حقیقت میں نہ ملی ہو اس کے بارے میں یہ ظاہر کرنا کہ یہ مجھے ملی ہے ایسا ہے جیسے کوئی جھوٹ کے دو کپڑے پہن لے۔“

(مشکوٰۃ ص ۲۸۱، از بخاری و مسلم)

تشریح: مؤمن کے دل میں جو ایمان ہے یہ اللہ کا واعظ ہے، غلط جذبات اور برے وسوسے جو دل میں آتے ہیں یہ واعظِ قلب جو اندر بیٹھا ہوا ہے متنبہ کرتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے جن کا ایمان اصلی ایمان ہے اور جنہوں نے ایمان کی روشنی کو گناہوں کی کثرت سے دھندلا نہیں کیا ان کو جب کسی خراب عمل کا خطرہ گذرے گا، یا گناہ کرنے کا وسوسہ آئے گا، فوراً دل میں ایک چبھن محسوس کریں گے، اُن کو ایسا معلوم ہوگا جیسے اندر کوئی الارم دے رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ یہ کام ٹھیک نہیں ہے، اگر ٹھیک بے ٹھیک کا فیصلہ

خود نہیں کر سکتے تو جاننے والوں سے معلوم کرلیں، جب الحمدللہ ہم جیسے مسلمانوں کا یہ حال ہے تو حضرات صحابہؓ جن کا ایمان پہاڑ سے بھی بڑا تھا وہ ایسے خطرات اور وساوس پر کیوں متنبّہ نہ ہوتے۔

حدیثِ بالا میں اسی طرح کا ایک واقعہ ایک صحابی خاتون کا مذکور ہے، اُن کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں اپنی سوتن کو نیچا دکھانے کے لئے جھوٹ کہہ دوں کہ مجھے شوہر نے فلاں فلاں چیزیں دی ہیں تو اس کا دل جلے گا، اور اس کے جلنے سے مجھے خوشی ہوگی لیکن فوراً نفس کے اس عیب کو اُن کے بیدار قلب نے پکڑ لیا، اور دل میں کھٹک ہوئی کہ ایسا کرنا شاید ناجائز ہو، لہٰذا ہادیِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا چاہئے، درحقیقت مومنِ صادق کا دل گناہ پر مطمئن نہیں ہو سکتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ ایمان (کی علامت) کیا ہے؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ	"جب نیکی کرنے سے تیرا دل خوش
وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ	ہو اور بُرائی سے تیرا دل دُکھے تو سمجھ
فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ۔	لے، تو مومن ہے"

اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ گناہ (کی نشانی) کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

اِذَا حَاكَ فِىْ نَفْسِكَ	"یعنی جب کوئی چیز تیرے دل میں
شَىْءٌ فَدَعْهُ [ل]	کھٹکے تو اُسے چھوڑ دینا"

مطلب یہ ہے کہ جب کسی کام کے متعلق اچھا یا بُرا ہونے میں تردّد ہو اور اس کے کرنے کے تصوّر سے دل میں بے چینی کی سی کیفیت معلوم ہوتی ہو تو اُسے نہ کرنا، کیونکہ یہ گناہ ہونے کی نشانی ہے، یہ بات اُن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور دل کو سنوارنے کی فکر میں رہتے ہیں اور جو شخص گناہوں سے بچنے کی فکر نہیں کرتا اس کے دل کا ناس ہو جاتا ہے، پھر اس کو نیکی بدی کا احساس

[ل] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶ عن مسند احمد ۱۲

نہیں رہتا، اور گناہ پر خوش ہوتا ہے، دل کے اندر جو گناہوں کی وجہ سے ٹیس ہونی چاہیئے وہ نہیں ہوتی۔

اسی قلبی کھٹک اور چبھن نے اُس صحابی خاتون کو مسئلہ معلوم کرنے پر مجبور کیا، اور انہوں نے فخرِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے تکلف نفس کا کھوٹ ظاہر کر دیا، اور عرض کیا کہ میرے دل میں اپنی سوتن کو جلانے کے لئے ایسا خیال آیا ہے اگر میں ایسا کروں تو کیا اس میں گناہ ہوگا؟

قربان جایئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، جواب میں کیا ارشاد فرمایا؟ بہت پُر مغز جملہ ارشاد فرمایا، جس سے اُس مقدس خاتون کے جزوی سوال کا جواب بھی ہو گیا اور ایک مستقل قاعدۂ کلیہ امت کو مل گیا، جو زندگی کے ہر شعبہ میں کام دے سکتا ہے، اور ہر صاحبِ فہم اس کی روشنی میں سچائی کا پُتلہ بن سکتا ہے، ارشاد فرمایا:

اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ،

"یعنی جس کو کوئی چیز نہیں ملی اور اس کے باوجود جھوٹ کہتا ہے کہ مجھے ملی ہے وہ ایسا ہے جیسے کسی نے جھوٹ کے دو کپڑے لئے۔"

یعنی اس نے سر سے پاؤں تک اپنے اوپر جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا، کسی کی زبان جھوٹی ہوتی ہے، لیکن یہ پورا کا پورا جھوٹا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس طرح غلط بات سے زبان جھوٹی ہو جاتی ہے غلط کردار سے دیگر اعضاء بھی جھوٹے قرار دے دیئے جاتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہر اس شخص کو نصیحت و عبرت حاصل کرنا چاہیئے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور ظاہر کرتا ہو کہ میں اس کا مالک ہوں، جیسے بہت سی عورتیں مانگ کر بیاہ شادی کے موقع پر زیور پہن کر چلی جاتی ہیں، اور شیخی بگھارنے کے لئے یہ باور کراتی ہیں کہ یہ ہمارا زیور ہے، شیخی بگھارنا یوں ہی بُرا ہے چہ جائیکہ دوسرے کے مال کو اپنا بنا کر فخر کیا جائے، بعضے لوگ حاجی نہیں ہوتے مگر نیچے کُرتے پہن کر حاجی ہونا بیان کرتے ہیں، اسی طرح بہت سے لوگ مرشد و صوفی نہیں ہوتے لیکن اپنے کو لوگوں کی نظروں میں بڑا ظاہر کرنے

کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے اُن کا صوفی اور پیر ہونا ظاہر ہو جائے بہت سے لوگ ایسی ہی نیت سے مشائخ کا لباس پہن لیتے ہیں ایسے لوگ بھی اس حدیث کے مضمون میں داخل ہیں، یعنی بحکم حدیث سر سے پاؤں تک جھوٹے ہیں، بہت سے لوگ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا کسی مشہور بزرگ کی نسل سے نہیں ہوتے لیکن اپنے نام کے ساتھ صدیقی، فاروقی لکھتے ہیں، یا چشتی، قادری ہونے کے مدعی ہوتے ہیں، حالانکہ اُن کو چشتیت، قادریت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، یہ لوگ بھی حدیث بالا کے ذیل میں آتے ہیں، الغرض جس کا ظاہر باطن کے خلاف ہے اس کا ظاہر سراپا کذب اور جھوٹ ہے[1]

اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا

سختی اور فحش کلامی پر تنبیہ

(۲۰۴) وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ رَھْطٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَیْکُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَۃُ فَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَیْکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَلَیْکُمْ وَلَمْ یَذْکُرِ الْوَاوَ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ چند یہودیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی، اور اس موقع پر (دبی زبان میں انہوں) نے کہا " اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ (یعنی اَلسَّلَامُ کے بجائے اَلسَّامُ کہہ دیا، سلام سلامتی کو اور سام موت کو کہتے ہیں انہوں

---

[1] یہاں پہنچ کر حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا، فرمایا آج کل نسبتیں لگانے کا فیشن ہو گیا ہے، ہیں کچھ نہیں، اور بنتے ہیں رشیدی، خلیلی، امدادی، صابری وغیرہ، اور بعض تو کوڑی بھی نہیں ہیں مگر اشرفی بنتے ہیں (یعنی اشرف علی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہیں) کیا ذو معنیین جملہ ارشاد فرمایا۔

نے بددُعا دینے کی نیّت سے یہ سمجھ کر ایسا کہا کہ سُننے والوں کی سمجھ میں نہ آئے گا)
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سُن لیا اور فوراً جواب دیا اور فرمایا بَلْ
عَلَیْکُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَۃُ بلکہ تم پر موت ہو اور لعنت ہو، حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! بے شک اللہ رحیم ہے، ہر کام
میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، تم کو اس طرح جواب نہیں دینا چاہیئے تھا۔ حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ آپ نے نہیں سُنا انہوں نے کیا کہا؟
آپؐ نے فرمایا میں نے اس کو جواب میں وَعَلَیْکُمْ کہہ دیا (یعنی ان کو موت
کی بددعا دے دی، پس میری بددعا ان کے حق میں قبول ہوگی اور میرے حق
میں ان کی بددعاء قبول نہ ہوگی" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۸ از بخاری و مسلم)

تشریح:۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اس موقعہ پر آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تو فحش گو مت بن، کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش کو اور فحش اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔
یہودی بڑے شریر تھے، اُن کی شرارتیں آج تک کام کر رہی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی جانتے تھے اور واضح نشانیوں سے پہچانتے تھے لیکن مانتے نہیں تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں جو یہودی رہتے تھے وہ آپؐ کے سخت دشمن ہو گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذاء دیا کرتے تھے، بلکہ شہید کرنے اور اسلام و مسلمانوں کو مٹانے کے پروگرام اور تدبیریں کیا کرتے تھے، آپؐ کی مجلس میں بھی آتے تھے، باتیں بھی پوچھتے تھے، لیکن اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے، انہی شرارتوں میں سے ایک یہ بھی کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے دبی زبان سے اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ کہتے تھے، درمیان سے لام کو قصداً کھا جاتے تھے، سلام بمعنی سلامتی ہے اور السّام بمعنی موت ہے، یہودی اپنی خباثت اور شرارت سے بظاہر سلام کہتے تھے لیکن دبی زبان اور دل کے ارادہ سے موت کی بددُعا دیتے تھے، ایک مرتبہ جو آئے اور ایسی ہی شرارت کی تو حضرت عائشہؓ نے سُن لیا، اور فوراً سخت الفاظ میں اُن کو جواب دیا اور انہوں

نے جو کچھ کہا تھا اس سے بڑھ کر بد دعا دی، یہودیوں نے تو صرف موت کی بد دعا دی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا، اور موت کی بد دعا کے ساتھ ان پر لعنت بھیجی، اور اللہ پاک کا غضب نازل ہونے کی بھی بد دعا دی[1]۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اے عائشہ! ٹھہر، اور نرمی اختیار کر، سختی اور فحش کلامی سے پرہیز کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ بد کلامی کو اور بد کلامی اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپؐ نے ان کی حرکتوں کی طرف توجہ نہیں فرمائی آپؐ نے فرمایا ہاں مجھے پتہ ہے انہوں نے کیا کہا، میں نے بھی تو وَعَلَیْکُمْ، اَلسَّلَام نہیں کہا بلکہ صرف وَعَلَیْکُمْ کہہ کر جواب دیا، جو کچھ انہوں نے میرے لئے کہا وہ میں نے اُن پر اُلٹ دیا، اُن کی بد دُعا میرے حق میں قبول نہ ہوگی اور میری بد دعا ر اُن کو لگ کر رہے گی، مطلب یہ ہے کہ جو انہوں نے کہا وہ ان پر اُلٹ دیا گیا، اور مزید سخت کلامی اور بد کلامی کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ کو نرمی پسند ہے، سختی اور سخت کلامی اور فحش کلامی پسند نہیں ہے۔

دیکھو اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسی مُبارک نصیحت فرمائی، یہودی جو دشمنِ خدا اور دشمنِ دین تھے اُن کو جواب دینے میں بھی پسند نہ فرمایا کہ سختی کی جائے اور بد کلامی اختیار کی جائے، جب دشمنوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو آپس میں مسلمانوں کو سخت کلامی اور بد کلامی اختیار کرنے کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ "مؤمن طعنہ زنی کرنے والا اور لعنت بکنے والا اور فحش باتیں کرنے والا اور بے حیاء نہیں ہوتا۔" (ترمذی)

مؤمن کی شان ہی دوسری ہے، وہ تو نرم مزاج، نرم زبان، میٹھے الفاظ والا ہوتا ہے، انتقام اور جواب میں کوئی لفظ نکل جائے تو وہ بھی اسی قدر ہوتا ہے جتنا دوسرے نے کہا ہے، ہم سب اس سے سبق لیں اور اپنی زبان پر کنٹرول کریں۔

---

[1] ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ ہیں: السام علیکم ولعنکم اللہ وغضب علیکم، کما فی المشکوٰۃ، ص ۳۹۸۔

لعنت کرنے کی ممانعت

(۲۰۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ عَلَی النِّسَاءِ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّیْ اُرِیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰکُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِیْنِنَا وَعَقْلِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ اَلَیْسَ شَھَادَۃُ الْمَرْاَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَھَادَۃِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذٰالِکِ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِھَا، قَالَ اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذٰالِکِ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِھَا (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) عید یا بقر عید کے موقع پر عیدگاہ تشریف لے جا رہے تھے، (راستہ میں) عورتوں پر گذر ہوا، آپؐ نے اُن کو خطاب کرکے فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ کرو، کیونکہ مجھے دوزخ میں زیادہ تعداد عورتوں ہی کی دکھائی گئی ہے، عورتوں نے سوال کیا یہ کس وجہ سے یا رسول اللہؐ ؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ تم لعنت بہت کرتی ہو، اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو، پھر فرمایا کہ میں نے عورت سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا کہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہوتے ہوئے بہت ہوشیار مرد کی عقل کو ختم کردے، عورتوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر ہے؟ عرض کیا، جی ہاں ایسا تو ہے، فرمایا یہ اس کی عقل کی کمی (کے باعث) ہے پھر فرمایا کیا یہ بات نہیں

ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو (ان دنوں میں حسب حکم شرع) نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے جواب دیا کہ ہاں ایسا تو ہے، فرمایا یہ اُس کے دین کا نقصان ہے۔" (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۲، از بخاری و مسلم)

تشریح: یہ حدیث بہت سی نصیحتوں پر مشتمل ہے، سب کی تشریح خوب غور سے پڑھیں۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولاً فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو، کیونکہ دوزخ میں زیادہ تر میں نے عورتوں کو دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں زیادہ تعداد عورتوں ہی کی ہوگی، جو انسان (مرد یا عورت) کافر یا مشرک یا منافق یا بے دین ہوں گے وہ تو ہمیشہ ہی دوزخ میں رہیں گے، اور بہت سے مسلمان (مرد و عورت) بھی اپنی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں چلے جائیں گے۔ پھر جب خدا تعالیٰ کی مرضی ہوگی ان کو وہاں سے نکال کر جنت میں داخل فرما دیں گے، دوزخ کے داخل ہونے والوں میں زیادہ تر عورتیں ہوں گی اور ان کے دوزخ میں جانے کی کئی وجہیں ہیں، عورتوں کا جو عام حال ہے، نمازوں کو قضا کرنا، زیور کی زکوٰۃ نہ دینا اور بدگوئی و بدزبانی میں لگا رہنا، یہ سب بڑے بڑے گناہ ہیں، اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے اور جن لوگوں کی برائیاں کرتی تھیں وہ معاف نہ کریں تو عذاب بھگتنا پڑے گا۔

اس حدیث میں ایک خاص عمل کی ترغیب دی گئی ہے یعنی صدقہ کرنا، صدقہ کو دوزخ سے بچانے میں بہت دخل ہے، ایک حدیث میں فرمایا ہے:۔

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (مشکوٰۃ شریف)	"یعنی صدقہ کرکے دوزخ سے بچو، اگرچہ آدھی کھجور ہی دے دو۔"

اس میں فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ اور نفلی صدقہ یعنی عام خیر خیرات سب داخل ہو گئے، ان سب کو دوزخ سے بچانے میں خاص دخل ہے، جس قدر ہو سکے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو، اپنے مال میں تو پورا اختیار ہے، اور شوہر کا مال ہو تو اس سے اجازت لے کر خرچ کرو۔

زیادہ تعداد میں عورتوں کے دوزخ میں جانے کا ایک سبب حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ لعنت بہت کرتی ہیں، یعنی کوسنا پیٹنا، بُرا بھلا کہنا، اُلٹی سیدھی باتیں زبان سے نکالنا، یہ عورتوں کا ایک خاص مشغلہ ہے، شوہر اولاد اور بھائی بہن گھر در جانور، چوپایہ، آگ پانی ہر چیز کو کوستی رہتی ہیں، اسے آگ لگے، وہ گنگٹی لگا ہے، یہ ناس پیٹی ہے اسے ڈھائی گھڑی کی آئے، وہ موت کا لیا ہے، اس کا ناس ہو، اس طرح کی ان گنت باتیں عورتوں کی زبان پر جاری رہتی ہیں، اس میں بد دعا کے کلمات بھی ہوتے ہیں، گالیاں بھی ہوتی ہیں، یہ بات اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دوزخ میں جانے کا سبب بتایا، لعنت کرنا یعنی یوں کہنا کہ فلاں پر لعنت ہے یا فلاں ملعون ہے، یا مردود ہے یا اس پر اللہ کی مار یا پھٹکار ہو، بہت سخت بات ہے، اللہ کی رحمت سے دور ہونے کی بد دعا کو لعنت کہا جاتا ہے، عام طور سے یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو، اور جھوٹوں پر اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے، لیکن کسی پر نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، جب تک یہ یقین نہ ہو کہ وہ کفر پر مر گیا، آدمی تو آدمی بخار کو، ہوا کو، جانور کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے ہوا پر لعنت کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو، کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے حکم دی ہوئی ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی مستحق نہیں ہے تو لعنت اسی پر لوٹ جاتی ہے جس نے لعنت کی۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلاشبہ انسان جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے، وہاں دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں (اوپر کو جانے کا کوئی راستہ نہیں ملتا) پھر زمین کی طرف اتاری جاتی ہے، زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں، (کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی جہاں وہ نازل ہو) پھر وہ دائیں بائیں کا رُخ کرتی ہے، جب کسی جگہ کوئی راستہ نہیں پاتی تو پھر اس شخص پر لوٹ جاتی ہے جس پر لعنت کی ہے، اگر وہ لعنت کا مستحق تھا تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ اس شخص پر

آکر پڑتی ہے جس نے منہ سے لعنت کے الفاظ نکالے تھے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی لعنت ایک دوسرے پر نہ ڈالو، اور نہ آپس میں یوں کہو کہ تجھ پر اللہ کا غصہ ہو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے یوں کہو کہ جہنم میں جائے (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے ایک موقع پر بعض غلاموں کے بارے میں لعنت کے الفاظ نکل گئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے گذر رہے تھے، آپؐ نے (کراہت اور تعجب کے انداز میں) فرمایا لَعَّانِیْنَ وَصِدِّیْقِیْنَ کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ "یعنی لعنت کرنے والے اور صدیقین (کیا یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں) ربِّ کعبہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ کوئی شخص صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ہو) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور اس روز انہوں نے اپنے بعض غلام (بطورِ کفارہ) آزاد کر دیئے، اور بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ (بیہقی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن کسی کے حق میں گواہ نہ بن سکیں گے اور نہ سفارش کر سکیں گے۔ (صحیح مسلم)

دوسری بات حدیث میں یہ بتائی (جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہے) کہ عورتیں شوہر کی ناشکری کرتی ہیں، ایک دوسری حدیث میں اس کی تشریح اس طرح وارد ہوئی ہے:

لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدٰھُنَّ	(یعنی اگر تم عورت کے ساتھ ایک
الدَّھْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْکَ	عرصۂ دراز تک اچھا سلوک کرتے رہو،
شَیْئًا قَالَتْ مَا رَأَیْتُ	پھر کبھی کسی موقع پر ذرا سی کوئی بات
مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ۔	پیش آجائے تو (پچھلا سب کیا دھرا

سب مٹی کر دے گی اور) کہے گی میں نے تیری جانب سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی ہے۔"
(مشکوٰۃ ص ۱۴۰ از بخاری و مسلم)

درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے مزاج اور اخلاق و عادات کا بہت صحیح پتہ دیا ہے، عورتیں واقعی عموماً اسی طرح سے شوہروں کے ساتھ برتاؤ کرتی ہیں۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کی ایک اور عادت کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ بہت زیادہ ہوشمند مرد کو بالکل بے وقوف بنا کر رکھ دیتی ہیں، ضد کر کرکے اور پٹی پڑھا پڑھا کر اچھے خاصے ہوش و گوش والے مرد کو بدھو بنا دیتی ہیں مثلاً مرد سے کہا تمہاری آمدنی کم ہے سارے گھر کا گذارہ نہیں ہوتا ایسا کرو کہ ماں باپ سے علیحدہ ہو جاؤ، پھر ہمارا تمہارا گذارہ کشادگی کے ساتھ ہو سکے گا، ماں باپ کا فرمانبردار بیٹا اوّلاً تو کچھ دنوں تک دھیان نہیں دیتا مگر وہ اسے اتنا مجبور کرتی ہیں اور روزانہ اتنا سبق پڑھاتی ہیں کہ آخر وہ کسی دن ماں باپ سے جُدا ہونے کا فیصلہ کر ہی لیتا ہے۔ وہ شخص جو بڑے بڑے اداروں کو چلاتا ہے، حکومت کے کسی اعلیٰ محکمہ کا افسر ہے، اس کے ماتحت بہت سے آدمی کام کرتے ہیں، باوجود اس بڑائی اور ہوشمندی کے اسے بھی سبق پڑھا پڑھا کر بالآخر اپنے ڈھب پر ڈال ہی لیتی ہے، اس کا سارا ہوش و گوش عورت کے سامنے کچھ کام نہیں دیتا، زیور اور کپڑے کے سلسلہ میں بھی شوہر کو مجبور کر کے اپنا مطلب پورا کر ہی لیتی ہیں، محلّہ کی کسی عورت نے ہار بنوالیا، بس خیال ہو گیا کہ ہم پیچھے رہ گئے، ہمارا بھی ہار بنے اور اسی ڈیزائن کا ہو، اور کم سے کم اتنے ہی تولہ کا ہو جیسا کہ پڑوسن نے بنوایا ہے، اب شوہر کے سر ہیں کہ ابھی بنے اور آج ہی آرڈر دو، شوہر کہتا ہے کہ ابھی موقع نہیں ہے، کاروبار مندا ہے، یا تنخواہ تھوڑی ہے، بس برس پڑیں، تم کبھی فرمائش پوری ہی نہیں کرتے، ہمیشہ حیلے بہانے کرتے ہو، کیا ضرورت تھی کسی کی بیٹی پلّے باندھنے کی؟ خرچ نہیں چلتا ہے تو پاپ کاٹو، پہلی مرتبہ تو اتنی بات سُن کر شوہر خاموش ہو گیا، رات کو جب گھر آیا تو پھر کان کھانے شروع کئے، بے چارہ سمجھا بجھا کر کسی طرح سو گیا، صبح اٹھ کے جب کام پر جانے لگا تو پھر ٹانگ پکڑی، کہ آج ضرور تم کہیں سے رقم لے کر آؤ، شوہر نے کہا کہ آج کہاں سے لے آؤں گا، کیا کہیں ڈاکہ ڈالوں! فوراً کہیں گی ہم کچھ نہیں جانتے، ڈاکہ ڈالو یا کچھ کرو، رقم لانی ہو گی، شوہر نے کہا کہ میں

تو رشوت بھی نہیں لیتا، کہیں سے قرض ملنے کی بھی امید نہیں کہاں سے لاؤں گا؟ فوراً آڑے ہاتھوں لیا، ساری دنیا رشوت لیتی ہے تم بہت بڑے متقی بنے ہو، ہم چار عورتوں میں بیٹھنے کے قابل بھی نہیں، نہ ہاتھ میں چوڑی نہ گلے میں لاکٹ۔

غرض کہ ضد کرکے پیچھے پڑکے زیور بنوا کر چھوڑتی ہیں، کپڑوں کے سلسلہ میں بھی یہی طرزِ عمل ہے، جب کوئی نیا کاٹ دیکھا، نیا کپڑا بازار میں آیا جدید طرز کا فیشن چلا فوراً اسی طرح کا کپڑا بنانے کے لئے تیار ہوگئیں، شوہر کے پاس پیسہ ہو نہ ہو، موقع ہو نہ ہو بنانے کے لئے ضد شروع کردی، اصرار کرتے کرتے آخر بنا کر چھوڑتی ہیں، پھر عجیب بات یہ ہے کہ جو جوڑا ایک مرتبہ کسی شادی میں پہن لیا اب اسے آئندہ کسی تقریب میں پہننے کو عیب سمجھتی ہیں، نئی شادی کے لئے نیا جوڑا ہونا چاہئے، پھر کاٹ بھی نئی ہو، چھانٹ بھی ماڈرن ہو، انہی خیالات میں گم رہتی ہیں، اور ان خواہشات کے پورا کرنے میں بہت سے گناہ خود ان سے سرزد ہوتے ہیں، اور بہت سے گناہ شوہر سے کراتی ہیں، شوہر اتنے اخراجات سے عاجز ہوتا ہے تو رشوت لیتا ہے، یا بہت زیادہ محنت کرکے رقم حاصل کرتا ہے، جس سے صحت پر اثر پڑتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ رشوت لینا حرام ہے اور یہ عمل دوزخ میں لے جانے والا ہے، اور زیادہ محنت کرنے سے صحت پر بُرا اثر پڑے گا، اچھا خاصا ہوشمند آدمی بیوقوف بن جاتا ہے، اور عورت کی ضد پوری کرنے کے لئے سب کر گذرتا ہے۔

عورت کو زیور پہننا جائز تو ہے، مگر اس جائز کے لئے اتنے بکھیڑے کرنا اور شوہر کی جان پر قرض چڑھانا اور اس کو رشوت لینے پر مجبور کرنا، اور پھر دکھاوے کے لئے پہننا اسلام میں اس کی گنجائش کہاں ہے؟

بیاہ و شادی کے موقع پر عورتوں نے بہت سی بُری رسموں کا رواج ڈال رکھا ہے جو غیر شرعی ہیں، ان رسموں کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہیں، مرد کیسا ہی علم دار اور دیندار ہو اس کی ایک نہیں چلنے دیتیں، آخر وہی ہوتا ہے جو یہ چاہتی ہیں۔

مرنے جینے میں بھی بہت سی بدعات اور شرکیہ رسمیں نکال رکھی ہیں ان کی پابندی نماز سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھی جاتی ہے، اگر مرد سمجھائے کہ یہ شریعت سے ثابت نہیں انہیں

چھوڑ دو تو ایک نہیں سنتیں، بالآخر مرد مجبور ہو کر ان رسموں میں خرچ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

یہ سب مثالیں ہم نے حدیث کا مطلب واضح کرنے کے لئے لکھ دی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ دین اور عقل میں ناقص ہوتے ہوئے بہت بڑے ہوشمند آدمی کو بیوقوف بنا دیتی ہے بالکل حق ہے۔

حدیث کے آخر میں ہے کہ جب عورتوں نے یہ دریافت کیا کہ ہمارے دین اور عقل میں کیا کمی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر ہے کہ شریعت نے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر شمار کی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ	"پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک
فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ	مرد اور دو عورتیں ایسے گواہوں میں
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ	سے جن کو تم پسند کرتے ہو، تاکہ ان دونوں
اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ	عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے
اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۔	تو ان میں کی ایک دوسری کو یاد دلا
(سورۂ بقرہ، ع ۳۹ آیت ۲۸۲)	دے"

اور عورت کے دین کا نقصان یہ ہے کہ ہر مہینہ جو خاص ایام آتے ہیں ان میں نماز دل سے محروم رہتی ہیں اور ان میں روزہ بھی نہیں رکھ سکتیں (اگر رمضان میں یہ دن آجائیں تو رمضان میں روزہ چھوڑ دیں اور بعد میں قضا رکھ لیں)۔

شاید کوئی عورت دل میں یہ سوال اٹھائے کہ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ خاص ایام کی مجبوری قدرتی ہے اور شریعت نے ان دنوں میں خود ہی نماز روزہ سے روکا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مجبوری اگرچہ فطری اور طبعی ہے اور شریعت نے بھی ان دنوں میں نماز روزے سے روکا ہے، مگر یہ بات بھی تو ہے کہ نماز روزہ کی ادائیگی کی جو برکات ہیں ان سے محرومی رہتی ہے، فطری مجبوری ہی کی وجہ سے تو یہ قانون ہے کہ ان ایام کی نمازیں بالکل معاف کر دی گئی ہیں جن کی قضا بھی نہیں اور رمضان کے روزہ کی قضاء تو ہے مگر رمضان میں روزہ نہ رکھنے پر کوئی مواخذہ نہیں، اب اگر کوئی عورت یوں کہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ مجبوری

کیوں لگائی ہے؟ تو یہ اللہ کی حکمت میں دخل دینا اور اس کی قدرت و مشیت پر اعتراض کرنا ہوا، یہ ایسی ہی بات ہے کہ جو شخص حج کرے گا اُسے حج کا ثواب ملے گا جو نہ کرے گا اُسے یہ ثواب نہیں ملے گا جس کے پاس حج کرنے کا پیسہ نہیں ہے اگر وہ کہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے پیسہ کیوں نہیں دیا تو یہ اس کی بیوقوفی ہے اور اس کے کم عقل ہونے کی دلیل ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (سورۂ نساء)

"یعنی تم لوگ کسی ایسی چیز کی تمنا مت کرو جس میں اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔"

گالی گلوچ سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید

(۲۰۶) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مَالَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو دو آدمی آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں سب کا وبال اسی پر ہوگا جس نے گالی دینے میں پہل کی ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ از مسلم)

تشریح:۔ زبان کے گناہوں میں گالی دینا بھی ہے، یہ بھی ایک ایسی بُری چیز ہے جو کسی طرح سے بھی مومن کے شایانِ شان نہیں ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ (بخاری و مسلم)

"یعنی مسلمان کو گالی دینا بڑی گنہگاری کی بات ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر کی چیز ہے۔"

بہت سے مردوں اور عورتوں کو گالی دینے کی عادت ہوتی ہے اور بعضے تو اس کو

بڑا کمال سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ جہالت اور جاہلیت کی بات ہے، اور اس میں سخت گناہ بھی ہے
اور اس کی وجہ سے آپس میں تعلقات بھی خراب ہوتے ہیں اور گالی گلوچ کرتے کرتے مُردوں
تک پہنچ جاتے ہیں، ایک نے کسی کو گالی دی دوسرے نے اس کے باپ کو گالی دی، پھر پہلے
والے نے جواب میں دوسرے والے کے باپ کے ساتھ دادا کو بھی لپیٹ لیا، اس طرح سے
اپنے ماں باپ کو گالیاں دلوانے کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بڑے بڑے گناہوں میں
سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!
کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! کوئی کسی آدمی کے باپ
کو گالی دے گا تو وہ اُلٹ کر اس کے باپ کو گالی دے گا، اور کسی کی ماں کو گالی دے گا تو
وہ اُلٹ کر اس کی ماں کو گالی دے دے گا۔ (بخاری و مسلم)

یعنی خود گالی نہ دی دوسرے سے گالی دلوا دی، اور اس کا سبب بن گیا، تو وہ ایسا
ہی ہوا جیسے خود گالی دے دی، اور یہ بھی اس زمانہ کی بات ہے کہ صحابہ کو تعجب ہوا کہ
کوئی شخص اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے گا؟ آج کل تو بہت سے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو
ماں باپ کو بالکل سیدھی صاف ستھری گالی دے دیتے ہیں، گالی یوں بھی کبیرہ گناہ ہے
لیکن ماں باپ کو گالی دینا اور بھی شدید ہے، اللہ تعالیٰ جہالت سے بچائے۔

اگر کوئی شخص کسی کو گالی دے دے تو اچھی بات یہ ہے کہ جس کو گالی دی ہے وہ
خاموش ہو جائے، اور صبر کرے، اور گالی دینے کا وبال اُسی پر رہنے دے لیکن اگر صبر نہ کرے
اور جواب دینا چاہے تو صرف اسی قدر جواب دے سکتا ہے جتنا دوسرے نے کہا ہے اگر آگے
بڑھ گیا تو یہ ظالم ہو جائے گا، حالانکہ اس سے پہلے مظلوم تھا اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب دو آدمی گالم گلوچ کر رہے ہوں تو سب کا گناہ پہل کرنے والے پر ہو گا
اور اگر مظلوم نے زیادتی کر دی (جسے اوّلاً گالی دی تھی) تو پھر دونوں گناہ میں شریک ہو گئے۔

حضرت جابر بن سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا، وہاں
میں نے دیکھا کہ ایک بڑی شخصیت ہے کہ سب لوگ ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں، جو بھی

کچھ فرمایا جھٹ لوگوں نے عمل کرلیا، میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا علیک السّلام یارسُولَ اللّٰہؐ دو مرتبہ ایسا ہی کہا، آپؐ نے فرمایا علیک السّلام مت کہو، کیونکہ علیک السّلام (زمانۂ جاہلیت میں) میّت کے لئے کہا جاتا تھا، تم السّلام علیک کہو، میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ ایسا صاحب قدرت ہے کہ اگر تم کو کوئی تکلیف پہنچ جائے پھر تم اس سے دعا کرو تو تمہاری تکلیف رفع کردے، اور اگر تم کو قحط سالی پہنچ جائے اور تم اس سے دعا مانگو تو وہ تمہارے لئے (ضرورت کی چیزیں زمین سے) اُگا دے اور جب تم کسی چٹیل زمین میں ہو جہاں گھاس پانی اور آبادی نہ ہو، اور ایسے موقع پر تمہاری سواری گم ہو جائے، پھر تم اس سے دعا کرو تو تمہاری سواری تمہارے پاس واپس لوٹا دے، میں نے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے! آپؐ نے فرمایا ہرگز کسی کو گالی مت دینا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد کبھی میں نے کسی آزاد کو یا غلام کو یا اونٹ کو یا بکری کو گالی نہیں دی (پھر تین نصیحتوں کے بعد فرمایا کہ) اگر کوئی شخص تم کو گالی دے اور تم کو اس چیز کا عیب لگائے جو تمہارے اندر ہے تو تم اُسے اُس چیز کا عیب نہ لگاؤ جو عیب اس کا تم اس کے اندر جانتے ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح عن ابی داؤد)

دیکھو! اس حدیث میں کیسی سخت تنبیہ فرمائی کہ ہرگز کسی کو گالی نہ دینا جن صحابی کو نصیحت کی تھی انہوں نے ایسی سختی کے ساتھ اس کو پلّہ باندھا اور ایسی مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل کیا کہ کبھی کسی انسان کو یا حیوان کو گالی نہیں دی، اونٹ، بکری، گدھا، گھوڑا کبھی کسی کو گالی کا نشانہ نہیں بنایا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ	"اور دشنام مت دو اُن کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گذر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

دیکھئے آیتِ شریفہ میں مشرکین کے بتوں کو گالیاں دینے سے بھی منع فرمایا اور وجہ یہ بتائی کہ جب تم اُن کے بُتوں کو گالی دو گے تو وہ تمہارے معبود برحق اللہ جل شانہٗ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں گے، پس تم اس کا ذریعہ کیوں بنتے ہو؟

اسی طرح سے مسلمانوں کو آپس میں کسی کے خاندان کے بڑوں کو (خاندان نسبی ہو یا دینی ہو یا علمی ہو) گالی دینے یا بُرا کہنے سے پرہیز کرنا لازم ہے، کیونکہ ایک فریق دوسرے فریق کے بڑوں کو بُرا کہے گا تو دوسرا فریق بھی جواب میں بُرا کہے گا اور گالی دے گا، اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے گا تو جواب میں دوسرا شخص گالی دینے والے کے باپ دادا اور پردادا کو گالی دے گا۔ اس میں بسا اوقات اُن لوگوں کو گالی دینے کی بھی نوبت آ جاتی ہے جو دنیا سے گذر گئے ہیں، مُردہ لوگوں کو بُرا کہنے کی ممانعت خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ مر گئے اُن کو گالی نہ دو، یعنی بُرائی کے ساتھ یاد نہ کرو، کیونکہ وہ ان اعمال کی طرف پہنچ گئے جو انہوں نے پہلے سے آگے بھیجے۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ مُردوں کو گالی نہ دو جس کی وجہ سے تم زندوں کو ایذاء دو گے۔ (ترمذی)

یعنی جب مُردوں کو گالی دو گے تو ان کے متعلقین جو زندہ ہیں ان کو تکلیف پہنچے گی اور اس سے دُوہرا گناہ ہوگا، ایک اموات کو گالی دینے کا دوسرا ان کے متعلقین کا دل دکھانے کا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو اور اُن کی بُرائیوں سے (زبان کو) روکے رکھو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اسلام پاکیزہ دین ہے، اس میں جانوروں کو گالی دینے تک کی بھی ممانعت کی گئی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مُرغ کو گالی نہ دو، کیونکہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو چیچڑی نے

کاٹ لیا (یہ جوں سے ذرا بڑا جانور ہوتا ہے جو اونٹ وغیرہ کے جسم میں ہوتا ہے) اس شخص نے چیچڑی کو گالی دے دی، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو گالی نہ دے، کیونکہ اس نے اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا۔ (جمع الفوائد)

فائدہ:۔ لفظ سَبٌّ کا ترجمہ جگہ جگہ ہم نے گالی دینے سے کیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فحش بازاری گالی دی جائے وہی گالی ہے، بلکہ کسی کو کسی بھی بُرے لفظ سے یاد کرنا بھی گالی میں شامل ہے خوب سمجھ لیں، اگر ماں بہن کی گالی نہ دی بلکہ بے ہودہ، گدھا، کمینہ کہہ دیا، یہ بھی اُن احادیث کے مفہوم میں آتا ہے جن میں سبّ وشتم کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

کسی مسلمان کو فاسق یا کافر یا اللہ کا دشمن کہنے کا وبال

(۲۰۷) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوُّ اللّٰہِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْہِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا یا یوں کہا کہ اے اللہ کے دشمن، اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ اسی پر لوٹ جاتا ہے جس نے ایسا کہا۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ از بخاری ومسلم)

تشریح:۔ اس حدیث میں اس بات سے ممانعت فرمائی ہے کہ مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا جائے دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص کسی کو فاسق یا کافر کہہ دے اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ بات اُسی پر لوٹ آتی ہے جس نے زبان سے نکالی۔ (بخاری)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کا عجیب طرز اختیار فرمایا، آپؐ نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے تو جس نے کہا

اس کی بات اس پر لوٹ آئے گی، بہت سے مرد اور عورتیں غصّہ کے جنون میں آپس میں ایک دوسرے کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ دیتے ہیں، اس کا وبال بہت سخت ہے، بات وہی ہے کہ زبان پر ہر شخص کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے، ذرا ذرا سے کلمہ میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے، اور انسان کو اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا، یہ بات خوب خوب ذہن نشین کر لو۔

چغلی کھانے والوں کا عذاب اور وبال

(۲۰۸) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاءُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ۔ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)۔

ترجمہ: "حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ کے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے، اور اللہ کے بُرے بندے وہ ہیں جو چُغلی لے کر چلتے پھرتے رہتے ہیں (اور چُغلی کی وجہ سے) محبّت کرنے والوں میں جُدائی کرنے والے ہوتے ہیں (اور) جو لوگ بُرائی سے بیزار ہیں اُن کے لئے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵ از احمد و بیہقی)

تشریح: اس حدیثِ مبارک میں چغلی کی مذمّت فرمائی اور جو لوگ چغلی کرتے پھرتے ہیں اُن کو بُرے انسانوں میں شمار فرمایا اور فرمایا کہ یہ لوگ اہلِ محبّت اور اہلِ تعلق میں چغلی کھا کھا کر جُدائی پیدا کرنے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں، اور جو لوگ شر اور فساد سے بری ہیں ان کے فساد اور بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

درحقیقت چغلی کھانا بدترین چیز ہے، جو چُغلی کھاتا ہے اسے کچھ نفع نہیں ہوتا، بلکہ اس کے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں، اور اس کی بُری حرکت اور شرارت سے اچھے خاصے اہلِ محبّت اور اہلِ وفا میں جنگ ہو جاتی ہے، اور دلوں میں اور نفرت کے شعلے بھڑک کر

برائیاں شروع ہو جاتی ہیں، اور افراد کی لڑائیاں خاندانوں کو لے بیٹھتی ہیں، چغلخور ذرا سا شگوفہ چھوڑتا ہے اور یہاں کی بات وہاں پہنچا کر جنگ و جدال کی آگ کو سلگاتا ہے، لوگوں میں لڑائی ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے، گویا اس نے بہت بڑا کام کیا، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ دوسروں کے لئے جو لڑائی کی آگ سُلگائی اس سے اپنی قبر میں بھی انگارے بھر دیئے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور کسی بڑی چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہے (کہ جس کے چھوڑنے میں کوئی مشکل اٹھانی پڑے اگرچہ گناہ میں وہ بڑی چیز ہے) اس کے بعد فرمایا کہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا شخص چغلی لے کر چلتا تھا، (یعنی فساد کے لئے اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر لے جاتا تھا) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲)

اس حدیث کے پیش نظر علماء نے بتایا ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا (یعنی استنجا نہ کرنا) اور بدن پر پیشاب کے چھینٹے آنے سے نہ بچنا اور پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا اور چغلی کھانا عذابِ قبر لانے کا بہت بڑا سبب ہے۔

چغلخور جنّت میں داخل نہ ہوگا

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ "یعنی جو شخص سخن چین ہو جو دوسروں کی باتیں کان لگا کر سنتا ہے اور ان کو خبر بھی نہیں پھر چغلی کھاتا ہے ایسا شخص جنّت میں داخل نہ ہوگا"۔

اور ایک حدیث میں قَتَّاتٌ کی جگہ نَمَّامٌ آیا ہے، نَمَّام چغلخور کو کہتے ہیں، ترجمہ یہ ہوا کہ چغلخور جنّت میں داخل نہ ہوگا۔

علمائے قَتَّاتٌ اور نَمَّام میں یہ فرق بتایا ہے کہ نمّام وہ ہے جو بات کرنے والوں کے ساتھ موجود ہو پھر وہاں سے اُٹھ کر چغلی کھائے اور قتات وہ ہے جو چپکے سے بات

لہ مشکوٰۃ المصابیح ۱۲

سن لے جس کا بات کرنے والوں کو علم بھی نہ ہو، اس کے بعد چغلی کھائے۔

مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں

جب کسی مجلس میں موجود ہو خواہ ایک دو آدمی ہی ہوں وہاں اگر کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو منع کردے اور نہ روک سکے تو وہاں سے اُٹھ جائے اور مجلس میں جو باتیں ہوں ان کو مجلس سے باہر کسی جگہ نقل نہ کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں (مجلس میں جو بات کان میں پڑے اس کو اِدھر اُدھر نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے) ہاں اگر کسی مجلس میں کسی جان کو قتل کرنے کا مشورہ ہوا ہو یا زنا کاری کا مشورہ ہوا ہو، یا کسی کا ناحق مال لینے کا مشورہ ہوا ہو تو یہ بات نقل کردے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے جب کوئی شخص کوئی بات کہے پھر اِدھر اُدھر دیکھے تو اس کی یہ بات امانت ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

یعنی کسی شخص نے کسی سے کوئی خاص بات کہہ دی پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کسی نے سُنا تو نہیں، تو اس کا یہ دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کسی کو سنانا نہیں چاہتا لہٰذا جس سے کہی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بات کسی سے نہ کہے، بہت سے لوگ مجلس کی بات یہاں سے وہاں پہنچا دیتے ہیں جو غلط فہمی اور لڑائی کا ذریعہ بن جاتی ہے، اور یہ شخص چغلخور بن جاتا ہے اور خود اپنا بُرا کرتا ہے، نہ بات نقل کرتا نہ خرابی کا ذریعہ بنتا۔

بعض مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں یا دو جماعتوں کے درمیان اَن بَن ہو ان کے ساتھ ملنے جُلنے کا ایسا طور طریق اختیار کرتے ہیں کہ ہر فریق کے خاص اور ہمدرد بنتے ہیں، اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تم صحیح راہ پر ہو، اور ہم تمہاری طرف ہیں، ہر فریق ان کو ہمدرد سمجھ کر اپنی سب باتیں اُگل دیتا ہے، پھر ہر طرف کی باتیں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر پہنچاتے ہیں، جس سے دونوں فریق کے درمیان اور زیادہ لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے

زیادہ بدترین آدمی اس کو پاؤگے جو (دنیا میں) دو چہرے والا ہے، ان لوگوں کے پاس ایک منہ سے آتا ہے، اور اُن لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی، (سنن ابوداؤد)

دو چہرہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ درحقیقت پیدائشی طور پر اس کے دو منہ تھے بلکہ چونکہ ہر فریق سے اس طرح بات کرتا تھا جیسے خاص اسی کا ہمدرد ہے اس لئے ایسے شخص کو دو منہ والا فرمایا، گویا کہ فریق اوّل سے جو بات کی وہ اس منہ سے کی اور دوسرے فریق کے ساتھ دوسرا منہ لے کر کلام کیا اور بات میں دوغلہ پن اختیار کیا، ایسے شخص کے ایک ہی چہرے کو دو چہرے قرار دیا گیا، کیونکہ غیرت مند آدمی اپنی زبان سے جب ایک بات کہہ دیتا ہے تو اس کے خلاف دوسری بات اسی زبان سے کہتے ہوئے شرم کرتا ہے، بے ضمیر اور بے غیرت آدمی ایک چہرے کو دو چہروں کی جگہ استعمال کرتا ہے، چونکہ زبان کی الٹا پلٹی کی وجہ سے ایک چہرے کے دو چہرے قرار دیئے گئے اور ایک زبان سے دو شخصوں کا کردار ادا کیا اس لئے قیامت کے دن اس حرکتِ بد کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ ایسے دوغلے شخص کے منہ میں آگ کی دو زبانیں پیدا کر دی جائیں گی، جن کے ذریعہ جلتا بھنتا رہے گا اور اس کا یہ خاص عذاب دیکھ کر لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص دو منہ والا اور دوغلہ تھا، اعاذنا اللہ من ذلک۔

بہنو! ایسی حرکتِ بد سے بچو، جن لوگوں میں رنجش اور پرخاش ہو ان سے ملنے میں تو کوئی حرج نہیں، لیکن ہر فریق کو اس کی غلطی سمجھاؤ، اور دونوں میں میل ملاپ کی کوشش کرو، اِدھر کی بات اُدھر پہنچا کر اور ہر ایک کی بات صحیح کہہ کر بیٹھ نہ ٹھونکو اور لڑائی کے بڑھانے کا ذریعہ نہ بنو، اور اللہ سے ڈرو جو علیم بذات الصدور ہے۔

غیبت کسے کہتے ہیں؟

اور اُس کا نقصان اور ضرر و وبال کیا ہے؟

(۲۰۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ، قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَکْرَهُ، قِیْلَ اَفَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ صحابہؓ سے) فرمایا کیا تم جانتے ہو، غیبت کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ تو) اپنے بھائی کو اس طریقہ سے یاد کرے جو اُسے بُرا لگے، اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہی ہو جو میں بیان کر رہا ہوں (تو اس کا کیا حکم ہے) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تُو نے بھائی کا وہ عیب بیان کر دیا جو (اس میں ہے)، تب تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر تُو نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تُو نے اُسے بہتان لگایا۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۲ از مسلم)

تشریح: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ اسے ناگوار ہو اس سے ان لوگوں کی غلطی بھی معلوم ہو گئی جو کسی کی بُرائی کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ ہم نے غلط تو نہیں کہا جو کچھ کہا ہے درست کہا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بُرائی یا عیب کسی کے اندر موجود ہو پھر اس کو بیان کرو گے تو غیبت

ہوگی، اور اگر اس کے اندر وہ خرابی اور عیب و برائی نہیں ہے جو بیان کر رہے ہو تو یہ بہتان ہوگا جو غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے، بعض جاہل کہتے ہیں کہ میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا یا میں نے اس کے منہ پر کہا ہے پیٹھ پیچھے غیبت نہیں کی ہے، یہ دلیل شیطان نے سجھائی ہے، اس دلیل سے غیبت کرنا جائز نہیں ہو جاتا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ اُسے ناگوار ہو، معلوم ہوا کہ گناہ کی بنیاد دل دکھانے اور ناگوار ہونے پر ہے، سامنے بُرائی کی جائے تب گناہ ہے، منہ پر کی جائے تب گناہ ہے۔

کیا کیا چیز غیبت ہے؟

علمائے فرمایا ہے کہ کسی کے گناہ کا ذکر کرنا، کپڑے میں عیب بتانا، نسب میں کیڑے ڈالنا، بُرے القاب سے یاد کرنا، اس کی اولاد کو کالا بے ڈھنگا بتانا اور ہر وہ چیز جس سے دل دُکھے، اس سب کا کرنا حرام ہے اور غیبت میں داخل ہے۔

عورتوں میں یہ بڑا مرض ہے کہ بات بات میں نام دھرتی ہیں، اور طعن و تشنیع کرتی ہیں، جہاں دو چار مل کر بیٹھیں عیب لگانے شروع کر دیئے، فلاں کالی ہے اور وہ پھوڑ یا ہے اور وہ چندھی ہے، اسے خاندان کے رسم و رواج کا علم نہیں، کپڑے ڈھنگ کے نہیں پہنتی، نہ کپڑا سینا جانتی ہے نہ کاتنا، بس پان کھانے کے سوا کچھ نہیں جانتی، ایسی، ہے ویسی ہے، یہ سب باتیں سراسر غیبت ہیں۔

غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے زیادہ سخت (گناہ اور وبال کی چیز) ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ ارشاد فرمایا، زانی توبہ کرتا ہے خدا اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے، اور غیبت والے کی اس وقت تک بخشش نہ ہوگی جب تک وہ شخص خود معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے (مشکوٰۃ شریف)

غیبت کرنا مردہ کا گوشت کھانے کے برابر ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (سورۂ حجرات ع ۲)	"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو، اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

غور فرمائیں، قرآن مجید کی اس آیت میں غیبت کرنے کو اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے، پس جب کسی کی غیبت کی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے موت کے بعد اس کا گوشت کھایا، مطلب یہ ہے کہ جس طرح مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے طبعًا نفرت ہے ایسا ہی اس کو غیبت سے سخت نفرت ہونی چاہئے۔

احیاء العلوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے (غیبت کرکے) دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا آخرت میں اس کا (جسم والا گوشت) غیبت کرنے والے کے قریب لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کو کھالے، اس حالت میں کہ وہ مردہ ہے، جیسا کہ تُو نے اس کا زندگی کی حالت میں گوشت کھایا تھا، اس کے بعد وہ اس گوشت کو کھائے گا اور چیختا جائے گا اور اپنا منہ بگاڑتا جائے گا۔[1]

حضرت عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا، ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہاں دو عورتیں ہیں جنہوں نے روزہ رکھا ہے، اور

---

[1] کذا فی تفسیر ابن کثیر عن ابی یعلی وقال غریب جدًا وذکرہ الغزالی فی الاحیاء ایضًا قال العراقی اخرجہ ابن مردویہ فی التفسیر مرفوعًا وموقوفًا وفیہ محمد بن اسحٰق رواہ بالعنعنۃ اھ ۱۲

قریب ہے کہ وہ پیاس سے مرجائیں، یہ سن کر آپؐ نے خاموشی اختیار فرمائی، وہ شخص دوپہر کے وقت پھر آیا اور عرض کیا یا نبی اللہ! اللہ کی قسم وہ مرچکی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں، آپؐ نے فرمایا ان دونوں کو بلاؤ، چنانچہ دونوں حاضر ہوگئیں، اور ایک پیالہ لایا گیا آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک عورت سے فرمایا قے کر، چنانچہ اس نے قے کی، تو پیپ اور خون یا گوشت کے ٹکڑے نکلے جس سے آدھا پیالہ بھر گیا، پھر دوسری عورت کو قے کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس نے بھی پیپ اور خون اور ادھ کچرے گوشت وغیرہ کی قے کی، یہاں تک کہ پورا پیالہ بھر گیا، آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں نے حلال چیزوں کو ترک کر کے روزہ رکھ لیا، اور جو چیزیں اللہ تعالےٰ نے حرام فرمائی تھیں ان کے چھوڑنے کا روزہ نہ رکھا، (بلکہ اس میں مشغول رہیں) ان میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور دونوں لوگوں کے گوشت کھاتی رہیں، (یعنی غیبت کرتی رہیں[1])

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے، ان سے ایک مرتبہ گناہ (یعنی زنا) صادر ہوگیا، انہوں نے بارگاہِ رسالتؐ میں آکر چار مرتبہ اپنے گناہ کا اقرار کیا، ہر بار آپؐ ان کی طرف سے بے توجہی برتتے رہے لیکن وہ برابر اقرار کرتے رہے، پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس بات کے کہنے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ مجھے پاک فرمادیں اس پر آپؐ نے ان کو سنگسار کرنے، یعنی پتھروں سے مارنے کا حکم دیا، چنانچہ ان کو سنگسار کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو آدمیوں کی یہ بات سنی کہ ایک دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ اس کو دیکھو! اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی، پھر اس کے نفس نے اس کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ (اس نے خود ہی آکر گناہ کا اظہار اور اقرار کیا اور) اس کو سنگسار کر دیا گیا، جیسے کتّے کو سنگسار کیا جاتا ہے، اس کی یہ بات سن کر اس وقت آپؐ نے خاموشی اختیار فرمائی، پھر تھوڑی دیر چلتے رہے، یہاں تک کہ ایک مردہ گدھے پر گذر ہوا جس کی ٹانگ اوپر کو اٹھی ہوئی تھی، آپؐ نے

---

[1] قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ص ۱۷۱ ج ۳ رواہ احمد و ابو یعلی نحوہ وفیہ رجل لم یسمّ ۱۲

اُن دونوں شخصوں کو بلایا (جنہوں نے مذکورہ کلمات کہے تھے) اور فرمایا کہ فلاں فلاں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں، فرمایا تم دونوں اترو اور اس مُردہ گدھے کی لاش میں سے کھاؤ، ان دونوں نے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس میں سے کون کھائے گا؟ فرمایا وہ جو تم نے ابھی اپنے بھائی کی بے آبروئی کی (یعنی غیبت کی اور بُرا کہا) وہ اس کے کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ یہ شخص (یعنی حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سچی توبہ اور ندامت کی وجہ سے) جنّت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

غیبت کئی طرح سے ہوتی ہے اور اس کا سننا بھی حرام ہے

غیبت بہت بُری بلا ہے جس طرح غیبت کرنا منع ہے۔ غیبت سننا بھی منع ہے اور آخرت میں اس کا وبال بھی بہت بڑا ہے، بعض مَردوں اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ غیبت کا ان کو ایسا چسکہ لگ جاتا ہے کہ ہر مجلس اور ہر موقع میں غیبت ہی کرتے یا سنتے رہتے ہیں، جب تک کسی کی غیبت نہ کریں اُن کی روٹی ہی ہضم نہیں ہوتی، کسی کی زبان سے غیبت کر دی، اور کسی کی آنکھ کے اشارہ سے، اور کسی کی نقل اتار کر، کسی کی خط لکھ کر اور کسی کی غیبت اخبار میں مضمون دے کر کر دی، غیبت کے شوقین مُردوں کو بھی نہیں بخشتے، جو لوگ اس دنیا سے گذر گئے اُن کی بھی غیبتیں کرتے ہیں، حالانکہ یہ اس اعتبار سے بہت خطرناک ہے کہ دنیا میں نہ ہونے کی وجہ سے ان سے معافی نہیں مانگی جا سکتی، پھر اس میں دوہرا گناہ ہے، کیونکہ میّت کی غیبت کے ساتھ ان لوگوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جو مرنے والے سے نسب کا یا کسی طرح کی نسبت کا تعلق رکھتے ہیں، جو شخص دنیا سے چلا گیا، اگر اس کا کوئی مالی حق رہ گیا ہو تو وہ اس کے وارثوں کو دے کر جان چھوٹ سکتی ہے لیکن مرنے والے کی غیبت کو وَرَثہ بھی مُعاف نہیں کر سکتے۔

غیبت کرنے یا سننے میں جو نفس کو مزہ آتا ہے اس مزہ کا نتیجہ جو آخرت میں بصورتِ عذاب ظاہر ہوگا اس وقت نفس کی اُس لذّت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا جو بہت بُرا ہوگا،

جس طرح کسی کا مالی حق دبا لینے یعنی روپیہ پیسہ یا کوئی چیز غیر شرعی طور پر لے کر قبضہ کر لینے سے میدان قیامت میں نیکیوں اور گناہوں سے لین دین ہوگا، اسی طرح جس نے کسی کی غیبت کی ہوگی یا غیبت سُنی ہوگی، یا کسی بھی طرح سے کسی کی بے آبروئی کی ہوگی بے جا مار پیٹ کی ہوگی، گالی دی ہوگی، تہمت لگائی ہوگی، ان صورتوں میں بھی نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا، جس کی صورت یہ ہوگی کہ جس کا حق دبایا ہوگا یا کسی بھی طرح سے اس کی بے آبروئی کی ہوگی تو جس نے ایسی حرکت کی ہوگی اس کو ظالم قرار دیا جائے گا اور جس کا پیسہ یا کوئی حق دبایا یا غیبت کی ہو یا کسی بھی طرح سے بے آبروئی کی تو اس کے عوض ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلا دی جائیں گی، اگر نیکیوں سے پورا نہ پڑا تو مظلوم کی بُرائیاں یعنی گناہ لے کر ظالم کے سر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اُسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، یہ مضمون حدیث شریف میں بہت واضح طور پر بیان فرمایا ہے[1]۔

ہوشمند بندے وہی ہیں جو اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں، تیری میری بُرائی میں نہیں پڑتے، نہ غیبت کرتے ہیں نہ غیبت سنتے ہیں، بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے خوب زیادہ ذکر و تلاوت کرتے ہیں، نمازیں بھی لمبی لمبی پڑھتے ہیں، اور بھی طرح طرح کی نیکیوں میں مشغول رہتے ہیں، لیکن چونکہ غیبتوں اور تہمتوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اس لئے اپنی ساری نیکیوں کو اپنے حق میں مٹی کر دیتے ہیں، جن کے حق دبائے یا غیبتیں کیں یا غیبتیں سنیں یہ بھاری بوجھل نیکیاں ان کو دے دی جائیں گی اور ان کے گناہ اپنے سر پر اٹھائیں گے اور پھر حیران کھڑے رہ جائیں گے، پھر دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔

جو غیبت کی ہے یا سُنی ہے اس دنیا میں معافی مانگ کر اس سے سبکدوش ہو جائے

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ آئندہ کے لئے غیبت کرنے، غیبت سننے، تہمت لگانے گالی دینے، کسی کی نقل اتارنے، کسی کا مذاق بنانے سے اپنی حفاظت کرلے، اور جن لوگوں کے حقوق دبائے ہیں یا غیبتیں کی ہیں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۳۵ ج ۱۲

یا سُنی ہیں، یا کسی کے حق میں کسی بھی طرح سے آگے یا پیچھے کوئی کلمہ ایسا کہا ہے جو ناگواری کا باعث ہو تو ان سب سے معافی مانگے، اگر ملاقات ہونے کی صورت نہ ہو تو خط کے ذریعہ معافی طلب کریں، اگر کوئی شخص مر گیا ہو تو مالی حق اُس کے وارثوں کو دے دے اور دوسری چیزوں کی معافی کے واسطے مرنے والے کے لئے اتنی زیادہ دعائے مغفرت کرے جس سے یقین ہو جائے کہ اس کی جو غیبت یا بُرائی کی تھی، یا غیبت سُنی تھی یا تہمت لگائی تھی اس کی تلافی ہو گئی۔

بعض علماء نے یوں فرمایا ہے کہ جس کی غیبت کی یا سُنی اگر اسے پتہ چل گیا ہو تو اس سے معافی مانگ لے، اور اگر اسے پتہ نہ چلا ہو تو اسے بتائے بغیر اس کے لئے اس قدر دعاء مغفرت کرے کہ غیبت وغیرہ کی پوری طرح سے تلافی ہو جائے۔

کسی جگہ غیبت ہونے لگے تو دفاع کرے ورنہ اٹھ جائے

ہمارے ایک استاد غیبت سے بچنے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کسی کا اچھا تذکرہ بھی اپنی مجلس میں نہیں ہونے دیتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ آج کل کسی کی تعریف کے کلمات کہنا بھی مشکل ہے، اگر کوئی شخص کسی کے حق میں اچھے کلمات کہنا شروع کرے تو فوراً ہی دوسرا شخص اس کی بُرائی شروع کر دیتا ہے، پھر سب حاضرین غیبت سننے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ غیبت کرنا، غیبت سننا، دونوں گناہ کبیرہ ہیں، لہٰذا اگر کسی موقع پر کسی کی غیبت ہونے لگے تو حاضرین کو چاہئے کہ اس کو روکیں اور جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کا پارٹ لیں، اگر تردید کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے بُرا سمجھتے ہوئے وہاں سے اُٹھ جائیں، اٹھنا تو اپنے اختیار میں ہے، غیبت سننے میں کوئی مجبوری نہیں، جیسا کہ غیبت کرنے والے کے لئے بھی کوئی مجبوری نہیں ہوتی، دوزخ کی آگ کا تصور کریں تو ہر گناہ چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس

کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے مدد کر دیتا ہے (یعنی اس کی حمایت کرتا ہے اور اس کی طرف سے دفاع کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کو روک دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر قدرت ہوتے ہوئے اس کی مدد نہ کی تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی گرفت فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرنے کا اجر

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کے گوشت کی طرف سے دفاع کیا جو غیبت کے ذریعہ کھایا جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ذمہ ہوگا کہ اس کو دوزخ سے آزاد فرما دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے (یعنی اس کی بے آبروئی کے موقع پر جو غیبت وغیرہ کے ذریعہ ہو رہی ہے اس کی حمایت کرے، اور جو لوگ بے آبروئی کر رہے ہوں ان کی کاٹ کرے) تو اللہ جل شانہٗ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس سے دور فرما دے، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (مشکوٰۃ المصابیح)

پس اے بہنو! غیبت کرنے اور غیبت سننے، کسی کا مذاق بنانے اور نقل اتارنے اور ہر اس فعل سے سختی سے بچو، اور اپنی اولاد کو اور سہیلیوں کو اور ملنے والیوں کو بچاؤ جس سے کسی مسلمان کی آگے یا پیچھے بے آبروئی ہو رہی ہو۔

تانبے کے ناخنوں سے چہروں اور سینوں کو چھیلنے والے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میرے رب نے مجھے معراج کرائی تو میں ایسی قوم پر گذرا جس کے تانبے کے ناخن تھے، وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے، میں نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے

جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں (یعنی غیبتیں کرتے ہیں) اور لوگوں کی آبروریزی کرتے ہیں (مشکوٰۃ المصابیح)

بہت سے مرد اور عورت مجلس والوں کو ہنسانے کے لئے کسی حاضر یا غائب کی غیبت کرتے ہیں یا مسخرہ پن کرتے ہیں یا نقل اتارتے ہیں، اس وقت تو ذرا سی دیر کی ہنسی میں نفس کو ذرا مزہ آجاتا ہے لیکن جب اس کی سزا ملے گی تو اس مزہ کا پتہ چلے گا، فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بے شک بندہ کبھی کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس سے لوگوں کو صرف ہنسانا مقصود ہوتا ہے اس کلمہ کی وجہ سے اتنا زیادہ گہرائی میں گرتا چلا جاتا ہے کہ اس گہرائی کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جتنا فاصلہ آسمانوں و زمین کے درمیان میں ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

کسی کو تہمت لگانے کا عذاب

(۲۱۰) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمٰی مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰہُ مَلَکًا یَحْمِیْ لَحْمَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ نَّارِ جَھَنَّمَ وَمَنْ رَمٰی مُسْلِمًا بِشَیْءٍ یُرِیْدُ بِہٖ شَیْنَہٗ حَبَسَہُ اللّٰہُ عَلٰی جِسْرِ جَھَنَّمَ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: "حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مومن کو منافق سے بچایا (یعنی غیبت کرنے والے کی تردید کی، اور جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کی حمایت کی) تو اللہ جل شانہ، قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجیں گے، جو حمایت کرنے والے کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا، (یعنی یا تو اسے دوزخ میں داخل نہ ہونے دے گا، اور اگر وہ داخل ہو گیا تو اسے عذاب نہ ہونے دے گا) اور جس کسی نے کسی مسلمان کو تہمت لگا دی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر ٹھہرائے رکھے گا،

یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے (صاف ستھرا) ہو کر نکل جائے گا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۴ از ابو داؤد)

تشریح: اس حدیثِ پاک میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے اوّل یہ کہ جو کوئی کسی کی غیبت کرے تو جس کی غیبت کی جا رہی ہو اس کی طرف سے دفاع کیا جائے، اور اس کا بہت بڑا فائدہ بتایا ہے۔ یہ مضمون غیبت کے بیان میں بھی گذر چکا ہے۔

دوسری بات یہ کہ کسی کو کسی طرح سے بھی تہمت لگانے سے پرہیز کرنا واجب ہے اگر کسی نے کسی کو تہمت لگا دی تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کی وجہ سے قیامت کے دن بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی، جس کسی کو تہمت لگائی تھی اس سے چھٹکارا کرنا ضروری ہوگا، دوزخ کی پشت پر پُل صراط قائم کی جائے گی، سب کو اس پر سے گذرنا ہوگا، جو اس سے پار ہوتا جائے گا جنّت میں داخل ہوتا چلا جائے گا، تہمت لگانے والا شخص پل صراط پر روک لیا جائے گا اور جب تک تہمت لگانے کے گناہ سے پاک وصاف نہ ہوگا جنّت میں نہ جائے گا۔ پاک صاف ہونے کے دو طریقے ہیں، یا تو وہ شخص معاف کر دے جس کو تہمت لگائی، یا اپنی نیکیاں اس کو دے کر اور اس کے گناہ اپنے سر لے کر دوزخ میں جلے، چونکہ وہاں بندے حاجت مند ہوں گے اس لئے یہ امید تو بہت کم ہے کہ کوئی شخص معاف کر دے، اب دوسری صورت یعنی دوزخ میں جلنا ہی رہ جاتا ہے، کس کو ہمت ہے جو دوزخ میں جلنے کا ارادہ کرے، جب اس کی ہمت نہیں تو اپنے نفس اور زبان پر قابو پانا ضروری ہوا، بہت سی عورتیں اور مرد اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ کسی کے حق میں کیا کہہ گذرے، کس پر کیا تہمت لگا دی، اور کس کو کس بہتان سے نواز دیا، جہاں ساس بہوؤں میں لڑائی ہوئی جھٹ کہہ دیا کہ رنڈی ہے، سوکنیں لڑنے لگیں تو ایک نے دوسری کو بدکار کہہ دیا، نند بھاوج میں لڑائی ہوئی تو کہہ دیا کہ یار گھیرے پھرتی ہو، کسی کو چور بتا دیا، کسی کے بارے میں کہہ دیا کہ شرابی ہے، اور تہمت لگانے میں ان لوگوں تک کو نہیں بخشا جاتا جن سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی بلکہ جو لوگ مر گئے دنیا سے جا چکے اُن پر بھی تہمتیں دھر دیتے ہیں، یہ بہت ہی خطرناک بات ہے، جس کی

پاداش بہت سخت ہے۔

جو لوگ دنیا میں کمزور ہیں یا دور ہیں یا مر گئے ہیں، بدلہ لینے سے عاجز ہیں ان کے آگے یا پیچھے اگر ان کو کوئی تہمت لگا دی اور وہ بدلہ نہ لے سکے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ معاملہ یہیں ختم ہو گیا، آخرت کا دن آنے والا ہے جہاں پیشی ہوگی، حساب کتاب ہوگا مظلوموں کو بدلے دلائے جائیں گے، اس دن کیا ہوگا؟ اس کو غور کرنا چاہئے، عام لوگ تو پھر بھی کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے ہیں، اپنا زر خرید غلام تو دنیا کے رواج میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا، لیکن اگر کسی نے اپنے زر خرید غلام کو زنا کی تہمت لگا دی تو تہمت لگانے والوں پر قیامت کے دن حد قائم کی جائے گی، اِلّا یہ کہ وہ تہمت لگانے میں سچا ہو۔

(کما فی الترغیب والترہیب عن البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے (خاص خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ) بچو، حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ سات ہلاک کرنیوالی چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا:

(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اس جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام فرما دیا مگر یہ کہ حق کے ساتھ ہو (جس کو علماء اور شرعی قاضی جانتے اور سمجھتے ہیں) (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدانِ جہاد سے پشت پھیر کر بھاگ جانا۔ (۷) پاک باز مؤمن عورتوں کو تہمت لگانا' (جو بُرائیوں سے) غافل ہیں۔' (بخاری ومسلم)

یعنی جو عورتیں پاک باز اور عصمت والی ہیں اُن کو تہمت لگانا اُن بڑے بڑے گناہوں میں شامل ہے جو ہلاک کر دینے والے ہیں، یعنی دوزخ میں پہنچانے والے ہیں، اُن کو تہمت لگانا اس لئے سخت ہے کہ انہیں بُرائی کا دھیان تک نہیں ہے اور جنہیں زبان پر قابو نہیں مرد ہوں یا عورت وہ ان بے چاریوں پر تہمتوں کے گولے پھینکتے رہتے ہیں، اگرچہ کسی ایسی عورت پر بھی تہمت لگانا درست نہیں جس کا چال چلن مشکوک ہو۔

نقل اُتارنے پر تنبیہ

(۲۱۱) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِي قَصِيرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ قَالَتْ وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا فَقَالَ مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا۔

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ کسی موقع پر) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر دیا کہ صفیہؓ بس اتنی سی ہے (یعنی اس کے حسن وغیرہ کی کوئی مزید خامی بتانے کی ضرورت نہیں ہے پستہ قد ہونا ہی کافی ہے) یہ سُن کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو سمندر کو بھی بگاڑ ڈالے۔ یہ واقعہ بتا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری، اس پر سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کسی شخص کی نقل اتاروں اگرچہ مجھے ایسا کرنے پر (دنیا کی) اتنی اتنی دولت مل جائے۔"

(سنن ابوداؤد، ص ۳۱۲ ج ۲ باب فی الغیبۃ کتاب الادب)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے قد و قامت، ہاتھ پاؤں، ناک کان وغیرہ کو عیب دار بتانا (اگرچہ واقعۃً عیب دار ہو) اور کسی کی بات یا چال ڈھال کی نقل اُتارنا گناہ ہے اور سخت ممنوع ہے، عام طور سے کسی کے ہکلانے یا لنگڑا کر چلنے یا تُوتلانے یا نظر گھمانے کی نقل اتاری جاتی ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں سمجھا جاتا جس کی وجہ سے سخت گنہگار ہوتے ہیں چونکہ یہ بات حقوق العباد سے ہے، اس لئے جب تک بندہ سے معافی نہ مانگی جائے توبہ سے بھی معاف نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قد کی کوتاہی کو خاص انداز میں ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمہ ایسا خراب ہے کہ اگر اس کو جسم کی صورت دے کر سمندر میں گھول دیا جائے تو سمندر کو بھی گدلا کر کے رکھ دے، اور اس کے موجودہ رنگ و بُو اور مزہ کو بدل ڈالے، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمارے لئے کس قدر باعث عبرت ہے، ہر شخص غور کرے، کتنے انسانوں کے اعضاء جسم میں اب تک کیڑے ڈالے ہیں، اور کتنے لوگوں کی چال ڈھال کو عیب دار بتایا ہے۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو لنگڑے کو لنگڑا کہا ہے اور بہرہ کو بہرہ بتایا ہے اور اندھے کو اندھا کہہ کر بلایا ہے، اور یہ بات حقیقت اور واقعہ کے خلاف نہیں ہے، جھوٹ ہوتا تو قابلِ گرفت ہوتا، مگر یہ حیلہ شرعاً بے معنی ہے۔ پہلے حدیث نمبر ۲۱۱ کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ گناہ کا مدار ناگواری پر ہے، بات کے جھوٹا سچا ہونے پر نہیں ہے، دیکھو! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے جو قد چھوٹا بتایا ہے غلط بات نہ تھی، پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی۔

بندوں کی تعریف کرنے کے احکام

(۲۱۲) وَعَنْ أَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ أَثْنٰی رَجُلٌ عَلٰی رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَیْلَكَ وَقَطَعْتَ عُنُقَ أَخِیْكَ ثَلَاثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْیَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ إِنْ كَانَ یَرٰی أَنَّہٗ كَذٰلِكَ وَلَا یُزَكِّیْ عَلَی اللّٰہِ أَحَدًا۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کر دی، اس پر آپ نے ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہے تُو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، (پھر فرمایا) کہ جس کو کسی کی تعریف کرنی ہو تو یوں

کہے میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے، اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ اس کو واقعۃً ایسا سمجھتا ہو (پھر فرمایا) اور اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۲ از بخاری و مسلم)

تشریح:۔ اگر کسی کی تعریف میں کچھ کلمات کہے تو اس کے سامنے نہ کہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس کے دل میں خود پسندی اور بڑائی آجائے، جب ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تُو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، یعنی اس کے سامنے تعریف کرکے اس کو غرور اور خود پسندی میں ڈالنے کا انتظام کر دیا، پھر یہ اُس صورت میں ہے جبکہ تعریف سچّی ہو، اگر جھوٹی تعریف ہو تو اس کی گنجائش بالکل نہیں، کیونکہ وہ تو گناہِ عظیم ہے۔

پھر دوسری تنبیہ یہ فرمائی اگر کسی کی تعریف کرنی ہی ہے (اس میں آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں)، تو یوں کہے کہ میں تو فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور صحیح صورتِ حال اللہ کو معلوم ہے، وہی اس کا حساب لینے والا ہے، ان کلمات کے کہنے سے اوّل تو وہ شخص نہیں پھولے گا جس کی تعریف میں یہ الفاظ کہے اور اس میں تعریف کرنے والے کی طرف سے اس کا دعوٰی بھی نہ ہوگا کہ وہ واقعۃً ایسا ہی ہے، کیونکہ بندہ صرف ظاہر کو جانتا ہے اور پورے کمالات اور حالات ظاہری ہوں یا باطنی ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آخرت میں ہر شخص کس حال میں ہوگا اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، لہٰذا یقین کے ساتھ کسی کو یہ کہنا کہ وہ ایسا ایسا ہے اس میں پورے حالات سے واقف ہونے کا دعوٰی ہے، جب اللہ پاک کی جانب سے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی تو پختہ یقین اور جزم کے ساتھ یہ کہہ دینا کہ ایسا ایسا ہے گویا اللہ کے ذمہ یہ بات لگا دینا ہے کہ اللہ کے نزدیک بھی یہ شخص ایسا ہی ہے جیسا میں بتا رہا ہوں، اسی کو فرمایا وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا، یعنی اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔

فاسق اور کافر کی تعریف

یہ جو کچھ بیان ہوا اچھے بندوں کی تعریف اور سچے بندوں کی تعریف میں بیان ہوا اور جھوٹی تعریف

اور کافر و فاسق کی تعریف کی تو اسلام میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگارِ عالم جل مجدہٗ غصہ ہوتے ہیں، اور اللہ کا عرش حرکت کرنے لگتا ہے۔ (بیہقی)

عرش کا حرکت کرنا اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے اس کی تعریف کرنا ایک بہت بُری چیز ہے جس کے سامنے اللہ کی عظمت نہیں ہوتی وہی اُن لوگوں کی تعریف کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ ناراض ہے عرشِ الٰہی کو یہ تعریف ناگوار ہے، اس لئے وہ حرکت میں آجاتا ہے۔

کافروں اور فاسقوں کی تعریف بہت بڑا اور بہت پرانا مرض ہے، شاعروں کا کام ہی یہ ہے کہ آسمان و زمین کے قلابے ملایا کریں، اور جھوٹی تعریفیں کرکے روٹی حاصل کیا کریں اور دنیائے سیاست میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جس کو لیڈر بنالیا وہ چاہے کافر ہو چاہے بہت بڑا فاسق فاجر ہو اس کی تعریف اور توصیف کرنے کو فرض کا درجہ دیتے ہیں، اوّل تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے صالح بندوں کو اپنا مقتدا بنائے، اور ان کے ساتھ چلے، اور ان کی نگرانی کرتا رہے کہ شریعت کے مطابق کہاں تک چل رہے ہیں، کافروں اور فاسقوں کو مقتدا بنانا ہی گناہ ہے، اور کافروں اور فاسقوں کی تعریف تو اور زیادہ گناہگاری کی بات ہے، الیکشن کے مواقع میں تو اپنے لیڈر اور اپنی جماعت کے لوگوں کو سپورٹ کرتے ہیں، اور جسے جتانا مقصود ہو اس کی جھوٹی سچی تعریفوں کے پُل باندھ دیتے ہیں، خواہ وہ کیسا ہی فاسق فاجر ہو، اور اس کے برعکس دوسرے فریق کا امیدوار خواہ کیسا ہی نیک، صالح ہو، مجمعوں میں اور جلسوں میں اور کانفرنسوں میں اس کی غیبتیں کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، اور تہمتیں رکھتے ہیں اور ناکردہ گناہ اس کے ذمہ عائد کرتے ہیں، اور یہ نہیں سوچتے کہ ان تعریفوں اور مذمتوں کا انجام آخرت میں کیا ہے، یہ زبان کی لگائی ہوئی کھیتیاں جب کاٹنی پڑیں گی اور انجام بھگتنا ہوگا تو کیا ہوگا؟ خوب غور و فکر کرنے کی بات ہے۔

جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی کا وبال

(۲۱۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَبَائِرُ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ (رواہ البخاری وفی روایۃ انسٍ وَشَہَادَۃُ الزُّوْرِ بَدْلَ الْیَمِیْنِ الْغَمُوْسِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) ماں باپ کو ستانا (۳) کسی جان کو قتل کرنا اور (۴) جھوٹی قسم کھانا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷ از بخاری)

تشریح: کبیرہ گناہ تو بہت سے ہیں، لیکن اس حدیث میں چند ایسے گناہ ذکر فرمائے جو بہت بڑے ہیں، اور جن میں عام طور سے لوگ مبتلا رہتے ہیں، چونکہ اس موقع پر ہم زبان کی آفتیں ذکر کر رہے ہیں اس لئے اس حدیث میں جھوٹی قسم کی مناسبت سے یہ حدیث یہاں نقل کی ہے۔

اللہ کے ساتھ شرک کرنا تو سب سے بڑا گناہ ہے، جس کی کبھی بھی بخشش نہیں ہے، اس کو تو سب مسلمان جانتے ہیں، والدین کی نافرمانی اور اُن کو ستانا اور تکلیف دینا بھی بڑے گناہوں میں ہے، اور اس حدیث میں اس کو شرک کے بعد ذکر فرمایا ہے جس سے اس کی قباحت خوب ظاہر ہو رہی ہے، اور اس بارے میں ہم اس کتاب میں تفصیل سے لکھ بھی چکے ہیں، اور ایک مستقل رسالہ بھی "حقوق الوالدین" کے نام سے لکھا ہے، اور جھوٹی قسم کے بارے میں ہم یہاں لکھنا چاہتے ہیں۔

جھوٹی قسم کا تعلق گذشتہ زمانہ کے واقعات سے ہوتا ہے جو کوئی واقعہ ہوا ہو اس کے بارے میں کہہ دیا کہ ایسا ہوا، اور اس پر قسم کھالی، اور کسی نے کوئی کام نہیں کیا، اس کے بارے میں کہہ دیا کہ اس نے ایسا کیا ہے، اور اس پر قسم کھالی، اسی طرح اپنے کسی فعل

کے کرنے یا نہ کرنے پر جھوٹی قسم کھالی، یہ بہت بڑا گناہ ہے، اوّل تو جھوٹ پھر اوپر سے جھوٹی قسم یعنی اللہ کے نام کو جھوٹ کے لئے استعمال کرنا گناہ در گناہ ہو جاتا ہے، بہت سے مرد اور عورت جھوٹی قسم سے بالکل پرہیز نہیں کرتے، بات بات میں قسم کھاتے چلے جاتے ہیں، اور اس کا گناہ اور وبال جو دنیا اور آخرت میں ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

عورتوں میں تیری میری بُرائی کرنے کی عادت ہوتی ہے، خواہ مخواہ لڑائی جھگڑوں میں اپنے آپ کو پھنساتی ہیں، تیرے میرے بارے میں کچھ نہ کچھ کہہ دیتی ہیں، جب کوئی موقع آتا ہے تو مُکر جاتی ہیں، اور صاف انکار کر دیتی ہیں کہ میں نے نہیں کہا اور اس پر قسم بھی کھا جاتی ہیں، بہت سے لوگ مال بیچتے وقت جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ یہ اتنے کا لیا ہے اور اتنے کا پڑا ہے، اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں، کہ یہ میری ہے حالانکہ اپنی نہیں ہوتی، یہ سب باتیں اس لئے سرزد ہوتی ہیں کہ آخرت کی پیشی کا خیال نہیں ہوتا۔

فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کسی شخص نے اللہ کی قسم کھائی اور اس میں مچھر کے پَر کے برابر (ذراسی بات غلط) داخل کر دی تو یہ قسم اس کے دل میں ایک سیاہ دھبہ بن جائے گی جو قیامت تک رہے گا۔ (ترمذی)

جھوٹی قسم کے ذریعہ مال حاصل کرنے کی سزا

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے جھوٹی قسم کے ذریعہ کوئی مال حاصل کر لیا، وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ کوڑھی ہوگا۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ تاجر لوگ فاجر ہیں (یعنی بڑے گنہگار ہیں) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ نے خرید و فروخت کو حلال نہیں قرار دیا؟ آپ نے فرمایا ہاں حلال تو ہے، لیکن تاجر لوگ قسم کھاتے ہیں، گنہگار ہوتے ہیں، اور باتیں کرتے ہیں اور جھوٹ

بولتے ہیں۔ (رواہ احمد باسناد جید والحاکم واللفظ لہ وقال صحیح الاسناد)

حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو جمروں[1] کے درمیان یہ فرماتے ہوئے میں نے سُنا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ حاصل کرلیا، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے، اس کے بعد دو یا تین مرتبہ فرمایا جو حاضر ہیں غائبوں کو پہنچادیں۔ (رواہ احمد والحاکم کمافی الترغیب)

ایک روایت میں ہے کہ جھوٹی قسم آبادیوں کو کھنڈر بنا کر چھوڑ دیتی ہے (الترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم سودا تو بکوا دیتی ہے (اور) کمائی کی برکت کو ختم کردیتی ہے۔

(بخاری ومسلم وابوداؤد کمافی الترغیب)

جس طرح اپنا مال بیچنے کے لئے یا کسی کا کوئی حق مارنے کے لئے جھوٹی قسم کھانا حرام ہے اسی طرح کسی دوسرے کو کسی کا مال ناحق دلانے کے لئے یا مقدمہ میں جتانے کے لئے جھوٹی گواہی دینا حرام ہے، بڑے بڑے گناہوں کی فہرست میں، بخاری ومسلم کی بعض روایات میں شَهَادَةُ الزُّوْرِ کا لفظ آیا ہے، جھوٹی گواہی دینا بھی سخت گناہ ہے۔

بہت سے لوگ کسی کی دوستی میں، یا رشتہ داری کے تعلقات کی وجہ سے جھوٹی گواہی دے دیتے ہیں، جھوٹی گواہی خود بہت بڑا گناہ ہے، پھر اس کے ساتھ حاکم قسم بھی کھلواتا ہے، جو جھوٹی ہوتی ہے، اس لئے گناہ دوگنا ہوتا ہے اور حرام پر حرام ہوتا چلا جاتا ہے، تعجب ہے کہ لوگ دنیا کے تعلقات اور رشتہ داری کو دیکھتے ہیں اور آخرت کے عذاب کی طرف دھیان نہیں دیتے، بہت سے لوگوں نے تو جھوٹی گواہی کو پیشہ ہی بنا رکھا ہے، پولیس سے اور وکیلوں سے جوڑ رکھتے ہیں، اور روزانہ کورٹ کچہری میں پہنچ جاتے ہیں، پولیس اور وکیل الفاظ رٹا دیتے ہیں اور اسی وقت نقد گواہی دے کر نقد دام لے آتے ہیں، ان کا یہ پیشہ حرام ہے اور آمدنی بھی حرام ہے، حرام کے ذریعہ حرام کماتے ہیں، اس میں بڑے بڑے نمازی تک مبتلا ہیں۔

---

[1] حج کے موقع پر جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں ان کو جمرات کہتے ہیں، یہ تین جگہیں ہیں ۱۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ فجر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر قرار دی گئی ہے اس کو تین بار فرمایا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی :۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۔

"سو بچتے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے ۔" (مشکوٰۃ ص ۳۲۸)

قرآن مجید میں شرک سے بچنے کا اور جھوٹی بات سے بچنے کا حکم ایک ساتھ ایک جگہ بیان فرمایا ہے اس سے جھوٹی گواہی کی مذمت اور قباحت ظاہر ہے ۔

فائدہ :۔ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے، اگرچہ سچی قسم کھائی ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے علاوہ کسی کی قسم کھائی اس نے شرک کیا ۔ (ترمذی)

بہت سی عورتیں غیر اللہ کی قسم کھا جاتی ہیں، اور یہ بھی کہتی رہتی ہیں کہ تیرے سر کی قسم، دودھ کی قسم، پوت کی قسم، دھن دولت کی قسم، باپ کی قسم یہ سب شرک ہے، اوّل تو جہاں تک ممکن ہو قسم کھائے ہی نہیں، اگر کسی موقع پر سچی قسم کھانی پڑ جائے تو صرف اللہ کی قسم کھائے ۔

گانا گانے کی مذمت اور حرمت

(۲۱۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَّرِيْهِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ :۔ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ البتہ انسان کا باطن (پیٹ وغیرہ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے معدہ وغیرہ کو خراب کر کے رکھ دے، تو یہ اس سے

بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۹ از بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث میں شعر پڑھنے کی مذمت فرمائی ہے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ اشعار معنی کے اعتبار سے اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ہوتے ہیں، برے شعر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، جن شعروں میں جھوٹ ہو، جھوٹی تعریف ہو، کسی کی مذمت یا غیبت ہو، جہالت و جاہلیت کی حمایت ہو، کفر اور شرک کے مضامین ہوں، ایسے اشعار کہنے پڑھنے لکھنے سننے میں گناہ ہونا ظاہر ہے، اور عموماً ایسے اشعار سے نفس کو مزہ آتا ہے، پھر ان کے ساتھ ساز سارنگی، باجا گاجا بھی ہو تو گناہ دوگنا اور دوہرا ہو جاتا ہے، اور جو اشعار اچھے ہوں ان کو پڑھنا، زبان پر لانا درست ہے لیکن ساز، سارنگی اور باجے گاجے اور ہارمونیم، الغوزہ اور ڈھول کے ساتھ اُن کا پڑھنا بھی گناہ ہے اور یہ چیزیں اگر نہ ہوں تب بھی عورتوں کو بلند آواز سے پڑھنا درست نہیں ہے، ہاں تنہائی میں کوئی شعر پڑھ لے تو درست ہے، نامحرموں کو نرم لہجہ والی یا گانے کے طرز والی آواز سنانا ممنوع ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ	"یعنی تم بولنے میں نزاکت مت کرو
فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ	کہ ایسے شخص کو خیال ہونے لگتا ہے
مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔	جس کے دل میں خرابی ہے"

یہ جو عورتوں میں رواج ہے کہ منگنی یا بیاہ شادی، یا بچہ کی پیدائش پر گاتی ہیں، جس میں بجانے کی چیزیں بھی استعمال ہوتی ہیں اور نامحرم کو آواز بھی جاتی ہے یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے، سخت افسوس کی بات ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں موسیقی کے لئے مستقل وقت دیا جاتا ہے اور گانا بجانا سیکھنے سکھانے بلکہ ناچنا سکھانے کے لئے مستقل پیریڈ رکھے جاتے ہیں، پھر یہ لڑکیاں یہ سب کچھ سیکھ کر اسٹیج پر آتی ہیں، مجمعوں اور محفلوں میں ڈانس اور موسیقی کا مظاہرہ کرتی ہیں، اس بیہودگی اور بدکرداری کو فنونِ لطیفہ کا نام دیا جاتا ہے اور ثقافت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اللہ اکبر! نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی عورتیں اور یہ جاہلیت کی حرکتیں؟ پھر اوپر سے شریف ہونے کا دعویٰ! اہلِ دین اور اہلِ فہم غور کرلیں کہ ان حالات میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا کیا مُنہ ہے، حضورِ اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میرے رب نے مجھے گاجے باجے کی چیزیں مٹانے کا حکم دیا ہے[1] اور نالائق اُمتی گانے بجانے کو اور آلاتِ موسیقی کو زندگی کا جزو بنالیں، یہ کہاں تک زیب دیتا ہے، اے ایمان کے دعویدار و غور کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اُگاتا ہے، جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

افسوس! کہ جن ممالک کی حکومتیں مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہیں، وہ ریڈیو اور ٹی وی پر گانے بجانے کے خصوصی اور ہمہ وقتی پروگرام پیش کرتے رہتے ہیں اور ٹی وی پر تو ناچ بھی دکھاتے ہیں، مسلمان حاکموں کی یہ ذمہ داری ہے کہ عوام کو منکرات و فواحش سے روکیں، نہ یہ کہ خود خلافِ شرع پروگرام پیش کریں، اور اُمت کی آنے والی نسلوں کو بگاڑ کر رکھ دیں، ٹی وی نے تو ہر گھر کو فواحش کا مرکز بنا کر رکھ دیا ہے، چھوٹے بڑے سب مل کر بے حیائی کے پروگرام دیکھتے ہیں اور مزے لیتے ہیں، ٹی وی پر چونکہ تصویر ہوتی ہے اس لئے اس کو تو اچھی باتیں سننے کے لئے بھی استعمال نہ کریں۔

لوگوں نے گانے بجانے کو ایسا جزو زندگی بنا رکھا ہے کہ کھا رہے ہیں تو گانا سن رہے ہیں، اور لیٹے بیٹھے ہیں تو گانا سن رہے ہیں، عورتیں کھانا پکا رہی ہیں یا دوسرے مشغلہ میں ہیں تو ریڈیو کھول رکھا ہے، یا ٹیپ ریکارڈ چالو کر رکھا ہے، اسی لئے تو عملی نفاق ہو رہا ہے۔ شیطان نے قابو پایا ہوا ہے اور نیکی کی طرف طبیعت نہیں آتی، اللہ سمجھ دے اور ہدایت دے۔

بسوں میں سفر کرو تو گانا، ٹیکسی میں بیٹھو تو گانا، ایک سچے مسلمان کے لئے سفر حضر سب مصیبت بن کر رہ گیا ہے، کالجوں میں مستقل موسیقی روم ہیں جس کو جس وقت گانا سننا ہو وہاں چلا جاتا ہے، مسجدوں کا انتظام نہیں ہوتا، مگر گانے بجانے کا انتظام ضرور ہوتا ہے اور اساتذہ و طلبہ سب اسلام کا دم بھرتے ہیں اور مسلمان ہونے کے مدعی ہیں، فاللہ یھدیھم۔

عشقیہ گانوں اور غزلوں اور ناول، افسانوں نے قوم کی نسلوں کو تباہ کر دیا ہے، اور خاندان کے بڑوں کو اس پر خوشی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

---

[1] مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۸۔

کتاب
الحجاب واحکامہ

پردہ کے احکام اور مسائل

عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے

(۲۱۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِنَّهَا اِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطٰنُ وَاِنَّهَا لَا تَكُوْنُ اَقْرَبَ اِلَى اللّٰهِ مِنْهَا فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا،

(رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحيح)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔“ (الترغیب والترہیب للمنذری ص ۲۲۶ جلد ۱، از طبرانی)

تشریح: اس حدیث میں اوّل تو عورت کا مقام بتایا ہے، یعنی یہ کہ وہ چھپا کر رکھنے کی چیز ہے، عورت کو بحیثیت عورت کے اندر رہنا لازم ہے، جو عورت پردہ سے باہر پھرنے لگے وہ حدودِ نسوانیت سے باہر ہوگئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر تاکنا شروع کر دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جب عورت باہر نکلے گی تو شیطان کی یہ کوشش ہوگی کہ لوگ اس کے خدوخال اور حسن وجمال اور لباس و پوشاک پر نظر ڈال ڈال کر لطف اندوز ہوں۔

اس کے بعد فرمایا کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے، جن عورتوں کو اللہ کی نزدیکی کی طلب اور رغبت ہے وہ گھر

کے ہی اندر رہنے کو پسند کرتی ہیں، اور حتی الامکان گھر سے باہر نکلنے سے گریز کرتی ہیں۔

اسلام نے عورتوں کو ہدایت دی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر ہی رہیں، کسی مجبوری سے باہر نکلنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں متعدد پابندیاں لگائی گئی ہیں مثلاً یہ کہ خوشبو لگا کر نہ نکلیں، اور یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ عورت راستہ کے درمیان نہ چلے، اگر اسے باہر جانا ہی پڑے تو پورے بدن پر موٹی چادر لپیٹ کر نکلے (راستہ نظر آنے کے لئے ایک آنکھ کا کھلا رہنا کافی ہے)۔

نیز فرمایا کہ مرد کی نظر کسی نامحرم عورت پر یا عورت کی نظر کسی نامحرم مرد پر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالے، اگر عورت کو کسی نامحرم مرد سے بدرجۂ مجبوری بات کرنی پڑے تو نرم گفتاری سے بات نہ کرے، اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، محرم بھی وہ ہو جس پر بھروسہ ہو، فاسق محرم جس پر اطمینان نہ ہو اس کے ساتھ سفر کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح شوہر یا محرم کے علاوہ کسی نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنے یا رات گذارنے کی بالکل اجازت نہیں ہے، اور محرم بھی وہ ہو جس پر اطمینان ہو، یہ سب احکام درحقیقت عفت وعصمت محفوظ رکھنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔

مخلوط تعلیم کا زہر

آج کل لڑکیوں کو اسکولوں کالجوں میں پڑھانے کے لئے بھیجتے ہیں، ان کو اونچی ڈگریاں دلانے کی کوشش کرتے ہیں اوّل تو اس میں اُس حکم کی خلاف ورزی ہے کہ عورت اپنے گھر میں رہے، اگر باہر نکلنا ہو تو بدرجۂ مجبوری پابندیوں کے ساتھ نکل سکتی ہے، مگر وہ تو پردہ کے اہتمام کے بغیر نکلتی ہیں اور خوب بن ٹھن کر خوشبو لگا کر جاتی ہیں پھر رہی سہی کسر مخلوط تعلیم نے پوری کردی، ایک ہی کلاس میں لڑکے اور لڑکیاں اور بالغ مرد اور عورت بے پردہ ہو کر بیٹھتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اسلامیات کی ڈگری لینے والے عین تعلیم کے وقت اسلامی احکام کو پامال کرتے جاتے ہیں اور جو لوگ ان باتوں پر نکیر کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ یہ غیر شرعی طریقہ ہے، وہ کیسی ہی آیات واحادیث پیش کریں، اُن کی بات کو دقیانوسی کہہ کر ٹال دیتے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کو سمجھ دے اور دین کے صحیح تقاضے کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام عفّت و عصمت والا دین ہے

اسلام حیا اور شرم، عفت و عصمت، غیرت و حمیت والا دین ہے، اس نے انسانیت کو اونچا مقام دیا ہے، انسان اور حیوان میں جو امتیازی فرق ہے وہ اسلام کے احکام پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے، اسلام یہ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ انسانوں میں حیوانیت آجائے اور چوپایوں کی طرح زندگی گذاریں، مردوں اور عورتوں کے اندر جو ایک دوسرے کی طرف مائل ہونے کا فطری تقاضہ ہے شریعت اسلامیہ نے اُن کی حدود مقرر فرمائی ہیں، حقوقِ نفس اور حظوظِ نفس سب کا خیال رکھا ہے، لیکن انسان کو شترِ بے مہار کی طرح نہیں چھوڑا کہ جو چاہے کھائے اور جو چاہے پہنے، اور جہاں چاہے نظر ڈالے، اور جس سے چاہے لذت حاصل کرے، بہت سے لوگ جو نام نہاد مسلمان ہیں (اگرچہ علومِ عصریہ میں ماہر ہیں اور دنیاوی معاملات سے اچھی طرح واقف ہیں) یورپ و امریکہ کے یہود و نصاریٰ اور بد دین ملحدوں اور زندیقوں کی دیکھا دیکھی بلکہ ان کی ترغیب اور تحریر سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو بھی بہیمیّت کے سیلاب میں بہا دینا چاہتے ہیں، جب اُن لوگوں کے سامنے پردہ کے احکام و مسائل پیش کئے جاتے ہیں تو قرآن و حدیث کے واضح دلائل سامنے ہوتے ہوئے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب باتیں مولویوں نے نکالی ہیں۔ عورتوں کو بے پردہ پھرانے بلکہ کلبوں میں نچوانے کو یہ لوگ ترقی سے تعبیر کرتے ہیں۔

کون سی ترقی محمود ہے؟

عورت صنفِ نازک تو ہے ہی، کم سمجھ بھی ہے، جب ان کو بہکایا جاتا ہے کہ پردہ ترقی کے لئے آڑ ہے اور مُلّا کی ایجاد ہے، تو یہ اپنی نادانی سے اس بات کو باور کر لیتی ہیں اور میلوں اور جلسوں اور پارکوں بازاروں اور تفریح گاہوں میں پردہ شکن ہو کر بے محابا مردوں کے سامنے گھومتی پھرتی ہیں اور بے حیائی اور عفت و عصمت کے داغدار کرنے والے عمل کو ترقی سمجھتی ہیں، دشمنانِ اسلام نے بس ترقی کا لفظ یاد کر لیا ہے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کس چیز کی ترقی محمود ہے اور کون سی ترقی مذموم ہے؟ اگر قوم کی بہو بیٹیاں بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلیں اور بازاروں پارکوں میں مردوں کے ساتھ مل جُل کر گھومتی پھریں تو اس میں کس چیز کی ترقی ہے؟ کیا

اس میں انسانیت بامِ ترقی تک پہنچ گئی؟ یا غیرت اور شرافت میں کچھ اضافہ ہوگیا؟ نہیں نہیں، اس سے تو عصمت و عفت کے لٹ جانے کی راہیں ہموار ہوگئیں، انسان کی شرافت اور کرامت برباد ہونے کے انتظامات ہوگئے، برائی کی ترقی بھی کیا کوئی ترقی ہے، ایسی ترقی تو شیطان اور اس کے دوستوں کو پسند ہوتی ہے، برائی کی ترقی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور مخلصین و مومنین و مومنات کو پسند نہیں ہوتی۔

حفاظتِ نظر کا حکم

سب سے بڑی چیز جو ایک مرد کو عورت کی طرف یا عورت کو مرد کی طرف مائل کرنے والی ہے وہ نظر ہے۔ قرآن مجید میں دونوں فریق کو حکم دیا ہے کہ اپنی نظریں پست رکھیں۔ سورۂ نور رکوع ۴ میں اوّل مردوں کو حکم فرمایا:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

"آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے بے شک اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد عورتوں کو خطاب فرمایا:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۚ

"اور مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں کھلا رہتا ہے۔"

ان آیتوں میں مردوں اور عورتوں دونوں فریق کو نظریں نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کے محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا، پردہ کے مخالفین دیدہ و دانستہ یا نادانستہ طور پر ان آیات کے مفہوم کے جاننے سے گریز کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ نظریں نیچی رکھنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا ہے کہ درخت اور پتھر اور دیواروں اور گھر کے سامانوں کی طرف دیکھنا ہے، بلکہ یہ حکم اس

لئے دیا گیا ہے کہ نظر کو بے جا استعمال کرنے سے شرمگاہوں کی حفاظت خطرہ میں پڑجاتی ہے، اسی لئے تو اس کے ساتھ شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم فرمایا، نفس اور نظر کی لذت کے لئے شوہر کو بیوی کے لئے بیوی کو شوہر کے لئے مخصوص کر دیا گیا، محرم مرد اور عورت کو ایک دوسرے کو حدود کے اندر سے دیکھ سکتے ہیں، لیکن ان کو بھی ایک دوسرے پر شہوت کی نظر ڈالنا جائز نہیں ہے، محرموں کو بھی بدن کا ہر حصہ دیکھنا جائز نہیں ہے، اس میں بھی تفصیل ہے (جو آگے آئے گی، انشاء اللہ تعالٰی)

حضرت جریر بن عبداللہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ! اگر اچانک (نامحرم پر) نظر پڑ جائے تو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُسی وقت نظر پھیر لو۔ (مسلم شریف)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پہلی نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالے رکھو، کیوں کہ پہلی نظر پہ تجھے گناہ نہ ہوگا (اس لئے کہ وہ بلا اختیار تھی) اور دوسری نظر تیرے لئے حلال نہیں ہے (اس پر پکڑ ہوگی، کیونکہ وہ اختیار سے ہے) (مشکوٰۃ شریف)

مطلب یہ ہے کہ اگر بلا اختیار کسی نامحرم پر نظر پڑگئی تو فوراً ہٹا لو، اگر نظر نہ ہٹائی اور دیکھتے رہے تو یہ دو نظریں شمار ہوں گی اور دوسری نظر اختیار والی نظر ہوگی جس پر گرفت اور مواخذہ ہونا ظاہر ہے، بے پردگی میں بد نظری کے بہت سے مظاہرے ہوتے ہیں، مرد اور عورت سب اس کا ارتکاب کرتے ہیں، نظریں محفوظ ہوں گی تو شرمگاہیں بھی محفوظ ہوں گی، اور خود بُری نظر کو بھی تو زنا قرار دیا ہے جو آئندہ آرہا ہے، انشاء اللہ تعالٰی۔

بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ آیت شریفہ میں جو اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ہے اس میں چہرہ اور ہاتھوں کا استثناء ہے، یعنی عورتیں اس کو کھول سکتی ہیں، ان لوگوں کو پتہ نہیں آیت کی تفسیر میں مفسرین کے کیا کیا اقوال ہیں۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اس سے ثیاب اور جلباب یعنی اوپر کے وہ کپڑے

مراد ہیں جو پردہ کے اہتمام کے لئے جسم سے لگے ہوئے کپڑوں کے اوپر ہوتے ہیں۔

صاحب تفسیر مظہری بیضاوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ استثنار حالتِ نماز کے متعلق ہے' یعنی حالتِ نماز میں چہرہ اور دونوں ہاتھ گٹوں تک اگر کھلے رہیں تو نماز ہو جائے گی' اور نماز میں ان دونوں اعضار کے کھلا رہنے میں کچھ حرج نہیں ہے' اور غیر محرم کے سامنے مواقع زینت میں سے کوئی حصہ کھولنے کا ذکر مَاظَهَرَ مِنْهَا میں نہیں ہے' پھر صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ اگر مَاظَهَرَ مِنْهَا سے مواقع زینت مراد ہوں تو ضرورةً مجبوری کے لئے اظہار زینت کے ارادہ کے بغیر جو حصہ ظاہر ہو جائے اس کا استثنار کیا گیا ہے، پھر لکھتے ہیں کہ آزاد عورت کے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے پوشیدہ رکھنے کا استثنار صرف نماز کے لئے ہے' کیونکہ فرمانِ خداوندی يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ سے صاف ظاہر ہے کہ عورت اپنا چہرہ نامحرم کے سامنے نہیں کھول سکتی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے مَاظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اَلْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ یعنی عورت اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں کھولے رہ سکتی ہے' اگر اسی تفسیر کو مانا جائے تب بھی غیر محرم کے سامنے کھولنے کا کوئی ذکر نہیں' جو لوگ اس استثنا سے عورتوں کے لئے عام طور پر چہرہ کھولے ہوئے پھرنے کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ نہایت غلطی پر ہیں' کیونکہ ان الفاظ میں عورتوں کو چہرہ کھولنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ دوسرے اعضار کی طرح اُن کے چھپانے کے اہتمام سے زحمت اور تکلیف نہ ہو' اس میں نامحرموں کے سامنے کھولنے کے جواز و عدم جواز کا کوئی ذکر نہیں ہے' آیت میں اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا فرمایا ہے' اِلَّا مَا اَظْهَرْنَ نہیں فرمایا ہے' جس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو قصداً اور ارادةً نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

فعل لازم کا صیغہ اس بات کو بتلا رہا ہے کہ اگر کوئی عورت نماز کی مشغولیت میں یا کام کاج کی مصروفیت یا اور کسی مجبوری کے باعث اپنا چہرہ کھولے تو غیر محرم کو جائز نہیں کہ وہ اس کے چہرہ کو تکتا رہے' کیونکہ اس سے پہلی ہی آیت میں مردوں کو نظریں پست کرنے

کی تاکید فرما دی گئی ہے، بعد میں عورتوں کے متعلق احکام ذکر کئے ہیں، مردوں کو نظریں پست رکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے جہاں بازاروں اور راستوں میں عورتوں پر نظریں ڈالنے کی ممانعت ثابت ہوئی وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتیں اگر مُنہ کھولے ہوئے کام کاج میں مشغول ہوں یا پردہ کرنے سے گریز کرتی ہوں تو جو مرد اُن کے محرم نہ ہوں ان کو قصداً اور ارادةً نظر ڈالنا منع ہے۔

سورۂ نور کی آیت بالا کی ہم نے مزید تشریح و توضیح اس لئے کی ہے کہ قرآن سے پردہ اور احکامِ پردہ کا ثبوت مانگنے والوں کو اپنی کج روی کا علم ہو جائے، آیت بالا میں اوّل غضِ بصر (آنکھیں نیچی کرنے) کا حکم دیا ہے، پھر عورتوں کو مامور فرمایا ہے کہ زینت اور مواقعِ زینت کے پوشیدہ رکھنے کا اہتمام کریں، یہ بات کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولے رہیں اور نامحرم ان کو دیکھا کریں، آیت سے ثابت کرنا سخت نادانی ہے۔

عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم

سورۂ احزاب میں امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد ہے:۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۝

"اے نبیؐ کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو، پس تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ ضرورةً بولنا پڑے) نزاکت مت کرو، کیونکہ اس سے ایسے شخص کو میلانِ قلبی ہو جائے گا جس کے دل میں روگ ہو، (بلکہ) تم قاعدہ کے موافق بات کرو (جیسے پاکباز عورتیں اختیار کرتی ہیں) اور تم اپنے گھروں میں رہو اور زمانۂ قدیم کی جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰة ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو۔"

ان آیات میں اوّل تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی غیر محرم سے ضرورۃً اگر بات کرنی پڑے تو گفتگو کے انداز میں نزاکت اور لہجہ میں جاذبیت کے طریقہ پر بات نہ کریں، جس طرح چال ڈھال اور رفتار کے انداز سے دل کھنچتے ہیں، اسی طرح گفتار کے نزاکت والے انداز کی طرف بھی کشش ہوتی ہے، عورت کی آواز میں طبعی اور فطری طور پر نرمی اور لہجہ میں دل کشی ہوتی ہے، پاک نفس عورتوں کی یہ شان ہے کہ غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں خشونت اور روکھا پن ہو، تاکہ کسی بد باطن کا قلبی میلان نہ ہونے پائے۔

دوسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہو، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے شب و روز گذارنے کی اصل جگہ اُن کے اپنے گھر ہی ہیں، شرعًا جن ضرورتوں کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہے پردہ کے خوب اہتمام کے ساتھ بقدرِ ضرورت نکل سکتی ہیں، آیت کے سیاق سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بلا ضرورت پردہ کے ساتھ بھی باہر نکلنا اچھا نہیں ہے، جہاں تک ہو سکے نامحرم کی نظروں سے لباس بھی پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔

جاہلیتِ اولیٰ کے دستور کے مطابق پھرنے کی ممانعت

تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ زمانۂ قدیم کی جہالت کے مطابق پھرا مت کرو، زمانۂ قدیم کی جہالت سے عرب کی وہ جاہلیت مراد ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کے رواج اور سماج میں جگہ پکڑے ہوئے تھی، اُس زمانہ کی عورتیں بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ بلا جھجک بازاروں میں اور میلوں میں اور گلی کوچوں میں بے پردہ ہو کر پھرا کرتی تھیں، اور بن ٹھن کے نکلتی تھیں، سر پر یا گلے میں فیشن کے لئے دوپٹہ ڈال دیا، نہ اس سے سینہ ڈھکا نہ کان اور چہرہ چھپایا، جدھر کو جانا ہوا چل پڑیں، مردوں کی بھیڑ میں گھس گئیں، نہ اپنے پرائے کا امتیاز، نہ غیر محرموں سے بچنے کا فکر، یہ تھا جاہلیتِ اُولیٰ کا رواج اور سماج، جو آج بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والی عورتوں میں جگہ لے چکا ہے، اور نئے مجتہدین پردہ شکنی کی دعوت دے کر اسی جاہلیتِ اُولیٰ کو ترقی دینا چاہتے ہیں، جس کے مٹانے کے لئے قرآنِ کریم کا نزول ہوا، سورۂ احزاب ہی میں ارشاد ہے:۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا "اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو
فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔"

یہاں بعض لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ آیات بالا میں اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب ہے، پھر آپ دوسری مسلمان عورتوں پر اس قانون کو کیوں لاگو کرتے ہیں؟ یہ بھی سوال شریعت کا بھرپور علم نہ ہونے کے باعث اٹھایا جاتا ہے، اگر قرآن کے مزاج سے یہ لوگ واقف ہوتے اور اس کو جان لیتے کہ قرآن کا خطاب خاص اور موردِ عام ہوا کرتا ہے تو ایسا سوال نہ کرتے۔ حضراتِ صحابۂ کرام، خلفاءِ راشدین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین ہمیشہ یہی سمجھتے اور کہتے آئے ہیں کہ ان آیات میں گو ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ احکام تمام عورتوں کے لئے عام ہیں، اجماعِ امت اور احادیث نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان آیات کا حکم امت کی تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے لئے عام ہے۔

ایک موٹی سمجھ والا انسان بھی (جسے خدا کا خوف ہو) ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوگا کہ جب ازواج مطہرات کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنے گھروں ہی میں رہا کریں اور جاہلیتِ اُولیٰ کے دستور کے مطابق باہر نہ نکلیں حالانکہ ان کو تمام مؤمنین کی مائیں فرمایا گیا ہے۔ (وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ) تو اُمت کی دوسری عورتوں کے لئے بے پردہ ہو کر باہر نکلنا کیونکر درست ہوگا؟ شرف اور احترام کے باعث امت کی نظریں جن مقدس خواتین پر نہیں پڑ سکتی تھیں، جب اُن کو بھی قرار فی البیوت (یعنی گھروں میں رہنے) کا حکم دیا گیا ہے، تو جن عورتوں کی طرف قصداً نظریں اٹھائی جاتی ہوں اور خود یہ عورتیں بھی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں ان کو جاہلیتِ اُولیٰ کے طریقہ پر باہر نکلنے کی کیسے اجازت ہوگی؟ کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ خاندانِ نبوت کی چند خواتین کو مستثنیٰ کر کے امت کی کروڑہا عورتوں کو قدیم زمانہ کی جاہلیت کی طرح باہر پھرنے کی اجازت قرآن شریف کی طرف سے دی گئی ہو؟ آیاتِ مذکورہ میں جو احکام مذکور ہیں ذرائعِ فساد کو روکنے کے لئے ہیں، اور ظاہر ہے کہ دوسری عورتیں اُن ذرائع سے روکنے کی زیادہ محتاج ہیں، پھر عام عورتوں کو ان

احکام سے مستثنیٰ کرنا جہالت نہیں تو کیا ہے؟

سورۂ احزاب میں ازواجِ مطہراتؓ اور بناتِ طاہراتؓ کے ساتھ عام مسلمانوں کی عورتوں کو بھی پردہ کا حکم دیا گیا ہے

سورۂ احزاب میں یہ بھی ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ	"اے نبیؐ! آپ اپنی بیبیوں سے اور اپنی
وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ	صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے
يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ	فرما دیجئے (کہ جب مجبوری کی بنا پر گھروں
جَلَابِيبِهِنَّ .	سے باہر جانا پڑے تو) اپنے (چہروں کے)

اوپر (بھی) چادروں کا حصہ لٹکا لیا کریں۔"

اس آیت سے چند امور ثابت ہوئے:۔

اوّل:۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوںؓ اور صاحبزادیوںؓ کے ساتھ دیگر مسلمانوں کی عورتوں کو بھی پورا بدن اور چہرہ ڈھانک کر نکلنے کے حکم میں شریک فرمایا گیا ہے، اس سے بھی ان لوگوں کی خام خیالی کی واضح طور پر تردید ہوگئی جو یہ باطل دعوے کرتے ہیں کہ پردہ کا حکم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کے لئے مخصوص تھا۔

دُوسری چیز جو اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے وہ پردہ کے لئے چہرہ پر چادر لٹکانے کا حکم ہے، اس سے اُن جاہل اور گمراہ تجدّد پسندوں کے دعووں کی بھی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ عورتوں کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم اسلام میں نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں آیتِ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:۔

أَمَرَ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ	"یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی عورتوں

إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ فِيْ حَاجَةٍ اَنْ يُّغَطِّيْنَ وُجُوْهَهُنَّ مِنْ فَوْقِ رُؤُسِهِنَّ بِالْجَلَابِيْبِ وَيُبْدِيْنَ عَيْنًا وَاحِدَةً ۔

کو حکم دیا ہے کہ جب کسی مجبوری سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اُن چادروں سے چہروں کو ڈھانک لیں جو سروں کے اوپر بڑی چادریں اوڑھ رکھی ہیں اور راہ چلنے کے لئے صرف ایک آنکھ ظاہر کریں ۔"

تیسری جو چیز اس آیت سے واضح ہو رہی ہے وہ پردہ کے لئے "جلباب" استعمال کرنے کا حکم ہے، عربی زبان میں جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں، جسے عورتیں اپنے پہننے کے کپڑوں کے اوپر لپیٹ کر باہر نکلتی تھیں، قرآن شریف نے آیتِ بالا میں حکم دیا ہے کہ عورتیں جس طرح جلباب اعضاءِ جسم پر اور پہنے ہوئے کپڑوں پر لپیٹتی ہیں اسی طرح چہروں پر بھی اس کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں، اس طرح چادر لپیٹنے کا رواج بعض علاقوں کی عورتوں میں اب تک ہے، اور برقعہ اسی جلباب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے برقعہ کی نسبت یہ کہنا کہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے سراسر جہالت ہے، برقعہ کا ثبوت يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ سے ہو رہا ہے ۔

اور بعض جاہل یہ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم ہنگامی حالت کے لئے تھا، اس وقت منافقین شرارت کرتے تھے، پس جبکہ منافقین کی سرکوبی ہو گئی اور ان سے خطرہ نہ رہا تو یہ حکم بھی منسوخ ہو جانا چاہیئے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ فتنہ و فساد کو روکنے کے لئے یہ حکم دیا گیا تھا اور اس دور میں جبکہ فتنہ و فساد بہت زیادہ ہے، عصمت و عفت کے دشمن بڑھ گئے ہیں، جو بدنظر اور بدنفس ہیں، جو بدباطنی کے باعث عورتوں کو تانکتے جھانکتے اور پریشان کرتے ہیں تو اس حکم کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی، آیت کا سببِ نزول جو بھی ہو حکم عام ہوا کرتا ہے ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۔

ایک غلط فہمی کی تردید بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ پردہ کا حکم تو اسلام میں

ہے لیکن چہرہ کا پردہ نہیں ہے' ان نادانوں کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے تو مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا کیوں حکم ہے؟ (جو سورۂ نور میں واضح طور پر موجود ہے) چہرہ ہی میں تو کشش ہے' اور وہی مجمع المحاسن ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ سے چہرہ ڈھانکنے کا واضح حکم معلوم ہو رہا ہے' اور بعض لوگوں کو نماز کے مسئلہ سے دھوکا ہوا ہے' عورت کا ستر نماز کے لئے اتنا ہے کہ چہرہ اور گٹوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں تک دونوں قدموں کے علاوہ پورا جسم ایسے کپڑے سے ڈھانکا ہوا رہے کہ بال اور کھال اچھی طرح چھپ جائے، نماز میں اگر چہرہ کھلا رہے تو نماز ہو جائے گی' فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ شرائطِ نماز کے بیان میں لکھا ہے پردہ کے بیان میں نہیں لکھا، منہ کھول کر نماز ہو جانے کے جواز سے غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہو کر آنے کا ثبوت دینا بڑی بد دیانتی ہے، فقہاء پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں' ان پاک طینت بزرگوں کے دل پہلے ہی کھٹک گئے تھے کہ فاسد الخیال لوگ مسائلِ نماز کی تصریحات سے نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہو کر آنے پر استدلال کریں گے' درمختار میں جہاں شرائطِ نماز کے بیان میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ چہرہ اور کَفَّیْن (ہتھیلیاں) اور قَدَمَیْن (پاؤں) ڈھانکنا صحتِ نماز کے لئے ضروری نہیں ہے وہیں یہ بھی درج ہے:

وتمنع المرأۃ الشابۃ	"اور جوان عورت کو (نامحرم) مردوں
من کشف الوجہ بین	کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا
رجال لا لانہ عورۃ	(اور یہ روکنا) اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ
بل لخوف الفتنۃ الخ	(نماز کے) ستر میں داخل ہے بلکہ اس
(در مختار، شامی	لئے کہ (نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے
ص ۲۸۴ ج ۱)	میں) فتنہ کا خوف ہے۔"

شیخ ابن ہمامؒ زاد الفقیر میں شرائطِ نماز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی الفتاوی الصحیح ان	"فتاوی کی کتابوں میں ہے کہ مذہب
المعتبر فی فساد الصلوۃ	صحیح یہ ہے کہ کانوں سے اوپر (یعنی بال

انکشاف مافوق الاُذنین وفی حرمۃ النظر یسوی بینھما ای مافوق الاذنین وتحتھما ۔	اور سر کے کھل جانے سے نماز فاسد ہو گی، اور غیر مردوں کے لئے کانوں کے اوپر کا حصّہ اور کانوں کے نیچے کا حصّہ یعنی چہرہ وغیرہ کے دیکھنے کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں حصوں کا دیکھنا حرام ہے۔"

بہت سے لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور پردہ کو بھی مانتے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ پردہ کے سخت احکام مولویوں نے ایجاد کئے ہیں یہ لوگ ملحدین بددین لوگوں کی باتوں سے متاثر ہیں، جن لوگوں کے دلوں میں تھوڑا بہت اسلام سے تعلق باقی ہے ان کو راہِ حق سے ہٹانے کے لئے شیطان نے یہ نئی چال چلی ہے کہ ہر ایسے حکم کو جس کے ماننے سے نفس گریز کرتا ہو، مولوی کا تراشیدہ بتا دیتا ہے اور اس کی بات کو باور کرنے والے اس دھوکہ میں پڑے رہتے ہیں کہ ہم نے نہ تو اسلام کو جھٹلایا نہ قرآن کے ماننے سے پہلوتہی کی، بلکہ مولوی کے غلط مسئلہ کا انکار کیا ہے، کاش یہ لوگ اپنی مؤمنانہ ذمّہ داری کا احساس کرتے اور علماءِ حق سے گھُل مِل کر ان کے ظاہر و باطن کا جائزہ لیتے، اور ان کے بیان کردہ مسائل کے دلائل معلوم کرکے اپنے نفوس کو مطمئن کرتے، علماءِ حق اپنی طرف سے کسی بھی کوئی حکم کو تجویز کرکے اُمت کے سر نہیں منڈھتے، اور نہ وہ ایسا کرنے کا حق رکھتے ہیں، بات صرف اتنی سی ہے کہ چونکہ علماءِ کرام کو قرآن و حدیث کی تشریحات اور احکامِ شرعیہ کی پوری پوری تفصیلات معلوم ہیں، نیز دین کی وسعتیں اور رخصتیں بھی جانتے ہیں، اور شرعی پابندیوں اور عزیمتوں سے بھی واقف ہیں، اس لئے تحریراً و تقریراً احکامِ شرعیہ کی حدود و قیود اور ضوابط و شرائط سے اُمت کو آگاہ فرماتے رہتے ہیں، اسکولوں اور کالجوں کے پڑھے ہوئے نیم مُلا چونکہ شریعت کا پورا علم نہیں رکھتے، اس لئے حقائقِ شرعیہ اور بالکل متفق علیہ مسائلِ دینیہ کو مولوی کی ایجاد کہہ کر ٹال دیتے ہیں، اور یہ عجیب تماشہ ہے کہ جس مسئلہ پر عمل نہ کرنا ہو اس سے بچنے کے لئے "ایجاد مولوی" کا بہانہ پیش کر دیتے ہیں، حالانکہ نماز، روزہ وغیرہ کے جن مسائل پر عمل کرتے ہیں وہ بھی تو مولویوں نے ہی بتائے ہیں،

لیکن چونکہ ان سے گریز کرنے کی نیت نہیں ہے اس لئے اُن کو صحیح مانتے ہیں، میدانِ قیامت میں جب پیشی ہوگی تو کیا ایسی کج روی اور حیلہ سازی جان بچا سکے گی ؟

عہدِ رسالت میں پردہ کا خاص اہتمام تھا

(۲۱۵) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ خَیْبَرَ وَالْمَدِیْنَۃِ ثَلٰثًا یُبْنٰی عَلَیْہِ بِصَفِیَّۃَ بِنْتِ حُیَیٍّ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی وَلِیْمَتِہٖ فَمَا کَانَ فِیْہَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ اَمَرَ بِالْاَنْطَاعِ فَاُلْقِیَ فِیْہَا مِنَ التَّمْرِ وَالْاَقِطِ وَالسَّمْنِ فَکَانَتْ وَلِیْمَتَہٗ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِحْدٰی اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْ مِمَّا مَلَکَتْ یَمِیْنُہٗ فَقَالُوْا اِنْ حَجَبَھَا فَھِیَ مِنْ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ لَّمْ یَحْجُبْھَا فَھِیَ مِمَّا مَلَکَتْ یَمِیْنُہٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَھَا خَلْفَہٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ النَّاسِ ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین روز خیبر اور مدینہ کے درمیان قیام فرمایا، تینوں دن حضرت صفیہؓ نے آپؐ کے ساتھ شب باشی کی (اور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا) ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی نہیں تھی (بلکہ متفرق قسم کی دوسری چیزیں تھیں) آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے چمڑے کے دسترخوان بچھانے کا حکم فرمایا، جس پر کھجوریں اور پنیر اور گھی لاکر رکھ دیا گیا، میں لوگوں کو بلا لایا، اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی، (پورے لشکر میں سے جن کو نکاح کا علم نہ ہوا تھا وہ) لوگ اس تردّد میں رہے کہ صفیہؓ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا ہے یا باندی بنالیا ہے پھر اُن لوگوں نے خود ہی اس کا فیصلہ کرلیا کہ آپؐ نے ان کو پردہ میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپؐ کی بیوی ہیں اور امہات المؤمنین میں سے ہیں، ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپؐ نے اُن کو لونڈی بنالیا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے جب کوچ فرمایا تو اپنی سواری

پر اُن کے لئے پیچھے جگہ بنائی، اور اُن کو سوار کر کے اُن کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا (اس سے سب سمجھ گئے کہ وہ اُمّ المؤمنین ہیں)۔"

(صحیح بخاری ص ۵، ج ۲ باب البناء فی السفر)

تشریح: ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کے لئے تشریف لے گئے خیبر میں یہودی رہتے تھے (ان میں حضرت صفیہ کا باپ حیی بن اخطب بھی تھا) اس جنگ میں حضرت صفیہؓ کا شوہر قتل ہو گیا تھا، جنگ کے ختم پر جب قیدی جمع کئے گئے تو ان میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو آزاد کر کے نکاح فرما لیا۔

حضراتِ صحابہؓ میں یہ بات بہت مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی تھی کہ حُرّہ یعنی آزاد عورت کو پردہ میں رہنا لازم ہے، اسی لئے انہوں نے خود ہی فیصلہ کر لیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو پردہ میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کی بیوی ہیں، ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپؐ نے ان کو لونڈی بنا لیا ہے، پھر جب روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا تو سب نے سمجھ لیا کہ لونڈی نہیں بلکہ بیوی ہیں، اگر اس زمانہ میں پردہ کا رواج نہ ہوتا تو حضراتِ صحابہؓ کے دلوں میں یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

اوپر کے مسئلہ میں لونڈی سے مراد شرعی لونڈی ہے، جو کافر عورتیں میدانِ جہاد سے قید ہو کر آتی تھیں اور امیر المؤمنین اُن کو مجاہدین پر تقسیم کر دیتا تھا، وہ شرعی لونڈیاں بن جاتی تھیں، مسلمانوں نے جب سے شرعی جہاد چھوڑا ہے اس وقت سے غلام اور باندیاں بھی موجود نہیں رہیں، جو عورتیں ـــــــ ملازمت اور مزدوری پر گھروں میں کام کرتی ہیں یہ لونڈیاں اور باندیاں نہیں ہیں، ان کو پردہ کا ویسا ہی اہتمام کرنا لازم ہے جو ہر آزاد عورت کے لئے ضروری ہے، اسی طرح جو لڑکے امیر گھرانوں میں ملازم ہوتے ہیں، جب بالغ ہو جائیں یا بلوغ کے قریب پہنچ جائیں تو ان سے پردہ کرنا لازم ہے، کیسی بے شرمی کی بات ہے کہ نوکروں کے سامنے بہو بیٹیاں آتی ہیں اور ذرا بھی گناہ اور عیب نہیں سمجھتیں۔

سفر میں شادی اور ولیمہ

حدیث بالا میں جو واقعہ مذکور ہے ہم لوگوں کے لئے ایک اور اعتبار سے بھی قابلِ عبرت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر ہی میں نکاح فرمالیا اور سفر ہی میں شبِ زفاف ہوگئی، اور ولیمہ بھی وہیں ہوگیا، لوگوں نے شادی بیاہ کے لئے بڑے بکھیڑے تجویز کر رکھے ہیں، ان بکھیڑوں کی وجہ سے شادیوں میں دیر ہو جاتی ہے اور بھاری قرضوں سے زیر بار ہو جاتے ہیں، دنیا بھر کے عزیز و قریب جمع ہوں، جو سفر کے اخراجات کر کے آئیں، اور عورتوں کی تراشی ہوئی رسموں کی پابندی ہو، مکان لیپ پوت کر مزین کئے جائیں، دولہا دولہن کے لئے بہت جوڑے بنیں، زیورات تیار ہوں، اور اسی طرح کی بہت سی قیدیں اور شرطیں پیچھے لگا رکھی ہیں جو خاندانوں کے لئے عذاب بنی ہوئی ہیں، ان رسوم کو بہت سے لوگ مصیبت سمجھتے تو ہیں مگر عورتوں کے پھندے میں اور رواج کے شکنجہ میں اپنے کو ایسا پھنسا رکھا ہے کہ سنت کے موافق سادہ طریقہ پر بیاہ شادی کرنے کو عیب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

ایک بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اس موقع پر ولیمہ کیا اس میں گوشت روٹی نہیں تھی بلکہ کچھ پنیر تھا، اور کچھ دوسری چیزیں تھیں، حاضرین کے سامنے وہی رکھ دی گئیں معلوم ہوا کہ ولیمہ بغیر بکرے کاٹے اور قیمتی کھانے پکوائے بغیر بھی ہو سکتا ہے، اور غریب آدمی ولیمہ کی سنت پر عمل کر سکتا ہے، اس طرح کے ولیمہ سے گونام نہ ہوگا جس کے آج کے مسلمان حریص ہیں، مگر سنت ادا ہو جائے گی۔

مصیبت کے وقت بھی پردہ لازم ہے

(۲۱۷) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا اُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُتَنَقِّبَةٌ تَسْاَلُ عَنِ ابْنِهَا وَهُوَ مَقْتُوْلٌ فَقَالَ لَهَا بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْتِ تَسْاَلِيْنَ عَنِ ابْنِكِ وَاَنْتِ مُنَقَّبَةٌ فَقَالَتْ اِنْ

أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيْدَيْنِ قَالَتْ وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ لِأَنَّهُ قَتَلَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ ۔ (رواہ ابو داؤد فی کتاب الجهاد)۔

ترجمہ: "حضرت قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابی عورت جن کو اُمّ خلاد کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں (ان کا بیٹا کسی غزوہ میں) شہید ہوگیا تھا، جب وہ آئیں تو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں اُن کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابیؓ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لئے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو؟ حضرت اُمّ خلادؓ نے جواب دیا کہ اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہوگئی ہوں تو اپنی شرم و حیاء کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی (یعنی حیاء کا چلا جانا ایسی مصیبت زدہ کردینے والی چیز ہے جیسے بیٹے کا ختم ہوجانا) حضرت اُمّ خلادؓ کے پوچھنے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لئے دو شہیدوں کا ثواب ہے' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں؟ ارشاد فرمایا اس لئے کہ اُسے اہلِ کتاب نے قتل کیا ہے۔" (سنن ابو داؤد، ص ۳۳۶ ج ۱، کتاب الجہاد باب فضل قتال الروم)

تشریح: اس واقعہ سے بھی ان مغربیت زدہ مجتہدین کی تردید ہوتی ہے جو چہرہ کو پردہ سے خارج کرتے ہیں' اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ ہر حال میں لازم ہے' رنج ہو یا خوشی نامحرم کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا منع ہے' بہت سے مرد اور عورت ایسا طرز اختیار کرتے ہیں کہ گویا اُن کے نزدیک شریعت کا کوئی قانون مصیبت کے وقت لاگو نہیں ہے' جب گھر میں کوئی موت ہوجائے گی تو اس بات کو جانتے ہوئے کہ نوحہ کرنا سخت منع ہے عورتیں زور زور سے نوحہ کرتی ہیں' جنازہ جب گھر سے باہر نکالا جاتا ہے تو عورتیں دروازے کے باہر تک اُس کے پیچھے چلی آتی ہیں' اور پردہ کا کچھ خیال نہیں کرتیں' خوب یاد رکھو' غصہ ہو یا رضامندی' خوشی ہو یا مصیبت ہر حال میں احکامِ شریعت

کی پابندی کرنا لازم ہے۔

علاج کرانے میں پردہ کا اہتمام واجب ہے

(۲۱۸) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اِسْتَاْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِجَامَةِ فَاَمَرَ اَبَا طَيْبَةَ اَنْ يَّحْجُمَهَا قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ اَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ اَوْ غُلَامًا لَّمْ يَحْتَلِمْ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سینگی لگوانے کی اجازت طلب کی، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طیبہؓ کو حکم دیا کہ اُم سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو سینگی لگادیں۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ابو طیبہؓ سے جو سینگی لگوائی تو میرے خیال میں اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت اُم سلمہؓ کے دودھ شریک بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ از مسلم)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے علاج کے سلسلہ میں بھی پردہ کا خیال رکھنا ضروری ہے، اگر معالج کے سامنے بے پردہ ہو کر آجانے میں کچھ حرج نہ ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کیوں بتانا پڑتا کہ ابو طیبہؓ حضرت اُم سلمہؓ کے دودھ شریک بھائی یا نابالغ لڑکے تھے، ہمارے زمانہ کے لوگوں کا عجیب حال ہے کہ جن خاندانوں اور گھروں میں پردہ کا اہتمام ہے علاج کے سلسلہ میں اُن کے یہاں بھی پردہ کا خیال چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے علاج کے لئے محرم کو تلاش کریں، اگر کوئی محرم معالج نہ ملے تو غیر محرم سے بھی علاج کراسکتے ہیں۔

علاج کے لئے ستر کھولنے کے احکام لیکن اس میں شریعت کے ایک اہم اُصول

اَلضَّرُوْرَةُ تَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ کا خیال رکھنا لازم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً جتنے بدن کا دیکھنا ضروری ہے معالج بس اسی قدر دیکھ سکتا ہے، مثلاً علاج کے لئے نبض دیکھنے اور حال کہنے سے کام چل سکتا ہے تو اس سے زیادہ دیکھنے یا ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی، اسی طرح اگر بازو میں یا پنڈلی میں زخم ہے تو جتنی جگہ بدرجۂ مجبوری دیکھنے کی ضرورت ہو بس اسی قدر معالج دیکھ سکتا ہے، اگر علاج کی مجبوری کے لئے آنکھ، ناک، دانت دیکھنا ہے تو اس صورت میں پورا چہرہ کھولنا جائز نہیں، جس قدر دیکھنے سے کام چل سکتا ہو بس اسی قدر دکھا سکتے ہیں، بلکہ ایسے معالج کے لئے بھی یہی تفصیل ہے، جو عورت کا محرم ہو، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ محرم کے لئے بھی اپنی محرم عورت کا پورا بدن دیکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت کو اپنے محرم کے سامنے پیٹ اور پیٹھ اور ران کھولنا منع ہے، پس اگر پیٹ یا پیٹھ میں زخم ہو تو حکیم ڈاکٹر خواہ محرم ہو یا نامحرم صرف زخم کی جگہ دیکھ سکتا ہے، اس سے زیادہ دکھانا گناہ ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ پرانا کپڑا پہن کر زخم کے اوپر کا حصّہ کاٹ دیا جائے تاکہ پیٹ یا پیٹھ کے بقیہ حصّہ پر اس کی نظر نہ پڑے، اور چونکہ عورت کو ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کسی عورت کے سامنے بھی کھولنا جائز نہیں ہے اس لئے اگر لیڈی ڈاکٹر کو مثلاً ران یا سُرین کا پھوڑا وغیرہ دکھانا مقصود ہو تو اس صورت میں بھی کپڑا کاٹ کر صرف پھوڑے کی جگہ دکھائی جائے، اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ضرورت کے لئے حکیم ڈاکٹر کو جو جگہ دکھائی جائے تو حاضرین میں جو عزیز و اقارب موجود ہوں ان کو اس جگہ کے دیکھنے کی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر حاضرین میں سے کوئی شخص ایسا ہے جسے شرعاً اس جگہ کا دیکھنا جائز ہے تو وہ اس پابندی سے خارج ہے، مثلاً اگر پنڈلی میں زخم ہے اور ڈاکٹر یا جراح کو دکھانا ہے اور عورت کا باپ یا حقیقی بھائی بھی وہاں موجود ہے اس نے اگر دیکھ لیا تو گناہ نہ ہوگا، کیونکہ پنڈلی کا کھولنا محرم کے سامنے درست ہے۔

فائدہ:۔ یہ تفصیل جو ابھی ذکر کی گئی ہے مرد کے علاج کے سلسلہ میں بھی ہے کیونکہ ناف سے لے کر گھٹنے تک مرد کا مرد سے بھی پردہ ہے، اگر ران یا سُرین کا زخم

کسی ڈاکٹر کو دکھانا ہے، یا کولہے میں کسی مجبوری سے انجکشن لگوانا ہے تو صرف ڈاکٹر بقدر ضرورت دیکھ سکتا ہے، دوسرے لوگوں کو دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ:۔ زمانۂ حمل وغیرہ میں اگر دائی سے پیٹ ملوانا ہو تو ناف سے نیچے کا بدن کھولنا درست نہیں ہے، چادر وغیرہ ڈال لینی چاہیئے، بلاضرورت کوئی جگہ دائی کو بھی دکھانا جائز نہیں۔

ولادت کے موقع پر بے احتیاطی

بچہ پیدا ہونے کے وقت دائی اور نرس کو صرف بقدرِ ضرورت پیدائش کی جگہ دیکھنا جائز ہے، اس سے زیادہ دیکھنا منع ہے، اور آس پاس جو عورتیں موجود ہوں اگرچہ ماں بہنیں ہی ہوں ان کو بھی دیکھنا منع ہے، کیونکہ ان کا دیکھنا بلاضرورت ہے، لہٰذا ان کو نظر ڈالنے کی اجازت نہیں، یہ جو دستور ہے کہ عورت کو ننگا کر کے ڈال دیتے ہیں، اور سب عورتیں دیکھتی رہتی ہیں یہ حرام ہے۔

مسئلہ:۔ اگر غیر مسلم دائی یا نرس بچہ پیدا کرنے کے لئے بلائی جائے تو اس کے سامنے سر کھولنا حرام ہوگا، کیونکہ کافر عورت کے سامنے مسلمان عورت صرف منہ اور پہنچوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے دونوں پیر کھول سکتی ہے، ان کے علاوہ ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں، غیر مسلم عورتیں مثلاً بھنگن، دھوبن، نرس، لیڈی ڈاکٹر وغیرہ جو بھی ہوں ان سب کے متعلق یہی حکم ہے۔

بعض جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ رواج ہے کہ بجائے دائیوں کے مرد ڈاکٹروں سے بچہ جنواتے ہیں، جبکہ اپنی ہمجنس کو بھی اپنی جنس کے ستر کی طرف بھی بلاضرورت نظر ڈالنا ممنوع ہے تو غیر جنس کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے، اور غیر جنس میں بھی جتنا بُعد ہوتا جائے گا اتنا ہی ممانعت اور حرمت میں تشدد بڑھتا جائے گا، مسلمان عورت کی ہمجنس قریب مسلمان عورت ہے، اوّل بوقتِ ضرورت اس کو اختیار کیا جائے، اس کے بعد کافر عورت ہے، اس کے بعد ڈاکٹر کی اگر ضرورت ہی آپڑے تو مسلمان ڈاکٹر کو اختیار کیا جائے وہ بھی نہ ہو تو کافر کی طرف رجوع کیا جائے، نہ یہ کہ اوّلاً ہی کافر مرد کے پاس لے جائیں یا اس

کو بلائیں، یہ سخت بے حیائی اور گناہ اور تقلیدِ بے جا ہے، اور بچہ کی پیدائش کرانے کے لئے ڈاکٹر اور نرس کا ضروری ہونا قابلِ تسلیم نہیں ہے، کیونکہ جب تک یہ رواج شروع نہ ہوا تھا تب بھی برابر بچے ہوتے تھے، اور اب بھی جن خاندانوں میں غیرت اور حمیت ہے ان میں برابر بچے ہوتے ہیں، اور دائیاں پردہ کے ساتھ سب کام کرتی ہیں۔

تنبیہ: بعض عورتیں منہار سے چوڑیاں پہنتی ہیں جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا پڑتا ہے، یہ گناہ ہے چونکہ ایسا کرنے کی کوئی مجبوری نہیں ہے اس لئے اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

سسرال والے مردوں سے پردہ کی سخت تاکید

(۲۱۹) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ عورت کی سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶۸، از بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث میں جو سب سے زیادہ قابلِ توجہ چیز ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ اور دیور اور نندوئی وغیرہ سے اور اسی طرح سسرال کے دوسرے مردوں سے گہرا پردہ کرے، یوں تو ہر نامحرم سے پردہ کرنا لازم ہے، لیکن جیٹھ دیور اور اُن کے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروری ہے جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنا سمجھ کر اندر بلا لیا

جاتا ہے، اور بلا تکلف جیٹھ دیور اور شوہر کے عزیز و اقارب اندر چلے جاتے ہیں، اور بہت سے زیادہ خلا ملا کر لیتے ہیں، اور ہنسی دل لگی تک کی نوبتیں آجاتی ہیں، شوہر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اپنے لوگ ہیں اُن سے کیا روک ٹوک کی جائے، لیکن جب دونوں طرف سے یگانگت کے جذبات ہوں، اور کثرت سے آنا جانا ہو اور شوہر گھر سے غائب ہو تو پھر اَن ہونے واقعات تک رونما ہو جاتے ہیں، ایک پڑوسی کسی عورت کو اتنی جلدی اغوا نہیں کر سکتا جتنی جلدی اور بآسانی دیور جیٹھ اپنی بھابی کو اغوا کرنے یا بے حیائی کے کام پر آمادہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

انہی حالات کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُسرال کے مَردوں سے بچنے اور پردہ کرنے کی سخت تاکید فرما دی ہے، اور ان لوگوں کو موت بتا کر یہ بتا دیا ہے کہ ان سے ایسا پرہیز کرو جیسا موت سے بچتی ہو، اور مَردوں کو بھی حکم ہے کہ اپنی بھاوج اور سالے وغیرہ کی بیوی سے خلا ملا نہ رکھیں، اور نظر نہ ڈالیں، قال فی اللمعات والمراد تحذیر المرأۃ منھم کما یحذر من الموت فان الخوف من الاقارب اکثر والفتنۃ منھم اوقع لتمکنھم من الوصول والخلوۃ من غیر نکیر۔

بعض عورتیں اپنے دیور کو چھوٹی عمر میں پرورش کرتی ہیں اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس سے پردہ کرنے کو بُرا سمجھتی ہیں، اور اگر مسئلہ بتایا جاتا ہے کہ یہ نامحرم ہے تو کہتی ہیں کہ اس کو ہم نے چھوٹا سا پالا ہے، رات دن ساتھ رہا ہے اس سے کیا پردہ، یہ بڑے گناہ کی بات ہے، کہ آدمی گناہ بھی کرے اور شریعت کے مقابلہ میں کٹ حجتی پر اُتر آئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو دیور کو موت بتائیں اور جہالت کی ماری عورتیں اس کے سامنے آنے کو ضروری سمجھیں، یہ کیا مسلمانی ہے؟

تنبیہ: پردہ حقِ شرع ہے شوہر کا حق نہیں ہے، بہت سی عورتیں سمجھتی ہیں کہ شوہر جس سے پردہ کرائے اس سے پردہ کیا جائے اور شوہر جس کے سامنے آنے کو کہے اس کے سامنے آجائیں، یہ سراسر غلط ہے، شوہر ہو یا کوئی دوسرا شخص اس کے کہنے سے گناہ کرنے

کی اجازت نہیں ہو جاتی، خوب سمجھ لو۔

نابینا سے پردہ کرنے کا حکم

(۲۲۰) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا کَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَیْمُوْنَۃُ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَیْہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَامِنْہُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ ھُوَ اَعْمٰی لَایُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ ؀

(رواہ احمد والترمذی وابو داؤد)

ترجمہ: "ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ اچانک عبداللہ بن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سامنے سے آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے (چونکہ عبداللہؓ نابینا تھے، اس لئے ہم دونوں نے ان سے پردہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا، اور اسی طرح اپنی جگہ بیٹھی رہیں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو وہ نہیں دیکھ رہے ہیں! اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں (بھی) نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟"۔

(مشکوٰۃ ص ۲۶۹ از احمد و ترمذی و ابو داؤد)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی جہاں تک ممکن ہو سکے مردوں پر نظر نہ ڈالیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا تھے، پاکباز صحابی تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں بیویاں نہایت پاک دامن تھیں، اس کے باوجود بھی آپ نے دونوں بیویوں کو حکم فرمایا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پردہ کریں یعنی ان پر نظر نہ ڈالیں۔

دیکھو! جہاں بدنظری کا ذرا بھی احتمال نہ تھا وہاں اس قدر سختی فرمائی گئی تو آج کل کی عورتوں کے لئے اس امر کی کیوں کر اجازت ہو سکتی ہے کہ مردوں کو جھانکا تاکا کریں' یوں اگر کوئی عورت کسی مجبوری سے سفر میں نکلی اور راستہ چلتے ہوئے بلا اختیار راہ گیروں پر نظر پڑ گئی تو وہ دوسری بات ہے' لیکن قصداً وارادۃً مردوں پر نظر ڈالنا منع ہے۔ سورۂ نور کی آیت پہلے گذر چکی ہے' جس میں مردوں اور عورتوں کو نظریں پست کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اسی سے بیاہ شادی کی اس قبیح رسم کی ممانعت بھی معلوم ہوئی کہ جب دولہا دلہن کو لے کر رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کو سلامی کے لئے گھر کے اندر بلایا جاتا ہے' اور جو عورتیں کنبہ کی یا پاس پڑوس کی یا مہمانی میں دور دراز سے آنے والی موجود ہوتی ہیں سب دولہا کو دیکھتی ہیں' اور سالیاں اس سے مذاق کرتی ہیں' کوئی اس کا جوتہ چھپاتی ہے' اور کوئی اس کے منہ پر چونا لگاتی ہے اس طرح عورتوں کے بھرے مجمع میں ایک غیر محرم مرد کا آجانا جو جوانی سے بھرپور ہے اور بہترین لباس و پوشاک پہنے ہوئے ہے کسی طرح درست نہیں' خصوصاً جبکہ عورتوں کا مقصد بھی دولہا کو دیکھنا ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ سلامی کی مجلس برخواست ہونے کے بعد عورتیں بڑی بے باکی سے دولہا کی شکل و صورت پر تبصرہ کرتی ہیں۔

بدنظری سببِ لعنت ہے

(۲۲۱) وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: "حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی۔

(مشکوٰۃ ص ۲۷۰ از بیہقی فی شعب الایمان)

تشریح :۔ یہ حدیث بہت سی جزئیات پر حاوی ہے، جس میں بطور قاعدۂ کلیہ کے ہر نظر حرام کو مستحق لعنت بتایا ہے، اور نہ صرف دیکھنے والے پر لعنت بھیجی بلکہ اپنی خوشی اور اختیار سے جو کوئی بھی مرد عورت کسی ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں سے شریعت کے خلاف نظر ڈالی جاسکے، یا کوئی بھی مرد عورت کسی مرد و عورت کے سامنے وہ حصہ کھول دے یا کھلا رہنے دے جس کا دیکھنا دیکھنے والے کے لئے حلال نہ ہو تو یہ دکھانے والا بھی مستحق لعنت ہے۔

اپنے اختیار سے بے پردگی کی جگہ کھڑا ہونے کی مذمت

مزید تشریح یہ ہے کہ کوئی عورت بغیر پردہ کے بازار میں یا میلہ میں یا پارک میں چلی گئی، جس کی وجہ سے غیر مردوں نے اُسے دیکھ لیا، تو وہ مرد اور عورت اس لعنت کے مستحق ہوئے، اسی طرح کوئی عورت دروازہ سے یا کھڑکی سے یا برآمدہ سے باہر تاکتی جھانکتی ہے تو یہ عورت بدنظری کی وجہ سے مستحق لعنت ہے، اور غیر مردوں کو دیکھنے کا موقع دینے سے بھی لعنت کی مستحق ہوئی، اسی طرح سے شادی کے موقع پر سلامی کے لئے جب دولہا اندر گھر میں آگیا اور نامحرم عورتوں کو دیکھنے کا موقع دیا تو یہ دولہا عورتوں کے درمیان بیٹھنے کی وجہ سے اور عورتیں اس کو دیکھنے کی وجہ سے لعنت کی مستحق ہوئیں، کسی عورت نے کسی عورت کو اگر ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کا حصہ پورا یا کچھ دکھلا دیا تو دیکھنے والی اور دکھانے والی دونوں لعنت کی مستحق ہوئیں، اسی طرح اگر کسی مرد نے کسی مرد کے سامنے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے ختم کا پورا حصہ کھول دیا تو دکھلانے والا اور دیکھنے والا دونوں لعنت کے مستحق ہوئے، کسی عورت نے اپنے محرم یعنی باپ بھائی وغیرہ کے سامنے اپنا پیٹ یا پیٹھ یا ران یا گھٹنا کھول دیا تو دیکھنے والا اور دکھانے والی دونوں نے لعنت کا کام کر لیا، بہت سے مغربیت زدہ گھرانوں میں یہ آفت ہے کہ انگریز عورتوں کی دیکھا دیکھی صرف ایک فراک پہنے ہوئے گھروں میں رہتی ہیں اور پائجامہ یا ساڑھی کی جگہ ذرا سی لنگوٹی یا جانگیا پہنے رہتی ہیں، جس کی وجہ سے رانیں اور گھٹنے گھر کے مردوں کے سامنے بلکہ نوکروں کے سامنے بھی (جن کو گھروں میں رکھنا حرام ہے)

کھلے رہتے ہیں اس طرح سے گھر کے سب مرد وعورت مستحق لعنت ہوتے ہیں۔

نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنے اور رات گذارنے کی ممانعت

(۲۲۲) وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثُھُمَا الشَّیْطَانُ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں ان دونوں کے علاوہ تیسرا فرد شیطان بھی ضرور موجود ہوتا ہے۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹ از ترمذی)

تشریح: شیطان کا کام معلوم ہی ہے کہ وہ گناہ کراتا ہے، جب بھی کوئی مرد غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوگا تو شیطان بھی وہاں موجود ہوگا جو دونوں کے جذبات کو ابھارے گا، اور دونوں کے دلوں میں خراب کام کرنے کے وسوسے ڈالے گا، اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ غیر محرم کے پاس تنہائی میں رہنے کی ممانعت فرمائی، اس ممانعت پر بڑی سختی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے، خواہ استاد ہو یا پیر ہو، یا ماموں، پھوپھی، چچا اور خالہ کا بیٹا ہو، ان کے پاس تنہائی میں رہنے سے عورت کو پرہیز کرنا لازم ہے اور مردوں کو بھی نامحرم عورتوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے اٹھنے سے بچنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے، نامحرم سے خلاملا گناہ ہے۔

(۲۲۳) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا یَبِیْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَاءَۃٍ ثَیِّبٍ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَاکِحًا اَوْ ذَا مَحْرَمٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار کوئی شخص ہرگز کسی بے شوہر والی عورت کے پاس رات نہ گذارے، اِلّا یہ کہ ایسا شخص ہو جس نے اس عورت سے نکاح کرلیا ہو یا اس کا محرم ہو۔“ (مشکوٰۃ ص ۲۶۸ از مسلم)

تشریح: اس حدیث پاک میں بہت سختی کے ساتھ اس چیز کی ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی یا محرم عورت کے علاوہ کسی غیر محرم کے پاس رات کو رہے، یہ ممانعت بڑی دور اندیشی پر مبنی ہے اور اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے، یوں تو ہر وقت ہی نامحرم مرد و عورت کا تنہائی میں رہنا منع ہے، جیسا کہ ابھی ابھی گذشتہ حدیث میں گذرا، لیکن خصوصیت کے ساتھ کسی غیر محرم کے ساتھ رات کو رہنے کی ممانعت سختی کے ساتھ اس لئے فرمائی کہ رات کی اندھیری اور یکسوئی میں گناہ کرنے کا موقعہ مل جانا آسان ہوتا ہے، اس ممانعت میں ہر نامحرم آگیا، جیٹھ، دیور، نندوئی، چچازاد بھائی، ماموں اور پھوپھی کا لڑکا، یہ سب غیر محرم ہیں، عورتیں عموماً ان کے پاس بے دریغ تنہائی میں چلی جاتی ہیں، اور رات ہو یا دن ان سے پردہ کرنے کا اہتمام نہیں کرتی ہیں، شریعت کے نزدیک یہ سخت منع ہے، مرد عورت دونوں کے لئے حکم برابر ہے، کہ نامحرم کے ساتھ تنہائی میں رات نہ گذاریں، حدیث میں خصوصیّت سے مرد کو اس لئے خطاب فرمایا کہ مرد طاقت ور ہوتا ہے اگر وہ تنہائی میں کسی نامحرم عورت کے پاس پہنچ جائے تو عورت اس کو ہٹانے سے عاجز ہوگی لہٰذا خطاب کا رُخ مرد کی طرف رکھا گیا، کہ غیر عورت کے پاس رات نہ گذارے، اگر کوئی مرد اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو عورت پر لازم ہے کہ وہاں سے چل دے اور اس مرد کو تنہا چھوڑ دے، حدیث میں لَا يَبِيتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَأَةٍ ثَيِّبٍ فرمایا ہے ”ثَيِّب“ بیوہ عورت کو کہتے ہیں، جس کا شوہر نہ ہو اس کو بھی ثیب کہتے ہیں، اس عموم میں بیوہ بھی آگئی اور کنواری بھی اور مطلّقہ بھی۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم میں کہتے ہیں کہ ثیب کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ نکاح کی خواہش رکھنے والے یا خراب خیال والے لوگ بیوہ کو بے ٹھکانا سمجھ

کر اس کے پاس آنا جانا رکھنا چاہتے ہیں، اور کنواری لڑکی کے پاس بے محابا جانے کی جرأت بھی نہیں کرتے، اور وہ خود بھی اپنے کو محفوظ رکھنا چاہتی ہے، اور گھر والے بھی اس کی حفاظت کا خیال رکھتے ہیں، اس کے بعد علامہ موصوف ؒ لکھتے ہیں کہ جب ثیّب کے پاس غیر محرم کو رات گذارنے کی ممانعت ہے، حالانکہ اس کے پاس آنے جانے میں تساہل برتا جاتا ہے تو کنواری عورت کے پاس نامحرم کو رات گذارنا بطریق اولیٰ منع ہوا۔

مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے کتنا پردہ ہے

(۲۲۴) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَۃُ اِلَی الْمَرْاَۃِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھے، اور نہ ننگے ہو کر دو مرد ایک کپڑے میں لیٹیں اور نہ دو عورتیں ایک کپڑے میں ننگی ہو کر لیٹیں۔" (مشکوٰۃ ص ۲۶۸ از مسلم)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح عورت کا مرد سے پردہ ہے اسی طرح عورت کا عورت سے اور مرد کا مرد سے بھی پردہ ہے، لیکن پردوں میں تفصیل ہے، ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کسی بھی مرد کو کسی مرد کی طرف دیکھنا حلال نہیں ہے، بہت سے لوگ آپس میں زیادہ دوستی ہو جانے پر پردہ کی جگہ ایک دوسرے کو بلاتکلف دکھا دیتے ہیں، یہ سراسر حرام ہے، اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کھولنا حرام ہے، اور کافر عورت کے سامنے منہ اور گٹے تک ہاتھ اور ٹخنے تک پیر کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ یا کوئی بال کھولنا بھی درست نہیں، بچہ پیدا ہونے کے چند روز بعد زچہ کو غسل کرایا جاتا ہے تو گھر کی سب عورتیں اس کو ننگی کر کے نہلاتی ہیں، اور رانیں وغیرہ سب

دیکھتی ہیں، یہ بہت بڑی بے غیرتی ہے اور حرام ہے۔

مسئلہ:۔ جتنی جگہ میں نظر کا پردہ ہے اتنی جگہ کو چھونا بھی درست نہیں ہے، چاہے کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کسی بھی مرد کو یہ جائز نہیں کہ کسی مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصّہ کو ہاتھ لگائے اسی طرح کوئی عورت کے ناف سے نیچے کے حصّہ کو گھٹنوں کے ختم تک ہاتھ نہیں لگا سکتی، اسی وجہ سے حدیث بالا میں دو مردوں کو ایک کپڑے میں ننگے ہو کر لیٹنے کی ممانعت فرمائی ہے، اور یہی ممانعت عورتوں کے لئے بھی ہے یعنی دو عورتیں ایک کپڑے میں ننگی ہو کر نہ لیٹیں۔

شوہر کے سامنے کسی دوسری عورت کا حال بیان کرنے کی ممانعت

(۲۲۵) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتُهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا۔ (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ ہم مجلس ہونے کے بعد اپنے شوہر کے سامنے اس دوسری عورت کا پورا پورا حال (ناک نقشہ اور حسن وجمال وغیرہ کا) اس طرح بیان نہ کرے کہ جیسے وہ اس عورت کو دیکھ رہا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ از بخاری ومسلم)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے شوہر کے سامنے کسی بات کے سلسلہ میں یوں ہی اگر کسی عورت کا ذکر آجائے تو اس حد تک مضائقہ نہیں ہے، لیکن اس کے سامنے کسی عورت کا پورا پورا حال اس طرح بیان نہ کرے کہ جیسے سن کر اس عورت کے حسن وجمال اور خدوخال کا نقشہ اس کے ذہن میں آجائے، کسی عورت کے احوال کا ایسا صاف اور واضح بیان اپنے

مرد کے سامنے کرنا بھی ایک طرح کی بے پردگی ہے، جیسے کسی کو آنکھ سے دیکھ کر طبیعت مائل ہو جاتی ہے ایسے ہی بغیر دیکھے حُسن و جمال کا حال سن کر دل میں اُمنگ پیدا ہوتی ہے، اور دیکھنے اور ملاقات کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے، لہٰذا اس طرح کے تذکرہ سے منع فرمایا، اور اس میں بیان کرنے والی کے نقصان کا بھی اندیشہ ہے، کیونکہ اپنا شوہر اگر اس عورت کے حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گیا تو پچھتائے گی۔

نامحرم عورتوں سے مُصافحہ کرنے کی ممانعت

(۲۲۶) وَعَنْ اُمَیْمَۃَ بِنْتِ رُقَیْقَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نِسْوَۃٍ بَایَعْنَہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ فَقُلْنَ لَہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) نُبَایِعُکَ عَلٰی اَنْ لَّا نُشْرِکَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِیْ وَلَا نَقْتُلَ اَوْلَادَنَا وَلَا نَاْتِیْ بِبُھْتَانٍ نَفْتَرِیْہِ بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَاَرْجُلِنَا وَلَا نَعْصِیْکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ قَالَتْ فَقُلْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنْ اَنْفُسِنَا ھَلُمَّ نُبَایِعْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ اِنَّمَا قَوْلِیْ لِمِائَۃِ امْرَاَۃٍ کَقَوْلِیْ لِامْرَاَۃٍ وَّاحِدَۃٍ اَوْ مِثْلَ قَوْلِیْ لِامْرَاَۃٍ وَّاحِدَۃٍ۔

(رواہ مالک فی الموطاء ماجاء فی البیعۃ)

ترجمہ: حضرت اُمیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور چند دیگر عورتیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعتِ اسلام کے لئے حاضر ہوئیں، عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ سے ان شرطوں پر بیعت ہوتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، اور چوری نہ کریں گی اور زنا نہ کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اور کوئی بہتان کی اولاد نہ لادیں گی، جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ڈالیں (اور اپنے شوہر کی اولاد بتائیں)

اور نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، یہ سُن کر آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اور کہہ لو کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق پورا عمل کریں گی، یہ سُن کر اُن عورتوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جتنا ہم اپنے نفسوں پر رحم کرتے ہیں، اس کے بعد ان عورتوں نے عرض کیا (یا رسول اللہ زبانی اقرار تو ہم نے کر ہی لیا ہے) لائیے (ہاتھ میں ہاتھ دے کر بھی) آپ سے بیعت کرلیں، یہ سُن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا (جو میں نے زبان سے کہہ دیا سب کے لئے لازم ہو گیا، اور الگ الگ بیعت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ) سو عورتوں سے (بھی) میرا وہی کہنا ہے جو ایک عورت سے کہنا ہے۔

(مؤطا امام مالک علیٰ اوجز المسالک ص ۹۴۴ ج ۶)

(۲۲۷) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ فَمَنْ أَقَرَّتْ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا وَلَا وَاللهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ قَدْ بَايَعْتُكِ۔

(اخرجه البخاری فی تفسیر سورة الممتحنة)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤمن عورتوں میں سے جس نے اُن شرطوں کا اقرار کر لیا (جن کا گذشتہ حدیث میں اور سورۂ ممتحنہ میں ذکر ہے) تو اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبانی فرما دیا کہ میں نے تجھے بیعت کر لیا، (کیونکہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر آپؐ عورتوں کو بیعت نہ فرماتے تھے) خدا کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے بیعت کرتے وقت (بھی) کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا، آپؐ عورتوں کو صرف زبانی بیعت فرماتے تھے، آپؐ کا ارشاد ہوتا تھا قَدْ بَايَعْتُكِ، میں نے تجھے بیعت کر لیا۔"

(صحیح بخاری ص ۷۲۶ ج ۲)

تشریح :۔ ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہادیٔ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ بیعت کے سلسلہ میں نہیں چھوا، جب کسی عورت نے بیعت کے لئے عرض کیا آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ میں نے تم کو بیعت کرلیا، جب چند عورتوں نے اکٹھے ہوکر بیعت کی درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ: "اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ" یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔

اس کے بعد فرمادیا کہ سو عورتوں سے میرا وہی کہنا ہے جو ایک عورت سے کہنا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے ہی سے بیعت نہیں ہوتی بلکہ زبانی کہہ دینا بھی کافی ہے، پس جبکہ زبانی بیعت سے کام چل سکتا ہے تو غیر محرم عورتوں کا ہاتھ کیوں ہاتھ میں لیا جائے؟

اب ذرا ہم اپنے زمانہ کے نام نہاد پیروں اور جاہل مرشدوں کی بدحالی کا بھی جائزہ لیں، یہ پیری کے جھوٹے مدعی مریدنیوں میں بے حجابانہ پردہ کے اہتمام کے بغیر یوں ہی گھس جاتے ہیں، اور مرید کرتے وقت ہاتھ میں ہاتھ بھی لیتے ہیں، جس کی وجہ سے عموماً ایسے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں جن کا پیش آجانا بے پردگی اور بے شرمی کے بعد ضروری ہوجاتا ہے، بھلا ایسے فاسق لوگ اس لائق ہوسکتے ہیں کہ کوئی مسلمان ان سے مرید ہو؟ ہرگز نہیں۔

تنبیہ :۔ جو مرد و عورت آپس میں محرم ہوں ایک دوسرے کے اُن اعضاءِ جسم کو چھو بھی سکتے ہیں جن کو شرعاً دیکھنا درست ہو، اور آپس میں مصافحہ بھی کرسکتے ہیں، بشرطیکہ طرفین میں سے کسی کے متعلق شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اور غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے، اگرچہ بلا شہوت ہو، یورپ و امریکہ کے طریقہ پر حکام کے طبقہ میں یا گریجویٹ قسم کے لوگوں میں جو یہ دستور ہے کہ دعوتوں اور پارٹیوں میں اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے ہیں اور دوسروں کی عورتوں سے خود مصافحہ کرتے ہیں اور اپنی عورتوں سے نامحرموں کا مصافحہ کراتے ہیں یہ حرام ہے، اسلام کے احکام سب کے لئے

ہیں، حاکم ہو یا محکوم، امیر ہو یا غریب، گورا ہو یا کالا، دیسی ہو یا پردیسی، البتہ بہت بوڑھی سے مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اور نفس پر اطمینان ہو۔

(قال فی الدر المختار اما العجوز التی لا تشتھی فلا بأس بمصافحتھا مس یدھا اذا امن) "بہت بوڑھی عورت جو ذرا بھی محل رغبت نہ رہی ہو، اس کو صرف چہرہ اور دونوں پہونچوں تک ہاتھ کھول کر غیر محرم کے سامنے آنے کی اجازت ہے لیکن اس سے بھی پرہیز کرے تو بہتر ہے۔"

سورۂ نور میں ارشاد ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ	"اور بڑی بوڑھی عورتیں (جو بڑھاپے
الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا	کے باعث حیض سے اور اولاد کے جننے
فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ	سے) بیٹھ چکی ہیں، جن کو کسی کے نکاح میں
اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ	آنے کی کوئی امید نہ رہی ہو ان کو اس
غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ	بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے (زائد)
وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ	کپڑے (غیر محرم کے سامنے) اتار رکھیں،
لَّهُنَّ، وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔	(جن سے چہرہ چھپا رہتا ہے) بشرطیکہ

اظہارِ زینت کا خیال نہ ہو اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

اس آیت میں بوڑھی کھوسٹ عورت کو نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت دینے کے باوجود یہ فرمایا ہے کہ پرہیز کریں تو بہتر ہے، پس جو عورت ذرا بھی محلِ رغبت ہو اس کے لئے چہرہ کھول کر غیر محرم کے سامنے جانے کی کیونکر گنجائش ہو سکتی ہے جبکہ اس کو نامحرموں کے سامنے چہرہ ڈھانکنے کا مستقل حکم بھی ہے۔

حماموں اور تالابوں میں غسل کرنے کے احکام

(۲۲۸) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ اِزَارٍ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيْلَتَهُ الْحَمَّامَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ تُدَارُ عَلَيْهِ الْخَمْرُ (رواہ الترمذی والنسائی)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ بغیر تہبند کے حمام میں نہ داخل ہو، اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸۴ از ترمذی ونسائی)

تشریح: جو قومیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے محروم ہیں حیاء و شرم سے خالی ہیں، انسان کا نفس شرم و حیاء کی پابندی سے بچتا ہے، اس لئے جو دینِ حق کے پابند نہیں ہوتے شرم و حیائے سے بھی آزاد ہوتے ہیں، رل مل کر مردوں اور عورتوں کا نہانا اور پردہ کا اہتمام نہ کرنا جاہلیت کی تہذیبِ قدیم میں بھی تھا اور اب تہذیبِ جدید میں بھی ہے، حجاز سے باہر عہدِ نبوت میں ایسے حماموں کا رواج تھا، جن میں مرد و عورت بغیر کسی پردہ اور شرم کے اکٹھے ہو کر نہایا کرتے تھے، اور یہ اُن کے رواج اور سماج میں داخل تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوّل تو مردوں اور عورتوں کو ایسے حمام میں غسل کرنے سے منع فرمایا، پھر بعد میں مَردوں کو تہبند باندھ کر نہانے کی اجازت دی (لیکن یہ اجازت اس شرط سے ہے کہ کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور کسی عورت پر نظر نہ ڈالے) اور عورتوں کے لئے ان حماموں میں نہانے کی ممانعت علیٰ حالہٖ باقی رہی، کیونکہ پورے کپڑے پہن کر بھی عورت غسل کرے گی تب بھی مَردوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں گی، بھیگا ہوا کپڑا بدن پر اس طرح چپک جاتا ہے کہ اجزاءِ بدن کو الگ الگ ظاہر کرتا ہے، اس حالت میں اگر مَردوں کی نظر کسی عورت پر پڑے گی تو مزید کشش کا باعث بنے گی، ترغیب و ترہیب کی ایک روایت میں ہے کہ تہمد اور کُرتہ اور دوپٹہ پہن کر بھی عورت کو مذکورہ بالا حماموں

میں غسل کرنے کی ممانعت فرمائی۔

ہمارے اس زمانہ میں کلب بنانے اور اس کا ممبر بننے کا رواج ہے، انہی کلبوں میں بعض کلب نہانے کے اور بعض تیرنے کے بنائے جاتے ہیں، مرد و عورت لڑکے لڑکیاں اکٹھے مل کر نہاتے اور تیرتے ہیں، اور تیراکی کے مقابلے کرتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے ننگے جسموں کی بے پردگی ہوتی ہے، یہ اختلاط نظر فریبی اور عشق بازی پر آمادہ کرتا ہے، اس طرح کے کلب یورپ کے بے شرموں کی ایجاد ہیں، مگر افسوس ہے کہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے بھی اس طرح کے کلبوں کے ممبر بننے کو بڑا کارنامہ سمجھنے لگے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگر کوئی کلب ایسا ہو جس میں صرف مرد ہی نہاتے ہوں تب بھی اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے کہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک نہ دیکھے، اسی طرح سے کشتیوں کے اکھاڑوں اور فٹ بال وغیرہ کے میچوں میں ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کے کسی حصہ کو کسی کے سامنے کھولنا یا کسی کے ستر کا کوئی حصہ دیکھنا سخت ممنوع ہے، افسوس ہے کہ کشتی کے مقابلوں میں کرکٹ و فٹ بال وغیرہ کے میچوں میں بڑے بڑے دینداری کے دعویدار اس مسئلہ کو بھول جاتے ہیں، اور ستر دیکھنے دکھانے کو ذرا عیب نہیں سمجھتے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان میں غسل کر رہا ہے (اس کے بعض اعضاء وغیرہ کھلے ہوئے تھے) اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف لے آئے، اور اللہ پاک کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالٰی شرم والا ہے، اور پردہ کو پسند فرماتا ہے، لہٰذا تم میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو پردہ میں کیا کرے۔ (ابوداؤد شریف)

جن ملکوں اور علاقوں (مثلاً بنگال و آسام وغیرہ) میں تالابوں میں غسل کرنے کا رواج ہے وہاں تالابوں پر بہت بے پردگی ہوتی ہے اور ان علاقوں میں بہت ہی بدترین رواج ہے کہ مرد و عورت اکٹھے تالاب میں نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں جس کی وجہ سے عورتوں کا سر اور سینہ اور پنڈلیاں اور کمر اور پیٹ مرد دیکھتے ہیں، حالانکہ یہ دیکھنا اور دکھانا حرام ہے، بعض قوموں اور خاندانوں میں یہ دستور ہے کہ عورت کی

جہاں عمر ڈھلی بس اس نے صرف ساڑھی سے کام چلانا شروع کر دیا، کرتہ، قمیض یا بلاؤز وغیرہ بالکل ندارد، بے تکے طریقہ پر آدھی پنڈلیوں تک ساڑھی لپیٹ لی اور کچھ حصہ سر پر ڈال لیا، پیٹ، کمر، سینہ، آدھی آدھی پنڈلیاں اور اکثر سر بھی کھلا رہتا ہے، مدراس، بہار، بنگال، آسام وغیرہ میں سفر کیا جائے تو ریلوں میں اس طرح کی عورتیں بہت ملیں گی، ان میں مسلمان عورتیں بھی ہوتی ہیں، ننگا رہنا تو ان لوگوں کا شعار ہے جو فخرِ عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے محروم ہیں، مسلمانوں کو ہر بات میں اپنے دین پر قائم رہنا لازم ہے اسلام تو ہرگز بے غیرتی اور بے پردگی کو روا نہیں رکھتا، پردہ کے احکام بوڑھی عورتوں کے لئے بھی ہیں، بس اتنا سا فرق ہے کہ جو زیادہ بوڑھی عورت ہو صرف منہ اور ہتھیلی اور ٹخنے تک پاؤں نامحرم کے سامنے کھول سکتی ہے، سر، کمر، پیٹ اور پنڈلی نامحرم کے سامنے بوڑھی عورت کے لئے بھی کھولنا حرام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمام میں غسل کرنے کی ممانعت کے بعد دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو، ہمارے اس زمانہ میں جس طرح بے پردگی کو لوازمِ ترقی میں داخل کر لیا ہے اور اس کے لئے مغربیت زدہ مجتہدین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح بے پردگی عام ہو جائے اسی طرح سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے والے لوگ جو یورپ اور امریکہ کے ماحول میں کچھ دن گذار چکے ہیں، شراب کے پینے اور پلانے کو پارٹیوں اور دعوتوں کا جزوِ اعظم بنائے ہوئے ہیں، ان لوگوں کو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ترقی نظر نہیں آتی بلکہ یورپ اور امریکہ کے بے حیاء انسانوں کی تقلید میں عروج سمجھتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ جس دسترخوان پر شراب کا دور چل رہا ہو اس پر مت بیٹھو، اور ان مدعیانِ دین و دانش کا یہ حال ہے کہ اسلامی جمہوریہ اور دینی حکومت کے نام پر جو دعوتیں کرتے ہیں اُن کو بھی شراب کے ذریعہ رنگین کئے بغیر باز نہیں رہتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے شراب پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے بنانے والے پر اور اس کو اٹھا کر دوسری جگہ لے جانے والے پر اور جس کے پاس لے جائے اس پر بھی۔ (ابوداؤد شریف، ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ ،

"یعنی شراب مت پی کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

یہ ہر برائی کی کنجی اُن لوگوں میں جو دنیا کے اعتبار سے اونچے طبقہ میں شمار ہیں خوب پی اور پلائی جاتی ہے، اور ہر برائی کا ان لوگوں سے ظہور ہوتا رہتا ہے اور ان پر جو اللہ کی لعنت برستی ہے اس سے بچنے کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔

سفر میں عورت کے جان و مال اور عفت کی حفاظت کے لئے شریعت کا ایک تاکیدی حکم

(۲۲۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ محرم کے بغیر ایک دن ایک رات کی مسافت کا سفر کرے۔" (بخاری ص ۱۴۸ ج ۱)

تشریح: اس حدیث میں مسلمان عورت کو ایک بہت ہی اہم حکم دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ایک رات کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے، بعض روایات میں محرم کے بغیر مطلق سفر کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے، اور بعض روایات میں ہے کہ عورت کو تین دن تین

رات کا سفر بغیر محرم کے ممنوع ہے، احتیاط کا تقاضا تو یہی ہے کہ قریب کا سفر ہو یا دور کا عورت بغیر محرم کے نہ جائے، خصوصاً اس زمانہ میں جو فتنوں کا زمانہ ہے، لیکن دیگر احادیث کے پیشِ نظر ایسے سفر کے لئے بغیر محرم کے چلے جانے کی گنجائش ہے جو تین دن تین رات کی مسافت سے کم ہو۔

واضح رہے کہ ایک دن ایک رات کی مسافت سے سولہ[16] میل اور تین دن اور تین رات کی مسافت ۴۸ میل مراد ہے، عہدِ نبوّت میں چونکہ اونٹوں پر سفر ہوتا تھا اور روزانہ ایک منزل قطع کرتے تھے، جو سولہ[16] میل کی ہوتی تھی، اس لئے سفر کی مسافت کو ایک دن ایک رات یا تین دن تین رات کی مسافت کہہ کر بتایا کرتے تھے، تیز رفتار کار سے سفر کرے یا ریل سے یا ہوائی جہاز سے ۴۸ میل (۷۷ کیلومیٹر) کا سفر عورت کے لئے بغیر محرم یا بغیر شوہر کے حلال نہیں ہے، اور اس سے کم سفر ہو تو گنجائش ہے، مگر بچنا اس سے بھی بہر حال اَولیٰ ہے، کیونکہ مطلق سفر اور ایک دن ایک رات کے سفر کی بھی ممانعت روایاتِ حدیث میں وارد ہوئی ہے جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الحج میں البحر الرائق سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو سفر تین دن تین رات کی مسافت سے کم کا ہو کوئی حاجت درپیش ہونے کی صورت میں اس کے لئے بغیر محرم کے چلا جانا جائز ہے، پھر لکھتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ایک دن کی مسافت کے لئے بغیر محرم یا شوہر کے سفر میں نکلنے کو مکروہ قرار دیتے تھے، اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وینبغی ان یکون الفتوٰی	"اور چاہئے کہ فتویٰ اسی پر دیا جائے
علیہ لفساد الزمان،	(کہ ایک دن کے سفر کے لئے بھی عورت
(شرح اللباب)	کو محرم یا شوہر کے بغیر سفر میں نکلنے کی
ویؤیدہ حدیث الصحیحین	ممانعت ہو) کیونکہ اس زمانہ کے لوگ
لایحل لامرأۃ تومن باللہ	بگڑ گئے ہیں، اور بخاری و مسلم کی حدیث
والیوم الاٰخر ان تسافر	اس کی تائید کرتی ہے جس میں یہ مضمون

مسيرة يوم وليلة الا مع ذي محرم عليها وفي لفظ لمسلم مسيرة ليلة وفي لفظ يوم۔

وارد ہوا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ ایک دن ایک رات کا سفر بغیر محرم کے کرے، اور مسلم کی ایک روایت میں

بجائے "یوم لیلۃ" صرف لَيْلَةٍ بھی آیا ہے اور ایک روایت میں صرف یَوْم بھی آیا ہے"۔

چونکہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تھوڑے بہت سفر کے لئے بھی عورت بغیر محرم یا شوہر کے نہ جائے اس لئے دنیاوی سفر ہو یا دینی سفر جو فرض نہ ہو اس کے لئے تین دن رات کے سفر سے کم کے لئے بھی عورت کو بغیر محرم کے جانے سے روکنا چاہیئے۔

اور سفر حج اگر تین منزل سے کم ہو تو حج فرض کے لئے بغیر محرم کے جانے سے شوہر کو روکنے کا حق نہ ہوگا، جیساکہ کتب فقہ میں لکھا ہے، اور محرم وہ ہے جس کے ساتھ کبھی بھی کسی حال میں نکاح درست نہ ہو، خواہ نسب کے رشتہ سے ہو خواہ دودھ کے رشتہ سے یا مصاہرت کے رشتہ سے، اور شوہر کے ساتھ بھی سفر کرنا درست ہے۔

کتاب الترغیب والترہیب میں بحوالہ بخاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ ایسا کوئی سفر کرے جو تین دن یا اس سے زیادہ کا ہو، اِلاّ یہ کہ اس کے ساتھ اس کا باپ ہو یا اس کا بھائی ہو یا شوہر ہو، یا بیٹا ہو یا کوئی دوسرا محرم ہو، (ص ۱۷، ج ۴ ترہیب المرأۃ ان تسافر وحدھا بغیر محرم)

اور واضح رہے کہ ماموں، پھوپھی، چچا، خالہ، ان سب کے بیٹے محرم نہیں ہیں نہ اُن کے ساتھ سفر میں جانا درست ہے، نہ اُن کے سامنے بے پردہ ہو کر آنے کی اجازت ہے اسی طرح جس لڑکے کو بیٹا بنا کر پال لیا ہو وہ بھی محرم نہیں ہے، بڑا ہونے کے بعد اس کے سامنے بھی بے پردہ ہو کر آنا جائز نہیں ہے، اور اس کے ساتھ سفر کرنا بھی درست نہیں ہے۔

بہت سے لوگ اپنے کو سالی کا محرم سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جب تک اس کی

بہن ہمارے نکاح میں ہے چونکہ اس وقت تک اس سے نکاح درست نہیں ہے اس لئے ہم اس کے محرم ہیں، ان لوگوں کا یہ خیال باطل ہے کیونکہ شریعت کے نزدیک محرم صرف وہی ہے جس سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو، خواہ وہ کنواری ہو، خواہ بیوہ ہو خواہ مطلقہ ہو، خواہ خواہ کسی کے نکاح میں ہو، ان جاہلوں کی تشریح کے مطابق محرم کی تعریف کی جائے تو دنیا بھر کے مردوں کی بیویاں ہر شخص کی محرم ہو جائیں گی۔

الغرض محرم کی یہ تشریح بالکل جاہلانہ ہے جس کے ذریعہ سالی کو محرم بنا رہے ہیں۔ سفر میں چونکہ بہت سے حوادث اور عوارض پیش آجاتے ہیں اس لئے شریعت مطہرہ نے بغیر محرم یا بغیر شوہر کے سفر کرنے کی پابندی عورتوں پر لگائی ہے جس میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں، محرم یا شوہر کے ساتھ ہونے میں عورت کی جان، مال، عصمت وعفت کی حفاظت ہے، لیکن اگر محرم فاسق وفاجر ہو یعنی اس سے عصمت وعفت کی حفاظت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے۔ حج کے بیان میں بھی یہ مسائل گذر چکے ہیں وہاں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عورتیں راستوں کے درمیان نہ چلیں

(۲۳۰) وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَھُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ لِلنِّسَاءِ اِسْتَاْخِرْنَ فَاِنَّہٗ لَیْسَ لَکُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِیْقَ عَلَیْکُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِیْقِ فَکَانَتِ الْمَرْأَۃُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰی اِنَّ ثَوْبَھَا لَیَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ۔

(رواہ ابوداؤد والبیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: "حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے، اور مرد و عورت وہاں سے گذر رہے تھے راستہ میں مرد و عورت (اس طرح سے) مل گئے (کہ سب

اکھٹے گذرنے لگے، اور عورتیں ایک طرف نہیں تھیں، گو عورتیں پردہ میں تھیں، مگر راستہ کے درمیان مَردوں کے مجمع میں جا رہی تھیں)۔

یہ ماجرا دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتو! پیچھے ہٹو، تم کو راستہ کے بیچ میں چلنے کی اجازت نہیں ہے، تم راستہ کے کناروں پر ہو کر گذرو، راوی کہتے ہیں اس ارشاد کے بعد عورتیں راستہ کے کناروں میں ایسے طریقہ پر گذرتی تھیں کہ راستہ کے دائیں بائیں جو کوئی دیوار ہوتی تھی اس سے چپکی جاتی تھیں، یہاں تک کہ اُن کا کپڑا دیوار میں اٹکنے لگتا تھا"۔

(مشکوٰۃ، ص ۴۰۵، از ابوداؤد و بیہقی)

تشریح: اس حدیث میں بھی عورتوں کو مَردوں سے دُور رہنے کی تاکید فرمائی ہے، اگر عورت کو کسی مجبوری کی وجہ سے گھر سے نکلنا ہو تو خوب زیادہ پردہ کا اہتمام کرے اور پردہ کے اہتمام کے ساتھ نکلنے کی صورت میں بھی خوشبو لگا کر نہ نکلے اور جب راستہ میں گذرے تو راستہ کے درمیان نہ چلے بلکہ راستہ کا درمیانی حصّہ مردوں کے لئے چھوڑے اور خود راستہ کے درمیان سے ہٹ کر کناروں پر چلے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کا حکم دیا کہ مَردوں سے بچ کر اور کنارے ہو کر چلیں، لہٰذا عورتوں کا یہ جذبہ غلط ہے کہ ہم جیسے چاہیں چلیں گے، مَردوں کو ہٹنا ہے تو ہٹ جائیں گے۔

حیاء اور ایمان لازم و ملزوم ہیں

(۲۳۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں، پس جب

ان دونوں میں سے ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے"۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲ از بیہقی)

تشریح: حیار مومن بندوں کی خاص صفت ہے، جو قومیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے دُور ہیں حیار اور شرم سے اُن کو کچھ واسطہ نہیں، حیار اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں، یا تو دونوں رہیں گے، یا دونوں رخصت ہو جائیں گے، بے پردگی اور اس کے لوازم اور دواعی سب کے سب اہلِ کفر کی دیکھا دیکھی نام نہاد مسلمانوں کے ماحول میں رواج پاگئے ہیں اور وہی لوگ مسلمان عورتوں کو پردے سے نکال کر بے حیائی کے پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع سے زیادہ نصاریٰ کے احوال وعادات کو اپنائے ہوئے ہیں، ایسے لوگ بڑی مشکل میں ہیں، اُن کا دل تو یہ چاہتا ہے کہ خوب آزادی اور بے حیائی کے ساتھ مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کو بازاروں اور پارکوں میں عُریانی کے لباس میں دیکھیں، لیکن ساتھ ہی قرآن وحدیث کی تعلیمات کو غلط کہنے کی ہمت بھی نہیں، نہ یوں کہے بنتا ہے کہ ہم اسلام کو چھوڑ چکے ہیں، اور نہ عورتوں کو پردہ میں دیکھنا گوارا کرتے ہیں، جو لوگ بے پردگی کو رواج دینے کی کوشش میں ہیں اور اپنی بہو بیٹیوں کو یورپین لیڈیوں کی طرح بے حیا اور بے شرم بنا چکے ہیں اور ان کے عریاں لباس سے اپنے نفوس کو تسکین دینے کا راستہ نکال چکے ہیں ان میں بہت سے تو ایسے ہیں جو محض نام کے مسلمان ہیں اور حیار و شرم کے ساتھ ایمان کی دولت بھی کھو چکے ہیں، اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کسی درجے میں اسلام سے چپکے ہوئے ہیں، مگر ان کو تقلیدِ یورپ کا مزاج اور بے حیائی اور بے شرمی کی طبیعت آہستہ آہستہ اُن کو اسلام سے ہٹاتی جا رہی ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ "حیا اور ایمان دونوں ساتھی ہیں، ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے" یہ ارشاد بالکل حق ہے تجربہ اس کی گواہی دے رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسَ	"یعنی انبیاء سابقین علیہم السلام کی جو
مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى	باتیں نقل ہوتی چلی آرہی ہیں ان میں
إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ	ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں شرم نہ
مَا شِئْتَ۔	رہی تو جو چاہے کر" (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام شرم و حیاء کی تعلیم دیتے آئے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو قومیں اللہ کے بعض پیغمبروں سے اپنا رشتہ جوڑنے کی دعوے دار ہیں اور ساتھ ہی بے شرم اور بے حیاء بھی ہیں وہ اپنے دعوے میں جھوٹی ہیں، اور اپنے کفر و شرک اور بے حیائی کی زندگی کے باعث اُن نبیوں کی ذاتِ گرامی کے لئے عار ہیں جن سے اپنی نسبت قائم کرتی ہیں، کوئی بے شرم و بے حیاء کسی بھی نبی کے راستہ پر نہیں ہو سکتا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے :۔

أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ	"یعنی پیغمبروں کے طرزِ زندگی میں چار
اَلْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ	چیزیں (بہت اہم) ہیں، شرم کرنا،
وَالنِّكَاحُ (ترمذی شریف)	خوشبو لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔"

اللہ کے محبوب ترین بندے اس کے پیغمبر ہیں، انہوں نے حیاء اور شرم کی زندگی کو اختیار کیا، اور اپنی اپنی امت کو اپنے اپنے زمانہ میں شرم و حیاء کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا، جو لوگ بے شرم ہیں اللہ تعالیٰ سے دور ہیں، اس کے پیغمبر سے دور ہیں، البتہ کفار فجار سے قریب ہیں، ابلیسِ لعین کے دوست ہیں۔

یہ نام نہاد ترقی کا زمانہ ہے اس میں عفت، عصمت، شرم و حیاء عیب بن کر رہ گئی ہے۔ یورپ والوں کی تقلید میں نام نہاد مسلمان بھی اس کی رَو میں بہہ رہے ہیں، عورت اگر پردہ کرے تو اُسے سوسائٹی میں شریف نہیں سمجھا جاتا۔ اگر بے حیا بنے، چہرہ کھول کر نکلے ٹیڈی لباس میں اعضائے بدن کو ظاہر کرتی ہوئی بازاروں میں گھومے، مارکیٹ میں سودا خریدے، سینکڑوں مردوں کے سامنے پارکوں میں بے حجاب ہو کر تفریح کرے تو

اُسے شریف سمجھا جاتا ہے۔ استغفراللہ کیسی اُلٹی ترقی ہے؟ اور کیسی تاریک روشنی ہے ... !
جس میں انسان انسانیّت کی حدود سے نکل گیا ہے اور شرافتِ انسانی انسان کی حرکتوں
پر تھو تھو کرنے لگی ہے۔

چونکہ شوہر بھی نام نہاد ترقی کے خوگر ہیں اس لئے وہ بھی بیویوں کو ان حرکتوں سے
نہیں روکتے بلکہ پردہ دار بیویوں کی خود پردہ دری کرتے ہیں اور یاروں دوستوں کی انجمن
میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ اُن سے مصافحے کراتے ہیں بلکہ کلبوں میں جاکر نچواتے ہیں۔ ان
بیہودہ لوگوں کے نزدیک ڈانس بھی وہ زیادہ دل پسند ہے جس میں ایک کی بیوی دوسرے
کے ساتھ ڈانس کرے۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ رقص کرنے لگے تو اُسے گری ہوئی
نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ اوّل تو ڈانس اور وہ بھی بے حجاب۔؟
اور غیر مرد کے ساتھ .... وہ بھی اپنے شوہر کے سامنے ... ! کیسی بے حیائی پر بے حیائی سوار
ہے ... ! کیا ایسے لوگ زندہ رہنے کے قابل ہیں؟ اور خدا کی نعمتوں کے مستحق ہیں؟

اللہ جل شانہٗ ہر قسم کی گمراہی، لادینی، اور بے حیائی و بے شرمی سے تمام مسلمانوں
کو محفوظ و مامون رکھے، آمین۔

کتاب
اللباس والزینۃ

لباس اور زیب و زینت کا بیان

خواتین کا لباس کیسا ہو؟

(۲۳۲) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ شَقَقْنَ أَكْثَفَ مُرُوطِهِنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ اللہ اُن عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کی، جب اللہ پاک نے حکم وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ نازل فرمایا تو انہوں نے اپنی موٹی سے موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنا لئے۔"

(سنن ابوداؤد ص ۲۱۱ ج ۲ باب فی قول اللہ تعالٰی ولیضربن بخمرہن)

تشریح: مفسرین لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کا دستور تھا کہ دوپٹوں سے اپنے سروں کو ڈھانک کر باقی دوپٹہ کمر پر ڈال لیتی تھیں، مسلمان عورتوں کو حکم ہوا کہ اپنے دوپٹوں سے سر بھی ڈھانکیں اور گلے اور سینہ پر بھی ڈالے رہا کریں، اس حکم کو سن کر صحابی عورتوں نے موٹی موٹی چادروں کے دوپٹے بنا لئے، اور حسب حکم قرآنی اپنے گلوں اور سینوں کو بھی دوپٹوں سے ڈھانکنے لگیں، چونکہ باریک کپڑے سے سر اور بدن کا پردہ نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے موٹی چادروں کے دوپٹے اختیار کر لئے۔

آج کل کی عورتیں سر چھپانے کو عیب سمجھنے لگی ہیں، اور دوپٹہ اوڑھتی بھی ہیں اوّل تو اس قدر باریک ہوتا ہے کہ سر کے بال اور مواقع حسن و جمال اس سے پوشیدہ نہیں ہوتے دوسرے اس قسم کے کپڑے کا دوپٹہ بناتی ہیں کہ سر پر ٹھیرتا ہی نہیں، چکناہٹ کی وجہ سے بار بار سرکتا ہے اور پردہ کے مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مصر کے باریک کپڑے حاضر کئے گئے، ان میں سے ایک کپڑا آپ نے مجھے عنایت فرمایا، کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے اپنا کرتہ بنا لینا اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا، جس کا وہ دوپٹہ بنالے گی وہ کپڑا لے کر جب میں چل دیا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی بیوی کو بتا دینا کہ اس کے نیچے کوئی کپڑا لگا لے، (جس سے اس کی باریکی کی تلافی ہو جائے اور جو اس کے سر وغیرہ کو چھپائے رہے)۔ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں اُن کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حفصہ بیٹی پہنچ گئیں، اس وقت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، اس کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھاڑ ڈالا، اور اپنے پاس سے اُن کو موٹا دوپٹہ اُڑھا دیا۔ (موطا امام مالکؒ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ باریک دوپٹہ سے پرہیز کرنا لازم ہے، اور اگر بالفرض باریک دوپٹہ اوڑھنا ہی پڑ جائے تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگالیں، تاکہ سر اور دیگر اعضا نظر نہ آئیں۔

مسلمان عورت کو اسلام نے حیاء اور شرم سکھائی ہے، نامحرموں سے خلا ملا کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ایسے کپڑے پہننے کی ممانعت فرمائی ہے جن کا پہننا نہ پہننا برابر ہو، اور جن سے پردہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہو، عورتیں سروں پر ایسے دوپٹے اوڑھیں جن سے بال چھپ جائیں، گردن اور گلا ڈھک جائے اور نامحرموں کے آجانے کا اندیشہ ہو تو موٹے دوپٹوں سے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ لیں، قمیص، جمپر اور فراک بھی ایسا پہنیں جن سے بدن نظر نہ آئے آستینیں پوری ہوں، گلے اور گریبان کی کاٹ میں اس کا خیال رکھیں کہ پیچھے اور آگے سینہ کا کچھ بھی حصّہ کھلا نہ رہے، شلوار اور ساڑی وغیرہ بھی ایسے کپڑے کی پہنیں جس سے ران، پنڈلی وغیرہ کا کوئی حصّہ دکھائی نہ دے۔

مُروجّہ لباس کی خرابی

آج کل ایسے کپڑوں کا رواج ہو گیا ہے کہ کپڑوں کے اندر سے نظر پار ہو جاتی ہے، بہت سے مرد اور عورتوں کو دیکھا

گیا ہے کہ ایسے کپڑوں کی شلوار بنا کر پہن لیتے ہیں جن میں پوری ٹانگ نظر آتی ہے، ایسے کپڑے کا پہننا نہ پہننا برابر ہے، اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی عموماً عورتیں باریک دوپٹے اوڑھتی ہیں، جو چھوٹے سے عرض کے ہوتے ہیں، اول تو یہ دوپٹے پورے سر پر نہیں آتے، اور اگر ان سے سر کو ڈھانپ بھی لیا تو پردہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا، اور ان کو اوڑھ کر نماز بھی نہ ہوئی۔
جب حکم قرآنی وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ نازل ہوا تو صحابی عورتوں نے موٹی سی موٹی چادریں کاٹ کر دوپٹے بنالئے لیکن آج کل کی عورتوں کو گرمی کھائے جاتی ہے اور غلط رواج کی وبا ایسی پھیلی ہے کہ جو عورتیں اپنے کو دیندار سمجھتی ہیں وہ بھی باریک دوپٹہ چھوڑنے کو تیار نہیں، پھر ایسے ہی دوپٹے سے نمازیں پڑھ لیتی ہیں، حج کو روانہ ہوتی ہیں تو برقعہ جہاز میں اتار کر رکھ دیتی ہیں، اور اسی باریک دوپٹہ سے جہاز میں، بازاروں میں اور حرم شریف میں گھومتی پھرتی ہیں، اور سیکڑوں مردوں کی بھیڑ میں بال چمکاتی ہوئی، منہ دکھاتی ہوئی، بڑی چادر لپیٹے بغیر اور برقعہ اوڑھے بغیر گھسی چلی جاتی ہیں، جیسے یہ سب لوگ ان کے باپ بھائی ہیں، پہلے تو یہی رونا تھا کہ عورتیں جیٹھ، دیور اور ماموں زاد، پھوپھی زاد اور چچازاد لڑکوں کے سامنے چہرہ کھولے آجاتی ہیں جو شرعاً گناہ ہے، مگر اب چہرہ چھوڑ باریک کپڑے پہن کر اوپر کا پورا یا آدھا بدن سب کے سامنے کھولے پھرتی ہیں، اور برقعہ میں نقاب ایسا اختیار کر لیا ہے جو خوب باریک جالی کا ہوتا ہے اور پورا چہرہ راستہ کے چلنے والوں کو نظر آتا ہے، یہ سب باتیں شرعاً سخت گناہ ہیں۔

عورت کی نماز درست ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے چہرے اور گٹوں تک دونوں ہاتھ اور دونوں قدموں کے علاوہ پورا جسم ڈھکا ہوا ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ اکثر عورتوں کی نماز اس لئے نہیں ہوتی کہ سر پر ایسا باریک دوپٹہ ہوتا ہے کہ جس سے بال نظر آتے ہیں اور بعض عورتوں کی نماز اس لئے نہیں ہوتی کہ بانہیں کھلی ہوتی ہیں، یا اگر ڈھانکی ہوئی ہیں تو اسی باریک دوپٹہ سے ڈھانک لیتی ہیں جس سے سب کچھ نظر آتا ہے، بعض عورتیں ساڑھی باندھتی ہیں اور بلاوز اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ناف پر ختم ہو جاتا ہے اور آدھا پیٹ نظر آتا ہے اس سے نماز نہیں ہوتی اس کو خوب سمجھ لیں، اور دنیا کے رواج کو نہ دیکھیں، شریعت کو دیکھیں، دنیا ایں

تھوڑی سی گرمی کی تکلیف ہو ہی گئی اور فیشن والیوں نے کچھ کہہ ہی دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے جنّت کے عمدہ کپڑے تو نصیب ہوں گے، جہاں سب کچھ نفس کی خواہش کے مطابق ہوگا۔

مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی عورتیں

(۲۳۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِیَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا وَاِنَّ رِیْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ كَذَا وَكَذَا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں کی دو جماعتیں میں نے نہیں دیکھی ہیں (کیونکہ وہ ابھی موجود نہیں ہوئیں بعد میں اُن کا وجود اور ظہور ہوگا) ایک جماعت اُن لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیلوں کی دُموں کی طرح کوڑے ہوں گے، ان سے لوگوں کو (ظلماً) ماریں گے، دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی (مگر اس کے باوجود) ننگی ہوں گی، مَردوں کو، مائل کرنے والی اور (خود ان کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی، اُن کے سر خوب بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے جو جھکے ہوئے ہوں گے، یہ عورتیں نہ جنّت میں داخل ہوں گی اور نہ اُس کی خوشبو سونگھیں گی، اور اس میں شک نہیں کہ جنّت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے سونگھی جاتی ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰۶ از مسلم)

تشریح: اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ایسے گروہوں کے متعلق پیشین گوئی فرمائی ہے جن کو آپ نے اپنے زمانہ میں نہیں دیکھا تھا، لیکن آج وہ دونوں گروہ اپنے شر و فساد کے ساتھ موجود ہیں، خدا کے مقدس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے اوّل تو اُن لوگوں کا ذکر فرمایا جو کوڑے لئے پھریں گے، اور اُن سے لوگوں کو ماریں گے، یہ اُن لوگوں کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی جو اپنے اقتدار کے نشہ میں بات بات پر کمزوروں اور بے بسوں کو پیٹ دیا کرتے ہیں، دیہات اور قصبات کے زمینداروں اور مالداروں کو دیکھا گیا ہے کہ تنگدستوں اور بیکسوں کو جھوٹے سچے بہانے بنا کر پیٹتے ہیں، اُن سے سینکڑوں کام بیگار میں لیتے ہیں، اور طرح طرح کے ظلم وستم اُن پر ڈھاتے ہیں، اس سلسلہ میں بعض واقعات یہاں تک سُنے گئے ہیں کہ اگر کسی کم حیثیت والے مسلمان نے کسی دولت مند مسلمان کو سلام کر لیا تو اس غریب کو اس جرم میں پیٹ ڈالا کہ اس نے اپنے آپ کو ہمارے برابر سمجھا، اللہ ایسے ظالموں سے بچائے، یہ بیکس اور بے بس مظلوم بندے جب آخرت میں مدعی ہوں گے اور وہاں قاضئ روزِ جزا کی عدالت میں پیشی ہو گی، تو ظلم وستم کے انجام کا پتہ چلے گا۔

کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی دوسری پیشین گوئی عورتوں کے حق میں ارشاد فرمائی کہ ایسی عورتیں موجود ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی لیکن پھر بھی ننگی ہوں گی، یعنی اس قدر باریک کپڑے پہنیں گی کہ اس کے پہننے سے جسم چھپانے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا، یا کپڑا باریک تو نہ ہوگا مگر چست ہونے اور بدن کی ساخت پر کس جانے سے اس کا پہننا نہ پہننا برابر ہوگا، بدن پر کپڑے ہونے اور اس کے باوجود ننگا ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بدن پر صرف تھوڑا سا کپڑا ہو اور بدن کا بیشتر حصّہ اور خصوصًا وہ اعضاء کھلے رہیں جن کو باحیا عورتیں غیر مردوں سے چھپاتی ہیں، جیسا کہ یورپ (اور ایشیا کے بعض شہروں مثلاً بمبئی، کلکتہ، رنگون، سنگاپور وغیرہ) میں ایسا لباس پہننے کا رواج ہے کہ گھٹنوں تک قمیص یا فراک ہوتا ہے، آستین یا تو ہوتی نہیں، یا اس قدر کوتاہ ہوتی ہے کہ مونڈھے سے صرف دو چار انچ ہی بڑھی ہوئی ہوتی ہے، پنڈلیاں بالکل ننگی ہوتی ہیں اور سر بھی دوپٹہ سے خالی ہوتا ہے، اور فراک کا گلا آگے اور پیچھے سے اس قدر فراخ اور چوڑا ہوتا ہے کہ نصف کمر اور نصف سینہ نظر آتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ عورتیں (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف

مائل ہوں گی، یعنی ننگا ہونے کا رواج مفلسی کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ مَردوں کو اپنا بدن دکھانا اور اُن کا دل لبھانا مقصود ہوگا، اور لبھانے کا دوسرا طریقہ یہ اختیار کریں گی کہ اپنے سروں کو (جو دوپٹوں سے خالی ہوں گے) مٹکا کر چلیں گی جس طرح اونٹ کی پُشت کا بالائی حصّہ (جسے کوہان کہتے ہیں) تیز رفتاری کے وقت زمین کی طرف جُھکا کرتا ہے، اونٹ کے کوہان سے تشبیہ دے کر یہ بتایا کہ وہ عورتیں بالوں کو پُھلا پُھلا کر اپنے سروں کو موٹا کریں گی۔

فیشن کی بُری وبا

فیشن کی وباء نے بڑے بڑے معزز اور شریف خاندانوں کی عورتوں کو نصرانی لیڈیز اور فلم کمپنیوں میں کام کرنے والی ایکٹرسوں کی تقلید پر آمادہ کر دیا ہے، سینما دیکھنے سے جہاں اور بہت سے گناہ اور نقصانات ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ نوخیز لڑکیاں اور جدید تہذیب کی دیوانی عورتیں سینما میں کام کرنے والی بے شرم اور بے حیا عورتوں کا لباس پہن کر اور ان کے افعال و حرکات سیکھ کر آتی ہیں، اور پھر اُن کی وضع بنانے اور نقل اتارنے میں فخر سمجھتی ہیں، آج کل کی بہت سی عورتیں طرح طرح سے غیر مَردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی تدبیریں کرتی ہیں، مثلاً برقعہ پہن کر باہر نکلیں اور ہاتھوں کو باہر نکال دیا، یا برقعہ کا نقاب اتنا چھوٹا رکھا کہ دونوں طرف کے رخسار صاف نظر آسکیں، یا ایسا باریک نقاب برقعہ میں لگایا جو خدو خال اور حُسن و جمال کو اور بھی نمایاں کر دے، اور خود برقعہ ہی اب بجائے پردہ کے کشش کا سامان بن گیا ہے، برقعہ پر پھولوں کا بنانا، چمکدار یا باریک کپڑے کا برقعہ ہونا بدنفس لوگوں کو برقعہ والی کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، برقعے کیا ہوئے پردے کے بجائے نظروں کے کھینچنے کا سامان بن گئے اور وہی مثل ہوگئی کہ جو نہ دیکھے وہ بھی دیکھے، العیاذ باللہ۔

آج کل ناچ بہت معزز کام سمجھا جانے لگا ہے، اسکولوں اور کالجوں میں اس کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے، کلبوں اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں ننگے ناچ ہوتے ہیں یورپ کے نفس پرستوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ہر عورت اپنے شوہر کے سوا غیر مرد کے ساتھ ناچے، جو عورت اس کے خلاف کرے گی وہ اس سوسائٹی میں بدترین سمجھی جائے گی افسوس ہے مسلمانوں پر کہ یورپ کے بے حیاؤں کے طریقوں پر چلنے کو ترقی اور کامیابی

سمجھنے لگے ہیں، ناچ مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا سب سے زیادہ کامیاب ذریعہ ہے، اس سے جنسی ابھار ہوتا ہے، اور یہ بے حیائی کے پورے مراتب و منازل طے ہونے کا ذریعہ ہے۔

فائدہ: حدیث کے آخر میں فرمایا کہ ایسی عورتیں جنت میں نہ تو داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی، پھر فرمایا کہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دور سے سونگھی جاتی ہے، اس حدیث میں اس مسافت کا ذکر نہیں ہے جس کی دُوری سے جنت کی خوشبو سونگھی جاتی ہے، بعض روایات حدیث میں ہے کہ جنت کی خوشبو سو برس کی مسافت سے سونگھی جاتی ہے (الترغیب) دیکھو ایسی جنت سے محرومی کیسی بدبختی ہے۔

جو عورت خوشبو لگا کر مَردوں کے پاس سے گذرے وہ ایسی ویسی ہے

(۲۳۴) وَعَنْ أَبِي مُوسَىٰ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا، يَعْنِي زَانِيَةٌ۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث صحیح)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نظرِ بد ڈالنے والی) ہر آنکھ زنا کار ہے، اور کوئی عورت جب عطر لگا کر (مَردوں کی) مجلس کے قریب سے گذرے تو ایسی ویسی ہے، یعنی زنا کار ہے۔" (مشکوۃ ص ۹۶ از ابوداؤد والترمذی)

تشریح: اس حدیث میں اوّل تو ایک قاعدۂ کلیہ ارشاد فرمایا کہ بدنظری کرنے والی ہر آنکھ زنا کار ہے، یہ حکم مَردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے، جو مرد نامحرم عورتوں کو دیکھے یا جو عورت نامحرم مردوں کی تاک جھانک کرے ایسے مرد اور عورت کی آنکھ زنا کار ہے، اصل زنا جس کو کہتے ہیں سبھی کو معلوم ہے، لیکن زنا کے اسباب کو بھی اللہ کے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنا فرمایا ہے۔

اعضاء کا زنا ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، اور کانوں کا زنا سننا ہے، اور زبان کا زنا بات کرنا ہے، اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے، اور دل (بدکاری کی) خواہش اور تمنّا کرتا ہے، اور شرمگاہ اس (کی امید) کو جھٹلا دیتی یا سچّا کر دیتی ہے[1]۔

معلوم ہوا کہ نامحرم مرد و عورت کا ایک دوسرے پر نظر ڈالنا بھی زنا ہے، اور بدنیتی کے ساتھ یا لذّت کے لئے نامحرم مرد و عورت کا آپس میں بات کرنا اور سننا بھی زنا ہے، کسی نامحرم مرد یا عورت کی طرف بُری نیّت سے چل کر جانا یا ہاتھ سے چھُونا یہ سب زنا ہے، گو بڑا زنا دونوں کی شرمگاہوں کا ملنا ہے۔

اس حدیث شریف میں آنکھوں کا زنا بیان فرما کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگا کر مَردوں کی مجلس کے پاس سے گذرے اس کا یہ عمل بھی زنا ہے، کسی مرد و عورت میں جب زناکاری کے تعلقات ہوتے ہیں تو یک لخت نہیں جاتے بلکہ اصل زنا سے پہلے بہت سے ایسے کام کئے جاتے ہیں اسی لئے شریعتِ مقدسہ نے زنا کے دواعی اور محرکات و اسباب کو بھی زنا قرار دیا ہے۔

عورت کو اگر کسی مجبوری سے کہیں جانا ہو تو پردہ کا لحاظ کر کے مَردوں سے بچتے ہوئے راستوں کے کنارے سے گذرتے ہوئے جانے کی اجازت دی گئی ہے خوشبو لگا کر باہر نکلنا اگرچہ برقعہ کے اندر ہو شریعت کے نزدیک اتنی بُری بات ہے کہ اللہ کے رسُول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والی عورتوں کو زنا کار فرما دیا، یوں بھی عورت کو تیز خوشبو لگانا منع ہے اگرچہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو ہر طرح سے غیر مَردوں سے بچ کر رہنا لازم اور ضروری ہے یہاں تک کہ ایسا موقع بھی نہ آنے دے کہ کوئی غیر مرد اس کی خوشبو بھی پا سکے۔

نامحرموں سے گفتگو کا قانون حدیث سے معلوم ہوا کہ زبان کا زنا بات کرنا ہے، اور کانوں کا زنا سننا ہے اس کے پیشِ نظر نامحرم مرد

---

[1] مشکوٰۃ ص۲۰ عن المسلم ۱۲

دعورت کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اگر کسی ضرورت اور مجبوری سے بات کرنی پڑے تو بہت مختصر بات کرلیں، ہاں، نا کا جواب دے کر ختم کر ڈالیں، جہاں تک ممکن ہو آواز پست رکھیں، اور لہجہ میں کشش پیدا نہ ہونے دیں۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:۔

فَاِنَّا نُجِیْزُ الْکَلَامَ مَعَ النِّسَاءِ لِلْاَجَانِبِ وَ مُحَاوَرَتَهُنَّ عِنْدَ الْحَاجَةِ اِلٰی ذٰلِكَ وَلَا نُجِیْزُ لَهُنَّ رَفْعَ اَصْوَاتِهِنَّ وَلَا تَمْطِیْطَهَا وَلَا تَلْیِیْنَهَا وَتَقْطِیْعَهَا لِمَا فِیْ ذٰلِكَ مِنْ اِسْتِمَالَةِ الرِّجَالِ اِلَیْهِنَّ وَتَحْرِیْكِ الشَّهَوَاتِ مِنْهُمْ۔	”یعنی ضرورت کے لئے ہم اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ عورت نامحرم سے گفتگو یا سوال وجواب کرے لیکن اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ نامحرم سے بات کرتے ہوئے گفتگو کو لمبی کرتی چلی جائیں، یا نرم لہجہ میں بات کریں، یا بات میں لچک پیدا کریں، کیونکہ ایسا کرنے سے مردوں کے دل مائل ہوں گے اور ان کی طبیعتوں میں ابھار ہوگا۔“

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔	”یعنی تم بات کرنے میں نزاکت اختیار نہ کرو، کیونکہ اس سے ایسے شخص کو طبعی میلان ہوگا جس کے دل میں مرض ہے لہٰذا تم مناسب طریقہ پر بات کرو (جو

پاکباز عفت شعار عورتوں کا جانا پہچانا اور برتا ہوا طریقہ ہے)“۔

مردوں اور عورتوں کی خوشبو میں فرق

(۲۳۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طِیْبُ الرِّجَالِ مَاظَهَرَ رِیْحُهٗ وَخَفِیَ لَوْنُهٗ وَطِیْبُ

النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيْحُهُ (رواہ الترمذی والنسائی)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کی خوشبو ظاہر ہو، یعنی دوسروں کو بھی پہنچ رہی ہو، اور اس کا رنگ پوشیدہ ہو، اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ نظر آرہا ہو اور خوشبو پوشیدہ ہو، (یعنی بہت معمولی خوشبو آرہی ہو)" (مشکوٰۃ ص ۳۸۰ از ترمذی و نسائی)

تشریح: اس حدیث میں مَردوں اور عورتوں کی خوشبو میں فرق بتایا گیا ہے یعنی مرد ایسی خوشبو لگائیں جس سے کپڑے پر رنگ نہ لگے یا ہلکا سا رنگ لگ جائے مگر خوشبو تیز ہو دوسروں تک پہنچ رہی ہو، مثلاً عطر گلاب، مشک، عنبر، کافور وغیرہ لگالیں، اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ کپڑے پر ظاہر ہو جائے مگر خوشبو بہت ہی معمولی ہو، جو خود اپنی ناک تک پہنچ سکے، یا شوہر قریب ہو تو اس کو خوشبو آجائے، اوپر حدیث میں فرمایا ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مَردوں کی مجلس پر گذرے گی اور لوگوں کو اس کی خوشبو آئے گی تو اس عورت کا یہ عمل زنا میں شمار ہوگا، اس بناء پر تیز خوشبو لگانے سے عورت کو سخت پرہیز کرنا لازم ہے، اور عورت کو تیز خوشبو لگانے کی ضرورت ہی کیا ہے، صرف شوہر سے تعلق ہے اس کو سونگھا دینا کافی ہے۔

دیکھئے عصمت اور عفت کو محفوظ رکھنے کے لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسے کیسے اصول بتائے ہیں، اور کیسی کیسی نصیحتیں کی ہیں، افسوس ہے کہ اس دور کے مسلمان صرف نام کے مسلمان بنے ہوئے ہیں، دشمنانِ اسلام جو رنگ ڈھنگ اور بے حیائی اختیار کرتے ہیں یہ لوگ بھی ان کے پیچھے لگ لیتے ہیں، اللہ کے پاک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی چھوڑ کر بے حیاؤں کے پیچھے لگ جانا ایمان کے دعویداروں کو کہاں تک زیب دیتا ہے؟ خود ہی غور کرلیں۔

سونے اور ریشم کی وجہ سے میدانِ قیامت میں عورتوں کو پریشانی

(۲۳۶) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرِیْتُ اِنِّیْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا اَعَالِیْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَذَرَارِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِذَا لَیْسَ فِیْهَا اَحَدٌ اَقَلَّ مِنَ الْاَغْنِیَاءِ وَالنِّسَاءِ فَقِیْلَ لِیْ اَمَّا الْاَغْنِیَاءُ فَاِنَّهُمْ عَلَی الْبَابِ یُحَاسَبُوْنَ وَیُمَحَّصُوْنَ وَاَمَّا النِّسَاءُ فَاَلْهَاهُنَّ الْاَحْمَرَانِ الذَّهَبُ وَالْحَرِیْرُ ،

(رواہ ابن حبان کما فی الترغیب)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے یہ منظر دکھلایا گیا کہ میں جنّت میں داخل ہوا ہوں، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ بلند درجوں والے وہ بے پیسہ والے حضرات ہیں جنہوں نے (اللہ کی رضا کے لئے) وطن چھوڑ کر ہجرت کی ہے، اور اہلِ ایمان کے بچّے بھی اعلیٰ درجات میں ہیں، اور جنّت میں مالدار اور عورتیں سب سے کم ہیں، (یہ دیکھ کر میرے دل میں اس کا سبب معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا) چنانچہ مجھے بتایا گیا کہ دروازہ پر مال داروں کا حساب ہو رہا ہے، اور (مال کے سلسلہ میں) اُن کی چھان بین ہو رہی ہے (کہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا) لہٰذا وہ یہاں ابھی نہیں پہنچے، اور عورتیں یہاں آنے سے اس لئے رہ گئیں کہ ان کو سونے اور ریشم نے (اللہ تعالےٰ سے اور دین و آخرت سے) غافل رکھا۔"

(الترغیب والترہیب ص ۱۰۱ ج ۳، از ابن حبان)

تشریح: ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنّت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں اکثر داخل ہونے والے مسکین لوگ ہیں رحمٰن کے پاس دنیا میں مال و زر نہ تھا جس کے ذریعہ اللہ کو بھول کر گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں) اور مال والے حساب دینے کے لئے روک لئے گئے ہیں، البتہ جن مالداروں کو دوزخ میں داخل ہونا ہے اُن کے بارے میں دوزخ میں جانے کا حکم مل چکا ہے، اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس کے اندر داخل ہونے والوں میں اکثر عورتیں ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث اور اس کے علاوہ اور بھی دوسری حدیثوں سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوزخ میں اکثر عورتیں ہوں گی، اور اس کے اسباب بھی کئی عدد بتائے گئے ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں، حدیثِ بالا میں بتایا ہے کہ عورتوں کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں اُن کو سونے اور ریشم نے خدا سے اور احکامِ شریعت پر عمل پیرا ہونے سے غافل رکھا ہے، درحقیقت عورتوں میں اچھے سے اچھے کپڑے اور عمدہ سے عمدہ زیور کی طلب اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان دونوں چیزوں کے لئے بہت سے گناہوں میں نہ صرف خود مبتلا ہوتی ہیں بلکہ اپنے شوہروں اور دوسرے عزیزوں کو بھی مبتلا کر دیتی ہیں، اگر مال حلال ہو اور وسعت ہو تو زیور پہننا جائز ہے اور عورت کو ریشم کے کپڑے پہننا بھی جائز ہے اور اب تو ریشم کی کوئی حقیقت ہی نہیں، اس سے زیادہ بڑھ کر عمدہ اور پسندیدہ کپڑوں کے انواع و اقسام مارکیٹ میں آچکے ہیں، بہرحال قیمتی کپڑوں کا پہننا بھی جائز ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے جو ناجائز طریقے اختیار کئے جاتے ہیں اور زیور اور کپڑوں کے استعمال میں دکھاوا اور خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننا اور اپنے کو بڑا سمجھنا جو عورتوں میں پایا جاتا ہے اس نے عورتوں کو آخرت کی کامیابی سے پیچھے دھکیل دیا۔

اوّل یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اپنے پاس ذاتی حلال مال زیور بنانے کے لائق ہے یا نہیں، یعنی دوسری جائز ضروریات کے باوجود مال میں گنجائش ہے یا نہیں، اگر اپنے پاس ذاتی مال نہ ہو اور شوہر سے بنوانا ہو یا ماں باپ سے تیار کرانا ہو تو اُن کے پاس بھی گنجائش دیکھنا چاہیئے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ پیسہ پاس نہ ہو، یا کم ہو تو سود پر رقم لے کر بنوا لیتی ہیں، شوہر کے

پاس نہیں ہوتا تو اسے مجبور کرتی ہیں کہ کہیں سے رقم لاکر دے، اگر وہ نیک آدمی ہے، رشوت سے بچتا ہے تو اسے کچو کے دے دے کر مجبور کرتی ہیں کہ رشوت لے اور زیور بنا کر دے، پھر یہ بھی سب عورتیں جانتی ہیں کہ زیور گھر میں ہر وقت نہیں پہنتی ہیں، بلکہ اس کی ضرورت بیاہ شادی میں شریک ہونے یا اور کسی طرح کی مجلسوں میں جانے کے لئے ہوتی ہے، اس میں چونکہ شان جتلانے اور دکھاوا کرنے کی نیت ہوتی ہے اس لئے جس شادی میں شریک ہونا ہے یا جس محفل میں جانا ہے اس کی تاریخ آنے تک بنوا کر چھوڑتی ہیں، پھر یہ مصیبت ہے کہ پرانا ڈیزائن نہیں چلتا، معاشرہ میں جس نئے ڈیزائن کے زیور آجائیں تو پرانے ڈیزائن توڑ دا کر نئے ڈیزائن کے مطابق بنوانے کی فکر کی جاتی ہے، اور اس میں بھی وہی ریاکاری والا نفس کا چور موجود ہوتا ہے، کپڑوں کے بارے میں بھی یہی بات ہے، کہ کئی جوڑے کپڑے رکھے ہیں، لیکن مجلسوں اور محفلوں میں جانے کے لئے نئے لباس کی ضرورت سمجھتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ یہ جوڑے تو کئی مرتبہ پہنے جا چکے ہیں ان ہی میں سے پہن کر جائیں گی تو عورتیں نام دھریں گی اور کہیں گی کہ فلانی کے پاس تو یہی دو جوڑے رکھے ہیں، ان کو ادل کر بدل کر آجاتی ہے، اس میں بھی وہی دکھاوے کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔

لباس اور زیور کی تیاری سے پہلے اور بعد میں

لباس و زیور تیار کرنے سے پہلے حلال مال دیکھنا چاہئے اور حلال مال موجود ہو تو گنجائش دیکھنا چاہئے، اور جب زیور کپڑا بن جائے تو اس کے استعمال کرنے میں دکھاوا اور ریا، نمود اور خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننے سے پرہیز کرنا لازم ہے، جب عورتوں کے سامنے ایسی باتیں کی جاتی ہیں تو کہتی ہیں کہ مولویوں کو کیا ہو گیا کہ بدن پر دو چیتھڑے ڈالنے سے بھی منع کرتے ہیں، اور ہاتھوں میں چوڑی ڈالنے سے بھی روکتے ہیں، بہنو! مولوی کی کیا حیثیت جو کہ حلال سے روکے، البتہ وہ شریعت کی بات بتاتا ہے اور اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہے، تم زیور بھی بناؤ کپڑے بھی طرح طرح کے بناؤ، ہر حال میں اللہ سے ڈرو، اللہ کی یاد دل میں بساؤ، زیور کپڑے کے لئے سودی لین دین نہ کرو، نہ شوہر سے رشوت لینے کے لئے کہو، حلال مال میں گنجائش دیکھ کر بنالو، پھر شریعت

کے اصول کے مطابق سالانہ زکوٰۃ کے دینے کی فکر کرو، اور پہننے میں دکھاوا نہ کرو، اور نہ کسی کو حقیر سمجھو، خداوند قدوس کے حکموں پر چلنے میں جنّت کا داخلہ ہے، اور اس کی نافرمانیاں کرنے پر جنّت کے داخلہ سے رکاوٹ ہے، حدیث شریف میں یہی تو فرمایا کہ عورتوں کو سونے اور ریشم نے اللہ سے اور اس کے حکموں سے غافل رکھا، اور یہ چیزیں ان کے داخلۂ جنّت کے لئے اٹکاؤ بن گئیں۔

اصولِ شریعت کے مطابق لباس اور زیور پہنو، کون روکتا ہے، اور کس کو روکنے کی مجال ہے، شریعت کے احکام بتانا سب سے بڑی خیر خواہی ہے جو بتائے اس کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

سونے چاندی کا زیور اور اُن کی دوسری چیزیں استعمال کرنے کا حکم

(۲۳۷) وَعَنْ اُخْتٍ لِحُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ اَمَا لَكُنَّ فِى الْفِضَّةِ مَا تُحَلِّيْنَ بِهٖ اَمَا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْكُنَّ اِمْرَاَةٌ تُحَلِّىْ ذَهَبًا تُظْهِرُهٗ اِلَّا عُذِّبَتْ بِهٖ۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: "حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن روایت کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عورتو! کیا چاندی کے زیور سے تمہاری آراستگی کا کام نہیں چل سکتا؟ خبردار! تم میں سے جو عورت ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی اس کی وجہ سے ضرور عذاب بھگتے گی۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۹ از ابوداؤد ونسائی)

تشریح: یہ تو سب جانتے ہیں کہ عورتوں کو زیور سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے، ایک بزرگ کہتے تھے کہ اگر عورت کے جسم میں ہر جگہ سونے کی کیل گاڑ دی جائے تو سونے کی

محبت کی وجہ سے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ کرے گی، اللہ کی شریعت میں اعتدال ہے، نفس کی خواہشوں کی بھی رعایت رکھی ہے، مگر حدود مقرر فرما دی ہیں، اور ایسے قانون لاگو فرما دیئے ہیں جو انسان کو غرور، تکبر، شیخی، دوسروں کی حقارت، خود پسندی اور خلقِ خدا کی دل آزاری اور حق تلفی سے باز رکھتے ہیں، اگر کسی عورت کو حلال مال سے میسر ہو تو سونے اور چاندی دونوں کا زیور پہن سکتی ہے، جائز ہونے کی ایک شرط زیور بنانے سے پہلے ہے، یعنی یہ کہ حلال مال سے ہو، اور دو شرطیں زیور پہننے کے بعد ہیں ایک یہ کہ زکوٰۃ اور دیگر واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو، دوم یہ کہ دکھاوے کے لئے زیور نہ پہنا جائے، اور اس سے شیخی بگھارنا مقصود نہ ہو، چاندی کا زیور کوئی خاص زیور نہیں سمجھا جاتا ہے، اور اس میں ریاکاری اور شیخی خوری کا موقع زیادہ نہیں ہوتا، اس لئے چاندی کے زیور سے کام چلانے کے لئے ارشاد فرمایا، گو دکھاوے اور اظہارِ شان اور دوسروں کو حقیر جاننے سے بچنا چاندی کا زیور پہن کر بھی ضروری ہے، چاندی کے زیور سے کام چلانے کی ترغیب دیتے ہوئے آنحضرت فخرِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عورتو! کیا تمہاری آراستگی کا کام چاندی کے زیور سے نہیں چل سکتا؟ اسی سے کام چلاؤ، سونا پہننے والی عورتیں بہت کم دکھاوے سے بچتی ہیں، اسی کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی اس کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا، زیور دکھانے کا مرض عورتوں میں بہت ہوتا ہے، اور کسی کو پتہ نہ چلے تو مجلس میں بیٹھے ہوئے ترکیبوں اور تدبیروں سے بتاتی ہیں کہ ہم زیور پہنے ہوئے ہیں، مثلاً بیٹھے بیٹھے گرمی کا بہانہ کر کے ایک دم کان اور گلا کھول دیں گی، زبان سے کہیں گی اُوئی کتنی گرمی ہے، اور دل میں زیور ظاہر کرنے کی نیت ہے، اللہ تعالےٰ نفس کی مکاریوں سے بچائے۔

مذکورہ بالا خرابیاں نہ ہوں تو عورتوں کو زیور پہننے کی گنجائش ہے، مگر نہ پہننا پھر بھی افضل ہے، دنیا میں نہ پہنیں گی تو آخرت میں بہت ملے گا۔

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيْرَهَا فَلَا تَلْبَسُوْهَا فِي الدُّنْيَا۔

"یعنی اگر تم جنّت کے زیور اور ریشم کو چاہتے ہو تو ان کو دنیا مت پہنو"

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۹)

جنّت میں جو زیور اور لباس اور دیگر نعمتیں ملیں گی اُن کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب "جنّت کی نعمتیں" پڑھیئے۔

(۲۳۸) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ كَانَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِإِنْسَانٍ مِّنْ اَهْلِهٖ فَاطِمَةُ وَاَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ عَلَيْهَا فَاطِمَةُ فَقَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا اَوْسِتْرًا عَلٰى بَابِهَا وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ قُلْبَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ فَقَدِمَ فَلَمْ يَدْخُلْ فَظَنَّتْ اَنَّ مَا مَنَعَهٗ اَنْ يَّدْخُلَ مَا رَاٰى فَهَتَكَتِ السِّتْرَ وَفَكَّتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ وَقَطَعَتْ مِنْهُمَا فَانْطَلَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيَانِ فَاَخَذَهٗ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا ثَوْبَانُ اذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى اٰلِ فُلَانٍ اِنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ اَكْرَهُ اَنْ يَّاْكُلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِيْ حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا يَا ثَوْبَانُ اِشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِّنْ عَصَبٍ وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ (رواہ احمد و ابوداؤد)

ترجمہ: "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے گھر والوں میں سب سے آخری ملاقات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے تھے، اس کے بعد روانہ ہوتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک بار آپ ایک جہاد سے واپس ہوئے (اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا، مگر) داخل نہیں ہوئے بات یہ تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے (دیوار یا طاق پر) ایک پردہ

لٹکالیا تھا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو چاندی کے دو کنگن پہنا دیئے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے (یہ ماجرا دیکھ کر کہ آپ تشریف لاتے لاتے واپس روانہ ہوگئے) فوراً محسوس فرمایا کہ آپؐ کی واپسی کی وجہ یہی دو چیزیں ہیں جو مزاجِ گرامی کو ناگوار ہوئیں، چنانچہ انہوں نے خود ہی پردہ پھاڑ دیا، اور دونوں صاحبزادوں کے کنگن کاٹ کر علیحدہ فرمادیئے، دونوں صاحبزادے روتے ہوئے رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے وہ کنگن اُن کے ہاتھوں سے لے لئے اور (مجھ سے) فرمایا کہ اے ثوبان! لو یہ لے جاؤ اور فلاں (غریب) گھرانے کے لوگوں کو دے دو (وہ فروخت کرکے اپنا کام چلالیں گے) یہ لوگ میرے گھر والے ہیں، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ اپنے حصّہ کی عمدہ چیزیں دنیاوی زندگی میں استعمال کرلیں، (پھر فرمایا کہ) اے ثوبانؓ فاطمہؓ کے لئے (جانوروں کے) پٹھوں سے بنا ہوا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ"۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۳ از احمد و ابو داؤد)

تشریح: اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زُہد اور دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کے استعمال سے بے رغبتی کی ایک جھلک معلوم ہوئی، آپؐ نہ صرف خود اپنے لئے بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے بھی دنیاوی لذتوں اور نعمتوں میں پڑنا ناپسند فرماتے تھے، ناپسند تو سب ہی کے لئے تھا، مگر اس سلسلہ میں زیادہ توجہ خود عمل پیرا ہونے کی طرف تھی، حلال چیزیں استعمال کرنا چونکہ گناہ نہیں ہے اسی لئے سختی سے روکنا مناسب نہ تھا البتہ اپنے حق میں سختی فرماتے تھے اور گھر والوں کو تنبیہ فرماتے رہتے تھے، زیور اگرچہ عورت کے لئے حلال ہے مگر اسی کو پسند فرمایا کہ استعمال نہ کیا جائے، کیونکہ دنیا میں نعمتوں کے استعمال سے خطرہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں کم ملیں، ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے سامنے بالکل ہیچ ہیں، اللہ کا پیارا نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یہ کیونکر پسند فرماتا کہ آخرت کی نعمتوں میں کمی آئے، اسی لئے چاندی کے کنگن ایک غریب گھرانے کے لئے بھیج دیئے۔

فصلّی اللہ تعالٰی علیہ واصحابہ وآلہٖ بقدر کمالہ وجمالہٖ۔

مسئلہ: عورتوں کو چاندی سونے کا زیور پہننا جائز ہے، بشرطیکہ حلال مال سے ہو، اور ریا کاری مقصود نہ ہو، جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے، اور مردوں کو صرف چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے، بشرطیکہ ۴ ½ ماشہ سے کم ہو۔ عورتوں اور مردوں کو اور کسی طرح سے سونے چاندی کا استعمال جائز نہیں ہے، مثلاً سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا اور سونے چاندی کے چمچہ سے کھانا یا ان کی سلائی سے یا سُرمہ دانی سے سُرمہ لگانا یہ سب حرام ہے، مَردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی، جس پلنگ یا کرسی کے پائے سونے یا چاندی کے ہوں اس پر لیٹنا بیٹھنا بھی حرام ہے، اور اس میں مرد و عورت سب کا ایک حکم ہے۔

بجنے والا زیور پہننے کی مُمانعت

(۲۳۹) وَعَنْ بُنَانَةَ مَوْلَاةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَيَّانَ الْاَنْصَارِيِّ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ إِذْ دُخِلَتْ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَّعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تُقَطِّعْنَ جَلَاجِلَهَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ، (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت بنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر تھی اُس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت ایک لڑکی کو ہمراہ لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اندر آنے لگی، وہ لڑکی جھانجن پہنے ہوئے تھی، جن سے آواز آرہی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ جب تک اس کے جھانجن نہ کاٹے جائیں میرے پاس اُسے ہرگز نہ لانا، میں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ "جس گھر میں گھنٹی ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔" (مشکوٰۃ ص ۳۷۹ عن ابی داؤد)

تشریح:۔ ایک حدیث میں ہے:۔

اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ، "گھنٹیاں شیطان کے باجے ہیں"

(مشکوٰۃ ص ۳۳۸)

اور ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:۔

مَعَ کُلِّ جَرَسٍ شَیْطَانٌ ۔ (مشکوٰۃ، ص ۳۷۹)

"ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بجنے والا زیور اور گھونگرو اور گھنٹیاں شیطان کو پسند ہیں، اور یہ شیطان کے باجے ہیں، جب ان میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے، اور جہاں پر ایسی چیزیں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ــــ ان حدیثوں کے پیش نظر فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسا زیور جس کے اندر خول میں بجنے والی چیزیں پڑی ہوئی ہوں اس کے پہننے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، جیسے پرانے زمانہ میں جھانجن ہوتے تھے، اور اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں ایسی بنائی جاتی تھیں، دیہات میں اب بھی اس طرح کے زیور کا رواج ہے، یہ سب ممنوع ہے۔

جس زیور میں بجنے والی چیز نہ ہو مگر زیور آپس میں ایک دوسرے سے مل کر بجتا ہو اس کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:۔

وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ۔ (سورۂ نور، ع ۴)

"اور اپنے پاؤں (چلنے میں زمین پر) زور سے نہ ماریں، تاکہ اُن کی وہ زینت معلوم ہو جائے جس سے وہ پوشیدہ طور پر آراستہ ہیں۔"

جانوروں کے گلے میں جو گھنٹی ڈال دیتے ہیں اس سے بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

لَا تَصْحَبُ الْمَلٰئِکَۃُ رُفْقَۃً فِیْهَا کَلْبٌ وَّلَا جَرَسٌ ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳۸)

"یعنی جن لوگوں کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو (رحمت کے) فرشتے اُن کے ساتھ نہیں رہتے۔"

گانا بجانا شیطانی دھندا ہے

یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ شیطانی اعمال کرتے ہیں اُن کو بجنے بجانے والی چیزوں سے محبت اور

رغبت ضرور ہوتی ہے اور شیطانی کاموں میں ایسی چیزوں کی بہتات ہوتی ہے، ہندوؤں اور یہود ونصاریٰ کے مندروں اور گرجوں میں خاص طور سے ایسی چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے، شیطان کو چونکہ یہ چیزیں پسند ہیں اس لئے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے کہ ایسی چیزیں رکھیں اور بجائیں مسلمانوں میں بھی جو لوگ خواہشِ نفس کے مطابق چلتے ہیں اور رنج وخوشی میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے ان پر بھی شیطان قابو پالیتا ہے اور ان کو گانے بجانے کی چیزوں میں مشغول کردیتا ہے ان سے گانے گواتا ہے اور باجے بجواتا ہے اور خود بھی سنتا اور مزے لیتا ہے، یہ مصیبت عام ہی ہوگئی ہے کہ ہر وقت نفس کو خوش کرنے کے لئے ریڈیو کھولے رہتے ہیں یا ٹیپ ریکارڈ چلائے رکھتے ہیں خصوصاً کھانے کے وقت گانا سننے کا بہت زیادہ خیال کرتے ہیں تاکہ جب منہ میں لقمہ جائے تو گلے سے نیچے دھکیلنے کا کام گانے کی دھن اور سُر سے ہوجائے۔

قوالی کی محفلوں میں باجے

اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ بہت سے مواقع میں گاجے باجے کو ثواب سمجھتے ہیں، اور وہ یہ کہ قوالی کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور راتوں رات قوال کا گانا سننے کے لئے جاگتے ہیں، اور چونکہ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اور مدح کے اشعار بھی ہوتے ہیں، اس لئے اس محفل کی شرکت کو ثواب سمجھتے ہیں، اگر کوئی شخص سمجھائے اور بتائے تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت سننے سے منع کرتا ہے حالانکہ منع کرنے والا ایسے نعتیہ اشعار کہنے اور سننے سے نہیں روکتا، جو سچ ہوں اور صحیح ہوں وہ تو گانے بجانے کے آلات پر پڑھنے سے روکتا ہے، اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت سننے کا شوق ہے تو بغیر ہارمونیم اور بغیر طبلہ اور بغیر ساز وسارنگی کے سنیئے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر ساز وسارنگی کے اور بغیر طبلہ باجے کے نعت پڑھنے بیٹھ جائے تو دس پانچ آدمی سننے کے لئے جمع ہوجائیں گے، اور دس پانچ منٹ میں منتشر ہوجائیں گے، خدارا انصاف کرو کیا یہ راتوں رات جاگنا نعت نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سننے کے لئے ہے، یا نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ گرامی

استعمال کرکے نفس و شیطان کو لذیذ گانے کی حرام غذا دینے کے لئے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَرَنِي رَبِّي بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيرِ وَالْأَوْثَانِ وَالصَّلِيبِ وَأَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۵۸)

"یعنی میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ گانے بجانے کے آلات کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹا دو۔"

کیسی نادانی کی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن چیزوں کے مٹانے کے لئے تشریف لائے ان ہی چیزوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت سننے میں استعمال کرتے ہیں، پھر اوپر سے ثواب کی امید بھی رکھتے ہیں، نفس و شیطان نے ایسا غلبہ پایا ہے کہ قرآن و حدیث کے قانون بتانے والوں کی بات ناگوار معلوم ہوتی ہے، اللہ پاک سمجھ دے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے کے جذبات نصیب فرمائے، پھر رات بھر قوالی سنتے ہیں، اور فجر کی اذان ہوتے ہی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں، یہ ہیں محبتِ نبوی ﷺ کے متوالے جنہیں فرضوں کے غارت کرنے پر ذرا بھی ملال نہیں، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

محرم کے تعزیوں میں ڈھول باجے

اور دیکھئے محرم میں کیا ہوتا ہے، آٹھویں، نویں دسویں تاریخ کے جلوس اور اونچے اونچے تعزیوں کی لمبی لمبی قطاریں بازاروں میں ہو کر گذرتی ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم اور حضرات اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مصیبتوں اور تکلیفوں کی مرثیہ خوانی کے عنوان پر جو کام ہوتے ہیں وہ بھی ڈھول ڈھکے اور باجے گاجے سے بھرپور ہوتے ہیں، جو شخص ان غیر شرعی حرکتوں سے منع کرے تو اس کی بات کو وہابی کہہ کر ٹال دیتے ہیں، ارے سمجھدارو! یہ تو بتاؤ کہ ماتم اور مرثیہ خوانی میں تاشے بجانا، نقارے پیٹنا اور بجانے کے دوسرے سامان استعمال کرنا یہ رنج کی کون سی قسم ہے، نکلتے ہیں ماتم کا نام کرنے اور سامان کرتے ہیں نفس و شیطان کے خوش کرنے کے، اول تو ماتم اور مرثیہ خوانی ہی منع ہے، پھر اوپر سے اس کو

ثواب سمجھنا اور گانے بجانے کے سامان سے اس کو بھرپور کر دینا یہ سب اعتقاد کا فساد ہے، اور سب حرکتیں گناہ در گناہ ہیں، جس چیز کی بنیاد خیر پر ہوتی ہے اس میں قرآن و حدیث کی خلاف ورزی نہیں کی جاتی اور شیطان کو خوش نہیں کیا جاتا، عجیب تماشا ہے کہ حضرات اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا غم لے کر نکلتے ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ارشادات کی نافرمانی کرتے ہوئے جھوٹے غم کا اظہار کرتے ہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبّت ہونے کی بنیاد پر ماتم کرتے ہیں، اور ان ہی کے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو عین ماتم ہی کے وقت پس پشت ڈال دیتے ہیں، بات یہ ہے کہ محبّت صحیح اصولوں پر نہیں ہے، اگر صحیح اصول کے مطابق ہوتی تو اعمال و اشغال بھی صحیح ہوتے، صحیح محبّت وہ ہے جو شرعی اصول پر ہو خوب سمجھ لو۔

مردوں کو زنانہ وضع اور عورتوں کو مردانہ وضع اختیار کرنا ممنوع ہے اور لعنت کا سبب ہے

(۲۴۰) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَوْمَتِ امْرَءَةٌ مِنْ وَّرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ مَا اَدْرِىْ اَيَدُ رَجُلٍ اَمْ يَدُ امْرَءَةٍ قَالَتْ بَلْ يَدُ امْرَءَةٍ قَالَ لَوْ كُنْتِ امْرَءَةً لَغَيَّرْتِ اَظْفَارَكِ بِالْحِنَّاءِ. (رواہ ابو داؤد والنسائی)۔

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں ایک پرچہ تھا، اس نے پرچہ دینے کے لئے پردہ کے پیچھے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہاتھ بڑھایا، آپؐ نے ہاتھ روک لیا، اور فرمایا کہ نہ معلوم مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا، اس نے کہا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے، فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو مہندی کے ذریعہ بدل دیتی (یعنی مہندی سے

رنگ لیتی) ؎ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۳، از ابوداؤد ونسائی)

تشریح: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابی عورتیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پردہ کرتی تھیں، اسی لئے تو ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے پرچہ دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا، اگر بے پردہ سامنے آتیں تو پردہ کی کیا ضرورت تھی؟

جاہل پیروں کی گمراہی اس حدیث سے ان جاہل پیروں کی گمراہی بھی معلوم ہوئی جو اپنی مُریدنیوں میں بے محابا اندر گھروں میں گھُس جاتے ہیں، اور پردہ کا اہتمام نہیں کرتے، جاہل عورتیں کہتی ہیں کہ ان سے کیا پردہ؟ پیر میاں ہیں نیک آدمی ہیں، بھلا اللہ کے پاک رسول فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون نیک اور پارسا اور پاکباز ہوگا؟ جب صحابی عورتوں نے آپؐ سے بھی پردہ کیا تو کسی دوسرے کو دم مارنے کی کیا مجال ہے، جو نیکی کے جھوٹے دعوے کرکے بے محابا عورتوں میں چلے جاتے ہوں، ایسے لوگ پیر و مرشد نہیں بلکہ گمراہ ہیں، جو شیطان کی راہ دکھاتے ہیں، ایسے لوگوں سے مرید ہونا حرام ہے، مَردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی۔

اہلِ حق مُرشدین کا طریقہ ہمارے دادا پیر حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے پیر تھے، جب عورتوں کو مرید کرتے تھے تو پردہ ڈال کر ہاتھ میں ہاتھ لئے بغیر توبہ پڑھا دیتے تھے، لیکن توبہ کے الفاظ کہلواتے وقت پردہ کو پشت کرکے بیٹھتے تھے تاکہ غلطی سے بھی نظر نہ پڑ جائے اور عورتیں اپنی تاک جھانک والی عادت سے بھی باز نہیں آتی ہیں اس لئے ایسا کرنا ضروری ہوا کسی موقع پہ ایک عورت نے عرض کیا کہ حضرت جب پردہ ڈال لیا تو منہ پھیر کر بیٹھنے کی کیا ضرورت رہی؟ فرمایا تم کو کیا معلوم میرا منہ کدھر کو ہے؟ پتہ چلا کہ باوجود پردہ کے احتیاط لازم ہے، کیونکہ تم نظر ڈالنے میں بے احتیاط ہوتی ہو، دیکھو! اچھّے اور سچّے پیر ایسے ہوتے ہیں جو پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں، اور مُریدوں اور مُریدنیوں کو بھی اُسی طریقہ پر چلاتے ہیں۔

بے پردہ ہو کر ٹیوشن پڑھنے کی مذمّت بہت سے لوگ بڑی بڑی لڑکیوں بلکہ اچھی

خاصی عمر کی جوان عورتوں کو ماسٹروں یا حافظوں سے بطور ٹیوشن پڑھواتے ہیں اور پردہ کا بالکل خیال نہیں کرتے، پڑھانے والا استاد اور پڑھنے والی لڑکیاں آمنے سامنے بیٹھ کر بلا پردہ پڑھتے پڑھاتے ہیں، اور نہ صرف بے پردہ بلکہ خلوت اور تنہائی بھی ہو جاتی ہے، کیونکہ بعض مرتبہ وہاں کوئی تیسرا نہیں ہوتا، یہ سب حرام ہے، اُستاد یا پیر اگر غیر محرم ہے تو پردہ لازم ہے خوب سمجھ لو۔

دوسری بات حدیثِ بالا سے یہ معلوم ہوئی کہ عورت کو عورتوں والی وضع میں رہنا چاہئے عورت کے ہاتھ میں مہندی ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے، چاہیئے تو یہ کہ عورت ہاتھ کی ہتھیلیوں پر مہندی لگاتی رہے، ورنہ ناخنوں میں تو ضرور ہی مہندی رہنی چاہئے، مرد کو اپنی وضع مردانہ میں اور عورت کو اپنی وضع زنانہ میں رہنا چاہیے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا خاص اہتمام تھا، اور ایک کو دوسرے کی وضع اور لباس پہننے سے منع فرماتے تھے جس کا کچھ بیان ابھی دوسری حدیثوں کی تشریح میں آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۴۱) وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ قِیْلَ لِعَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اِنَّ امْرَأَۃً تَلْبَسُ النَّعْلَ قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَۃَ مِنَ النِّسَاءِ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: "حضرت ابن ابی ملیکہؒ (تابعی) کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے عرض کیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتہ پہنتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور طریق اختیار کرے۔"

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۳ از ابوداؤد)

(۲۴۲) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّجُلَ یَلْبِسُ لِبْسَۃَ الْمَرْءَۃِ وَالْمَرْءَۃَ تَلْبَسُ لِبْسَۃَ الرَّجُلِ۔ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت کی جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر

لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے ۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۳ از ابوداؤد)

○ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ لَعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ الْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ قَالَ اَخْرِجُوْھُمْ مِنْ بُیُوْتِکُمْ (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت کی اُن مَردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل وصورت بنا کر ہیجڑے بنیں، اور لعنت کی اُن عورتوں پر جو شکل وصورت میں مردانہ پن اختیار کریں، اور ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو ۔"

(مشکوٰۃ ص ۳۸۰، از بخاری)

تشریح: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے بہت ہی زیادہ نفرت تھی کہ مرد زنانہ لباس پہنیں یا کسی طرح سے بھی زنانہ پن اختیار کریں، اور اس بات سے بھی آپ کو سخت نفرت تھی کہ عورتیں مردانہ لباس پہنیں یا مردانہ چال ڈھال اختیار کریں، اور اسی نفرت کے باعث اس طرح کے مَردوں اور عورتوں پر آپ نے لعنت فرمائی ۔

درحقیقت عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مَرد مَرد بن کر رہیں اور عورتیں عورتیں بنی رہیں، آج کل کے لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کو نہیں دیکھتے، بلکہ یورپ وامریکہ کے کافروں اور سینما میں کام کرنے والے مَردوں اور عورتوں کو وضع قطع اور سج دھج میں اپنا امام بناتے ہیں، اُدھر سے جو لباس اور طور طریق ملتا ہے اسی کو اختیار کرنا ذریعۂ عزت سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ لباس اور طرز اور طور طریق اللہ کے نزدیک لعنت ہی کا سبب ہو، اللہ تعالیٰ ہم کو سمجھ دے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

حدیث میں فرمایا ہے کہ عورت بننے والے مَردوں اور مَرد بننے والی عورتوں کو اپنے گھروں سے نکال دو، اس سے معلوم ہوا کہ ہیجڑے بنے ہوئے جو لوگ پھرتے رہتے

ہیں اُن کو گھروں میں آنے کی اجازت دینا سخت منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ہیجڑہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا جس کے ہاتھوں اور بازوؤں میں مہندی لگی ہوئی تھی، آپؐ نے فرمایا اس کو کیا ہوا؟ عرض کیا گیا کہ یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، آپؐ نے یہ سُن کر مدینہ سے باہر نکلوادیا، اور بقیع (جگہ) میں رہنے کو فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف) یہ جگہ بقیع کے علاوہ ہے۔

بعض گھروں میں بچّے کی پیدائش پر ہیجڑوں سے گانا گوایا جاتا ہے، اس میں دُہرا گناہ ہے، ایک تو اُن کو گھر میں گھسانا، دوسرے گانا گوانا، اللہ تعالیٰ ہر گناہ سے محفوظ رکھے فقہائے نے لکھا ہے کہ جو عورتیں بے پردہ پھرتی ہوں مسلمان عورت کو اُن سے بھی پردہ کرنا لازم ہے۔

آج کل معاشرہ میں یہ چیز زیادہ مقبول ہو رہی ہے کہ لڑکوں کو لڑکیوں کا لباس اور لڑکیوں کو لڑکوں کا لباس پہناتے ہیں اور نوجوان مرد عورت اسی سیلاب کے بہاؤ میں بہہ رہے ہیں، یہ طرز بھی یورپ اور امریکہ کے نابکاروں سے شروع ہوا ہے ان کے نزدیک یہ فیشن اور فخر کی چیز ہے، ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ کسی جگہ دعوت تھی جو لوگ مدعو تھے مرد و عورت ایک ہی جگہ موجود تھے، ایک نو عمر کو دیکھا گیا کہ رواج کے مطابق سلیقہ سے میز کرسی لگا رہا ہے اور کھانے کی چیزیں چُن رہا ہے کسی کی زبان سے یہ نکل گیا کہ یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے، سلیقہ مندی سے کام کر رہا ہے، اس پر پیچھے سے آواز آئی کہ میاں کیا فرما رہے ہیں؟ یہ لڑکا نہیں، میری لڑکی ہے۔ اُن صاحب نے پیچھے مُڑ کر دیکھا، اور ایک نظر ڈال کر کہا کہ معاف کیجئے مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس کی والدہ ہیں، فوراً جواب دیا کہ میاں آپ صحیح دیکھا کیجئے، میں والدہ نہیں ہوں اس کا والد ہوں۔

خلاصہ یہ کہ لڑکی کو لڑکے کے لباس اور وضع قطع میں رواج کے مطابق فیشن سے آراستہ کر رکھا تھا اور جناب والد صاحب خود عورتوں کے لباس اور زنانہ شکل وصورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔

مَردوں میں زنانہ پن اور عورتوں میں مردانہ پن کس کس طرح سے جگہ پکڑ رہا ہے۔

اس کی تفصیلات وہی لوگ خوب جانتے ہیں جو اس لعنت کے فیشن میں مبتلا ہیں، پہلے تو صرف یہی رونا تھا کہ مرد ڈاڑھی منڈا کر زنانہ پن اختیار کرتے ہیں، لیکن اب تو اس سے آگے بڑھ کر مردوں نے اور خاص نو عمر لڑکوں نے سُرخی پاؤڈر اور جمپر فراک وغیرہ سب کچھ اختیار کر رکھا ہے، بہت سے مرد بالکل زنانہ رنگ کی شلوار اور قمیص پہن کر نکلتے ہیں اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھے تو یہ فیشن کے متوالے عورت ہی معلوم ہوتے ہیں، اور یہ بات تو اب خاصی پُرانی ہوگئی کہ لڑکیاں شرط لگاتی ہیں کہ ڈاڑھی منڈے سے شادی کروں گی، ڈاڑھی والا پسند نہیں، گویا اُن کو ایسا شخص چاہیئے جو دیکھنے میں عورتوں کی فہرست میں آتا ہو۔

عورتیں پتلون وغیرہ اختیار کر رہی ہیں، اگر مشرقی لباس پہنتی ہیں تو وہ بھی مردانہ طرز کا، لڑکوں کو زنانہ اور لڑکیوں کو مردانہ ڈریس میں سجایا جاتا ہے، اور اس خیالِ خام میں مبتلا ہیں کہ ترقی کے زینہ پر پہنچ گئے ہیں، بھلا جو چیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک سببِ لعنت ہو وہ ترقی کی چیز کیسے ہوگی؟ اس میں ترقی ایمانی اور انسانی تو نہیں ہوسکتی ہاں حیوانی اور شہوانی اور طغیانی و عصیانی (یعنی گنہگاری) کی ترقی ہے جو ملعون ہے۔

بالوں میں بال ملانیوالی اور جسم گودنے والی پر اللہ کی لعنت ہو

(۲۴۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاصِلَۃَ وَالْمُسْتَوْصِلَۃَ وَالْوَاشِمَۃَ وَالْمُسْتَوْشِمَۃَ

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو اُس عورت پر (جو بالوں کو لمبا یا پھولا ہوا بنانے کے لئے دوسرے کسی مرد یا عورت کے بال) اپنے بالوں میں یا کسی اور کے بالوں میں ملائے، اور اس عورت پر بھی خدا کی لعنت ہو جو کسی عورت سے کہے کہ

دوسرے کے بال میرے بالوں میں ملادے، اور فرمایا خُدا کی لعنت ہو اس عورت پر جو گودنے والی ہے اور جو گُدوانے والی ہے۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۱، از بخاری و مسلم)

تشریح: قدیم زمانہ سے عورتوں میں زیب و زینت کے لئے طرح طرح کے طریقے رائج ہیں اور یہ طریقے بدلتے بھی رہتے ہیں، ان طریقوں میں ایک یہ طریقہ بھی تھا (اور اب بھی بعض علاقوں اور قوموں میں ہے) کہ عورتیں اپنے بال لمبے یا گھنے پھولے ہوئے ظاہر کرنے کے لئے دوسرے کسی مرد یا عورت کے بال لے کر اپنے بالوں میں ملا لیتی تھیں، اور کچھ عورتیں یہ پیشہ کرتی تھیں کہ بال لئے پھر رہی ہیں، جس عورت نے اپنے بالوں میں بال ملوانے چاہے اس عورت سے کچھ پیسے لے کر ملا دیئے، چونکہ اس میں جھوٹ اور فریب ہے، لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سخت ناپسند فرمایا اور واصلہ (جو بالوں میں بال جوڑے) اور مستوصلہ (جو بالوں میں بال جوڑوائے) ان دونوں پر لعنت فرمائی۔

اسی طرح گودنے اور گُدوانے کا سلسلہ بھی زمانۂ قدیم سے چل رہا ہے، اس کو عربی میں وشم کہتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سوئی وغیرہ سے کھال میں گہرے گہرے نشان ڈال کر اس میں سُرمہ یا نیل بھر دیا جاتا ہے، اس طرح جسم پر جانوروں اور دیگر چیزوں کی تصویریں بنائی جاتی ہیں، ہندوستان کے ہندوؤں میں تو یہ رواج بہت ہے اور بلوچستان وغیرہ کے بعض مردوں کے جسموں میں بھی ایسا دیکھا گیا ہے، خدا کے سچّے رسولؐ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا اور اس طرح نشان ڈالنے والی اور ڈلوانے والی عورت پر لعنت فرمائی، بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ	"یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں
وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ	پر اور گدوانے والیوں پر اور ان عورتوں
وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ	جو (ابرو یعنی بھووں کے بال) چُنتی ہیں
الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ ۔	(تاکہ بھویں باریک ہو جائیں اور خدا کی

لعنت ہو اُن عورتوں پر جو حُسن کے لئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سُن کر ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں؟ فرمایا کہ میں ان لوگوں پر کیوں نہ لعنت بھیجوں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی، اور جن پر اللہ کی کتاب میں لعنت آئی ہے، وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے تو سارا قرآن پڑھ لیا مجھے تو یہ بات کہیں نہ ملی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تُو نے قرآن پڑھا ہوتا تو ضرور یہ بات مل جاتی، کیا تُو نے یہ نہیں پڑھا؟

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ	"اور رسولؐ تم کو جو (ہدایت) دے
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ	اسے قبول کرلو اور جس چیز سے روکے
عَنْهُ فَانْتَهُوْا	اُس سے رُک جاؤ۔"

یہ سُن کر وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں یہ تو قرآن میں ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جن کاموں کے کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے، لہٰذا قرآن کی رُو سے بھی ان کاموں کی ممانعت ثابت ہوئی، کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن باتوں کا حکم دیں ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکیں اُن سے رُک جاؤ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۱)

اس قصہ سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

اوّل یہ کہ بالوں میں بال ملانے اور گودنے کی ممانعت کے علاوہ بھوؤں کے بال نوچنا بھی منع ہے، نیز دانتوں کو کسی طرح گھس کر باریک کرنا اور دانتوں کے درمیان کشادگی نکالنے کی کوشش کرنا بھی ممنوع ہے، اور یہ چیزیں بھی قابلِ لعنت ہیں، ایسا کرنے سے اللہ کی پیدا فرمودہ شکل وصورت میں اپنی طرف سے اَدل بدل کرنا لازم آتا ہے، جو نہایت ہی قبیح ہے، اور سخت ممنوع اور مذموم ہے، اور لعنت کا کام ہے، ہاں جس جگہ کے بال لینے کا حکم دیا گیا ہے اور جس اَدل بدل کی ترغیب دی گئی ہے اس کا اختیار کرنا نہ صرف درست

ہے بلکہ باعث ثواب ہے، بندہ کو اپنے آقا کا اشارہ دیکھنا چاہیئے۔

بات یہ کہ زیادہ بن ٹھن کر رہنا شریعت میں پسند نہیں ہے، شوہر والی عورت بقدرِ ضرورت بناؤ سنگھار کر لے، یہ ٹھیک ہے، لیکن بناؤ سنگھار کو مستقل ایک مشغلہ بنا لینا اور طرح طرح کے طریقے اس کے لئے سوچنا مومن کے مزاج کے خلاف ہے، جن کو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہونا ہو ان کے پاس اتنی فرصت کہاں کہ بناوٹ اور تصنّع میں وقت اور پیسہ ضائع کریں۔

دُوسری بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ سے یہ معلوم ہوئی کہ حدیث شریف میں جن چیزوں کا حکم ہے وہ بھی حکمِ الٰہی ہی ہے، اور جن چیزوں سے حدیثوں میں روکا ہے وہ بھی ممانعتِ خداوندی ہی ہے، آج کل کے بہت سے جاہل جن کی عقلوں کو یورپ اور امریکہ سے نام نہاد روشنی ملی ہے (جو سراسر تاریکی ہے) یوں کہتے ہیں کہ حدیث کی ضرورت نہیں، صرف قرآن پر عمل کرلیں گے، حالانکہ قرآن پر عمل حدیث جانے اور ماننے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ حدیث قرآن مجید کی شرح ہے۔ اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب "فضائلِ علم" میں دیکھو۔

تیسری بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ سے یہ معلوم ہوئی کہ اُس زمانہ کی عورتوں میں علمِ دین کا بڑا چرچا تھا، اور قرآن مجید پر اس قدر عبور تھا کہ ایک عورت اپنی قرآن دانی کے بل بوتے پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی سے بحث کرنے لگی، کہ یہ بات قرآن میں کہیں نہیں ہے۔

افسوس! کہ آج کل کی عورتیں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے کے لئے برسہا برس خرچ کرتی ہیں، مگر قرآن اور حدیث کی طرف ذرا توجہ نہیں، یہ بے دینی کے ماحول کا نتیجہ ہے، اللہ جل شانہٗ ہم سب کو قرآن و حدیث کے علوم نصیب فرمائے، آمین۔

عورت کو سَر مُنڈانے کی مُمانعت

(۲۴۴) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْءَةُ رَأْسَهَا۔ (رواہ النسائی)

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے عورت کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ اپنا سر مونڈے"
(مشکوٰۃ، ص ۳۸۴ از نسائی)

تشریح: یہ ارشاد بھی اسی اصول کی ایک کڑی ہے کہ عورت کو مردانہ پن اختیار کرنا حرام ہے، جس کی تشریح گذشتہ احادیث کے ذیل میں ہو چکی ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالٰے لکھتے ہیں کہ عورتوں کے لئے بال اور زلفیں اسی طرح زینت ہیں جیسے مردوں کے لئے ڈاڑھی زینت ہے، مرد کو ڈاڑھی اور عورت کو سر مونڈنا حرام ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا تو منع ہے ہی، غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے اور اس حکم میں مرد و عورت سب برابر ہیں، لہٰذا مسلمان عورتوں کو جہاں اپنی شکل وصورت اور لباس میں مردانہ پن سے بچنا لازم ہے وہاں یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہندوؤں یا یہودیوں یا عیسائیوں کی مشابہت نہ ہو جائے، نیز منافقوں اور فاجروں کی مشابہت اختیار کرنا بھی منع ہے، آج کل یہ مصیبت عام ہو گئی ہے کہ مرد و عورت وضع قطع، لباس پوشاک اور شکل وصورت میں پیارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات کو سامنے نہیں رکھتے، بلکہ یہود ونصاریٰ کو اپنا امام بناتے ہیں، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ خدارا فاسقوں اور کافروں کی پیروی کو چھوڑ دو اور مدنی آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات اور اخلاق واعمال کو پیشوا بناؤ۔

سجاوٹ کیلئے دیواروں پر کپڑا لٹکانے اور تصویروالا غالیچہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ناگواری

○ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزَاةٍ فَاَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهُ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَاَى

النَّمَطَ فَجَذَبَهُ حَتّٰى هَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمُرْنَا اَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جہاد کے لئے تشریف لے گئے، آپؐ کے پیچھے میں نے ایک اچھا عمدہ کپڑا خریدا، جس میں باریک جھالر تھی، اور اس کپڑے کو بطور پردہ (دروازہ پر) لٹکا دیا، جب آپؐ تشریف لائے تو اس کپڑے کو دیکھ کر (اس زور سے) کھینچا کہ وہ چاک ہو گیا، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ پتھروں کو اور مٹی کو کپڑے پہنائیں۔" (مشکوٰۃ ص ۳۸۵ از بخاری ومسلم)

تشریح: گھروں کی سجاوٹ میں پیسہ خرچ کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند نہ تھا، اسی لئے آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سجایا ہوا خوب صورت پردہ چاک کر دیا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں جہاں تک دروازہ پر غیروں کی نظروں سے بچنے کے لئے پردہ ڈالنے کا تعلق ہے وہ ٹاٹ یا موٹے سستے کپڑے کا بھی ہو سکتا ہے، قیمتی یا خوب صورت پردہ لٹکانا اس مقصد کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے، اس زمانہ میں دیواروں اور دروازوں اور کھڑکیوں پر پردے لٹکانے کا فیشن ہو گیا ہے، محض سجاوٹ اور زیب و زینت کے لئے قیمتی اور خوبصورت پردے لٹکائے جاتے ہیں اور اس میں مسلمانوں کے لاکھوں روپے خرچ ہو رہے ہیں، پاس پڑوس اور شہر و دیہات کے لاتعداد انسانوں کے پاس تن پوشی کے لئے کچھ نہیں ہے اور ہم غیروں کی دیکھا دیکھی در و دیوار کو پوشاک پہنا کر اپنے لئے لذتِ نظر کا انتظام کر رہے ہیں انسانوں کی حاجتیں اٹکی ہوئی ہیں اور اینٹ و پتھر کے ساتھ سخاوت ہو رہی ہے، درحقیقت یہ سبق عملی طور پر غیروں نے پڑھایا ہے، اگر اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنے کا ارادہ کرتے تو کبھی فضول خرچی کی طرف ذہن بھی نہ جاتا۔

پھر یہ بات عجیب ہے کہ شرعی پردہ تو خواتین چھوڑتی جا رہی ہیں، اور جو پردہ نامحرموں کی نظروں سے بچانے کے لئے تھا وہ در و دیوار کی آرائش کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے،

پارکوں اور کپڑے کی مارکیٹوں میں بے حجابانہ منہ کھولے پھرتی ہیں، ذرا سا نقاب چہرے پر ڈالنے کو آمادہ نہیں اور بڑی قیمت کے پردے بلاضرورت دیواروں پر سجے ہوتے ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سجاوٹ، طہارت، نظافت تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں سجاوٹ تو اردو لفظ ہے، اس کا مطلب سب ہی جانتے ہیں اور طہارت پاکی کو اور نظافت ستھرائی، صفائی کو کہتے ہیں، طہارت کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۞[1]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور خوب پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

اور نظافت کی بھی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

نَظِّفُوْا اَفْنِيَتَكُمْ ۔[2]

"یعنی اپنے گھروں کے سامنے پڑی ہوئی جگہوں کو صاف ستھری رکھا کرو۔"

لیکن سجاوٹ کا خاص اہتمام کرنا اور اس کے لئے مستقل چیزیں خریدنا اور ذہن کو اس میں الجھانا اور وقت اور پیسہ خرچ کرنا محمود و محبوب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلائے، (آمین)

(۲۴۵) وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوْرَةُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

---

[1] سورۂ بقرہ ۱۲ ۔ [2] ترمذی شریف ۱۲

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ) ایک غالیچہ خرید لیا جس میں تصویریں تھیں، جب اس کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپؐ دروازے پر کھڑے رہ گئے اور اندر داخل نہ ہوئے، میں نے آپؐ کے چہرۂ مبارک پر ناگواری محسوس کی، اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتی ہوں اور اللہ کے رسولؐ سے معافی چاہتی ہوں مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا؟ آپؐ نے فرمایا یہ غالیچہ (کیسا ہے یہاں کیونکر آیا؟) میں نے عرض کیا یہ آپؐ کے لئے میں نے خریدا ہے، تاکہ اس پر تشریف رکھیں، اور اس کو تکیہ کی جگہ (بھی) استعمال فرمائیں، آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن ان تصویر والوں کو عذاب ہوگا، اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کچھ بنایا تھا اس میں جان ڈالو، اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔" (مشکوٰۃ ص ۳۸۵ از بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) تصویر والا کپڑا، گدّا، غالیچہ، قالین اور دوسری چیزیں، مثلاً کیلنڈر، برتن، فرنیچر گھر میں، دفتر میں، دوکان میں رکھنا حرام ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر والا غالیچہ گھر میں دیکھا تو دروازہ کے باہر ہی کھڑے ہوگئے اور اندر تشریف نہ لائے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر ہو، حدیث میں تو مطلق فرشتوں کا ذکر ہے، مگر دیگر آیات و احادیث کے پیشِ نظر علماءِ حدیث نے بتایا ہے کہ یہاں رحمت کے فرشتے مراد ہیں، کراماً کاتبین اور موت کے فرشتے مراد نہیں کیونکہ ان کو حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے حاضر ہونا پڑتا ہے، البتہ تصویروں سے اُن کو بھی ناگواری ہوتی ہے، مگر امتثالِ حکم کے لئے موجود ہوتے ہیں، جو لوگ فرشتوں پر ایمان نہیں رکھتے یا خدائے پاک کی اس معصوم مخلوق کی اذیت کا خیال نہیں کرتے وہی تصویریں گھر میں رکھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

فرشتوں کو جن کاموں سے تکلیف ہو شریعت مطہرہ میں اُن سے بچنے کا خاص اہتمام

کیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی شخص یہ بدبودار درخت یعنی پیاز کھائے ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے، کیونکہ اس چیز سے فرشتوں کو (بھی) تکلیف ہوتی ہے جس سے انسان دُکھ پاتے ہیں[1]۔ (یعنی بدبو فرشتوں کو ناگوار ہے جیسا کہ انسانوں کو بُری لگتی ہے لہٰذا بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ جائیں، خواہ وہاں کوئی آدمی بھی نہ ہو کیونکہ فرشتے تو موجود ہوتے ہیں، بدبو دُور ہونے کے بعد جا سکتے ہیں)۔

جن چیزوں کی شرعاً ممانعت ہے ان سے شیاطین خوش ہوتے ہیں، پھر اُن سے خدائے پاک کے معصوم فرشتے کیونکر راضی ہو سکتے ہیں؟ جو لوگ تصویر گھر میں رکھتے ہیں یا اور کسی طرح کے منکرات و فواحش میں مبتلا ہیں شیطان کو خوش کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مقدس فرشتوں کو ناراض کرتے ہیں، کتنی بڑی نادانی ہے۔

(۳) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تصویر والوں کو عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو یہ تصویریں بنائی ہیں ان میں جان ڈالو، یہ حکم بطور سرزنش اور ڈانٹ کے ہوگا، کیونکہ جان نہ ڈال سکیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ جو میری طرح خلقت پیدا کرنے لگے، اگر پیدا کرنے کا حوصلہ ہے تو ایک ذرہ یا ایک حبہ یا ایک جَو کا دانہ پیدا کر کے دکھائیں، یعنی ایک ذرہ بھی وجود میں نہیں لا سکتے ہیں، پھر صورتیں بنانے کے شغل میں کیوں لگے ہیں[2]۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اُن لوگوں کو ہوگا جو صفتِ خلق میں اللہ تعالیٰ کے مشابہ بنتے ہیں[3] (یعنی تصویریں بناتے ہیں) نیز ارشاد فرمایا کہ ہر مصوّر کو اس کی بنائی ہوئی صورتوں کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا جتنی صورتیں بنائی تھیں اُن میں سے ہر تصویر ایک جاندار چیز ہوگی، جس کے ذریعہ بنانے والے کو اُسے عذاب[4] ہوگا۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۶۸ عن البخاری و مسلم ۱۲ [2] مشکوٰۃ ص ۳۸۵ عن البخاری و مسلم [3،4] حوالہ بالا ۱۲

نیز ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتی ہوگی، اور دو کان ہوں گے جن سے سنتی ہوگی، اور ایک زبان ہوگی جس سے بولتی ہوگی (اور) وہ کہے گی کہ تین طرح کے لوگ میرے سپرد کئے گئے ہیں (۱) ہر ظالم ضدی (۲) ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنایا (۳) تصویر بنانے والے لوگ [۱]

مسئلہ: جس چیز میں جان نہ ہو اس کی تصویر بنانا اور گھر میں رکھنا درست ہے جیسے درخت وغیرہ، ہاں اگر کوئی ایسی چیز ہے جو کفر کا شعار ہو تو بے جان کی تصویر سے بھی پرہیز لازم ہے جیسے عیسائیوں کی صلیب وغیرہ۔

مسئلہ: ٹیلیویژن استعمال کرنے سے سختی سے پرہیز کریں، کیونکہ اس کی وضع ہی تصاویر کے لئے ہے۔

تنبیہ: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حدیث میں جس تصویر کشی کی ممانعت ہے وہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے متعلق ہے اور کیمرہ سے جو تصویر اتاری جاتی ہے وہ چونکہ ہاتھ سے نہیں بنائی جاتی، اس لئے وہ جائز ہے، یہ خیال غلط اور فاسد ہے شیطان کی سجھائی ہوئی دلیل ہے اصل مقصد تصویر بنانے کی حرمت ہے خواہ کسی بھی آلہ سے بنائی جائے۔

آج کل تصویریں رکھنا اور مورتیوں سے گھروں اور بنگلوں اور موٹروں کو سجانا ایک فیشن ہو گیا ہے اور تہذیب و ثقافت کا جزو بنا لیا گیا ہے، آرٹ کے نام سے بہاں اور بہت سے گناہ زندگی میں داخل ہو گئے ہیں ان میں تصاویر بنانا سجانا، دیکھنا دکھانا بھی شامل ہے، جہاں کسی کے پاس چار پیسے ہوئے بناوٹ سجاوٹ، کیمرہ، تصویر، مورتی اور مجسمہ کی طرف متوجہ ہوا، ہزار سمجھاؤ کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے، مگر کان دھرنے کو تیار نہیں، جب یورپ و امریکہ کو پیشوا بنا لیا تو مکہ و مدینہ کا رخ کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہو گی، یہ سید ہیں، یہ علوی ہیں، یہ صدیقی ہیں، یہ فاروقی ہیں، یہ عثمانی ہیں، یہ زبیری ہیں، یہ چشتی ہیں، یہ قادری، بس نام و نمود کی نسبتوں تک ہیں، معاشرہ

---

[۱] مشکوٰۃ باب التصاویر ص ۳۸۶ عن الترمذی۔

میں اور گھر بار کے رہن سہن میں تو نصرانی معلوم ہوتے ہیں، الماری میں ایک کتا رکھا ہوا ہے موٹر کار میں گڑیا جھول رہی ہے، سامنے کسی کا فوٹو آویزاں ہے، دفتر میں کسی کا اسٹیچو رکھا ہوا ہے، اللہ کی پناہ! کیا مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں؟ جنہیں فرمانِ رسول کی ذرا پرواہ نہیں، اور جن کو رحمت کے فرشتوں سے بَیر ہے اُن کا گھر میں آنا پسند نہیں کرتے۔

بعض لوگ بچوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں، اچھے خاصے نمازی، واعظ و صوفی گھرانوں میں بچوں اور بچیوں کے کھیلنے کے لئے گڑیاں اور تصویریں اور مورتیاں خرید کر لائی جاتی ہیں، بچہ کی خواہش ہے، اس کا دل بُرا نہ ہو، مگر مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو رنج پہنچ جائے گا اس کی کوئی پرواہ نہیں، فاللہ المستعان و بیدہ التوفیق۔

زندگی گذارنے کے لئے مختصر سامان کافی ہونا چاہیئے

(۲۴۷) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ إِنْ اَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِيْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْاَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِيْ ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے عائشہؓ! اگر تو (آخرت میں) مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو تجھے دنیاوی زندگی گذارنے کے لئے اتنا (مختصر سا) سامان کافی ہونا چاہیئے جتنا مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے، اور مالداروں کے پاس نہ بیٹھنا اور کسی کپڑے کو پرانا (یعنی ناقابلِ استعمال) نہ سمجھنا، جب تک کہ اُسے پیوند لگا کر نہ پہن لے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷۵، عن الترمذی)

تشریح: اس حدیث میں تین اہم نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں، جو بڑی اکسیر ہیں، پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ دنیاوی زندگی کے گذارہ کے معمولی سامان سے کام چلاؤ، مسافر جتنا سامان ہمراہ لے کر جاتا ہے اُتنے سامان میں گذارہ کرو، زیادہ سامان کے لئے زیادہ پیسوں کی ضرورت

ہوتی ہے اور اکثر حلال مال سے فضولیات اور فرنیچر اور زیب و زینت کے اخراجات پورے نہیں ہوتے لامحالہ اُن کے لئے حرام کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے، اور آخرت میں جو مال کا حساب ہوگا وہ بھی بقدرِ مال ہوگا، کم آمد اور کم خرچ والے وہاں مزے میں رہیں گے اس لئے دنیاوی زندگی کا سامان جس قدر کم ہو بہتر ہے، آج کل سامان بڑھانے کی دوڑ ہے، ہزاروں روپے فرنیچر پر اور نئے نئے ڈیزائن کے بنگلوں پر اور طرح طرح کے غیر ضروری امور پر خرچ ہو رہے ہیں، غریب سے غریب کو بھی سوفہ سیٹ کی طلب ہے اور ٹی وی اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کی رغبت ہے مخملی قالین اُٹھنے بیٹھنے کے لئے نہیں بلکہ محض بچھانے کے لئے چاہتے ہیں جس کو جُوتوں سے روندتے ہیں۔

دیکھو! یہ ڈھنگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتیوں کے نہیں ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنے خاص صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو نصیحت فرمائی کہ اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ[1] (یعنی مزے اڑانے سے بچنا، کیونکہ اللہ کے بندے مزے اڑانے والے نہیں ہوتے)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ ۔ (بیہقی فی شعب الایمان)	"یعنی جو شخص اللہ کی جانب سے ملنے والے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل سے راضی ہو جاتے ہیں۔"

اور ایک مرتبہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو گئے، سو کر اُٹھے تو جسم شریف پر چٹائی کی بناوٹ کے نشان پڑ گئے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ حکم فرمائیں تو ہم آپؐ کے لئے اچھا بچھونا بچھا دیا کریں،

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۹

اور اچھی اچھی چیزیں حاصل کر کے آپ کے لئے لایا کریں۔ آپؐ نے یہ سُن کر فرمایا کہ مجھ کو دُنیا سے کیا تعلق؟ میرا دنیا سے بس ایسا ہی واسطہ ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے نیچے سایہ لینے کے لئے بیٹھ گیا اور پھر اُسے چھوڑ کر چل دیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۲)

مسلمان کو ہر حال اور ہر کام میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنا لازم ہے، آج کل کے مسلمان اور خاص کر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے غیر قوموں کو دیکھ کر ایسے ایسے خرچ بڑھا لئے ہیں کہ نہ وہ ضروری خرچ ہیں، نہ اُن پر زندگی موقوف ہے، فیشن کی بلا ایسی سوار ہوئی ہے اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اتنی بڑھا رکھی ہے کہ جتنی بھی آمدنی ہو سب کم پڑ جاتی ہے اور قرض پر قرض چڑھتا چلا جاتا ہے۔

حضرت معاذؓ نے ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم تکلیفوں کے ذریعہ جانچ میں ڈالے گئے تو تم نے صبر کر لیا، عنقریب مال کے ذریعہ تمہاری جانچ کی جائے گی اور مجھے سب سے زیادہ خوف تمہارے متعلق یہ ہے کہ عورتوں کے فتنہ میں ڈال دیئے جاؤ گے، جبکہ عورتیں سونے چاندی کے کنگن پہنیں گی، اور شام و یمن کے باریک اور عمدہ کپڑے استعمال کریں گی، (یہ چیزیں مہیا کرنے کے لئے) مالدار کو تھکا دیں گی، اور مفلس سے وہ مانگیں گی جو اس سے نہ ہو سکے گا (حلیۃ الاولیاء)

آج کل ہم اسی دَور سے گذر رہے ہیں اور عورتوں کا یہی حال ہے جو ابھی ذکر ہوا، صفائی ستھرائی تو اچھی چیز ہے، مگر لباس اور فیشن کی دوسری بے جا ضرورتیں جو یورپ والوں نے نکال دی ہیں، مسلمانوں کے لئے کسی طرح بھی ان کے خیال میں پڑنا اور ان کو استعمال کرنا ٹھیک نہیں ہے، اُن کی اندھی تقلید میں یہ حال بن گیا ہے کہ دیکھنے میں خوش حال دل میں پریشان، آمدنی معقول مگر گذارہ مشکل، اطمینان اور بے فکری کا نام نہیں، محبت کے جوش میں بچّوں کی پرورش شروع ہی سے ایسے اعلیٰ پیمانہ پر کرتے ہیں کہ بعد میں اُن کی کمائی اُن خرچوں کو برداشت نہیں کر سکتی، جو کچھ پاس ہوتا ہے بچّہ کے فیشن پر خرچ کر دیتے ہیں، اور جب بے چارہ کچھ لکھ پڑھ کر ملازم ہوتا ہے، یا کاروبار شروع کرتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے، بال بچوں کا خرچ، ماں باپ کی خدمت، پوزیشن

اور سوسائٹی کا خیال ایک جان کو ہزاروں مصیبتیں لگی ہوتی ہیں، غرضیکہ پوری خانہ داری کا بوجھ اٹھانا وبالِ جان ہو جاتا ہے، اگر سادی زندگی سکھائیں تو پریشانی کیوں ہو۔

لڑکیوں کو فیشن کا اس قدر شوقین بنا دیا جاتا ہے کہ بچپن سے ہی اس کو اتنے زیادہ خرچوں کی عادی بنا دیتے ہیں کہ شادی کے بعد شوہر پر بوجھ ہو جاتی ہے، خاوند کی ساری آمدنی فیشن، لباس اور زیور کی نذر ہو جاتی ہے، ناچار نااتفاقی اور بدمزگی ظاہر ہونے لگتی ہے، اور زیادہ بناؤ سنگار کی عادت ڈالنے سے تلاوتِ قرآن پاک، درود و استغفار، دینی معلومات میں لگنے کی فرصت بھی نہیں ملتی، پھر اصل سجاوٹ تو باطن یعنی دل اور روح کی سجاوٹ اور پاکیزگی ہے، جسم و لباس کی عمدگی، سجاوٹ بھی اسی وقت بھلی معلوم ہوتی ہے جب دل ستھرا، اخلاق اچھے، عادتیں پاکیزہ ہوں، اخلاق گندے اور ظاہر اچھا اس کی ایسی مثال ہے جیسے گندگی کو ریشم میں لپیٹ کر رکھ دیا جائے، یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ ضرورت اس کو کہتے ہیں جس کے بغیر زندگی دو بھر ہو جائے، خوب سمجھ لو اور اپنے اخراجات کا جائزہ لے لو، ہم نے ہر تکے بے تکے خرچ کو ضرورت میں شامل کر رکھا ہے۔

دوسری نصیحت حدیث شریف میں یہ فرمائی کہ مالداروں کے پاس نہ بیٹھا کرو، یہ بہت کام کی نصیحت ہے، مالدار اکثر دنیا دار ہوتے ہیں، اُن کی صحبت سے دُنیا کی طلب بڑھتی ہے، اور آخرت کی رغبت گھٹتی ہے، نیز اُن کا مال اور حال دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اللہ نے اُن کو بہت کچھ دیا ہے، اور ہم محروم ہیں، اس کی وجہ سے ناشکری ہوتی ہے، حالانکہ کوئی شخص ایسا نہیں جس سے کمتر کوئی نہ ہو، شکر گذار بننے کا طریقہ یہ ہے کہ جو دنیاوی اعتبار سے اپنے سے کم ہو اس کو دیکھے، مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ	"(دنیاوی سامان اور روپیہ پیسہ میں)
مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ	جو تم سے کم ہے اس کو دیکھو اور جو تم سے
هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ	بڑھا ہوا ہے اس کو نہ دیکھو، ایسا کرنے سے
اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللهِ	اللہ کی اُن نعمتوں کی ناقدری نہ کر سکو گے

عَلَيْكُمْ ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۷)   جو اس نے تم کو عنایت فرمائی ہیں "

اس کو دوسرے عنوان سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ جس شخص میں دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کو شاکر اور صابر لکھ دیں گے، جس نے دین میں اس کو دیکھا جو اس سے بڑھ کر ہو اور پھر اس کی پیروی کی اور دنیا میں اس کو دیکھا جو اس سے کم ہے اور اس کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے اس شخص پر فوقیت دی ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ شاکرین اور صابرین میں شمار فرمائیں گے، اور جس نے دین میں ایسے شخص کو دیکھا جو اس سے کم ہے اور دنیا میں ایسے شخص کو دیکھا جو اس سے زیادہ ہے اور پھر اُن چیزوں پر افسوس کیا جو (دنیا میں) ان کو نہیں ملیں تو اللہ تعالیٰ اسے شاکرین اور صابرین میں شمار نہ فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۸ عن الترمذی)

نیز مالداروں میں اکثر فاسق و فاجر، بدکار، بے نمازی ہوتے ہیں، ان کی دولت پر رال ٹپکانا بہت بڑی نادانی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی فاجر (بدکار) کی نعمت دیکھ کر رشک نہ کرو، کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ موت کے بعد اس کا کیا حال بننے والا ہے، بلاشبہ اس کے لئے اللہ کے پاس ایک جان لیوا ہے، یعنی دوزخ کی آگ ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۷ عن شرح السنۃ)

اگر دنیا میں سامان بہت جمع کر لیا اور آخرت میں عذاب بھگتنا پڑا تو کیا نفع ہوا؟ خوب سمجھ لو، اور عذابِ دوزخ اس قدر زیادہ ہو گا کہ اس کی تکلیف سے آدمی مر جائے گا، مگر مرے گا نہیں، عذاب بھگتتا رہے گا، لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ مَّصَائِبِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ ط

تیسری نصیحت حدیث شریف میں یہ فرمائی کہ کپڑے کو اس وقت تک پرانا یعنی ناقابلِ استعمال مت سمجھنا جب تک کہ اس کو پیوند لگا کر نہ پہن لو، مطلب یہ ہے کہ اس اعتبار سے پرانا مت سمجھنا کہ بہت دن سے استعمال ہو رہا ہے، بلکہ کپڑا جب تک سالم رہے اس وقت تک تو استعمال کرتے ہی ہو، اور جب پھٹنا شروع ہو جائے تب بھی اس کو

ناقابلِ استعمال سمجھنے میں جلدی نہ کرو، بلکہ اس میں پیوند لگا کر پہنتے رہو، اس پر عمل کرنے
سے جلدی جلدی کپڑے بنانے کی ضرورت نہ ہوگی، اور زیادہ کمائی کا فکر نہ کرنا پڑے گا،
اور ساتھ ہی ساتھ تکبّر اور خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننے کا جذبہ بھی پیدا نہ ہوگا
یہ نصیحت اگرچہ آج کل کی نئی پود کے لڑکوں اور لڑکیوں کی سمجھ میں نہ آئے گی، کیونکہ دنیاداری
خود پسندی، ریاکاری کا ماحول ہے، مگر نصیحت ہے بہت کام کی، جو کوئی عمل کرے گا
دنیا و آخرت کا اُسے سکون نصیب ہوگا، اور آخرت کی عزّت بھی ملے گی، گو بعض اہلِ دنیا
پیوند کا کپڑا دیکھ کر حقیر ہی جانیں گے۔

کتاب
الطہارۃ وتطہیر النجاسات
واحکام الحیض والنفاس والاستحاضۃ

طہارت کا بیان

وضو اور غسل کا طریقہ اور ان سے متعلق ضروری معلومات ہم "کتاب الایمان" کے بعد "کتاب الصلوٰۃ" سے پہلے لکھ آئے ہیں، اب یہاں غسل کی فرضیت کے اسباب، جُنب اور بے وضو کے احکام، حیض و نفاس کے مسائل، اور پاک کرنے کے طریقے اور دیگر ضروری احکام لکھتے ہیں، ان کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھیں:

غسل کب فرض ہوتا ہے؟

(۲۴۸) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ الَّذِيْ يَرٰى اَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ بَلَلًا قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ هَلْ عَلَى الْمَرْءَةِ تَرٰى ذٰلِكَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ اِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ. (رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی مرد سو کر اُٹھنے کے بعد کپڑے پر تری دیکھے مگر احتلام ہونا یاد نہ ہو تو کیا اس پر غسل فرض ہے؟ اس کے جواب میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص غسل کرے، (پھر) یہ دریافت کیا گیا کہ ایک مرد کو احتلام ہو گیا (یعنی خواب میں اس نے دیکھ لیا کہ منی خارج ہوئی) مگر (بیدار ہوا) تو کوئی تری نظر نہ آئی، کیا اس شخص پر غسل فرض ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص پر غسل نہیں ہے، (جب مرد کے بارے میں یہ سوال جواب ہو لیا تو حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (عورت کے بارے میں بھی یہی مسئلہ دریافت کر لیا اور) عرض کیا کہ اگر عورت خواب

سے بیدار ہوکر (کپڑے یا بستر پر) تری دیکھے تو کیا اس پر بھی غسل فرض ہے؟
اس کے جواب میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس صورت میں
عورت پر بھی غسل فرض ہے (کیونکہ) عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں۔"
(مشکوٰۃ ص ۴۸ از ابوداؤد و ترمذی)

تشریح:۔ کبھی کبھی نفسانی ابھار کی وجہ سے مرد و عورت کو احتلام ہو جاتا ہے اور منی خارج ہو جاتی ہے، اگر منی خارج ہو جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے اس پر جنب کے احکام جاری ہو جاتے ہیں اگر صرف خواب نظر آئے اور بیدار ہونے پر کوئی تری معلوم نہ ہو تو صرف خواب کی وجہ سے غسل فرض نہ ہوگا، اس حدیث میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

(۲۴۹) وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاغْتَسَلْنَاهُ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ:۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد کی ختنہ کی جگہ (یعنی سپاری) عورت کے خاص مقام میں پہنچ جائے تو (دونوں پر) غسل فرض ہوگیا (روایت بیان کرکے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ) میں نے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا پھر ہم دونوں نے غسل کیا۔" (مشکوٰۃ ص ۴۸ ج ۱، از ترمذی و ابن ماجہ)

تشریح:۔ احتلام سے غسل فرض ہونے کے بارے میں تو وہی مسئلہ ہے جو ابھی اوپر گذشتہ حدیث سے معلوم ہوا کہ خواب میں منی خارج ہوگی تو غسل فرض ہوگا، محض خواب دیکھنے سے غسل فرض نہ ہوگا اور اگر میاں بیوی آپس میں وہ کام کریں جس میں شرم کی سب حدیں ختم ہو جاتی ہیں تو اس صورت میں غسل فرض ہونے کے لئے مرد یا عورت کی منی خارج ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ جب مرد نے اپنے خاص جسم کا اگلا حصہ (یعنی سپاری) داخل کر دی تو مرد و عورت دونوں پر غسل فرض ہوگیا، منی خارج ہو یا نہ ہو۔

فائدہ:۔ عورت پر غسل چار وجہ سے ہوتا ہے، خوب یاد رکھو:۔

(۱) حیض ختم ہونے سے۔
(۲) نفاس ختم ہونے سے۔
(۳) خواب میں منی خارج ہونے سے۔
(۴) مرد کی ہمبستری سے (منی خارج ہو یا نہ ہو) جس کی تشریح ابھی گذری۔

مسئلہ:۔ اگر کسی بے ہودہ مرد نے خلاف وضع فطری کے صحبت کی، یعنی پیچھے کی راہ سے شہوت پوری کی اور سپاری اندر چلی گئی، تب بھی دونوں پر غسل فرض ہو گیا، منی خارج ہو یا نہ ہو، اور یہ سخت گناہ ہے، اور حرام ہے، ایسا کرنے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔

جس پر غسل فرض ہو اس کی نجاست حکمی ہے

(۲۵۰) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَسْتَدْفِئُ بِيْ قَبْلَ اَنْ اَغْتَسِلَ

(رواہ ابن ماجہ وروی الترمذی نحوہ)

ترجمہ:۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ (مجھ پر اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غسل فرض ہوتا تھا پھر) آپ (مجھ سے پہلے) غسل فرما لیتے تھے اور اس سے پہلے کہ میں غسل کرتی آپ (غسل کے بعد) میرے قرب سے گرمی حاصل فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۹، از ابن ماجہ و ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس پر غسل فرض ہو اس کا جسم اس طرح کا ناپاک نہیں ہو جاتا کہ اس سے ملنا جلنا، بات کرنا، اس کے پاس بیٹھنا ناجائز ہو، ہاں اگر اس کے بدن میں ظاہری ناپاکی لگی ہو گی، اور وہ ناپاکی دوسرے آدمی کو لگ جائے تو دوسرے آدمی کا اسی قدر حصہ ناپاک ہو جائے گا جتنے حصہ میں ناپاکی لگی ہے، غسل فرض ہو جانے کے بعد میاں بیوی میں سے اگر کوئی شخص پہلے غسل کر لے اور دوسرے نے ابھی غسل نہ کیا ہو تو آپس میں مل کر لیٹنے میں کچھ حرج نہیں ہے، دوسرا شخص بعد میں غسل کر سکتا ہے

ہاں اگر پاس لیٹنے سے دوبارہ غسل فرض ہو جائے تو جو غسل کر چکا ہے اسے دوبارہ غسل کرنا لازم ہے، غسل کی فرضیت حکم شرعی کی وجہ سے ہے اسی لئے فرضیتِ غسل کی حالت کو نجاستِ حکمیہ کہا جاتا ہے، نجاستِ حکمی کی وجہ سے لعاب اور پسینہ ناپاک نہیں ہوتا بلکہ اگر غسل کرتے ہوئے استعمال شدہ پانی کے کچھ چھینٹیں پانی میں گر جائیں جو حقیقی ناپاکی کے اوپر سے نہ گذری ہو تو ان کی وجہ سے پانی ناپاک نہ ہوگا، اگر یہ چھینٹیں کپڑوں پر پڑ جائیں تو کپڑے پاک ہی رہیں گے۔

اگر کسی پر غسل فرض ہو تو اس کو کھانا پینا اور سونا جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ وضو کرلے اس کے بعد کھائے پیئے اور سوئے، ان مسائل کو خوب سمجھ لیں، ان کو سمجھ لیں گے تو شریعتِ اسلامیہ کی آسانیاں سمجھ میں آجائیں گی۔

جُنب سے فرشتے دُور رہتے ہیں؛

(۲۵۱) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: ”حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہو یا جُنُب (یعنی ایسا کوئی مرد یا عورت ہو جس پر غسل فرض ہو) ایسے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۰، از ابوداؤد ونسائی)

تشریح: جس پر غسل فرض ہو اس کے لئے یہ جائز تو ہے کہ نماز پڑھنے کا وقت ہوتے تک غسل نہ کرے، لیکن بہتر یہی ہے کہ جلد از جلد غسل کرلے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ فرشتوں کو جُنُب سے ضد ہے، جس گھر میں جُنُب ہو اس میں جانے سے فرشتوں کو تکلیف محسوس ہوتی ہے، اس لئے ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں جُنُب ہو، اس حدیث میں یہ بات بتائی ہے، البتہ ایک حدیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ جُنُب اگر وضو کرلے تو فرشتوں کو

اس کے قریب جانے سے گریز نہیں ہوتا، لہٰذا غسل فرض ہو جانے کے بعد اگر غسل کرنے میں نفس سستی کرنے لگے تو کم از کم وضو کر لیں، خصوصاً رات کو اگر ایسی صورت پیش آجائے تو وضو کر کے سو جائیں، اور پھر فجر کی اذان ہو جانے پر غسل کر کے نمازِ فجر ادا کر لیں، غسل فرض ہو جانے کی حالت میں اگر کچھ کھانا چاہیں تو وضو کر کے کھانا پینا بہتر ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ فرشتے اس گھر میں بھی داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو یا کتا ہو، تصویر اگر کسی درخت یا عمارت کی ہو تو گھر میں رکھ سکتے ہیں، بشرطیکہ کفر و فسق کی نشانی نہ ہو، اور اس کے ساتھ کسی جاندار کی تصویر نہ بنی ہوئی ہو، اور جاندار کی تصویر بنانا یا گھر و فتر وغیرہ میں لگانا اور سجانا سب حرام ہے۔

اسی طرح کتا پالنے کے بارے میں بھی سخت وعید وارد ہوئی ہے، شوقیہ طور پر کتا پالنے کی سخت ممانعت ہے، البتہ کھیتی کی حفاظت اور گھر کی حفاظت اور شکار کے لئے کتا پال سکتے ہیں۔

حدیث شریف میں جو یہ فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا یا جنب ہو اس سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں جو فرشتے اعمال لکھنے کی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں یا جان نکالنے کے کام پر لگائے گئے ہیں اُن کو تو ہر گھر میں جانا پڑتا ہے مگر کراہت کے ساتھ جاتے ہیں، آج کل مسلمانوں پر یہ مصیبت سوار ہے کہ دشمنوں کی دیکھا دیکھی تصویروں سے گھر بھر رکھتے ہیں، اور شوقیہ کتے بھی پالتے ہیں اور اپنے عمل سے رحمت کے فرشتوں کو گھر میں آنے سے روکتے ہیں، ایک کتا پالنے والا جاہل کہنے لگا کہ جب فرشتے کتا ہوتے ہوئے گھر میں داخل نہیں ہوتے تو ہم ہر وقت کتا گھر میں رکھیں گے، پھر ہماری روح فرشتہ کیسے قبض کرے گا؟ ایک عالم نے جواب دیا کہ جو فرشتہ کتے کی روح قبض کرتا ہے وہی اس کی روح قبض کرلے گا جو موت سے بچنے کے لئے کتے کو گھر میں گھسائے رہے گا۔

لے مشکوٰۃ ص ۵۰، عن ابی داؤد ۱۲

غسلِ جنابت میں عورتوں کے بالوں کا حکم

(۲۵۲) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَأَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِيْ اَفَاَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا اِنَّمَا يَكْفِيْكِ اَنْ تَحْثِيْ عَلٰى رَأْسِكِ ثَلٰثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيْضِيْنَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِيْنَ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں جو اپنے سر کی مینڈھیاں کس کے باندھتی ہوں، تو کیا جب شوہر و بیوی کے میل ملاپ کی وجہ سے مجھ پر غسل فرض ہوا کرے تو غسل کرنے کے لئے اپنے سر کی مینڈھیاں کھولا کروں؟
(اس کے جواب میں سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ نہیں، (بال کھولنا ضروری نہیں، بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے لہٰذا) یہ کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین لپ پانی بھر کر پانی ڈال لو، پھر اپنے پورے بدن پر پانی بہالو، ایسا کرنے سے تم پاک ہو جاؤ گی۔" (مشکوٰۃ ص ۴۸ ج ۱، بحوالہ مسلم)

تشریح: غسل کا طریقہ ہم شروع کتاب میں لکھ آئے ہیں، یہاں بعض ضروری مسائل متعلقہ غسل لکھ رہے ہیں:۔

جب غسل فرض ہو جائے تو جسم پر جو ظاہری ناپاکی (خون، منی، مذی وغیرہ) لگی ہو اس کو دھو دینے اور پورے جسم پر پانی بہا دینے سے غسلِ فرض ادا ہو جاتا ہے، غسلِ فرض کی ادائیگی کے لئے پورے بدن پر ہر جگہ صرف ایک بار پانی بہانا فرض ہے، اور ہر جگہ تین بار پانی بہانا سنّت ہے، اگر ایک بال کے برابر ذراسی بھی کھال ایسی رہ گئی جس پر پانی نہ بہا تو غسل نہیں ہوگا، خوب سمجھ لو، لیکن عورت کے سر کے بالوں کے بارے شریعت میں یہ آسانی کردی گئی ہے کہ اگر اس نے مینڈھیاں باندھ رکھی ہوں تو بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچا دینا کافی ہو جاتا ہے، اور اس صورت میں جڑوں کے علاوہ باقی بالوں کا دھونا معاف

ہے، اور اگر بالوں کی جڑوں میں مینڈھیاں باندھنے کی وجہ سے پانی نہ پہنچے تو مینڈھیاں کھول کر جڑوں میں پانی پہنچانا اور پورے بالوں کا دھونا فرض ہے، اور اگر مینڈھیاں بندھی ہوئی نہ ہوں تب بھی سر کے تمام بالوں کا دھونا اور جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور آج کل شہری عورتیں تو مینڈھیاں باندھتی ہی نہیں ہیں، لہٰذا اُن پر غسل میں سارے بالوں کا دھونا فرض ہے، بعض عورتوں میں یہ جو مشہور ہے کہ غسل میں سر دھونا فرض نہیں ہے، یہ سخت جہالت کی بات ہے، اور بالکل غلط ہے، جو عورتیں غسل فرض ہونے کے بعد سر چھوڑ کر پانی ڈال لیتی ہیں ہمیشہ ناپاک رہتی ہیں، ان کی کوئی نماز نہیں ہوتی۔

حیض و استحاضہ کے ضروری مسائل

(۲۵۳) وَعَنْ اُمِّ سَلِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدَّمَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا اُمُّ سَلِمَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَنْظُرْ عَدَدَ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ يُّصِيْبَهَا الَّذِيْ اَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَاِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ۔ (رواه مالك وابوداؤد والدارمی)

ترجمہ: "اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت کو خون آتا ہی رہتا تھا، (بند ہوتا ہی نہ تھا) اس عورت کے لئے اُمّ سلمہؓ نے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا (کہ یہ عورت اس حال میں ہے کیا نماز بالکل ہی چھوڑے رکھے؟) اس کے جواب میں) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ عورت غور کرے کہ عادت سے زیادہ خون جاری ہونے سے پہلے ہر مہینہ اس کو کتنے دن (ماہواری کا) خون آتا تھا، ہر مہینہ سے اُتنے ہی دنوں کو (حیض یعنی

ماہواری کا خون سمجھے اور اتنے دنوں کی نماز چھوڑے، پھر جب یہ دن گذر جائیں، تو غسل کرلے (اس کے بعد جو خون آتا رہے گا وہ ماہواری کا شمار نہ ہوگا اور اس پر ماہواری کے احکام جاری نہ ہوں گے) لہٰذا یہ عورت کپڑے کا لنگوٹ باندھ لے، پھر نماز پڑھے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۵۰ ج ۱، از ابوداؤد، مالک دارمی)

تشریح

شرع کے مسئلوں میں شرم کرنا جہالت ہے

ہر ماہ عورت کو جو خون آتا ہے اُسے حیض کہتے ہیں، اس کے کچھ احکام ہم گذشتہ احادیث کی تشریح میں لکھ چکے ہیں، لیکن اس سلسلہ کے مسائل کی چونکہ ضرورت زیادہ رہتی ہے، اور ان کے جاننے والے اور بتانے والے بہت کم ہوتے ہیں، اس لئے ذرا مزید تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔ شرع میں کیا شرم ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ:

نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ ۔ (بخاری شریف ص ۲۴ ج ۱)	"یعنی انصار کی عورتیں بہت اچھی عورتیں ہیں، شرم اُن کو اس بات سے نہیں روکتی کہ دینی سمجھ حاصل کریں۔"

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات ہم نے یہاں اس لئے لکھ دی کہ بعض جاہل عورتیں ایسے مسئلوں کے لکھنے اور بتانے پر اعتراض کرتی ہیں، جن کے پوچھنے یا بتانے میں شرم آتی ہے، یہ جہالت کی ماری برابر غلطیاں کرتی رہتی ہیں، اور مسئلہ دریافت کرنے کو شرم کے خلاف سمجھتی ہیں، شریعت میں ایسی شرم کی تعریف نہیں کی گئی، بلکہ یہ بُری شرم ہے۔

حیض کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

سب سے پہلے یہ سمجھو کہ حیض (ماہواری خون) کی مدت جو شرع میں معتبر ہے، کم سے کم تین دن تین رات ہے، اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے، اگر تین دن سے

کم آکر بند ہو جائے تو اس پر حیض کے احکام جاری نہ ہوں گے، اسی طرح اگر دس دن سے زیادہ آجائے تو جتنے دن سب سے آخری مرتبہ خون آیا تھا اس سے جو زائد ہو گا وہ بھی حیض نہ ہو گا، حیض کے زمانہ میں چونکہ نماز پڑھنا منع ہے اور بھی بہت سے مسائل اس سے متعلق ہیں اس لئے صحابی خواتین (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) اس سلسلہ کے مسائل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرتی رہتی تھیں، حدیث بالا (جس کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے) اس میں حضرت اُمّ سلمہؓ نے ایک اہم مسئلہ دریافت کیا ہے جس کے جاننے کی عورتوں کو ضرورت رہتی ہے، اگرچہ یہ مسئلہ ایک عورت کے واقعہ سے متعلق ہے مگر اس سے ساری امّت کو ہدایت مل گئی۔

جو خون میعاد سے بڑھ جائے اُس کا حکم

عورتوں کو معلوم ہے کہ جو ماہواری خون آتا ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بند ہی نہیں ہوتا اور دس دن دس رات سے آگے بڑھ جاتا ہے بعض عورتوں کو کئی کئی ماہ تک آتا رہتا ہے، جو عورتیں مسئلہ نہیں جانتی ہیں جب تک خون آتا رہتا ہے نہ نماز پڑھتی ہیں نہ روزہ رکھتی ہیں، یہ غلط ہے، اور خلافِ شرع ہے، حدیث شریف میں جس طرح فرمایا ہے اسی طرح کرنا لازم ہے، مسئلہ یہ ہے کہ جس عورت کو برابر خون آرہا ہو، بند ہی نہیں ہوتا ہو تو یہ عورت غور کرے کہ گذشتہ ماہ میں (سب سے آخری مرتبہ) کتنے دن خون آیا پس آخری بار جتنے دن خون آیا تھا ہر ماہ سے صرف اتنے ہی دن حیض ہے، اور اس سے زیادہ جو خون ہے وہ حیض نہیں ہے، مثال کے طور پر یوں سمجھ لو کہ کسی عورت کو مسلسل خون جاری ہونے سے پہلے سات دن حیض آتا تھا اور آخری مرتبہ بھی سات دن آیا تھا اور اب پندرہ دن آگیا، یا آنا شروع ہوا تو مہینوں گذر گئے بند ہی نہیں ہوتا، تو اس صورت میں صرف سات دن حیض مانا جائے گا اور باقی ایام یعنی اس کے بعد جو آٹھ دن یا ان سے بھی زیادہ خون آیا ہے وہ حیض نہیں ہو گا شرعاً اُس زیادتی والے زمانہ میں حائضہ نہ مانی جائے گی بشرطیکہ یہ زیادتی دس دن رات سے آگے بڑھ جائے، جب زائد دن حیض میں شمار نہیں تو ان زائد ایام کی نمازیں اس پر فرض ہوں گی، جتنے دنوں نہیں پڑھیں اُن کی قضا

کرے اور اگر عادت کے خلاف خون زیادہ دن تک آیا مگر دس دن رات سے آگے نہ بڑھا تو یہ سب حیض شمار ہوگا، اور اگر کسی عورت کو پہلی مرتبہ حیض آیا اور برابر جاری رہا حتیٰ کہ دس دن سے بڑھ گیا تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ دس دن دس رات حیض کے شمار ہوں گے، اور باقی اس سے زائد جو خون آئے گا وہ حیض نہ ہوگا اگر اس عورت کا خون برابر جاری رہے تو ہر ماہ دس دن رات کے حیض میں اور باقی استحاضہ میں شمار کرتی رہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابی خواتین کو بہت زیادہ خون آیا، حتیٰ کہ ایک خاتون کو سات سال تک خون آتا رہا، جب آپؐ سے اس زائد خون کے جاری ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ حیض کا خون نہیں ہے بلکہ شیطان کی شرارت سے ایسا ہوا ہے کہ طبعی خون جتنا آنا چاہئے اس سے زیادہ آگیا، شیطان اندر گھس کر رحم میں ایسی چوٹ مارتا ہے جس کی وجہ سے خون جاری رہتا ہے کہ طبعی خون جتنا آنا چاہئے اس سے زیادہ آجاتا ہے، (انما ھذہ رکضۃ من رکضات الشیطٰن)۔

استحاضہ کا حکم

اوپر والی تفصیل معلوم کرکے دل میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہوگا کہ جو خون حیض میں شمار نہ ہوگا اس کو کس نام سے یاد کریں گے، اور اس کا کیا حکم ہے؟ لہٰذا ہم تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

جو خون تین دن تین رات سے کم آکر بند ہو جائے یا عادت سے بڑھ کر دس دن سے آگے نکل جائے، یا جو خون زمانۂ حمل میں آئے، یا ۹ سال کی عمر ہونے سے پہلے آجائے علمائے شریعت کی بول چال میں اس کو اِستِحَاضَہ کہتے ہیں، اور جس عورت کو یہ خون آتا ہو اُسے مُستَحَاضَہ کہتے ہیں، حیض کے زمانہ میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا منع ہے، بلکہ حیض کے زمانہ کی نمازیں تو بالکل معاف ہیں، اور رمضان کے روزوں کی قضا بعد میں رکھے، اور استحاضہ والی عورت پر نماز فرض ہے، اور اگر رمضان کا مہینہ ہو تو روزے رکھے یہ بھی فرض ہے، اور یہ عورت وضو کرکے کعبہ شریف کا طواف بھی کرسکتی ہے، اور قرآن شریف بھی چھو سکتی ہے، اور قرآن شریف کی تلاوت بھی کرسکتی ہے، نماز کا وقت

آجانے پر وضو کرکے نماز پڑھے، اگر خون بند نہیں ہوتا تب بھی وضو کرکے نماز شروع کردے، اگرچہ نماز پڑھنے میں کپڑے خون میں بھر جائیں اور جانماز پر خون لگ جائے، قاعدہ کے مطابق (جس کا ذکر اوپر ہوا) جب حیض کے دن چلے جائیں تو ایک بار غسل کرلے، اس کے بعد اگر خون آتا رہے تب بھی اپنے کو پاک سمجھے اور وضو کرکے نماز پڑھا کرے، اگر خون بالکل بند نہیں ہوتا تو اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے جو بوقتِ ضرورت علماء سے معلوم کیے جاسکتے ہیں اور معذور کے کچھ احکام ہم بھی اس کتاب میں مریض کی نماز کے ذیل میں بیان کرچکے ہیں۔

اگر استحاضہ کا خون ہر وقت نہیں آتا، کبھی کبھی آتا ہے، اور بہت سا وقت ایسا بھی گذرتا ہے کہ خون جاری نہیں ہے تو نماز کا وقت آنے پر انتظار کرلے، جب خون بند ہوجائے تو وضو کرکے نماز پڑھ لے۔

حیض کے باقی مسائل

مسئلہ:۔ حیض کے دنوں میں یہ ضروری نہیں ہے کہ برابر خون آتا ہی رہے قاعدہ میں جب حیض کا خون آئے تو عادت کے دنوں کے اندر یا دس دن دس رات کے اندر اندر بیچ میں جو ایسا وقت گذرے گا جس میں خون نہ آیا (کبھی دو گھنٹے کبھی ایک گھنٹہ کبھی ایک رات کبھی ایک دن) تو یہ زمانہ بھی حیض ہی میں شمار ہوگا، مثلاً کسی عورت کو پانچ دن حیض آنے کی عادت ہے، اسے تین دن تین رات حیض آیا، پھر ایک دن صاف رہی پھر خون آگیا، تو یہ ایک دن جو صاف رہنے کا تھا یہ بھی حیض میں شمار ہوگا۔

مسئلہ:۔ حیض کی مدت کے اندر سرخ، زرد، خاکی، سبز، سیاہ جو رنگ بھی ہو سب حیض مانا جائے گا، جب گدّی بالکل سفید نکلے اس وقت سمجھا جائے گا کہ حیض چلا گیا، اور اگر خون بند ہی نہ ہو اور استحاضہ کی صورت ہو تو اس کا مسئلہ اوپر گذر چکا۔

مسئلہ:۔ کسی عورت کو گذشتہ حیض کے بعد پندرہ دن گذر جانے پر خون آیا اس نے سمجھا کہ یہ حیض ہے اور نمازیں نہ پڑھیں، پھر وہ تین دن تین رات پورا ہونے سے پہلے

موقوف ہوگیا، اور پھر پندرہ بیس دن کچھ نہ آیا تو حیض سمجھ کر جو نمازیں چھوڑی تھیں اُن کی قضاء پڑھنا فرض ہے۔

مسئلہ:۔ دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی مدت کم از کم پندرہ دن ہے، اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، اگر حیض آنا بند ہو جائے اور مہینوں نہ آئے تو جتنے دن بھی خون نہ آئے پاک سمجھی جائے گی۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے نماز کا وقت ہو جانے پر فرض نماز پڑھنی شروع کردی، اور نماز کے درمیان حیض آگیا تو یہ نماز فاسد ہوگئی، اور ایام حیض گذر جانے کے بعد اس نماز کی قضاء لازم نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت نے نماز کا وقت ہو جانے پر نماز پڑھنے میں دیر لگائی حتیٰ کہ وقت ختم ہونے کے قریب ہوگیا، اور اس وقت حیض آگیا تو اس وقت کی نماز بھی معاف ہوگئی، اب اس کی قضاء لازم نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ اگر سنت یا نفل نماز پڑھتے ہوئے حیض آگیا تو نماز فاسد ہوگئی اور اس کی قضاء لازم ہوگی۔

مسئلہ:۔ اگر فرض یا نفل روزہ کے درمیان حیض آگیا تو روزہ فاسد ہوگیا اور اس کی قضاء لازم ہوگی۔

مسئلہ:۔ اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے غسل کے فرائض ادا کرسکتی ہے اور اس کے بعد بالکل ذرا سا وقت بچے گا جس میں صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی غسل کر کے اللہ اکبر کہہ کر نماز فرض شروع کردے اور پوری پڑھ لے البتہ اگر نماز فجر پڑھتے ہوئے سورج نکل آیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اس کو سورج بلند ہونے کے بعد پھر سے پڑھنا لازم ہوگا اور قضا پڑھنی پڑے گی، اور اگر اس سے بھی کم وقت ملا جس میں غسل اور تکبیر تحریمہ دونوں کی گنجائش نہ تھی تو اس وقت کی قضاء واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ:۔ اگر پورے دس دن دس رات حیض آیا، اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ بالکل ذرا سا وقت ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں، تو اس صورت میں نماز واجب ہو جاتی ہے، اس کی قضاء پڑھنا لازم ہے۔

حیض والی عورت کا جسم اور لعاب پاک ہے

(۲۵۴) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں ماہواری کے زمانہ میں برتن سے پانی (وغیرہ) پی کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیتی تھی، آپ برتن میں اسی جگہ منہ لگا کر پیتے تھے جس جگہ میرا منہ لگا تھا، اسی طرح گوشت والی ہڈی کو میں منہ میں لے کر دانتوں سے گوشت چھڑا کر رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دیتی تھی، آپ اُسی جگہ منہ لگا کر (گوشت چھڑا لیتے) تھے جہاں میں نے منہ لگایا تھا۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶، از مسلم)

حیض والی عورت کی گود میں تلاوت کرنا

(۲۵۵) وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّكِئُ فِيْ حِجْرِيْ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی بیان فرمایا کہ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ماہواری کے زمانہ میں میری گود میں تکیہ لگا کر لیٹ یا بیٹھ جاتے تھے

اور اسی حالت میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶، از بخاری و مسلم)

(۲۵۶) وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ مِرْطٍ بَعْضُهُ عَلَيَّ وَبَعْضُهُ عَلَيْهِ وَاَنَا حَائِضٌ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ماہواری کے زمانہ میں اس حال میں نماز پڑھتے رہتے تھے کہ چادر کا ایک حصّہ آپ کے اوپر اور ایک حصّہ میرے اوپر ہوتا تھا۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶، از بخاری و مسلم)

تشریح: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماہواری کے زمانہ میں عورت کے ہاتھ، پاؤں، منہ اور لعاب اور پہنے ہوئے کپڑے ناپاک نہیں ہو جاتے ہیں، البتہ جس جگہ بدن یا کپڑے میں خون لگ جائے گا وہ جگہ ناپاک ہو جاتی ہے، ماہواری والی عورت کے ساتھ دوسری عورتوں کا یا اس کی اولاد کا یا اس کے شوہر یا دوسرے محرموں کا اٹھنا بیٹھنا منع نہیں ہو جاتا ہے، حیض والی عورت کا جھوٹا پاک ہے، اس کی گود میں لیٹ کر اس کا شوہر قرآن شریف پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں، جب حیض کے زمانہ میں یہ بات ہے تو استحاضہ میں بطریق اولیٰ اس کے ظاہری جسم اور لعاب کو پاک مانا جائے گا، اور جو حکم حیض کے زمانہ کا ہے وہی نفاس کے زمانہ کا بھی ہے۔

یہودیوں اور ہندوؤں میں دستور ہے کہ حیض والی عورت کو اچھوت بنا کر چھوڑ دیتے ہیں، نہ وہ برتن کو ہاتھ لگائے، نہ کسی کا کپڑا چھوئے، شریعتِ اسلامیہ میں ایسا نہیں ہے:

قال ابن عابدین الشامی ولا	"حیض والی عورت کا کھانا پکانا اس
یکرہ طبخھا ولا استعمال	کے چھوئے ہوئے آٹے اور پانی وغیرہ
ما مسته من عجین او	کو استعمال کرنا مکروہ نہیں ہے،
نحوھما ولا ینبغی ان	اس کے بستر کو علیحدہ نہ کیا جائے، کیونکہ

يعزل عن فراشها	یہ یہودیوں کے فعل کے مشابہ ہے،
لان ذٰلك يشبه	حیض والی عورت کو علیحدہ کر دینا کہ
فعل اليهود، بحر،	جہاں وہ ہو وہاں کوئی نہ جائے ایسا
وفى السراج يكره ان يعزلها	کرنا درست نہیں ہے "
فى موضع لا يخالطها فيه .	(شامی ص ۲۹۴ ج ۱)

اسلام سے پہلے لوگوں نے عورت کو بہت گرا رکھا تھا اور اس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی تھی، اسلام نے عورت کو بلند کیا، اور اس کے احترام کا سبق دیا، مگر افسوس ہے کہ آج عورتیں اسلام ہی کو مصیبت سمجھنے لگی ہیں، اور اس کے احکام سے جی چراتی ہیں

حیض کے زمانہ میں میاں بیوی کی بے تکلفی کی کیا حد ہے؟

(۲۵۷) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحِلُّ لِيْ مِنِ امْرَاَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشُدُّ عَلَيْهَا اِزَارَهَا ثُمَّ شَاْنُكَ بِاَعْلَاهَا۔

(رواہ مالك والدارمی مرسلاً)

ترجمہ: " حضرت زید بن اسلمؓ (تابعی) کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب میری بیوی کے ماہواری کے دن ہوں اُس وقت میرے لئے ازدواجی سلسلہ کے تعلقات کی کس حد تک اجازت ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے جسم پر تہمد باندھ دو پھر اس کے اوپر کے حصّہ میں مشغول ہو سکتے ہو " (مثلاً بوسہ لے سکتے ہو)۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶، بحوالہ از مؤطا و مسند دارمی)

تشریح: ماہواری کے زمانہ کے متعلق جو احکام ہیں اُن میں ایک یہ حکم بھی ہے کہ عورت کا شوہر اس سے لذّت حاصل نہ کرے، لیکن لذّت حاصل کرنے کی کئی صورتیں ہیں، اور حکم بھی الگ الگ ہے، میاں بیوی کا جو ایک خاص کام ہے جس میں شرم کی سب حدیں ٹوٹ

جاتی ہیں یہ زمانۂ حیض میں بالکل حرام ہے، اگر کبھی ایسا ہوجائے تو توبہ کریں، قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۔ (پ، ع) "یعنی عورتیں جب تک حیض سے پاک نہ ہوجائیں (اپنے مخصوص کام کے لئے) اُن کے قریب تک نہ جاؤ"۔

باقی رہا ایام ماہواری میں حیض والی عورت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، تو یہ سب جائز ہے، جیسا کہ اوپر والی احادیث کی تشریح میں گذرا، مگر اس بات کا خیال لازم ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک عورت کے جسم کا جو حصہ ہے ایام ماہواری میں اس کا شوہر اس حصہ کو ہاتھ نہ لگائے، اور نہ کوئی دوسرا عضو اس سے چھُوائے، ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کا جو حصہ ہے ایام ماہواری میں شوہر اس کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور بوسہ دے سکتا ہے، حدیثِ بالا میں جو یہ فرمایا کہ "حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو تہمد بندھوا کر اس کے اوپر والے حصہ میں مشغول ہوسکتا ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بوسہ لے سکتا ہے سر سینہ، کمر چھُو سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ جو تفصیل ابھی بیان ہوئی ہے عورت پر لازم ہے کہ مرد کو اس کی خلاف ورزی نہ کرنے دے، اور خاص کام تو بالکل ہی نہ ہونے دے، اگر عورت کی رضامندی سے گناہ کا کام ہوگا تو وہ بھی گناہگار ہوگی، جہاں تک ممکن ہو مرد کو گناہ سے باز رکھے۔

نفاس کا حکم

مسئلہ:۔ نفاس کے زمانہ میں بھی میاں بیوی کا خاص کام نہیں ہوسکتا، اس زمانہ میں بھی وہ شرعاً حرام ہے، البتہ نفاس والی عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا اولاد یا دوسرے محرم کھا پی سکتے ہیں اور اُٹھ بیٹھ سکتے ہیں (نفاس کا بیان ذرا تفصیل سے آگے آئے گا، انشاء اللہ تعالےٰ)

احکام حیض

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت کا حیض دس دن دس رات پورے ہوجانے پر ختم ہوا ہے اور اس عورت نے سُستی کاہلی کی وجہ سے غسل نہیں کیا تو اس کا شوہر غسل کرنے سے پہلے بھی اس سے میاں بیوی والا خاص کام کرسکتا ہے مگر بہتر اور

افضل یہی ہے کہ غسل سے پہلے پرہیز کرے۔

مسئلہ:۔ اور اگر دس دن کے اندر اندر عادت کے مطابق کسی عورت کا حیض ختم ہوگیا (جیسے کسی کو پانچ یا چھ دن کی عادت تھی) اور عورت نے ابھی غسل نہیں کیا ہے اور نہ کسی نماز کا آخری وقت اس قدر گذرا ہے کہ جس میں غسل کرنے اور تکبیر تحریمہ کہنے کی گنجائش باقی ہو تو اس صورت میں اس کا شوہر اس سے اپنا خاص کام نہیں کر سکتا، ہاں اگر عورت غسل کر چکی ہے یا ایک نماز کا اتنا وقت گذر گیا کہ جس میں غسل کرکے تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ سکتی تھی، تو میاں بیوی کا خاص کام جائز ہوگیا۔

مسئلہ:۔ جتنے دن حیض آنے کی عادت ہے اگر اس سے کم دن حیض آکر رہ گیا (مثلاً سات دن کی عادت تھی، کسی مہینہ پانچ دن آکر خون بند ہوگیا، تو عورت کو چاہیئے کہ غسل کرکے نماز اور فرض روزہ شروع کردے، لیکن اس کے شوہر کو اپنا خاص کام کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ غسل کر چکی ہو، ایام عادت پورے ہونے کا انتظار کرے۔

مسئلہ:۔ جس عورت کو سب سے پہلا حیض آیا مگر دس دن سے کم آکر بند ہوگیا یا کسی عورت کو ایام عادت سے کم حیض آیا، مثلاً سات دن کے بجائے پانچ دن آکر بند ہوگیا تو ان دونوں صورتوں میں غسل کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ خون بند ہونے کے بعد نماز کا پہلا جو وقت آئے یا جو وقت نماز موجود ہو اس کے ختم کے قریب غسل کرکے نماز پڑھے مگر وقت مکروہ سے پہلے پڑھ لے۔

حیض کا کپڑا پاک کرکے اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے

(۲۵۸) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَتْ سَاَلَتِ امْرَاَۃٌ اِلنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَئَیْتَ اِحْدٰنَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَیْضَةِ کَیْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدٰکُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَیْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ فِیْهِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ نے بیان فرمایا کہ ایک عورت نے مسئلہ دریافت کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب ہم میں سے کسی عورت کے کپڑے میں حیض کا خون لگ جائے تو (اس کو پاک کرنے کے لئے) کیا صورت اختیار کرے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے (اور سوکھ جائے) تو اس کو (کسی لکڑی وغیرہ سے) کھرچ دے، پھر پانی سے دھو دے، اس کے بعد اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔" (مشکوۃ شریف، ص ۵۲، از بخاری ومسلم)

تشریح: خون نجاستِ غلیظہ ہے، خواہ حیض کا خون ہو، خواہ نفاس کا، خواہ استحاضہ کا، خواہ بدن کے کسی اور حصہ سے نکلا ہو، جب کسی کپڑے پر خون لگ گیا تو جتنی جگہ لگا ہے اتنی ہی جگہ ناپاک ہوگئی، جب اس جگہ کو پاک پانی سے دھو ڈالے تو وہ کپڑا پاک ہو جائے گا، اگر خون کپڑے میں لگ کر سوکھ گیا ہو تو دھونے سے پہلے کھرچ ڈالنا بہتر ہے تاکہ پانی سے پاک صاف کرتے وقت آسانی ہو، اگر صابن سے دھو دے تو یہ بھی ٹھیک ہے، بہرحال جس جگہ خون لگا ہو صرف وہی جگہ ناپاک ہوگی، پورا کپڑا دھونا لازم نہیں ہے بلکہ پورے کپڑے کو یہ سمجھ کر دھونا کہ شرعاً پورا دھونا لازم ہے بدعت ہوگا خوب سمجھ لو!

اسی طرح جس کپڑے میں میاں بیوی کا مخصوص عمل ہوا ہو وہ بھی ناپاک نہیں ہوتا، ہاں جس جگہ نجاست لگ جائے وہ جگہ ناپاک ہو جائے گی، بعض جگہ دستور ہے کہ شادی کی رات گذارنے پر صبح کو دلہن کے سب کپڑے مکمل دھوتے ہیں اور ریشمیں کپڑوں کا ناس کر دیا جاتا ہے، یہ جہالت کی بات ہے۔

نفاس کے احکام

(۲۵۹) وَعَنْ اُمِّ سَلِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَجْلِسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا وَكُنَّا نُطْلِیْ وُجُوْهَنَا بِالْوَرْسِ (رواہ ابوداؤد والترمذی واللفظ لہ)

ترجمہ:۔ "اُم المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورت بچّے کی پیدائش کے بعد چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھی (یعنی نہ نماز پڑھتی تھی نہ روزہ رکھتی تھی) اور ہم جھائیاں دور کرنے کے لئے اپنے چہروں پر ورس ملا کرتے تھے (جو ایک قسم کی گھاس تھی)

(ترمذی شریف ص ۲۰ ج ۱، ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۴۴)

تشریح: بچّہ کی پیدائش کے بعد خون جاری ہوا کرتا ہے اس خون کو نِفاس کہتے ہیں اور اس زمانہ میں عورت کو نفساء کہا جاتا ہے اس عورت کے بھی وہی احکام ہیں جو حیض والی عورت کے ہیں، جس طرح حیض والی عورت پر نماز فرض نہیں اور اسے کوئی بھی نماز ادا کرنا یا قرآن شریف پڑھنا یا اس کا چھونا یا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں، اسی طرح نفاس والی عورت پر بھی نماز فرض نہیں ہے اور نہ اسے نماز پڑھنا درست ہے اور قرآن شریف پڑھنا یا اس کا چھونا یا مسجد میں داخل ہونا بھی اس کے لئے جائز نہیں ہے البتہ قرآن شریف کو غلاف کے ساتھ چھونا جائز ہے مگر جلد پر جو چولی چڑھی رہتی ہے وہ غلاف کے حکم میں نہیں ہے، اگر غلاف کے اندر قرآن شریف نہیں ہے تو چڑھی ہوئی چولی کو ہاتھ لگانا اُن کے لئے جائز نہ ہوگا، چولی سے مراد وہ کپڑا ہے جو پٹھوں کے ساتھ سِلا ہوا ہو، پلاسٹک کور جو پٹھوں سے بالکل چپکا ہوا ہو یا سِلا ہوا ہوتا ہے جو جُدا نہیں ہوتا وہ بھی چولی کے حکم میں ہے۔

مسئلہ:۔ نفاس والی عورت کو کوئی روزہ (نفل یا فرض) رکھنا جائز نہیں اگر رمضان میں ایسا موقع آجائے تو روزے چھوڑ دے، پھر بعد میں پاکی کے زمانے میں قضاء رکھ لے۔

مسئلہ: حیض والی کی طرح نفاس والی عورت بھی قرآن مجید کے علاوہ دوسری چیزیں پڑھ سکتی ہے، مثلاً درود شریف، استغفار، پہلا، دوسرا اور تیسرا، چوتھا کلمہ وغیرہ اور اگر کوئی آیت دُعاء بطور دُعاء کے پڑھنا چاہے تو وہ بھی پڑھ سکتی ہے۔

نفاس کی مُدّت

حدیث بالا میں نفاس کی انتہائی مدّت بتائی گئی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بچّہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آتا ہے چالیس دن کے اندر اندر جب بھی بند ہو جائے (خواہ صرف ایک دن آکر بند ہو جائے) تو غسل کر کے نماز شروع

کردے، چالیس دن پورے ہوجانے پر بھی خون بند نہ ہو تب بھی نفاس ختم ہوگیا، اب غسل کرے اور وضو کرکے نمازیں پڑھتی رہی کیونکہ اس پر پاک عورت کے احکام شروع ہوگئے' عورتوں میں جو یہ دستور ہے کہ خواہ مخواہ چالیس دن نماز سے رو کے رکھتی ہیں اگرچہ خون آنا پہلے ہی بند ہو جائے یہ غلط ہے اور خلاف شرع ہے' اگر چالیس دن پورے ہو چکے اور خون برابر آتا ہے کسی وقت بھی بند نہیں ہوتا، تب بھی ایک بار غسل کر کے نماز شروع کر دے' پھر ہر فرض نماز کا وقت آنے پر نیا وضو کر لیا کرے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر کسی عورت کے پہلی بار ولادت ہوئی ہے اور خون چالیس دن جاری رہا تو چالیس دن پورے ہو جانے پر غسل کرکے نماز شروع کر دے اور اگر کسی عورت کی پہلے بھی اولاد ہو چکی ہے' اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس ولادت سے پہلے جو ولادت ہوئی تھی اس وقت اتنے دن خون آیا تھا تو چالیس دن کے اندر اندر سب نفاس ہی کا خون مانا جائے گا لیکن اگر چالیس دن سے بڑھ گیا تو پچھلی مرتبہ کے ایّام گذرنے کے بعد جس قدر زائد دن ہوں گے وہ سب پاکی میں شمار ہوں گے اور اس زائد خون کو استحاضہ کہیں گے۔

مثلاً کسی عورت کو ۳۰ دن نفاس آتا تھا اب ایک مرتبہ ۳۵ دن آگیا، تو یہ نفاس ہے' لیکن اگر ۴۵ دن آگیا تو ۳۰ دن کے بعد جو ۱۵ دن ہیں یہ نفاس میں شمار نہ ہوں گے، بلکہ ان ایام میں عورت پر پاکی کے احکام جاری ہوں گے' اور نفاس سمجھ کر ۳۰ دن کے بعد جو نمازیں ترک کی ہیں اُن سب کی قضاء لازم ہوگی اچھی طرح سمجھ لو۔

مسائلِ نفاس

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت کو ولادت کے بعد بالکل ہی خون نہ آئے تو پیدائش کے بعد ہی غسل کرکے نماز شروع کر دے' اگر غسل سے جان کا خطرہ ہو یا شدید مرض میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو' اور گرم پانی بھی ایسا ہی ضرر دے تو غسل کی جگہ تیمم کر لے اور نماز کے لئے وضو اور (بصورت جواز تیمم) تیمم کر لیا کرے' پھر جب اندیشہ ہلاکت یا شدید مرض

کا جاتا رہے (جس کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمم کیا تھا) تو غسل کرلے، نماز کی طاقت کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نہ ہو تو لیٹے لیٹے پڑھے۔

مسئلہ:۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ نفاس کا خون ہر وقت آتا ہی رہے بلکہ مدتِ نفاس کے اندر جو خون آئے گا وہ نفاس ہوگا، اگرچہ درمیان میں دو چار گھنٹے یا ایک دو دن تک نہ آئے۔

مسئلہ: اگر کسی کا ناتمام بچہ جاتا رہا تو دیکھا جائے گا کہ اس کا کوئی ایک آدھ عضو (انگلی، ناخن وغیرہ) بن چکا تھا تو جو خون جاری ہوگا اس پر نفاس کے احکام جاری ہوں گے، اور کوئی عضو نہ بنا تھا تو جو خون آئے وہ نفاس کے حکم میں نہ ہوگا، البتہ بعض صورتوں میں اسے استحاضہ اور بعض صورتوں میں حیض کہہ سکتے ہیں، ضرورت کے وقت کسی عالم سے مسئلہ دریافت کریں۔

مسئلہ: اگر ایک حمل سے کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کی پیدائش کے درمیان گھنٹہ دو گھنٹہ یا ایک دو دن یا ایک سے زیادہ وقفہ ہوا (بشرطیکہ چھ ماہ سے کم ہو) تو پہلے ہی بچہ کی پیدائش کے بعد سے) جاری ہونے والا خون نفاس مانا جائے گا۔

مسئلہ:۔ حالتِ حمل میں جو خون آئے وہ حیض یا نفاس نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے، نیز پیدائش سے پہلے جو خون یا پانی وغیرہ جاری ہوتا ہے وہ بھی حیض و نفاس نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے، بچہ کا اکثر حصہ باہر آنے کے بعد جو خون جاری ہوگا وہ نفاس ہوگا۔

مسئلہ: حیض اور نفاس کے زمانہ میں کعبہ شریف کا طواف کرنا حرام ہے، بہت سی عورتیں حج کو جاتی ہیں، اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسی غلطی کر بیٹھتی ہیں، پھر جہالت کی وجہ سے اس کی شرعی تلافی بھی نہیں کرتی ہیں، اگر کسی نے ایسا کیا ہو تو علماء سے معلوم کر کے تلافی کرے۔

مسئلہ:۔ پیدائش سے چھٹے دن جو عورت کو غسل دینا ضروری سمجھا جاتا ہے شرعاً اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔

حدیث شریف کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ نفاس کے زمانہ میں نہانے دھونے کا موقع

نہ ملنے کی وجہ سے جو چہرہ پر جھائیاں پڑجاتی ہیں اور مُرجھانے کا جو اثر آجاتا تھا اُسے درست کرنے کے لئے ہم چہرہ پر ورس ملا کرتے تھے یہ ایک گھاس ہوتی تھی جس کے ملنے سے کھال درست ہوجاتی تھی جیسا کہ بعض علاقوں میں سنترہ کے چھلکوں سے یہ کام لیا جاتا ہے اور اب اس کی جگہ بہت سے پاؤڈر اور کریم چل گئی ہیں؛ اس سے معلوم ہوا کہ چہرہ کو صاف ستھرا رکھنا اور اچھا بنانا بھی اچھی بات ہے مگر کافروں اور فاسقوں کے ڈھنگ اور طرز پر نہ ہو۔

لڑکے اور لڑکی کے پیشاب کا حکم

(۲۶۰) وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ لَمَّا وُلِدَ الْحُسَیْنُ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَعْطِنِیْ اَوِادْفَعْہُ اِلَیَّ فَلَاُکْفِلَہٗ اَوْاُرْضِعَہٗ بِلَبَنِیْ فَفَعَلَ فَاَتَیْتُہٗ فَوَضَعَ عَلٰی صَدْرِہٖ فَبَالَ عَلَیْہِ فَاَصَابَ اِزَارَہٗ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَعْطِنِیْ اِزَارَكَ اَغْسِلُہٗ قَالَ اِنَّمَا یُصَبُّ عَلٰی بَوْلِ الْغُلَامِ وَیُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِیَۃِ (رواہ الطحاوی) وفی روایۃ لہ عنھا اِنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بَالَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَعْطِنِیْ ثَوْبَكَ اَغْسِلُہٗ فَقَالَ اِنَّمَا یُغْسَلُ مِنَ الْاُنْثٰی وَیُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّکَرِ، وحدیث لبابۃ اخرجہ ابوداؤد ایضًا ولیس عندہ ذکر ارضاعھا الحسین بلبنھا۔

ترجمہ:۔ ”حضرت لُبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ اس بچہ کو مجھے دے دیجئے، تاکہ میں اس کی پرورش کروں اور اپنا دودھ پلاؤں، آپؐ نے میری درخواست قبول فرمائی اور بچہ مجھے عنایت فرمادیا، میں (کبھی کبھی آپؐ کی خدمت میں لایا کرتی تھی، ایک دن) آپؐ کے پاس لائی تو آپؐ نے اُن کو اپنے سینہ پر رکھ لیا (یعنی لٹالیا یا بٹھالیا) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیشاب کردیا جو آپؐ کے تہمد مبارک میں لگ گیا، میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ اپنا تہمد مجھے عنایت فرمادیجئے تاکہ دھودوں

آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی ڈالا جاتا ہے، اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ لڑکی کے پیشاب کی وجہ سے کپڑا دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب کی وجہ سے پانی چھڑک دیا جاتا ہے۔"

(شرح معانی الآثار للطحاوی ص ۴۰ ج ۱)

تشریح: حضرت لُبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں، اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کا اکثر آنا جانا رہتا تھا، انہوں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپؐ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں گرا ہے، آپؐ نے اس کی تعبیر اس طرح سے دی کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک بچّہ تولّد ہوگا (اور) تم اسے دودھ پلاؤ گی۔[1]

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو یہ اُن کو لے گئیں، اور ان کی پرورش شروع کر دی، ایک مرتبہ اُن کو لے کر بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیشاب کر دیا، جیسے بڑے آدمیوں کا پیشاب ناپاک ہے ایسے ہی بچّہ اور بچّی کا پیشاب بھی ناپاک ہے، جب حضرت لُبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تہمد ناپاک ہوگیا تو کہنے لگیں کہ لائیے دھو دوں، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی ڈالا جاتا ہے (خوب اچھی طرح مَل مَل کر دھونے کی ضرورت نہیں ہے) اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے، دوسری روایت میں پانی ڈالنے کے بجائے چھڑکنے کے الفاظ ہیں، یعنی لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جاتا ہے، اس چھڑکنے کا مطلب چھینٹے مارنا نہیں ہے بلکہ خوب مَل کر نہ دھونے کو چھڑکنے کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

لڑکا ہو یا لڑکی جب دونوں ہی کا پیشاب ناپاک ہے تو یہ فرق کیوں ہوا کہ لڑکی کے پیشاب کو خوب اچھی طرح دھونا لازم ہوا اور لڑکے کے پیشاب پر مَلے بغیر ہی پانی بہا دینے

---

[1] الاصابۃ ذکر ام الفضل وہی لُبابۃ ۱۲

سے کپڑا پاک قرار دے دیا گیا، اس کی وجہ علمائے نے یہ لکھی ہے کہ لڑکی کے پیشاب میں گاڑھا پن ہوتا ہے اور بدبو زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اچھی طرح دھونے کو فرمایا، اور لڑکے کے پیشاب میں یہ بات نہیں ہے، اس لئے پانی بہا دینا ہی کافی ہو جاتا ہے لیکن یہ مسئلہ اسی بچّہ کے پیشاب کے بارے میں ہے جو دودھ پیتا ہو، اگر دودھ پینے کا زمانہ ختم ہو گیا تو اس وقت یہ حکم نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں لڑکے کا پیشاب بھی اچھی طرح دھویا جائے گا، جیسا کہ ابھی دوسری حدیث میں آتا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۶۱) وَعَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَّهَا لَمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ فَوَضَعَتْهُ فِىْ حَجْرِهٖ فَبَالَ قَالَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى اَنْ نَضَحَ بِالْمَاءِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت اُمّ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں اپنے بچّہ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی، اس بچّہ نے کھانا شروع نہ کیا تھا (دودھ پر گذارہ تھا) اس کو میں نے آپؐ کی گود میں بٹھا دیا، اس نے پیشاب کر دیا، پھر آپؐ نے بس اتنا کیا کہ کپڑے پر پانی چھڑک دیا (یعنی خوب اچھی طرح سے نہیں دھویا)، کما فی روایۃ لمسلم فی ھٰذا القصۃ فدعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بماء فنضحہ علیٰ ثوبہ ولم یغسلہ غسلاً۔ (مسلم شریف ص ۱۳۹ ج ۱)

تشریح: خوب اچھی طرح سے نہ دھونے کو پانی چھڑکنے سے تعبیر کیا ہے، اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ جس لڑکے کے پیشاب کو اچھی طرح دھونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس پر پانی بہا دینا ہی کافی ہے یہ اس بچّہ کے پیشاب کے بارے میں ہے جو دودھ پیتا بچّہ ہو۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ (مرد اور عورتیں) اپنے بچّوں کو برکت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا کرتے تھے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بچّوں کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کے بچّوں سے بھی محبت فرماتے تھے اور اُن کو گود میں بٹھا لیتے تھے، بعض مرتبہ یہ بچّے آپؐ کے اُوپر پیشاب بھی کر

دیتے تھے، اس سے آپؐ کو بالکل ناگواری نہیں ہوتی تھی۔

فائدہ: جب کوئی لڑکا یا لڑکی پیشاب کرنے لگے خواہ کسی بھی بڑے آدمی پر ہو تو اس کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو، ایسا کرنے سے پورا پیشاب نہ کرسکے گا، درمیان میں روک لے گا، اور اس سے پیشاب رُکنے کی تکلیف ہو جانے کا اندیشہ ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ میں سے کسی ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پیٹ پر پیشاب کر دیا، حاضرین نے اُن کو پکڑنا چاہا، آپؐ نے فرمایا، چھوڑ دو میرے بچّہ کا پیشاب نہ روکو، چنانچہ اُن کو چھوڑے رکھا، جب پورا پیشاب کر لیا تو آپؐ نے پانی منگایا اور اس پر ڈال دیا۔ (کنز العمال)

اسی کے قریب ایک اعرابی (یعنی عرب کے دیہاتی) کا قصہ ہے، انہوں نے ناواقفیت کی وجہ سے مسجد کے ایک کونہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا، جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس وقت وہاں حاضر تھے، انہوں نے کہا ہائیں ہائیں جس کا مقصد پیشاب سے روکنا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین کو روکا اور فرمایا "لَاتُزْرِمُوْہُ" یعنی اس کو پورا پیشاب کر لینے دو اور پیشاب میں رُکاوٹ پیدا نہ کرو، چنانچہ سب نے اُن کو چھوڑ دیا، جب انہوں نے پورا پیشاب کر لیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو بُلا کر نرمی سے سمجھا دیا اور پیشاب کی جگہ پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دے دیا۔ (مسلم شریف)

بات یہ ہے کہ پیشاب رُکنے کی تکلیف اگر کسی بچّہ یا بڑے آدمی کو ہو جائے تو یہ زیادہ پریشانی کی چیز ہے، رہا کپڑا اور زمین وغیرہ کا دھونا، تو یہ آسان ہے۔

کپڑے سے منی دھونا

(۲۶۲) وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِيْ ثَوْبِهٖ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت سلیمان بن یسارؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے دریافت کیا کہ کپڑے میں منی لگ جائے تو (پاک کرنے کے لئے) کیا کیا جائے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھو دیتی تھی، پھر آپؐ اس کپڑے کو پہن کر نماز کے لئے اس حال میں تشریف لے جاتے تھے کہ دھونے کے نشان نظر آتے تھے۔"

(مشکوٰۃ ص ۵۲ ج ۱، از بخاری و مسلم)

تشریح

مذی اور منی دونوں ناپاک ہیں

مرد و عورت میں اللہ تعالےٰ نے فطری تقاضے رکھے ہیں، میاں بیوی کو جو ایک دوسرے کی طرف خاص میلان ہوتا ہے، اسے خواہش اور شہوت کہتے ہیں، جب شہوت ہوتی ہے تو پہلے پہلے کچھ گاڑھا سا پانی نکلتا ہے، اس سے شہوت بڑھتی ہے، اس پانی کو مَذِی کہتے ہیں شہوت اور خواہش بڑھتے بڑھتے پھر ایک مادہ خارج ہوتا ہے جس کے نکل جانے پر خواہش ختم ہو جاتی ہے، اس مادّہ کو مَنِیْ کہتے ہیں۔

مَذی اور مَنِیْ دونوں ناپاک ہیں، کپڑے یا بدن پر (ایک روپیہ کے پھیلاؤ سے) زیادہ مقدار میں لگی ہوں تو نماز نہ ہوگی، اُن کو دھو کر نماز پڑھیں۔

مذی سے وضو اور منی سے غسل فرض ہو جاتا ہے

مذی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جاگتے میں یا سوتے میں منی نکلنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے، البتہ مردوں کو جو جریان کی بیماری ہو جاتی ہے جس میں خواہش کے بغیر منی کے قطرے آجاتے ہیں، یا عورتوں کو جو بیماری کی وجہ سے (لیکوریا کے مرض میں) جو سفید پانی آتا رہتا ہے، اس سے غسل فرض نہیں ہوتا ہاں اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

منی اور مذی دونوں کو اگر اس طرح دھو ڈالیں کہ بدن یا کپڑے سے چھوٹ جائیں تو بدن اور کپڑا پاک ہو جاتا ہے، البتہ منی اگر خوب گاڑھی ہو بتاشہ کی طرح کپڑے پر جم کر

خشک ہو گئی ہو، اور اس میں پیشاب یا کوئی دوسری ناپاکی نہ مل گئی ہو، تو ایسی صورت میں خوب رگڑ دینے سے بھی کپڑا پاک ہو جاتا ہے، بشرطیکہ رگڑنے سے منی بالکل چھوٹ جائے۔

بعض احادیث میں پاک کرنے کا یہ بھی طریقہ آیا ہے اور یہ طریقہ صرف خشک منی کے لئے ہے لیکن ہمارے زمانہ میں چونکہ غذائیں خراب ہیں مصنوعی گھی، چربی اور ملاوٹ کی چیزیں کھائی جاتی ہیں، اس لئے ایسی گاڑھی منی آج کل عموماً نہیں ہوتی، لہٰذا ایسی صورت میں منی تر ہو یا خشک اس کو دھو کر ہی کپڑا پاک کریں۔

اس حدیث سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ منی والا کپڑا دھونے سے پاک ہو جاتا ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت کو چاہیئے کہ شوہر کی خدمت کرے، اس کے کپڑے دھوئے اور دوسری خدمت انجام دے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بن ٹھن کر باہر نکلنے کا خیال نہ فرماتے تھے، دیکھو! کپڑے سے ناپاک چیز دھوئی ہے، پانی کے نشان نظر آرہے ہیں اور آپؐ اسی کپڑے کو زیب تن فرما کر نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے ہیں آج کل کے لوگوں میں بناوٹ، تصنّع، ظاہری ٹیپ ٹاپ اور فیشن بازی کا بہت خیال ہے، بہت سے کپڑے رکھنے پڑتے ہیں، جس کی وجہ سے قرض دار بھی ہوتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، اور طرح طرح کی پریشانیوں میں پھنس جاتے ہیں، پھر یہ بات عجیب ہے کہ مخصوص رواجی کاٹ کا لباس اور چالو فیشن کی وضع داری اور چمک دمک کا خیال تو بہت زیادہ کرتے ہیں، مگر پاکی کا خیال نہیں کرتے، یعنی نظافت کو دیکھتے ہیں طہارت کی طرف ذرا خیال نہیں لے جاتے، اس زمانہ کے ٹیڈی سو دو سو روپے گز کا کپڑا پہن کر نکلتے ہیں، جس میں ذرا شکن ہو تو باہر نہ نکلیں، ظاہری ٹیپ ٹاپ اس قدر، مگر پیشاب کر کے بلا استنجار یوں ہی کھڑے ہو جاتے ہیں، سینکڑوں روپے کے سوٹ میں کافی مقدار میں پیشاب بھی بھرا رہتا ہے، یہ نتیجہ ہے اپنے مشفق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع چھوڑنے اور دشمنوں کی خو بو اختیار کرنے کا، اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِكَ؛

گھی وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ

(۲۶۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَتِ الْفَارَةُ فِی السَّمَنِ فَاِنْ کَانَ جَامِدًا فَاَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَاِنْ کَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوْهُ (رواہ احمد وابوداؤد ورواہ الدارمی عن ابن عباسؓ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب چوہا گھی میں گر جائے (اور گر کر مر جائے) اگر گھی جما ہوا ہے تو اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالو، اور اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو تم اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۱ ج ۲ بحوالہ ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر گھی جما ہوا ہو اور اس میں مرا ہوا چوہا گر جائے یا گر کر مر جائے تو اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دیا جائے اور باقی گھی کو استعمال کر لیا جائے، کیونکہ جمے ہوئے گھی میں ناپاکی کا اثر زیادہ اندر نہیں پہنچے گا، اور اگر گھی جما ہوا نہ ہو، اور اس میں مرا ہوا چوہا گر جائے یا گر کر مر جائے تو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، جتنی جگہ میں مرا ہوا چوہا گرا ہے وہ جگہ اور اس کے علاوہ سارا ہی گھی ناپاک ہو گیا، اس کے پاک کرنے کا طریقہ ابھی ہم لکھیں گے، اس سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ گھی بطور مثال بتایا ہے، اور چوہے کا ذکر بھی بطور مثال آ گیا ہے، گھی کی طرح اگر کوئی اور جمی ہوئی چیز ہو جیسے تیل، بناسپتی گھی، شیرہ، چربی وغیرہ اس کے اندر اگر مرا ہوا چوہا، یا کوئی ناپاک چیز گر جائے تو جتنی جگہ میں وہ ناپاک چیز پڑی ہو اس جگہ اور اس کے آس پاس سے تھوڑا تھوڑا لے کر پھینک دیا جائے اور باقی استعمال کر لیا جائے۔

اور اگر جمی ہوئی چیز نہ ہو بلکہ بہتی ہوئی چیز ہو تو اس طرح کچھ حصہ پھینک دینے سے پاک نہ ہو گا بلکہ اسے تین مرتبہ دھو کر پاک کیا جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ جس قدر تیل یا گھی ہو اس قدر یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر پکایا جائے، جب وہ پانی جل جائے تو پھر اسی قدر پانی ڈال کر پکایا جائے، جب دوسری مرتبہ ڈالا ہوا پانی بھی جل جائے تو

تیسری بار پھر اسی قدر پانی ڈال کر پکایا جائے، جب تیسری بار کا پانی بھی جل جائے تو تیل یا گھی جو بھی کچھ تھا پاک ہو جائے گا۔

اور ایک طریقہ یہ ہے کہ جتنا گھی یا تیل ہو اسی قدر پانی ڈال کر ہلاؤ، جب پانی اوپر آجائے تو اس کو کسی طرح اٹھالو، پھر اسی قدر پانی ڈال کر ہلاؤ جب پانی اوپر آجائے تو اس کو کسی طرح اٹھالو، پھر تیسری بار بھی ایسا ہی کرو، اس طرح سے گھی تیل پاک ہو جائے گا، اگر ناپاک ہو جانے کے بعد گھی تیل جم گیا ہے تو اس کو آگ پر رکھ دو تاکہ پگھل جائے اس کے بعد مذکورہ طریقے سے پاک کر لو۔

حدیثِ بالا کے مضمون سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ اگر آٹا گوندھا ہوا رکھا ہو، اور اس میں کتا یا بندر منہ ڈال کر جھوٹا کر دے تو جہاں اس کا منہ لگا ہے اگر اس جگہ سے تھوڑا تھوڑا نکال دیا جائے تو باقی آٹا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: زندہ چوہا پانی یا گھی وغیرہ میں گر جائے تو ناپاک نہیں ہوگا ہاں چوہے کا جھوٹا مکروہ ہے۔

کھال پاک کرنے کا طریقہ

(۲۶۴) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تُصُدِّقَ عَلٰى مَوْلَاةٍ لِّمَيْمُوْنَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوْهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ فَقَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ اِنَّمَا حَرُمَ اَكْلُهَا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی کو کسی نے صدقہ میں ایک بکری دے دی تھی، بعد میں وہ بکری مر گئی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا، تو آپؐ نے فرمایا تم نے اس کی کھال اُتار کر دباغت کر کے اپنے استعمال میں کیوں نہ لے لی، لوگوں نے عرض کیا کہ یہ مردار ہے (یعنی اپنی موت مری ہے، شرعی طریقہ پر ذبح نہیں کی گئی) آپؐ نے فرمایا صرف اس کا کھانا حرام کیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۳، از بخاری ومسلم)

تشریح: انسانوں کے استعمال کے لئے اللہ جل شانہٗ نے بہت سی چیزیں پیدا فرمائی ہیں، جن کے برتن وغیرہ بنا لیتے ہیں، پھر ان برتنوں میں استعمال چیزیں رکھتے ہیں، یہ چیزیں (جن سے برتن بناتے ہیں) معدنیات بھی ہیں، جیسے لوہا، تانبہ، پیتل، گلٹ وغیرہ اور درختوں کی لکڑیاں بھی، نیز مٹی اور پتھر سے بھی بہت سے برتن بنائے جاتے ہیں اور جانوروں کی کھالوں سے بھی تیار ہوتے ہیں، خصوصاً پانی بھرنے کے مشکیزے تو کھال ہی کے ہوتے ہیں، اور بہت سے علاقوں میں تیل کی کپیاں بھی کھال سے بناتے ہیں۔

جس حلال جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کر لیا جائے تو اس کی کھال اور گوشت اور چربی کے پاک ہونے میں کوئی شک نہیں، البتہ کھال میں اگر کسی جگہ گوبر یا پیشاب لگا ہوا ہو، یا ذبح کرتے وقت خون لگ گیا ہو تو اس کو دھو ڈالے اور شریعت کے مطابق ذبح کردہ جانور کی کھال کے لئے دباغت کی ضرورت نہیں ہے، وہ بغیر دباغت کے بھی پاک ہے، اور اگر کوئی جانور بغیر ذبح کئے مر گیا خواہ اپنی موت مرا ہو خواہ اوپر سے گر کر موت آئی ہو یا لاٹھی اور بندوق سے مارا گیا ہو، اس کی کھال اور گوشت اور چربی ناپاک ہیں، ایسے جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو سکتی ہے، البتہ گوشت اور چربی وغیرہ پاک نہیں ہو سکتے۔

مذکورہ بالا حدیث میں یہی مسئلہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر بکری وغیرہ ذبح شرعی کے بغیر مر جائے تو اس کی کھال کو دباغت دے کر کام میں لا سکتے ہیں، دباغت کے بعد اگر اس کا مشکیزہ بنا لیا اور اس میں پانی بھر دیا تو وہ پانی ناپاک نہ ہوگا، اگر اس کھال کے موزے، دستانے، صدری، ٹوپی، کوٹ وغیرہ بنا لیا اور ان چیزوں کے بدن پر ہوتے ہوئے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

دباغت کا مطلب یہ ہے کہ کھال کو نمک یا کوئی مسالہ، ببول کا برادہ، مٹی وغیرہ لگا کر آلائش دور کر دی جائے اور اس کو سکھا دیا جائے، جس سے سڑنے سے محفوظ ہو جائے۔

مسئلہ: جن جانوروں کا کھانا حرام ہے جیسے شیر، بھیڑیا، گیدڑ، بندر وغیرہ ان کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: اگر ان جانوروں کو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر کوئی مسلمان ذبح کردے تب بھی اُن کی کھال پاک ہو جاتی ہے، اس صورت میں سُکھانا، دوا لگانا پاک ہونے کے لئے شرط نہیں ہے، لیکن جس کا گوشت کھانا حرام ہے اس کا گوشت شرعی طور پر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہوگا، البتہ اس طرح اس کی کھال پاک ہو جائے گی۔

مسئلہ: سُور کا ہر ہر جزو نجس ہے، اس کی کھال اور بال، ہڈی، اور گوشت وغیرہ سب کچھ ناپاک ہے، دباغت سے بھی اس کی کھال پاک نہیں ہو سکتی۔
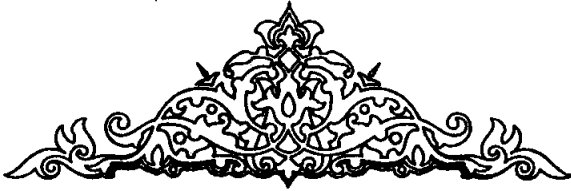
كتاب فضل الصبر وما جاء في الأجر على الآلام والأسقام

مصائب اور تکالیف پر صبر کرنے کی فضیلت
اور
جسمانی امراض پر صبر کرنے کا ثواب

(۳۶۵) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُمِّ السَّائِبِ فَقَالَ مَالَكِ تُزَفْزِفِیْنَ قَالَتِ الْحُمّٰی لَا بَارَكَ اللّٰہُ فِیْہَا فَقَالَ لَا تَسُبِّی الْحُمّٰی فَاِنَّہَا تُذْہِبُ خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ كَمَا یُذْہِبُ الْكِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُم السائبؓ کے پاس تشریف لے گئے (یہ ایک صحابی خاتون تھیں) آپؐ نے اُن کا حال دیکھ کر دریافت فرمایا تم کیوں کپکپا رہی ہو؟ کہنے لگیں بخار چڑھا ہوا ہے اس کا ناس ہو! آپؐ نے ارشاد فرمایا بخار کو بُرا نہ کہو، کیونکہ یہ انسانوں کے گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے لوہے کے میل کچیل کو (آگ کی) بھٹی دُور کر دیتی ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۱۳۵ از مسلم)

تشریح: عورتوں کو کوسنے پیٹنے اور دُنیا بھر کی چیزوں کو بُرا بھلا کہنے کی عادت ہوتی ہے بچوں کو بھی کوستی رہتی ہیں، جانوروں تک کے بارے میں اُلٹے سیدھے الفاظ استعمال کرتی ہیں۔

حضرت اُم سائبؓ کو بخار چڑھا ہوا تھا، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی مزاج پُرسی فرمائی اور حال معلوم کیا، انہوں نے عورتوں کی عادت کے مطابق کہہ دیا کہ بخار نے تکلیف دے رکھی ہے، خدا اس کا بُرا کرے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی، آپؐ نے فرمایا کہ بخار کو بُرا نہ کہو، کیونکہ اس نے کوئی خطا نہیں کی، اور یہ مومن بندوں کا محسن بھی ہے، کیونکہ بخار کی وجہ سے

گناہ دُھل جاتے ہیں اور خطائیں دُور ہو جاتی ہیں' جو چیز گناہ معاف کرانے کا ذریعہ ہو اس کو بُرا کہنا مومن کی شان نہیں ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں بخار کا ذکر ہوا، حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے بخار کو بُرا کہہ دیا، اس شخص سے بھی آپ نے یہی فرمایا کہ اسے بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ یہ گناہوں سے ایسا صاف کرتا ہے جیسے آگ لوہے کا میل کچیل صاف کر دیتی ہے (ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی (ان کو بھی بخار چڑھا ہوا تھا) آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم خوش ہو جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بخار میری (پیدا کردہ مخصوص قسم کی) آگ ہے' دنیا میں اپنے مومن بندوں پر مسلّط کرتا ہوں تاکہ (گناہوں کی وجہ سے) قیامت کے دن جو آگ کا عذاب ہوتا ہے اس کے عوض یہ بخار کی تکلیف دنیا میں قائم مقام ہو جائے۔ (ابن ماجہ)

مرض کی صورت میں جو تکلیفیں مومن بندوں کو ہوتی ہیں بڑی مبارک ہیں' اللہ تعالےٰ سے تکلیف مانگنی تو نہ چاہیئے' لیکن اگر تکلیف آجائے تو بشاشت سے صبر کرو' عافیت کی دُعا بھی کرتے رہو لیکن تکلیف کی وجہ سے اجر و ثواب کی بھی پختہ امید رکھو' امراض گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں' اور ثواب کی امید رکھنے سے مرض کی تکلیف ہلکی ہو جاتی ہے، مومن بندوں کی عجیب شان ہے' تندرست ہوتے ہیں تو خوب عبادت کرتے ہیں' بیمار ہوتے ہیں تو صبر کر کے ثواب پاتے ہیں' اور بیماری گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور چونکہ بیماری میں بہت بڑا فائدہ ہے' اس لئے مومن بندہ کے حق میں بیماری مصیبت نہیں رہتی، فَاِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ، اور تکلیف کی وجہ سے جو اعمالِ صالحہ چھوٹ جاتے ہیں ان کا ثواب بھی ملتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تکلیف والے بندوں کو قیامت کے دن ثواب ملنے لگے گا تو عافیت والے لوگ جو بیمار نہیں ہوتے تھے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی جاتیں (تاکہ بہت زیادہ اجر و ثواب کے مستحق ہوتے) (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اس وقت آپؐ بخار میں مبتلا تھے، میں نے جو ہاتھ لگایا تو بہت شدّت محسوس ہوئی، عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کو بہت سخت بخار آتا ہے؟ فرمایا ہاں میرا بخار تم میں سے دو آدمیوں کے بخار کے برابر ہوتا ہے، میں نے عرض کیا یہ اس وجہ سے ہے کہ آپؐ کا ثواب دُوہرا ہے؟ فرمایا ہاں، اس کے بعد ارشاد فرمایا جس کسی مسلمان کو مرض یا اور کسی وجہ سے تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے ذریعہ سے اس کے گناہوں کو اس طرح مٹا دیں گے جیسے درخت سے پتے گر جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کی ایسی مثال ہے جیسے کھیتی کے پودوں کو ہوائیں جھکاتی چلی جاتی ہیں، کبھی گراتی ہیں، کبھی سیدھا کر دیتی ہیں (اسی طرح مؤمن بندہ کچھ نہ کچھ دُکھ تکلیف میں رہتا ہے) یہاں تک کہ اس کی موت آجائے اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے سرو کا درخت جو اچھی طرح سے زمین میں ثابت اور راسخ ہو (ہوائیں اسے ہلاتی جُھلاتی نہیں ہیں) یہاں تک کہ اُس کا اُکھڑنا دفعۃً ایک ہی بار ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ منافق کو چونکہ آخرت میں بخشنا نہیں ہے اس لئے اس کی خطاؤں کے بخشنے کے انتظام کی ضرورت نہیں، لہٰذا مرض بھیج کر اس کے گناہوں کا کفارہ نہیں کیا جاتا، زندگی بھر ٹھیک ٹھاک عیش وآرام مزے اور چین سے رہتا ہے، پھر جب آخرت میں عذاب ہوگا تو بہت ہی شدید ہوگا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ مؤمن بندہ جب بیمار ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ اس کو آرام دے دیں، تو یہ اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، اور آئندہ کے لئے نصیحت ہو جاتی ہے (کہ گناہوں سے پرہیز کرے) اور جب منافق (کبھی کبھار) بیمار ہوتا ہے اور اس کے بعد عافیت پالیتا ہے تو (اس سے کوئی سبق نہیں لیتا) اس کی ایسی مثال ہے جیسے اونٹ کو اس کے مالکوں نے باندھ دیا، پھر چھوڑ دیا، اسے کچھ پتہ نہ چلا کہ مجھے انہوں نے کیوں باندھا اور پھر کیوں چھوڑا؟

مجلس میں یہ بات ہو رہی تھی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! مرض کیا چیز ہے؟ میں تو کبھی بیمار ہی نہیں ہوا، آپ نے فرمایا تو ہمارے پاس سے اُٹھ جا، کیونکہ تو ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔ (ابو داؤد شریف)

دیکھو! کیسی بڑی بات ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرما دیا کہ تو ہماری جماعت سے نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دُکھ تکلیف مؤمن کی خاص نشانی ہے، اور اس سے گھبرانا نہیں چاہئے اور بیماری کو بُرا کہنا اس وجہ سے بھی درست نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اس وجہ سے بھی کہ مرض اللہ کا بھیجا ہوا ہے، جو تکلیف ہے اللہ کے حکم سے ہے، اس میں مرض اور مصیبت کا کیا قصور ہے؟ خالقِ کائنات جل مجدہٗ جو چاہے گا وہ ہوگا۔

(۲۶۶) وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَلَا اُرِیْکَ امْرَأَۃً مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ، قُلْتُ بَلٰی، قَالَ ھٰذِہِ الْمَرْأَۃُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُصْرَعُ وَاِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰہَ، فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَکِ الْجَنَّۃُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَکِ، فَقَالَتْ اَصْبِرُ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ لَّا اَتَکَشَّفَ فَدَعَا لَھَا (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں (ضرور دکھایئے) اس پر انہوں نے ایک عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ (دیکھو) یہ کالے رنگ کی عورت ہے، اس کے بارے میں جنتی ہونے کی بشارت ہے، قصّہ اس کا یہ ہے کہ) یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے (مرگی کا) دورہ پڑجاتا ہے، اور اس دورہ میں میرے اعضاء جسم سے کپڑا ہٹ جاتا ہے، اور اعضاء کھل جاتے ہیں، آپ اللہ پاک سے دُعاء فرما دیجئے کہ میری یہ تکلیف دور ہو جائے، آپ نے

فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو، اور تمہیں اس کے عوض جنت ملے گی، اور اگر تم چاہو تو میں دعا کر دوں گا کہ اللہ پاک تمہیں عافیت دے دے، یہ سُن کر انہوں نے کہا کہ میں صبر کرتی ہوں، آپ یہ دُعا فرما دیں کہ دَورے کے وقت میرے کپڑے نہ کھلا کریں آپؐ نے اس کے لئے اس امر کی دُعا فرمادی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۷ از بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث میں بھی یہی بات بتائی اور سمجھائی گئی ہے کہ امراض اور تکالیف مومن بندوں کے لئے نعمت ہیں، جو شخص مرد ہو یا عورت تکلیف پر صبر کرلے اور مرض کی بے چینی کو سہ لے اس کے لئے بڑے درجات ہیں، صحابی مرد اور عورتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتوں پر پختہ یقین رکھتے تھے، اور جنت مل جانے کو بڑی دولت سمجھتے تھے، اسی وجہ سے تو اس سیاہ فام عورت نے جس کا حدیث شریف میں ذکر ہوا جنت کی خوشخبری کا یقین رکھتے ہوئے صبر ہی کو اختیار کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عافیت کی دعا نہ کرانے کو ترجیح دی البتہ اس دعا کی خواہش کی کہ دورہ کے وقت جسم نہ کھلا کرے، اس زمانہ کے لوگ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے دُور ہوتے جا رہے ہیں، اس لئے کوئی تکلیف آتی ہے تو بے صبری میں چیخ اٹھتے ہیں، اور مرض پر صبر کر کے اجر و ثواب لینے پر ذرا بھی ذہن نہیں لے جاتے۔

حضرت یحییٰ بن سعید (تابعیؒ) کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص کی وفات ہوگئی، ایک صاحب نے کہا کہ اس مرنے والے کے لئے مبارک ہو کہ مرض میں مبتلا ہوئے بغیر وفات پاگئے۔ یہ سُن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیسی افسوسناک بات کہہ رہے ہو تمہیں پتہ نہیں اگر اللہ تعالیٰ اس کو مرض میں مبتلا فرماتے تو اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دیتے (اخرجہ مالک فی المؤطا ص۲۰۱)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کن لوگوں کو زیادہ تکلیف میں ڈالا جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا سب سے زیادہ تکلیف میں حضرات انبیاء علیہم السلام مبتلا ہوتے ہیں، پھر اُن کے بعد جس قدر کوئی افضلیت کا حامل ہوتا ہے اسی قدر تکلیفوں میں مبتلا ہوتا ہے (پھر فرمایا) انسان اپنی دینی حیثیت کے مطابق مبتلا کیا جاتا

ہے، اگر دین میں سخت ہے تو اس کی تکلیف اور سخت ہو جاتی ہے، اور اگر اپنے دین میں نرم یعنی ضعیف اور کمزور ہے تو اس کے لئے خدائے پاک کی طرف سے آسانی کر دی جاتی ہے (برابر اسی طرح تکلیفیں رہتی ہیں، یہاں تک کہ یہ (دین سے وابستگی رکھنے والا شخص زمین پر اس حال میں چلتا پھرتا ہے کہ اس پر تکلیفوں کی وجہ سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا، (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہوں کی سزا دنیا ہی میں موت سے پہلے دے دیتے ہیں اور جب کسی کو عذاب میں مبتلا کرنا مقصود ہوتا ہے تو دنیا میں اس کے گناہوں کی پاداش میں سزا نہیں دیتے اور سزا کو روک لیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن پوری سزا دیں۔ (ترمذی)

نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑا انعام، بڑی مصیبت کے ساتھ ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو ان کو مصیبت میں مبتلا فرما دیتے ہیں، اس مصیبت پر جو خدائے پاک سے راضی رہا اس کے لئے اللہ کی رضا ہے، اور جو ناراض ہوا اللہ بھی اس سے ناراض ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۲۶۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِ الْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی وَمَا عَلَیْهِ مِنْ خَطِیْئَتِهٖ ۔ (رواه الترمذی روی مالك نحوه وقال الترمذی هٰذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن بندہ مرد ہو یا عورت برابر تکلیفوں میں مبتلا کیا جاتا ہے، اور یہ تکلیفیں اس کی جان میں اور مال میں اور اولاد میں آتی رہتی ہیں، ان تکلیفوں کی وجہ سے مؤمن بندہ اس حال میں ہو جاتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۶، از ترمذی و مؤطا)

تشریح: اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ تکلیفوں کی وجہ سے مومن کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے کوئی ضروری نہیں کہ اس کے لئے اس کے جسم میں ہی تکلیف پہنچے یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے، اور یہ مومن کے حق میں اس اعتبار سے بہتر بھی ہے کہ صرف جسم ہی پر ساری تکلیفیں آتیں تو جینا دوبھر ہو جاتا، گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور درجات بلند ہو جائیں اس کے لئے اللہ جل شانہٗ نے مصائب کو بانٹ دیا، کچھ جان میں، کچھ مال میں، کچھ اولاد میں تکلیفیں تقسیم کر دی گئیں۔

اور یہ بات بھی جاننی چاہیئے کہ اولاد کے دکھ درد پر اولاد کو ثواب اپنی جگہ ملتا ہے اور بچوں کو جو تکلیف ہوتی ہے ماں باپ کو ان کا مستقل ثواب مل جاتا ہے۔ مومن بندہ کا کام یہ ہے کہ صبر و شکر کے ساتھ زندگی گذارتا رہے، تکلیف تو کافروں کو بھی پہنچتی ہے لیکن مومن اور کافر کی تکلیف میں زمین و آسمان کا فرق ہے، مومن اپنی تکلیف پر اجر و ثواب لیتا ہے اور آخرت میں بلند درجات پائے گا اور کافر کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کی وجہ سے اسے آخرت میں کچھ ملنے والا نہیں، گویا مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہی نہیں جس تکلیف کی آخرت میں قیمت مل گئی وہ کیا تکلیف ہے؟ دیکھو دنیا کمانے کے لئے مزدور اور کاشت کار اور تجارت پیشہ لوگ کتنی تکلیف اٹھاتے ہیں لیکن اس تکلیف کو خوشی سے سہتے ہیں، بلکہ تکلیف ہی نہیں سمجھتے کیونکہ اس کا نفع ملتا رہتا ہے۔

مومن کا ہر حال بہتر ہے، تکلیف میں صبر کرتا ہے تو اس کا بھی ثواب پاتا ہے، اور آرام میں شکر کرتا ہے تو اس کا بھی ثواب ملتا ہے، غرضکہ چت اور پٹ دونوں میں فائدے ہیں، جب یہ بات ہے تو مومن کو کسی حال میں ہراساں و پریشان ہونے کا کوئی موقع نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی کچھ دکھ، تکلیف، تھکن اور پریشانی، رنج اور کلفت اور گھٹن پہنچ جائے تو اس کے ذریعہ اللہ پاک اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دیتے ہیں حتیٰ کہ اگر کانٹا بھی لگ جائے تو وہ بھی گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ

بن جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اولاد کی موت پر صبر کرنے کا ثواب اور آخرت کا فائدہ

(۲۶۸) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَّفْسِكَ یَوْمًا نَاْتِیْكَ فِیْہِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰہُ قَالَ اجْتَمِعْنَ فِیْ یَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِیْ مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاھُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَہُ اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَۃٌ تُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیْھَا مِنْ وَّلَدِھَا ثَلٰثَۃً اِلَّا كَانَ لَھَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَۃٌ مِّنْھُنَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوِ اثْنَیْنِ فَاَعَادَتْھَا مَرَّتَیْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیہؓ حاضر ہوئیں، اور عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کی باتیں مردوں نے خوب حاصل کرلیں (اور ہم محروم رہی جارہی ہیں) لہٰذا اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے مقرر فرمادیں، جس میں ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں، اور آپؐ اُن معلومات میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمائی ہیں ہم کو بتادیں، یہ سُن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا (اچھا) فلاں فلاں دن تم فلاں جگہ جمع ہوجانا، چنانچہ مقررہ دن اور جگہ پر صحابی عورتیں جمع ہوگئیں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، اور ان کو اللہ کے دیئے ہوئے علوم میں سے بہت کچھ بتایا، پھر فرمایا کہ تم میں جو عورت اپنی زندگی میں تین بچے پہلے سے آخرت میں بھیج دے گی (یعنی تین بچوں کی موت پر صبر کرلے گی)، تو یہ بچوں کا پہلے سے چلا جانا اس عورت کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائے گا، ان میں سے ایک عورت نے سوال کیا یا رسول اللہؐ اگر دو ہی بچوں کو آگے بھیجا

ہو؟ (یعنی کسی عورت کے دو ہی بچّے فوت ہوئے اور انہی پر صبر کرنے کا موقع ملا تیسرے کی موت کی نوبت ہی نہ آئی، تو کیا دو بچوں پر صبر کرنے کا بھی یہی مرتبہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی تک جواب نہ دینے پائے تھے کہ اس نے یہی سوال پھر دُہرایا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے، دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے، دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے، دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۳ از بخاری)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں عورتوں کو دینی معلومات حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پہلے عورتیں جمع ہو گئیں، تب اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے، عورتوں کی مجلسِ وعظ میں جب کوئی مرد بیان کرنے جائے تو اس کے لئے سنّت طریقہ معلوم ہو گیا کہ جب سب عورتیں جمع ہو جائیں تب پہنچے، اس میں پردہ کا زیادہ اہتمام ہے، کیونکہ واعظ کی نظر آنے والیوں پر نہ پڑے گی۔

اس حدیث میں تین بچّوں اور دو بچّوں پر صبر کرنے کا مرتبہ بتایا ہے، دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ ایک بچّہ پر صبر کرنا بھی دوزخ سے محفوظ ہونے کا ذریعہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسے تین بچّے اپنے آگے بھیج دیئے جو بالغ نہیں ہوئے تھے تو یہ بچّے اس کے لئے دوزخ سے حفاظت کرنے کے لئے مضبوط قلعہ بن جائیں گے، حضرت ابوذر صحابی رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے انہوں نے عرض کیا میں نے تو دو ہی بچّے آگے بھیجے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا دو بچّے بھیجنے کا بھی یہی درجہ ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا جن کا لقب سیّد القراء ہے کہ میں نے تو ایک ہی بچّہ آگے بھیجا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بچّہ بھیجنے کا بھی یہی درجہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) آگے بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ بچّہ ماں باپ کی زندگی میں اُن سے پہلے مر گیا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک گرا ہوا حمل بھی ناف کے ذریعہ اپنی ماں کو کھینچ کر جنّت میں پہنچا دے گا، بشرطیکہ اس کی ماں نے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھی ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

بچّوں کی محبت فطری امر ہے، ماں باپ کو بچّہ سے بہت زیادہ محبّت ہوتی ہے، اور خصوصًا ماں کی ممتا تو مشہور رہی ہے، بچّہ کی ذرا سی تکلیف نہیں دیکھ سکتی، اگر بچّہ مر جائے تو ماں کا بُرا حال بن جاتا ہے اور اس کے دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے اس وقت ساری خوشیاں مٹی ہو جاتی ہیں، اسی لئے ماں باپ کے صبر کرنے کا بہت بڑا درجہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے بندہ کے پیارے کو اٹھالوں اور وہ اس پر ثواب کا یقین کرے تو اس کا بدلہ جنّت کے سوا کچھ نہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ کا کوئی بچّہ فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ کیا تم نے میرے بندہ کے بچّہ کو قبض کر لیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں، ہاں! ہم نے ایسا کیا، پھر فرماتے ہیں کیا تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ وہ عرض کرتے ہیں جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں (حالانکہ ان کو سب کچھ معلوم ہے) کہ میرے بندہ نے کیا کہا؟ وہ عرض کرتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا، اللہ تعالےٰ شانہ، فرماتے ہیں میرے بندہ کے لئے جنّت میں ایک گھر بنا دو، اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھ دو۔ (مشکوٰۃ از احمد و ترمذی)

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بچّہ کو لے کر آیا کرتے تھے، آپؐ نے اُن سے پوچھا کیا تم اس بچّہ سے (بہت زیادہ) محبّت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اللہ آپؐ سے بھی ایسی محبت کرے جیسا میں اس سے محبت کرتا ہوں، (یہ انہوں نے اپنی سمجھ

کے مطابق کہا) پھر ایک بار آپؐ نے دیکھا کہ ان کا بچہ ساتھ نہیں ہے، لوگوں سے پوچھا ان کا بچہ کیا ہوا؟ عرض کیا وہ فوت ہو گیا، آپؐ نے ان سے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارا بچہ تم کو جنت کے ہر دروازہ پر انتظار کرتا ہوا ملے؟ (مطلب یہ ہے کہ تم نے جو صبر کیا ہے اس کا بدلہ اس طرح سے ملے گا کہ جنت کے جس دروازہ سے داخل ہونا چاہو گے بچہ کو استقبال کے لئے موجود پاؤ گے) ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہؐ کیا یہ بات اسی شخص کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم سب کے لئے ہے۔
(مشکوٰۃ شریف)

ادھورا بچہ ماں باپ کو جنت میں لے جانے کیلئے جھگڑا کرے گا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ ادھورا گرا ہوا بچہ (بھی) اپنے رب سے جھگڑا کرے گا جبکہ اس کے والدین دوزخ میں داخل کر دیئے گئے ہوں گے، اس بچہ سے کہا جائے گا کہ اے ادھورے بچے! جو اپنے رب سے جھگڑ رہا ہے اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے لہٰذا وہ اپنے ناف کے ذریعہ کھینچتا ہوا ان کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (ابن ماجہ)

اپنے کسی عزیز کی موت پر صبر کر لینا اور اللہ سے ثواب کی امید کر لینا تو بڑے مرتبہ والا کام ہے، لیکن کسی مصیبت زدہ کو تسلی دینا بھی بڑے مرتبہ کی بات ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ عَزّٰی ثَكْلٰى كُسِيَ بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ "یعنی جس نے کسی ایسی عورت کو تسلی دی جس کا بچہ گم ہو گیا ہو یا مر گیا ہو تو اس کو جنت میں چادریں پہنائی جائیں گی" یعنی جنت میں داخل ہو کر یہ شخص وہاں کے لباس سے متمتع ہو گا۔ (ترمذی)

جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ،

فائدہ: یہاں تک جو متعدد احادیث کا ترجمہ لکھا گیا اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے دنیاوی تکالیف اور مصائب' امراض و آلام سب نعمت ہیں ان کے ذریعہ گناہ معاف ہوتے ہیں درجات بلند ہوتے ہیں اور گناہوں کا کفارہ ہو جانے کی وجہ سے برزخ اور روز قیامت کے عذاب سے حفاظت ہو جاتی ہے' مومن بندوں پر لازم ہے کہ صبر و شکر کے ساتھ ہر حال کو برداشت کرتے چلیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی بہت زیادہ پختہ امید رکھیں اور یقین جانیں کہ ہمارے لئے صحت و عافیت بھی خیر ہے اور دکھ تکلیف بھی بہتر ہے' اصل تکلیف تو کافر کی تکلیف ہے تکلیف بھی پہنچی اور ثواب بھی نہ ملا، مومن کی تکلیف تکلیف نہیں ہے' اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مصیبت و تکلیف اور مرض کی دعا کیا کریں' یا شفاء کی دعا نہ مانگیں، کیونکہ جس طرح صبر میں ثواب ہے شکر میں بھی ثواب ہے' سوال تو عافیت ہی کا کریں اور کرتے رہیں اور تکلیف پہنچ جائے تو صبر کریں۔

بہت سے لوگ جو آرام و راحت اور دکھ تکلیف کی حکمت اور اس بارے میں قانونِ الٰہی کو نہیں جانتے بے تکی باتیں کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ جہان کی ساری مصیبتیں مسلمان قوم ہی پر آ پڑتی ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ کافروں کو محلات و قصور اور مسلمان کو صرف وعدہ حور! کبھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غیروں کو خوب نوازا ہے اور اپنوں کو فقر و فاقہ اور دوسری مصیبتوں میں رکھا ہے حالانکہ اپنا ہونے ہی کی وجہ سے مسلمانوں کو تکالیف میں مبتلا فرمایا جاتا ہے تاکہ اُن کے گناہ معاف ہوں' درجات بلند ہوں اور آخرت میں گناہوں پر سزا نہ ہو در حقیقت یہ بہت بڑی مہربانی ہے کہ دنیا کی تھوڑی بہت تکلیف میں مبتلا کر کے آخرت کے عذابِ شدید سے بچا دیا جائے اور کافروں کو چونکہ آخرت میں کوئی نعمت نہیں ملنی، کوئی آرام نصیب نہیں ہونا بلکہ ان کے لئے صرف عذاب ہی عذاب ہے اس لئے ان کو دنیا زیادہ دے دی جاتی ہے اور ان پر مصیبتیں کم آتی ہیں، اگر کسی کافر نے خدمتِ خلق وغیرہ کا کوئی کام کیا ہے تو اس کا عوض اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے تاکہ آخرت میں اُسے ذرا سی خیر اور معمولی سا آرام بھی نہ ملے اور ابدالآباد ہمیشہ دوزخ میں رہے۔

اولئك قوم عجلت لهم طيباتهم فى الحيٰوة الدنيا، وفى رواية اما ترضى ان تكون لهم الدنيا ولنا الاخرة قاله النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لعمر بن الخطابؓ كما عند البخارى ومسلم۔

بچّہ کی موت پر رنج ہونا اور آنسو آجانا خلافِ صبر نہیں ہے

(۲۶۹) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ اِنَّ اِبْنًا لِّيْ قُبِضَ فَأْتِنَا فَاَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ،

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپؐ کی خدمت میں خبر بھیجی کہ میرا بیٹا مرنے کے قریب ہے آپؐ تشریف لائیے' آپؐ نے جواب میں سلام کہلوایا اور یہ پیغام بھجوایا کہ بے شک اللہ جو کچھ لے وہ اسی کا ہے' اور جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے' اور ہر چیز کے لئے اس کے یہاں وقت مقرر ہے' لہٰذا صبر کرنا چاہیئے اور ثواب کی پختہ امید رکھیں' آپؐ کی صاحبزادی نے دوبارہ قسم دے کر پیغام بھیجا کہ ضرور ہی تشریف لائیں' آپؐ روانہ ہوئے' اور آپؐ کے ہمراہ سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ اور دیگر چند حضرات تھے، جب آپؐ وہاں پہنچے تو بچّہ آپؐ کے ہاتھوں میں دے دیا گیا، جو جانکندنی کے عالم میں تھا، بچّہ کی حالت خود دیکھ کر آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیا بات ہے؟ (آپؐ رو رہے ہیں؟) آپؐ نے فرمایا یہ رونا اس صفتِ رحمت کی وجہ سے ہے جو اللہ پاک

نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۱۵۰، از بخاری و مسلم)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوّل تو اپنی صاحبزادی کو پیغام بھیجا کہ بچہ کی وفات پر صبر کریں، اور اللہ پاک کی طرف سے ملنے والے اجر و ثواب کا پختہ یقین رکھیں، اور ساتھ ہی ساتھ صبر دلانے والا مضمون بھی بتایا کہ بندہ کو کوئی چارہ نہیں، نہ کوئی دم مارنے کی مجال ہے، اللہ نے جو کچھ دیا وہ اسی کی ملکیت ہے، اور جو کچھ اس نے واپس لیا وہ بھی اسی کا ہے، اگر دینے والا اپنی چیز واپس لے لے اس میں کسی کو اعتراض کا کیا موقع ہے، خصوصاً جبکہ لینے والا اپنی ہی چیز لے رہا ہے، اور لینے کے ساتھ بہت بڑے اجر و ثواب کا وعدہ بھی فرما رہا ہے خواہ مخواہ بے صبری کر کے اپنا ثواب کھونا اور خدائے پاک کو ناراض کرنا بہت بڑی نادانی ہے جب آپؐ کی صاحبزادی نے دوبارہ پیغام بھیجا اور قسم دلائی تو آپؐ تشریف لے گئے، بچہ کو اٹھایا تو مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہؓ کو تعجب ہوا اور بے ساختہ بول پڑے کہ یا رسول اللہؐ آپؐ رو رہے ہیں؟ حالانکہ آپؐ تو صبر کی تلقین فرماتے ہیں، آپؐ نے فرمایا یہ رونا آجانا غیر اختیاری امر ہے جو رحم دل ہونے کی دلیل ہے اس پر نہ مواخذہ ہے نہ یہ خلافِ صبر ہے۔

اختیاری چیزوں پر گرفت ہے

اصل بات یہ ہے کہ شریعت میں ان چیزوں پر پکڑ ہے جو بندہ کے اختیار میں ہوں اور جو چیز اختیار میں نہ ہو اس پر گرفت نہیں ہے، آنکھوں سے آنسوؤں کا آجانا بندہ کے اختیار میں نہیں ہے، اس پر نہ گرفت ہے نہ یہ بے صبری میں شمار ہے، ہاں زبان کو استعمال کرنا چونکہ امر اختیاری ہے، اس لئے اس پر گرفت ہو جاتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا جائے، کفریہ کلمات بکے جائیں اور جاہلانہ باتیں زبان سے نکالی جائیں، تو اس پر مواخذہ ہے اور اللہ پر اعتراض کرنے اور کفریہ کلمات بکنے سے کفر عائد ہو جاتا ہے۔

بے صبر جاہلوں اور صحافیوں کی باتیں

بعض لوگ کہتے ہیں خدا کو میرا ہی بچہ لینا تھا اور کوئی نہ ملا، خدا نے مجھ پر ظلم کیا، فلاں

شخص کو قدرت کے سفاک ہاتھوں نے ایسے وقت میں ہم سے چھین لیا جب کہ ہم کو اس کی بہت زیادہ ضرورت تھی، یہ تو تعزیت کی خاطر مضامین لکھنے والے پڑھے لکھے جاہل اخبارات اور جرائد میں لکھ جاتے ہیں، بعض عورتیں شوہر یا اولاد کی موت پر کہتی ہیں کہ اے اللہ تُو نے یہ کیا کیا؟ میں اب کیا کروں گی؟ مجھے پہلے موت کیوں نہ دی؟ العیاذ باللہ یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں، جن سے ایمان جاتا رہتا ہے، مومن کا کام تو یہ ہے کہ جو مصیبت پہنچے صبر کرے اور ہر حال میں اللہ تعالے سے راضی رہے اور مصیبت پر آخرت کے ثواب کی پختہ امید رکھے۔

مُنہ پیٹنے اور گریبان پھاڑنے پر وعید

کسی کے مرجانے پر مُنہ پیٹنا، کپڑے پھاڑنا، شور مچانا، گریبان چاک کرنا، یہ سب سخت منع ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ "یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو کسی مصیبت پر اپنے مُنہ پر طمانچے مارے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دہائی دے۔" (بخاری و مسلم) یعنی ایسے الفاظ زبان سے نکالے جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا أَوْ يَرْحَمُ (بخاری و مسلم)

"یعنی اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا بلکہ زبان کے سبب سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ زبان سے خلافِ شرع جو کلمات نکلیں اُن پر گرفت ہے اور اگر زبان سے مثلاً إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا یا کوئی اور خیر کا کلمہ نکلا تو یہ باعثِ رحمت ہے۔

حضور کے ایک صاحبزادہ کا واقعہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانکندنی کے وقت تشریف لائے، اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ عام لوگ تو بچوں کی موت پر روتے ہی ہیں بھلا آپ بھی

رونے لگے؟ آپؐ نے فرمایا یہ طبعی رحمت ہے (جو اللہ پاک نے دل میں رکھی ہے) پھر فرمایا کہ بے شک آنکھ اشکبار ہے اور دل اندوہگین ہے یعنی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غمزدہ ہے اور زبان سے ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو، پھر فرمایا اے ابراہیم! تمہاری جدائی سے ہم کو رنج ہے۔ (بخاری و مسلم)

کسی کی موت پر نوحہ باعثِ لعنت ہے

(۲۷۰) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّائِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی پر اور جو دھیان دے کر نوحہ سننے والی ہو اس پر (یعنی دونوں پر) لعنت بھیجی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۱، از ابوداؤد)

تشریح: جیسا کہ سابق حدیث کی تشریح سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت پر بے اختیار آنکھوں سے آنسو آجانا اور دل کا رنجیدہ ہونا مواخذہ اور پکڑ کی بات نہیں ہے، لیکن زبان سے جاہلیت کی باتیں نکالنا اور خدائے پاک پر اعتراض کرنا اور اپنے اختیار سے بلند آوازیں نکالنا اور چیخنا، چلانا، شور مچانا، کپڑے پھاڑنا، اسلام میں اُن چیزوں کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے، اور اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو نوحہ سننے کا ارادہ کرے اور اس کو پسند کرے۔

نوحہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی مرنے والے پر روئے اور اس کی خوبیوں کو شمار کرائے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مطلقاً آواز کے ساتھ رونے کو نوحہ کہا جاتا ہے۔

عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ عزیز قریب، شوہر اور اولاد کی موت پر نوحہ کرتی ہیں، چیخنا، چلانا، شور مچانا، میت کو خطاب کرنا اور یہ کہنا کہ ہائے میرے پیارے، اے میرے جوان، اے بیٹا، تو کہاں گیا؟ مجھے کس پر چھوڑا؟ تو ایسا تھا ویسا تھا، اور اس طرح کی بہت سی باتیں

پکار پکار کر بیان کرنا اور رونا پیٹنا، مہینوں تک کے لئے اُن کا مشغلہ بن جاتا ہے، اور بعض علاقوں میں سالہا سال تک یہ سلسلہ چلتا ہے، یہ باتیں سخت ممنوع ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی پر لعنت فرمائی اور ساتھ ہی نوحہ سننے والی پر بھی، کیونکہ نوحہ کرنے والی کا نوحہ سننے کے لئے جو عورتیں جمع ہوں وہ نوحہ کہنے کا سبب بنتی ہیں، عموماً نوحہ کرنے والی عورت تنہائی میں نوحہ نہیں کرتی ہے۔

جاہلیت کی رسموں کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں

اسلام سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ عورتوں میں نوحہ کا ادلا بدلہ چلتا تھا، کسی کے مرنے پر کوئی عورت مرنے والے کے گھر آئی، اور وہاں رو پیٹ کر چلی گئی، پھر جب رونے والی کے گھر میں کوئی مرا تو اس گھر کی عورتیں آکر اس کے ہاں روتی تھیں، جس گھر میں جاکر یہ عورت روکر آئی تھی، جب ایک عورت دوسری عورت کے گھر رونے کے لئے جاتی تھی تو گھر والی عورتیں اور یہ پہنچنے والی عورت سب مل کر روتی تھیں، اسی طرح سے باہر سے آکر رونے والی کا عمل گھر والوں کی رونے والی کا معاون ہو جاتا تھا اور اس عمل کا نام اِسعاد رکھتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے یہ بھی بیعت لی تھی کہ نوحہ نہ کریں گی۔ ایک مرتبہ جب آپؐ یہ بیعت لینے لگے تو عورتوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ زمانۂ جاہلیت میں بہت سی عورتوں نے ہمارے نوحہ میں مدد دی ہے تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ ہم بھی اُن کے رنج کے موقع پر نوحہ کرکے ان کی مدد کردیں، آپؐ نے فرمایا لَا اِسْعَادَ فِی الْاِسْلَامِ، یعنی اسلام میں نوحہ کرنے والی کی مددگاری کی کوئی گنجائش نہیں، (نسائی شریف)

بین کرکے رونے کا وبال

بعض روایات میں ہے کہ میّت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے[1]، اس کے بارے میں علماءِ کرام نے فرمایا ہے کہ یہ عذاب اُن لوگوں کو ہوتا ہے جو یہ وصیت کرجاتے ہیں کہ ہمارے

---

[1] بخاری و مسلم ۱۲

مرنے پر نوحہ کرنا، جیساکہ اہلِ عرب کی عادت تھی، وصیت کرنے والا چونکہ گناہ کی ترغیب دینے والا بن گیا، اس لئے موت کے بعد عذاب میں مبتلا ہونا قرینِ قیاس ہے، اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عذاب کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت پکارتی ہے تو ایسا تھا اور ایسا تھا، تو فرشتے اس مرنے والے سے سوال کرتے ہیں کیا تو ایسا ہی ہے جیساکہ تیرے گھر والے کہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ مرنے والوں کو رو کر اپنی محبت کی ریاکاری اور بھڑاس نکالنے کے بجائے مرنے والے کا خیال کرنا چاہئے کیونکہ جب اس کے اوصاف بیان کرکے رویا جائے گا اور اس سے فرشتے پوچھیں گے کیا تو ایسا ہی ہے؟ تو اس سے اس کو تکلیف ہوگی، عرب میں یہ بھی رواج تھا کہ جنازہ کے ساتھ رونے والی عورتیں جایا کرتی تھیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا۔ (کما فی سنن ابن ماجہ ص ۱۱۳)

نوحہ مردوں کے لئے بھی ممنوع ہے نوحہ کرنا مرد و عورت سب کے لئے ممنوع ہے، حدیث شریف میں عورتوں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ یہ مشغلہ زیادہ تر عورتیں ہی کرتی ہیں، (قال علی القاری وخص النائحة لان النوحة یکون من النساء غالبًا) نوحہ کے بارے میں جو سخت ممانعت اور لعنت کی وعید وارد ہوئی اس سے واقف ہونے کے باوجود افسوس ہے کہ چودہ سو سال گذرنے کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ذکر کے نام سے سالانہ نوحہ کیا جاتا ہے، گلی کوچوں میں، بازاروں میں مل کر اور گاگا کر نوحہ پڑھتے ہیں، بعض شاعروں نے نوحہ جات کے نام سے کتابیں لکھ دی ہیں اور رلانے والے اشعار جمع کر دیئے ہیں، ان کتابوں کو مل جُل کر پڑھتے ہیں اور روتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ثواب کا کام کرتے ہیں، حالانکہ سخت گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

رونے کیلئے جمع ہونا غیر اسلامی فعل ہے کسی مصیبت پر بے ساختہ رونا آگیا، تو یہ امر طبعی ہے جس میں انسان معذور ہے، لیکن رونے کے لئے جمع ہونا، اس کے لئے مجلسیں منعقد کرنا اور رونے رلانے والے اشعار پڑھ کر رنج تازہ کرنا اور رونے کو اپنے اوپر مسلط کرنا اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، روافض کا تو دین ہی اس قدر ہے کہ محرم الحرام کی دس تاریخ کو رو پیٹ لیا کریں، لیکن افسوس ہے کہ بہت سے سُنّی

مسلمان بھی اُن کے ہمنوا ہو جاتے ہیں، کوئی تو جہالت کی وجہ سے ثواب سمجھ کر اور کوئی ان کی مجلسوں میں روزانہ شرکت پر مقررہ اُجرت ملنے کی خاطر شریک ہوتا ہے، یہ سب گناہ ہے، اعاذنا اللہ من ذٰلک۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کا دعویٰ اور ان کے نانا جان فخرِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی؟ (جن کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت ہے) یہ کیسی اُلٹی منطق ہے؟ اور نافرمانی بھی محبت کے عنوان سے؟ یہ مزید حماقت ہے۔

نوحہ کرنے والی کو آخرت میں عذاب

(۲۷۱) وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ نِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نوحہ کرنے والی عورت موت سے پہلے توبہ نہ کرے گی تو قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے بدن پر ایک کرتہ قطران کا ہوگا اور ایک کرتہ کھجلی کا ہوگا۔“ (مشکوٰۃ ص ۱۵۰ از مسلم)

تشریح:۔ اس حدیث میں نوحہ کرنے والی عورت کی سزا کا ذکر ہے جو قیامت کے دن اس کو دی جائے گی، اس کے بدن پر ایک کرتہ کھجلی کا ہوگا یعنی اس کے بدن پر کھجلی ہی کھجلی ہوگی جیسے سر سے پاؤں تک کپڑا اوڑھ لیا جائے اور دوسرا کرتہ اس کھجلی پر قطران کا ہوگا، عرب میں قطران ایک درخت کا پانی ہوتا تھا جسے کھجلی والے بدن پر لگاتے تھے، اس کی خاصیت تیزاب جیسی تھی، جس سے کھجلی جل جاتی تھی اور جل کر آرام ہو جاتا تھا، نوحہ کرنے والی عورت کے جسم پر قیامت کے دن اوّل تو کھجلی مسلّط کی جائے گی، گویا کرتہ کی جگہ کھجلی کا لباس ہوگا، پھر اس کھجلی پر قطران ملا ہوا ہوگا، جس کی وجہ سے بہت سخت تکلیف ہوگی، جس کا اندازہ کرنے کے لئے یوں خیال کر لو کہ دنیا میں جب کسی کا داد اچھا نہیں ہوتا تو اس پر تیزاب لگا دیتے ہیں، یا لہسن پیس کر مَل دیتے ہیں، اس سے جو تکلیف ہوتی ہے بیان سے باہر ہے، اور یہ تکلیف دنیا میں ہوتی ہے،

آخرت کی تکلیف دُنیا کی تکلیفوں سے کہیں زیادہ ہے۔ (العیاذ باللہ) پھر دنیا میں جو تیزاب یا لہسن لگا کر داد جلاتے ہیں تو اس سے داد اچھا ہو جاتا ہے لیکن آخرت میں چونکہ عذاب دینا مقصود ہوگا اس لئے قطران کے ملنے سے کھجلی جانے کی نہیں، بلکہ برابر شدید تکلیف ہوتی رہے گی، بہنو! نوحہ کرنے سے توبہ کرو اور آخرت کی فکر کرو تاکہ وہاں عذاب نہ ہو۔

صبر کی اہمیّت اور فضیلت اُسی وقت ہے جبکہ مصیبت کے وقت ہو

(۲۷۲) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِیْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ قَالَتْ إِلَیْكَ عَنِّیْ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیْبَتِیْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِیْلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِیْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: " حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ (ایک مرتبہ) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عورت پر گذر ہوا، وہ ایک قبر کے پاس رو رہی تھی، آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر، اس عورت نے آپؐ کو پہچانا نہیں، (اور ایک عام آدمی سمجھ کر) کہنے لگی کہ ہٹو مجھے چھوڑ دو، کیونکہ تمہیں وہ مصیبت نہیں پہنچی ہے جو مجھے پہنچی ہے، (اسی لئے نصیحت کر رہے ہو اگر تمہیں ایسی مصیبت پہنچتی تو پتہ چلتا کیسی مصیبت ہے) اس کے بعد (آپؐ تشریف لے گئے اور) اس عورت سے کسی نے کہا کہ (تجھے معلوم ہے کس کو تُو نے بے ڈھنگا جواب دیا ہے؟) آپ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، یہ سُن کر وہ عورت بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئی، دروازہ پر پہنچی تو وہاں دربان (چوکیدار) نہ پائے (حالانکہ اس کو خیال تھا کہ آپؐ بہت ٹھاٹ باٹ سے رہتے ہوں گے اور آپؐ کے دروازہ پر بادشاہوں کی طرح دربان ہونگے، یہ دیکھ کر حیرت میں رہ گئی کہ سید الخلائق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیسی سادہ زندگی ہے)

کہنے لگی کہ یا رسول اللہؐ میں آپؐ کو پہچانی نہیں، (اس لئے ایسا جواب دے دیا) آپؐ نے فرمایا (اصلی) صبر وہی ہے جو تازہ تازہ مصیبت کے موقعہ پر ہو (کیونکہ وقت گذر جانے پر خود ہی صبر آجاتا ہے)۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۰ از بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث میں ایک خاص نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے، اور وہ یہ کہ قرآن و حدیث میں جو صبر کرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس سے وہ صبر مراد ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت ہو، نیا نیا حادثہ ہے، ابھی ابھی کسی عزیز کی موت ہوئی ہے، یا رقم کھو گئی ہے، دل رنجیدہ ہے اس وقت ہم نے صبر کر لیا تو اس صبر کی قیمت ہے، اور بہت بڑی فضیلت ہے بلکہ حقیقت میں صبر ہی وہ ہے جو دل دکھا ہوا ہونے کے وقت ہو، کیونکہ جیسے جیسے وقت گذرتا جاتا ہے مصیبت کا احساس طبعی طور پر کم ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ کچھ دن کے بعد بالکل احساس نہیں رہتا اور انسان اسی طرح ہشاش بشاش رہنے لگتا ہے جیسا کہ مصیبت سے پہلے تھا، وقت گذرنے سے مصیبت بھول بھلیاں ہو گئی، اور اس کا نام صبر رکھ دیا، یہ غلط ہے، نہ یہ صبر ہے، نہ اس کی کوئی فضیلت ہے، اس میں مومن و کافر سب برابر ہیں، جس صبر پر مومنین سے وعدۂ اجر ہے وہ وہی صبر ہے جو اس وقت ہو جب کہ رنج تازہ تازہ ہو اور دل بے چین ہو، طبیعت بے قرار ہو، دل میں برُے برُے وسوسے آرہے ہوں، زبان اللہ پاک پر اعتراض کرنے کے لئے کھلنا چاہتی ہو، نفس خلافِ شرع کاموں پر اُبھارتا ہو، ایسی حالت میں صبر کرنا باعثِ اجر ہے، جب اس عورت نے معذرت کی کہ یا رسول اللہؐ میں آپؐ کو پہچانی نہ تھی، غلبۂ رنج میں آپؐ کو بے تکا جواب دے دیا، تو آپؐ نے اُس سے فرمایا کہ صبر اصلی وہی ہے جو تازہ مصیبت کے وقت ہو، جب تم کو صبر کی تلقین کی تھی اسی وقت صبر کرنے اور یہ سمجھنے کا موقع تھا کہ یہ کون ہیں اور یہ کیا نصیحت کی جا رہی ہے، اب جب یہ مصیبت ہلکی ہو گئی تو معذرت کر رہی ہو، حالانکہ صبر و تقویٰ (جس کی نصیحت فرمائی تھی) وہ چیزیں ہیں جن کی طرف کوئی بھی توجہ دلائے بات مان لینی چاہیئے۔

گھر میں موت ہو جانے اور میت کے غسل اور طریقۂ کفن کا بیان

(۲۷۳) وَعَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ الْاَنْصَارِیَّةِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَتْ ابْنَتُهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِكِ اِنْ رَأَیْتُنَّ ذٰلِكِ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِی الْاٰخِرَةِ کَافُوْرًا اَوْ شَیْئًا مِّنْ کَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِیْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَعْطَانَا حَقْوَهٗ وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِیَّاهُ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت اُمِّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی وفات ہو گئی تو (ہم ان کو غسل دینے لگے) اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا مناسب جانو تو اس سے زیادہ مرتبہ بیری کے پتوں اور پانی سے اُن کو غسل دو، اور آخری مرتبہ میں کافور استعمال کرنا، پھر جب غسل دے چکو تو مجھے اطلاع دے دینا، چنانچہ جب ہم فارغ ہو گئے تو آپؐ کو اطلاع دے دی آپؐ نے اپنا تہبند عنایت فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ (اس کو کفن میں شامل کر دو اور) اس کو کفن کا وہ حصہ بنانا جو جسم سے لگا رہے۔" (صحیح بخاری ص ۱۶۷ ج ۱)

تشریح: شریعتِ اسلامیہ جامع اور مکمل ہے، اس میں بچہ کی پیدائش پھر اس کی پرورش، بیاہ شادی، نماز روزہ، حج و زکوٰۃ، موت و حیات کے سب احکام موجود ہیں، جب کوئی آدمی مر جائے تو اس کی نعش کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اور کہاں پہنچایا جائے؟ اس کے تفصیلی احکام موجود ہیں، میت کو غسل دینا، کفنانا، نماز جنازہ پڑھنا، اور دفن کرنا اس سب کی تفصیلات کتبِ شریعت میں لکھی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت و حیات کے سب احکام بڑی تفصیل کے ساتھ بتلائے، آپؐ کی موجودگی ہیں خود آپؐ کے گھرانے میں موتیں ہوئیں آپؐ کی بعض بیویوں کی وفات ہوئی، چھوٹے بچوں نے وفات پائی، آپ کی چار صاحبزادیاں

تھیں، حضرت زینب، حضرت رقیہؓ، حضرت اُمِّ کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن، جن میں عمر کے اعتبار سے سب سے بڑی حضرت زینبؓ اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہؓ تھیں، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ نے آپ کی وفات سے پہلے ہی وفات پائی اور حضرت فاطمہؓ نے آپؐ کی وفات سے چھ ماہ بعد وفات پائی، حضرت رقیہؓ کی وفات کے وقت آپؐ مدینہ منورہ میں تشریف فرما نہیں تھے، کیونکہ آپؐ غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے گئے تھے، اُن کی وفات آپؐ کی غیر موجودگی میں ہوئی۔

یہ ۲ھ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت رقیہؓ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ تھیں، ان کے جنازہ میں جو لوگ شریک تھے وہ اُن کو دفن کر رہے تھے کہ اللہ اکبر کی آواز آئی، حضرت عثمانؓ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ تکبیر کیسی ہے؟ لوگوں نے توجہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت زید بن حارثہؓ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہیں اور معرکۂ بدر کے بعد مشرکین کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری لے کر آئے ہیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثومؓ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح فرما دیا، چھ برس حضرت عثمانؓ کے نکاح میں رہ کر انہوں نے بھی وفات پائی، یہ ۹ھ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت اُمِّ عطیہؓ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ اور حضرت لیلیٰ بنت قانفؓ نے ان کو غسل دیا، ان کا بیان ہے کہ غسل دینے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کفن لے کر ہم نے اُن کو کفنا دیا، آپؐ کفن کے کپڑے لئے دروازہ پر موجود تھے، آپؐ ہم کو کفن دیتے رہے اور ہم اُن کو پہناتے رہے[1]۔

جو حدیث اوپر بخاری شریف سے نقل کی گئی ہے اس میں حضرت زینبؓ کی وفات اور ان کے غسل اور کفن کا ذکر ہے، انہوں نے ۸ھ ہجری میں وفات پائی جن عورتوں نے ان کو غسل دیا ان میں حضرت اُمِّ عطیہؓ بھی تھیں، انہوں نے حضرت اُمِّ کلثومؓ کے غسل اور کفن میں

---

[1] بنات طاہراتؓ کے مفصل حالات پڑھنے کے لئے ہماری کتاب "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیاںؓ" ملاحظہ فرمائیں، ۱۲ منہ

شرکت کی تھی، حضرت اُمِ عطیہؓ نے غسلِ میت کا طریقہ خوب اچھی طرح محفوظ کرلیا تھا حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ غسلِ میت کا طریقہ سیکھنے کے لئے اُن کے پاس آیا کرتے تھے، خصوصیت کے ساتھ حضرت محمد بن سیرینؒ کا اس مقصد کے لئے اُن کی خدمت میں آنا جانا محدثین کرامؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ (الاصابہ والاستیعاب)

مذکورہ بالا حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت اُمِ عطیہؓ اور دیگر خواتین حضرت زینبؓ کو غسل دے رہی تھیں تو آپؐ وہاں تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ تین تین بار یا پانچ پانچ بار غسل دو، یعنی ہر عضو پر تین تین بار پانی ڈالو اور فرمایا کہ مناسب جانو تو اس سے زیادہ بھی دھودو، بعض روایات میں سات مرتبہ کا بھی ذکر ہے، بہرحال تین سے کم تو نہ ہونا چاہیئے، اور جس عدد پر بھی ختم کریں یہ خیال رکھیں کہ طاق عدد رہے۔

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ پانی اور بیری سے غسل دیں، حنفی مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بیری کے پتّوں کو پانی میں ڈال کر گرم کرلیا جائے، پھر اس سے غسل دیا جائے، اس سے ایک تو تنظیف یعنی صفائی ستھرائی کا فائدہ پہنچتا ہے، دوسرے قبر میں میّت کی نعش محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچتا ہے، یعنی پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے دیا جائے تو بدن دیر میں گلتا ہے۔

حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ آخری مرتبہ کافور استعمال کریں، سُنن ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابن سیرینؒ غسلِ میّت کا طریقہ حضرت اُمِ عطیہؓ سے سیکھا کرتے تھے، اور دو مرتبہ بیری کے پتّوں کے ساتھ اور آخری تیسری بار پانی اور کافور سے غسل دیتے تھے (قال ابن الهمام سندہٗ صحیح)

کافور ملا کر پانی ڈالنے سے حکمت ایک تو یہ ہے کہ اس کی خوشبو فرشتوں کو پسند آتی ہے، نیز اس سے میّت کے بدن میں سختی آتی ہے، اور حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑے) اس کی وجہ سے دور رہتے ہیں، گویا اس طرح سے میّت کے جسم کا ذرا زیادہ دن محفوظ رہنے کا انتظام ہو جاتا ہے۔

جب کسی مسلمان کی موت قریب ہو اور جان کنی شروع ہونے لگے تو اس کو چت لٹا دو اور اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کردو، اور سرا اونچا کردو تاکہ مُنہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور اس کے

پاس بیٹھ کر زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھو تاکہ تم سے سُن کر وہ بھی پڑھ لے لیکن اس سے یُوں مت کہو کہ پڑھ، اس لئے کہ وہ سخت مشکل کا وقت ہے، خدانخواستہ پڑھنے سے انکار کردے یا مُنہ سے کچھ اور نکل جائے، سُورۂ یٰس شریف پڑھنے سے موت کی سختی کم ہوتی ہے، اس کے سرہانے یا اور کسی جگہ اس کے پاس بیٹھ کر یٰس شریف پڑھو، یا کسی سے پڑھوا دو، جب روح نکل جائے تو کوئی کپڑا لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر دونوں جبڑوں سے گذارتے ہوئے سر پر لے جاکر باندھ دو، تاکہ مُنہ نہ پھیل جائے، اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے ملاکر باندھ دو، اور آنکھیں بند کر دو، پھر اس کو چادر وغیرہ اوڑھا کر نہلانے کا انتظام کرو، اور اس کے پاس لوبان وغیرہ کوئی خوشبو سُلگا دو۔

میّت کو نہلانا جب نہلانے کا ارادہ کرو تو کسی تخت یا بڑے تختہ کو جس پر غسل دینا ہو، لوبان یا اگربتی کی دُھونی تین بار یا پانچ بار یا سات بار دے دو، پھر میّت کو اس پر لٹا دو، اور اس کے پہنے ہوئے کپڑے الگ کر دو، اور اس کی ناف سے گھٹنوں تک ایک کپڑا ستر چھپانے کے لئے ڈال دو، بیری کے پتّے ڈال کر گرم کئے ہوئے پانی سے غسل دینا شروع کر دو، اگر بیری کے پتّے ڈال کر پانی گرم نہ کیا ہو تو سادہ گرم پانی سے نہلانا اور صابن لگانا بھی کافی ہے، جب غسل دینا شروع کرو تو پہلے میّت کو استنجا کراؤ، لیکن اس کی رانوں اور استنجے کی جگہ کو ہاتھ نہ لگاؤ، اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو، بلکہ اپنے ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لو، اور جو کپڑا ناف سے لے کر زانوں تک پڑا ہے اس کے اندر اندر دُھلاؤ استنجا کراکر۔

اس کے بعد اوّلاً وضو کراؤ، پہلے اس کا مُنہ[1] تین بار دُھلاؤ، پھر دونوں ہاتھ ترتیب سے یعنی پہلے دایاں پھر بایاں ہاتھ کہنیوں سمیت دُھلاؤ، انگلیوں سے لے کر گٹوں تک جو حصّہ ہے

---

[1] ہاتھ گٹوں تک شروع میں اس لئے نہیں لے جاتے کہ اس کو خود وضو اور غسل نہیں کرنا ہے، اور کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں چونکہ اپنے اختیار کو دخل ہے اور مُردہ کچھ کر نہیں کرسکتا، اس لئے یہ دونوں بھی ساقط ہیں البتہ اگر حالتِ جنابت یا حیض و نفاس میں کسی کی موت آئی ہو تو روئی کا پھایہ تر کرکے اس کی ناک اور مُنہ میں اچھی طرح پھیر دیں ۱۲۔

اس کو بھی اسی وقت دُھلا دو، پھر سر کا مسح کر دو، پھر دونوں پاؤں ترتیب سے یعنی پہلے داہنا پاؤں پھر بایاں پاؤں دُھلا دو۔

جب وضو کرا چکو تو اس کے سر کو گلِ خیرو سے یا صابن سے اچھی طرح مَل کر دھو ڈالو تاکہ خوب صاف ہو جائے، پھر میّت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر نیم گرم پانی سر سے پیر تک ڈالو، یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے، پھر داہنی طرف کروٹ پر لٹا دو اور اسی طرح سر سے پَیر تک اتنا پانی ڈالو کہ داہنی کروٹ تک پہنچ جائے، اس کے بعد مردہ کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلا دو اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو، اگر کچھ پاخانہ وغیرہ نکلے تو پونچھ کر دھو ڈالو اور وضو اور غسل میں اُس کے نکلنے سے کوئی نقصان نہیں، اس کے بعد پھر بائیں کروٹ پر لٹا دو، اور کافور پڑا ہوا پانی سر سے پاؤں تک جسم کے ہر حصّہ پر پہنچا دو، یہ غسل پورا ہو گیا اس کے بعد مُردہ کے بدن کو کسی کپڑے سے پونچھ دو۔

کفنانا اور جب غسل سے فارغ ہو کر میت کو کفن پر رکھو تو اس کے سر پر عطر لگا دو، اور ماتھا اور ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور گھٹنوں اور پاؤں پر کافور مَل دو، مرد کو تین کپڑوں میں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سُنّت ہے، سب کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) ازار سر سے لے کر پاؤں تک، (۲) چادر جو ازار سے ایک ہاتھ بڑی ہو اس کو لفافہ کہتے ہیں، (۳) کُرتہ گلے سے لے کر پاؤں تک جس میں نہ آستین ہوں نہ کلیاں ہوں، اس کو کفنی بھی کہتے ہیں، یہ تینوں کپڑے مرد و عورت دونوں کے کفن میں ہوتے ہیں۔

عورت کے کفن میں دو کپڑے جو زیادہ ہیں وہ یہ ہیں، ایک سر بند جو تین ہاتھ لمبا ہو، دوسرا سینہ بند، جو چھاتیوں سے لے کر رانوں تک ہو، قبرستان لے جاتے وقت جو چادر اوپر سے ڈالتے ہیں وہ کفن سے خارج ہے لیکن عورت کے جنازہ پر چادر ڈالنا بوجہ پردہ کے ضروری ہے اور مرد کے جنازہ پر ڈالنا ضروری نہیں، عام طور سے مرد کے کفن میں اوپر کی چادر کے علاوہ دس گز کپڑا خرچ ہوتا ہے، اور عورت کے لئے اوپر کی چادر کو ملا کر بائیس گز کپڑا لگتا ہے، اور بچّہ کے لئے اس کے قد و قامت کے اعتبار سے کپڑا لے لیا جائے۔

جب کسی عورت کو کفن پہنانے لگو تو پورے کفن کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ خوشبودار دُھونی

دے دو، پھر یوں کرو کہ پہلے چادر بچھاؤ، پھر اس کے اوپر ازار بچھاؤ، اور اس پر کُرتہ بچھاؤ، پھر میّت کو اس پر لٹا دو، اس کے بعد اس کو کُرتہ پہناؤ، کُرتہ پہنا کر سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کُرتہ کے اوپر سینہ پر ڈال دو، ایک حصہ داہنی طرف اور ایک حصہ بائیں طرف رہے، اس کے بعد سر بند سر پر اور بالوں پر ڈال دو، اس کو نہ باندھو نہ لپیٹو، اس کے بعد ایک ازار لپیٹو، پہلے بائیں طرف لے جا کر دائیں طرف کو لپیٹو، پھر داہنی طرف سے لا کر بائیں طرف کو لپیٹو، اس کے بعد سرہانے اور پائنتی کفن کپڑے کی کتر سے باندھ دو، اور اسی طرح ایک بند کمر کے پاس بھی باندھ دو، تاکہ لے جاتے وقت کھل نہ جائیں اور پائنتی کی طرف کفنی میں گرہ دے دو، کفنانے کے بعد نمازِ جنازہ اور دفنانے میں جلدی کرو، نمازِ جنازہ کا طریقہ پہلے گذر چکا ہے۔

دفنانا عورتوں کو مُردے دفن کرنے کے مواقع تو نہیں آتے، اس لئے اس کتاب میں اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی، لیکن اس خیال سے کہ جنازہ کا پورا بیان ہو جائے دفنانے کا طریقہ بھی لکھا جاتا ہے۔

جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو دفن کر دیں، دفن کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے، جب دفن کے لئے جنازہ کو قبرستان لے چلیں تو تیز قدم چلیں، لیکن دوڑیں نہیں، جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے۔

مسئلہ: جنازہ لے جاتے وقت دُعا، یا ذکر (مثلاً لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا اَللّٰہُ اَکْبَرُ) بلند آواز سے پڑھنا بدعت ہے، اور آہستہ بھی کوئی خاص ذکر ثابت نہیں، اگر آہستہ کچھ پڑھے اور جنازہ لے جانے کی سُنّت نہ سمجھے تو پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ: جب قبر تیار ہو جائے تو میّت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتاریں جس کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کو قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میّت کو قبر میں اتاریں۔

مسئلہ: قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ: میّت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر قبلہ رُو لٹانا مسنون ہے۔

مسئلہ: قبر میں رکھ کر کفن کی دونوں گرہیں کھول دیں، جو سر ہانے اور پائنتی اور درمیان میں کفن کھل جانے کے ڈر سے لگائی گئی تھیں۔

مسئلہ: عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کرنا مستحب ہے، اور اگر میت کا بدن ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو تو پردہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قبر میں مسنون طریقہ پر لٹا کر قبر کو بند کر دیں، قبر بھرنے کے لئے جب مٹی ڈالنے لگیں تو ہر شخص دونوں ہاتھوں سے مٹی بھر کر تین بار ڈالے، پہلی بار مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اور دوسری بار وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری بار وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پڑھے۔

مسئلہ: قبر کو ایک بالشت سے زیادہ اونچا بنانا منع ہے۔

مسئلہ: قبر کو چوکور نہ بنائیں، اونٹ کے کوہان کی شکل میں بنائیں، قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے کی احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے، اس کی خلاف ورزی گناہ ہے۔

تنبیہات

(۱) بعض کپڑے لوگوں نے کفن کے ساتھ ضروری سمجھ رکھے ہیں حالانکہ وہ کفن مسنون سے خارج ہیں، ترکہ میت سے اُن کا خریدنا جائز نہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) جائے نماز، طول (لمبائی) سوا گز، عرض (چوڑائی) چودہ گرہ۔

(۲) پٹکا: طول ڈیڑھ گز، عرض چودہ گرہ، یہ مُردہ کو قبر میں اُتارنے کے ہوتا ہے۔

(۳) بچھونا: طول اڑھائی گز، عرض سوا گز، یہ چارپائی پر بچھانے کے لئے ہوتا ہے۔

(۴) چادر کلاں: طول تین گز، عرض پونے دو گز، جو چارپائی کو ڈھانک لیتی ہے، اور گو یہ چادر پردہ کے اہتمام کی وجہ سے عورت کے جنازہ پر ڈالنا ضروری ہے، مگر کفن کا جزو نہیں ہے جس کا ہم رنگِ کفن ہونا ضروری نہیں، پردہ کے لئے کوئی بھی کپڑا کافی ہو سکتا ہے۔

(۲) اگر جائے نماز وغیرہ کی ضرورت سمجھی جائے تو گھر کے کپڑے کار آمد ہو سکتے ہیں، ترکۂ میت سے نہ خریدیں۔

(۳) سامانِ غسل و کفن میں سے اگر کوئی چیز گھر میں موجود ہو اور پاک و صاف ہو تو اس کو

استعمال کریں۔

(۴) یہ جو دستور ہے کہ مُردہ کے استعمالی کپڑے یا برتن وغیرہ خیرات کر دیئے جاتے ہیں' بغیر اجازت وارثوں کے ہرگز جائز نہیں' اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی ایسا کرنا جائز نہیں ہے' پہلے تقسیم کریں، پھر بالغین اپنے حصہ سے شریعت کے مطابق ایصالِ ثواب کریں

عورتوں کو قبروں پر جانے اور اُن پر چراغ جلانے اور سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت

(۲۷۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کے لئے جانے والی عورتوں پر اور اُن لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں اور جو قبروں پر چراغ جلائیں۔"

(مشکوٰۃ ص ۷۱، از ابوداؤد و ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور اُن لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں' اور جو قبروں پر چراغ جلائیں' معلوم ہوا کہ قبروں پر عورتوں کا جانا سخت منع ہے' اور وجہ اس ممانعت کی اور لعنت کی یہ ہے کہ عورتیں اوّل تو بے پردہ ہوکر جاتی ہیں' اور دوسرے قبروں پر طرح طرح کے بدعتیں کرتی ہیں اور شرکیہ افعال کی مرتکب ہوتی ہیں، مثلاً صاحبِ قبر کی نذر مانتی ہیں' اور اسے پورا کرنے کے لئے اس کی قبر پر جاتی ہیں نیز اللہ کو چھوڑ کر صاحبِ قبر سے اولاد مانگتی ہیں' یہ دونوں چیزیں شرک ہیں' اور بھی اسی طرح کی بہت سی بدعات انجام دیتی ہیں۔

حدیثِ بالا سے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے اور ان پر چراغ جلانے کی ممانعت بھی ثابت

ہوئی، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا:۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی	"اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر
اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ	جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو
مَسَاجِدَ ۔	سجدہ گاہ بنالیا" (بخاری و مسلم)

معلوم ہوا کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا کام یہود و نصاریٰ کیا کرتے تھے۔ علماءِ حدیث نے لکھا ہے کہ ان لوگوں پر اس لئے لعنت فرمائی کہ وہ لوگ نبیوں کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کیا کرتے تھے، جو کہ کھلا ہوا شرک ہے، اور یا نماز تو اللہ کی پڑھتے، لیکن سجدہ نبیوں کی قبروں پر کرتے تھے اور نماز کی حالت میں قبروں کی طرف متوجہ ہوتے تھے[۱]

سابقہ امتوں کی طرح اُمّتِ محمدیہ میں بھی قبروں کو سجدۂ تعظیمی کرنے کا رواج صدیوں سے پڑا ہوا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے سختی سے روکا اور جسے سببِ لعنت بتایا افسوس کہ نام نہاد پیر و فقیر اور قبروں کے مجاورین زائرین سے اسی شرکیہ عمل کو کراتے ہیں، ان دشمنانِ دین نے سجدہ کو لوازمِ زیارت میں سے بنا رکھا ہے، اولیاء اللہ کے کسی مزار پر اگر جاکر دیکھا جائے تو بہت سے مرد و عورت مزار کو سجدہ کرتے ہوئے نظر آئیں گے، (العیاذ باللہ)

حدیث شریف میں اُن لوگوں پر بھی لعنت فرمائی جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں، مرقات شرحِ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ:۔

وَالنَّھْیُ عَنْ اِتِّخَاذِ السِّرَاجِ	"قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت اس
لِمَا فِیْہِ مِنْ تَضْیِیْعِ الْمَالِ	وجہ سے ہے کہ اس میں مال کا ضائع کرنا
لِاَنَّہٗ لَا نَفْعَ لِاَحَدٍ مِّنَ	ہے جو اسراف (یعنی فضول خرچی ہے)،
السِّرَاجِ وَلِاَنَّھَا مِنْ اٰثَارِ	جس کی وجہ یہ ہے کہ چراغ سے کسی (میّت)
جَھَنَّمَ وَلِاَنَّھَا لِلْاِحْتِرَازِ	کو کوئی نفع نہیں، اور ممانعت کی ایک

[۱] مرقات طبع ملتان جلد دوم ص ۲۰۲، ۱۲

عَنْ تَعْظِیْمِ القبور کالنھی عن اتخاذ القبور مساجد۔[1] وجہ یہ ہے کہ آگ دوزخ کے آثار میں سے ہے (لہٰذا مومن کی قبر پر آگ نہ ہونی چاہئے) اور چراغ جلانا تعظیمِ قبور کے لئے بھی ہوتا ہے، اس وجہ سے بھی ممنوع ہے، جیسا کہ سجدہ گاہ بنانا ممنوع ہے۔"

صاحبِ مرقات نے یہ جو فرمایا کہ قبر پر چراغ جلانے میں کسی میت کو کچھ نفع نہیں ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر میت عذاب میں ہے اور اُس کی قبر میں تاریکی ہے تو باہر کے اُجالے سے اُسے کچھ فائدہ نہ ہوگا، اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام میں ہے تو اس کی قبر حسب فرمانِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود منور ہے، اور باہر کی روشنی کی اُسے حاجت نہیں، اور معلوم ہے کہ عموماً جن حضرات کو بزرگ سمجھا جاتا ہے انہی کی قبروں پر چراغ جلائے جاتے ہیں، یہ عقل و نقل کے خلاف نہیں تو اور کیا ہے؟

درحقیقت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس خطرہ کی پیش بندی کے لئے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے اور وہاں چراغ جلانے سے روکا تھا وہ خطرہ آج واقعہ بن گیا ہے، امت نے ممانعت پر عمل نہیں کیا اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاف اور صریح ممانعت کے باوجود جس کی روایات صحیح بخاری و صحیح مسلم اور صحاح کی دیگر کتابوں میں موجود ہیں، قبر پر چراغ جلانے اور وہاں سجدہ گاہ بنانے کو ثواب بتاتے ہیں، اور جو شخص بتاتا ہے اُلٹا اُسے بے دین بتاتے ہیں، مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ پاک سے دُعا کی کہ:۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ،[2] "اے اللہ میری قبر کو بُت نہ بنائیو جس کی پوجا کی جائے، اُن لوگوں پر اللہ کا سخت غصہ ہوا جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔"

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۲۱۹ ج ۲ - [2] اخرجہ مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار مرسلا و راجع ما یتعلق بالحدیث اوجز المسالک ص ۴۰۹ ج ۲، ۱۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا وَّصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ ، (مشکوٰۃ)

"یعنی اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (قبروں کی طرح گھروں کو ذکر اللہ سے خالی مت رکھو، بلکہ نفل نماز، ذکر، وظیفہ گھروں میں پڑھا کرو) اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔"

مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قبروں کو بُت بنانا اور وہاں میلہ کے طریقہ پر اسی طرح جمع ہونا جیسے عید میں جمع ہوتے ہیں، اللہ ربّ العزت اور اس کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سخت گناہ ہے۔

قبروں پر عرس کے نام سے جو میلے لگتے ہیں ان میں بے شمار منکرات اور معاصی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، قبروں کے چاروں طرف طواف کرنا (جو صرف بیت اللہ کے لئے مخصوص ہے) مزاروں پر چراغ جلانا، طوائف کا ناچ ہونا، ہارمونیم اور طبلہ پر گانا بجانا اور نمازوں کو غارت کرنا اور قبر کا غسل دلانا اور اسی طرح کے بہت سے بڑے بڑے گناہوں اور بہت سی شرک و بدعت کی باتوں اور بدترین منکرات اور خرافات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

كِتَابُ

التَّوْبَةِ وَالْإِسْتِغْفَار

*

توبہ کی حقیقت
اور
اس کی اہمیت اور ضرورت

(۲۷۵) وَعَنِ الْاَغَرِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ فِیْ یَوْمٍ مِّائَۃَ مَرَّۃٍ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت اَغرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو، کیونکہ میں روزانہ سو مرتبہ اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔" (صحیح مسلم ص ۳۴۶ ج ۲)

تشریح: اس حدیثِ مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے توبہ کی طرف توجہ دلائی ہے، چونکہ نفس و شیطان کے تقاضے پر لوگ گناہ کر بیٹھتے ہیں، اس لئے توبہ کرتے رہنا از حد ضروری ہے، یہ اللہ جل شانہٗ کا انعام ہے کہ اس نے یہ قانون نہیں بنایا کہ گناہ پر ضرور ہی عذاب ہو، بلکہ جو شخص اللہ سے معافی مانگے اور اس کے حضور میں توبہ کرے جو سچے دل سے ہو تو اللہ جل شانہٗ اس کو معاف فرما دیتے ہیں اور توبہ قبول فرما لیتے ہیں، قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:۔

وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ وَالْکٰفِرُوْنَ

"اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، اور ان کو اپنے فضل

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۔ (سورۃ الشوریٰ)

سے اور زیادہ دیتا ہے، اور جو لوگ کفر کرتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔"

سورۂ نور میں توبہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔

"اور مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

سورۂ تحریم کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ۔ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ.

"اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہیں اُن کو رسوا نہ کرے گا۔"

ان کے علاوہ متعدد آیات میں توبہ کا حکم اور توبہ کرنے والوں کی تعریف مذکور ہے۔

گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، تعداد میں زیادہ ہوں یا کم، سب زہر قاتل ہیں، اسی لئے ضروری ہے کہ جیسے ہی کوئی گناہ ہو جائے سچے دل سے توبہ کی جائے، صغیرہ گناہ تو نیکیوں کے ذریعہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں لیکن کبیرہ گناہ صرف توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں، یوں تو اللہ تعالیٰ کو سب اختیار ہے کہ بغیر توبہ بھی سب معاف فرما دے لیکن یقینی طور پر معاف ہونے کے لئے توبہ کرنا لازم ہے، جب سچے دل سے توبہ کے طریقہ کے مطابق توبہ کر لی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے، اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ صرف زبان سے توبہ توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہوتی، توبہ تین چیزوں کا نام ہے:۔

اوّل جو گناہ ہو چکا اس پر نہایت سچے دل سے شرمندہ اور پشیمان اور نادم ہونا اپنی

حقیر ذات کو دیکھنا اور اللہ جل شانہٗ جو احکم الحاکمین ہیں، اور ساری کائنات کے خالق و مالک ہیں، اُن کی ذاتِ رفیع کی طرف نظر کرنا کہ ہائے ہائے مجھ جیسے حقیر اور ذلیل سے ایسی ذات پاک کی نافرمانی ہوگئی جو سب سے بڑا ہے اور سب کو پیدا کرنے والا ہے۔

دوم نہایت پختہ عزم کے ساتھ یہ طے کرلینا کہ اب آئندہ کبھی بھی کوئی گناہ نہیں کرونگی۔

سوم جو چیزیں حقوق اللہ میں سے یا حقوق العباد میں سے قابلِ تلافی ہوں اُن کی تلافی کرنا، اور یہ بات بہت اہم ہے، بہت سے لوگ توبہ کرتے ہیں، لیکن توبہ کے اس تیسرے جزو کی طرف توجّہ نہیں کرتے۔

حقوق اللہ کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے جن فرائض کو ترک کیا ہو اور جن واجبات کو چھوڑا ہو اُن کی ادائیگی کرے، مثلاً حساب لگائے کہ جب سے میں بالغ ہوں میری کتنی نمازیں چھوٹی ہوئی ہیں۔ ان نمازوں کا اس قدر اندازہ لگائے کہ دل گواہی دے دے کہ اس سے زیادہ نہیں ہوں گی، پھر اُن نمازوں کی قضا پڑھے، قضا نماز کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، بس یہ دیکھ لے کہ سورج نکلتا چھپتا نہ ہو اور زوال کا وقت نہ ہو، سورج نکل کر جب ایک نیزہ کے بقدر بلند ہو جائے تو قضا اور نفل نمازیں سب پڑھنا جائز ہو جاتا ہے، اور نمازِ فجر کے بعد اور نمازِ عصر کے بعد بھی قضا پڑھنا درست ہے البتہ جب غروب ہونے سے پہلے آفتاب میں زردی آجائے اُس وقت قضا نہ پڑھے، ایک دن کی پانچ فرض نمازیں اور تین رکعت نماز وتر یعنی کل بیس رکعت بطور قضا پڑھ لے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ لمبے سفر میں (جو کم از کم اڑتالیس میل کا ہو) جو چار رکعت والی نمازیں قضا ہوئی ہوں اُن کی قضا دو ہی رکعت ہے، جیسا کہ سفر میں دو ہی رکعت واجب تھیں، اگر گھر آکر اُن کی قضا پڑھے تو دو ہی رکعت پڑھے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ضروری نہیں جو نمازیں قضا ہوئی ہوں تعداد میں سب برابر ہوئی ہوں، کیونکہ بعض لوگ نمازیں پڑھتے بھی رہتے ہیں اور چھوڑتے بھی رہتے ہیں، بہت سے لوگ سفر میں نماز نہیں پڑھتے، عام حالات میں پڑھ لیتے ہیں، اور بہت سے لوگ مرض میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں، کچھ لوگوں کی فرض کی نماز زیادہ قضا ہو جاتی ہے، کچھ لوگ عصر کی نمازیں

زیادہ قضا کر دیتے ہیں، پس جو نماز جس قدر قضا ہوئی ہو اسی قدر زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا کر نماز پڑھ لی جائے۔

عوام میں جو مشہور ہے کہ ظہر کی قضا نماز ظہر ہی میں پڑھی جائے اور عصر کی عصر ہی میں پڑھی جائے یہ درست نہیں ہے، جس وقت کی نماز جس وقت چاہیں قضا پڑھ سکتے ہیں، اور ایک دن میں کئی کئی دن کی نمازیں بھی ادا ہو سکتی ہیں، اگر قضا نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں تو ترتیب واجب نہیں رہتی جونسی نماز پہلے پڑھ لے درست ہو جائے گی، مثلاً اگر عصر کی نماز پہلے پڑھ لی اور ظہر کی بعد میں پڑھ لی تو اس طرح بھی ادائیگی ہو جائے گی۔

بہت سے لوگ نفلوں کا اہتمام کرتے ہیں اور برسہا برس کی قضا نمازیں اُن کے ذمہ ہیں اُن کو ادا نہیں کرتے یہ بہت بڑی بھول ہے، نفلوں اور غیر مؤکدہ سنتوں کی جگہ بھی قضا نمازیں پڑھ لیا کریں، اور ان کے علاوہ بھی قضا نمازوں کے لئے وقت نکالیں، اگر پوری قضا نمازوں کے ادا کئے بغیر موت آ گئی تو سخت خطرہ ہے۔

جب نمازوں کی تعداد کا بہت ہی احتیاط کے ساتھ اندازہ لگا لیا تو چونکہ یہ نماز کثیر تعداد میں ہے، اور دن و تاریخ یاد نہیں، اس لئے حضرات فقہائے کرام نے آسانی کے لئے یہ طریقہ بتایا ہے کہ جب بھی کوئی نماز قضا پڑھنے لگے تو یوں نیت کر لیا کرے کہ میرے ذمہ (مثلاً) ظہر کی جو سب سے پہلی فرض نماز ہے اس کو اللہ کے لئے ادا کرتی ہوں، روزانہ جب بھی نماز ظہر ادا کرنے لگے اسی طرح نیت کرے، ایسا کرنے سے ترتیب قائم رہے گی، کیونکہ اگر کسی کے ذمہ ایک ہزار نماز ظہر قضا تھی تو ہزار ویں نماز (ابتدا کی جانب) سب سے پہلی تھی اور اس کو پڑھنے کے بعد اس کی بعد والی سب سے پہلی ہو گی، اور جب تیسری بھی پڑھ لی تو اس کے پڑھنے کے بعد اس کے بعد والی سب سے پہلی ہو گی، اس کو خوب سمجھ لو۔

اسی طرح زکوٰۃ کے بارے میں خوب غور کرے کہ مجھ پر کبھی فرض ہوئی ہے یا نہیں، اور اگر فرض ہوئی ہے تو ہر سال پوری ادا ہوئی ہے یا نہیں، جتنی سال کی زکوٰۃ بالکل ہی نہ دی ہو یا کچھ دی ہو اور کچھ نہ دی ہو ان سب کا محتاط اندازہ لگائے کہ دل گواہی دے دے کہ اس سے زیادہ مال زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں مجھ پر واجب نہیں ہے۔

پھر اسی قدر مالِ زکوٰۃ مستحقینِ زکوٰۃ کو دے دے، خواہ ایک ہی دن میں دے خواہ تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے، اگر مقدور ہو تو جلد سے جلد سب کی ادائیگی کر دے ورنہ ادا کرتی رہے اور پختہ نیّت رکھے کہ انشاء اللہ پوری ادائیگی زندگی میں ضرور کر دوں گی، اور جب بھی مال میسر آجائے ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے اور دیر نہ لگائے۔

صدقہ، فطر بھی واجب ہے اور جو کوئی نذر مان لے تو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے، اُن میں سے جس کی بھی ادائیگی نہ کی ہو اس کی بھی ادائیگی کرے، (واضح رہے گناہ کی نذر ماننا گناہ ہے اگر کسی نے ایسی نذر مانی ہو تو علماء سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کرے۔)

اسی طرح روزوں کا حساب کرے کہ بالغ ہونے کے بعد کتنے فرض روزے چھوڑے اُن سب کی قضاء رکھے (قضاء رکھنے کے مسائل علماء سے معلوم کر لیں) عورتیں عموماً روزہ رکھنے کی شوقین ہوتی ہیں، لیکن اُن کے ساتھ ہر مہینہ والی مجبوری لگی ہوئی ہے، اور اس مجبوری کی وجہ سے شرعاً حکم ہے کہ ان خاص دنوں میں روزہ نہ رکھے، اور بعد میں اُن روزوں کی قضاء رکھ لے، بہت سی عورتیں اس میں کمزوری دکھاتی ہیں اور بعد میں مذکورہ روزوں کی قضا نہیں رکھتیں خوب یاد رکھو! بالغ ہونے سے لے کر جتنے فرض روزے رہ گئے ہوں سب کی قضاء رکھنا لازم ہے۔

حج بھی بہت سے مردوں اور عورتوں پر فرض ہو جاتا ہے، لیکن حج نہیں کرتے، جس پر حج فرض ہو یا پہلے کبھی ہو چکا تھا اور مال کو دوسرے کاموں میں لگا دیا، وہ حج کرنے کی فکر کرے، جس طرح ممکن ہو اس فریضہ کا بوجھ اپنے ذمّہ سے ساقط کر دے، اگر کسی پر حج فرض ہوا اور اس نے حج نہیں کیا، اور اتنی زیادہ عمر ہو گئی کہ سخت مریض یا بہت زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے حج کے سفر سے عاجز ہو اور موت تک سفر کے قابل ہونے کی امید نہ ہو، تو ایسا شخص مرد ہو یا عورت کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج بدل کرا دے، اگر زندگی میں نہ کرا سکے تو وارثوں کو وصیت کر دے کہ اس کے مال سے حج کرائیں، لیکن وصیت صرف ⅓ مال میں جاری ہو سکتی ہے، ہاں اگر ورثہ اپنے حصّہ میں سے دینا گوارا کریں تو انہیں اختیار ہے۔

اور حقوق العباد کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے جو حقوق واجب ہوں اُن

سب کی ادائیگی کرے اور یہ حقوق دو قسم کے ہیں۔

اوّل مالی حقوق، دوسرے آبرو کے حقوق۔

مالی حقوق کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی کا تھوڑا بہت مالِ ناحق قبضہ میں آگیا ہو اسے پتہ ہو یا نہ ہو وہ سب واپس کردے، مثلاً کسی کا مال چرایا ہو یا قرض لے کر مار لیا ہو، یا کسی سے رشوت لی ہو یا کسی کے مال میں خیانت کی ہو، یا کسی کی کوئی چیز مذاق میں لے کر رکھ لی ہو (جبکہ وہ اس کے دینے پر اپنے نفس کی خوشی سے راضی نہ ہو) یا کسی سے سود لیا ہو، تو اس سب کو واپس کردے، واپس کرنے کے لئے یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ میں نے آپ کی خیانت کی تھی، ہدیہ کے نام سے دینے سے بھی ادائیگی ہو جائے گی۔

آبرو کے حقوق کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو ناحق مارا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو یا غیبت سُنی ہو، یا کسی کو تہمت لگائی ہو یا گالی دی ہو یا کسی بھی طرح سے جسمانی یا روحانی یا قلبی تکلیف پہنچائی ہو تو اس سے معافی مانگ لے اگر وہ دور ہو تو اس دوری کو عذر نہ سمجھے، بلکہ خود جا کر یا خط بھیج کر معافی طلب کرے اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرے، اگر ناحق مار پیٹ کا بدلہ دینا پڑے تو اُسے بھی گوارا کرے، البتہ غیبت کے بارے میں اکابر نے یہ لکھا ہے کہ اس کو غیبت کی اطلاع پہنچ چکی ہے تو اس سے معافی مانگے، ورنہ اس کے لئے بہت زیادہ مغفرت کی دُعا کرے، جس سے یہ یقین ہو جائے کہ جتنی غیبت کی تھی اس کے بدلہ اس کے لئے اتنی دعا ہو چکی ہے کہ اس کی دُعا کو دیکھتے ہوئے وہ ضرور خوش ہو جائے گا۔

بہت سے لوگ ظاہری دینداری بھی اختیار کر لیتے ہیں، زبانی توبہ بھی کرتے رہتے ہیں لیکن گناہ نہیں چھوڑتے، حرام کمائی سے باز نہیں آتے اور لوگوں کی غیبت کو شیرِ مادر سمجھتے ہیں، اور ذرا بھی دل میں احساس نہیں ہوتا کہ ہم غیبتیں کر رہے ہیں، بس اب دینداری نماز روزہ کی حد تک رہ گئی ہے، صرف زبانی توبہ کرنا اور گناہ نہ چھوڑنا اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی تلافی نہ کرنا یہ کوئی توبہ نہیں ہے، جو لوگ رشوت لیتے ہیں یا سُود لیتے ہیں یا کاروبار میں فریب دے کر ناجائز طور پر پیسہ کھینچ لیتے ہیں، ایسے لوگوں کا معاملہ بہت کٹھن ہے، کس کس کی حق کی تلافی کریں گے؟ اہلِ حقوق کو یاد رکھنا اور اُن کے حقوق کی تلافی کرنا اور حقوق والوں کو تلاش

سے مغفرت کا سوال کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم یہ شمار کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں سو مرتبہ یہ پڑھا کرتے ہیں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ۔	"اے اللہ میری مغفرت فرما دے اور میری توبہ قبول فرما، بیشک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے اور بہت بخشش فرمانے والا ہے۔" (ترمذی، ابوداؤد وغیرہ)

پس جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا جو اللہ کے معصوم بندے تھے اور سید المعصومین تھے تو ہم گنہگاروں کو کس قدر استغفار کرنا چاہیئے، اس پر خود ہی غور کرلیں۔

آج کل جیسا ہر عبادت میں غفلت اور بے دھیانی اور کوتاہی نے جگہ پکڑلی ہے۔ توبہ و استغفار بھی غفلت کے ساتھ ہوتے ہیں، اور سچی توبہ جس میں دل حاضر ہو اور جس میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہو، اور جس کے بعد حقوق کی تلافی کی جاتی ہو اس کا خیال بھی نہیں آتا، اسی غفلت والے استغفار کے بارے میں حضرت رابعہ[1] بصریہؒ نے فرمایا:

اِسْتِغْفَارُنَا یَحْتَاجُ اِلٰی اِسْتِغْفَارٍ کَثِیْرٍ ۔	"یعنی ہمارا استغفار بھی ایک طرح کی معصیت ہے اس کے لئے بھی استغفار کی ضرورت ہے۔"

اور حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لوگ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ مت کہو، اس کے معنی یہ ہیں کہ "میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔" یہ ایک طرح کا دعویٰ ہے، زبان سے توبہ اور استغفار کا لفظ نکالا اور دل اس کی طرف متوجہ نہ تھا اس لئے مذکورہ دعویٰ ایک طرح کا جھوٹ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت ربیع بن خثیمؒ نے فرمایا کہ بجائے مذکورہ بالا الفاظ کے اَللّٰھُمَّ

---

[1] قول رابعہؒ و قول الربیع و قول لقمان ذکرہا ابن الجزری فی الحصن ۱۲

اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ کہتا رہے کیونکہ اس میں کوئی دعویٰ نہیں ہے بلکہ سوال ہے اور گو سوال بھی غفلت کے ساتھ مناسب نہیں کیونکہ یہ بھی بے ادبی ہے لیکن اللہ جل شانہ کا کرم ہے کہ اس پر مواخذہ نہیں فرماتے، جب کوئی شخص برابر رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ کہتا رہے گا تو کسی مقبولیت کی گھڑی میں انشاء اللہ تعالیٰ دُعا قبول ہو ہی جائے گی کیونکہ جو شخص برابر دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا کبھی اس کے لئے دروازہ کھل ہی جائے گا اور داخل ہونے کا موقع مل ہی جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

اِفْعَلُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ وَتَعَرَّضُوْا لِنَفَحَاتِ رَحْمَةِ اللهِ، فَاِنَّ لِلّٰهِ نَفَحَاتٍ مِّنْ رَحْمَتِهٖ يُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَسَلُوا اللهَ اَنْ يَّسْتُرَ عَوْرَاتِكُمْ وَاَنْ يُّؤْمِنَ رَوْعَاتِكُمْ۔ (قال في مجمع الزوائد رواه الطبراني واسناده رجاله رجال الصحيح غير عيسٰى بن موسٰى بن اياس بن البكير وهو ثقة)

"یعنی زندگی بھر نیک کام کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ہواؤں کے سامنے آتے رہو کیونکہ اللہ کی رحمت کی ہوائیں چلا کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں پہنچا دیتے ہیں اور تم اللہ سے اس بات کا سوال کرو کہ وہ تمہارے گناہوں اور عیبوں کو چھپائے اور تمہارے خوف کو ہٹا کر امن و امان نصیب فرمائے۔"

. . . .

معلوم ہوا کہ دعا اور استغفار میں لگا ہی رہنا چاہیئے، نہ جانے کس وقت قبولیت کی گھڑی ہو، اور کام بن جائے، حضرت لقمان حکیم نے فرمایا کہ تو اپنی زبان کو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ کہتے رہنے کی عادت ڈال دے کیونکہ بعض گھڑیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں اللہ پاک سائل

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۔ وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنیوالوں کا۔"

توبہ اور استغفار کے فضائل وفوائد

(۲۷۷) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰی لِمَنْ وَّجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِهٖ اسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا ۔ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے لئے بہت عمدہ حالت ہے جو (قیامت کے دن) اپنے اعمالنامہ میں خوب زیادہ استغفار پائے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۰۶، عن ابن ماجہ)

تشریح: چونکہ بندوں سے بکثرت چھوٹے بڑے گناہ صادر ہوتے رہتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں وہ بھی صحیح طریقہ پر ادا نہیں ہوتی ہیں، اور شروع سے آخر تک ہر عبادت میں کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں، نیز مکروہات کا ارتکاب ہوتا ہے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی کما حقہٗ ادا نہیں ہو پاتی اس لئے ضروری ہے کہ استغفار کی زیادہ کثرت کی جائے۔

استغفار گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں جب کوئی شخص دنیا میں کثرت سے استغفار کرے گا تو قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں بھی اس کا اثر پائے گا اور اس کی وجہ سے وہاں گناہوں کی معافی اور نیکیوں کے انبار دیکھے گا، اس وقت اس کی قدر ہوگی۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش　　عذر بدر گاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش　　کس نتواند کہ بجا آورد[1] (سعدیؒ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے کوئی دعاء

---

[1] (ترجمہ) "بندہ وہی بہتر ہے جو بارگاہِ خداوندی میں اپنے قصوروں کی معذرت پیش کرتا رہے ورنہ اس کی مقدس ذات کے لائق عمل کرکے کوئی بھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔" ۱۲

سکھائیے، جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں، اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہی مشہور دعا تعلیم فرمائی جسے عام طور سے نماز میں درود شریف کے بعد پڑھا کرتے ہیں، یعنی

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۃ

(بخاری ومسلم)

ترجمہ: "اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور نہیں بخش سکتا گناہوں کو مگر تو ہی، پس مجھے بخش دے ایسی بخشش جو تیری طرف سے ہو، اور مجھ پر رحم فرما بلاشبہ تو بخشنے والا بہت مہربان ہے۔"

غور کرنے کی بات ہے کہ نماز پڑھی ہے جو سراسر خیر ہے، اللہ تعالیٰ کا فریضہ ادا کیا ہے جس کے نیکی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اور فریضہ ادا بھی کس نے کیا ہے؟ صدیق اکبرؓ نے پھر بھی اُن کو تعلیم دی جارہی ہے کہ نماز کے ختم پر مغفرت کی دُعا کرو، اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ کے شایانِ شان کسی سے بھی عبادت نہیں ہوسکتی، عبادت کئے جاؤ اور مغفرت مانگے جاؤ، صالحین کا یہی طرزِ عمل رہا ہے، اور اسی میں خیر ہے، گناہ ہوجانے پر تو سب ہی توبہ واستغفار کرتے ہیں، مخلصین کاملین نیکی کرکے استغفار کرتے ہیں، اور یہ طرزِ زندگی اُن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نصیب ہوا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں، اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب بندے ہیں، اللہ نے آپؐ کو وہ کچھ عطا فرمایا جو کسی کو نہیں دیا، آپؐ راتوں رات نماز میں کھڑے رہتے تھے، اور اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لئے بڑی بڑی محنتیں کرتے تھے، اللہ نے آپؐ کو حکم دیا کہ:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔	"پس آپ اپنے رب کی تسبیح اور تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہے"

آپؐ فرض نماز کا سلام پھیر کر تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ پڑھتے تھے، یعنی اللہ جل شانہٗ

دے دی جائیں گی۔ اگر حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو حقوق والوں کے گناہ لے کر اُس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اُسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

اللہ اکبر! کتنا سخت معاملہ ہے، ہر شخص کو حقوق کی ادائیگی کی فکر کرنا لازم ہے، گناہوں سے پختہ طریقہ پر توبہ کرے، اور توبہ کا قانون پورا کرے یعنی اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق پوری طرح ادا کرے، زبانی توبہ، توبہ نہیں ہے، خوب سمجھ لو، واللہ اعلم

توبہ کا طریقہ

(۲۷۶) وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّصَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ یُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَتَطَھَّرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ثُمَّ قَرَأَ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ الا ابن ماجہ لم یذکر الآیۃ)

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابو بکر (صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا اور سچ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر اس کے بعد وضو کرے نماز پڑھے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بخش دے گا، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً، الآیۃ:“

(مشکوٰۃ ص ۱۱۷، از ترمذی وابن ماجہ)

تشریح: توبہ کے اصل جزو تو وہی تین ہیں جو پہلے گذر چکے، یعنی (۱) جو گناہ ہو چکے ان پر شرمندگی اور ندامت، اور (۲) آئندہ کو گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد، اور (۳) جو حقوق اللہ و حقوق العباد تلف کئے ہیں اُن کی تلافی کرنا، اور اس طرح توبہ کر لی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے، لیکن اگر ان امور کے ساتھ بعض اور چیزیں بھی ملالی جائیں تو توبہ اور زیادہ اقرب الی القبول ہو جاتی

ہے، مثلاً نیکیوں کی کثرت کرنے لگے، یا کسی بڑی نیکی کا اہتمام زیادہ کرے، حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا، کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا کیا تیری والدہ موجود ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا تیری کوئی خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں خالہ ہے، فرمایا بس تو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ والدہ اور خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کو توبہ قبول کرانے میں بہت دخل ہے۔

نماز پڑھ کر توبہ کرنے کی جو تعلیم فرمائی، وہ بھی اسی لئے ہے کہ نماز بہت بڑی نیکی ہے، اوّل دو چار رکعت پڑھ کر توبہ کی جائے گی تو توبہ زیادہ لائق قبول ہوگی۔

حدیثِ بالا میں جو آیت کا کچھ حصّہ ذکر کیا ہے یہ سورۂ آلِ عمران کی آیت ہے، پوری آیت اس طرح سے ہے:۔

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ (ع ۱۴)	"اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گذرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کو یاد کر لیتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔"

اس کے بعد ان حضرات کا اجر و ثواب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ	"ان لوگوں کی جزا بخشش ہے، اُن کے رب کی طرف سے، اور ایسے باغ ہیں کہ اُن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی، ان میں

کر کے حقوق پہنچانا گویا پہاڑ کھودنے کے برابر ہے لیکن جن کے دل میں آخرت کی فکر اچھی طرح جاگزین ہو جائے وہ بہر حال حقوق والوں کے حقوق کسی نہ کسی طرح پہنچا کر ہی رہتے ہیں۔

ہمارے ایک استاذ ایک تحصیل دار کا قصہ سناتے تھے، جب وہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور دینی حالت سُدھرنے لگی اور آخرت کی فکر نے ادائیگی حقوق کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے اپنے زمانۂ تعیناتی میں جو رشوتیں لی تھیں ان کو یاد کیا اور حساب لگایا، عموماً (تقسیم ہند سے قبل) متحدہ پنجاب کی تحصیلوں میں وہ تحصیلداری پر مامور رہے تھے، اور جن لوگوں سے رشوتیں لی تھیں ان میں زیادہ تر سکھ قوم کے لوگ تھے، انہوں نے تحصیلوں میں جا کر مقدمات کی پرانی فائلیں نکلوائیں اور اُن کے ذریعہ مقدمات لانے والوں کے پتے لئے، پھر گاؤں گاؤں ان کے گھر پہنچے، اور بہت سوں سے معافی مانگی اور بہت سوں کو نقد رقم دے کر سبکدوشی حاصل کی، ان تحصیلدار صاحب سے ہمارے استاذ موصوف کی خود ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اپنا یہ واقعہ خود سنایا تھا، وہ کہتے تھے کہ اکثر ادا کر چکا ہوں تھوڑا باقی ہے جس کے لئے برابر فکر مند ہوں، بہت سے لوگ مرید بھی ہو جاتے ہیں، بزرگوں کے ہاتھ پر توبہ بھی کر لیتے ہیں، لیکن یہ توبہ صرف زبانی ہوتی ہے، نہ حرام کمانا چھوڑتے ہیں، نہ حرام کھانا ترک کرتے ہیں، نہ بنک کی ملازمت سے الگ ہوتے ہیں، نہ رشوت لینے سے بچتے ہیں، نہ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، نہ غیبت سے بچتے ہیں، بلکہ مرید ہو کر غیبت کے ایک سبب میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ اپنے شیخ کے طریقے پر نہ ہوں ان کی غیبت میں شروع ہو جاتی ہیں، اور دوسروں کی غیبت کرنے کو اپنے شیخ کی تعریف کا جزوِ اعظم سمجھتے ہیں، یہ سب زندگی کے خطرناک اعمال ہیں، آخرت کی فکر نہیں ہے تو کس کام کی مُریدی اور کیسی توبہ؟

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پر از ذوقِ گناہ
معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

ممکن ہے کہ بعض حضرات یہ سوال کریں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے کچھ حقوق مار لئے اور جو ہونا تھا ہو چکا اب اُن کے پاس پیسے نہیں، کس طرح ادا کریں، اور بہت سے لوگ

ایسے ہیں کہ اُن کے پاس پیسے تو ہیں لیکن اصحابِ حقوق یاد نہیں، اور تلاش کرنے سے بھی نہیں مل سکتے، اُن کو پہنچانے کا کوئی راستہ نہیں تو کیا کریں؟

اس کے بارے میں عرض ہے کہ اللہ کی شریعت میں اس کا بھی حل موجود ہے، اور وہ یہ کہ جو اصحابِ حقوق موجود ہیں اُن سے جا کر یا بذریعہ خطوط معافی مانگیں، اور ان کو بالکل خوش کر دیں جس سے اندازہ ہو جائے کہ انہوں نے سچے دل سے حقوق معاف کر دیئے، اگر وہ معاف نہ کریں تو اُن سے مہلت لے لیں اور تھوڑا تھوڑا کما کر اور آمدنی میں سے بچا کر ادا کریں، اور اگر ادائیگی سے پہلے اُن میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کے ورثہ کو باقی ماندہ حقوق پہنچا دیں، اور جن لوگوں کا پتہ معلوم نہ ہو تو ان کی طرف سے اُن کے حقوق کے بقدر مسکینوں کو صدقہ دے دیں، جب تک ادائیگی نہ ہو صدقہ کرتے رہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے اپنے بھائی پر اس کی آبرو کے اعتبار سے یا اور کسی طریقہ پر ظلم کیا ہو تو اس کو آج ہی اُس دن سے پہلے جس دن دینار و درہم نہ ہوگا (ادا کر کے یا معافی مانگ کر) حلال کر لے، (وہاں روپے کا سکہ نہ چلے گا، بلکہ وہاں کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ) اگر ظلم و زیادتی کرنے والے کا عملِ صالح ہوگا تو اس سے لے کر مظلوم کو دے دیا جائے گا (جس پر ظلم و زیادتی کی تھی) اور اگر زیادتی کرنے والے کی نیکیاں نہ ہوئیں تو جس پر زیادتی ہوئی تھی اس کی بُرائیاں لے کر زیادتی کرنے والے پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری شریف)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضراتِ صحابہؓ سے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس (یعنی تنگدست اور فقیر) کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تو اُسے مفلس شمار کرتے ہیں جس کے پاس درہم (یعنی روپیہ پیسہ) اور مال و اسباب نہ ہو، آپؐ نے فرمایا بے شک میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس حال میں بھی آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، اور کسی کو تہمت لگائی ہوگی، اور کسی کا مال (ناحق) کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہوگا، پس اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس کو دے دی جائیں گی، اور کچھ اُس کو

(۱) رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ۔

"اے میرے رب میری مغفرت فرما دے اور میری توبہ قبول فرما بے شک آپ بہت توبہ قبول فرمانے والے ہیں اور بخشش فرمانے والے ہیں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مجلس میں سو مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی، ابوداؤد)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین باریوں کہا:۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ۱،

تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ میدانِ جہاد سے بھاگا ہو۔ (اخرجہ الحاکم ص ۱۱۸ ج ۱ وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین لکن قال الذہبی ابوسنان الراوی، لم یخرج لہ البخاری اھ ومع ذٰلک ھو ثقۃ کما فی التقریب)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے (رات کو) اپنے بستر پر ٹھکانا پکڑ کر تین بار یہ پڑھا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کے گناہ معاف فرما دیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں، اگرچہ درختوں کے پتوں کے برابر ہوں، اگرچہ مقام عالج کی ریت کے برابر ہوں۔

(اخرجہ الترمذی فی الدعوات وقال حسن غریب)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے دو یا تین باریوں کہا: ہائے میرے گناہ، ہائے میرے گناہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو یوں کہہ:۔ اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ (ترجمہ) اے اللہ

---

۱ (ترجمہ) میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو بڑا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے، اور میں اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ ۱۲

آپ کی مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ بڑی ہے، اور آپ کی رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے بڑھ کر امید دلانے والی ہے۔"

اس نے یہ الفاظ کہے آپ نے فرمایا پھر کہو، انہوں نے پھر دُہرائے، آپ نے فرمایا پھر کہو، انہوں نے پھر اُن کو دُہرایا، آپ نے فرمایا کھڑا ہو جا، اللہ تعالے نے تیری مغفرت فرمادی۔

(اخرجہ الحاکم ص ۵۴۴ ج ۱ وقال رواتہ عن آخرہم مدنیون ممن لا یعرف واحد منہم بجرح واقرہ الذہبی)

(۴) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ دُعا کرتے ہوئے سُنا ہے کہ :۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔	"اے اللہ! میں آپ سے ان سب گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں جو میں نے پہلے کئے اور بعد میں کئے اور جو ظاہر میں کئے اور جو پوشیدہ طریقے پر کئے، آپ آگے بڑھانے والے ہیں اور آپ پیچھے ہٹانے والے ہیں، اور آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔"
(اخرجہ الحاکم ص ۵۱۱ ج ۱ ۔ وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذہبی)	

(۵) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سید الاستغفار یوں ہے :۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا	"اے اللہ تو میرا رب ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھ کو پیدا فرمایا ہے، اور میں تیرا بندہ ہوں، اور تیرے عہد پر اور تیرے وعدہ پر قائم ہوں۔

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میرے دل پر میل آجاتا ہے اور بلاشبہ ضرور اللہ تعالیٰ سے روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں ۔ (رواہ مسلم)

اس روایت میں روزانہ سو مرتبہ استغفار فرمانے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ہر مجلس میں سو مرتبہ توبہ و استغفار کرتے تھے، اس میں کوئی تعارض نہیں، ممکن ہے کہ پہلے روزانہ سو مرتبہ استغفار فرماتے ہوں، پھر ہر مجلس میں سو مرتبہ استغفار کا اہتمام فرما دیا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ روزانہ سو مرتبہ استغفار کا جو ذکر ہے وہ ہر مجلس والے استغفار کے علاوہ ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ "میرے دل پر میل آجاتا ہے" اس کے بارے میں علماء محققین اور عارفین کاملین نے کئی باتیں لکھی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جہاد وغیرہ کے انتظامی امور امت کے مصالح کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے تھوڑا سا جو دل بٹ جاتا تھا اور حق تعالیٰ کی طرف کامل توجہ میں تھوڑا سا فرق آجاتا تھا (جو بلاشرکتِ غیرے ہونی چاہیئے) اس کو آپ نے میل سے تعبیر فرمایا ہے، گو امت کی طرف متوجہ ہونا اور امور جہاد کو انجام دینا بھی بہت بڑی عبادت ہے لیکن ان میں لگنے کی وجہ سے بارگاہِ ربوبیت کی بلاشرکت غیرے حاضری میں جو کمی آگئی اور اس سے جو دل متاثر ہوا اس کو میل فرمایا، اور اس کو زائل کرنے کے لئے آپ کثرت سے استغفار کرتے تھے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ میرے دل پر میل آجاتا ہے اور اس کو استغفار سے دھوتا اور صاف کرتا ہوں تو ہم لوگوں کو کس قدر استغفار کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے؟ ہر شخص خود ہی غور کرلے، اس پر خوب غور کریں اور استغفار کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ ہم تو سراپا گناہوں میں لت پت ہیں اور خطاؤں میں ملوث ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ مؤمن بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے، پس اگر توبہ و استغفار کرلیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اور اگر (توبہ استغفار نہ کیا بلکہ) اور زیادہ گناہ کرتا گیا تو یہ (سیاہ) داغ بھی بڑھتا رہے گا، یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آجائے گا، پس

یہ داغ وہ رَان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے:۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

یہ سورۃ تطفیف کی آیت ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

" ہرگز ایسا نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر اُن کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ دلوں میں زنگ لگ جاتا ہے، اور اس کی صفائی استغفار ہے۔

(کمافی الترغیب عن البیہقی)

یہ زنگ گناہوں کی وجہ سے دل پر سوار ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا، گناہوں کی آلائش سے توبہ و استغفار کے ذریعہ سے دل کو صاف کرنا لازم ہے، جو لوگ توبہ و استغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اُن کے دل کا ناس ہو جاتا ہے، پھر نیکی بدی کا احساس تک نہیں رہتا اور اس احساس کا ختم ہو جانا بدبختی کا باعث ہو جاتا ہے، اپنے لئے اور والدین کے لئے اور آل و اولاد کے لئے اور اساتذہ و مشائخ کے لئے احباب و اصحاب کے لئے مُردہ ہوں یا زندہ، مرد ہوں یا عورت سب کے لئے استغفار کرتے رہنا چاہیئے، خصوصاً ان لوگوں کے لئے برابر استغفار کرتے رہیں جن کا کبھی دل دکھایا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو، یا کسی کی غیبت سُنی ہو، یا کسی پر تہمت لگائی ہو، اُن لوگوں کے لئے اتنا استغفار کریں کہ دل گواہی دے کہ اُن کو اگر استغفار کا پتہ چلے تو وہ ضرور خوش ہو جائیں گے۔

استغفار کے صیغے

جن الفاظ میں بھی اللہ پاک سے گناہوں کی مغفرت طلب کی جائے وہ سب استغفار ہے، لیکن جو الفاظ احادیث شریفہ میں وارد ہوئے ہیں اُن کے ذریعے استغفار کرنا زیادہ افضل ہے، کیونکہ یہ الفاظ مبارک ہیں جو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہیں، ان سطور کے لکھنے کے وقت جو الفاظ حدیث کی کتابوں میں ہمیں ملے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ (ان میں سے بعض صیغے کتاب الذکر میں فضائلِ استغفار کے بیان میں بھی گذر چکے ہیں)۔

گناہ ہو جائیں خواہ لاکھوں کروڑوں ہوں اللہ کی مغفرت کے سامنے اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ	(آپ میری طرف سے) فرما دیجئے کہ اے
اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ	میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ	زیادتیاں کی ہیں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے
اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ	ناامید مت ہو، بیشک اللہ تعالیٰ تمام
الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ	گناہوں کو معاف فرما دے گا واقعی وہ بڑا
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝	بخشنے والا نہایت رحم والا ہے"

استغفار جہاں گناہوں کی معافی اور نیکیوں کی خامی اور کوتاہی کی تلافی کا ذریعہ ہے وہاں اور دوسرے بہت سے فوائد کا بھی سبب ہے، بارش لانے اور دوسرے بہت سے فوائد حاصل کرنے کے لئے کثرت سے استغفار کرنا چاہیئے، قرآنِ مجید میں حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو کی تھی۔

وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ	"اے میری قوم تم اپنے رب سے مغفرت
تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ	طلب کرو، پھر اس کے حضور میں توبہ کرو
مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً	وہ تم پر خوب بارش برسا دے گا اور تم کو
اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا	اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی دے
مُجْرِمِیْنَ ۝ (سورۂ ھود)	گا اور مجرم ہو کر اعراض مت کرو"

اللہ جل شانہٗ نے سورۂ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت نقل فرمائی ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو کی تھی۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ	"اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے
اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ یُرْسِلِ	گناہ بخشواؤ، وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت
السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۝	سے تم پر بارش بھیجے گا، اور تمہارے
وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ	مالوں اور اولاد میں ترقی دے گا، اور

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ — تمہارے لئے باغ بنادے گا اور تمہارے
وَيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۔ — لئے نہریں بنادے گا۔"

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ توبہ و استغفار بارش کے آنے اور طاقت اور قوت میں اضافہ ہونے اور مال اور اولاد کے بڑھنے اور باغات اور نہریں نصیب ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

لوگ بہت سی تدبیریں کرتے ہیں تاکہ طاقت میں اضافہ ہو، اور اموال میں ترقی ہو اور آل و اولاد میں اضافہ ہو لیکن توبہ و استغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس گناہوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں، یہ بہت بڑی نادانی ہے۔

اعمال کی اصلاح میں بھی استغفار کا بڑا دخل ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں اپنے گھر والوں کے بارے میں تیز زبان واقع ہوا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ڈر ہے کہ میری زبان کہیں دوزخ میں داخل نہ کرادے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم استغفار کو کیوں چھوڑے ہوئے ہو؟ بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ روزانہ مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذہبیؒ)

زبان کی تیزی کی اصلاح کے لئے اس حدیث میں استغفار کو علاج بتایا ہے، ہر طرح کی مشکلات اور تفکرات سے محفوظ رہنے کے لئے بھی استغفار بہت اکسیر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط

"جو شخص استغفار میں لگا رہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر دشواری سے نکلنے کا راستہ بنادیں گے، اور ہر فکر کو ہٹا کر کشادگی عطا فرمادیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔"

(احمد و ابوداؤد)

دل کی صفائی کے لئے بھی استغفار بہت بڑی چیز ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ

کا سوال رَد نہیں فرماتے۔

استغفار دل حاضر کرکے ہو تو بہت ہی عمدہ بات ہے، اگر حضوریِ قلب نہ ہو تب بھی زبان پر تو استغفار جاری رہنا ہی چاہیئے، یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت کام دے گا، استغفار میں کبھی کوتاہی نہ کی جائے، اور مواقع نکال کر حضورِ قلب اور پوری ندامت کے ساتھ توبہ بھی کرتے رہا کریں، تاکہ ہمیشہ غفلت والا ہی استغفار نہ رہے، ہر وقت حضورِ قلب نہیں ہو سکتا تو کبھی کبھی تو اس پر قابو پایا جا سکتا ہے، مثلاً یہ کہ رات کو سوتے وقت خوب دل حاضر کرکے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر خوب گڑگڑا کر توبہ و استغفار کر لیا کرے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ مؤمن بندہ اپنے گناہوں کو (خوفِ خدا کی وجہ سے) ایسا سمجھتا ہے جیسے کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈر رہا ہے کہ اس پر گر نہ پڑے اور بدکار آدمی اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے جیسے اُس کی ناک پر کوئی مکھی گذرنے لگی اور اس نے ہاتھ ہلا کر ہٹا دی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اوّل تو گناہوں سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، پھر اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کیا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ	"اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں فرما
اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا	دے کہ جب وہ نیک کام کریں تو خوش
وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا۔	ہوں اور جب گناہ کر بیٹھیں تو استغفار
(مشکوٰۃ)	کریں۔"

درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دینے کے لئے یہ دُعا اختیار فرمائی، کیونکہ آپؐ تو معصوم تھے، گناہوں سے پاک تھے۔

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایمان (کی علامت) کیا ہے؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تیری نیکی تجھے خوش کرے اور تیری بُرائی تجھے بُری لگے تو (سمجھ لے کہ) تو مؤمن ہے۔ (مشکوٰۃ)

جس طرح نیکی کرکے خوش ہونا چاہیئے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و انعام ہے جس نے نیکی کی توفیق دی' اور اس کا احسان ہے کہ اس نے اپنی مرضی کے کام میں مجھے مشغول فرما دیا، اسی طرح گناہ سرزد ہو جانے پر بہت زیادہ رنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے کہ ہائے مجھ سے خالق و مالک کی نافرمانی ہوگئی، اور مجھ جیسا حقیر و ذلیل مولائے کائنات جل مجدہٗ کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھا، یا اللہ مجھے معاف فرما، درگذر فرما، میری مغفرت فرما بخش دے رحمت کی آغوش میں چھپالے۔

گناہ تو بندے سے ہو ہی جاتے ہیں لیکن گناہوں پر جرأت کرنا اور گناہوں میں ترقی کرتے رہنا بہت بڑی نادانی ہے' ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ ۔ "یعنی تمام انسان خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو خوب توبہ کرنے والے ہیں"۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ شیطان نے اللہ جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے رب آپ کی عزت کی قسم ایں آپ کے بندوں کو برابر صحیح راہ سے ہٹاتا رہوں گا جب تک کہ انکی روحیں اُن کی جسموں میں رہیں گی، پروردگار عالم جل شانہٗ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال اور رفعت مکان کی قسم ہے جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو بخشتا رہوں گا"۔

(مشکوٰۃ عن احمد)

اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ توبہ و استغفار کر لینے کے گھمنڈ میں گناہ کرتے رہنا درست نہیں ہے' کیونکہ آئندہ کا حال معلوم نہیں' کیا پتہ توبہ سے پہلے موت آجائے، پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ توبہ و استغفار کی دولت انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے کا دھیان رکھتے ہیں' اور کبھی کبھار گناہ ہو جاتا ہے تو توبہ کر لیتے ہیں' اور جو لوگ مغفرت کی خوشخبریوں کو سامنے رکھ کر گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اُن کو توبہ و استغفار کا خیال تک نہیں آتا۔

اور واضح ہو کہ اللہ کی بڑی شان ہے اس کی رحمت سے مایوس کبھی نہ ہوں جتنے بھی زیادہ

صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ	جہاں تک مجھ سے ہو سکے میں نے
عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ	گناہ کیے اُن کے شر سے تیری پناہ
فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	چاہتا ہوں، میں تیری نعمتوں کا اقرار
اِلَّا اَنْتَ۔	کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار

کرتا ہوں، لہٰذا مجھے بخش دے کیونکہ تیرے علاوہ گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا ہے۔"

رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دن کو یقین کے ساتھ سید الاستغفار پڑھے اور شام سے پہلے مر جائے تو جنتی ہوگا، اور جو شخص رات کو یقین کے ساتھ سید الاستغفار پڑھے اور صبح سے پہلے مر جائے تو جنتی ہوگا۔

(مشکوٰۃ ص ۲۰۴ عن البخاری)

حُسنِ اختتام اور دعوتِ عمل

الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ کتاب جلد ختم ہوئی اللہ جل شانہٗ سے دُعا ہے کہ اس کو قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں میں اس کی مقبولیت اور نفع عام وتام فرمائے، جن حضرات تک یہ کتاب پہنچے ان سب سے خصوصاً خواتینِ اسلام سے درخواست ہے کہ کتاب کو صرف الماری کی زینت نہ بنائیں، بلکہ اس کو بار بار پڑھیں اور روزانہ آپس میں مل کر بیٹھا کریں، اور اس کتاب کو سنیں، بچوں کو بھی ساتھ لے کر بیٹھیں، اور خاص طور پر انہیں کتاب کے مضامین سمجھائیں، پھر دوسرے دن پوچھیں کہ کل کیا بیان گذرا تھا، بلکہ سبقاً سبقاً پوری کتاب گھر میں سب کو پڑھا دیں، اور اس کے مضامین یاد کرا دیں، اور عمل کرنے اور عمل کرانے کی کوشش کریں، البتہ کتاب الطہارت کے جو مسائل بچوں کے سامنے ذکر کرنے کے نہیں ہیں وہ اُن کے سامنے نہ پڑھیں۔

آج کل علم کا ذوق ہے جو کتاب چھپتی ہے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتی ہے لیکن یہ سب کچھ مطالعہ اور مذاکرہ کی حد تک ہے، عمل کے لئے اپنے نفسوں کو آمادہ نہیں کرتے، جانتے بوجھتے ہوئے اسلامی احکام و آداب پر عمل کرنے سے بچتے ہیں، اور معاشرہ میں جو طرزِ زندگی عام ہو گیا ہے اسی کی طرف لپکتے ہیں، سب کو معلوم ہے کہ یہ دنیا چند روزہ ہے اور آخرت ابدی اور دائمی ہے، اور اسلامی احکام و اعمال پر عمل کرنا دوزخ سے بچانے اور جنّت دلانے کا ذریعہ ہے، اس کے باوجود نفس وطبیعت اور شیطان کی فرمانبرداری کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے منہ موڑتے ہیں، یہ صورتِ حال اہلِ ایمان کے لئے بہت افسوسناک ہے۔ ہمّت کر کے نفس اور شیطان کے پھندوں سے آزاد ہوں، اور قرآن و حدیث کو اپنا رہبر بنائیں، علماءِ حق کی کتابوں کا مطالعہ اور مذاکرہ کرتے رہیں، جو لوگ پنشنر ہیں، ریٹائر ہو کر گھر بیٹھے ہیں، اسی طرح وہ حضرات جو تجارت و زراعت سے فارغ ہیں جن کی اولاد کسبِ معاش کی ذمّہ دار بن چکی ہے اُن سے گذارش ہے کہ اپنی باقی زندگی کو برباد نہ کریں، یہ فرصت و فراغت کے چند سال جو نصیب ہوئے ہیں ان میں آخرت کے

لئے دوڑ دھوپ کرلیں، اسی طرح وہ خواتین جو دنیا سے فارغ ہوچکی ہیں جنہیں پوتا پوتی، نواسہ نواسی کھلانے کے سوا کچھ کام نہیں رہا، اپنی باقی عمر کی قدر کریں اور آخرت کی طرف بڑھیں، سب حضرات سچے دل سے توبہ کریں، اور توبہ کا طریقہ اور توبہ کی حقیقت اور استغفار کے فضائل و فوائد جو ابھی ابھی اس کتاب میں گذرے ہیں اُن کے مطابق عمل کریں، پُرانی قضاء نمازیں تھوڑی تھوڑی کرکے سب پڑھیں، روزے، حج، زکوٰۃ وغیرہ جو کچھ ذمہ میں ہو ان سب کی ادائیگی کریں، جو روزے چھوڑے ہیں یا چھوٹے ہیں ان کی قضا رکھیں، بندوں کے حقوق کی ادائیگی کریں، صبح شام اور رات کے اذکار و اوراد جو بطور دستور العمل اس کتاب میں ہم حدیث ۱۰۵ کے ختم پر لکھ آئے ہیں اس کو معمول[1] بنائیں۔ ہر وقت اپنی زبان اللہ کی یاد میں تر رکھیں، مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں، لایعنی سے پرہیز کریں، غیبتوں سے بچیں اور اِدھر اُدھر بیٹھ کر وقت برباد نہ کریں، گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا بڑھاپے میں اگر انسان نیک نہ بنا تو کب نیک بنے گا؟ اس عمر میں گنہگار ہونا بہت سخت بات ہے، ستّر، اسّی سال کی عمر دنیا کے دھندوں میں گنوادیں اور گنہگاری کی زندگی گذار کر قبر میں پہنچ جائیں یہ بہت بڑی نادانی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"جس کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر تک پہنچایا اس کے لئے معذرت خواہی کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑا۔" (بخاری)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا یوں پکارے گا (جو اللہ کا منادی ہوگا) کہ ساٹھ سال والے کہاں ہیں" اور یہ وہ عمر ہے جس کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ	"کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ
فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ	جس کو اس میں سمجھنا ہوتا تو سمجھ سکتا
وَجَاءَكُمُ النَّذِيْرُ ۔	تھا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا

---

[1] دیکھو صفحہ نمبر ۴۹۳۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۱ عن البیہقی فی شعب الایمان) بھی پہنچا تھا۔"

بڑھاپے میں خصوصیت کے ساتھ آخرت کی طرف بڑھنا لازم ہے، اپنی فکر کریں، اولاد کے لئے متفکر ہوں، اور اولاد کی اولاد کو بھی اسلامی علوم و اعمال سے وابستہ کرنے کی فکر اور کوشش کریں۔

یہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں ہی ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو سب کچھ سکھایا مگر اسلام کی تعلیم نہیں دی، نماز تو نہ سکھائی البتہ انگریزوں کے طور طریق سمجھائے اور بتلائے، اب اس کی تلافی یہ ہے کہ اپنے بڑھاپے میں خود بھی اپنے کو سدھاریں، گناہ چھوڑیں، نیکیوں پر لگیں، سچی توبہ کرکے پوری زندگی کی تلافی کریں، اور اپنی اولاد کو بتائیں کہ ہم نے بہت برا کیا جو تم کو اسلام کے احکام نہیں سکھلائے، اب تم خود عاقل بالغ ہو سنبھل جاؤ، اور دینِ اسلام کو پوری طرح اپناؤ، گناہوں کو چھوڑ دو، اپنا معاشرہ اسلامی بناؤ، اور اپنے بچوں اور بچیوں کو اسلامی معاشرہ سے مانوس کرو، اور ان کو اسلامی احکام سکھاؤ اور عمل کراؤ، ورنہ بڑھاپے میں ہماری طرح تمہیں اور تمہاری اولاد کو کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔

ستر اسّی سال کی لمبی زندگی انسان اس دنیا میں گذار دے اور اللہ جل شانہٗ کا نافرمان بن کر قبر میں جائے، اور یہ پوری زندگی جو جنّت کمانے کے لئے تھی اس کو دوزخ کے اعمال میں لگا کر مر جائے، پھر قبر اور حشر میں اور اس کے بعد کے حالات میں عذاب بھگتے یہ سراسر نقصان کا سودا ہے، جو لوگ ملازم ہیں یا تاجر پیشہ ہیں، آٹھ دس گھنٹے ہی تو کسبِ معاش کرتے ہیں، اور عورتوں کے ذمّہ صرف گھر کا کام کاج ہے، کسبِ معاش اور گھر کے کام کاج کے علاوہ سولہ یا چودہ گھنٹے روزانہ بچتے ہیں، آٹھ یا چھ گھنٹے آرام کرنا ہے، باقی سب وقت فارغ ہے، اس وقت کی قدر نہیں کی جاتی، اور اس وقت کو گانا سننے، ٹی وی دیکھنے، ہوٹلوں میں بیٹھنے، تاش کھیلنے اور لایعنی باتوں میں برباد کرتے ہیں، ان میں سے بہت سی باتیں گناہ ہیں اور جو گناہ نہیں، مثلاً لایعنی باتیں وہ بھی اس اعتبار سے نقصان دہ ہیں کہ جس وقت میں لایعنی بات کی اس وقت میں اللہ کا ذکر کر سکتے تھے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر

درود وسلام بھیج سکتے تھے (لایعنی بات اس کو کہتے ہیں کہ جس میں دین و دنیا کا نفع نہ ہو اور اس میں گناہ کا پہلو بھی نہ ہو)۔

بہت سے حضرات جو یہ سطریں پڑھیں گے اُن کے دل میں یہ بات آئے گی کہ یہ باتیں تو ٹھیک ہیں جو یہاں لکھی ہیں، لیکن طبیعت نماز روزہ اور ذکر و تلاوت کرنے پر اور لایعنی باتوں بلکہ گناہوں کے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ طبیعت کو نہ دیکھیں، بلکہ آخرت کے عذاب ثواب کو دیکھیں، جہاں ہمیشہ رہنا ہے، طبیعت توڑ کر اور نفس کے تقاضے کو دبا کر شیطان کو ذلیل کریں، اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں، گناہوں کو چھوڑیں، نماز، روزہ، ذکر و تلاوت میں لگیں، کیا دنیا کے بہت سے کام طبیعت کے خلاف نہیں کرتے، دیکھو، رات کو میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ بچہ نے بیدار ہو کر کہا کہ مجھے پائخانہ کرنا ہے میرے ساتھ چلو، نیند چھوڑ کر سردی میں لحاف میں سے نکل کر بچے کے ساتھ پائخانہ تک جاتے ہیں، دفتر میں ملازم ہیں آفیسر سے طبیعت نہیں ملتی لیکن اس کی ماتحتی کے بغیر چارہ بھی نہیں، طبیعت کے خلاف برسوں اس کی ماتحتی میں گذار دیتے ہیں۔ بات اصل یہ ہے کہ دنیا سامنے ہے اس کو تقاضہ سمجھتے ہیں اور ان تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، اور آخرت سامنے نہیں ہے، اس لئے وہاں کے انعام و اکرام یا عذاب و تکالیف کی آیات و احادیث سُن کر عمل کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخرت اگر اس وقت سامنے نہیں ہے تو یقینی تو ہے، جب یقینی ہے تو اس کے لئے دوڑ دھوپ کیوں نہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ آخرت کا یقین ہی کمزور ہے ورنہ وہ ضرور عمل پر آمادہ کرتا۔

اہل اللہ کی کتابیں پڑھنے سے اور نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے سے آخرت کے یقین میں پختگی آتی ہے اور اعمال صالحہ پر طبیعت آمادہ ہو جاتی ہے، اور نفس بھی گناہ چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے، اللہ کے وہ بندے جن کی مجلسوں میں بیٹھنے سے اور جن سے خط و کتابت رکھنے سے طبیعت کا رُخ دین کی طرف پھر جاتا ہے ابھی ناپید نہیں ہیں، اُن کو تلاش کریں، اپنے بچوں کو ساتھ لے جائیں، اُن کے پاس اٹھیں بیٹھیں،

وہاں سے آئیں تو مجلس کی باتیں گھر میں سنائیں، بچوں کو اور سب گھر والوں کو روزانہ لے کر بیٹھیں، دینی کتابیں سنائیں، (ان کتابوں کی فہرست تربیت و تعلیم کے بیان میں گذر چکی ہے)۔

خلاصہ یہ کہ کرنے کا کام کرنے سے ہوگا، نفس راضی ہو نہ ہو دین پر چلیں اور گھر والوں کو چلائیں، کتاب لکھنے والا تو لکھ ہی سکتا ہے، واعظ اچھی باتیں زبانی بتا سکتا ہے مگر عمل تو ہر ایک کو خود ہی کرنا پڑے گا، وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ۔

ما نصیحت بجائے خود کردیم — روزگارے دریں بسر بردیم
گر نیاید بگوش رغبت کس — بر رسولاں بلاغ باشد و بس

وآخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العلمین والصلوٰۃ
والسلام علیٰ سید المرسلین
وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ
واتباعہٖ واحبابہٖ
واحزابہٖ
اجمعین

۲۵ جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ

العبد
محمد عاشق الٰہی بلندشہری
عفا اللہ عنہ
المدینۃ المنورۃ

اضافہ از ناشر

الحمدللہ! "خواتینِ اسلام" مکمل ہوگئی، کتابت کے دوران ایک بہت اچھی نظم ایک دینی ماہنامہ میں مل گئی، جو بہت مفید ہے ہم اس کو آخر میں ملحق کررہے ہیں،

مؤمنات کا زیور

(مسلمان لڑکی سے خطاب)

بیٹی! ترے گلے میں نمازوں کے ہار ہوں
چمپاکلی کے دانے صیام النہار ہوں

جھومر ہو حسنِ خلق، گلو بند حُبِّ حق
سہرے کے پھول منزلِ قرآن کے ورق

کانوں کی بالی حلقہ بگوشی خدا کی ہو
ہاتھوں کی چوڑی دست نگری مصطفیٰ کی ہو

بُندے ہوں بندگی کے تو پتے خشوع کے
کنگن کڑے دوامِ قیام و رکوع کے

چھلے ہوں عبدیت کے، انگوٹھی یقین کی
پازیب پاؤں کا بنے پابندی دین کی

جوشن توکل، آرسی اللہ پر نظر
خلخال ہو ثباتِ قدم راہِ رُشد پر

توحید کا ہو سینہ پہ جگنو پڑا ہوا
اعمالِ صالحہ کے نگوں سے جڑا ہوا

ہیکل رجا و خوف، قلادہ ہو ذکر و فکر
اللہ کا رنگ، رنگ ہو، سنّت کا عطر عطر

صبر و رضا و زہد و حیا کا سنگھار ہو
ماتھے پہ ٹیکہ سجدۂ پروردگار ہو

گر جان جائے جانے دو ایمان پر نہ جائے
دامن نبیؐ کا ہاتھ سے ہرگز نہ چھٹنے پائے

ہاں حرص ہو تو علم کی اور کارِ نیک کی
اصلاحِ دین مدّنظر ہو ہر ایک کی

سُن لو وصیت آخری کہتا ہوں ایک بات
اسلام ہو لباس، عبادات زیورات

دنیا دَنی ہے، ہیچ ہے سب یاں کا مال و زر
اللہ بس ہے، باقی ہوس، قصہ مختصر

☆☆☆

جس میں اسلامی عقائد، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے مفصل احکام مذکور ہیں، ذکرو تلاوت اور دعاء کے فضائل، دعاء کے آداب اور مختلف مواقع کی دعائیں درج ہیں، نکاح، طلاق، تجارت، معیشت وغیرہ کے مسائل تفصیل سے لکھے ہیں۔ اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت، اسلامی معاشرے کی تفصیل اور اس کی ضرورت بتائی گئی ہے۔ اسلامی آداب، اسلامی اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے غیر اسلامی معاشرے پر بھرپور تبصرہ کیا گیا ہے۔ آخر میں توبہ کا طریقہ لکھ دیا گیا ہے۔ دینی زندگی بنانے کے لئے بہت جامع کتاب ہے جو سینکڑوں احادیث شریفہ کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔

از

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)